قصص الانبیاء علیہم السلام

شیخ الاسلام الامام الحافظ

عماد الدین محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ

المعروف

امام ابن کثیر

مترجم

ابو ثوبان سید محمد اسد اللہ اسد

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

قصص الانبیاء علیہم السلام

شیخ الاسلام الامام الحافظ

عماد الدین محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ تعالی

المعروف

امام ابن کثیرؒ

مترجم

ابو ثوبان سید محمد اسد اللہ اسد

شبیر برادرز®
۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
Shabbirbrother786@gmail.com

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر

786

نام کتاب ——— قصص الانبیاء

مترجم ——— ابوثوبان سید محمد اسد اللہ اسد

کمپوزنگ ——— ورڈز میکر

باہتمام ——— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ——— اپریل 2014ء

سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور 0322-7202212

طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ——— 550/-

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تھدیہ

سفیرِ عشق رسول، مقبول بارگاہ وحید، خواجہ خواجگاں
حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ والی کوٹ مٹھن شریف
واقف اسرار یزدانی، مقبول غوث صمدانی، شیخ المشائخ
حضرت خواجہ محمد عبدالمجید احمد قدس سرّہ الاحد،
المعروف پیر آف دیول شریف
استاذ الاساتذہ، زبدۃ العلما، حضرت علامہ مولانا الحاج
مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ
بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ

اور

اپنے والدین کریمین کے نام

جن کی شبانہ روز دعائیں ہمیشہ میرے شامل حال ہیں، میری تمام تر دینی و روحانی تعلیم و تربیت کا سہرا انہیں کے سراقدس پر ہے جنہوں نے میری زندگی کے تار و پود کو درست کرنے کے لئے دنیائے اسلام کے مستند اساتذہ کرام کا نہایت حسین انتخاب فرمایا:

فقط: طالب دُعا

ابوثوبان سید محمد اسد اللہ، اسد
ناظم اعلیٰ، جامعہ مدینتہ العلم، ولی آباد موتی تھل، خانپور (رحیم یار خان)
۲۷/ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ شب معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء

نشان منزل

مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر الانبیاء عبادۃ و ذکر الاولیاء کفارۃ الذنوب

انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا ذکر عبادت اور اولیاء کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے (الحدیث)

مخدوم العالم حضرت اشرف جہانگیر سمنانی رحمہ اللہ تعالیٰ لطائف اشرفی میں رقم طراز ہیں ''حکایات الاولیاء جند من جنود اللہ'' اولیاء کرام کی حکایات اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے اور جن ذوات قدسیہ پر ایمان لائے بغیر کوئی ولی تو کجا مومن بھی نہیں ہوسکتا ان کے تذکار جمیل کا کیا عالم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ قصص الانبیاء والمرسلین علیہم السلام سے اللہ رب العزت نے ازخود قرآن کریم میں بیان فرما کر ان کی عظمت و رفعت اور شوکت و منزلت کا اظہار فرمایا۔ بلکہ اپنے محبوب کو ارشاد فرمایا واقعات و حالات انبیاء علیہم السلام سے اپنی امت کو آگاہ فرماتے رہا کریں۔

قارئین کرام مخلوق خدا میں ہر چھوٹے بڑے عیب و نقص اور کمزوری سے جو پاکیزہ و معصوم نفوس ہیں وہ صرف اور صرف انبیاء و مرسلین کی ذوات قدسیہ ہیں۔ ان کی سیرت، ان کے اقوال و اعمال، ان کے احوال و آثار، ان کے خصائل و شمائل ان کی صورت و سیرت، ان کے افکار و کردار اور ان کے مصائب و آلام، ابتلاء و آزمائش میں ثابت قدم رہنا یہاں تک کہ خدائے وحدہ لاشریک کی توحید کی تبلیغ کرتے کرتے نشانہ ظلم و ستم بننا اور اف تک نہ کہنا، یہ اور اس قسم کی مزید مثالیں بیان کرنا محض اس لئے ہے کہ مخلوق خدا ان کے نقوش پاسکے اپنی زندگی کو تابناک بنانے کے لیے مساعی جمیلہ فرما کر دنیا و عقبیٰ میں کامیابی و کامرانی کی دولت ابدی سے شادکام ہو۔

بالخصوص سبب کائنات، باعث تخلیق عالم رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ پوری انسانیت کے لئے کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے چنانچہ انہی مقاصد حسنیٰ کے تحت ''حضرت امام ابن کثیر'' کی کتاب مستطاب البدایۃ والنہایۃ کا وہ حصہ جو قصص الانبیاء کے نام سے معروف ہے اس کا ترجمہ قوم و ملت کی خدمت میں بطور'' ارمغانِ محبت'' پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں،

فاضل نوجوان صاحب قلم و بیان حضرت مولانا علامہ الحافظ القاری سید محمد اسد اللہ شاہ صاحب مستند مرکزی دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، موصوف علاقہ خانپور ضلع رحیم یار خان کے دو معروف اولیاء حضرت جیھہ بٹھہ علیہما الرحمۃ کی نگری چک نمبر i.p میں آنکھ کھولی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۳ اپریل ۱۹۶۹ء ہے والد ماجد حضرت پیر سید محمد یعقوب شاہ قادری دامت برکاتہم العالیہ نے ازخود قرآن کریم سے تعلیم و تربیت کا آغاز فرمایا، مقامی مدرسے جامعہ الخضر سے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر گاؤں کے ہائی سکول سے اعلیٰ پوزیشن میں مڈل کا امتحان پاس کیا۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت مولانا مفتی محمد مختار احمد درانی مدظلہ مہتمم مدرسہ ... ج

العلوم خانپور سے دینی علوم وفنون کے حصول میں منہمک رہے تاہم علوم اسلامیہ کے عشق نے رہنمائی فرمائی تو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کو اپنا مستقل مستقر بنالیا۔ یہاں تک کہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ کے بے پایاں خزائن علمیہ سے حظ وافر حاصل کرتے رہے۔ مولانا صاحبزادہ حافظ محمد اسد اللہ سلمہ اللہ کو لاہور نے بڑی مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے رکھا۔ ذہن رسا نے خوب آبیاری کی۔ امتحان پر امتحان پاس کرتے گئے ساتھ ہی ساتھ جدید علوم کو محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ نے میٹرک' ایف اے ،بی اے عربی فاضل کے امتحان اعلیٰ نمبروں پر پاس کئے جبکہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے امتحان بھی ساتھ ساتھ دیتے رہے ،ثانویہ عامہ کے امتحان میں پورے پاکستان کے امتحان دینے والے طلباء میں آپ نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ۱۹۹۳ء میں الشھادۃ العالمیہ (ایم - اے علوم دینیہ)اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے سند فراغت حاصل کی۔

روحانی فیوض وبرکات کے حصول کے لئے پیر طریقت ،رہبر شریعت حضرت الحاج پیر عبدالمجید احمد قادری پیر آف دیول شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دست فیض پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جب سے علوم وفنون عصریہ جدیدہ وقدیمہ کی دولت عظمیٰ سے مالا مال ہوئے ہیں۔ اسی وقت سے نہایت تندہی سچی لگن اور پختہ عزم کے ساتھ تعلیم وتعلم ،درس وتدریس ،وعظ وتبلیغ اور رشد وہدایت میں پیہم مصروف ہیں۔

راقم السطور سے پاکستان کے مشہور ناشر محترم ومکرم جناب ملک شبیر حسین زید مجدہ نے بڑی حسرت سے کہا میں چاہتا ہوں حضرات انبیاء کرام پر ایک جامع اور مستند تذکرہ شائع کیا جائے جس سے عوام وخواص خوب استفادہ کر سکیں ،اور یہ کام تمہاری صوابدید پر چھوڑ رہا ہوں۔ اپنے کسی قابل شاگرد سے ترجمہ کرائیں چنانچہ میں نے حامی بھرلی ،کئی ماہ کی سوچ وبچار کے بعد قرعہ فال حضرت صاحبزادہ ابوثوبان مولانا الحافظ القاری سید محمد اسد اللہ قادری زید علمہ کے نام نکلا۔

الحمد للہ علی منہ وکرمہ تعالیٰ میرے جن تلامذہ کو اللہ تعالیٰ نے قرطاس وقلم کی اہمیت وحیثیت کا شعور بخشا ہے۔ ان میں سے حضرت ابوثوبان زید مجدہ کو قدرے زیادہ ہی حصہ مرحمت فرمایا ہے۔ راقم نے جب موصوف سے ترجمہ کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو انہیں مستعد پایا اور اللہ کا نام لیتے ہوئے انہوں نے کام شروع کر دیا مسلسل کئی سال کی محنت شاقہ رنگ لائی اور ترجمہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ ہاں۔ واضح رہے کہ حضرت امام ابن کثیر علیہ الرحمہ نے البدایہ والنھائیہ کے اس حصے میں صرف تذکرۃ الانبیاء کو ہی جگہ دی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ سبب کائنات ،باعث تخلیق عالم امام الانبیاء والرسل جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا بطور خلاصہ ہی سہی تذکرہ شامل کیا جائے۔ لہٰذا اس اہم پوائنٹ کے پیش نظر نبی کریم ،رسول عظیم ﷺ کے ذکر پاک سے اس کتاب کا آغاز کیا جاتا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مترجم ،ناشر اور جملہ معاونین کو اس تذکرہ کے فیضان خاص سے ہمیشہ نوازتا رہے اور مترجم کے قلم کو مزید توانائیاں مرحمت فرمائے ،نیز ناشر کی خدمت ومحنت کو قبولیت کا شرف عطا کرے۔ آمین ثم آمین

فقط: **محمد منشا تابش قصوری**

مدرس. جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

خطیب مرید کے (شیخوپورہ)

۲۷ رجب معراج النبی ﷺ ۱۴۲۴ھ/۲۴ ستمبر ۲۰۰۱ء

حرفِ چند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ن والقلم وما یسطرون

قلم وسطور کی قسم فرما کر اللہ جل شانہ نے قلم وقرطاس کی اہمیت اپنی لازوال کتاب قرآن کریم میں اجاگر فرمائی۔ قلم وقرطاس سے میرا رشتہ لاشعوری دور (بچپن) ہی سے ہو گیا تھا۔

شعوری زندگی میں قدم رکھتے ہی جب میں نے عالم اسلام کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخلہ لیا تو مجھے پہلے ہی دن سے جامعہ کے ایسے اساتذہ کی صحبت وخدمت میسر آئی جو تحقیق وتدقیق، تحریر وتدریس، تصنیف وتالیف اور تعلیم وتبلیغ کے میدان کے شہسوار ہیں جو اپنے تلامذہ کی خوابیدہ صلاحیتوں کی اجاگر کرنے کے لیے ہر آن کوشاں رہتے ہیں اپنے اساتذہ کی راہنمائی میں حصول علم کے زمانہ میں چند مقالات لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی جو رسائل وجرائد کی زینت بنتے رہے۔

۱۹۹۳ء میں علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد جب گاؤں واپس پلٹا تو اپنے اساتذہ کی صحبت کا فیض دو مقاصد کی صورت میں پیش نظر تھا ایک تو حفظ قرآن کی وہ درسگاہ جسے والد گرامی، صوفی باصفا حضرت پیر سید محمد یعقوب شاہ جاری رکھے ہوئے تھے اسے عظیم الشان دینی دارالعلوم میں تبدیل کرنا اور دوسرا حلقہ ارادت واحباب کی روحانی تربیت کے لیے خانقاہی نظام کی بحالی کے لیے کوشش کرنا۔ دیہاتی آبادی اور پس ماندہ علاقہ میں نامناسب ماحول کی بنا پر یہ مرحلہ سر کرنا بڑا دشوار گزار تھا۔ بحمدہ تعالی آقا علیہ التحیۃ والثناء کے نعلین پاک کے تصدق سے ان مقاصد کے حصول میں کوشاں رہا بناء علیہ قلم قرطاس سے رشتہ موقوف ہو گیا۔ ایک بڑی وجہ اس کی یہ بھی تھی کہ دیہات میں نہ کوئی لائبریری، نہ ارباب شوق، نہ مناسب ماحول، نہ ہی علمی شخصیتوں کی صحبتیں، نہ ارباب علم ذوق کی قربتیں اور نہ ہی باقاعدہ تحریر وتدریس کے مواقع میسر تھے۔

البتہ قلب وجگر میں تحریر وتدریس کی چنگاری ہمیشہ سلگتی رہی ارباب علم وذوق کی محبتوں کے فقدان کا احساس ہمیشہ دامن گیر رہا

میں اپنے محسن ومشفق استاد گرامی، ادیب اہلسنّت حضرت علامہ الحاج مولانا محمد منشا تابش قصوری کے احسانات وعنایات پر تشکر وامتنان کا حق ادا نہیں کر سکتا جنھوں نے میرے موقوف رشتہ قلم کو پھر جوڑ دیا میری تشنگی کو سیرابی عطا کرتے ہوئے میری راہنمائی فرمائی اور جس تشنہ پہلو کی صحرانوردی میں میں سرگرداں تھا اس سے نکلنے کی راہ دی۔

آپ کا حکم ملا کہ مجھے ملیں چنانچہ ایک صبح میں اپنے رفیق کار حضرت مولانا محبوب احمد چشتی مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور کے ہمراہ

مرید کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے ''انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات طیبات مینارۂ نور ہے۔ سورۃ طٰہٰ میں بھی انبیاء کرام کے نام لے کر فرمایا گیا کہ

''کتاب میں ابراہیم کا تذکرہ کرو، کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو، کتاب میں اسماعیل کے حالات پڑھو، کتاب سے ادریس کا ذکر کرو (علیہم السلام)

انبیاء کا ذکر خیر عبادت کا درجہ رکھتا ہے جب بھی کسی انسان کو اپنی زندگی کے کسی پہلو میں نور ہدایت کی ضرورت محسوس ہوئی تو انبیاء کرام کی سیرت طیبہ ہی اس کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئی لیکن المیہ یہ ہے کہ انبیاء کرام کے قصص و واقعات پر لکھی گئی بعض کتب مواد اسرائیلی روایات سے پر ہیں لہٰذا تاریخ اسلام پر لکھی گئی شاہکار کتاب ''البدایہ والنھایہ'' کے اس حصے کا ترجمہ کر کے نظر قارئین کیا جائے جو انبیاء کرام کے قصص و واقعات پر مشتمل ہے کیونکہ امام ابن کثیر علیہ الرحمہ کی تحقیق کا ایک زمانہ معترف ہے اور ان کا سارا مواد قرآنی آیات، احادیث صحیحہ اور مستند و معتبر روایات پر مشتمل ہے مجھے اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا مکمل اعتراف ہے لیکن قبلہ استاذ مکرم کی شفقت و دُعا اور تعاون و راہنمائی میں میں نے کتاب مذکورہ کے ترجمہ کا آغاز کیا اور میں نے کوشش کی ہر نبی علیہ السلام کے حالات کو سرخیوں کے ذریعے واضح کر کے ایسے سہل انداز میں پیرا بندی کر دی جائے کہ قاری اپنی ضرورت کے مطابق سیرت انبیاء سے نور ہدایت حاصل کر سکے۔

میری کاوش گر بھلی لگے تو دعاؤں کا خواستگار ہوں اگر کمی دیکھیں تو اصلاح کا متمنی استاذ مکرم قبلہ تابش صاحب کی ہدایات و راہنمائی کے ساتھ ساتھ ابتداء سے لے کر کتاب کی پروف ریڈنگ تک کے مراحل میں مجھے مولانا محبوب احمد چشتی صاحب اور رامؔ ثوبان کا مکمل تعاون حاصل رہا اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ابوثوبان **سید محمد اسد اللہ اسد**

۱۸ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

۱۲ اپریل ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطیب الاسلام استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ مفتی محمد مختار احمد درانی دامت تبرکاتہم

ہدیہ تحسین وتبریک

دنیائے اسلام میں شہرت یافتہ اور مستند تاریخی تصنیف ''البدایہ والنھایہ'' کے ترجمہ کا وہ حصہ پیش نظر ہے جو'' تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام'' کے احوال مبارکہ پر مشتمل ہے۔ جسے عزیز القدر فاضل جلیل مولانا الحافظ القادری محمد سید اللہ شاہ صاحب زید مجدہ نے فرمایا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اہل علم وفضل بلکہ عوام بھی اس سے پوراپورا استفادہ کر سکتے ہیں۔

یہ ترجمہ نہایت، مفید اور سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ زبان وبیان کی خوبیوں سے مرصع ہے فقیر اس کامیاب کاوش پر ہدیۂ تحسین وتبریک سے نوازتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف زید علمہ وعملہ، کو قلم و قرطاس کی بیش از بیش دولت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین ثم امین

بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

دعا گو:

(مفتی) محمد مختار احمد درانی

مہتمم مدرسہ عربیہ سراج العلوم خانپور (رحیم یار خان)

۲۷/رجب المرجب ۱۴۲۴ھ شب معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۴/ستمبر ۲۰۰۳ء چہارشنبہ

حضرت امام ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ پر ایک نظر

اسم گرامی:

اسماعیل

نسب نامہ:

اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن ذرع بصری ثم دمشقی

لقب:

عماد الدین

کنیت:

ابوالفداء

پیدائش:

۷۰۰ھ بعض روایات کے مطابق ۷۰۱ھ

جائے پیدائش:

شہر بصرہ کے مضافات میں ''مجدل'' نامی گاؤں جہاں آپ کے ننھیال سکونت پذیر تھے۔

شفقت پدری سے محروم: آپ کے والد گرامی ابوحفص عمر بن کثیر مجدل میں ہی منصب خطابت پر فائز تھے، علم وعرفان میں ید طولیٰ رکھتے تھے آپ کی عمر ابھی تین یا چار برس کی ہوگی کہ والد گرامی داغ مفارقت دے گئے بعد ازاں تربیت کی ذمہ داری برادر اکبر الشیخ عبدالوہاب نے لے لی عمر کے چھ سال ہی گزرنے پائے تھے کہ برادر اکبر کے ساتھ ہجرت کر کے مجدل سے دمشق چلے آئے بڑے بھائی نے پدری سائے کی کمی محسوس نہ ہونے دی، تعلیم وتربیت اور تہذیب، اخلاق سے بہرہ ور کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

تعلیم وتربیت:

امام موصوف نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے برادر اکبر الشیخ عبدالوہاب سے کیا اس دور کے طریقہ تعلیم وتدریس کے مطابق ہر فن

کی ابتدائی کتاب حرف بحرف یاد کرنا ہوتی تھی۔آپ نے سب سے پہلے فقہ کی کتاب ''التنبیہ فی فروع الشافعیۃ'' کا متن یاد کر کے بھائی کو سنا دیا آپ کی تعلیمی زندگی کا یہی ابتدائی زینہ تھا۔فقہ کا آغاز اپنے برادرِ اکبر سے کر کے شیخ کمال الدین اور شیخ برھان الدین سے تکمیل کی اصول فقہ کی تکمیل علامہ شمس الدین اصفہانی سے کی فنِ حدیث میں آپ نے نامور محدث احمد بن حجار، بہاؤ الدین قاسم،عفیف الدین اسحٰق،عیسٰی بن المطعم ابن الرضی ، بدرالدین محمد،محمد بن زراد، ابن سویدی اور ابن تیمیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔

فن حدیث میں سب سے زیادہ علمی فیض آپ کو حافظ جمال الدین یوسف الشافعی علیہ الرحمہ سے ملا آپ کی علمی بصیرت بلند ہمتی ، ذوقِ تحقیق اور علمی میدان میں خوشہ چینی میں ہمہ وقت سرگرداں ومصروف دیکھ کر حافظ جمال الدین یوسف نے اپنی صاحبزادی آپ کے عقد میں دے دی۔یوں جس گھرانے سے فن حدیث کی تکمیل کی اسی گھرانے سے ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔

علمی حیثیت:

فقہ،تفسیر،تاریخ،حدیث اور دیگر علوم وفنون میں آپ باکمال شخصیت تھے بالخصوص فنِ حدیث،علم تاریخ اور تفسیر میں تو آپ میدانِ عمل کے منفرد شاہسوار تھے۔بقول علامہ ابن الماعد حنبلی یہ علوم ابن کثیر علیہ الرحمہ پہ منتہی ہیں۔

جرح وتعدیل اور احادیث طیبہ کی صحت وعدم صحت کی مہارت کے آپ کے اساتذہ بھی معترف وقدردان تھے زندگی کے آخری ایام تک آپ علمی مشاغل میں منہمک ومصروف رہے درس وتدریس،تصنیف وتالیف،تعلیم وتبلیغ اور افتاء وغیرہ میں آپ کی زندگی بسر ہوئی۔

طبعی ذوق:

امام ابن کثیر علیہ الرحمہ بڑی مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے خوش خلقی ،شگفتہ مزاجی اور خوش طبعی آپ کا وصفِ امتیاز تھا۔ طبیعت کی ان خوش مزاجیوں کے ساتھ ساتھ جہاں آپ ایک بلند پایہ مفسر،متبحر فقیہ، باکمال محدث اور علم تاریخ کے میدان کے شہسوار تھے وہی قائم اللیل ،صائم الدھر،فقیر دوست،علم پرور اور ذکرالٰہی میں شاغل زندگی بسر فرمانے والے تھے۔ بنابریں آپکو '' امام ذی التسبیح والتھلیل '' کہا جاتا ہے۔

وصال:

علم وعرفان کا یہ آفتاب چوھتر سالہ زندگی کا سفر پورا کر کے ۲۶ شعبان ۷۷۴ھ بمطابق فروری ۱۳۷۳ھ کو غروب ہو گیا مقبرہ صوفیہ میں ابن تیمیہ کے پہلو میں دفن ہوا۔

خدا رحمت کنند ایں پاک طینت را

تصانیف:

مختلف علوم وفنون میں آپ کی یادگار بے شمار تصانیف آپ کے عظیم علمی ورثہ اور آپکی دینی خدمات کی شہادت فراہم کرتی ہیں۔چند ایک تصانیف یہ ہیں۔

۱- تفسیر القرآن موسوم بالتفسیر ابن کثیر

۲- نہایہ البدایہ

۳- جامع المسانید

۴- التکمیل

۵- طبقات الشافعیہ

۶- السیرت النبویہ

۷- الاجتہاد فی طلب الجہاد

۸- کتاب الاحکام

۹- مسند الشیخین

۱۰- تاریخ اسلام پر شاہکار کتاب البدایہ والنھایہ

جس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر امام ابن کثیر علیہ الرحمہ کے زمانہ تک کے جامع و مانع اور مستند و معتبر روایات پر مشتمل احوال و آثار ہیں۔ یہ چودہ جلدوں میں ایک بے بہا علمی خزانہ ہے۔ بے شمار اہل بصیرت، اہل قلم اور محققین و مفکرین نے اسے ہدیہ تبریک و تحسین پیش کیا ہے امام ابن کثیر علیہ الرحمہ کی اسی شہرہ آفاق کتاب ''البدایہ والنھایہ'' کی پہلی دو جلدوں میں سے انبیاء کرام کے واقعات کو قصص الانبیاء کے نام سے ہدیہ قارئین کر رہا ہوں امام موصوف نے سارے مواد میں قرآنی آیات، احادیث صحیحہ اور مستند و معتبر روایات پر اعتماد کیا ہے۔ تحقیقی میدان میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

آسمان ان کی لحد پر گو ہر افشانی کرے
حشر تک شانِ کریمی فیضِ ارزانی کرے

ابوثوبان سید محمد اسد اللہ اسد
مدینۃ العلم ولی آباد
مونی تھل تحصیل خان پور، رحیم یار خان

آئینہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت باسعادت:

بوقت صبح صادق بروز پیر ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء جب کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ نوش فرمایا۔ تین روز بعد حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کا۔ ایک ہفتہ بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی آغوش رضاعت میں اور پھر پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کی آغوش میں تشریف لائے۔ مدینہ منورہ کا پہلا سفر اور والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی وفات بمقام ابوا بعمر ۶ سال۔ ابوا سے آپ کی دایہ برکت بنت ثعلبہ معروف ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ کو مکہ معظمہ لے آئیں اور آپ چچا ابوطالب کی کفالت میں آ گئے۔

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی وفات:	عمر ۸ سال	دارالارقم	تبلیغ ودعوت اسلام کے مرکز کا قیام
آپ کا پہلا تجارتی سفر ہمراہ چچا ابوطالب:	عمر ۱۲ سال	چالیس افراد کا قبول اسلام	۶ ۴۳ سال ۳ نبوت
حلف الفضول میں شرکت:	عمر ۱۵/۱۶ سال	مسلمانوں کی پہلی ہجرت حبشہ	عمر ۴۵ سال رجب ۵ نبوت
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح:	عمر ۲۵ سال	کفار مکہ کی طرف سے بائیکاٹ	عمر ۴۷ سال یکم محرم ۷ نبوت
اہل مکہ کی طرف سے صادق وامین کا خطاب:	عمر ۳۰ سال	معاشرتی بائیکاٹ کا خاتمہ	عمر ۵۰ سال ۱۰ نبوت
غیبی اسرار ورموز کا آغاز وظہور:	عمر ۳۳ سال	چچا ابوطالب کا انتقال:	عمر ۵۰ سال ۱۰ نبوت
حجر اسود بیت اللہ میں نصب کرنے کیلئے بحیثیت ثالث تقرر:	عمر ۳۵ سال	حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وفات	عمر ۵۰ سال ۱۰ نبوت
غار حرا میں شب وروز عبادت:	عمر ۳۷ سال	واقعۂ معراج، فرضیت نماز خمسہ:	عمر ۵۲ سال ۲۷ رجب ۱۲ نبوت
بعثت نبوت بروز پیر ۹ ربیع الاول ۴۱ ولادت نبوی:	عمر ۴۰ سال	مدینہ منورہ کے ۱۵ افراد کا قبول اسلام	عمر ۵۲ سال ذی الحجہ ۱۲ نبوت
نماز فجر وعصر کی فرضیت (۲۔۲ رکعت):	۱ نبوت	بیعت عقبہ اولیٰ	عمر ۵۲ سال ذی الحجہ ۱۲ نبوت
آغاز نزول قرآن مجید۔ جمعرات ۱۷ رمضان	انبوت	مدینہ منورہ کے ۲۷ افراد کا قبول اسلام	عمر ۵۲ سال ذی الحجہ ۱۲ نبوت
	۱۷ اگست ۶۱۰	بیعت عقبہ اولیٰ	عمر ۵۲ سال ذی الحجہ ۱۲ نبوت
مدینہ منورہ کے کے ۲۷ افراد کا قبول اسلام	عمر ۵۳ سال ۱۳ نبوت	فتح مکہ معظمہ	۲۰ رمضان المبارک ۸ ھ

بیعت عقبہ ثانیہ		اسلامی حکومت کا قیام' حکام کا تقرر فوجوں	عمر ۶۰ سال ۸ ہجری
ہجرت از مکہ معظمہ داخلہ غار ثور:	عمر ۵۴ سال جمعرات	کی آراستگی' سیاسی انتظامات' غیر مسلم	عمر ۶۰ سال ۸ ہجری
	۲۷ صفر ۱۳ نبوت	اقوام سے سلوک:	عمر ۶۰ سال ۸ ہجری
قبا میں تشریف آوری:	بروز پیر: ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت	صدقات و زکوٰۃ کے محصلوں کا تقرر:	عمر ۶۱ سال ۹ھ
داخلہ مدینہ منورہ: فرضیت جمعہ کا حکم	۱۲ ربیع الاول ۱ھ	واقعہ تبوک ادائیگی حج (بامارت صدیق اکبر)	ذی الحجہ ۹ھ
قیام بر مکان ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	عمر ۵۴ سال ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء	مختلف قبائل اور ممالک کے وفود کی آمد:	ذی الحجہ ۹ھ
بنیاد مسجد نبوی:	عمر ۵۴ سال: ۲۲ ربیع الاول ۱ھ	مختلف ممالک یمن' بحرین' عمان' یمامہ تک	
حکم تحویل کعبہ (در مسجد ذوقبلتین)	بروز ہفتہ: ۱۵ شعبان ۲ھ	اثرات:	۱۰ھ
فرضیت روزہ زکوٰۃ جہاد:	یکم رمضان: ۲ھ	حجۃ الوداع' آپ کا امت سے آخری خطاب:	عمر ۶۳ سال: ۱۰ھ
نماز عید الفطر کی ادائیگی:	یکم شوال: ۲ھ	وصال سے ۵ روز قبل مسجد نبوی میں	جمعرات نماز ظہر
معرکۂ بدر: عمر ۵۵:	سال ۱۷ رمضان ۲ھ	امت محمدیہ نے رسول اللہ کا آخری خطاب	جمعرات نماز ظہر
معرکۂ احد و حرمت شراب:	عمر ۵۶ سال: ۳-۴ھ	وصال خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	عمر شریف ۶۳ سال
قاری القرآن صحابۂ کرام کی شہادت:	عمر ۵۷ سال: ۴ھ		عمر شریف ۶۳ سال
غزوۂ خندق: عمر ۵۸ سال:	۵ھ		بروز: پیر
زنا' قذف' لعان کے فوجداری قوانین کا نفاذ' پردے کا حکم	عمر ۵۸ سال ۵ ہجری	بوقت: چاشت ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	
صلح حدیبیہ۔۔عمر ۵۹ سال۔۔	ذی قعدہ ۶ھ		بمطابق ۷ جون ۶۳۲ھ
فتح قلعہ خیبر' دنیا کے مختلف بادشاہوں کے نام حضور نے دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے	یکم محرم ۷ ہجری	تدفین جسد اطہر: ۳۲ گھنٹے بعد وصال ۱۳-۱۴ ربیع الاول (منگل' بدھ درمیانی شب) ۱۱ھ	

حضور کا سلسلۂ نسب:

خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ خاندان آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کے بعد عدنان اور نابت بن اسماعیل علیہ السلام سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ بعض تاریخی شواہد کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کے ۲۷۵۳ سال بعد اس دنیا میں تشریف لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ' والد کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ'۔ ماں کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا۔

حضور کے دودھ شریک بہن بھائی:

حضور خاتم الانبیاء رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک (رضائی) بہن بھائی چار تھے (۱) عبداللہ (۲) انیسہ (۳) صدیقہ (۴) اور حذافہ جو شیما کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' اور حضرت شیما رضی اللہ عنہا دونوں اسلام کی نعمت سے مشرف ہوئے۔ باقی حضرات کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی بچپن میں حضرت ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ اس لیے وہ بھی رضائی بھائی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مادری زبان مبارک عربی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری مقدس کتاب قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لباس عموماً سفید' سادہ' موٹا اور روئی سے تیار شدہ استعمال فرماتے۔ ملبوسات میں' جبہ' چادر' عمامہ' ٹوپی' حلہ' موزے' ازار بند' وغیرہ چیزیں شامل تھیں۔ سبز رنگ کی یمنی چادر آپ کو بہت پسند تھی۔ جو برد یمانی کے نام سے مشہور ہے۔ سرخ لباس مردوں کے لیے منع فرماتے۔ کبھی سیاہ عمامہ اور اکثر عمامے کے نیچے ٹوپی استعمال فرماتے گھر میں جو پوٹی پہنتے وہ سر مبارک کے بالوں کے ساتھ چمٹی ہوتی۔ عمامے کے دونوں شملے پیچھے شانے مبارک پر ہوتے۔ نمائشی اور فاخرہ لباس کو ناپسند فرماتے۔ کرتے کا تکمہ اکثر کھلا رکھتے تھے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی دوست احباب قبل از نبوت (۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ رئیس مکہ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی جنہوں نے قبول اسلام کے بعد مکہ کا دار الندوہ ایک لاکھ درہم میں خرید کر کے خیرات کر دیا۔ حضور سے عمر میں ۵ سال بڑے تھے (۳) حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بنی ازدقبیلہ کے معروف طبیب تھے جنہوں نے حضور کی زبان مبارک سے کلام اللہ سن کر اعلان کیا تھا کہ یہ کسی مجنون کا کلام نہیں۔ بلکہ اللہ کا ہے' اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

حضور کی ازواجِ مطہرات

حضور کی خدمت میں عرصہ	حضور کی عمر	عمر وقت نکاح	سن نکاح	اسم گرامی
۲۵ سال	۲۵ سال	28/40 سال	۲۵ میلاد	حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
۱۴	۵۰	۵۰	سنہ ۱ نبوت	حضرت سودہ
۹	۵۰	9/19	۱۰ نبوت	حضرت عائشہ صدیقہ
۸	۵۵	۲۲	شعبان ۳ھ	حضرت حفصہ

حضرت زینب بنت خزیمہ	شعبان ۳ھ	۳۰	۵۵	۳ ماہ
حضرت اُم سلمہ	۴ھ	۵۶۲		۷ سال
حضرت زینب بنت جحش	۵ھ	۳۶	۵۷	۶
حضرت جویریہ	شعبان ۵ھ	۲۰	۵۷	۶
حضرت ام حبیبہ	۶ھ	۳۶	۵۷	۶
حضرت صفیہ	جمادی الاخریٰ ۷ھ	۱۷	۵۶	3/3/4
حضرت میمونہ	۷ھ	۳۶	۵۹	3/1/4

حضور کی تمام ازواج مطہرات اور بیٹیوں کے مہر سوا بارہ اوقیہ نقرہ سے زائد نہ تھے۔ امہات المومنین میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر مکہ معظمہ میں ہے۔ باقی ازواج مطہرات مدینہ منورہ میں مدفون ہیں رسول اللہ کے فرزندان ارجمند تین تھے۔ (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبداللہ کی کنیت طیب اور طاہر تھی۔ طیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ کنیت اور طاہر کنیت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تھی۔

بڑے لڑکے کی مناسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما دونوں فرزند حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ' حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔ سب سے پہلے حضرت قاسم اور سب سے چھوٹے حضرت ابراہیم تھے۔ یہ سب بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ پہلے دونوں فرزند مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں (مدینہ منورہ) میں مدفون ہیں۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ سیدہ زینب' سیدہ رقیہ' سیدہ ام کلثوم اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ سب سے بڑی حضرت زینب اور سب سے چھوٹی حضرت فاطمہ تھیں۔ چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی اولاد اور چاروں کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ حضرت زینب کا نکاح ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ نے اپنے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع اموی سے کیا تھا۔ ایک صاحبزادے (علی) اور ایک صاحبزادی (امامہ) ان کی اولاد تھی۔ ۸ھ کو مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔ سیدہ رقیہ کا نکاح قبل از اسلام ابولہب کے لڑکے عتبہ کے ساتھ ہوا تھا اور ظہور اسلام کے بعد طلاق ہوئی اور حضرت عثمان غنی سے ان کا نکاح ہوا ان کی اولاد ایک لڑکا عبداللہ تھے۔ وفات ۲ھ میں ہوئی۔ سیدہ ام کلثوم حضرت رقیہ سے چھوٹی تھیں ان کا نکاح بھی قبل از اسلام ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوا تھا۔ اسی طرح ان کی بھی طلاق ہوئی اور سیدہ رقیہ کی وفات کے بعد وہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ان دونوں بیٹیوں کی مناسبت سے ہی حضرت عثمان غنی (ذی النورین) کے لقب سے نوازے گئے۔ ام کلثوم نے ۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کی سب سے چھوٹی صاحبزادہ تھیں۔ ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔ آپ کی اولاد میں دو صاحبزادے حضرت حسن اور حسین اور دو صاحبزادیاں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم تھیں۔ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق سے ہوا تھا۔ حضرت فاطمہ نے حضور کے وصال کے ۶ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو

وفات پائی۔ آپ مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں آپ کے فرزندار جمند حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو آپ کے بڑے بیٹے ہیں ان کی قبر بھی آپ کے پہلو میں ہے۔

حضور سید الکونین کا سامان زندگی:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر میں کیا سامان زندگی تھا اور حضور اکرم کی ازواج مطہرات کے لیے حضور نے کس قسم کا سامانِ زندگی مہیا فرمایا تھا۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور کا بستر چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہونے کے بعد ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا۔ انہیں جو اثاثہ میسر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا۔ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک ٹوٹے ہوئے پیالے میں ہی تمام قسم کے مشروبات نوش فرماتے تھے۔ حضور کی ازواجِ مطہرات اپنی ضروریات کی چیزیں گھر میں رکھ کر باقی سب اللہ کے راستے میں غریبوں، یتیموں میں خیرات کر دیا کرتی تھیں۔ تمام اُمہات المومنین کے مکان الگ الگ ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور مختصر تھے۔ مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی کے اُس حصے میں کھلتا جسے روضة من ریاض الجنة جنت کے باغات میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے۔'' یہ اس قدر تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کے لیے صحابہ کرام حجرے میں داخل ہونے لگے تو دس آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ ان تمام حجروں کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور کے آرام فرمانے کے لیے ٹاٹ کا ایک ٹکڑا موجود ہوتا جسے دو تہہ کر کے بچھا دیا جاتا تھا۔ حضور کے تمام حجروں کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں اور ان میں شگاف پڑ گئے تھے کہ سوراخوں سے دھوپ اندر آتی تھی۔ تمام چھتیں کھجور کی شاخوں اور پتوں سے چھائی تھیں۔ بارش سے بچنے کے لیے کمبل لپیٹ دیے جاتے۔ حجروں کی بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو سکتا تھا۔ گھر کے دروازوں پر پردہ یا ایک پٹ کا کواڑ ہوتا تھا۔ کاشانۂ نبوت گو انوارِ الٰہی کا مظہر تھا۔ لیکن اس میں رات کو چراغ تک نہ ہوتا تھا۔ گھر کی ظاہری زیب و آرائش آپ کو پسند نہ تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دھاری دار رنگین کپڑے لٹکا دیے تو حضور سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہمیں مال اینٹ اور پتھروں کو لباس پہنانے کے لیے نہیں دیا گیا ہے۔

حضور نبی کریم کے اخلاق و عادات:

محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات سراپا قرآن مجید تھے آپ نہایت خلق و محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرماتے' سلام کہنے میں سبقت کرتے تھے۔ مصافحہ اور معانقہ کرتے۔ وقار اور متانت کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ کسی کی دل شکنی نہ کرتے۔ غریبوں' بیواؤں اور ضعیفوں کے گھر جا کر ان کا پانی بھرتے۔ ضروریات زندگی کی چیزیں بازار سے لا کر دیتے۔ مہمانوں کی خاطر مدارات خود کرتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہر چیز مہمانوں کی نذر ہو جاتی۔ تمام اہل و عیال فاقہ کرتے' ہمیشہ سادہ اور ایک ہی غذا پر گزارہ کرتے کسی مجلس میں تشریف رکھتے تو اپنے سامنے جو کھانا ہوتا اسی پر اکتفا کرتے سب سے مل جل کر زمین پر اس طرح فروکش ہوتے کہ کسی قسم کا امتیاز نہ دکھائی دیتا۔ آپ کا مقدس چہرہ انور ہی پہچان کی علامت تھا۔ عام انسانوں کے ساتھ

یکساں اور مساوات کا سلوک کرتے' امیر غریب' چھوٹے بڑے' کالے گورے کی کوئی تمیز اور فرق نہ رکھتے' زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے' انسانوں کی عزت وتوقیر صرف تقویٰ و پرہیز گاری کی بنیاد پر کرتے۔ بیماروں کی عیادت کرتے۔ حضور کی خدمت میں آپ کے جانثار صحابہ کرام ہمہ وقت حکم کے منتظر اور مستعد رہتے تھے۔ آپ کے ادنیٰ اشارۂ ابرو پر جانثاری کو دنیا و آخرت میں سرخروئی اور نجات کا باعث سمجھتے۔ بایں ہمہ حضور اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتے تاکہ امت کا کوئی فرد محنت و مزدوری اور اپنے ہاتھ سے کام کو معیوب خیال نہ کرے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپ کے معمولات کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ حضور گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے اور کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے گھر میں خود جھاڑو دیتے' دودھ دوہ لیتے تھے۔ بازار سے سودا سلف خرید لاتے تھے۔ جوتا ٹوٹ جاتا تو خود ہی اس کی مرمت کر لیتے تھے۔ ڈول میں ٹانکے خود لگا لیتے۔ اونٹ اور سواری کے جانور خود باندھتے۔ چارہ دیتے اور غلام کے ساتھ مل کر آٹا خود گوندھتے تھے۔ ہاتھ سے کبھی اپنے کسی غلام' لونڈی' کسی عورت اور کسی جانور کو نہیں مارا۔ آپ نے کسی سائل کی درخواست کبھی رد نہیں فرمائی۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ آپ حیوانات پر بھی رحم فرماتے تھے اور اس بے زبان مخلوق پر جو ظلم روا رکھے جاتے' آپ نے اس سے منع فرمایا۔ جانوروں کے گلے میں قلادہ ڈالنے کا رواج ختم کرا دیا۔ زندہ جانور کے بدن کا گوشت کاٹنے جانور کی دم اور ایال کاٹنے' پرندوں کے انڈے اور ان کے گھونسلوں سے بچے اٹھانے کو منع فرما دیا۔ جانوروں کو بھوکے پیاسے رکھنے والے مالکوں کو سخت تنبیہ فرمائی کہ خدا سے ڈرو۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ طہارت' پاکیزگی اور خوشبو کو پسند فرماتے' اجلا اور پاکیزہ لباس پہنتے اور دوسروں کو پہننے کا حکم دیتے۔ اجتماع عام خصوصاً جمعہ کی نماز کے لیے صاف ستھرا لباس پہنتے۔ خوشبو اور سرمہ لگانے کا حکم دیتے تاکہ پسینے کی بو سے دوسرے مسلمان بھائیوں کو معمولی تکلیف تک بھی نہ پہنچے۔ شرم و حیا کی تلقین فرماتے۔ دوسروں کے سامنے ننگا نہانے' بے پردہ ہونے' کھڑے ہو کر پیشاب کرنے' زنا' شراب' سود اور فسق و فجور کی سختی سے ممانعت فرماتے۔

حضور کا عدل وانصاف:

حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے بیشمار قبائل سے واسطہ پڑتا تھا۔ وہ قبائل اور خاندان ایک دوسرے کے سخت دشمن ہوتے تھے۔ حضور نے ان تمام قبائل کے ساتھ ہمیشہ عدل وانصاف سے کام لیا اور اسلام کی دعوت دینے یا عدل وانصاف کا معاملہ کرتے وقت کسی خاص قبیلے یا کسی خاص فرد کی طرف داری نہیں کی۔ حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم کا فرق وامتیاز بھی روا نہیں رکھا۔ بلکہ سب کے ساتھ مساوات کا سلوک کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مخزوم قبیلے کی ایک عورت نے چوری کی۔ بعض لوگوں نے اس عورت کو سزا سے بچانے کے لیے حضور کے نہایت ہی پیارے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمائش کر کے معافی کی درخواست پیش کی۔ آپ نے اس سفارش پر ناراض ہو کر فرمایا: ''بنی اسرائیل اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں سے درگزر کرتے تھے'' حضور نے ایسے ہی موقع پر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میری لخت جگر فاطمہ بھی چوری کا ارتکاب کرے گی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیے جائیں گے۔ حضور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں انسانوں کو غلامی کی ذلت اور کالے گورے کے فرق وامتیاز سے نجات دلا کر شرف انسانیت سے سرفراز کیا۔ وہاں انسانوں میں اقتصادی و معاشی مساوات قائم کرنے کے سلسلے میں جو اصلاحات نافذ کیں اور جو اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ وہ تاریخ انسانی کا باعث صد افتخار سرمایہ ہے۔ (۱) حضور

نے فرمایا وہ شخص ایماندار نہیں جو خود پیٹ بھر کے کھائے اور اس کا ہمسایہ فاقے اور بھوک سے نڈھال ہو۔ (۲) آپ نے فرمایا تم مزدور کو (جو محنت و مشقت کر کے پسینہ سے شرابور ہو جائے) اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دو۔ (۳) آپ نے فرمایا جس شخص نے مردہ اور بنجر زمین کو زندہ کر کے قابل کاشت بنالیا اور بیکار زمین پر دیوار کھڑی کر کے قبضہ کر لیا وہ اس کی ہوگی۔ (۴) حضور نے فرمایا کہ زمین اس کی ہے جو اس پر کاشت کرتا ہے اور جو شخص کاشت کے بغیر تین سال تک بیکار چھوڑ دے اس کا حق ملکیت خود بخود ساقط ہو جاتا ہے۔ (۵) آپ نے فرمایا پانی، گھاس اور آگ میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں یعنی جو چیزیں قدرتی پیداوار اور وسائل میں شامل ہیں (درخت، معدنیات، گیس، تیل وغیرہ) وہ سب انسانوں کی مشترکہ میراث ہیں۔ (۶) حضور نے فرمایا جس شخص نے چالیس روز تک سامان غذا کو (گرانفروشی) کے لیے ذخیرہ کیا۔ اللہ کی ذات سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ ہے (۷) آپ نے فرمایا جس شخص نے کھوٹ ملا کر دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

حضور کی تحریری تبلیغ اسلام:

حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ تحریر و انشاء کی صورت میں دنیا کے مختلف بااثر لوگوں، بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام خطوط ارسال کر کے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ ایسے والا ناموں کی تعداد (۲۵۰) سے زائد بیان کی گئی ہے ان میں سے بعض مشہور افراد کے نام حسب ذیل ہیں۔

مملکت	حکمران کا نام	قاصد نبوی کا اسم گرامی
حبشہ	شاہ نجاشی اصحمہ بن الجبر	حضرت جعفر طیار، حضرت عمرو بن امیہ ضمری
مصر	شاہ مصر مقوقس	حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ
ایران	شاہ کسریٰ خسرو پرویز	حضرت عبداللہ ابن حذافہ
روم	قیصر روم ہرقل	حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی
یمامہ	ہوزہ بن علی	حضرت سلیط بن عمرو
بحرین	منذر بن ساوی	حضرت علاء بن الحضرمی
دمشق	حارث بن ابی شمر غسانی	حضرت شجاع بن وہب اسدی
عمان	جیفر بن جلندی بن عامر	حضرت عمرو بن العاص

علاوہ ازیں پاپائے روم، شاہان حمیر اور خیبر کے یہودی سرداروں کے نام بھی والا نامے ارسال کر کے دعوت اسلام دی گئی۔

...............ان مکتوبات گرامی کی بنا پر دنیا کا سب سے پہلا بادشاہ جس نے دعوت اسلام قبول کرنے کا شرف و اعزاز حاصل کیا وہ شاہ حبشہ حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ ہیں اور دنیا کا وہ بادشاہ جس نے حضور خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پھاڑ دیا۔ وہ شاہ ایران ''خسرو پرویز'' تھا جس کی گستاخانہ حرکت پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ "ھلک کسریٰ" کسریٰ ہلاک ہوگیا۔ قاتلوں نے شاہ ایران ''خسرو پرویز'' کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جہنم واصل کیا۔ اور اس کی سلطنت بھی پارہ پارہ ہوگئی۔

غزوات، تاریخی جنگیں:

تاریخ اسلام میں وہ لڑائیاں غزوات کہلاتی ہیں۔ جن میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت کر کے جہاد فرمایا اور جس جہاد اور معرکہ آرائی کے لیے صحابہ کرام کو سپہ سالار مقرر فرمایا وہ سرایا کہلاتی ہیں جس کے لغوی معنی ''قصد'' اور سیر کے ہیں۔

نمبر شمار	نام غزوہ	تعداد مجاہدین	تاریخ و سن	بمقابلہ
۱	ابواء (ودان)	۷۰	۲ ہجری	انسداد قافلہ قریش
۲	بواط	۲۰۰	۲ ہجری	" " "
۳	سفوان	۷۰	۲ ہجری	تعاقب کرز بن جابر ڈاکو
۴	ذی العشیرہ	۱۵۰	۲ ہجری	برائے معاہدہ قبائل مینبوع
۵	بدر الکبریٰ	۳۱۳	۱۷ رمضان ۲ ہجری	کفار قریش ایک ہزار
۶	بنو قینقاع	-	شوال ۲ ہجری	قبایل یہود
۷	السویق	۲۰۰	شوال ۲ ہجری	تعاقب صخر بن حرب اموی
۸	بنو سلیم	۲۰۰	محرم ۳ ہجری	قبیلہ بنو سلیم یا غطفان
۹	غطفان انمار	۴۵۰ سوار	ربیع الاول ۳ ہجری	بنو ثعلبہ۔ بنو محارب
۱۰	اُحد	۶۵۰	۱۶ شوال المکرم ۳ ہجری	مدینہ سے تین میل کفار عرب
۱۱	حمراء الاسد	۶۴۰	۷ شوال ۳ ہجری	احد کے دوسرے دن تعاقب دشمن
۱۲	بنو نضیر	-	ربیع الاول ۴ ہجری	یہودی قبیلہ کا تعاقب
۱۳	بدر اخریٰ	۱۵۱۰	ذی قعدہ ۴ ہجری	انسداد قبیلہ قریش
۱۴	دومتہ الجندل	۱۰۰۰	ربیع الاول ۵ ہجری	مختلف قبائل عرب
۱۵	مریسیع	-	۳ شعبان ۵ ہجری	بنو مصطلق کا انسداد
۱۶	خندق (احزاب)	۳۰۰۰	شوال۔ ذی قعدہ ۵ ہجری	سرداران و قبائل یہود
۱۷	بنو قریظہ	-	ذوالحجہ ۵ ہجری	یہودی قبیلہ بنو قریضہ
۱۸	بنی لحیان	۱۳۰ سوار	ربیع الاول ۶ ہجری	اہل رجیع قاتلین مبلغ اسلام
۱۹	ذی قروہ (غابہ)	۵۰۰	ربیع الثانی ۶ ہجری	ڈاکوؤں کے خلاف
۲۰	حدیبیہ	۱۴۰۰	ذی قعدہ ۶ ہجری	قریش مکہ۔ مانعین عمرہ
۲۱	خیبر	۱۴۲۰	محرم ۷ ہجری	یہودی قبائل

۲۲	وادی القرائ	۳۸۲	محرم ۷ ہجری	یہودی قبائل
۲۳	ذات الرقاع	۴۰۰	۱۰ محرم ۸ ہجری	مختلف قبائل
۲۴	فتح مکہ	۱۰۰۰۰	رمضان ۸ ہجری	قریش
۲۵	حسنین	۱۲۰۰	شوال ۸ ہجری	مختلف قبائل
۲۶	طائف	۱۲۰۰۰	شوال ۸ ہجری	مختلف قبائل
۲۷	تبوک		رجب ۹ ہجری	افواج ہرقل۔ قیصر روم کا انسداد

غزوات کے علاوہ سرایا کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ یہ آٹھ سال کے اندر معرکے ہوئے۔ ان جنگوں میں فریقین کے کل ۹۱۸ افراد کا جانی نقصان ہوا اور کفار کے ۶۵۶۵ افراد قیدی بنائے گئے جن میں سے ۶۳۴۷ قیدی حضور رحمۃ العالمین نے آزاد کر دیے تھے۔

پیغمبر انسانیت کا عالمی منشور:

پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں جب اپنی حیات طیبہ کے آخری حج کا ارادہ فرمایا تو جملہ اطراف و اکناف میں اطلاع بھیج دی گئی۔ اس پر فرزندان اسلام کی ایک کثیر تعداد مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی۔ جس میں ہر طبقے اور ہر درجے کے افراد شامل تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سمیت ذی الحلیفہ میں احرام باندھا اور لبیک لبیک کی صداؤں کے ساتھ آپ مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں اور پھر میدان عرفات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار (یا چوالیس ہزار) قدسیوں کے ساتھ تشریف لائے تو یہ پورا میدان تکبیر و تہلیل کی ایمان افروز صداؤں سے گونج اٹھا۔

حضور محسن انسانیت نے جبل رحمت کے قریب قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار ہو کر کائنات انسانی کے لیے ایک ایسا بین الانسانی منشور پیش فرمایا جو بنی آدم کی فلاح و بہبود اور امن و سلامتی کے ابدی پیغام اور طریق کار پر مشتمل ہے۔ حضور کا یہ آخری خطاب ''خطبہ حجۃ الوداع'' کے نام سے معروف ہے۔ آپ نے خداوند قدوس کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

''لوگو! میں تمہیں اس کی عبادت کی نصیحت کرتا ہوں۔ میری باتیں پوری توجہ اور غور کے ساتھ سنو! کیونکہ میں نہیں دیکھتا کہ اس سال کے بعد اس مقام پر۔ اس مہینہ میں' اور شہر میں پھر تم سے ملاقات ہو سکے۔ خدا تعالیٰ نے تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو کو ایک دوسرے پر آج کے دن اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت کی طرح حرام کر دیا ہے۔ لوگو! تمہارا خدا ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک' تم سب اولاد آدم ہو۔ اور حضرت آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں' اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر کوئی امتیاز حاصل ہے۔ یعنی وطنیت اور رنگ و نسل کے سب امتیازات ختم ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اخوت اسلامی کے رشتے میں منسلک ہے۔ تمہارے یہ غلام! تم اپنے خادموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ لوگو! دور جاہلیت کی ہر بات میں اپنے قدموں کے نیچے روندتا ہوں اس زمانے کے تمام خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون (ابن ربیعہ بن الحارث) کا جو بنی سعد میں ابھی شیر خوار تھا اور ہذیل نے جسے قتل کر دیا تھا معاف کرتا ہوں اور زمانہ جاہلیت کے تمام سودی لین دین باطل کرتا ہوں۔ سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود (عباس ابن عبد المطلب کا) باطل

قرار دیتا ہوں۔لوگوں! اپنی عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔تمہاری عورتوں کو تمہارے مقابلے میں کچھ حقوق اور ذمہ داریاں سپرد ہیں۔تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہاری خوابگاہوں اور بستروں پر کسی غیر مرد کو ہرگز نہ آنے دیں۔اور گھروں میں تمہاری اجازت کے بغیر کسی شخص کو داخل نہ ہونے دیں اور وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں اور تمہارے ذمے عورتوں کا حق یہ ہے کہ ان کی خوراک اور پوشاک کا اہتمام کرو۔اے لوگو! تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کا مال لینا جائز نہیں۔میرے بعد کہیں اس اخوت اسلامی کو ترک کر کے کافرانہ ڈھنگ اور طرز زندگی اختیار نہ کر لینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو! اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی یا پیغمبر آنے والا نہیں۔اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اور امت پیدا کی جائے گی۔پس غور سے سن لو! تم اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔پانچوں وقت نماز ادا کرتے رہو۔ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھتے رہو۔اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ ادا کرتے رہو۔حج بیت اللہ کرتے رہو اور اپنے امراء و حکام کی اطاعت پر کاربند رہو۔تاکہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو سکو۔لوگو! میں تمہارے لیے ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں۔جب تک تم اس کاربند رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اے لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کی بابت باز پرس کی جائے گی اور تم سے میری بابت دریافت کیا جائے گا۔تو بتاؤ تم وہاں کیا جواب دو گے؟ اس پر تمام حاضرین نے بآواز بلند عرض کیا۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام حق پہنچا دیا اور امت کو نصیحت کرنے کا حق ادا کر دیا۔حقیقت سے پردے اٹھا دیے اور امانت الٰہی کو صحیح طریقے سے ہمارے سپرد کر دیا۔حاضرین کے اس جواب پر حضور محسن انسانیت نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔اے خدا سن لے اور گواہ رہنا کہ تیرے بندے کیا گواہی دے رہے ہیں۔ممکن ہے بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو اچھی طرح یاد رکھیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر خوب حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی مقام پر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔**الیوم اکملت لکم دینکم و انممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۵** آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دی ہیں اور تمہارے لیے "دین اسلام" کو پسند کیا۔بعد ازاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم مناسک حج ادا کر کے بیت اللہ میں آئے۔طواف وداع سے فارغ ہو کر قدسیوں کی جماعت کے ساتھ "مدینہ منورہ" واپس تشریف لے گئے اور صرف اکیاسی روز بعد محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقھم و خاتم الانبیاء

محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ہ

صاحبزادہ سید نثار قطب رضی شیرازی علی پوری مدظلہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تذکرہ ابوالبشر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام اور قرآنی مضامین

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ..... خٰلِدُوْنَ (آیت ۳۰ تا ۳۹)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے! کیا اس کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خون ریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ؟ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھلایا بے شک تو ہی حکمت والا ہے فرمایا اے آدم بتادے ان سب (اشیاء) کے نام جب اس نے (یعنی آدم علیہ السلام نے) انہیں سب کے نام بتادیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمینوں کی سب چھپی ہوئی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا اور ہم نے فرمایا کہ اے آدم! تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا۔ اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے پھر سیکھ لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر تمہارے پاس میری طرف کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا سے نہ کوئی اندیشہ اور نہ کوئی غم اور وہ جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران ۵۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہاوت اللہ جل شانہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ .... رَقِيْبًا (النساء:۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے ایک جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى ......عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (حجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبر دار ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا (اعراف189)

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ........وَفِيْهَا تُخْرَجُوْنَ (اعراف 11 تا25)

اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس یہ سجدہ والوں میں نہ ہوا فرمایا۔ کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا بولا: میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا فرمایا: تو یہاں سے اتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے نکل تو ہے ذلت والوں میں' بولا: مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائیں جائیں فرمایا تجھے مہلت ہے بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا تو میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا فرمایا تو یہاں سے نکل جا رد کیا گیا' راندہ ہوا ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا اور اے آدم! تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہو تو اس سے جہاں چاہو کھاؤ اور اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو گے پھر شیطان نے ان کے جی میں خطرہ ڈالا کہ ان پر کھول دے ان کی شرم کی چیزیں جو ان سے چھپی تھیں۔ اور بولا تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ (درخت) سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے فرمایا اترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے فرمایا اس میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں اٹھائے جاؤ گے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (طٰہٰ55)

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں پھر لے جائیں گے اور اسی میں تمہیں دوبارا نکالیں گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ........جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (الحجر26 تا44)

اور بے شک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی اور جن کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئے

کی آگ سے اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے سوا ابلیس کے اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنیوالوں سے الگ رہا۔ بولا! مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی (کھنکھناتی) جو سیاہ بودار گارے سے تھی فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے اور بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے بولا! اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں فرمایا تو ان میں ہے جن کو اس معلوم وقت کے دن تک مہلت ہے بولا: اے میرے رب قسم ہے اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں فرمایا یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوا ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں اور بے شک جہنم ان سب کا وعدہ ہے اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ........وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلاً

(بنی اسرائیل 61 تا 65)

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا بولا: دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا۔ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑا فرمایا: دور ہو تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک سب کا بدلا جہنم ہے بھرپور سزا اور ڈگا دے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ لا۔

اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور انہیں وعدہ دے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔ بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا.......بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلاً. (کہف 50)

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے کہ قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا بھلا کیا اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو اور وہ تمہارے دشمن ہیں ظالموں کو کیا ہی برا بدل ملا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى......وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى

(طٰہٰ 110 تا 126)

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدے میں گرے مگر ابلیس اس نے نہ مانا تو ہم نے فرمایا اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے بے شک تیرے لئے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو نہ ننگا ہو اور یہ کہ نہ تجھے اس میں پیاس لگے نہ دھوپ تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا بولا اے آدم کیا میں تمہیں بتادوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے تو ان دونوں نے اس میں سے کھایا اب ان پر ان کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم علیہ السلام سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی

تو جومطلب چاہا تھااس کی راہ نہ پائی پھر اسے اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی فرمایا: تم دونوں مل کر جنت سے اترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے پھر اگر تم کو میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا وہ نہ بہکے نہ بد بخت ہو اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے کہے گا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو انکھیارا تھا فرمائے گا یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

قُلْ هُوَ نَبَاٌ عَظِيْمٌ........بَعْدَ حِيْنَ (ص 67 تا 88)

تم فرماؤ وہ بڑی خبر ہے تم اس سے غفلت میں ہو مجھے عالم بالا کی کیا خبر تھی جب وہ جھگڑے تھے مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں نہیں مگر روشن ڈر سنانے والا جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گرنا تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک نے کہ کوئی باقی نہ رہا مگر ابلیس نے اس نے غرور کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں فرمایا: اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لئے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تجھے غرور آ گیا یا تو تھا ہی مغروروں میں بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندہ گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک بولا اے میرے رب ایسا ہے تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں فرمایا تو مہلت والوں میں ہے اس جانے ہوئے وقت کے دن تک بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں فرمایا تو سچ یہ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں بے شک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں گے سب سے تم فرماؤ میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا میں بناوٹ والوں سے نہیں وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہاں کے لئے اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جانو گے۔

قرآن پاک کے وہ متفرق مقامات جہاں حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ تھا ان آیات کا ترجمہ پیش کیا گیا ان آیات کی تفسیر تفسیر ابن کثیر میں بیان کر چکی ہے یہاں پر بھی ہم اس مضمون سے متعلق کچھ احادیث پیش کرتے ہیں جو اس قصے پر دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ ہی حامی و ناصر ہے۔

☆ خلافت ارضی

اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'' کہ بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ انسان ایک دوسرے کے نائب بنیں گے اسی مضمون کی وضاحت سورۂ انعام کی آیت 125 میں یوں کی گی ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجنوں بلندی دی۔

☆ ملائکہ کی عرض

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بغرض تعظیم حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پیدائش کی خبر دی جس طرح عظیم کاموں کی خبر ان

کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے دی جاتی ہے تو فرشتوں نے تخلیق آدم علیہ السلام کی غرض اور وجہ حکمت معلوم کرنے کے لئے عرض کی اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ کیا اس کو نائب بنائے گا جو اس زمین میں فساد پھیلائے گا اور خونریزی کرے گا فرشتوں کی یہ عرض محض غرض معلوم کرنے کے لئے تھی نہ اعتراض ونقص اور نہ کسی حسد کی بنا پر تھی جس طرح کہ بعض مفسرین کا خیال ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے یہ عرض اس لئے کی تھی کہ انہیں پتا تھا کہ انسان ایسا کرے گا کیونکہ اس سے قبل جنات نے زمین میں فساد اور خونریزی کا طوفان بپا کر رکھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر تشریف لانے سے دو ہزار سال پہلے سے جنات زمین پر آباد تھے پھر جب انہوں نے فساد اور خونریزی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ایک لشکر بھیج کر ان کو سمندری جزیروں میں دھکیل دیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔

ایسا بھی منقول ہے کہ فرشتوں کو انسان کی طبیعت وفطرت کا علم لوح محفوظ سے ہو گیا تھا یہ بھی منقول ہے کہ ہاروت اور ماروت نے فرشتوں کو یہ بات بتائی تھی اور ان دونوں فرشتوں کو ان سے اوپر والے فرشتے سجل نے یہ بات بتائی تھی (ابی حاتم)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسانی طبیعت کا علم فرشتوں کو اس طرح ہوا کہ تخلیق انسانی مٹی سے کی جا رہی ہے تو لامحالہ مٹی کے اوصاف اس میں پائے جائیں گے تو فرشتوں نے عرض کی وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۔ کہ ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں یعنی ہم ہمیشہ تیری عبادت میں مصروف ہیں اور ہم میں سے کوئی بھی تیری نافرمانی نہیں کرے گا اگر تخلیق انسانی کا مقصد تیری عبادت کرنا ہی ہے تو ہم ہمہ وقت محو تسبیح وتہلیل ہیں اور شب و روز میں ایک لحہ بھی غافل نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنِّىٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ بے شک جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے یعنی اس کی تخلیق کے بارے میری نظر الوہیت جس حقیقت ومصلحت پر ہے تمہیں اس کی خبر تک نہیں عنقریب اس سے انبیاء کرام، رسول معظم، صدیقین، شہدا اور صالحین پیدا ہوں گے

علم الاسماء اور ملائکہ

پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کا شرف بلحاظ علم بیان کیا اور فرمایا وعلم آدم الاسماء اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ وہ اسماء تھے جنہیں لوگ جانتے ہیں جیسے انسان، جانور، خشک ونرم زمین، آسمان، سمندر، پہاڑ، اونٹ، گدھا اور دیگر زبانوں کے نام وغیرہ۔

حضرت مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے نام سکھا دیئے تھے پیالہ وتقدیر سے لیکر انسانی عوارض کی بنا پر خارج ہونے

والی ریح تک خواہ آواز کے ساتھ ہو یا بغیر آواز کے اور جانور چرند پرندہ وغیرہ

حضرت سعید بن جبیر اور حضرت قتادہ علیہما الرحمہ کی بھی یہی رائے ہے

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ کے نام سکھائے گئے

حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں ان کی اولاد کے نام بتائے گئے۔ جبکہ صحیح بات یہی ہے کہ جس کی طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اشارہ فرمایا ہے کہ وہ اسمائے ذوات اور ان کے سب چھوٹے بڑوں کے نام بتائے گئے۔

امام بخاری و مسلم علیہما الرحمہ نے سعید و ھشام کے طرق اور قتادہ و انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ تاجدار کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز حشر تمام مومنین جمع ہو کر آپس میں کہیں گے کہ کاش اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری کوئی سفارش کرے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ آپ ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور ہر چیز کے نام آپ کو سکھا دیئے۔ ذکر تمام الحدیث؟

پھر اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا: اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمالیا تو فرشتوں نے آپس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی مخلوق کو پیدا نہ فرمائے گا جو ہم سے زیادہ جانتی ہو گی۔ پھر بطور آزمائش ان سے کہا گیا کہ اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو تو پھر ان اشیاء کے نام بتاؤ؟

اس کے علاوہ بزرگوں کے اور بھی اقوال ہیں جنہیں ہم اپنی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

پھر فرشتوں نے عرض کی سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

یعنی اے الہ العالمین آپ کے سکھائے بغیر آپ کے علم میں سے کوئی شخص بھی کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

دوسرے مقام پہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَىۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰٓـاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ .... الخ اے آدم علیہ السلام بتا دے انہیں سب اشیاء کے نام جب اس (آدم علیہ السلام نے) انہیں سب کے نام بتا دیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی ہوئی چیزوں کو اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ مخفی و پوشیدہ چیزوں کو بھی ایسے ہی جانتا ہے جس طرح ظاہر کو آیت طیبہ میں مذکور وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ (کہ میں ظاہر کو جانتا ہوں) سے مراد اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کی اس بات کی جانب اشارہ ہے جو فرشتوں نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کی تھی کہ کیا تو اس کو بنائے گا جو زمین میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے گا۔

اور وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ سے مراد ابلیس کا اپنے دل میں تکبر اور حضرت آدم علیہ السلام پر برتری کا وہ تصور ہے جو اس نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا۔

یہ قول سعید ابن جبیر، مجاہد، سدی، ضحاک، ثوری علیہم الرحمہ کا ہے جسے ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے۔

جبکہ ابوالعالیہ، ربیع، حسن اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ سے مراد فرشتوں کے دلوں میں مخفی وہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ایسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمائے گا۔ جو علم و اکرام کے اعتبار سے ان پر فائق ہو۔

ملائکہ سربسجود:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ (بقرہ 24)۔

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ وہ منکر ہوا اور اس نے غرور کیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اس میں اپنی معزز روح پھونک دی تو فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بہت بڑا اعزاز و اکرام تھا۔

جیسا کہ سورۃ الحجر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ کہ جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر چار اعتبار سے فضیلت عطا کی

۱- اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا

۲- اپنی طرف کی خاص اور معزز روح پھونکی

۳- ملائکہ کو ان کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا

۴- کائنات عالم کی اشیاء کے ناموں کے علم سے نوازا

اس لئے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ملاء اعلیٰ میں اکٹھے ہوئے تو دونوں کا آپس میں مناظرہ ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ آدم علیہ السلام ہیں، ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے پیدفرمایا اور آپ میں اپنی معزز روح پھونکی اور فرشتوں کو آپ کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا اور ہر چیز کے اسماء کا علم عطا کیا۔

ایسے ہی اہل محشر روز قیامت حضرت آدم علیہ السلام سے عرض کریں گے۔ آگے ہم انشاء اللہ العزیز اس کا ذکر کریں گے۔

ابلیس کی قیاس آرائی:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ.......الی آخر الایۃ (اعراف 11 تا 12)

اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو وہ

سب سجدے میں گرے مگر ابلیس یہ سجدہ والوں میں نہ ہوا (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات ابلیس نے اپنے قیاس سے کی اور سب سے پہلے قیاس آرائی کرنے والا ابلیس ہی ہے۔

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے قیاس کرنیوالا ابلیس لعین ہے اور شمس وقمر کی پرستش و پوجا بھی قیاس آرائیوں کا نتیجہ ہے۔

ان دونوں روایات کو ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ابلیس نے اپنے اور حضرت آدم علیہ السلام کے مابین بطور قیاس غور وفکر کیا تو اس نے اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے افضل جانا اور سجدہ کرنے سے منکر ہو بیٹھا جبکہ اسے اور تمام ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم جاری ہو چکا تھا' صریح بات یہ ہے کہ جب قیاس نص کے مقابلہ میں ہو تو لغو اور فاسد ہوتا ہے' پھر یہ قیاس بذات خود بھی فاسد اور لغو ہے کیونکہ آگ کی نسبت مٹی میں نفع اور بھلائی زیادہ ہے کیونکہ مٹی میں وقار' بردباری' نرمی عاجزی اور نمو ہے جبکہ آگ میں طیش' ضرر' تیزی اور حرارت ہے۔

شرف آدم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے مزید شرف واعزاز حضرت آدم علیہ السلام کو یہ بھی عطا فرمایا تھا (جو کہ ابلیس لعین کو حاصل نہ تھا) کہ انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرما کر ان میں اپنی روح پھونکی تھی بنابریں فرشتوں کو ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ......اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (حجر 28 تا 35)

اور یاد کرو جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی (کھنکھناتی) مٹی سے جو بدبودار سیاہ دارگارے سے ہے تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے سوا ابلیس کے کہ اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا تو جنت سے نکل جا تو مردود ہے اور بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے چونکہ ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام میں نقص نکالا اور حقیر جانا جس کی وجہ سے وہ لعنت کا مستحق ہوا حکم الٰہی کی مخالفت اور حضرت آدم علیہ السلام کے بارے صریح حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا اور بے سروپا عذر کرنے لگا بارگاہ الٰہی میں عذر اور انسانوں کو بھکانے جیسے طعنے اس کے انکار سجدہ سے بڑھ کر گناہ اور جرم تھے۔

جیسا کہ سورۂ اسراء میں ذکر ہوا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ....وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا (الاسراء 61 تا 65)

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے بولا کہ میں

اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا بولا دیکھ تو جو یہ تو نے اسے مجھ سے معزز کر رکھا ہے۔ اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑا' (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا دور ہو پس تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک سب کا بدلا جہنم ہے بھرپور سزا اور ڈگا دے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ (دھاوا بول) لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں انہیں وعدہ دے، اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔

اور سورۃ کہف میں یوں ارشاد ہوا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (آیت:50)

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔

یعنی ابلیس لعین اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے دانستہ عناد و تکبر کر کے راندہ درگاہ ہوا یہ دانستہ تکبر اس نے۔ اس لئے کیا کہ اس کی طبیعت اور مادہ خبیثہ نے اس کے ساتھ خیانت کی کیونکہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا تھا اور آگ کی طبیعت میں ہی سرکشی اور بھڑک ہے جس کی وجہ سے شیطان کی فطرت میں بھی سرکشی پیدا ہوئی۔

ابلیس جنات سے تھا

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کو نور سے اور جنات کو بھڑکتے ہوئے شعلوں سے پیدا کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جسے تمہارے سامنے بیان کیا جا چکا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابلیس پلک جھپکنے کے برابر بھی فرشتوں میں سے نہ تھا حضرت شہر بن حوشب فرماتے ہیں کہ ابلیس جنات میں سے تھا جب جنات نے زمین میں فساد پھیلایا تو اللہ تعالیٰ نے زمین پر فرشتوں کا ایک لشکر بھیجا فرشتوں نے انہیں قتل کیا اور سمندری جزیروں میں دھکیل دیا ابلیس ان میں سے تھا جنہیں فرشتوں نے قید کر لیا تھا اور اپنے ساتھ آسمانوں پر لے گئے تھے پس جب ملائکہ کو سجدے کا حکم دیا گیا تو ابلیس نے انکار کر دیا لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، ابن عباس اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک جماعت اور سعید بن مسیب وغیرہ نے کہا کہ ابلیس آسمان دنیا پر فرشتوں کا سردار تھا۔

ابلیس کا نام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابلیس کا نام عزازیل تھا۔

آپ ہی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کا نام حارث تھا نقاش کہتے ہیں کہ اس کی کنیت ابو کردوس تھی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ فرشتوں کی ایک جماعت میں سے تھا جنہیں جن کہا جاتا ہے اور وہ جنت

کے خزان ہیں، علم وعبادت کے اعتبار سے ابلیس ان تمام پر فائق و برتر تھا اس کے چار پر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطان مردود بنا دیا جیسا کہ سورہ ص میں حکم ہوا

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ .....وَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (ص 71 تا 75)

اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گرنا تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک کر کے کہ کوئی باقی نہ رہا مگر ابلیس نے اس نے غرور کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں (اللہ تعالیٰ نے) نے فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ اس کے لئے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا کیا تجھے غرور آ گیا یا تو تھا ہی مغروروں میں؟ بولا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندہ گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک بولا: اے میرے رب ایسا ہے تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں فرمایا تو تو مہلت والوں میں ہے اس جانے وقت کے دن تک بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں فرمایا تو سچ ہی ہے اور میں سچ یہ فرماتا ہوں بے شک ضرور جہنم بھردوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں گے۔

سورۃ اعراف میں حکم ہوا: قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۚ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (ابلیس) بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ (اعراف 16-17) یعنی شیطان نے اس چیز کی قسم کھائی کہ الٰہُ الْعَالَمِیْنَ تو نے مجھے اپنے بارگاہ سے دھتکار دیا ہے میں اس کا بدلہ اس طرح لوں گا کہ میں انسان کو گمراہ کرنے کے لئے ہر گھات میں بیٹھوں گا۔ اور ہر جہت سے اسے گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا' لہٰذا اہل سعادت میں سے ہے جو شیطان کی مخالفت کرے اور بد بخت ہے جو شیطان کا پیرو کار ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سے ہاشم بن قاسم' ابو عقیل ثقفی اور موسیٰ ابن مسیب نے سالم ابن ابی جعد اور سبرہ بن فاکہ سے روایت کیا (آخر الذکر) کہتے ہیں کہ میں نے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے لئے راستوں میں بیٹھا ہے۔

کن فرشتوں نے سجدہ کیا

مفسرین کرام کا اس بارے اختلاف ہے کہ آیا کن فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا جمہور کا قول ہے کہ تمام فرشتوں کو حکم دیا گیا آیت طیبہ کا عموم بھی اس پر دلالت کرتا ہے علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کے طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

کہ یہ حکم صرف زمین کے فرشتوں کو تھا۔

اگر چہ بعض متاخرین نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے لیکن ظاہر اور صحیح روایت یہی ہے کہ سجدے کا حکم تمام فرشتوں کو تھا "وَاَسْجَدَ لَہٗ ملائکتہ" حدیث طیبہ بھی اسی عموم پر دلالت کرتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ابلیس سے یہ فرمانا: اِھْبِطْ مِنْھَا' اخرج منھا یہاں سے نکل جا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابلیس اس وقت آسمان پر تھا جہاں سے اسے نکلنے اور اترنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عبادت واطاعت الٰہی کی بنا پر اس نے فرشتوں کے ساتھ مقام عزت وقرب پالیا تھا لیکن غرور اور حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ حسد اور اللہ جل شانہ کے حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے اس سے یہ مقام چھن گیا اور اسے راندہ درگاہ کر کے زمین پر پھینک دیا۔

جنت میں سکونت

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اور اس کی بیوی جنت میں رہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقُلْنَا يَاٰدَمُ اسْكُنْ ......فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ35)

اور ہم نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

سورۃ اعراف میں حکم الٰہی ہوا قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ......مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (18-19)

اے شیطان تو یہاں سے نکل جا رد کیا گیا راندہ ہوا ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلے میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا اور اے آدم علیہ السلام تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہو تو اس سے جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو گے سورۃ طٰہٰ میں یوں ارشاد ہوا: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا ......وَلَا تَضْحٰى (طہ116تا119)

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب سجدے میں گرے مگر ابلیس اس نے نہ مانا تو ہم نے فرمایا اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے بے شک تیرے لئے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو اور نہ ننگا ہو اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے اور نہ دھوپ۔

ان آیات طیبات کی روشنی سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے پیدا فرمایا تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اے آدم تو اور تیری بی بی جنت میں رہو۔ اس کی تصریح اسحاق بن بشار نے کی ہے۔

لیکن سدی نے ابوصالح اور ابو مالک' ابن عباس' مرہ اور ابن مسعود اور دیگر کئی ایک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے توسط سے روایت کیا ہے کہ ابلیس کے جنت سے نکل جانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تنہائی کے عالم میں رہتے تھے آپ ایک دن اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھ کر محو حیرت ہو گئے کہ ان کے سر مبارک کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے جسے اللہ

تعالیٰ نے ان کی پسلی سے پیدا کیا تھا آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور تو کس لئے پیدا ہوئی؟ اس نے عرض کی کہ میں تیرے سکون اور راحت کے لئے پیدا کی گئی ہوں فرشتے جو اس سارے منظر کو ملاحظہ فرما رہے تھے انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بحر علوم ہونے کا اندازہ لگانے کے لئے عرض کی اے ابوالبشر اس کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا حوا فرشتوں نے عرض کی حوا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ اسے زندہ چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حوا علیہا السلام کو چھوٹی بائیں پسلی سے اس وقت پیدا کیا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام محو استراحت تھے۔ پھر اس شگاف کو گوشت سے بھر دیا گیا۔

اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا .... کَثِیْرًا (النساء:1)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے

دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ...... فَمَرَّتْ بِهٖ (اعراف 189)

وہی اللہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے پھر جب مرد اس پر چھایا تو اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا تو اسے لئے پھری بخاری و مسلم میں میسرہ اشجعی ابو حازم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے توسط سے مروی ہے کہ عورتوں سے نرمی کا برتاؤ کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں زیادہ ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہوتا ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر چھوڑے رکھو گے تو ٹیڑھا ہی رہے گا لہٰذا اس کے ساتھ خیر خواہی اور نرمی کا برتاؤ کرو۔

شجر ممنوعہ

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے پاس نہ جانا

مفسرین عظام کا اس بارے اختلاف ہے کہ شجرہ ممنوعہ کس چیز کا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس، سعید بن جبیر، امام شعبی، جعدہ بن ہبیرہ، محمد بن قیس، سدی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر کئی ایک صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ انگور کا تھا (بیل) جبکہ ابن عباس اور ابن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ایک روایت کے مطابق اس درخت کو یہودی روایت کے مطابق گندم کی بالی کہا گیا ہے۔

حضرت وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا پھل مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے میٹھا تھا

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو حصین رضی اللہ عنہ اور ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ درخت کھجور کا تھا۔

ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ زیتون کا درخت تھا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا درخت تھا جس کے کھانے سے انسان حادث (ناپاک) ہو جاتا ہے

جبکہ جنت میں حدث واقع ہونا غیر مناسب سی بات ہے۔

بہر حال یہ اختلاف معمولی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ذکر اور اس کی تعیین میں ابہام رکھا اور ابہام میں یقیناً کوئی مصلحت کار فرما ہوگی۔ اگر اس کے ذکر میں کوئی مصلحت ہوتی تو ضرور اس کی تفصیل سے آگاہ کر دیا جاتا جس طرح کہ اس کے علاوہ کئی چیزیں قرآن پاک میں مبہم ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جنت کہاں تھی

علماء کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جس جنت میں قیام پذیر تھے وہ آسمان پر تھی یا زمین پر اس اختلاف سے بھی نکلنا ضروری ہے۔

جمہور علماء کا موقف ہے کہ وہ جنت آسمان پر تھی اور جنت الماویٰ تھی آیات اور احادیث کے ظاہر سے بھی یہی بات عیاں ہوتی ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقُلْنَا يَاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور ہم نے کہا اے آدم علیہ السلام تو اور تیری بی بی جنت میں رہو۔

الجنہ میں الف لام عموم یعنی معہود لفظی کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ الف لام معہود ذہنی پر دلالت کرتا ہے جس سے مراد جنت ماویٰ ہی ہے۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: عَلَامَ اَخْرَجْتَنَا وَنَفْسَكَ مِنَ الْجَنَّةِ کیا آپ ہی ہیں جنہوں نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکالا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میدان حشر میں لوگوں کو جمع فرمائے گا پھر جنت کو مومنوں کے قریب کر دیا جائیگا مومن حضرت آدم علیہ السلام کے حضور ہو کر عرض کریں گے کہ ہمارے لئے جنت کو کھولئے آپ فرمائیں گے کیا تمہیں تمہارے باپ کی خطا نے جنت سے نہ نکالا تھا۔

اس حدیث سے بھی یہی عیاں ہوتا ہے کہ وہ جنت جنت الماویٰ ہی تھی، لیکن یہ حدیث محل نظر ہے متاخرین کی رائے ہے کہ جس جنت میں حضرت آدم علیہ السلام قیام پذیر تھے وہ جنت خلد نہیں تھی کیونکہ کئی ایک باتیں جنت ماویٰ ہونے کے منافی ہیں مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو پھل نہ کھانے کا مکلف کیا گیا، حضرت آدم علیہ السلام وہاں محو استراحت ہوئے، پھر وہاں سے باہر تشریف لائے اور ابلیس لعین اس میں داخل ہوا یہ قول ابی بن کعب، عبداللہ بن عباس، وہب بن منبہ، سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے المعارف میں اس کو پسند فرمایا ہے اور ان کے علاوہ کئی بزرگان دین کی رائے بھی یہی ہے۔ یہ قول تورات کی نص ہے، جو اہل کتاب کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ اختلاف ابو محمد بن حزم نے الملل والنحل میں اور ابو محمد بن عطیہ اور ابو عیسیٰ زمانی نے اپنی اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے۔

ابو قاسم راغب اور قاضی ماوردی علیہما الرحمہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جس جنت میں سکونت دی گئی تھی اس میں اختلاف ہے کہ وہ دائمی جنت تھی یا عارضی، ایک قول تو یہ ہے کہ وہ جنت خلد تھی اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے وہ جنت ان کے لئے بطور آزمائش تیار کی تھی وہ دار خلد نہ تھا جسے دار جزا کہتے ہیں۔

آیا وہ جنت آسمان میں تھی یا زمین میں اس میں بھی دو قول ہیں

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ جنت آسمان میں تھی اس لئے ان دونوں کو وہاں سے اترنے کا حکم ہوا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جنت زمین میں تھی جس میں دونوں سے امتحان لیا گیا اور شجر مخصوصہ سے روکا گیا۔ ابن یحییٰ نے بھی یونہی بیان کیا ہے۔ اور یہ سارا واقعہ ابلیس کو سجدہ کا حکم دینے کے بعد کا ہے (واللہ اعلم بالصواب)

یہ کلام تین اقوال پر مشتمل ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ قاضی ماوردی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں ابو عبداللہ رازی نے اپنی تفسیر میں چار اقوال بیان کئے ہیں تین تو وہی جو ماوردی نے بیان کئے ہیں اور چوتھا توقف کا ہے۔

ابو علی جبائی کہتے ہیں کہ وہ جنت ہے تو آسمان میں لیکن جنت ماویٰ نہیں ہے۔

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ جنت زمین پر تھی ان کی طرف سے ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابلیس نے جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ملعون قرار دے کر راندہ درگاہ کر دیا اور اسے وہاں سے اترنے اور نکل جانے کا حکم دے دیا یہ حکم شرعی نہ تھا کہ جس کی مخالفت ممکن ہو بلکہ یہ حکم تکوینی تھا جس کی مخالفت ممکن نہیں ہے بلکہ ہو کر رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا یہاں سے نکل جا رد کیا گیا راندہ ہوا (اعراف 18)

فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا تو یہاں سے اتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے (اعراف 13) اور فرمایا: فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ تو جنت سے نکل جا کہ تو راندہ گیا ہے۔ (الحجر 24)

ان تینوں آیات طیبات میں فیھا یا منھا کی ضمیر کا مرجع جنت ہے یا آسمان ہے یا اس کے مرتبہ کی طرف لوٹ رہی ہے تینوں صورتوں میں حکم تکوینی اس بات کا مقتضی ہے کہ جہاں سے اسے دھتکارا گیا تھا وہاں نہ تو یہ مستقل ٹھہر سکتا تھا اور نہ گزر سکتا تھا۔

قرآن پاک کے سیاق و سباق سے پتا چلتا ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسے میں مبتلا کیا اور یوں مخاطب ہوا۔

هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (طٰہٰ 120)

کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ کا پیڑ اور وہ بادشاہی جو پرانی نہ پڑے۔

وَمَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ (اعراف 20 تا 22)

تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے اور اس سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں تو اتار لایا انہیں فریب سے ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان لعین جنت میں ان کے ساتھ تھا۔

اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ شیطان مستقل طور پر وہاں قیام تو نہ کر سکتا تھا البتہ وہاں سے گزر سکتا تھا اور اسی دوران اس

نے وسوسہ ڈال دیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے وسوسہ ڈالا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ آسمان کے نیچے سے اس نے یہ ساری کارروائی کی۔ یہ تینوں جواب محل نظر ہیں اور وہ لوگ جن کا نظریہ یہ ہے کہ زمین جنت پر تھی وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا وقت وصال قریب آیا تو انہوں نے جنت کے انگور کھانے کی خواہش کی آپ کے بیٹے انگوروں کی تلاش میں نکل پڑے۔ دوران راہ ان کی ملاقات فرشتوں سے ہوئی فرشتوں نے پوچھا کہ اے آدم علیہ السلام کے بیٹو: کہاں جا رہے ہو انہوں نے کہا کہ ہمارے والد مکرم جنتی انگور تناول فرمانے کی چاہت فرما رہے ہیں فرشتوں نے کہا واپس پلٹ آؤ ان کا وقت وصال قریب آ چکا ہے بیٹے واپس پلٹ آئے فرشتوں نے آپ کی روح قبض کی، غسل دیا خوشبو لگائی اور کفن و دفن کا اہتمام کیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھی اور فرشتوں نے ان کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی اور انہیں دفن کیا۔ اور آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے کہا کہ یہ تمہارے مُردوں کی تجہیز و تکفین کا طریقہ ہے۔

اس روایت میں میں حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر جنتی انگوروں کی طلب کے لئے بیٹوں کو بھیجنا اس چیز کی شہادت ہے زمین جنت پر تھی نہ کہ آسمان پر کیونکہ اگر جنت آسمان پر ہوتی تو جنتی انگوروں کی تلاش میں بیٹے زمین میں نہ گھومتے (واللہ اعلم)

(اس روایت کو عبداللہ بن امام احمد نے زیارات میں ہدیہ بن خالد سے اور انہوں نے حماد بن مسلم سے انہوں نے حسن بصری سے اور حسن بصری نے یحییٰ بن حمزہ سے انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

زمین پہ جنت کے قائل ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد یآدم اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ میں الجنہ پہ جو الف لام داخل ہے اس کا کوئی معہود پہلے نہیں گزرا جس سے مخصوص جنت مراد لی جائے لہٰذا اس سے مراد معہود ذہنی ہی مسلم ہے البتہ سیاق کلام سے پتا چلتا ہے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق زمین سے ہوئی پھر یہ کہیں ذکر نہیں کہ انہیں پھر آسمان پر اٹھایا گیا ہو جبکہ آدم علیہ السلام کو پیدا بھی زمین پر رہنے کے لئے کیا گیا تھا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفہ بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ اس نظریئے کے قائل لوگوں نے کہا کہ یہ بالکل ایسے ہی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ بے شک ہم نے جانچا جیسا اس باغ والوں کو جانچا تھا۔ یہاں پر الجنہ پہ الف لام عموم کے لئے نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی معہود لفظی ہے اور سیاق کلام سے پتا چلتا ہے کہ یہ معہود ذہنی کے لئے ہے۔ اور وہ زمین کا باغ ہے بعینہ وہاں بھی مراد زمینی باغ ہی ہوگا۔

اعتراض: اگر مراد زمینی جنت لی جائے تو پھر اِهْبِطُوْا مِنْهَا نیچے اترو سے کیا مراد ہوگا؟

جواب: یہ حکم آسمان سے اترنے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر ہبوط کا لفظ استعمال ہوا لیکن وہاں آسمان سے اترنے کا معنیٰ مراد نہیں لیا گیا۔

مثلاً جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔ روئے زمین سے پانی خشک ہو گیا تب حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا۔

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ ......الخ (ہود48) کہا گیا اے نوح علیہ السلام کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہے اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر دوسری جگہ یہ فرمایا: اِهْبِطُوْ مِصْرً فَاِنَّ لَكُمْ مَا سَاَلْتُمْ (بقرہ61)

سورۂ بقرہ میں ہی ارشاد ہے: وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (بقرہ74) اور کچھ پتھر وہ ہے جو خشیت الٰہیہ سے گر پڑتے ہیں۔

احادیث میں بھی یہ لفظ بکثرت آیا ہے لیکن کہیں بھی یہ معنی مراد نہیں کہ آسمان سے اترو اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ لفظ ھبوط سے مراد اوپر سے نیچے اترنا ہے تو پھر بھی زمین پر جنت کے نہ ہونے کی یہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام جس جنت میں سکونت پذیر تھے وہ سطح زمین کے باقی حصوں سے بلند تھی۔ وہاں پھل پھول' سائے' نعمتیں اور خوشیاں تھیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لک الا تجوع فیھا ولا تعریٰ بے شک تیرے لے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو نہ ننگا ہو وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُ فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ یعنی تیرے ظاہر کو نہ تو سورج کی گرمی کا احساس ہوگا اور نہ یہ ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑوں کی ضرورت اور تیرے باطن کو نہ بھوک کا احساس ہوگا اور نہ ہی پیاس کی شدت۔

یہ قرآن پاک کا اعجاز فصاحت و بلاغت ہے کہ بھوک اور برہنگی کو اور پیاس اور دھوپ کو اکٹھا ذکر کیا کیونکہ ان میں آپس میں ربط ومناسبت ہے۔

لیکن جب حضرت آدم علیہ السلام نے شجر ممنوعہ سے کھالیا تو انہیں ایسی زمین پر اتار دیا گیا جہاں مشقت' تھکاوٹ' تکلیف' تلخی اور ابتلاء وآزمائش تھی۔

اور وہاں کے باشندوں میں دینی' اخلاقی' عملی' معاشی اور قول وفعل کے اعتبار سے اختلاف وافتراق تھا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے' اس فرمان الٰہی سے بھی یہ بات لازم نہیں آتی کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام پہلے آسمان پہ تھے بعد ازاں زمین پر بھیجا گیا۔

کیونکہ اس طرح کا حکم تو بنی اسرائیل کو بھی دیا گیا کہ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے فرمایا تم اس زمین پہ رہو اور جب ہمارا وعدہ آ جائے تو ہم تمہیں اپنے پاس لے جائیں گے۔ (اسرا104)

بنی اسرائیل کو زمین پر ٹھہرنے کا حکم دیا گیا لیکن یہ تو مراد نہیں کہ وہ آسمان سے اترے ہیں۔

ان مذکورہ استدلال سے کسی صورت میں ان کی تائید نہیں ہوتی۔ جو آج جنت وجہنم کے وجود کا انکار کرتے ہیں بلکہ مذکورہ استدلال پیش کرنے والے اسلاف سے جنت وجہنم کے وجود کا اقرار ثابت ہے جس طرح کہ آیات طیبات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

قیام جنت اور وسوسہ شیطان

جب شیطان کو راندہ درگاہ کر دیا گیا تو شیطان نے انتقامی کارروائی کے طور پر حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو پھسلانے کی کوشش کی ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی

اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا (بقرہ 36) یعنی فرحت وانبساط اور سرور زندگی سے نکال کر آلائش واضطراب اور تلخ زندگی کی مشقت میں ڈال دیا اور دونوں کے قلوب میں وساوس کو مزین کر دیا۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ ...... مِنَ الْخَالِدِيْنَ (اعراف 20)

پھر ان دونوں کے جی میں شیطان نے خطرہ ڈالا کہ ان پر کھول دے ان کی شرم کی چیزیں جو ان سے چھپی تھیں اور بولا کہ تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم درخت کا پھل کھانے کے بعد فرشتے اور ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور اگر تم کھالو تو تم یقیناً ایسے ہی ہو جاؤ گے۔

اپنی بات کو پختہ کرنے کے لئے پھر شیطان لعین نے قسم اٹھائی کہا: وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ کہ مجھے قسم ہے کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

سورۂ طہٰ میں ارشاد ہوتا ہے کہ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۔

پس شیطان نے اسے وسوسہ دیا بولا اے آدم علیہ السلام کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی جو کہ پرانی نہ ہو۔

یعنی کیا میں تمہاری رہنمائی ایسے درخت کے بارے میں نہ کردوں کہ جس کا پھل اگر تم کھالو تو تمہیں دائمی آسائش، فرحتیں اور مسرتیں میسر آ جائیں اور ایسی بادشاہت مل جائے جسے کبھی زوال وانحطاط نہ ہو حالانکہ سراسر یہ کذب وافترا اور مکروفریب تھا۔

ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت کے کسی اور درخت کے شبہ میں شیطان کے وسوسہ میں آ گئے ہوں جیسا کہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سائے میں سوار اگر سو سال تک چلتا رہے تو وہ سائے کو طے نہ کر سکے وہ درخت دائمی زندگی کا درخت ہے۔

یہ بات غندر اور حجاج اور ابو داؤد طیالسی نے حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی غندر کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے پوچھا کہ واقعی وہ دائمی زندگی کا درخت ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ دونوں جگہ حدیث میں یہ بات نہیں ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس قول منفرد ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان لعین کی بات پر اس وقت اعتماد کر لیا جب اس نے قسم اٹھائی ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ..... الخ تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگے (اعراف 22) سورۂ طہٰ میں ارشاد ہوا: فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْءٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ تو ان دونوں نے اس میں سے کھالیا اور اب ان پر ان کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے۔

حضرت حوا علیہا السلام نے پھل پہلے کھایا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام نے بعد میں حضرت حوا علیہا السلام نے ہی آپ کو پھل کھانے پر اکسایا تھا (واللہ اعلم)

اور اس پر وہ حدیث محمول ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اگر بنی اسرائیل آئندہ دن کے لئے کھانا بچا کر نہ رکھتے تو کبھی گوشت خراب نہ ہوتا اور اگر حضرت حوا علیہا السلام پھل کھانے میں خیانت نہ کرتی۔ تو کوئی عورت بھی اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے) اس وقت جو تورات اہل کتاب کے پاس ہے (مصنف کے زمانے میں) اس میں مذکور ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کو پھل کھانے پر سانپ نے اکسایا تھا سانپ اس وقت خوش شکل اور عمدہ نسل تھا۔ حوا علیہا السلام نے اس کے کہنے پر کھالیا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو بھی کھلا دیا تورات میں ابلیس کا ذکر نہیں ہے۔ تب ان کی آنکھیں کھلیں تو حیران و ششدر رہ گئے کہ وہ تو برہنہ ہو چکے ہیں پھر وہ زیتون کے درخت کے پاس آئے اور زیتون کے پتوں سے اپنے ستر کو چھپانے لگے تورات میں مذکور ہے کہ وہاں وہ دونوں برہنہ تھے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دونوں کا لباس ایک نور تھا جو دونوں کی شرمگاہوں کو چھپائے ہوئے تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سراپائے ابوالبشر علیہ السلام

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دراز قد پیدا فرمایا تھا آپ کے گھنے بال تھے گویا کہ دراز قد کھجور ہو پھر جب حضرت آدم علیہ السلام نے درخت کے پھل کو چکھا تو ان کا لباس اتر گیا۔ اوران کا ستر ظاہر ہو گیا جب انہوں نے اپنے ستر کو دیکھا تو جنت میں دوڑنے لگے آپ کے بال مبارک ایک درخت سے الجھ گئے آپ نے بال چھڑانے چاہے تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے آدم! مجھ سے بھاگتے ہو جب آپ نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو آپ نے عرض کی اے الٰہ العالمین میں آپ سے نہیں بھاگتا بلکہ حیا کی وجہ سے بھاگ رہا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ من ورق الجنہ سے مراد زیتون کے پتے ہیں۔

اہل کتاب سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے گو آیت کا عموم تقاضہ کرتا ہے کہ درخت سے مراد عام درخت ہے لیکن منقولہ بات کو قبول کر لینے میں بھی کوئی ضرر نہیں ہے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے توسط سے ذکر کیا ہے کہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام کھجور کے درخت کی طرح ساٹھ گز لمبے تھے آپ کے گھنے بال تھے ستر چھپا ہوا تھا جب جنت میں لغزش سرزد ہو گئی تو ان کے ستر و شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں پھر جنت سے نکلے تو راستے میں ایک درخت سے آپ کی پیشانی کے بال الجھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آواز دی اے ادم! کیا آپ مجھ سے بھاگتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی قسم بخدا اے الٰہ العالمین مجھ سے جو خطا سرزد ہوئی اس کی وجہ سے آپ سے شرم و حیا آتی ہے۔

(یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے)

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَا ...... مِنَ الْخٰسِرِيْنَ** (اعراف 22-23)

اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے! ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

درحقیقت یہ اعتراف خطاء اور رجوع الی التوبہ ہے اور بارگاہ خداوندی میں مسکنت و عاجزی اور افتقار و احتیاج ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اگر اظہار ندامت کرے تو یقیناً وہ بھی دنیا و آخرت میں سرخرو و آبرو ہو گا۔

جنت سے تشریف آوری

پرورگار عالم نے ارشاد فرمایا: اِهۡبِطُوۡا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ .... الخ نیچے اتر جاؤ تم میں ایک دوسرے کا دشمن اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے (اعراف: 24) یہ خطاب حضرت آدم وحوا علیہا السلام اور ابلیس لعین کو ن تھا۔ ایک قول کے مطابق ان کے ساتھ سانپ بھی اترنے کے حکم میں شامل تھا۔ کہ تم اس حالت میں اترو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

(امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابلیس سانپ کے منہ میں گھس کر جنت میں داخل ہوا تھا سانپ قد آور اور شکل وصورت میں اونٹ کی طرح تھا) (اسد) سانپ کے بارے میں اس حدیث طیبہ سے دلیل لی گئی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپوں کو مارنے کا حکم دیا ہے فرمایا کہ جب سے ہم نے سانپوں سے جنگ شروع کی ہے تب سے ہم ان سے صلح نہیں کرتے'' (ابوداؤد)

سورۃ طہٰ میں ارشاد ہوا: قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ فرمایا تم دونوں مل کر جنت سے اترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے۔

یعنی حکم حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کو ہوا حضرت حوا علیہا السلام، حضرت آدم علیہ السلام کے پیچھے چلی اور سانپ ابلیس کے پیچھے چلا۔

اور کہا گیا کہ یہاں اِهۡبِطَا جو کہ تثنیہ کا صیغہ ہے اس سے مراد حکم ان سب کو ہی ہے۔

کیونکہ قرآن پاک کا اسلوب ہے کہ تثنیہ بول کر جمع اور جمع بول کر تثنیہ مراد لے لیا جاتا ہے۔

جس طرح کہ سورۃ انبیاء میں جمع کی ضمیر سے مراد تثنیہ لیا گیا ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ اِذۡ يَحۡكُمٰنِ فِى الۡحَرۡثِ اِذۡ نَفَشَتۡ فِيۡهِ غَنَمُ الۡقَوۡمِ وَكُنَّا لِحُكۡمِهِمۡ شٰهِدِيۡنَ ۔

یہاں لِحُكۡمِهِمۡ میں جمع کی ضمیر سے مراد تثنیہ ہی ہے۔

اور صحیح بھی یہ ہے کہ جب حاکم حکم دیتا ہے تو مدعی اور مدعی علیہ دو کو ہی دیتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقُلۡنَا اهۡبِطُوۡا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ .... خٰلِدُوۡنَ (بقرہ 36 تا 39)

اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے پھر سیکھ لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا سے نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم اور وہ جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

اعتراض: سورۃ بقرہ کی آیت 36 اور 38 میں اِهۡبِطُوۡا کا لفظ استعمال کر کے کلام میں تکرار پیدا کر دی ہے جو بلاغت کے منافی ہے۔

جواب: دونوں آیتوں میں مقصود مختلف ہے پہلی آیت میں ھبوط سے مراد جنت سے آسمان دنیا کی طرف آنا ہے اور دوسری

آیت میں مراد آسمان دنیا سے زمین کی طرف آنا ہے۔ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ زمین پر ٹھکانا کا حکم پہلے ہی دیدیا گیا تھا بقولہ تعالیٰ

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جب پہلی مرتبہ اترنے کا حکم دیا گیا اس وقت زمین پہ ہی اترنا مراد تھا۔

صحیح بات یہ ہے کہ لفظوں میں تو تکرار ہے لیکن معنیٰ ایک ہی حکم مراد ہے۔ ہاں البتہ ہر مرتبہ سے ایک جداگانہ فائدہ مقصود ہے۔ پہلی مرتبہ حکم میں باہمی عداوت اور دشمنی کا تذکرہ ہے اور دوسرے حکم میں ان کے لئے خوشخبری ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کریں، یعنی جس نے پیروی کی وہ تو سعادت مند ہوگا اور جس نے مخالفت کی وہ بدبخت و محروم۔

قرآن پاک میں ایسا اسلوب کئی جگہ اپنایا گیا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم و حوا علیہا السلام کو میرے قرب و جوار سے نکال دو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سر سے تاج عزت اتارا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام نے پیشانی سے نشان وقار اتارا حضرت آدم علیہ السلام دوڑے تو ایک شاخ سے الجھ گئے۔ آپ نے خیال کیا کہ میں عذاب میں جکڑا گیا ہوں چنانچہ آپ نے سر جھکا کر العفو، العفو، پکارنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام مجھ سے بھاگ کر جانا چاہتے ہو؟ آپ نے عرض کی نہیں بلکہ مجھے تجھ سے حیا آتی ہے۔

گریہ زاری

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے حسان ابن عطیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سو سال تک جنت میں رہے ایک روایت ہے کہ ساٹھ سال رہے اور جنت سے باہر تشریف لانے کے بعد ستر سال تک جنت سے نکلنے پر اور ستر سال تک اپنی خطاء پر روتے رہے اور چالیس سال تک اپنے فرزند ھابیل کے قتل پہ روتے رہے۔

کس زمین پہ اتارا گیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مکہ اور طائف کے درمیان ''دحنا'' مقام پر اتارا گیا۔

ابن ابی حاتم اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہند میں حضرت حوا علیہا السلام کو شہر جدہ میں اور ابلیس کو بصرہ سے کچھ فاصلہ پر دستمیان اور سانپ کو اصفہان میں اتارا گیا۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام ہند میں اترے تو آپ کے ساتھ حجر اسود بھی تھا اور جنت کے پتے بھی تھے پھر آپ نے ان پتوں کو پھیلا دیا قدرت الٰہیہ سے جہاں پتا گرا وہی خوشبودار درخت اگ گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام صفا اور حضرت حوا علیہا السلام مروہ پہاڑی پر اتریں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر تشریف لائے تو اس وقت آپ نے ہر چیز کی صنعت سیکھ لی تھی اور زاد راہ کے طور پر جنت کے پھل آپ کے ہمراہ تھے، پس تمہارے یہ پھل جنت کے

پھلوں سے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ دنیا کے پھل خراب ہو جاتے ہیں جبکہ جنت کے پھل خراب اور متعفن نہیں ہوتے۔

حاکم نے اپنی مستدرک میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جنت میں قیام پذیر ہونے کا دورانیہ عصر اور مغرب کے درمیانی وقت تک کا ہے۔

پھر کہا کہ یہ حدیث شیخین کی شرائط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

یوم الجمعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنوں میں افضل ترین دن جمعۃ المبارک کا دن ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی' اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن آپ جنت سے باہر تشریف لائے۔

صحیح کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اسی دن کو قیامت قائم ہوگی (مسلم)

امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنوں میں بہترین دن جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی اسی دن آپ جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن آپ جنت سے باہر تشریف لائے اور اسی دن ہی قیامت قائم ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام جنت سے برہنہ حالت میں تشریف لائے جنت کے پتوں سے ان کا جسم ڈھکا ہوا تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے تپش محسوس کی تو بیٹھ کر رونے لگے اور حضرت حوا علیہا السلام سے کہا کہ مجھے تپش محسوس ہو رہی ہے پھر آپ (حوا علیہا السلام) کے پاس جبرائیل علیہ السلام روئی لیکر آئے۔ اور کہا کہ اسے کاتو کاتنے کا طریقہ بھی آپ نے انہیں بتا دیا حضرت آدم علیہ السلام کو کپڑا بننے کا طریقہ سکھاتے ہوئے کہا کہ آپ اس سوت سے کپڑا تیار کریں۔

روئے زمین پہ پہلی مرتبہ مباشرت

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں اپنی زوجہ محترمہ سے مباشرت نہیں فرمائی تھی۔ یہاں تک کہ جب آپ شجر ممنوعہ کے پھل تناول فرمالینے کی پاداش میں زمین پر تشریف لائے تو حضرت آدم وحوا علیہا السلام علیحدہ علیحدہ سوتے تھے ایک وادی بطحا میں اور دوسرا دوسرے کونے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ آپ اپنی زوجہ محترمہ کے پاس جا کر لیٹیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو آداب مباشرت بتا دیئے پھر جب جبرائیل علیہ السلام آئے تو انہوں نے پوچھا کہ اے آدم علیہ السلام آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا۔

یہ حدیث غریب اور منکر ہے بعض اسلاف نے کہا کہ اس حدیث کے راویوں میں سعید بن میسرہ اور ابو عمران البکری البصری ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ دونوں منکر الحدیث ہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ موضوع احادیث روایت کرتے ہیں ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کا معاملہ تاریک ہے۔

توبہ و استغفار

فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (بقرہ 37)

پھر سیکھ لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات بے شک وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (اعراف 23)

اے الٰہ العالمین ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ فرمایا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اسے مجاہد، سعید بن جبیر، ابو العالیہ، ربیع بن انس، حسن، قتادہ وغیرہم سے روایت کیا گیا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے الٰہ العالمین اگر میں توبہ کرلوں اور رجوع کرلوں تو کیا مجھے جنت میں واپس بھیج دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں۔

اسی لئے فرمایا: فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ اِلَيْهِ ۔

ابن ابی نجیح کہتے ہیں کہ حضرت مجاہد علیہ الرحمہ کا قول ہے وہ کلمات درج ذیل تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ

اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۔

اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک اور لائق تعریف ہے اے اللہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے بے شک تو بخشنے والا ہے اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے لائق تعریف ہے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو میری مغفرت فرما دے بے شک تو بہترین بخشش فرمانے والا ہے، اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک اور لائق تعریف ہے بے شک میں نے اپنی جان پہ ظلم کیا تو میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول فرمانیوالا مہربان ہے

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستدرک میں سعید بن جبیر کے توسط سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کی

عرض: اے میرے پروردگار کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھوں سے پیدا نہیں کیا؟

فرمان الٰہی: کیوں نہیں

عرض: کیا تو نے مجھ میں اپنی معزز روح نہیں پھونکی؟

فرمان الٰہی: کیوں نہیں

عرض: جب مجھے چھینک آئی تو تو نے کہا یرحمک اللہ تیری رحمت تیرے غضب پہ سبقت نہیں لے گئی

فرمان الٰہی: کیوں نہیں

عرض: کیا تو نے لکھ نہ دیا تھا کہ میں ایسا کروں گا؟

فرمان الٰہی: کیوں نہیں

عرض: میرے لئے کیا حکم ہے اگر میں توبہ کرلوں تو کیا تو مجھے واپس جنت میں بھیج دے گا۔

فرمان الٰہی: ہاں

حاکم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے لیکن شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

خطائیں بخش دے میری شہہ لولاک کے صدقے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوگئی۔ تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے اللہ العالمین میں تیری بارگاہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے بخشش مانگتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تو ابھی میں نے پیدا ہی نہیں کیا تو نے انہیں کیسے پہچان لیا؟

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اللہ تعالیٰ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کرلیا اور مجھ میں اپنی معزز روح پھونک دی تب میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پائیوں پر لکھا ہوا تھا

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

تو میں سمجھ گیا کہ تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہستی یہی محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہے جن کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا بے شک مخلوق میں مجھے یہی ہستی محبوب ہے جب تو نے مجھ سے ان کے صدقے سے بخشش کا سوال کیا تو میں نے تجھے بخش دیا۔ اور اگر میں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ فرمانا ہوتا تو اے آدم میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر دلالت کرتا ہے: وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (طٰہٰ 122,121)

اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی پھر اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی۔

(گناہگار و خطاکار ہونے کے باوجود اگر احساس ندامت دامن گیر ہو جائے تو باب رحمت بوسیلہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انسان کو قبول فرمالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے توبہ کی اس سنت کو قیامت تک کے لئے نسل انسانی کی بقا کی خاطر جاری فرمادیا کتنی ہی بڑی خطا ہو اگر دلی ندامت سے بارگاہ الٰہیہ میں رجوع کرلیا جائے تو رحمت الٰہی انسان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے) اسد

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَتُبْ عَلَىَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمِ

مناظرہ مابین صفی اللہ وکلیم اللہ علیہما السلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام اکٹھے ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ابوالبشر' آپ نے اپنی خطا کی پاداش میں انسان کو جنت سے نکالا اور آپ نے اسے منصبِ عظیم سے محروم کر دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ کلیم اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف کلام اور منصب رسالت سے نوازا آپ مجھے ایسی بات پر ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے قبل میرے مقدر میں لکھ دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ (بخاری فی التفسیر) مسلم' نسائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام میں مناظرانہ گفتگو ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا اے ابوالبشر: آپ کو آپ کی خطا نے جنت سے نکال دیا حضرت آدم علیہ السلام نے کہا آپ موسیٰ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب رسالت اور شرف کلام سے نوازا آپ مجھے ایسے معاملہ پر ملامت کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے قبل میرے مقدر میں لکھ دیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے (احمد)

اس حدیث کو بخاری ومسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

دوسرے طرق سے یوں بھی مروی ہے کہ حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ابوالبشر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا پھر اپنی معزز روح آپ میں پھونکی آپ نے لوگوں کو ان کی مراد سے محروم کر دیا اور انہیں جنت سے نکال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا آپ موسیٰ کلیم اللہ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف کلام سے نوازا اور آپ ایسی بات پہ مجھے ملامت کررہے ہیں جو میں نے از خود نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے ہی لکھ دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ (ترمذی' نسائی)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ابوالبشر آپ ہمارے باپ ہیں آپ نے ہمیں محروم فرما

دیا اور جنت سے نکال دیا حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں فرمایا اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف کلام سے نوازا اور وصف رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور اپنے ہاتھ سے آپ کے لئے تورات کو لکھا پھر آپ مجھے اس بات پر ملامت کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے چالیس سال قبل میرے مقدر میں لکھ دیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حج آدم موسیٰ'' کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے (تین مرتبہ آپ نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی روایت بیان کی ہے) حضرت سفیان نے ابوزناد اعرج اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے انہی الفاظ میں حدیث کو روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدم علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ ابوالبشر آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا آپ کو مسجود ملائک بنایا جنت میں آپ کو سکونت عطا کی پھر آپ نے یہ خطا کی؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ نے منصب رسالت اور شرف ہمکلامی کے لئے منتخب فرمایا اور آپ پہ الہامی کتاب تورات نازل کی آپ بتائیں کہ کیا میں پہلے ہوں یا تقدیر؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تقدیر پہلے ہے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے ابوالبشر علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرما کر جنت میں سکونت عطا کی اور آپ کو مسجود ملائک بنایا پھر آپ نے یہ کچھ کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ اے موسیٰ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف ہمکلامی سے نہ نوازا اور تورات آپ پہ نازل نہ کی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں ایسے ہی ہے آپ نے فرمایا کہ آپ نے تورات میں یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری لغزش کو میری تخلیق سے پہلے ہی لکھ دیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں ایسے ہی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے' حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ (احمد)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کی ملاء اعلیٰ میں اپنے رب کے پاس ملاقات ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مباحثہ میں غالب آ گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ابوالبشر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا آپ میں اپنی معزز روح پھونکی آپ کو مسجود ملائکہ بنایا' جنت میں سکونت عطا کی پھر آپ نے اپنی لغزش سے لوگوں کو زمین پر اتار دیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف کلامی سے نہ نوازا؟ کیا آپ کو اپنے راز کے لئے اپنا قرب عطا نہ کیا؟ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کب لکھی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی پیدائش سے چالیس سال قبل حضرت آدم علیہ السلام نے کہا

آپ نے وہاں یہ حکم خداوندی نہیں پایا کہ وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰى (آدم علیہ السلام سے اپنے رب کی حکم عدولی ہوئی پس وہ بامراد نہ ہوا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں ایسے موجود ہے تو پھر آپ نے کہا تعجب ہے آپ مجھے ایسے عمل پہ مورد الزام ٹھہراتے ہیں جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال قبل تورات میں لکھ دیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حضرت آدم وحضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے آدم علیہ السلام آپ نے اپنی اولاد کو جہنم میں داخل کر دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شان رسالت اور شرف ہمکلامی سے سرفراز فرمایا آپ پہ تورات نازل فرمائی کیا تورات میں یہ موجود نہیں کہ میں جنت سے زمین پر اتروں گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں ایسے مذکور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "فَحَجَّهُ آدَمُ" کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

یہ تمام روایات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی الٰہ العالمین ہمیں آدم علیہ السلام سے ملائیے جنہوں نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملایا تو پھر ان کی آپس میں یوں گفتگو ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: آپ آدم علیہ السلام ہیں؟

حضرت آدم علیہ السلام: ہاں میں ہی آدم ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے آپ میں اپنی معزز روح پھونکی؟

حضرت آدم علیہ السلام: ہاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام: فرشتوں کو آپ کے لئے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا؟

حضرت آدم علیہ السلام: ہاں میں ہی مسجود ملائک ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: ہر چیز کے اسماء آپ کو سکھائے گئے؟

حضرت آدم علیہ السلام: جی ہاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام: پھر کس چیز نے آپ کو برانگیختہ کیا کہ آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت بدر کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام: آپ کون ہیں۔؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میں موسیٰ کلیم اللہ ہوں

حضرت آدم علیہ السلام: بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ علیہ السلام؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام: جی ہاں

حضرت آدم علیہ السلام: پردے کے پیچھے سے اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا تھا؟ آپ کے اور اپنے مابین کوئی قاصد بھی

مقرر نہ کیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: جی ہاں

حضرت آدم علیہ السلام: پھر آپ مجھے ایسے عمل پہ موردالزام ٹھہراتے ہیں جو میری پیدائش سے قبل ہی میری تقدیر میں لکھا جا چکا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی' فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی' حضرت آدم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔(ابوداؤد)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تخلیق آدم علیہ السلام احادیث طیبہ کی روشنی میں

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مشت خاک سے پیدا کیا۔ جو کہ تمام روئے زمین سے لی گئی تھی۔ اولاد آدم میں وہی اوصاف جلوہ گر ہوگئے جو مٹی کے تھے۔ تو کوئی ان میں سے سفید ہے کوئی سرخ کوئی سیاہ اور کوئی ان کے درمیان اسی طرح پاکیزہ طبیعت والا اور کوئی خبیث طبیعت کا مالک کوئی نرم طبیعت والا تو کوئی ترش رو اور کوئی درمیانی طبیعت کا مالک۔

امام احمد نے اس روایت کو یحییٰ سے اور یحییٰ نے محمد بن جعفر سے انہوں نے عوف اور عوف نے قسامہ بن زہیر اور قسامہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

جبکہ یہی روایت ہوذہ نے عوف سے روایت کی ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی میں بھی یونہی مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو زمین پہ بھیجا کہ وہاں سے مٹی لے کے آؤ جب آپ زمین پر مٹی لینے کے لئے آئے تو زمین نے اللہ کی پناہ مانگی کہ مجھ سے کمی نہ کرو اور نہ مجھے عیب دار کرو جبرائیل علیہ السلام مٹی لئے بغیر واپس پلٹ گئے' بارگاہ الٰہی میں جا کر عرض کہ الٰہ العالمین مٹی نے پناہ مانگی سو میں نے پناہ دے دی اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل کو بھیجا مٹی نے ان سے بھی پناہ مانگی انہوں نے بھی پناہ دے دی اور واپس پلٹ گئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر ویسے ہی عرض کیا جیسے جبرائیل امین نے ذکر کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا مٹی نے ان سے بھی پناہ مانگی ملک الموت نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کروں اور خالی ہاتھ واپس پلٹ جاؤں لہٰذا عزرائیل ملک الموت نے روئے زمین کی مختلف جگہوں سے مٹی لی اور آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر اسی خاک کو بھگویا تو وہ لیس دار مٹی بن گئی۔ پھر فرشتوں سے کہا: اِنِّیْ خَالِقٌ ' بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (ص 72,71)

میں مٹی سے انسان بنانیوالا ہوں پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گرنا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے اس کو پیدا فرمایا تا کہ ابلیس کو اس پر کبر و بڑائی کا موقع نہ میسر آ سکے پھر یہ مٹی سے بنا ہوا قالب چالیس سال تک پڑا رہا یہ وقت جمعہ کے دن کی مقدار تھا فرشتے اس قالب کے قریب سے گزرتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے ایسا قالب کبھی نہیں دیکھا تھا سب سے زیادہ تعجب ابلیس نے کیا۔ ابلیس اس کے قریب گزرتا اور ٹھوکر مارتا تو اس ٹھوکر سے قالب سے یوں آواز نکلتی جیسے ٹھیکری کے کھنکھنانے کی آواز ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ' اللہ تعالیٰ نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔ ابلیس کہتا کہ اس کو کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ابلیس اس قالب کے منہ سے داخل ہوا اور پشت سے نکل آیا فرشتوں سے کہنے لگا نہ ڈرو اس سے تمہارا رب بڑا بے نیاز ہے۔ یہ اندر سے کھوکھلا ہے اگر میں اس پر مسلط ہو گیا تو اسے ہلاک کر دوں گا۔

پھر جب وہ وقت آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قالب میں روح پھونکنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا کہ فرشتوں جب میں اس میں روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا' جب اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی روح سر تک پہنچی تو آپ کو چھینک آئی فرشتوں نے کہا الحمد اللہ کہیے۔ تو آپ نے الحمد اللہ کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا: رحمك ربك جب روح آنکھوں تک پہنچی تو آپ کی نظر جنت کے پھلوں پر پڑی جب روح پیٹ تک پہنچی تو آپ کو بھوک محسوس ہوئی روح ابھی پاؤں تک نہ پہنچنے پائی تھی کہ آپ جلدی سے جنت کے پھلوں کی طرف لپکے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا خلق الانسان من عجل آدمی جلد باز بنایا گیا'

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ (الحجر 31,30)

جتنے فرشتے تھے سب سجدے میں گرے سوائے ابلیس کے اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ مانا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی تو انہیں یونہی چھوڑے رکھا ابلیس ان کے اردگرد چکر لگاتا رہا جب اس نے دیکھا کہ یہ اندر سے خالی ہے تو پہچان گیا کہ یہ اپنے آپ کو روک نہ سکے گا (قابو نہ رکھ سکے گا) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ جب آدم علیہ السلام میں روح پھونکی گئی' اور روح سر میں پہنچی تو آپ کو چھینک آئی آپ نے کہا: الحمد اللہ رب العالمین اللہ تعالیٰ وتعالیٰ نے فرمایا: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہیں چھینک آئی آپ نے کہا الحمد اللہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا رحمک ربک یا آدم حافظ ابوبکر بزار نے اسے روایت کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب فرشتوں کو سجدے کا حکم ملا تو سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا۔

السلام علیکم' سنت ابوالبشر علیہ السلام

ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر اسے ایک عرصہ تک چھوڑے رکھا یہاں تک کہ وہ سیاہ بدبودار گارا بن گیا پھر اس کا قالب تیار کیا پھر اسے چھوڑے رکھا تو وہ ٹھیکری کی طرح بجنے لگا ابلیس اس کے قریب سے گزرا تو کہنے لگا کہ اسے بہت بڑے مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے قالب میں اپنی روح پھونکی سب سے پہلے روح آنکھ اور ناک میں داخل ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت کے کلمات سکھائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَرْحَمُ رَبُّكَ ' پھر فرمایا: اے آدم (علیہ السلام) فرشتوں کی جماعت کے پاس جاؤ اور انہیں جا کر السلام علیکم کہو پھر غور سے سنو کہ وہ جواب کیا کہتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے پاس تشریف لے گئے انہیں جا کر سلام کیا فرشتوں نے عرض کی وعلیک

السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم (علیہ السلام) یہ تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی میری اولاد کون؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم میرے دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو منتخب کر لو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہ العالمین میں نے دائیں ہاتھ کو منتخب فرمایا میرے رب کے دونوں ہاتھ برکت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ کو پھیلایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ملاحظہ کیا کہ رحمٰن کی ہتھیلی میں انسانوں کا جم غفیر ہے کچھ تو ان میں سے ایسے افراد تھے کہ جن کے چہروں پر انوار وتجلیات عیاں تھا ایک انسان کے چہرے کے نور نے آدم علیہ السلام کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا عرض کی مولیٰ یہ کون ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم یہ تیرا نور نظر داؤد (علیہ السلام) ہے۔

پہلا انسان پہلا بھولنے والا

جب حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے نور نبوت کو دیکھا تو عرض کی الٰہ العالمین تو نے اسے کتنی عمر عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساٹھ سال۔

عرض کی باری تعالیٰ میری عمر میں سے ان کی عمر میں اضافہ کر کے سو سال کر دیجئے اللہ تعالیٰ نے ان کے خواہش کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر میں اضافہ فرما کر اس پہ شہادت لے لی جب حضرت آدم علیہ السلام کا وقت وصال قریب آیا اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا کہ جاؤ آدم علیہ السلام کی روح قبض کر لو تو آدم علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا کیا میری عمر میں سے ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتے نے کہا کہ کیا آپ نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو نہیں دے دی تھی آپ نے انکار کر دیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا اور بھول گئے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد بھی بھولتی اور انکار کرتی آ رہی ہے۔ (ترمذی اور نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر اپنا دست قدرت پھیرا تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ہر وہ زندہ چیز جس نے قیامت تک آپکی اولاد میں سے پیدا ہونا تھا گر پڑی ہر انسان کی پیشانی پر نور چمک رہا تھا پھر اس انسانی مخلوق کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا' آپ نے عرض کی باری تعالیٰ یہ کون ہیں'؟ فرمایا کہ یہ تیری اولاد ہے حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی پیشانی کی چمک نے آپ کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا عرض کی الٰہ العالمین یہ کون ہے؟ فرمایا اے آدم (علیہ السلام) یہ تیری اولاد سے آخری امتوں میں سے ایک ہستی ہے جسے ''داؤد'' نام سے پکارا جائے گا۔ عرض کی مولیٰ تعالیٰ تو نے اسے کتنی عمر عطا کی ہے فرمایا: کہ ساٹھ سال عرض کی الٰہ العالمین میری عمر میں سے اس کی عمر میں چالیس سال کا اضافہ فرما دے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک پوری ہوگئی ملک الموت فرشتہ روح قبض کرنے کے لئے آیا تو آپ نے فرمایا کیا میری عمر میں سے چالیس سال ابھی باقی نہیں؟ فرشتے نے کہا کہ کیا آپ نے اپنے بیٹے داؤد (علیہ السلام) کو نہ دے دیئے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی ان کی اولاد سے بھی خطا سرزد ہوتی ہے حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے ان کی اولاد بھی بھولتی آ رہی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں اسے بیان کیا ہے۔

تذکرہ اولاد ابوالبشر علیہ السلام

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے انسانی مخلوق کو پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم (علیہ السلام) یہ تیری اولاد ہے ان میں کئی لوگ قسم ہا قسم کی بیماریوں میں مبتلا تھے کوئی کوڑھی تھا کوئی نابینا کوئی جذام زدہ' حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی باری تعالیٰ نے تو میری اولاد کو ان بیماریوں میں کیوں مبتلا کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ یہ میری نعمتوں کا شکرادا کریں۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ تاجدار کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دائیں کندھے پر اپنا ہاتھ مارا تو سفید موتیوں کی طرح چمکتی ہوئی ان کی اولاد ظاہر ہوئی بائیں کندھے پر ہاتھ مارا تو سیاہ رنگ کی اولاد ظاہر ہوئی گویا کہ وہ سیاہ کوئلے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم (علیہ السلام) دائیں کندھے والے جنتی ہیں اور بائیں کندھے والے جہنمی ہیں مجھے کسی کی کوئی پروا نہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کے دائیں جانب سے جنتی اور بائیں جانب سے جہنمیوں کو نکالا پھر انہیں روئے زمین پر ڈال دیا ان میں سے کوئی اندھا تھا' کوئی بہرا تھا کوئی کسی بیماری میں مبتلا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی باری تعالیٰ تو نے میری اولاد ایک جیسی کس لئے پیدا نہ کی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم میں نے چاہا کہ میرا شکرادا کیا جائے۔

ابو حاتم اور ابن حبان علیہما الرحمہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان میں اپنی روح ڈال دی تو آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو آپ نے باذن الٰہی اپنے رب کی تعریف کی اور الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا یرحمک ربک اے آدم (علیہ السلام) تجھ پر تیرا رب رحم فرمائے فرمایا اے آدم (علیہ السلام) اب تو فرشتوں کی مجلس میں جا کر انہیں سلام کہہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو جا کر سلام کیا تو فرشتوں نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ پھر حضرت آدم علیہ السلام اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ آئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم یہ تیرے اور تیری اولاد کے درمیان سلام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سمیٹتے ہوئے ارشاد فرمایا کے آدم ان دونوں ہاتھوں میں سے جسے چاہو پسند کرلو حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے رب کریم کے دونوں ہاتھ برکتوں والے ہیں لیکن میں نے دائیں ہاتھ کو پسند فرمایا پھر دونوں ہاتھوں کو پھیلایا تو ان میں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد نظر آئی۔ عرض باری تعالیٰ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے

تب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہر انسان کی پیشانی پر اس کی عمر لکھی ہوئی ان میں سے ایک شخص کے چہرے پر کمال کی چمک تھی اور اس کی پیشانی پہ چالیس سال کی عمر ثبت تھی۔

عرض کی: الٰہ العالمین یہ کون ہے؟
فرمایا: یہ تیرا بیٹا داؤد ہے اور اس کی عمر چالیس سال ہے
عرض: الٰہ العالمین اس کی عمر میں اضافہ کر دیجئے
فرمان الٰہی: ناممکن ہے چونکہ لکھی جا چکی ہے

حضرت آدم نے عرض کی: میں نے اپنی عمر میں سے ساٹھ سال انہیں دے دیئے رب ذوالجلال نے فرمایا ٹھیک ہے اب آپ جنت میں تشریف لے جائیں۔

پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہے پھر جنت سے باہر تشریف لائے جب حضرت آدم علیہ السلام کا وقت وصال قریب آیا تو عزرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا ملک الموت تو نے تو جلدی کی میری عمر تو ایک ہزار برس لکھی ہوئی تھی ملک الموت نے عرض کی آپ ٹھیک فرماتے ہیں لیکن ساٹھ سال تو آپ نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دے دیئے تھے حضرت آدم علیہ السلام نے انکار فرما دیا تب سے آپ کی اولاد بھی انکار کر رہی ہے حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے آپ کی اولاد بھی بھولتی چلی آ رہی ہے پھر اس دن سے گواہ مقرر کرنے اور تحریر کرنیکا حکم دے دیا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا قد مبارک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ گز (ہاتھ) دراز پیدا فرمایا تھا (روح پھونکنے) کے بعد حکم دیا کہ جاؤ اور فرشتوں کے گروہ کو جا کر سلام کرو وہ جو جواب دیں اسے بغور سنو وہی جواب تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا' حضرت آدم علیہ السلام نے جا کر السلام علیکم کہا فرشتوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمتہ رحمتہ اللہ کے الفاظ کا اضافہ کیا۔

ہر شخص حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر جنت میں داخل ہوتا ہے تو وہ اسے اب تک کم کرتا رہتا ہے (بخاری) مسند امام احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کا قد مبارک لمبائی میں ساٹھ گز اور چوڑائی میں سات گز تھا۔

گواہ اور تحریر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت قرض نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جس نے انکار کیا وہ آدم علیہ السلام تھے (تین مرتبہ آپ نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی کمر پر دست قدرت پھیرا' قیامت تک آنے والی جمیع اولاد آدم علیہ السلام ظاہر ہوگئی۔ پھر ساری نسل انسانی کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے اس نسل انسانی میں سے ایک شخص کو دیکھا جو موتی کی طرح چمک رہا تھا عرض کی باری تعالیٰ یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تیرا بیٹا داؤد (علیہ السلام) ہے عرض کی باری تعالیٰ اس کی عمر کتنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ سال حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اس کی عمر میں اضافہ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ

نے فرمایا یہ ناممکن ہے البتہ تیری عمر میں سے کچھ میں اسے دے سکتا ہوں۔حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک ہزار برس تھی اس میں سے چالیس سال حضرت داؤد علیہ السلام کو دے دیئے گئے۔اللہ تعالیٰ نے اسے تحریر فرمالیا اور اس پر فرشتوں کو گواہ بنالیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کا نصاب حیات مکمل ہو گیا تو فرشتہ ان کی بارگاہ میں روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں انہیں بتایا گیا کہ آپ نے تو اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو چالیس سال دے دیئے تھے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو ایسا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے تحریر کو اور فرشتوں کی شہادت کو ان کے سامنے پیش کر دیا۔(مسند امام احمد)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو دیگر طرق سے بھی روایت کیا ہے اور مزید فرمایا کہ جب گواہ اور تحریر ظاہر کر دی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر مبارک بھی سو سال کر دی اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی ہزار سال عطا فرما دیئے۔
(امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث میں منفرد ہیں اور اس حدیث کے راویوں میں سے علی بن زید میں نکارت ہے)

میثاق الوھیت اور اولاد آدم علیہ السلام

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى
(اعراف 172)

اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ اپنے مؤطا میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی امیر المومنین اس آیت کا مفہوم کیا ہے آپ نے فرمایا کہ یہی سوال تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کی کمر پر اپنا دست قدرت پھیرا تو ان کی اولاد نکل آئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جنتی ہیں اور جنتیوں والے کام کریں گے پھر دست قدرت پھیرا تو اولاد نکلی آئی فرمایا یہ اہل جہنم ہیں اور جہنمیوں والے عمل کریں گے۔

کسی نے عرض کی یا حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عایک وسلم پھر عمل کی کیا ضرورت باقی رہ گئی۔شافع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جنت کے لئے پیدا فرماتا ہے تو اسے جنتی کاموں میں مصروف کر دیتا ہے یہاں تک وہ اہل جنت کے اعمال میں کسی عمل میں مصروف نصاب حیات کو مکمل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔اور جب کسی آدمی کو جہنم کے لئے پیدا فرماتا ہے تو اسے دوزخیوں والے کاموں میں مصروف فرما دیتا ہے حتیٰ کہ اہل نار کے اعمال میں سے کسی عمل پر وہ مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل فرما دیتا ہے۔

امام احمد،ابوداؤد،ترمذی،نسائی،ابن جریر،ابن ابی حاتم اور ابن حبان علیہم الرحمہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکلی ہوئی اولاد سے عرفہ کے دن نعمان نامی میدان میں عہد لیا۔ پھران کی اولاد کو ان کے سامنے پھیلا دیا اور اس نسلی انسانی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِیْنَ الخ

(اعراف 173,172)

کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہیں یا کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد بچے ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا۔ جو اہل باطل نے کیا۔

(احمد نسائی ابن جریر مستدرک)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میدان حشر میں ایک ایسے شخص کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائیگا جس پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی اسے کہا جائیگا اگر تجھے روئے زمین کا مالک بنا دیا جائے تو کیا تو اس ساری ملکیت کو دے کر جہنم سے آزادی چاہے گا وہ عرض کرے گا کہ ہاں میں ضرور ایسا کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تو اس سے بھی آسان تر چیز طلب کی تھی آدم علیہ السلام کی پشت میں میں نے تجھ سے عہد لیا تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا تو اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور شرک جیسا مذموم کام تو نے کر ڈالا۔

ابو جعفر رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیت طیبہ

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ .....الخ (اعراف 172)

اللہ تعالیٰ تمام نسل انسانی کو جو بھی قیامت تک پیدا ہونے والی تھی جمع فرمایا ان کی شکل وصورت کو پیدا فرمایا پھر ان سے کلام فرمانا چاہا نسل انسانی نے کلام کیا تو ان سے پختہ عہد لے لیا اور ان پر خود انہیں گواہ بنا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے اس عہد پر میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو گواہ بناتا ہوں تاکہ تم قیامت کو یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں تو علم ہی نہ تھا اے اولاد آدم علیہ السلام جان لو! کہ میرے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی پالنہار لہٰذا میرے ساتھ کسی کو شرک مت بنانا میں تمہارے پاس رسولانِ معظم کو بھیجتا رہوں گا وہ تمہیں میرے عہد کی یاد بھی دلاتے رہیں گے اور ڈر بھی سناتے رہیں گے۔ اور میں اپنی کتابوں کو بھی نازل فرماتا رہوں گا تو سب نے عرض کی کہ بے شک تو ہمارا معبود اور پروردگار ہے تیرے سوا نہ کوئی ہمارا معبود اور نہ کوئی پروردگار ہے اس طرح اس دن سب نے اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بلند کیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی اولاد میں سے کوئی خوشحال ہے اور کوئی تنگدست کوئی خوبصورت ہے اور کوئی بدصورت' حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار اپنے بندوں کو ایک جیسا بنایا ہوتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ (اس لئے میں نے بندوں میں تفاوت رکھا تا کہ اہل نعمت محرومین کو دیکھ کر ہدیہ تشکر بجالائیں)

پھر حضرت آدم علیہ السلام نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰت کو دیکھا تو وہ یوں تھے گویا چمکتے ہوئے چراغ' اور سراپا نور تھے۔ پھر

بالخصوص انبیاء کرام سے دوسرا عہد لیا جو رسالت ونبوت سے متعلق تھا۔ اور وہ یوں تھا وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (احزاب 7)

اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (روم 35)

تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا یہی سیدھا دین ہے۔

اور اسی بارے کہا: هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى (النجم 56)

یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں اگلے ڈرانے والوں کی طرح

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ (اعراف: 120)

اور ان میں اکثر کو ہم نے قول کا سچا نہ پایا اور ضرور ان میں اکثر کو بے حکم ہی پایا۔

ابلیس لعین کی آہ وبکا

پہلے گزر چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو تمام فرشتے امر الٰہی کو بجالائے ماسوا ابلیس کے کہ اس نے حسد وعداوت کی بنا پر حکم الٰہی کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے اسے راندہ درگاہ کر دیا اور حضور الٰہی سے نکال دیا اور اسے مردود، لعین اور راندہ درگاہ قرار دے کر زمین پر اتار دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی آیت سجدہ تلاوت کر کے سربسجود ہوتا ہے تو شیطان رونا پیٹنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم ملا اس نے سجدہ کیا اور جنت میں چلا گیا مجھے سجدہ کا حکم ملا میں نے حکم عدولی کی سجدہ نہ کیا میں جہنم رسید ہو گیا (احمد)

قیام جنت کی مدت

پھر جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں سکونت پذیر ہو گئے۔ خواہ وہ جنت آسمان میں تھی یا زمین میں اختلاف ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں۔ تو حضرت آدم وحوا علیہما السلام جنت میں جہاں سے چاہتے بلا روک ٹوک کھاتے پھرتے جب انہوں نے شجر ممنوعہ سے چکھ لیا تو ان سے لباس اتار لیا گیا اور زمین پر بھیج دیا گیا۔ زمین میں کس جگہ پر اترے تھے سابقہ صفحات پر ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں جنت میں کتنا عرصہ قیام فرمایا اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا دنیاوی ایام میں سے دن کا کچھ حصہ اس سے قبل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوعاً حدیث گزر چکی کہ

وَخَلَقَ آدَمَ فِيْ آخِرِ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعۃ المبارک کی ساعتوں میں سے آخری ساعت میں پیدا فرمایا اور یہ حدیث

مبارک بھی گزر چکی کہ خلق آدم وفیہ اخرج منہ' حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کے دن پیدا ہوئے اور اسی دن جنت سے باہر تشریف لائے۔

وہ دن کہ جس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن نکالے گئے اگر مراد یہی ہے اور چھ دن بھی دنیاوی دنوں جیسے ہوتو پھر مطلب یہ ہوگا کہ دن کا کچھ حصہ آپ جنت میں ٹھہرے۔لیکن یہ بات محل نظر ہے) اور اگر جنت سے باہر تشریف لانا اور دن میں ہو اور تخلیق دوسرے دن میں یا وہ دن چھ ہزار سال کے برابر ہو جیسا کہ ابن عباس' مجاہد ضحاک وغیرہ کا قول ہے تو پھر مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں طویل مدت تک قیام پذیر رہے۔

علامہ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جمعۃ المبارک کے دن آخری گھڑی میں پیدا ہوئے اور اس دن کی ایک گھڑی تراسی سال چار ماہ کے برابر ہے' آپ روح پھونکنے سے قبل چالیس سال تک مٹی کے قالب کی صورت میں پڑے رہے زمین پہ تشریف لانے سے قبل تنسالیس سال اور چار مہینے تک جنت میں قیام پذیر رہے۔

طویل جسامت

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ عطا ابن رباح رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے طویل الاقامت ہونے کا عالم یہ تھا کہ آپ کے پاؤں زمین اور سر آسمان میں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ساٹھ گز تک کم کر دیا۔

یہ بات بھی محل نظر ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ فرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساٹھ گز طویل پیدا فرمایا تھا نسل انسانی کا قد تسلسل سے کم ہوتا چلا آ رہا ہے'' یہ حدیث تقاضہ کرتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ساٹھ گز سے زائد طویل پیدا نہیں فرمایا گیا اور ان کی اولاد اب تک قد کے اعتبار سے کم ہوتی چلی آ رہی ہے علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم میرے عرش کے بالمقابل روئے زمین پر میرا حرم ہے جاؤ اور وہاں پہ میرا گھر تعمیر کرو تعمیر کعبہ کے بعد جس طرح فرشتے میرے عرش کا طواف کرتے ہیں تم بھی یونہی طواف کرنا' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ایک فرشتے بھیج دیا جس نے کعبۃ اللہ کی جگہ کی نشاندھی کی اور مناسک حج سکھائے' کہا گیا ہے کہ جہاں جہاں حضرت آدم علیہ السلام کے قدم لگے اس کے بعد وہی شہر محلے بن گئے۔

روٹی' کپڑا اور مشقت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے جو کھانا تناول فرمایا وہ گندم کا تھا' جبرائیل امین علیہ السلام گندم کے ساتھ دانے لیکر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ اسی درخت کا پھل ہے جس سے آپ کو منع کیا گیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ میں اسے کیا کروں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ انہیں زمین میں کاشت کر دو حضرت آدم

علیہ السلام نے انہیں کاشت کر دیا ہر دانہ دنیا کے دانوں کی نسبت لاکھ گنا زیادہ وزن والا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فصل کاٹی پھر ان کو گاہا (بھوسے سے دانے جدا کئے) انہیں پیسا' آٹا تیار کیا پھر اس کی روٹی تیار کی عظیم محنت و مشقت اور تکلیف بسیار کے مراحل طے کر کے اسے تناول فرمایا فرمان الٰہی ہے:

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى (طٰہٰ 117) تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے۔

لباس

حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے سب سے پہلا لباس جو دنیا میں تشریف لا کر استعمال کیا وہ بھیڑ کی اون کا تھا۔ آپ نے اون کو کاٹا پھر اسے کاتا آدم علیہ السلام نے اپنے لئے اس سے جبہ تیار کیا اور حضرت حوا علیہا السلام کے لئے قمیص اور چادر تیار کی

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا حضرت آدم علیہ السلام کی کوئی اولاد جنت میں بھی پیدا ہوئی بعض نے کہا ان کی کوئی اولاد جنت میں پیدا نہیں اور بعض نے کہا کہ قابیل اور ان کی بہن جنت میں پیدا ہوئے (واللہ اعلم)

کہا جاتا ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کے ہاں ہر حمل سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی اور حکم الٰہی تھا کہ ہر جڑواں بہن بھائی کی شادی دوسرے جڑواں بہن بھائی سے کی جائے۔

اپنے ساتھ پیدا ہونے والی بہن سے نکاح جائز نہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
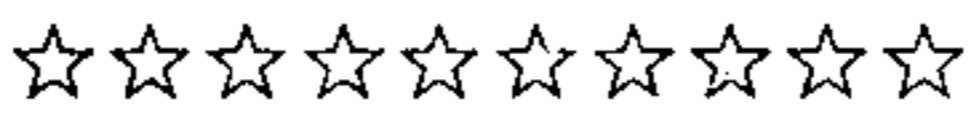
تذکرہ قابیل' ہابیل

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

وَاتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ ابۡنَىۡ اٰدَمَ بِالۡحَـقِّ ....فَاَصۡبَحَ مِنَ النّٰدِمِيۡنَ (مائدہ 27 تا 31)

اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہانوں کا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے۔ اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا۔ تو اسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنی تفسیر میں اس قصہ کو بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں ائمہ سلف نے جو کچھ ذکر کیا ہے، ہم یہاں اس کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔

حکیم تزویج اور قابیل کی ہٹ دھرمی

حضرت ابن مسعود، مرہ، ابن عباس اور دیگر کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے حضرت آدم علیہ السلام ہر حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کی شادی دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی سے کرتے تھے دستور کے مطابق ہابیل نے قابیل کی بہن سے شادی کرنے کا ارادہ کیا قابیل جو کہ عمر میں بڑا بھی تھا اس کی بہن خوبصورت بھی تھی قابیل کا خیال تھا کہ وہ اپنے بھائی پر فوقیت رکھتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے حکماً ارشاد فرمایا کہ قابیل اپنی جڑواں بہن کی شادی ہابیل سے کرو قابیل نے انکار کر دیا حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں بیٹوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا اور خود ادائیگی حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اپنی اولاد کی حفاظت ونگرانی کے لئے آسمانوں کو کہا کہ تم میری اولاد کی حفاظت کرنا تو آسمانوں نے انکار کر دیا' حضرت آدم علیہ السلام نے زمینوں سے کہا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا پہاڑوں سے کہا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا قابیل نے بقیہ اولاد کی ذمہ داری لے لی۔

جب آپ مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے تو دونوں بیٹوں نے اپنی اپنی قربانی کی ہابیل نے جو کہ مال مویشی والے تھے انہوں نے فربہ بکری کا بچہ قربانی کے لئے پیش کیا قابیل نے اپنی زرعی پیداوار میں سے فصل کا ایک ناکارہ اور ردی گٹھا قربانی کے لئے پیش کیا جب دونوں اقسام کی قربانیاں پیش کر دی گئیں تو آسمان سے آگ اتری جس نے ہابیل کی قربانی کو بھسم کر دیا اور قابیل کی قربانی کو

چھوڑ دیا۔

(اس وقت قربانی کی قبولیت کی علامت یہی تھی کہ جب قربانی کی چیز کو کسی بلند جگہ پر رکھ دیا جاتا تو آسمان سے آگ ظاہر ہوتی تو جس قربانی کو آگ جلا ڈالتی وہ بارگاہ الٰہیہ میں مقبول متصور ہوتی اور جسے آگ نہ چھوتی وہ مردود سمجھی جاتی) (اسد)

قربانی قبول نہ ہونے کی وجہ سے قابیل غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو میری جڑواں بہن سے نکاح کرنے سے باز نہ آیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا ہابیل نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ متقین اور پرہیز گاروں کی قربانی ہی قبول فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قسم بخدا مقتول ہابیل سطوت وطاقت کے اعتبار سے قابیل سے فائق تھا لیکن خوف گناہ قابیل کی طرف ہاتھ بڑھانے سے مانع رہا۔

ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تشویش لاحق تھی کہ آیا ان کے بیٹوں کی قربانی قبول ہوتی ہے یا کہ نہیں جب قابیل کی قربانی مردود اور ہابیل کی قبول ہو چکی تو قابیل نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ آپ نے ہابیل کے لئے دعا کی ہے اس لئے اس کی قربانی قبول ہوئی میرے لئے آپ نے دعا نہ کی۔ اس وقت قابیل نے ہابیل کو دھمکی دی۔

قابیل قاتل ہابیل ہلاک

ایک رات ہابیل کو بکریاں چراتے ہوئے تاخیر ہوگئی حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو بھیجا کہ جاؤ دیکھو کہ ہابیل کو تاخیر کس لئے ہوئی قابیل تلاش کے لئے نکلا ہابیل ملے تو اسے کہنے لگا کہ تیری قربانی قبول ہوگئی میری کس لئے نہ ہوئی؟ ہابیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کی قربانیاں قبول فرماتا ہے قابیل یہ بات سن کر غصے سے آگ بگولا ہو گیا اس کے ہاتھ میں لوہے کا ٹکڑا تھا قابیل نے ہابیل کو وہ لوہے کا ٹکڑا مار کر ہلاک کر دیا ایک قول یہ بھی ہے کہ ہابیل آرام کر رہے تھے کہ قابیل نے پتھر ان کے سر پر مار کر انہیں قتل کر دیا اور انہیں کچل ڈالا' ایک قول یہ بھی ہے ہابیل کا گلا گھونٹ کر انہیں درندوں کی طرح چیر پھاڑ دیا جس کی وجہ سے وہ وصال کر گئے۔

خشیت الٰہیہ اور برداشت

سورۂ مائدہ میں ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کی دھمکی دی تو ہابیل نے کہا

لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَیَّ یَدَكَ......الی آخر الایہ (مائدہ28)

بے شک اگر تو اپنا ہاتھ بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا۔

ہابیل کا یہ اظہار بیان اس کے حسن اخلاق اور خشیت الٰہیہ پر دلالت کرتا ہے اور اس بات کا غماز ہے کہ ہابیل چاہتا تھا کہ قابیل نے تو غلط ارادہ کر لیا ہے لیکن میں اس ناپاک عزم سے محفوظ رہ جاؤں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب دو مسلمانوں اپنی تلواریں لئے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں صحابہ نے عرض کی یا حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم قاتل تو جہنمی ہوا مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ بھی

مسلمان بھائی کو قتل کرنے کا حریص تھا (لیکن داؤ نہ چل سکا) (صحیحین)

ہابیل نے کہا اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْءَ ...... الی آخر الآیہ (مائدہ 29)

میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔

یعنی اگرچہ قوت و طاقت میں میں تجھ سے زیادہ ہوں لیکن میں نے تجھے قتل نہ کرنے کا ارادہ کرلیا ہے اور میں نے پختہ عزم کرلیا ہے کہ میرے قتل کا گناہ اور اس سے قبل جو گناہ تو کرچکا اس کا بوجھ تو اٹھائے۔ (مجاہد، سدی، ابن جریر علیہم الرحمہ وغیرہ)

ایک وضاحت

اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ مقتول کے تمام گناہ محض قتل کے ارتکاب سے ہی قاتل کے کھاتے میں ڈال دیئے جاتے ہیں جس طرح کہ بعض لوگوں کا وہم ہے اس پر ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ مَاتَرَكَ القاتل علی المقتول من ذنب کہ قاتل مقتول پر کوئی گناہ نہیں چھوڑتا۔ اس حدیث کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ ہی کتب حدیث میں کہیں اس کا تذکرہ ہے بلکہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظریہ کے خلاف اجماع نقل کیا ہے ہاں البتہ بعض لوگوں کے بارے ایسا اتفاق پیش آ سکتا ہے کہ روز محشر مقتول قاتل سے اپنے ظلم کے بارے مطالبہ کرے گا قاتل کی نیکیاں اگر اس ظلم کا بدلہ نہ بن سکیں تو مقتول کے گناہ قاتل کے ذمہ لگا دیئے جائیں گے جیسا کہ حدیث طیبہ میں تمام مظالم کے بارے ایسا ذکر ہے اور قتل سب سے بڑا ظلم ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اس کی تفصیل تفسیر ابن کثیر میں گزر چکی ہے۔

امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت

جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنوں نے سر اٹھایا اس وقت حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عنقریب ایک فتنہ اٹھے گا اس وقت بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی اے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص اس وقت میرے گھر میں داخل ہو کر مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھائے تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ابن آدم علیہ السلام کی طرح ہو جانا (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

(یعنی جو رویہ ہابیل نے اختیار کیا تھا تم بھی وہ کرلینا)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے جو بہتر تھا تم اس کی طرح ہو جانا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی جان ظلماً قتل ہوتی ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے لڑکے پر اس خون کا حصہ (بوجھ) ہوتا ہے کیونکہ سب سے پہلے اسی نے قتل کے طریقہ کو رائج کیا۔

ہابیل کی قتل گاہ

دمشق کے شمالی علاقہ میں ایک قاسیون پہاڑ ہے وہاں ایک زیارت گاہ ہے جسے ''مغارۃ الدم'' کہا جاتا ہے یہی وہ مقام ہے

جہاں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔

یہ بات اہل کتاب سے ملی ہے اس کی صحت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

مورخ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے احمد بن کثیر کے تذکرہ میں ان کا ایک خواب نقل کیا ہے کہ وہ احمد بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صالحین میں سے تھے انہوں نے رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر' حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور ھابیل کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس مذکورہ جگہ میں ہیں احمد بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہابیل سے قسم لی کہ یہی تمہارے خون بہنے کی جگہ ہے ہابیل نے حلفاً کہا کہ ہاں یہی ہے پھر ہابیل نے اللہ کے حضور عرض کی کہ الٰہ العالمین اس جگہ کو مستجاب الدعوات دے اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی دعا کو قبول فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی احمد بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہر جمعرات کو اس جگہ کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

یہ خواب بالفرض صحیح بھی ہو تب بھی خواب ہونے کی وجہ سے اس پر شرعی حکم مرتب نہیں ہوگا

طریقہ تدفین

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ........الی اخر الآیہ (مائدہ 31)

تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔ بعض مفسرین کا قول ہے قابیل ہابیل کو قتل کرنے کے بعد ایک سال تک اس کی لاش کو اٹھائے پھرتا رہا بعض نے کہا ایک سو سال تک لاش اٹھائے رہا اس کشمکش میں تھا کہ اب اس کا کیا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے دو کوؤں کو بھیجا سدی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ دونوں کوے آپس میں بھائی تھے دونوں آپس میں لڑے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا جب وہ مر گیا تو قاتل کوا زمین میں گھڑا کھودنے لگا گھڑا کھود کر اس نے مردہ کوا کو اس میں رکھا اور پر مٹی ڈالی اور زمین میں دفن کر دیا جب قابیل نے دیکھا تو اس نے بھی ایسے ہی کیا اور کہا

يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ

ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا

قابیل نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو کوے نے کیا تھا اسے مٹی میں دفن کر کے مٹی کو برابر کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا اظہار افسردگی

مؤرخین اور اہل سیر کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے بیٹے ہابیل کے قتل کی خبر ملی تو آپ بہت افسردہ ہوئے اور رجزیہ شعر پڑھنے لگے۔ جنہیں ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

تَغَيَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا ... فَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِيْحٌ

تَغَيَّرَ كُلُّ ذِيْ لَوْنٍ وَطَعْمٍ ... وَقَلَّ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الْمَلِيْحِ

شہر اور ساکنین شہر کے انداز بدل گئے روئے زمین بھی غبار آلود ہو گیا ہر رنگ و ذائقہ والی چیز بھی بدل گئی اور خوبرو چہروں کی

آبرو بھی کم ہوگئی۔

آدم علیہ السلام کو جواب ملا:

اَبَا هَابِیْلَ قَدْ قُتِلا جَمِیْعًا وَصَارَ الْحَیُّ کَالْمَیِّتِ الذَّبِیْحِ

وَجَآءَ بِشَرِّهٖ قَدْ کَانَ سِنُهَا عَلٰی خَوْفٍ فجآبِهَا یصیح

اے ہابیل کے والد گرامی قتل دونوں ہی ہوگئے زندہ ذبح کیے ہوئے مردہ کی طرح ہے۔

اس زندہ نے خوف سے ایسا شریر کام کیا ہے کہ اس وجہ سے وہ چیخ و پکار کر رہا ہے

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان اشعار کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے اظہار افسردگی اپنی زبان میں کیا ہوگا۔ بعد میں کسی نے ان کے اظہار غم کو اشعار کا لبادہ اوڑھا دیا' واللہ اعلم۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قابیل بہت جلد عذاب میں گرفتار ہوگیا تھا جس دن اس نے اپنے بھائی کو قتل کیا اسی دن اس کی پنڈلی اس کی ران سے مل گئی تھی جس طرف سورج جاتا اس کا چہرہ بھی ادھر ہی گھوم جاتا یہ عذاب اسے اپنے والدین کی نافرمانی اور اپنے بھائی سے حسد کی بنا پر پہنچا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرکشی اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ جس کی سزا بلا تاخیر دنیا میں بھی دیدی جائے اور آخرت میں بھی گنہگار کیلئے عذاب کو جمع رکھا جائے۔

ارتقائے نسل ابوالبشر علیہ السلام

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کے پاس جو کتاب ہے اور جسے وہ بزعم خود تورات کہتے ہیں میں نے اس کا مطالعہ کیا تو اس میں یوں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قابیل کو مہلت دی اور وہ شرق عدن میں ''نوذ'' نامی جگہ میں رہنے لگا وہاں کے باشندے اسجگہ کو قنین کہتے تھے' وہاں قابیل کے ہاں ایک بچے نے جنم لیا جس کا نام اس نے عندر رکھا نسل انسانی چلتی رہی عندر کے ہاں محوایل پیدا ہوا محوایل کے ہاں متوشیل نے جنم لیا۔

متوشیل نے عدا اور صلا نامی دو عورتوں سے شادیاں کیں عدا عورت کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام ابل اور دوسرے کا نام نوبل تھا۔

صلا کے ہاں بھی دو بچوں نے جنم لیا ایک لڑکا اور ایک لڑکی لڑکے کا نام توبلقین اور لڑکی کا نام نعمیٰ تھا۔

ایجادات

متوشیل کا بیٹا ابل وہ پہلا شخص ہے جس نے گنبد نما خیمہ تیار کر کے اس میں رہائش اختیار کی اور ذخیرہ اندوزی کی طرح ڈالی۔

نوبل' متوشیل کا دوسرا بیٹا' اس نے دنیا میں سب سے پہلے بربط (سارنگی) وطبلہ کو ایجاد کیا

توبلقین متوشیل کا دوسری بیوی سے بیٹا' اس نے سب سے پہلے لوہے اور تانبے کی صنعت کو ایجاد کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی نسل

تورات میں یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کے پاس بغرض مباشرت تشریف لے گئے آپ کے ہاں ایک

فرزند پیدا ہوا حضرت حوا علیہا السلام نے اسے شیث کہہ کر پکارا اور کہا کہ میں نے اسے شیث اس لئے کہا کہ مجھے یہ بیٹا ہابیل کے بعد عطا فرمایا ہے۔

پھر شیث کے ہاں انوش پیدا ہوے۔ انوش کے گھر میں قینان نے جنم لیا قینان سے مہلائیل مہلائیل سے یرد اور یرد سے خنوخ خنوخ سے متلوشخ متلوشخ سے لامک لامک سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام سے سام، حام اور یافث پیدا ہوئے۔

جب حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سوتیس برس تھی اور ان کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام آٹھ سو سال تک زندہ رہے

حضرت شیث علیہ السلام کے ہاں جب انوش پیدا ہوا تو اس وقت حضرت شیث علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو پینسٹھ برس تھی انوش کی پیدائش کے بعد آپ آٹھ سو سات سال زندہ رہے انوش کے علاوہ آپ کے ہاں کئی بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

انوش کے ہاں جب قینان پیدا ہوا اس وقت انوش کی عمر نوے سال تھی اس کے بعد انوش آٹھ سو پندرہ سال زندہ رہے قینان کے علاوہ آپ کے ہاں کئی بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں

مہلائیل کی پیدائش کے وقت قینان کی عمر ستر سال تھی مہلائیل کی پیدائش کے بعد قینان آٹھ سو چالیس سال زندہ رہے ان کی بھی کئی اولادیں ہوئیں۔

یرد کی پیدائش کے وقت مہلائیل کی عمر پینسٹھ برس تھی مہلائیل یرد کی ولادت کے بعد آٹھ سو تیس سال زندہ رہے ان کے بھی کئی بیٹے، بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

خنوخ کی پیدائش کے وقت یرد کی عمر ایک سو باسٹھ برس تھی یرد خنوخ کی ولادت کے بعد آٹھ سو سال زندہ رہے ان کے بھی کئی بچے پیدا ہوئے۔

متلوشخ کی پیدائش کے وقت خنوخ پینسٹھ برس کے تھے متلوشخ کی پیدائش کے بعد خنوخ تین سو سال زندہ رہے ایک روایت کے مطابق آٹھ سو سال زندہ رہے

جب متلوشخ کے گھر لامک پیدا ہوا اس وقت متلوشخ کی عمر ایک سو ستاسی سال تھی متلوشخ لامک کی پیدائش کے بعد سات سو بیاسی سال زندہ رہے ان کے ہاں بھی کئی بچوں نے جنم لیا حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش کے وقت لامک کی عمر ایک سو بیاسی سال تھی لامک حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش کے بعد پانچ سو پچانوے برس زندہ رہے اور لامک کی بھی کئی اولادیں ہوئیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک پانچ سو برس تھی جب آپ کے ہاں سام، حام اور یافث پیدا ہوئے۔

یہ مضمون اہل کتاب کے ہاں موجود تورات میں مذکور ہے اہل علم کے نزدیک آسمان سے نازل ہونے کے بعد تورات کا محفوظ ہونا محل نظر ہے

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام بیس مرتبہ حاملہ ہوئیں اور چالیس جڑواں بچوں کو جنم دیا ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے تو ان چالیس جڑواں بچوں کے نام بھی بیان کئے ہیں (واللہ اعلم)

ایسا بھی مذکور ہے کہ ایک سوبیس مرتبہ حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ جڑواں بہن بھائی پیدا ہوتے رہے ان میں سے پہلی اولاد قابیل اور ان کی بہن قلیما تھی آخری اولاد عبدالمغیث اور اس کی بہن ام المغیث تھی۔

پھر اولاد آدم علیہ السلام روئے زمین پر پھیل گئی اور سلسلہ نسل درنسل چل پڑا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْ رَبَّکُمُ....... تا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً (نساء1)

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور اس دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی نسل درنسل چار لاکھ نفوس کو دیکھ لیا تھا۔

سلسلہ افزائش نسل کا تذکرہ سورۂ اعراف میں یوں کیا گیا۔

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ....... تا یُشْرِکُوْنَ (اعراف 189-190)

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا تو اسے لئے پھرا کی پھر جب بوجھل پڑی دونوں نے اپنے رب سے دعا کی ضرور اگر تو ہمیں جیسا چاہئے بچہ دے گا تو بے شک ہم شکرگزار ہوں گے پھر جب اس نے انہیں جیسا چاہئے بچہ عطا فرمایا انہوں نے اس کی عطا میں اس کے ساجھی (شریک) ٹھہرائے تو اللہ کو برتری ہے ان کے شرک سے۔

آیت مذکورہ میں فلما تغشھا (یعنی جہاں ازدواجی تعلق کا ذکر ہے) میں اولاً حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ہے پھر کلام جنس انسان کی طرف منتقل ہو گیا اس سے مراد صرف حضرت آدم وحوا ہی نہیں بلکہ شخصیت سے جنسیت کی طرف کلام منتقل ہو گیا جیسا کہ سورۂ مومنون میں ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ

بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں (مومنون 13،12)

وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰھَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ (ملک:5)

اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لئے مار کیا۔

یہاں بھی شیاطین کے مارنے سے آسمان کے وہ چراغ مراد نہیں جو چمکتے ہیں بلکہ یہاں بھی شخصیت سے جنسیت کی طرف انتقال مراد ہے۔

بہرحال اس سے متعلقہ ایک حدیث بھی ہے جسے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت حوا علیہا السلام کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ زندہ نہ بچتا شیطان چکر لگاتا اور کہتا کہ اگر اس بچے کا نام عبدالحارث رکھ دو تو یقیناً یہ زندہ بچ جائے گا حضرت حوا علیہا السلام نے بچے کا نام عبدالحارث رکھ دیا تو وہ زندہ بچ گیا یہ شیطان کے شر سے تھا۔

(حارث شیطان کا نام ہے) اس حدیث پہ بہت سارے محدثین نے جرح کی ہے۔

اس کی سند میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا حالانکہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر اس حدیث کے خلاف کرتے ہیں اگر سمرہ سے مرفوعاً حدیث ہوتی تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کبھی اس کے خلاف نہ کرتے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو پیدا ہی اس لئے کیا تھا تاکہ افزائش نسل ہو اور مخلوق انسانی زمین پر پھیل جائے یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کی اولاد زندہ نہ بچتی تھی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسے منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔

پھر قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام خشیت الٰہیہ کے پیکر تھے ابوالبشر تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا تھا' اور معزز روح ان میں پھونکی تھی' مسجود ملائک بنایا تھا' سکونت جنت اور ہر چیز کے اسما کا علم عطا کیا تھا' پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قدر اعزازات کے ہوتے ہوئے حضرت آدم وحوا علیہما السلام شرک جیسے فعل کا ارتکاب کرتے (العیاذ باللہ) اور بچے کا نام شیطان کے نام پہ رکھتے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ شافع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی یا حبیبی یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام کی تعداد کتنی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین سو تیرہ میں نے عرض کی ان میں پہلے کون ہیں فرمایا حضرت آدم علیہ السلام میں نے عرض کی کہ کیا وہ نبی مرسل تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا پھر ان میں اپنی معزز روح پھونکی پھر انہیں برابر فرمایا۔ (ابن حبان)

افضل کون؟

طبرانی میں ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ فرشتوں میں سب سے افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام ہیں' دنوں میں جمعۃ المبارک کا دن ہے' مہینوں میں رمضان المبارک کا مہینہ ہے' راتوں میں لیلۃ القدر ہے اور عورتوں میں مریم بنت عمران ہیں۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں راوی ابن ہرمزا کثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے سوا کوئی بھی باریش نہیں تھا آپ کی ریش مبارک سیاہ اور ناف تک تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام کے سوا کسی کی کنیت نہ تھی آپ کی کنیت دنیا میں ابوالبشر اور جنت میں ابومحمد ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سوا ہر جنتی کو اس کے نام سے پکارا جائے گا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابومحمد کنیت سے صدا دی جائے گی۔

انبساط آدم علیہ السلام

بخاری و مسلم میں حدیث معراج میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس سے گزرے درآں حالیکہ آپ پہلے آسمان پہ تھے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام کے دائیں طرف بھی لوگوں کا جم غفیر ہے اور بائیں طرف بھی حضرت آدم علیہ السلام جب دائیں طرف کے لوگوں کے ازدھام کو دیکھتے تو مسکراتے اور خوش ہوتے بائیں طرف دیکھتے تو روتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں جب دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ان کے جنتی ہونے پر اظہار فرحت وانبساط فرماتے ہیں جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو ان کے جہنمی ہونے پر دل گرفتہ ہوتے اور روتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا عقل وحسن

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عقل ان کی ساری اولاد کی عقل کے برابر تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ انہیں نصف حسن عطا گیا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن حضرت آدم علیہ کے حسن کا نصف تھا مناسب بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا تھا او میں اپنی روح پھونکی تھی لہٰذا حسین ترین بھی آپ ہی تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب جنت پیدا فرمایا تو فرشتوں نے عرض کی کہ باری تعالیٰ بنی آدم کے لئے تو نے دنیا کو پیدا فرمایا ہے جہاں وہ عیش وعشرت سے رہیں اور کھائیں، پئیں گے جنت ہمیں عطا فرمادے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میرے عزت وجلال کی قسم کہ میں اسے آدم علیہ السلام کی نیک وصالح اولاد کے لئے بناؤں گا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے جو کچھ میں اسے کہتا ہوں اس پر سر تسلیم خم کر لیتا ہے۔

صحیحین کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
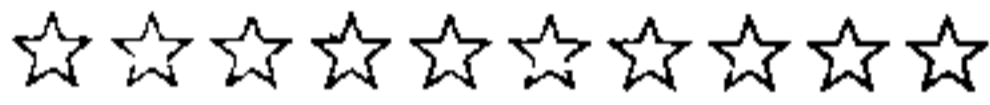
وصال حضرت آدم علیہ السلام اور وصیت شیث علیہ السلام

شیث کا معنی ہے عطیہ خداوندی' حضرت شیث علیہ السلام کا یہ نام آپ کے والدین کریمین نے اسلئے رکھا کہ یہ فرزند اللہ تعالیٰ نے انہیں ہابیل کے قتل کے بعد عطا کیا تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک سو صحائف اور چار آسمانی کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ جن میں سے پچاس صحیفے صرف حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے حضرت شیث علیہ السلام کو طلب فرمایا انہیں شب و روز کے اوقات اور ان اوقات میں عبادات کی تعلیم دی اور ایک بہت بڑے طوفان آنے کے بارے خبردار کیا' کہا جاتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام وہ برگزیدہ پیغمبر ہیں کہ جن پر سارے انسانوں کا سلسلہ نسب جاکے رکتا ہے۔ اور ان کے سوا حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد ختم ہوگئی تھی (واللہ اعلم)

ہم چھوڑ چلے تیری محفل کو

حضرت آدم علیہ السلام کا وصال مبارک جمعۃ المبارک کے دن ہوا' فرشتے جنت سے حنوط اور کفن لیکر آئے آپ کے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کو آپ کی وصیت کے حوالہ سے بڑا اعزاز تھا' ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وصال پر سورج اور چاند کو سات دن تک گہن لگا رہا۔

ابن حمزہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک معمر بزرگ کو دیکھا جو لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹوں کو طلب کر کے فرمایا اے میرے بیٹو جنت کے پھل کھانے کو میرا جی چاہ رہا ہے' بیٹے جنت کے پھلوں کی تلاش میں نکل گئے دوران راہ ان کی ملاقات فرشتوں سے ہوگئی جن کے پاس کفن' حنوط بیلچہ' کسی اور تسلہ وغیرہ تھا۔ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے پوچھا کہ کیا تلاش کر رہے ہو انہوں نے کہا کہ ہمارے والا گرامی بیمار ہیں اور وہ جنت کے پھل کھانے کے آرزومند ہیں فرشتوں نے کہا واپس لوٹ جاؤ تمہارے والد گرامی کا تو وقت وصال قریب آچکا ہے وہ سب واپس آگئے جب حضرت حوا علیہا السلام نے انہیں دیکھا تو انہیں پہچان لیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے لئے پناہ مانگنے لگی حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا مجھ سے ہٹ جاؤ میں تم سے پہلے معرض وجود میں آیا ہوں میرے اور میرے رب کے فرستادہ فرشتوں کے راستہ سے ہٹ جاؤ پھر فرشتوں نے روح قبض

کی، غسل دیا، تجہیز و تکفین کی، خوشبو لگائی ان کے لئے لحد کھودی اور ان پر نماز جنازہ ادا کی پھر انہیں قبر میں دفن کیا اور ان پر مٹی ڈال دی فرشتوں نے کہا اے ابوالبشر کے بیٹو! یہ تمہارا طریقہ تدفین و تکفین ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا پر چار تکبیریں کہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر چار اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار چار تکبیریں کہیں۔

مدفن ابوالبشر علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کے مدفن میں اختلاف ہے، مشہور یہی ہے کہ ہندوستان میں جس پہاڑ پر حضرت آدم علیہ السلام کا ورود ہوا تھا اس کے قریب ہی آپ کی مرقد مبارک ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکۃ المکرمہ میں جبل ابوقبیس کے پاس ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب طوفان آیا تو آپ علیہ السلام نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے تابوت کو اٹھا کر بیت المقدس میں دفن فرما دیا تھا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حضرات سے روایت کیا ہے آپ کا سر انور مسجد ابراہیم میں ہے اور پاؤں مبارک بیت المقدس کی چٹان کے پاس ہے حضرت آدم علیہ السلام کے وصال کے ایک سال بعد حضرت حوا علیہا السلام بھی اس دار فانی سے کوچ فرما گئی تھیں۔

زیست ابوالبشر علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک کی مقدار میں اختلاف ہے اس سے قبل حضرت ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً گزر چکا کہ آپ کی عمر مبارک لوح محفوظ میں ایک سو سال لکھ دی گئی تھی۔

یہ بات اس کے معارض نہیں ہو سکتی کہ تورات میں مذکور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نو سو تیس سال زندہ رہے کیونکہ اہل کتاب کا قول مطعون و مردود ہے اس لئے کہ انہوں نے تورات میں تحریف کر دی ہے اور یہ مختلف ہے اس سے جو محفوظ کتاب مبین ہمارے پاس ہیں۔

اگر بالفرض تورات میں مذکور قول کو محفوظ اور قابل یقین مان بھی لیا جائے تو دونوں صورتوں میں موافقت یوں ممکن ہے کہ نو سو تیس سال سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی وہ زندگی ہے جو انہوں نے زمین پہ تشریف لانے کے بعد بسر کی اور وہ نو سو تیس سال شمسی ہوں گے اور قمری نو سو ستاون سال ہوں گے اور اگر اس میں تنتالیس سال اور ملا دیئے جائیں جو کہ آپ نے جنت میں گزارے تھے جیسا کہ ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے تو اس طرح ہزار سال مکمل ہو جاتے ہیں۔

عطا خراسانی فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وصال پر مخلوق خدا سات دن تک گریہ کناں رہی

ذمہ داریوں کے نگہبان

حضرت آدم علیہ السلام کے وصال کے بعد معاملات کے نگہبان آپ کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام ہوئے ابن حبان کی

ایک روایت جوانہوں نے ابوذر کے توسط سے روایت کی ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام نبی تھے اوران پر پچاس صحیفے نازل ہوئے تھے۔

جب حضرت شیث علیہ السلام نصاب زندگی کی تکمیل کر چکے تو انہوں نے اپنے بیٹے انوش کوامور کی نگہبانی کی وصیت فرمائی۔

انوش کے وصال کے بعد قینن، قینن کے وصال کے بعد مہلائیل ان کے جانشین اورامور کے نگہباں مقرر ہوئے ایران کے عجمیوں کا خیال ہے کہ یہ ہی سات ممالک کے بادشاہ تھے یہی وہ مہلائیل ہیں جنہوں نے درخت کاٹے، شہر آباد کیے اور بڑے بڑے قلعوں کوتعمیر کیا، شہر بابل اورسوس اقصیٰ کو آباد کیا انہوں نے ہی ابلیس اوراس کے آباد لشکروں کو زمین سے بیابانوں اور پہاڑی غاروں میں دھکیل دیا تھا اورشریر جنات کوقتل کیا تھا۔ مہلائیل کا بہت بڑا اوربیش قیمت تاج تھا، لوگوں کے لئے وعظ ونصیحت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے چالیس سال تک آپ کی حکومت وسلطنت کا آفتاب آب وتاب سے چمکتا رہا آپ کے وصال کے بعد یرداوریرد کے وصال کے بعد خنوخ پرنگہبانیوں اورذمہ داریوں کا بوجھ پڑا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ حضرت ادریس علیہ السلام

مہلائیل کے بیٹے یرد کا جب وقتِ وصال آیا تو انہوں نے اپنے فرزند خنوخ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور جملہ امور کی نگہبانی کی وصیت کی اور وہی اخنوخ ہی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم:۵۶ تا ۵۷) اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔ (القرآن)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی صفت وثنا بیان کرتے ہوئے وصف نبوت وصداقت کا اعزاز عطا کیا ہے۔ یہی وہ خنوخ ہیں علمائے انساب نے جن کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں کیا ہے۔ حضرت آدم وشیث علیہما السلام کے بعد اولاد آدم میں انہیں تاج نبوت عطا فرمادیا۔

قلم کا استعمال

حضرت ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے کہ روئے زمین پر سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے قلم کے ساتھ لکھا آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے تین سو آٹھ سال پائے۔

علم رمل کے موجد

معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ علم رمل کیسا علم ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک نبی تھے جنہوں نے خط رمل کی بنیاد ڈالی پس جس شخص کے نشانات اس کے مطابق آجاتے ہیں اس کا نشانہ صحیح بیٹھ جاتا ہے۔

لوگوں میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں اشارہ حضرت ادریس علیہ السلام کی جانب ہی ہے۔

ھرمس الھرامسہ

علمائے تفسیر واحکام میں اکثر کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ جس نبی نے باقاعدہ شروع کیا وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہی تھے۔ انہی کو ھرمس الھرامسہ کہا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ بے شمار جھوٹے قصوں کو منسوب کر دیا گیا ہے جس طرح انبیاء وعلماء، حکماء، واولیا کی طرف لوگوں نے کئی جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں۔

(ھرمس یونان کا کوئی مشہور منجم گزرا ہے۔ یونانی حضرت ادریس علیہ السلام کو ھرمس مانتے ہیں۔ ھرمس الھرامسہ سے مراد ماہرین علم رمل ونجوم کا استاذ اول (اسد)

مقام علو

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم:۵۷) اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے تو چوتھے آسمان پہ حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہلال بن یساف رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا کا کیا مطلب ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے ادریس میں روزانہ اولادِ آدم کے تمام اعمال کے برابر تمہارے درجات کو بلند فرماتا ہوں (اس زمانے کے اولاد آدم کے اعمال کے برابر) حضرت ادریس علیہ السلام نے چاہا کہ ان کے اعمال ودرجات میں اضافہ ہو۔ دریں اثنا ان کے پاس ان کا دوست فرشتہ آیا حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یوں وحی بھیجی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو ملک الموت سے ملاقات کرا اور اسے مجھے ملا تاکہ میں اسے دیکھ کر زیادہ عمل کروں فرشتے نے حضرت ادریس علیہ السلام کو اپنے پروں پر بٹھایا اور آسمان کی طرف پرواز شروع کردی جب چوتھے آسمان پہ پہنچے تو وہاں ملک الموت سے ملاقات ہوگئی جو نیچے تشریف لارہے تھے۔ فرشتے نے ملک الموت سے حضرت ادریس علیہ السلام کی خواہش کا اظہار کیا۔ ملک الموت نے پوچھا ادریس علیہ السلام کہاں ہیں؟ فرشتے نے کہا میرے پروں پر سوار ہیں ملک الموت نے کہا مجھے تو ابھی حکم ملا ہے کہ ادریس علیہ السلام کی روح چوتھے آسمان پہ قبض کرلوں میں حیران ومتعجب تھا کہ ادریس علیہ السلام تو زمین پر ہیں میں چوتھے آسمان پہ ان کی روح کیسے قبض کروں گا؟ ملک الموت نے وہاں روح قبض کی حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ہے مراد وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا سے۔

ابن ابی حاتم علیہ الرحمۃ نے اس آیت کی تفسیر میں مزید یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے دوست فرشتہ سے کہا کہ ملک الموت سے دریافت کرو۔ میری زندگی کتنی باقی ہے؟ دوست فرشتہ نے جب ملک الموت سے پوچھا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کتنا عرصہ حیات جئیں گے تو ملک الموت نے کہا کہ جب تک میں دیکھ نہ لوں اس وقت تک مجھے علم نہ ہوگا جب ملک الموت نے دیکھا تو کہا کہ تعجب ہے آپ مجھ سے ایسے شخص کی زندگی کے بارے پوچھتے ہیں جن کی زندگی کا دورانیہ پلک جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہے۔ فرشتے نے اپنے پروں کے نیچے حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرچکی تھی اور فرشتہ کو علم تک نہ تھا۔

یہ حدیث اسرائیلیات سے ہے اور اس کے بعض راوی منکر الحدیث ہیں۔

مفسرین ومحدثین کی رائے

ابن نجیح مجاہد علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمانوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اٹھایا گیا لیکن ان کی موت واقع نہیں ہوئی البتہ اگر یہ مراد ہو کہ ابھی تک زمین میں ان کا وصال نہیں ہوا تو یہ بات محل نظر ہے اور اگر یہ مراد

لیا جائے کہ آسمانوں پر زندہ اٹھا لیے جانے کے بعد ان کی روح قبض کی گئی تو پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث سے کوئی تعارض و منافات نہیں ہے۔

عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کو چھٹے آسمان پر اٹھایا گیا اور وہی آپ کا وصال ہوا۔

بخاری و مسلم اور مجاہد علیہم الرحمۃ کے مطابق آپ علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں آپ جنت میں ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا کہ حضرت ادریس علیہ السلام اپنے والد یرد بن مہلائیل کی زندگی میں ہی آسمان پہ اٹھا لیے گئے۔ بعض کا گمان یہ بھی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے قبل نہیں تھے بلکہ زمانہ بنی اسرائیل میں ہوئے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام ہی حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔

ایک وہم کا ازالہ

امام زہری علیہ الرحمۃ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شب معراج صاحب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو حضرت ادریس علیہ السلام نے "مرحبا بالاخ الصالح مرحبا بالنبی الصالح" "خوش آمدید صالح بھائی اور صالح نبی" کے کلمات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم و آدم علیہما السلام کی طرح "مرحبا بالنبی الصالح ولابن الصالح" "خوش آمدید نبی صالح اور بیٹے صالح" کہہ کر استقبال نہیں کیا۔ اگر یہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب ملتا اور یہ بھی وہی کلمات استعمال کرتے جو حضرت آدم و ابراہیم علیہ السلام نے استعمال فرمائے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بعض اوقات راوی کا حافظہ جید نہیں ہوتا بنا بریں یہ دلیل صحیح نہیں اگر اسے درست تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ مراد ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے عجز و انکساری کی بنا پر لفظ اخ استعمال کیا تھا۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیٹے کا لفظ استعمال کرنا اور اپنے آپ کو مقام ابوۃ پر لے جانا آپ نے مناسب نہ جانا جبکہ حضرت آدم و ابراہیم علیہما السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقام و مرتبہ میں تمام انبیاء سے فائق و برتر ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں لہٰذا ان پر قیاس کر کے یہ اشکال پیدا کرنا غیر مناسب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ حضرت نوح علیہ السلام

شجرۂ نسب

حضرت نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن خنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث علیہ السلام بن ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام۔

ولادت

ابن جریر علیہ الرحمۃ کے تذکرے کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت حضرت آدم علیہ السلام کے وصال کے ایک سو چھبیس سال بعد ہوئی۔ اہل کتاب کی رائے ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وصال اور حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت کے درمیان دورانیہ ایک سو چھیالیس سال کا ہے۔ ابن حبان علیہ الرحمۃ نے کہا ان کے درمیان دس زمانوں کا دورانیہ ہے۔ زید بن سلام رضی اللہ عنہ' حضرت ابو مامہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی شخص بارگاہِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اس نے عرض کی یا حبیبی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں انہیں تو اللہ تعالیٰ سے شرف کلام بھی حاصل تھا پھر اس نے عرض کی کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ دس قرون۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم وحضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس زمانے دین اسلام پر تھے۔ (بخاری)

اگر قرون سے مراد ایک سو سال لیا جائے جس طرح اکثر لوگوں نے اسی کو ترجیح دی ہے تو پھر حضرت آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان یقیناً ہزار سال کا دورانیہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو دس زمانوں کا اسلام پر عمل کرنا بیان کیا ہے اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ ان کے درمیان کچھ اصل قرون اسلام پر نہ تھے۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دس قرون کی قید ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ اضافہ کیا ہے کہ **کلھم کانوا علی الاسلام** وہ دس کے دس اہل قرون اسلام پر کاربند تھے۔

اہل کتاب میں سے کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ قابیل اور اس کی اولاد آتش پرست ہوگئی تھی۔ مذکورہ بالا روایت سے اہل کتاب کے گمان کا رد ہو جاتا ہے۔

اور اگر قرون سے مراد لوگوں کا گروہ لیا جائے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے: **وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ** (اسرا/۱۷) ہم نے کتنی ہی سنگتیں نوح علیہ السلام کے بعد ہلاک کر دیں۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا آخَرِيْنَ (مومنون:۴۲)

پھران کے بعد ہم نے اور سنگتیں پیدا کیں۔

وَقُرُوْنًا بَعْدَ ذَالِكَ (فرقان ۳۸)

اوران کے بیچ میں بہت سی سنگتیں

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ (مریم ۷۴)

اور ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپا دیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے حضرت نوح علیہ السلام سے قبل لوگوں کی عمریں طویل ترین ہوتی تھیں۔ اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان کئی ہزار سال کا دورانیہ تھا۔

قوم کی حالت زار اور اول الرسل

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو جس وقت مبعوث فرمایا اس وقت لوگ توہمات' بت پرستی' کفر اور گمراہی کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔ تب اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں پر رحم وکرم فرماتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ آپ روئے زمین پر سب سے پہلے رسول ہیں قیامت کے دن بھی اہل محشر آپ کو اول الرسل کہہ کر خطاب کریں گے۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ وغیرہ کہتے ہیں کہ آپ کی قوم کو بنوراسب کہا جاتا ہے۔

بعثت کے وقت آپ کی عمر مبارک

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت مقدسہ کے وقت آپ کی عمر مبارک کے تعین میں اختلاف ہے۔

1- پچاس سال تھی' 2- تین سو پچاس سال تھی۔

3- ابن جریر علیہ الرحمۃ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق چار سو اسی سال تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت نوح علیہ السلام اور قرآنی آیات

کم وبیش قرآن پاک کی اٹھائیس سورتوں میں حضرت نوح علیہ السلام اوران کی قوم کا تذکرہ عذاب' طوفان' نجات' اصحاب سفینہ اور دیگر احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ اعراف' یونس' ھود' انبیاء' مومنون' شعراء' عنکبوت' صافات' قمر اور سورۃ نوح میں تفصیلی واقعات موجود ہیں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ.......... تا كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ (اعراف:۵۹تا۶۴)

بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اس کی قوم کے سردار بولے بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں کہا اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں اپنی رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے اور کیا تمہیں اس کا اچنبا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم ڈرو اور کہیں تم پر رحم ہو تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور اپنی آیتیں جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا۔ بے شک وہ اندھا گروہ تھا۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ.......... تا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذَّبِیْنَ (یونس:۷۱تا۷۳)

اور انہیں نوح علیہ السلام کی خبر پڑھ کر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اگر تم پر شاق گزرا ہے میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی نشانیاں یاد دلانا تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو مل کر کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں سمیت اپنا کام پکا کر لو تمہارے کام میں تجھ پر کچھ گنجلک نہ رہے پھر جو ہو سکے میرا کر لو اور مجھے مہلت نہ دو پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو نہیں مگر اللہ پر اور مجھے حکم ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں' تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انہیں ہم نے نائب کیا اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو ہم نے ڈبو دیا تو دیکھو ڈرائے ہوؤں کا انجام کیسا ہوا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی قَوْمِهٖ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ.......... تا اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ (ھود:۲۵تا۴۹)

اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بے شک میں تم پر ایک مصیبت والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں تو اس کی قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے! ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری

نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں بولا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو تم اس سے اندھے رہے کیا ہم اسے تمہارے گلے چپیٹ دیں اور تم بیزار ہو اور اے قوم میں تم سے کچھ اس پر مال نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ پر ہی ہے اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تم کو نرے جاہل لوگ پاتا ہوں اور اے قوم مجھے اللہ سے کون بچالے گا اگر میں انہیں دور کروں گا تو کیا تمہیں دھیان نہیں اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں انہیں نہیں کہتا جن کو تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں کہ ہرگز انہیں اللہ کوئی بھلائی نہ دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے ایسا کروں تو ضرور میں ظالموں میں سے ہوں بولے اے نوح! تم ہم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے تو لے آؤ جن کا ہمیں وعدے دے رہے ہو۔ اگر تم سچے ہو بولا وہ تو اللہ تم پر لائے گا اگر چاہے اور تم تھکا نہ سکو گے اور تمہیں میری نصیحت نفع نہ دے گی۔ اگر میں تمہارا بھلا چاہوں جبکہ اللہ تمہاری گمراہی چاہے وہ تمہارا رب ہے اور اسی طرف پھرو گے کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے جی سے بنالیا تم فرماؤ اگر میں نے بنالیا ہوگا تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں تمہارے گناہ سے الگ ہوں اور نوح علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے۔ مگر جتنے ایمان لا چکے تو غم نہ کھا اس پر جو وہ کرتے ہیں اور کشتی بناؤ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور ڈبوئے جائیں گے اور نوح کشتی بناتا ہے۔ جب اس قوم کے سردار اس پر گزرتے اس پر ہنستے بولا اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا تم ہنستے ہو تو اب جان جاؤ گے کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے اور اترتا ہے وہ عذاب جو ہمیشہ رہے یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور ابلا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کرلے ہر چیز میں سے ایک جوڑا نر و مادہ اور جن پر بات پڑ چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں اور باقی مسلمانوں کو اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے اور بولا اس میں سوار ہو اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا اور مہربان ہے اور وہ ہی انہیں لے جا رہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے تھا اے میرے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا کہا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رہ گیا اور حکم فرمایا گیا اے زمین اپنا پانی نگل لے اور آسمان تھم جا اور پانی خشک کردیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ اور نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا' فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن عرض کی اے رب میرے میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہو جاؤں فرمایا گیا اے نوح' کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر اور کچھ گروہ ہیں جنہیں ہم دنیا برتنی دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ انہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری

قوم اس سے پہلے تو صبر کرو بے شک بھلا انجام پرہیزگاروں کا۔

وَنُوحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ .... تا فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ (انبیاء:۷۶تا۷۷)

اور نوح کو جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی سختی سے نجات دی اور ہم نے ان لوگوں پر اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بے شک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ......... تا وَاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ (مومنون:۲۳تا۳۰)

اور بے شک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم نے تو یہ اگلے باپ دادوں میں نہ سنا وہ تو نہیں مگر ایک دیوانہ مرد تو کچھ زمانہ تک اس کا انتظار کئے رہو نوح نے عرض کی! اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا تو ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور ابلے تو اس میں بٹھا لے ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والے مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا یہ ضرور ڈبوئے جائیں گے پھر جب ٹھیک بیٹھ لے کشتی پر تو اور تیرے ساتھ والے تو کہہ سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی اور عرض کر میرے رب مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بے شک ضرور ہم جانچنے والے تھے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ نِ الْمُرْسَلِیْنَ.........وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (شعرا:۱۰۵تا۱۲۲)

نوح علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان کے ہم قومِ نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا بھیجا ہوا امین ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو بولے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمہارے ساتھ کمینے ہوتے ہیں۔ فرمایا مجھے کیا خبر ان کے کام کیا ہیں ان کا حساب تو میرے رب پر ہی ہے اگر تمہیں حس ہو اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں' میں تو نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا بولے اے نوح (علیہ السلام)! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کئے جاؤ گے۔ عرض کی اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلایا تو مجھ میں اور ان میں پورا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے تو ہم نے بچا لیا اسے اور اس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں پھر اس کے بعد ہم نے باقیوں کو ڈبو دیا بے شک اسی میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ ....وَجَعَلْنٰهَا آیَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (عنکبوت:۱۴تا۱۵)

اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا تو انہیں طوفان نے آ لیا اور وہ ظالم تھے تو ہم نے اسے اور کشتی والوں کو بچا لیا اور اس کشتی کو سارے جہان کے لیے نشانی کیا۔

وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ .... ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (صافات: ۷۵ تا ۸۲)

اور بے شک ہمیں نوح (علیہ السلام) نے پکارا تو ہم کیا ہی اچھے قبول فرمانے والے اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تاریخ باقی رکھی۔ نوح علیہ السلام پر سلام ہو جہان والوں میں بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ .... فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (قمر: ۹ تا ۱۷)

ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندہ کو جھوٹا بتایا اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے جھڑکا تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کر کے بہا دی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمایا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ .... الی آخر السورہ۔ (نوح)

بے شک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اس کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔ اس نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا کسی طرح تم جانتے۔ عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑا تو میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ کی اور بڑا غرور کیا پھر میں نے انہیں علانیہ بلایا پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ تم پر شراٹے کا مینہ (بارش) بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح بنایا کیا تم نہیں دیکھتے' اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے گا اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو نوح علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا اور بہت بڑا داؤ کھیلے اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور تو ظالموں کو زیادہ نہ کرنا مگر گمراہی اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا اور نوح علیہ السلام نے عرض کی۔ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو

گمراہ کر دیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار بڑی ناشکرا اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی۔

ان آیات طیبات سے متعلق گفتگو تفسیر ابن کثیر میں گزر چکی ہے اور ہم انشاء اللہ مختلف مقامات سے اور احادیث طیبہ اور بزرگوں کے اقوال سے اس قصہ کو ذکر کریں گے۔

قرآن پاک میں مختلف مقامات میں حضرت نوح علیہ السلام کی مدح وستائش اور ان کے مخالفین کی مذمت بیان کی گئی۔ سورۃ نساء میں حکم الٰہی ہے:

اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ.......... عَزِيْزًا حَكِيْمًا (نساء:۱۶۳تا۱۶۵)

بے شک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی اور رسولوں کو جن کا ذکر آگے ہم تم سے فرما چکے اور ان رسولوں کو جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا اٰتَيْنٰهَا اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ.......... اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (انعام:۸۳تا۸۷)

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی ہم جسے چاہے درجوں بلند کریں۔ بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کئے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو اور ذکریا اور یحیٰ اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ.......... الخ (ابراہیم:۹)

کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے۔ انہیں اللہ ہی جانے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے اور بولے ہم منکر ہیں اس کے جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا اور جس راہ کی طرف ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں وہ شک ہے کہ بات کھلنے نہیں دیتا۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ.......... الخ (التوبہ:۷۰)

کیا انہیں اپنے سے اگلوں کی خبر نہ آئی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور وہ بستیاں الٹ دی گئیں ان کے رسول روشن دلیلیں ان کے پاس لائے تھے تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے۔

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ.......... الخ (اسرا:۳)

اے ان کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا (اسرا:۱۷)

اور ہم نے کتنی ہی سنگتیں نوح علیہ السلام کے بعد ہلاک کر دیں اور تمہارا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار دیکھنے والا۔

اسی طرح انبیاء، مومنوں، شعرا اور عنکبوت میں تذکرہ گزر چکا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ ...... الخ (احزاب:۷)

اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ...... اَصْحٰبُ النَّارِ (غافر:۵تا۶)

ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے یہ قصد کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ساتھ جھگڑے کہ اس سے حق کو ٹال دیں تو میں نے انہیں پکڑا پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور یونہی تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ........ فَحَقَّ عِقَابِ (ص:۱۲تا۱۴)

ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں نوح کی قوم اور عاد اور چومیخا کرنے والا فرعون اور ثمود اور لوط کی قوم اور بن والے یہ ہیں وہ گروہ، ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو تو میرا عذاب لازم ہوا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ......الخ (شوریٰ:۱۳)

تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو مشرکوں پر بہت ہی گراں ہیں وہ جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو اور اللہ اپنے قریب کے لیے چن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ........ فَحَقَّ وَعِيْدِ (ق:۱۲تا۱۴)

ان سے پہلے جھٹلایا نوح کی قوم اور رس والوں اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے ہم قوموں اور بن والوں اور تبع کی قوم نے ان میں ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ........ الخ (ذاریات:۴۶)

اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى (النجم:۵۲)

اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہلاک کیا) بے شک وہ ان سے (عاد و ثمود سے) بھی ظالم اور سرکش تھے۔

سورۃ قمر میں ذکر گزر چکا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا........ الخ (تحریم:۱۰)

اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے نکاح میں

تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرَاهِيْمَ .....الخ (الحدید:۲۶)

اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
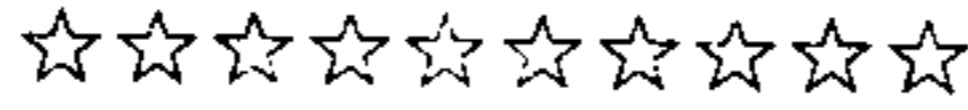
قوم بت پرستی کی طرف مائل

حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ قرآن پاک' احادیث طیبہ اور بزرگانِ دین کے اقوال سے ماخوذ ہے۔ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرون کا دورانیہ تھا اور دس کے دس قرون ہی فطرت اسلام پر تھے (بخاری) قرن سے مراد گروہ یا سوسالہ مدت ہے۔ اس صالح زمانہ کے گزر جانے کے بعد قوم بت پرستی میں مشغول ہوگئی۔ اس کا سبب وہی تھا جسے امام بخاری علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ذکر کیا ہے:

اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

درحقیقت یہ نام حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے تھے جب ان لوگوں کا وصال ہوگیا تو شیطان نے ان کے معتقدین کو بہکا دیا اور ان کے دلوں میں یہ تصور ڈال دیا کہ ان نیک لوگوں کی یاد کے طور پر ان کی شکلوں کے بت بنا کر اپنی مجلسوں میں سجالو اور انہی لوگوں کے نام پر ان کے نام مقرر کرلو۔ لوگوں نے ایسا تو کرلیا لیکن ان کی پوجا و پرستش سے گریزاں و ترساں رہے یہاں تک کہ بعد میں آنے والے لوگ فقدان علم کی بنا پر ان کو پوجنے لگے۔

حضرت ابن عباس' عکرمہ' ضحاک' قتادہ' محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہم کے اقوال کے مطابق یہی بت مشرکین عرب میں پوجا کا مرکز بنے رہے۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں محمد بن قیس کے حوالے سے لکھتے ہیں حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان والی قومیں مسلمان اور نیکوکار تھی۔ ان کے متبعین نے سوچا اگر ہم ان کی شکل وصورت کے بت بنالیں تو ان کی یاد میں عبادت الٰہی یکسوئی سے کریں گے۔ انہوں نے ان کی شکل کے بت بنائے' پس جب ان کا بھی وصال ہوگیا تو بعد میں آنے والوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا اور کہا کہ تمہارے آباؤ اجداد تو انہیں کو پوجتے تھے انہیں سے بارش طلب کرتے تھے لہٰذا تم بھی ان کی پیروی کرو اسی طرح لوگوں میں بت پرستی کی قبیح رسم جاری ہوگئی۔

عروہ ابن زبیر روایت کرتے ہیں کہ ود' یغوث' یعوق' سواع' نسر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے ان سب میں متقی وپرہیزگار اور سب سے بڑا ود تھا۔

(یہ پانچ بت ان کے نزدیک بڑے عظمت و مرتبے والے تھے (العیاذ باللہ) ود مرد کی صورت' سواع عورت کی صورت' یغوث شیر کی شکل' یعوق گھوڑے کی شکل اور نسر کرگس کی شکل کا تھا۔ یہ بت قوم نوح سے منتقل ہوتے ہوئے عرب تک پہنچے)

مشرکین کے مختلف قبائل نے ایک ایک کو اپنے لیے مختص کرلیا تھا)

وڈ اور اس کی پوجا

ابن ابی حاتم علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ حضرت باقر رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے کہ ان کے قریب لوگوں نے یزید بن مھلب کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ جب نماز ادا فرما چکے تو فرمانے لگے لوگو تم جس یزید بن مہلب کا تذکرہ کر رہے تھے۔ وہ ایسی سرزمین پہ قتل ہوا جہاں غیر اللہ کو پوجا جاتا تھا اور وہ غیر اللہ ''وڈ'' تھا۔

ود نیک، متقی اور صالح انسان تھا اور اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھا۔ شہر بابل میں اس کا انتقال ہوا اور وہی اس کو دفن کیا گیا۔ اس کی تدفین کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر جمع ہو کر ماتم اور گریہ زاری شروع کردی۔ شیطان ملعون نے جب ان کی گریہ زاری اور بے قراری کو دیکھا تو انسانی شکل میں ان کے پاس آ کر شریک غم ہوگیا۔ کہنے لگا کہ تمہاری اس گریہ زاری کو دیکھ کر میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں اس ود کی شکل کا بت بنادوں جسے تم اپنی مجالس میں سجا کر غم بھی غلط کرتے رہو اور ان کی یاد بھی تازہ رہے۔ وہ سب شیطان کے بہکاوے میں ایسے آئے کہ سب نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہے اگر تم ایسا کردو۔ شیطان لعین نے اس صالح شخص ود کی شکل و صورت کو بناڈالا۔ لوگوں نے اسے اپنی (مذہبی) مجلس میں سجالیا۔ اسی طرح ہر مجلس و محفل میں تذکرے شروع ہوگئے۔ شیطان نے جب ساری قوم کو اس کی یاد میں منہمک دیکھا تو ایک اور تیر چلاتے ہوئے کہا کہ تم سب لوگوں کے لیے اس کی ایک ایک شکل بنادیتا ہوں۔ انہیں اپنے اپنے گھروں میں سجالو اور اس کی یاد سے اپنے دلوں کو سامانِ تسکین فراہم کرتے رہو۔ لوگ اس پر آمادہ ہوگئے۔ شیطان نے اس کی اتنی شکلیں پیدا کردیں کہ ہر گھر میں ود کی شکل کا بت موجود تھا۔ آنے والی نسلوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے آباء واجداد اس کی یاد میں محو رہتے ہیں اور نسلوں کو وصیت بھی یہی کی جاتی ہے کہ یادوں کا سلسلہ ٹوٹنے مت پائے تو انہوں نے یادوں سے ترقی کر کے انہیں مرکز عبادت بنالیا۔ روئے زمین پر سب سے پہلے جس کو غیر اللہ کے طور پر معبود بنایا گیا ود کی شکل کا بت تھا۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ جس بت کو بھی دنیا میں پوجا گیا اس کی ابتدا اسی بت سے ہوئی۔ رفتہ رفتہ انہیں شکلوں کو باقاعدہ ایک مجسمے میں تبدیل کردیا گیا جس سے ان کا اعتقاد اس کے لیے اور مضبوط و مستحکم ہوگیا۔ اسی طرح دوسرے بت بھی ان کے معبود بن گئے۔ ان بتوں کی عبادت میں بہت سارے مسالک و عقائد ہیں جنہیں تفسیر ابن کثیر میں ذکر کردیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت اُم سلمہ اور اُم حبیبہ رضی اللہ عنہما محبوب کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر خدمت تھیں۔ دریں اثنا انہوں نے ایک گرجہ کا تذکرہ کیا جو ماریہ نام سے موسوم انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا امہات المومنین رضی اللہ عنہما نے جب اس کی خوبصورتی اور اس میں آویزاں تصاویر کا ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ قدیم میں جب کوئی نیک و صالح شخص وصال کر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرلیتے اور اس شخص کی تصویر بنا کر ان گرجوں میں سجالیتے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

روئے زمین پر پہلے رسول

ان روایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب روئے زمین پر انتشار و افتراق اور صنم پرستی کی وبا پھیل گئی تو اللہ تعالیٰ نے

اپنے بندے اور رسول حضرت نوح علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا تاکہ مخلوق خدا معبود حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہو سکے اور ماسوا اللہ معبودان باطلہ کی شر آمیزیوں سے نجات پالے۔ حضرت نوح علیہ السلام روئے زمین پر سب سے پہلے رسول ہیں آپ کے اول الرسل ہونے کی تائید بخاری و مسلم کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میدانِ حشر میں لوگ سرگرداں و پریشان ہوں گے حضرت آدم علیہ السلام کے حضور حاضر ہو کر عرض کریں گے۔ حضرت آپ ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست قدرت سے پیدا فرمایا اپنی معزز روح آپ میں پھونکی۔ آپ کو مسجود ملائک بنایا' قیام جنت سے نوازا' جلال الٰہی کے اظہار کی وجہ سے ہم جس کرب میں مبتلا ہیں آپ اسے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ہماری تکالیف پر رحم کیجئے اور ہماری بارگاہِ الٰہیہ میں سفارش کیجئے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے' پرودگار عالم آج جس غضب و جلال میں ہے نہ اس سے پہلے کبھی تھا اور نہ ہوگا۔ شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے میں خود نادم و شرمسار ہوں۔ الامان' الامان جاؤ کسی اور کا سہارا ڈھونڈو جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

لوگوں کا رخ پھرے گا لوگ دوڑتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ عرض کریں گے یا نُوْحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلُ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ اے نوح آپ روئے زمین پر سب سے پہلے رسول تھے۔ بارگاہِ الٰہیہ سے آپ کو شکر گزار بندہ ہونے کا لقب عطا ہوا۔ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کیسے کرب میں مبتلا ہیں۔ ارحم الراحمین کے حضور ہماری سفارش فرمائیے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا رب جس غضب و جلال میں ہے اس سے پہلے کبھی تھا نہ آئندہ ہوگا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا پیغام توحید

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت نوح علیہ السلام کو منصب رسالت سے نوازا' اس وقت بت پرستی مذہب کی شکل اختیار کر کے قوم کی رگوں میں رچ بس چکی تھی آپ نے قوم کو عبادتِ الٰہیہ کی دعوت دی اور فرمایا کہ اللہ وحدہٗ' لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بت' تصویریں اور سرکشوں کو پوجنا شرک ہے۔ ان کو چھوڑ کر الٰہ العالمین کی وحدانیت کا اعتراف کر کے اسی کے حضور سربسجود ہو جاؤ اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی پالنہار۔

انبیاء ورسل اولادِ نوح علیہ السلام ہیں

تمام انبیاء ورسل حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وجعلنا ذریته هم الباقین اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔

سورۃ حدید میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بارے کہا: وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔ یعنی ہر نبی حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے ارشاد الٰہی ہے: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (نحل: ۳۶) اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو۔

پیغامِ توحید الٰہی

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا .... الخ (زخرف:۴۵)

اوران سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ .... الخ (الانبیاء۲۵)

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھی کو پوجو۔

اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ .... الخ (اعراف:۵۹)

اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی مبود نہیں بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

اَنْ لَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ (ھود:۲۶)

کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بے شک میں تم پر ایک مصیبت والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوْا .... الخ (اعراف:۶۵)

اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ .... قَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا (نوح:۲تا۱۴)

اے میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا کسی طرح تم جانتے عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑھا اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ کی اور بڑا غرور کیا پھر میں نے انہیں علانیہ بلایا پھر میں نے انہیں باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ تم پر شرائٹے کا مہینہ (موسلا دھار بارش) بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔

ان آیات طیبات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شب و روز کی کاوشیں قوم کو توحید الٰہیہ کا درس یاد دلانے اور ان پر کاربند کرنے کے لیے تھیں حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو سمجھانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور ہر ممکنہ حربہ استعمال فرمایا۔ علانیہ تبلیغ فرماتے رہے چھپ چھپ کر کرتے رہے کبھی قوم کو رضائے الٰہیہ کی امیدیں دلاتے اور کبھی ان کو وعیدیں سناتے۔ سالہا سال کی سعی بسیار کے باوجود قوم نے راہ راست پر آنا تھا نہ آئی بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کا شکر گزار ہونے کی بجائے قوم کی اکثریت گمراہی و سرکشی اور بتوں کی پوجا میں متشدد اور عداوت و دشمنی میں پختہ ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کو جلاوطن کرنے اور زمین میں گاڑ دینے کی دھمکیاں دی گئیں طعنہ بازی کی گئی اور ان کی معصومانہ ذات پر کیچڑ اچھالا گیا بلکہ عملی طور پر ان کے ساتھ غیر مہذبانہ سلوک روا رکھا گیا۔ ارشاد باری ہے: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ

قَوْمِ......مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ (اعراف:۶۰ تا ۶۱) اس کی قوم کے سردار بولے بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں کہا اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔

یعنی جس طرح تم گمان کرتے ہو کہ خدانخواستہ میں گمراہی پر ہوں نہیں ایسا نہیں بلکہ میں تو راہِ استقامت پر ہوں اور پروردگار عالم کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (اعراف:۶۲)

تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔

یہ رسول کی شان ہے کہ وہ فصیح و بلیغ اور نصیحت آمیز گفتگو فرماتا ہے اور اللہ و عزوجل کی جانب سے لوگوں سے کمال درجے کا علم والا ہوتا ہے۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے سردار آپ کے متبعین کے بارے یوں دریدہ دھن ہوتے ہیں۔

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا......الخ (ھود:۲۷)

ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ قوم تعجب کرتی تھی کہ انسان رسول کیسے بن گئے ان کے متبعین کو کم تر اور گھٹیا مخلوق سمجھتے تھے۔

انبیاء کرام کے اولین پیروکار صاحب عسرت تھے

ہمیشہ یہ دستور رہا کہ انبیاء کرام کے اولین پیروکار اور متبعین کمزور اور ضعیف المال لوگ ہی رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متبعین بارے بھی قوم کے ناہنجار سردار یہی عیب لگاتے تھے کہ عجز و انکساری سے پیش آنے والی گھٹیا مخلوق تمہاری گرویدہ ہے۔

ھرقل بادشاہ کے دربار میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا تذکرہ ہوا تو کسی نے کہا وہ تو کمزور لوگ ہیں تو ھرقل نے کہا یقیناً ایسا ہی ہوگا کیونکہ دینِ حق قبول کرنے کے لیے انہیں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔

بادی الرأی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں کا نظریہ تھا کہ آپ کے پیروکار ضعیف الرائے ہیں۔ ان میں غور و فکر کا عنصر ہی موجود نہیں انہوں نے محض حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت سن کر لبیک کہہ دیا حالانکہ یہی چیز ان کی قابل ستائش اور باعث رضائے الٰہیہ تھی کیونکہ حق محتاج غور و فکر نہیں ہوتا بلکہ ظہورِ حق کے ساتھ ہی قبول حق لازم و واجب ہو جاتا ہے۔

فضیلت ابوبکر رضی اللہ عنہ

ظہورِ حق کے ساتھ ہی قبول حق یہی وہ وصف تھا جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ممتاز بنا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا میں نے جسے بھی اسلام کی دعوت دی اس نے تردد و توقف کیا۔ ماسوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے ذرا بھر بھی تاخیر نہیں کی۔ یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور میں تشریف لے جانے کے بعد فوراً صحابہ کرام

نے ان کی بیعت کرنا شروع کر دی۔ سوچ و بچار کی ضرورت تک محسوس نہ کی کیونکہ صحابہ کرام کے نزدیک ان کی افضلیت ظاہر و باہر تھی یہی وجہ تھی کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالصراحت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تجویز کرنا چاہا تو آپ نے یہ خیال فرماتے ہوئے اس ارادہ کو ترک فرما دیا کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام سامنے آئے گا تو ہر شخص بسر و چشم اس کو تسلیم کرے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اندازِ تکلم

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم لغویات بکتی رہی آپ کو اور آپ کو متبعین کو کہنے لگی وَ مَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ .... کٰرِھُوْنَ (ھود: ۲۷ تا ۲۸)

اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں بولا! اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو تم اس سے اندھے رہے کیا ہم اسے تمہارے گلے چپیٹ دیں اور تم بے زار ہو۔

کافروں نے کہا گو تم ایمان سے متصف بھی ہو چکے ہو پھر بھی تمہارے لیے کوئی بڑھائی اور فضیلت ہمارے ہاں نہیں، حضور نوح علیہ السلام نے دعوت الی الحق کے لیے جواباً بڑا ہی نرم اور شفقت بھرا لہجہ اختیار فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ و ہارون کے انداز گفتگو کی شہادت دیتے ہوئے فرماتا ہے: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی (طٰہٰ: ۴۴) تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ .... الخ (نحل: ۱۲۵)

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جو اپنی قوم سے کہا اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ .... کٰرِھُوْنَ۔

بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر یعنی نبوۃ و رسالت پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو تم اس سے اندھے رہے یعنی نہ تم نے اسے سمجھا اور نہ ہی ہدایت قبول کرنے کی کوشش کی کیا ہم اسے تمہارے گلے چپیٹ دیں اور تم بے زار ہو یعنی جبراً ہم تم پر مسلط کر دیں جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔

یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ یعنی اس دعوت حق کو تم تک پہنچانے میں کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بلکہ میرا اجر تو میرے رب کے ذمہ ہیں جس کے پاس لافانی بھلائیاں ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا یہ فرمانا: وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ .... الخ

اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تم کو نرے جاہل لوگ پاتا ہوں۔

گویا کہ کافروں نے مطالبہ کیا تھا کہ ان اہل ایمان کو اپنے سے دور کر دو اور اگر آپ ایسا کریں تو ہم آپ کے روبرو حاضر ہو جائیں گے آپ نے انکار کیا اور کہا: اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ یعنی میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے انہیں دور کر دیا تو اللہ کے حضور میری

شکایت کریں گے۔ اسی لیے آپ نے کہا: يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ اے قوم مجھے اللہ سے کون بچالے گا اگر میں تمہیں دور کردوں گا تو کیا تمہیں دھیان نہیں بعینہ یہی انداز سرداران کفار نے رؤف رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اختیار کیا کہ آپ غریب وضعیف صحابہ کرام عمار صہیب 'بلال اور حضرت خباب رضی اللہ عنہم کو اپنے سے دور کردیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمیت کو جوش آیا فرمایا اے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے متکبر وسرکش لوگوں کی اسلام کو قطعاً ضرورت نہیں آپ ان صحابہ کرام پر ہی نگاہ عنایت فرمائے رکھیں جیسا کہ سورۃ کہف وانعام میں ذکر ہے۔

وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ "اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں از خود میں نہ کچھ جانتا ہوں اور نہ کسی چیز کا مالک مگر اللہ کریم جو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے مجھے عطا فرما دیتا ہے: وَلَا اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْ اَعْيُنُكُمْ ......الخ

اور میں اپنے متبعین کے بارے جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں کہ ہرگز انہیں اللہ کوئی بھلائی نہ دے گا اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلو میں ہے ایسا کروں تو میں ضرور ظالموں میں سے ہوں یعنی میں ان پر اس چیز کی گواہی نہیں دیتا کہ روز حشر اللہ کے ہاں ان کے لیے کوئی بھلائی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے اور ان کے دلوں میں جو کچھ ہے اسی کے مطابق انہیں جزا وسزا دے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا:

اَنُؤْمِنُ لَكَ ......نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (شعراء: ۱۱۱تا۱۱۵)

کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمہارے ساتھ کمینے ہوتے ہیں۔ فرمایا مجھے کیا خبر ان کے کام کیا ہیں ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اگر تمہیں حس ہو اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں میں تو نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے مابین باہمی مباحثہ طول پکڑ گیا۔ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظَالِمُوْنَ ۔ یہاں تک کہ ساڑھے نو سو سال بیت گئے اس مدت طویلہ کے دوران سوائے چند لوگوں کے کسی کو بھی قبول حق کی توفیق نصیب نہ ہوئی' جب کفار کا وقت انتقال قریب آتا تو وہ اپنی نسلوں کو وصیت کر جاتے کو نہ تو تم نے حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانا ہے اور نہ مخالفت ومعاندت سے منہ پھیرنا اسی طرح ہر والد کی اولاد جب فہم وشعور تک پہنچتی تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کر دیتا کہ جب تک تم زندہ رہو گے حضرت نوح علیہ السلام پر قطعاً ایمان نہیں لانا ہوگا۔ ایمان اور اتباع حق سے انکار ان کی فطرت میں رچ بس چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا انہیں جنے گی یہ قوم مگر بدکار اور ناشکر گزار نسل۔

اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا ......تا بِمُعْجِزِيْنَ (ھود: ۳۲تا۳۴)

کفار بولے اے نوح (علیہ السلام) تم ہم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے تو لے آؤ جن کا ہمیں وعدے دے رہے ہو

اگر تم سچے ہو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا وہ تو اللہ تم پر لائے گا اگر چاہے اور تم تھکا نہ سکو گے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کی بے لوث خدمات دین جو نو سے زائد صدیوں پر محیط ہے اس محنت شاقہ کا کوئی مثبت ردعمل سامنے نہ آیا اور قوم کے پاس بھی بت پرستی کا کوئی جائز اور معقول عذر نہ تھا تو قوم نے کہا اس جھگڑے اور مباحثے کو چھوڑو اور عذاب لے آؤ تو آپ نے فرمایا: اَللّٰہُ قَادِرٌ" کَرِیْمٌ" ذات اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ وہ ہر شے پر قادر اور بے نیاز ہے وہ جب کسی چیز کو معرض وجود میں لانا چاہتا ہے تو فرماتا ہے کن ہو جا تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔

وَلَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ..........الخ (ھود:۳۴)

اور تمہیں میری نصیحت نفع نہ دے گی اگر میں تمہارا بھلا چاہوں جبکہ اللہ تمہاری گمراہی چاہے وہ تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف پھرو گے۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہیں راہ راست پہ نہیں لانا چاہتا تو کسی میں یہ مجال نہیں کہ کوئی تمہیں ہدایت دے دے وہ ذات جسے چاہتی ہے ہدایت سے سرفراز فرما دیتی ہے اور جسے چاہتی ہے ذلت وگمراہی کے گھڑوں میں دھکیل دیتی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے علم ہے کون مستحق ہدایت ہے اور کون گمراہی کا حقدار وہ اعلیٰ وارفع حکمت وحجت والا ہے۔

جب کاوشیں درجہ انتہا کو پہنچ گئیں اور حضرت نوح علیہ السلام قوم کی جانب سے قبولیت حق پر مایوس وناامید ہو گئے تو آپ کو تسلی دی گئی کہ جو ایمان لانا چاہتے تھے سو لا چکے اب آپ فکر چھوڑ دیں۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (ھود:۳۶)

اور نوح علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے تو غم نہ کھا اس پر جو وہ کرتے ہیں آپ بے فکر ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی مدد قریب آ چکی ہے اور وہ مدد ایک عجیب وغریب واقعہ کی صورت میں ہے اور وہ یہ ہے وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (۳۷)

اور کشتی بناؤ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے مجھ سے بات نہ کرنا اور ضرور ڈبو دیئے جائیں گے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام قوم کی اصلاح اور فلاح سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے دیکھ لیا اب ان کے لیے بھلائی کی کوئی راہ باقی نہیں رہی اور قوم نے بھی قول وفعل سے اذیت وتکلیف اور تکذیب کا ہر تیر آزما لیا ہے۔

مایوسی اور فریاد:

کشتی کی تیاری کا حکم درحقیقت حضرت نوح علیہ السلام کا قوم سے مایوس ہو کر بارگاہِ الٰہیہ میں فریاد کرنے کے نتیجہ میں تھا جب حضرت نوح علیہ السلام نے بھانپ لیا کہ اب بھلائی وخیر کی ہر صورت کا سد باب ہو چکا ہے بلکہ مجھے محبت بھری کاوشوں کے نتائج بغض وعناد اور اعلائے کلمۃ الحق کے جواب میں تکذیب وتندیم اور اخوت و بھائی چارہ کے لیے اٹھائے جانے والے اقدام پر افتراق وانتشار کے تیر مارے جاتے ہیں۔ اذیت وتکلیف کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور رحمت الٰہیہ کی آغوش میں آنے کے لیے بھی تیار نہیں تب حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد ودعا کو شرف

قبولیت بخشا' قرآن پاک نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے:

وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ.......... تا اَلْكَرْبِ الْعَظِيْمِ (صافات ۷۵تا۷۶)

ہمیں نوح نے پکارا تو ہم کیا ہی اچھا قبول فرمانے والے ہیں اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی۔

وَنُوْحًا اِذْنَادٰى مِنْ قَبْلُ.........الخ (انبیاء:۷۶)

اور نوح کو جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی سختی سے نجات دی۔

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِىْ كَذَّبُوْنَ ....مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (شعراء ۱۱۷تا۱۱۸)

(حضرت نوح علیہ السلام نے) عرض کی اے میرے رب میری قوم نے جھٹلایا ہے تو مجھ میں اور ان میں پورا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔

فَدَعَا رَبَّهٗ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (قمر:۱۰)

تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِىْ بِمَا كَذَّبُوْنَ (مومنون ۳۹)

عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے جھٹلایا۔

مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا.........فَاجِرًا كَفَّارًا (نوح ۲۵تا۲۷)

اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں کوئی بسنے والا نہ چھوڑ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد ہو گی تو وہ بھی نہ ہو گی مگر بدکار بڑی ناشکر کافروں کے فسق و فجور اور ان کے نبی علیہ السلام کی بددعا کے نتیجے میں ان کی خطائیں جمع ہو کر عذاب الٰہی کی صورت اختیار کر گئیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایسی بے نظیر کشتی تیار کرو جیسی زمانے کی آنکھ نے تا قیامت نہ دیکھی ہو اور نہ دیکھ سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اے نوح (علیہ السلام) جب میرا عذاب آجائے جو صرف مجرموں تک محدود ہو گا تو پھر ایسا نہ ہو کہ تم عذاب الٰہی کی طوفان خیزیوں کو دیکھ کر جذبہ ترحم کی بنا پر اپنی فریاد سے رجوع کرنے لگو کیونکہ خبر معائنہ و مشاہدہ جیسی نہیں ہوتی۔

عجیب مذاق

وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا.........عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (ھود ۳۷تا۳۹)

اور ظالموں کے بارے مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور ڈبو دیئے جائیں گے اور نوح کشتی بناتا ہے اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے تو اس پر ہنستے بولا اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا تم ہنستے ہو تو اب جان جاؤ گے کس پر آتا ہے

وہ عذاب کہ رسوا کرے اور اترتا ہے وہ عذاب جو ہمیشہ رہے۔

کافر جب حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی کی تیاری میں مصروف دیکھتے تو تمسخر کرتے کیونکہ عذاب الٰہی کا تصور بھی ان کے ذہن وگمان میں نہ تھا اور مذاق اڑاتے کہ خشکی پر کشتی کو کیسے رواں کریں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے کہ ہمیں تم پر تعجب ہے کہ عذاب تمہارے سر کے قریب پہنچ چکا ہے اور تم ابھی تک کفر وعناد پر ڈٹے ہوئے ہو گویا کہ کفر غلیظ اور عناد بلیغ دنیا میں ان کی فطرت بن چکا ہے اور آخرت میں بھی ایسے ہی ڈھٹائی سے وہ انکار کریں گے۔

امت وسط کی شہادت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بروز حشر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو بارگاہِ الٰہیہ میں پیش کیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے خطاب فرمائے گا کیا تم نے اپنی قوم تک میرا پیغام ہدایت پہنچا دیا تھا؟ آپ عرض کریں گے ہاں الٰہ العالمین، پھر باری تعالیٰ قومِ نوح سے پوچھے گا کیا تم تک میرا پیغام ہدایت پہنچ گیا تھا؟ قومِ نوح کہے گی نہیں ہمارے پاس تو کوئی نبی آیا ہی نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے نوح کیا تمہارے اس فرض کے سبکدوش ہونے پر کوئی گواہ ہے؟ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت گواہی دے گی کہ واقعی ہی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنا فرض ادا فرما دیا تھا۔

آیتٌ طَیِّبَۃٌ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا .... الخ (بقرہ:۱۴۳)

اور بات یونہی ہے کہ ہم نے کیا تمہیں سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ کا یہی مطلب ہے اور وسط بمعنی عدل ہے یہ امت گواہی دے گی کہ انبیاء برحق تھے حضرت نوح علیہ السلام دین حق لے کے آئے اور انہیں اسی پیغام حق کو مخلوق خدا تک پہنچانے کا فریضہ سونپا گیا۔ انہوں نے فریضہ حق کی ادائیگی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اسے کمال وتمام اپنی امت تک پہنچا دیا۔ کوئی ایسی دینی منفعت نہ رہی جس کا آپ نے حکم نہ دیا ہو اور ایسی چیز جو قوم کے لیے ضرر ونقصان والی تھی اس سے روکا نہ ہو اور اس کے برے نتائج سے ڈرایا نہ ہو۔

تمام انبیاء ورسل کا یہی انداز رہا' یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اپنی قوم پر شفقت ومحبت کا اظہار فرماتے ہوئے دجال کے فتنوں سے بھی خبردار فرما دیا تھا گو کہ اس کا نکلنا زمانہ عیسوی میں متوقع نہ تھا۔

دجال یک چشم ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرارِ جان حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کی تعریف کرنے کے بعد دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا نہ ہو میں بھی تمہیں اس کے فتنہ سے آگاہ کرتا ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خبردار کیا لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ جان لو کہ بے شک وہ یک چشم (بھینگا) ہوگا اللہ کریم ایسا نہیں ہے۔ (بخاری)

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں ایسی علامت سے آگاہ نہ کردوں؟ جس سے کسی نبی نے اپنی امت کو آگاہ نہیں فرمایا۔ وہ بھینگا یک چشم ہے جنت و جہنم جیسی چیزیں اس کے ساتھ ہوں گی جسے وہ جنت کہے گا درحقیقت وہ جہنم ہوگی میں تمہیں اس سے اس طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

سفینہ نوح علیہ السلام کی ساخت وہیئت

جب حضرت نوح علیہ السلام کی فریادرسی بارگاہِ ایزدی میں شرف قبولیت اختیار کرگئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایک درخت اگاؤ تاکہ اس سے کشتی تیار ہو سکے پس آپ نے درخت لگایا اور سو سال تک اس کا انتظار کیا اور ایک قول کے مطابق چالیس سال تک انتظار کیا' پھر اسے چھیلا اس کو کانٹ چھانٹ کرنے اور چھیلنے میں بھی سو سال لگ گئے۔ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہ درخت ساکھ تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ صنوبر کا تھا اور یہی قول توراۃ کے موافق ہے حکم ہوا کہ کشتی اسی گز لمبی اور پچاس گز چوڑی ہو اور اس کے اندرونی و بیرونی حصہ پر تارکول لگایا جائے سامنے والا حصہ اوپر کو اٹھا ہوا ہو تاکہ تیرنے میں آسانی ہو۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کشتی کی لمبائی تین سو گز اور چوڑائی پچاس گز تھی توراۃ میں بھی ایسے ہی ہے۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لمبائی چھ سو گز اور چوڑائی تین سو گز تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کشتی کی لمبائی بارہ سو گز اور چوڑائی چھ سو گز تھی اور ایسا بھی منقول ہے کہ لمبائی دو ہزار گز اور چوڑائی سو گز تھی۔

ان جملہ مفسرین کے نزدیک کشتی کی بلندی تیس گز تھی اور اس کی تین منزلیں تھیں ہر منزل دس گز کی تھی۔ نچلی منزل میں چوپائے اور وحشی جانور درمیانی منزل میں انسان اور بالائی منزل میں پرندے تھے۔ دروازہ چوڑائی میں تھا اوپر ایک ڈھکن سا تھا جسے بند کر دیا جاتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي.........مُغْرَقُوْنَ (مومنون: ۲۶ تا ۲۷)

نوح نے عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما' اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا تو ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور ابل پڑے تو اس میں بٹھا لے' ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والے مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا یہ ضرور ڈبوئے جائیں گے۔

کشتی کی سواریاں

نزولِ عذاب سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمادیا کہ کشتی میں حیوانات سے ایک ایک جوڑا' حلال جانوروں میں سے اور دیگر اشیاء کشتی پر سوار کرلو تاکہ ان کی نسل باقی رہے اور ان کے ساتھ اپنے اہل خانہ کو سوائے ان کے جن پر پہلے حکم نازل ہو چکا یعنی جو کفر پر اڑے ہوئے ہیں سوار کرلو ہر کافر پر نزول عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے۔ عذاب عظیم کو دیکھ کر میری بارگاہ میں قوم بارے رجوع نہ کرنا اب وہ جو چاہے کریں ان پر عذاب آ کر رہے گا۔

تنور ابل پڑا

وَفَارَ التَّنُّوْرُ تنور سے مراد جمہور کے نزدیک روئے زمین ہے یعنی تمام اکناف عالم سے پانی ابل پڑے گا یہاں تک کہ تنور جو کہ آگ کا مرکز ہے اس سے بھی پانی ابل پڑے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تنور ہند میں ایک چشمہ ہے شعبی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک چشمے کا نام ہے۔قتادہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ایک جزیرہ ہے۔حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تنور سے مراد پو پھٹنا اور صبح کا روشن ہونا ہے یعنی جب صبح کی ضیا ظاہر ہو جائے تو ہر چیز کا جوڑا اس میں سوار کر لینا لیکن یہ قول غریب ہے۔

اہل کتاب کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام کو یہ حکم ملا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے سات سات جوڑے اور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کا ایک ایک جوڑا نر و مادہ سوار کریں۔

قرآن پاک میں لفظ اثنین استعمال ہوا جو سات سات کے جوڑوں کے منافی ہے پر منافات اس صورت میں ہوگی جب اثنین کو اِحْمِلْ کا مفعول مانیں اگر تاکید تسلیم کریں اور مفعول بہ کو محذوف مانیں پھر منافات و مغائرت باقی نہیں رہتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کشتی میں سب سے پہلے پرندے سوار کئے گئے اور سب کے آخر میں گدھا داخل ہوا ابلیس بھی گدھے کی دم سے لٹک کر کشتی میں سوار ہو گیا۔

زمین پر پہلی مرتبہ بخار

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے بحکم الٰہی ہر جوڑے کو کشتی میں سوار کر لیا تو آپ کے ساتھیوں نے عرض کی کہ ہمارے ساتھ تو شیر بھی ہے' شیر کی موجودگی ہمارے لیے اور دوسرے جانوروں کیلئے امن و امان کا باعث کیسے ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے شیر کو بخار کی شکایت میں مبتلا فرما دیا' سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں روئے زمین پر پہلی مرتبہ بخار اس وقت اترا بعد ازاں آپ سے چوہے کی شکایت کی گئی کہ یہ ہماری اشیائے خورد و نوش کو نقصان پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے شیر نے چھینک ماری جس سے ایک بلی نکلی بلی کو دیکھ کر چوہوں کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ دبک گئے۔

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لے مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی' یعنی آپ کی فریاد قبول ہو چکی ہے اور عذاب الٰہی کفار پر اترنے والا ہے ان کفار میں ہی آپ کا بیٹا یام بھی تھا جو ان کے ساتھ ہی غرق ہو گیا۔

اہل ایمان کی تعداد

فرمان الٰہی ہے: وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ اِلَّا قَلِيْلٌ "اور سوار کر لو انہیں جو آپ پر ایمان لے آئے ہیں یعنی آپ کی قوم میں سے جنہوں نے پیغام ہدایت قبول کر کے اسے حرز جان بنا لیا ہے پیغام ہدایت قبول کرنے والے تھوڑے لوگ تھے اور ان کی یہ قلیل تعداد بھی سالہا سال کی محنت شاقہ اور جہد مسلسل کے بعد وجود میں آئی۔ نرمی و شفقت اور گفتگو کا ہر انداز اپنا کر شب و روز ان کو

دعوت حق دی گئی، کبھی انہیں غضب الٰہی کی وعید سنائی جاتی، کبھی آخرت کی ابدی نعمتوں کی ترغیب دلائی جاتی تب کہیں جا کر چند افراد قبولیت حق پر آمادہ ہوئے وہ کتنے تھے؟ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی تعداد عورتوں سمیت اسی تھی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہتر افراد تھے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ دس افراد تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام آپ کے تین بیٹے، بیویاں اور یام کی بیوی تھی فقط یہی افراد تھے جبکہ خود یام راہ نجات سے بھٹک کر کافروں کا ساتھی بن گیا تھا۔

لیکن یہ قول آیت کے ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ حکم الٰہی ہے کہ آپکے ساتھ آپ کے اہل خانہ کے سوا اہل ایمان کا ایک گروہ بھی تھا جیسا کہ ارشاد ہے: وَنَجِّنِىْ وَمَنْ مَّعِىَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (شعراء:۱۱۸) مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ سات افراد تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد حام، سام، یافث اور یام تھے۔ اہل کتاب کے نزدیک یام کو کنعان نام سے پکارا جاتا تھا اور یہ غرق ہو گیا تھا۔ ان سب کی ماں حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی بھی ان لوگوں کے ساتھ غرق ہو گئی تھی جن کے بار... کفر کی تصدیق اللہ کریم کے قرآن نے فرمادی اور بیٹا عابر طوفان الٰہی سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا۔

اہل کتاب کہتے ہیں کہ آپ کی بیوی بھی کشتی پر سوار ہوئی تھی اس کے بعد وہ کافرہ ہوئی یا اسے تا قیامت مہلت دے دی گئی۔ پہلا قول ہی ظاہر وصحیح ہے بہرحال بقولہ تعالیٰ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۔ زمین پر کافروں میں کوئی بسنے والا نہ چھوڑ، اس کے مطابق وہ بھی غرق ہی ہو گئی۔

اللہ تیرا شکر ہے

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ .... خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (مومنون:۲۸تا۲۹)

پھر جب ٹھیک بیٹھ لے کشتی پر تو اور تیرے ساتھ والے تو کہہ سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی اور عرض کی کہ اے میرے رب مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

گویا حضرت نوح علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا کہ تم سرکش و نافرمان قوم سے چھٹکارے اور قدرتِ الٰہیہ سے کشتی کے مسخر ہو جانے پر اور ان سے نجات پانے پر شکر خدا اور حمد الٰہی بجالاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کی قوم کے درمیان فیصلہ فرمادیا ہے۔ آپ کے مخالفین اور مکذبین سے آپ کی آنکھوں کو تسکین عطا کر دی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَالَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا........وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (زخرف:۱۲تا۱۴)

اور جس نے سب جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں سے سواریاں بنائیں کہ تم ان کی پیٹھوں پر ٹھیک بیٹھو پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب اس پر ٹھیک بیٹھ لو اور یوں کہو پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے کی نہ تھی (یعنی ہم اس پر قابو پانے کی قدرت نہ رکھتے تھے) اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

ایسے ہی ہر کام کی ابتدا میں دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ اس کا آغاز خیر و برکت سے ہو اور انجام بطریق احسن ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بوقت ہجرت حکم الٰہی ہوا کہ یہ دعا پڑھیے قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا (اسرا: ۷۰) اور یوں عرض کروائے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے دے۔

اس جیسی وصیت حضرت نوح علیہ السلام کو بھی کی گئی حکم ہوا: اِرْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ھود: ۴۱) اس میں سوار ہو اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے یعنی اللہ کے نام سے ہی اس کا چلنا اور سفر کا ختم ہونا ہے میرا رب اہل ایمان پر بہت مہربان ہے اور مجرمین کو دردناک عذاب میں گرفتار فرمانیوالا ہے۔ ان سے عذاب کو نہیں ٹالتا جنہوں نے روئے زمین پر کفر کیا اور غیر اللہ کو پوجا ہو۔

کشتی کی روانگی

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ (ھود: ۴۲) اور وہی انہیں لیے جارہی ہے ایسی موج میں جیسے پہاڑ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حکم فرمادیا تھا کہ اپنے دھانے کھول دو۔ آسمان سے ایسی بارش برسی کہ زمین نے نہ اس سے قبل ایسی بارش دیکھی تھی اور نہ بعد میں دیکھے گی گویا کہ مشکیزوں کے دھانے کھل چکے تھے اور زمین کو حکم ہوا کہ اکناف عالم سے اپنی راہوں کو کھول دے۔ سورۃ قمر میں اسی چیز کی طرف یوں اشارہ ہے:

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ .... كُفِرَ (قمر۱۰تا۱۴)

تو اس نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کر کے بہادی تو دونوں پانی مل گئے۔ اس مقدر پر جو مقدر تھی اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔ یعنی کشتی ہماری حفاظت' نگہبانی اور ہمارے روبرو چلتی رہی۔ ابن جریر علیہ الرحمۃ اور دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ طوفانِ نوح قبطی حساب کے مطابق ماہ رواں کی تیرا تاریخ کو آیا تھا۔

پانی کی مقدار

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِيَةِ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (الحاقہ ۱۱ ۱۲)

بے شک جب پانی نے سر اٹھایا تھا ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا کہ اسے تمہارے لیے یادگار کریں اور اسے محفوظ رکھتا ہے۔

مفسرین کرام کی ایک جماعت اور توراۃ کے مطابق پانی پہاڑ کی چوٹی سطح زمین سے پندرہ گز کی بلندی تک پہنچ گیا تھا۔ ایک قول کے مطابق سطح زمین سے اسی گز بلند ہو گیا تھا۔ طول و عرض کے اعتبار سے روئے زمین سخت و نرم علاقے' پہاڑ' وادیاں اور صحرائی علاقے سب کے سب پانی میں ڈوب گئے تھے۔ روئے زمین پر کوئی چھوٹا بڑا بلکہ اس وحشت ناک منظر کو دیکھنے والی کوئی

آنکھ نہ تھی ہر چیز کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا گیا تھا۔

امام مالک علیہ الرحمۃ نے زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اس وقت کے لوگ جان بچانے کی خاطر پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ عبدالرحمٰن بن زید علیہما الرحمۃ کہتے ہیں زمین کا مختصر سا حصہ بھی ان سے خالی نہ بچا تھا۔

کنعان نافرمان

وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ......... فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ (ھود:۴۲،۴۳)

اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے تھا اے میرے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو بولا۔ اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا کہا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا جس پر وہ رحم کرے اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رہ گیا۔

عذابِ الٰہی کی نظر ہونے والوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا یام (کنعان) بھی تھا جو سام، حام اور یافث کا بھائی کا کافر اور عمل بد کا مرتکب تھا۔ اس نے اپنے والد گرامی کے پیغامِ ہدایت کو ٹھکراتے ہوئے ان کے دینی و مذہبی اعتقاد کی مخالفت کی اور وہ ہلاک ہو گیا جبکہ ان کے والد سے نسبی اختلاف اور مذہبی اتفاق والوں نے نجات پالی۔

شرک سے پاک معاشرہ

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ......... الخ (ھود:۴۴)

اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔

جب روئے زمین پر کوئی متکبر و سرکش اور باغی نہ بچا اور نہ ہی غیر اللہ کو کوئی پوجنے والا بچا تو اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تو برسنے سے رک جا پانی خشک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت میں جو تھا سو ہو کر رہا، پھر زبان قدرت سے انہیں یہ ندا دی گئی کہ ظالموں تم مغفرت و رحمت سے دور ہو دیگر مقامات پر یوں ارشادات ہوتے ہیں۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ......... الخ (اعراف:۶۴)

تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور اپنی آیتیں جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا بے شک وہ اندھا گروہ تھا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ......... مُنْذَرِيْنَ (یونس:۷۳)

تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انہیں ہم نے نائب کیا اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو ہم نے ڈبو دیا تو دیکھو ڈرائے ہوؤں کا انجام کیسا ہوا۔

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ......... الخ (انبیاء:۷۷)

اور ہم نے ان لوگوں پر اس کو مدد دی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بے شک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو

ڈبودیا۔

فَاَنْجَیْنٰہُ وَمَنْ مَّعَہٗ......... لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (الشعرا:۱۱۹تا۱۲۲)

تو ہم نے بچالیا اسے (نوح) اور اس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں پھر اس کے بعد ہم نے باقیوں کو ڈبودیا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

فَاَنْجَیْنٰہُ وَاَصْحٰبُ السَّفِیْنَۃِ وَجَعَلْنٰھَا اٰیَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ (عنکبوت:۱۵)

تو ہم نے اسے اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہان کے لیے نشانی کیا۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ (صافات:۸۲)

پھر ہم نے دوسروں کو ڈبودیا۔

وَلَقَدْ تَّرَکْنٰھَا اٰیَۃً......... مُّدَّکِرٍ (قمر:۱۵تا۱۷)

اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

مِمَّا خَطِیْئٰتِھِمْ اُغْرِقُوْا.........فَاجِرًا کَفَّارًا (نوح۲۵تا۲۷)

اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا اور نوح علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار بڑی ناشکر۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جو مجیب الدعوات ہے اور اس کے لیے ہی حمد وثنا ہے اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور روئے زمین کو یوں شرک سے پاک فرمادیا کوئی دیکھنے والی آنکھ باقی نہ بچی تھی۔

بلکتا بچہ

حضرت عائشہ عفیفہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اگر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے کسی پر رحم فرماتا تو معصوم بچے کی ماں پر رحم فرماتا۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام نے ہزار سال تک قوم کو پیغام ہدایت دیا پھر سو سال تک شجرکاری کی مہم میں مصروف رہے۔ درخت بڑے ہونے پھر ان کی کانٹ چھانٹ کی بعدازاں کشتی تیار کرنے لگ گئے قوم کشتی کی تیاری میں مصروف دیکھ کر مذاق اڑاتی اور کہتی کہ خشکی پر چلانے کے لیے کشتی بنا رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ظالموں عنقریب تمہیں پتا چل جائے گا کہ کشتی کیسے تیرتی ہے جب کشتی تیار ہوگئی اور پانی نکلنا شروع ہوگیا یہاں تک کہ پانی نے عالمگیر طوفان کی شکل اختیار کرلی تو ایک عورت جو اپنے بچے سے شدید محبت کرتی تھی وہ ممتا کے ہاتھوں مجبور ہوکر بچہ کو لے کر پہاڑوں کی چوٹی کی طرف چل پڑی یہاں تک کہ پانی پہاڑ کے تہائی حصہ تک پہنچ گیا تو وہ عورت آگے بڑھی اور عین پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئی۔ جب پانی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا تو اب اس

نے بچاؤ کے لیے بچہ کو ہاتھوں پر اٹھا کر سر سے بلند کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا تھا کہ روئے زمین پر ایک کافر بھی باقی نہ بچے گا لہٰذا دونوں عذاب الٰہی میں غرق ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں کسی پر رحم فرماتا تو اس بچے کی ماں پر رحم فرماتا۔

مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کسی کافر کو بھی بستا نہ چھوڑا۔

عوج بن عنق

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عوج بن عنق یا ابن عناق کے بارے جو یہ رائے پیش کی جاتی ہے کہ وہ طوفانِ نوح سے محفوظ رہا اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے سے لے کر زمانہ موسوی تک زندہ رہا' وہ کافر و سرکش اور مشرک و متکبر تھا' بے ہدایت اور حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹی کے زنا کا نتیجہ تھا۔ درازیٔ قد کا یہ عالم کہ وہ دریا کی گہرائی سے مچھلی پکڑ کر سورج کے قریب کر کے اس کی تمازت میں مچھلی بھون لیتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو دیکھ کر کہتا کہ یہ تیرا کیسا پیالہ ہے اس طرح وہ مذاق کرتا۔ مفسرین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس کے قد کی لمبائی تین ہزار تین سو تینتیس گز تھی۔ یہ ایسی بے سروپا باتیں ہیں جنہیں کتب تفاسیر و تاریخ میں نا جانے کس نے جمع کر دیا یہ عقل و نقل کے خلاف اور اعتبار و اعتماد کے معیار سے کوسوں دور ہیں۔

عقلی اعتبار سے تو اس طرح نا قابل یقین ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جو اپنی امت کے برگزیدہ رسول اور ان کے قائد ہوں جو مستجاب الدعوات اور مقبول بارگاہِ الٰہی ہوں ان کا اپنا بیٹا تو کفر و سرکشی کی پاداش میں غرق ہو جائے اور عوج بن عنق جو ظالم و سرکش وہ طوفانِ نوح سے محفوظ رہ کر زمانہ موسیٰ علیہ السلام تک زندہ رہے؟

جبکہ اللہ تعالیٰ نے قومِ نوح میں سے ایک ماں اور اس کے بچہ کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ عوج بن عنق متکبر و مشرک اور کافر فاسق کیسے زندہ رہ گیا؟

نقلی اعتبار سے اس لیے نا قابل عمل ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِيۡنَ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔

رَبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ دَيَّارًا اے میرے رب زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑ' یقیناً یہ کافر بھی زندہ نہ رہا۔

جہاں تک درازیٔ قد کا تعلق ہے تو اس بات کی بھی کوئی بنیاد و اصل نہیں بلکہ اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جو صحیحین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس وقت آپ کا قد مبارک ساٹھ گز تھا اس وقت سے لے کر تا حال مخلوق کا قد مسلسل گھٹتا چلا آ رہا ہے یہ فرمان عالیشان اس معصوم و برحق نبی کا ہے جو اپنی خواہش سے کوئی کلام نہیں کرتے بلکہ صاحب و ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی ہیں جن کا ہر قول وحی الٰہی کا مصداق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات ظاہری تک بلکہ تا قیامت مخلوقِ خدا کے قد میں کمی واقع ہوتی چلے آئے گی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی ان سے دراز قد ہو۔

ان احادیث کی موجودگی میں اہل کتاب کی خرافات کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے اور ان سے چشم پوشی کی جا سکتی ہے جبکہ وہ اہل کتاب جنہوں نے الہامی کتاب کو بدل ڈالا اور اس میں تحریف و تاویل کر دی۔ مضامین کتاب کی ترتیب بدل ڈالی تو ان کی باتیں

کیسے قابل یقین وایمان ہوسکتی ہیں یہ عوج بن عنق کے بارے بھی ایسی بے سروپا باتیں ان زندیق وفاسق وفاجر کی من گھڑت افواہیں ہیں جو انبیاء کرام کے دشمن ہیں۔

وہ تیرا کہاں؟

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کے بارے حضرت نوح علیہ السلام کے اپنی بارگاہ میں متوجہ ہونے اور سوال کرنے کو بیان فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اے مولا کریم تو نے میری اہل کی نجات کا وعدہ کیا تھا یہ بیٹا بھی تو میرے اہل سے ہے اور کیا وہ غرق ہوگا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح جو تیری اطاعت وفرمانبرداری اور تیرے پیغام ہدایت کو قبول نہیں فرماتا وہ تیرا کہاں ہے؟ اور جن کی نجات کا میں نے وعدہ فرمایا ہے یہ ان نجات پانے والوں سے نہیں ہے ہم نے فرمایا تھا کہ وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ مِنۡهُمۡ اور اپنے اہل خانہ کو بھی سوار کرلو سوائے ان کے جن پر پہلے حکم نازل ہو چکا لہٰذا یہ تیرا بیٹا ان میں سے ہے جن کا استثنا کیا گیا ہے اور جو اپنے کفر وفسق کی بدولت عنقریب عذابِ الٰہی میں غرق ہو جائیں گے۔ تقدیر اسے اہل ایمان کے قافلہ سے نکال لائی ہے یہ کفر وسرکش کے سپوتوں سمیت غرق ہوکر رہے گا۔

آگے حکم ہوتا ہے: قِيۡلَ يَا نُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ..........الخ (ھود:۴۸)

فرمایا گیا اے نوح کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر اور کچھ گروہ ہیں جنہیں ہم دنیا برتنے دیں گے۔ پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا جب روئے زمین سے پانی خشک ہوگیا اور چلنا پھرنا اور ٹھہرنا ممکن ہوگیا تو حکم الٰہی ہوا کہ اے نوح (علیہ السلام) اس کشتی سے اتر جایئے جو بہت بڑی مسافتیں طے کرکے جودی پہاڑ پر آئی ہے (وہ جودی پہاڑ جو جزیرہ کی سرزمین پر مشہور ہے۔)

نوعِ انسانی نسلِ نوح علیہ السلام ہے

اِهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ وَعَلٰۤى اُمَمٍ

کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر۔

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر جتنے بھی مومنین سوار تھے مشیت الٰہیہ تھی کہ کسی کی نسل بھی آگے نہ چلی سوائے حضرت نوح علیہ السلام کے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلۡنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الۡبٰقِيۡنَ اور ہم نے بنا دیا فقط ان کی نسل کو باقی رہنے والا اس وقت روئے زمین پر جو نوعِ انسانیت آباد ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین صاحبزادوں سام، حام اور اور یافث میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عربوں کی نسل سام سے چلی، حبشہ کے رہنے والے حام کی نسل ہیں اور رومی یافث کی اولاد ہیں۔ (احمد)

اسی قسم کی روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ روم سے

مراد یہاں روم اول ہے اور یہ وہ یونانی لوگ ہیں جو رومی بن لبطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔
حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین فرزند سام' یافث اور حام تھے۔ ان تینوں میں سے ہر ایک کی تین تین نسلیں ہیں۔ عرب' ایران اور روم سام کی اولاد ہیں۔ ترک' صقالبہ اور یاجوج و ماجوج یافث کی اولاد ہیں۔ قبطی' سوڈانی اور بربری (تاتاری) حام کی اولاد ہیں۔

حافظ ابوبکر بزاز نے اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کے تین فرزند سام' حام اور یافث تھے۔ سام کی نسل عرب' فارس اور اہل روم ہیں اور ان میں خیر و بھلائی ہے۔ یافث کی نسل یاجوج ماجوج' ترک اور صقالبہ ہے۔ ان میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں۔ حام کی نسل قبطی' بربری اور سوڈانی ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے یہ مذکورہ تینوں فرزند طوفان کے بعد پیدا ہوئے۔ کنعان اور ایک بیٹا عابر طوفان سے پہلے پیدا ہوا۔ کنعان طوفانِ نوح میں غرق ہوا اور عابر بھی طوفان نوح سے قبل اپنی طبعی موت مر گیا تھا۔
صحیح یہی ہے کہ یہ تینوں فرزند اپنی بیویوں اور ماں سمیت کشتی پر سوار تھے تورات میں بھی ایسے ہی مذکور ہے۔

سوڈانی سیاہ کیوں؟

مذکور ہے کہ حام نے کشتی میں ہی اپنی بیوی سے مباشرت کی' حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے لیے بددعا کی کہ تمہارے نطفہ سے بدشکل اولاد پیدا ہو۔ چنانچہ حام کے ہاں سیاہ رنگ کے بیٹے نے جنم لیا جو سوڈانیوں کا باپ کنعان بن حام بنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام محوِ استراحت تھے آپ کے ستر سے کپڑا ہٹا ہوا تھا حام نے دیکھا لیکن ستر ڈھانپنے کی تکلیف گوارا نہ کی جبکہ دوسرے بھائیوں نے ستر ڈھانپ دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو پتا چلا تو آپ نے حام کے لیے بددعا کی کہ اس کی اولاد تبدیل ہو جائے اور اس کے بھائیوں کی غلام بن جائے۔ بنا بریں سیاہ رنگ حبشیوں کی نسل چل پڑی۔

کشتی کی کہانی حام کی زبانی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ سے عرض کی اگر آپ کسی ایسے شخص کو زندہ فرما دے جس نے کشتی نوح کا مشاہدہ کیا ہو تو ہم اس سے اس کی تفصیل سنیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں اکٹھا کر کے ایک مٹی کے تودے پر لے گئے وہاں سے مٹی کی ایک مشت بھر کر ارشاد فرمایا لوگو جانتے ہو یہ مٹی کس کی ہے؟ حواریوں نے عرض کی اللہ و رسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا یہ کعب حام بن نوح علیہ السلام کی مٹی ہے۔ آپ نے مٹی کے تودے پر اپنا عصا مارا اور حکم دیا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ اللہ کے حکم سے اٹھ فوراً ایک سفید بالوں والا شخص اپنے بالوں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بوڑھے شخص سے پوچھا کیا تو اس بڑھاپے کی حالت میں مرا تھا؟ اس نے کہا نہیں میرا وصال تو جوانی کی حالت میں ہی ہوا تھا لیکن ابھی اٹھا تو یوں لگا کہ قیامت بپا ہو گئی ہے اور اسی ہولناکی کے خوف نے میرے بالوں کو سفید کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں سفینہ نوح کے بارے تفصیلات بتاؤ اس نے کہا

کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بارہ سوگز لمبی اور چھ سوگز چوڑی تھی۔ کشتی کے تین حصے تھے۔ بالائی حصے پر پرندے درمیانی حصہ میں انسان اور نچلے حصے میں وحشی جانور اور دیگر جانور تھے۔ جب نچلے حصہ میں جانوروں کے گوبر اور لید کافی حد تک جمع ہو گئے تو حضرت نوح علیہ السلام کو وحی الٰہی کے ذریعے حکم ہوا کہ ہاتھی کی دُم پکڑ کر جھنجوڑو آپ نے دم جھنجھوڑی تو وہاں سے خنزیر (نر اور مادہ) گر پڑے خنزیر گرتے ہی غلاظت کی طرف لپکے پھر جب چوہوں نے کشتی کے تختوں کو کاٹنا شروع کر دیا تو حکم ہوا کہ شیر کی آنکھوں کے درمیان مارو جب حضرت نوح علیہ السلام نے مارا تو شیر کے نتھنوں سے بلیوں کا جوڑا نکلا جو چوہوں پر جھپٹ پڑا آپ نے مزید پوچھا کہ بتاؤ حضرت نوح علیہ السلام کو کیسے پتا چلا کہ سارے شہر غرق ہو چکے ہیں تو اس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ زمین کے حالات معلوم کر کے آؤ کوے نے جونہی زمین پر مردار دیکھے تو ان کو نوچنے کے لیے ٹوٹ پڑا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے لیے خوف کی بددعا کی اسی لیے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا' پھر کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ اور اپنے پاؤں کو مٹی سے آلودہ کر کے واپس پلٹا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اندازہ لگا لیا کہ شہر طوفانِ الٰہی سے غرق ہو چکے ہیں آپ نے کبوتر کے گلے میں سبز شاخوں کا ہار ڈالا اور اس کے لیے انس وامن کی دعا کی۔ اس وجہ سے کبوتر انسانوں سے مانوس ہو گیا۔

حواریوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم اسے اپنے گھر نہ لے جائیں تا کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھے اور ہم سے گفتگو کرے تو آپ نے فرمایا ایسا ممکن نہیں کیونکہ اس کا رزق دنیا سے ختم ہو چکا ہے پھر آپ نے اسے حکم فرمایا کہ اللہ کے حکم سے واپس لوٹ جاؤ تو وہ دوبارہ اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ گیا اور مٹی ہو گیا۔

علباءً بن احمر عکرمہ سے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اپنے کنبہ سمیت اسی افراد سوار تھے۔ ایک سو پچاس دن کشتی چلتی رہی' کشتی کا رخ مکہ مکرمہ کی جانب تھا۔ چالیس دن تک کشتی خانہ کعبہ کا طواف کرتی رہی' پھر اسے جودی پہاڑ کی طرف پھیر دیا گیا۔ وہاں جا کر کشتی ٹھہر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ جاؤ زمین کی خبر لے کے آؤ لاشوں کے انبار کو دیکھ کر کوا ان پر جھپٹ پڑا اور انہیں نوچنے لگا جب کافی تاخیر ہو گئی کوا واپس نہ پلٹا تو حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر کو بھیجا کہ جاؤ تم خبر لے آؤ کبوتر نے تعمیل حکم میں جلدی کی' زیتون کا پتہ اور پاؤں کو خاک آلود کر کے واپس پلٹا' آپ نے اسے دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ پانی سطح زمین سے خشک ہو چکا ہے جودی پہاڑ پر آپ نے قیام فرمایا' وہیں ایک بستی آباد کی جس کا نام ثمانین (اسی افراد پر مشتمل) رکھا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر افراد ایک دن صبح کے وقت بیدار ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ اسی افراد کی زبانیں جدا جدا ہیں۔ ان میں صرف ایک کی زبان عربی تھی۔ بقیہ کوئی بھی کسی کی زبان سمجھ نہ پا رہا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام ان کی ترجمانی فرماتے۔

یوم عاشور

حضرت قتادہ علیہ الرحمۃ اور دیگر مفسرین کرام نے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی ذات پر ایمان رکھنے والے اصحاب اور ہر چیز کے جوڑے کے ساتھ رجب کی دس تاریخ کو کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی مسلسل ایک سو پچاس دن تک چلتی رہی (یعنی ذوالحجہ

کی دس تاریخ تک رواں رہی) پھر ایک ماہ تک جودی پہاڑ پر ٹھہری رہی۔ محرم الحرام کی دس تاریخ کو قومِ نوح کشتی سے باہر آئی۔ ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لوگ اس دن (شکرانے کے طور پر) روزہ رکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے تو وہ لوگ یومِ عاشورہ کا روزہ رکھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارے تم نے کس چیز کا روزہ رکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات ملی اور فرعون غرق ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری اور قومِ نوح کشتی سے باہر آئی۔ حضرت موسیٰ و نوح علیہما السلام نے اس دن اللہ عزوجل کے شکر کے لیے روزہ رکھا ہم انہیں کی پیروی کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی محبت میں میں زیادہ حقدار ہوں کہ روزہ رکھوں اور اپنے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا وہ روزہ کی نیت کرے اور جس نے کھالیا ہے وہ شام تک احتراماً کھانے پینے سے گریز کرے اور باقی دن کا روزہ رکھے۔

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ گندم وغیرہ کے دانے اور دیگر زادِ راہ جوان کے پاس بچ گیا تھا۔ انہوں نے اسے پیس کر کھالیا تھا اور کشتی میں کئی دن کے اندھیرے میں رہنے کے بعد فضاؤں، ہواؤں اور روشنی سے متلذذ ہونے کے لیے انہوں نے اثمد سرمہ لگایا۔ امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ جاہلانہ اور غیر صحیح باتیں ہیں جو کہ بنی اسرائیل سے منقول ہیں اس لیے انہیں قابل اعتماد واعتقاد نہیں سمجھا جا سکتا۔

سلامتی کے ساتھ اُتر جائیے

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے طوفان کو روک دینے کا ارادہ فرمایا تو روئے زمین پہ ہواؤں کا سلسلہ شروع فرمایا جس سے پانی رُک گیا اور چشمے اُبلنا بند ہو گئے پانی بتدریج گھٹنے لگا یہاں تک کہ خشک ہو گیا اور کشتی سطح زمین تک ٹھہر گئی۔

اہلِ توراۃ کا نظریہ ہے کہ کشتی جودی پہاڑ پر ساتویں (رجب) مہینہ کی سترہ تاریخ کو آ کے رُکی۔ ماہ شوال المکرم کی یکم تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیوں کے آثار نظر آئے۔ چالیس روز گزر جانے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کی کھڑکی کھولی۔ پھر کوے کو روانہ کیا کہ روئے زمین کا جائزہ لے کے آ۔ کوا گیا لیکن واپس نہ پلٹا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انتظار کے بعد کبوتر کو روانہ کیا، کبوتر جب واپس پلٹا تو زمین پر بیٹھنے کا کوئی اثر اس پر نظر نہ آیا۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر کبوتر کو پکڑا اور کشتی میں داخل کر لیا سات ایام گزر جانے کے بعد دوبارہ کبوتر کو روئے زمین کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا کبوتر شام تک واپس نہ پلٹا جب شام کے سائے ڈھلنے لگے تو کبوتر اپنے منہ میں زیتون کا پتہ لے کر حاضر ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اندازہ لگا لیا کہ پانی سطح زمین سے خشک ہو رہا ہے۔ سات ایام مزید آپ نے انتظار فرمایا پھر کبوتر کو روانہ فرمایا تو کبوتر واپس نہ پلٹا۔ آپ جان گئے کہ سطح زمین پانی سے خشک ہو چکی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پر آنے والے طوفان اور کبوتر کے بھیجے جانے کا دورانیہ ایک سال کا مکمل ہو گیا بلکہ دوسرے سال کے پہلے مہینہ کا پہلا دن بھی گزر گیا تو سطح زمین اور خشکی ظاہر ہونا شروع ہو گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کا ڈھکن (دروازہ)

کھول دیا۔

ابن اسحاق نے بعینہٖ اسی مضمون کو ذکر کیا اور کہا کہ دوسرے سال کے دوسرے مہینہ کی چھبیس تاریخ کو حکم الٰہی ہوا:

قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ.......... الخ (ھود:۴۸)

فرمایا گیا اے نوح کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر اور کچھ گروہ ہیں جنہیں ہم دنیا برتنے دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

قوسِ قزح مسدودِ طوفان کی علامت

اہل کتاب کی رائے ہیں کہ جب کشتی جودی پہاڑ پر جا کے رکی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے کلام فرمایا اور حکم دیا کہ اے نوح تم تمہاری بیوی' تمہارے بیٹے بیویوں سمیت اور تمام چرند پرند کشتی سے باہر نکل آئیں تا کہ افزائش نسل اور آبادی میں اضافہ ہو سکے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بحکم الٰہی سب کو باہر نکالا اور ایک ذبح خانہ تعمیر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حلال جانور اور حلال پرندوں کی قربانی دی۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اے نوح آئندہ کبھی روئے زمین پر ایسا خطرناک طوفان نہیں آئے گا۔ خطرناک طوفان کے سدباب اور وعدہ کی یادگار کے طور پر بادلوں میں ایک علامت مقرر فرمادی جسے قوس قزاح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قوس قزح غرق ہونے سے امن کی علامت ہے۔ بعض مفسرین کی رائے ہیں کہ اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ بادلوں کے ذریعے طوفان نوح جیسا طوفان کبھی نہیں آئے گا۔

احمق کہیں کے؟

ایران اور اہل ہند سے جاہلوں کے ایک گروہ نے طوفانِ نوح کا سرے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ بعض نے اعتراف کیا لیکن عذابِ الٰہی کو بابل کی ایک بستی تک محدود کر دیا ہے اور کہا کہ ہم تک اس عذاب کے کوئی اثرات نہیں پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ پدر ما سلطان بود ہمیں تو یہ بادشاہت اپنے آباؤاجداد کیومرث یعنی (آدم علیہ السلام) سے ملی ہوئی ہے۔

یہ نظریہ زندیق مجوسی آتش پرست اور شیطان کے پیروکاروں کا ہے' یہ ان کی طرف سے محض گمان ہے بلکہ واضح جہالت' صریح کفر اور محسوس چیزوں سے متکبرانہ رُخ اختیار کرنا اور خالقِ ارض وسما کو جھٹلانا ہے۔ تمام ساوی مذاہب والوں کا اس پر اجماع اور ہر دور کے لوگوں سے تواتر سے یہ ثابت ہے کہ طوفانِ نوح واقع ہوا۔ ساری دنیا اس کی نظر ہوئی حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کے نتیجہ میں روئے زمین پر کوئی کافر زندہ نہ بچا۔ عذاب الٰہی کا نزول اور نافذ ہونا ان کا مقدر بن چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی مدح سرائی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا

بے شک نوح شکر گزار بندے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے رہتے تھے۔ کھانے' پینے' پہننے اور ہر کام پر

شکر الٰہی بجالاتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہٗ ایسے شخص کو اپنی رضا کے لیے مخصوص فرمالیتا ہے جو خورد ونوش اور ہمہ وقت شکر الٰہی بجالاتا ہے۔ (مسند احمد' مسلم' ترمذی' نسائی)

شاکر سمجھا ہی اسے جاتا ہے جو اپنے دل' اعضا اور قول وعمل سے شکر الٰہی کا اظہار کرتا رہے جیسا کہ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

اَفَادَتْکُمُ النُّعماءُ مِنِّیْ ثَلَاثَۃً   یَدِیْ وَلِسَانِیْ وَالضَّمِیْرُ الْمُحَجَّبَا

میری طرف سے نعمتوں نے تجھے تین چیزوں کا فائدہ پہنچایا' میرے ہاتھ' میری زبان اور میرے مخفی قلب (یہ تینوں چیزیں تیری حمد وثنا میں مصروف ہیں)

حضرت نوح علیہ السلام صائم الدھر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ایام کے سوا پوری زندگی روزہ رکھا۔

(ابن ماجہ)

طبرانی میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوا پوری زندگی روزہ رکھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے نصف زندگی روزہ رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے کبھی رکھ لیتے اور کبھی افطار فرمالیتے۔

حضرت نوح کا حج اور سرخ اونٹوں کی سواری

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے گئے جب آپ وادی عسفان سے گزرے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون سی وادی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یہ وادی عسفان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ مبارک جگہ ہے جس وادی سے حضرت نوح' ھود اور ابراہیم علیہم السلام اپنے سرخ اونٹوں پر گزرے جن کی مہاریں کھجور کی چھال کی تھیں۔ ان کا لباس چادروں اور جبوں پر مشتمل تھا۔ ان کی چادریں چیتے کی کھال کی طرح تھیں۔ اس حالت میں وہ بیت اللہ کے حج کے لیے تشریف لے گئے۔

بیٹوں کو وصیت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم بارگاہِ نبوی میں حاضر تھے۔ دریں اثنا ایک صحرا نشین اعرابی حاضر ہوا جس نے بیش قیمت ریشمی کڑھائی والا جبہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ فرمایا لوگو تمہارا یہ ساتھی ہر شہسوار ابن شہسوار کو پست اور ہر چرواہے کے بیٹے کو بلند کرنا چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جبے کے کنارے کو پکڑا اور ارشاد فرمایا اے شخص میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے جاہلوں کا سا لباس پہنا ہوا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کا وقت وصال قریب آیا تو اپنے

بیٹوں کو طلب کیا اور کہا کہ میں تمہیں دو چیزوں کو کرنے اور دو سے رک جانے کی وصیت کرتا ہوں جن دو چیزوں کو تم نے بجالانا ہے وہ کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کا ورد ہے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے کلمہ کو اگر ایک پلڑے میں اور ساتوں آسمان وزمین کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ والا پلڑا بھاری ہوگا اور اگر آسمان وزمین کے ساتوں طبقات ایک مبہم حلقہ بن جائیں تو وہ ان سب کو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہتا ہوا پائیں گے۔ بے شک یہ ہر چیز کے لیے کافی ووافی اور اسی کے توسل سے مخلوق خدا کو رزق ملتا ہے۔

اور جن دو چیزوں سے روکتا ہوں وہ شرک اور بڑائی ہے۔

بڑائی کیا ہے؟

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک کا تو ہمیں پتا چل گیا البتہ کبر (بڑائی) کیا ہے؟

کیا ہم سے کسی کے پاس دو جوتے ہوں وہ جوتے بھی خوبصورت اور ان کے تسمے بھی خوبصورت ہوں اور وہ ان کو استعمال کرتا ہو کیا یہ بڑائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔

عرض کی گئی عمدہ لباس زیب تن کرنا بڑائی ہے؟ فرمایا نہیں۔

عرض کی گئی اچھی سواری پر سوار ہونا بڑائی ہے؟ فرمایا نہیں۔

عرض کی گئی کسی کا حلقہ اثر زیادہ ہو اور وہ اس میں نمایاں بیٹھا ہو کیا یہ بڑائی ہے؟ فرمایا نہیں۔

عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر بڑائی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق کی تکذیب اور مخلوق کی تحقیر (حقیر سمجھنا) بڑائی ہے۔

طبرانی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی وصیت اپنے بیٹوں کو یہ تھی کہ دو خصلتوں پر دل وجان سے عمل کرو اور دو سے ترک واجتناب۔

عمر مبارک

اہل کتاب کا گمان ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے اس وقت آپ کی عمر مبارک چھ سو سال تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یونہی مروی ہے۔ بعدازاں ساڑھے تین سو سال آپ زندہ رہے لیکن یہ گمان محل نظر ہے اور قرآنی احکام سے متضاد نظر آتا ہے کیونکہ حکم خداوندی ہے: فَلَبِثَ فِيهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِينَ عَامًا یعنی حضرت نوح علیہ السلام بعثت کے بعد اور طوفانِ الٰہی سے پہلے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال پیغام رشد وہدایت کا پرچار کرتے رہے۔ طوفان تھم جانے کے بعد کتنا عرصہ ٹھہرے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے استخراج کو محفوظ تسلیم کیا جائے کہ بعثت کے وقت آپ کی عمر چار سو اسی سال تھی اور طوفان

کے تھم جانے کے بعد آپ نے ساڑھے تین سو سال زندگی گزاری تو اس طرح آپ کی عمر مبارک ایک ہزار سات سو اسی سال بنتی ہے۔۱۷۸۰ سال

مرقد مبارک

ابن جریر علیہ الرحمۃ اور ارزقی عبدالرحمٰن بن سابط اور دوسرے تابعین سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی مرقد مبارک مسجد حرام میں ہے اور یہی اقویٰ واصح ہے۔

جبکہ متاخرین کی رائے ہے کہ شہر بقاع میں ہے جسے اب ''کرک نوح'' سے جانا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے وہاں مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ (واللہ اعلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
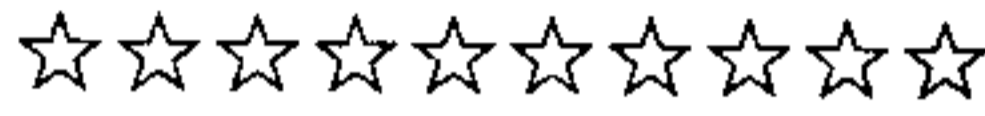
تذکرہ حضرت ھود علیہ السلام

شجرۂ نسب

ھود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام

یوں بھی بیان کیا گیا ہے عابر (ھود) بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ نسب نامہ کے مطابق

ھود بن عبداللہ بن رباح بن الجارود بن عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

آپ کا تعلق اس قبیلہ سے تھا جنہیں عاد بن عوض بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔قوم عاد دیہاتی لوگ تھے جو پہاڑی علاقے رمل کی گھاٹیوں میں سکونت پذیر تھے یہ جگہ یمن کے علاقے میں عمان اور حضر موت کے درمیان ساحل سمندر پر واقع تھی جسے ''شحر'' کہا جاتا تھا۔قوم عاد بڑے بھاری اور مستحکم ستونوں سے بنے ہوئے خیموں میں رہا کرتی تھی جس وادی میں ان کی سکونت تھی اسے ''وادیٔ مغیث'' کہا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (الفجر:۶ تا ۸)

کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد (اولیٰ) کے ساتھ کیا کیا وہ ارم حد سے زیادہ طول والے کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ارم شہر زمین میں گھومتا رہتا ہے کبھی شام، کبھی یمن، کبھی حجاز مقدس اور کبھی کہیں اور یہ نظریہ حقیقت سے کوسوں دور اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔عدم برہان کی بنا پر قابل رجوع نہیں ہے۔

پہلی مرتبہ عربی زبان میں کلام

صحیح ابن حبان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ہے جس میں انبیاء و مرسلین کا تذکرہ ہے اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء و مرسلین میں سے چار انبیاء کرام عربی ہیں۔

حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت شعیب علیہم السلام اور اے ابوذر تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

سب سے پہلے عربی زبان میں کس نے کلام کیا اس میں اختلاف ہے۔کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے عربی زبان میں حضرت ھود علیہ السلام نے کلام فرمایا۔وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے سب سے پہلے عربی میں کلام کرنے کا سہرا حضرت ھود علیہ السلام کے والد گرامی کے سر ہے۔بعض نے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے عربی میں گفتگو کی۔بعض نے کہا

حضرت آدم علیہ السلام نے کی اس میں اشتباہ ہے بعض نے اس کے علاوہ اور بھی کچھ کہا ہے۔ (واللہ اعلم)

العرب العاربہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تشریف آوری سے قبل عربوں کو عرب العاربہ (خالص عرب) کہا جاتا تھا' یہ بہت سارے قبائل تھے۔ ان میں سے مشہور عاد' ثمود' جرہم' طسم' جدیس' امیئم' مدین' عملاق' عبیل' جاسم' قحطان' بنو یقطن وغیرہ تھے۔

ان قبائل کے علاوہ جو دیگر قبیلے عرب بنے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھے سب سے پہلے عربی میں فصیح و بلیغ کلام حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا اور آپ نے یہ زبان اس قبیلہ جرہم سے سیکھی تھی جنہوں نے حرم کی سرزمین پر آپ کی والدہ ماجدہ حضرت حاجرہ علیہا السلام کے پاس آ کر سکونت اختیار کر لی تھی (عنقریب جس کی تفصیل بیان کی جائے گی) لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جو انتہا درجے کی فصاحت و بلاغت اور زبان و بیان کی عمدگی کا بے مثال اور باکمال شہسوار بنایا تھا۔

بہرحال اس باب میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ عاد سے مراد عاد اولیٰ ہیں۔ طوفانِ نوح کے بعد روئے زمین پر سب سے پہلے بت پرست یہی لوگ تھے ان کے تین مشہور بت تھے۔ صدا' صمود اور ھرا

قوم عاد کی اصلاح و ہدایت کے لیے اللہ جل شانہ نے ان کے بھائی حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا۔

حضرت ھود علیہ السلام اور قرآنی آیات

حضرت ھود علیہ السلام کو قوم عاد کی اصلاح کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ آپ کے تبلیغی فریضہ کی ادائیگی کے لیے جدوجہد کا تذکرہ قرآن پاک کی کم وبیش دس سورتوں میں کیا گیا ہے۔

اعراف' ھود' مومنون' شعرا' حم سجدہ' احقاف' ذاریات' قمر' الحاقہ' فجر۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا.......... وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (اعراف: ۶۵ تا ۷۲)

اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ھود کو بھیجا (اس نے) کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں اسکی قوم کے سردار بولے بے شک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔ کہا اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ اور میں تو پروردگارِ عالم کا رسول ہوں تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں اور کیا تمہیں اس کا اچنبا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں سے ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ نوح کا جانشین کیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھایا تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو۔ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر سچے ہو' کہا ضرور تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑے گا' کیا مجھ سے خالی ان ناموں میں جھگڑ رہے ہو' جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری تو راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو اپنی ایک بڑی رحمت فرما کر نجات دی اور جو

ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا.........لِعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ (ھود: ۵۰ تا ۶۰)

اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ھود علیہ السلام کو بھیجا (انہوں نے) کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کہ تم تو نرے مفتری ہو۔ اے قوم میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا' میری مزدوری تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں اور اے میری قوم اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو (سردار) بولے اے ھود تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے اور ہم خالی تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے نہیں نہ تمہاری بات پر یقین لائیں گے ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تمہیں بری جھپٹ پہنچی میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں بے زار ہوں ان سب سے جنہیں تم اللہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو تم سب مل کر میرا برا چاہو پھر مجھے مہلت نہ دو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا رب ہے اور تمہارا رب' کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضہ وقدرت میں نہ ہو' بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تمہیں پہنچا چکا جو تمہاری طرف لے کر بھیجا گیا اور میرا رب تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے' بیشک میرا رب ہر شئی پر نگہبان ہے اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے ھود اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی اور یہ عاد ہیں کہ اپنے رب کی آیتوں سے منکر ہوئے اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش ہٹ دھرم کے کہنے پر چلے اور ان کے پیچھے لگی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن' سن لو بے شک عاد اپنے رب سے منکر ہوئے' ارے دور ہو عاد ھود کی قوم۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ.........فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (مومنون: ۳۱ تا ۴۱)

پھر ان کے بعد ہم نے اور سنگت پیدا کی تو ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں کیا تمہیں ڈر نہیں وہ بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو کھاتے ہو اس میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے کتنی دور ہے' کتنی دور ہے جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں وہ تو نہیں مگر ایک مرد جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہم اسے ماننے نہیں عرض کی کہ اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا اللہ نے فرمایا کہ کچھ دیر جاتی ہے کہ یہ صبح کریں گے پچھتاتے ہوئے تو انہیں آلیا سچی چنگھاڑ نے تو ہم نے انہیں گھاس کوڑا کر دیا تو دور ہو جاؤ ظالم لوگ۔

كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ.........لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (شعراء: ۱۲۳ تا ۱۴۰)

عاد نے رسولوں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم ھود علیہ السلام نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا' میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان

کا رب' کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو' راہگیروں سے ہنسنے کو اور مضبوط محل چنتے ہیں اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بے دردی سے گرفت کرتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں تمہاری مدد کی چوپاؤں اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے بے شک مجھے تم پر ڈر ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا۔ بولے ہمیں برابر ہے چاہے تم نصیحت کرو یا ناصحوں میں نہ ہو یہ تو نہیں مگر وہی اگلوں کی ریت (دستور) اور ہمیں عذاب ہونا نہیں تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کیا بے شک اسی میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا .... وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (حم السجدہ:۱۵تا۱۶)

تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ کس کا زور ہے اور کیا انہوں نے نہ جانا کہ اللہ جس نے انہیں بنایا' ان سے زیادہ قوی ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی سخت گرج کی ان کی شامت کے دنوں میں کہ ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں دنیا کی زندگی میں اور بے شک آخرت کے عذاب میں سب سے بری رسوائی ہے اور ان کی مدد نہ ہو گی۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ .... الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ (احقاف ۲۱ تا ۲۵)

اور یاد کرو عاد کے ہم قوم کو جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا اور بے شک اس سے پہلے ڈر سنانے والے گزر چکے اور اس کے بعد آئے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے بولے کیا تم اس لیے آئے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو تو ہم پر لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو اس نے فرمایا اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں۔ ہاں میری دانست میں تم نرے جاہل لوگ ہو پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا ہے ان کی وادیوں کی طرف آتا بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہر چیز تباہ کر ڈالتی ہے اپنے رب کے حکم سے تو صبح رہ گئے کہ نظر نہ آتے تھے مگر ان کے سونے مکان ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں مجرموں کو۔

وَفِىْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا .... كَالرَّمِيْمِ (زاریات:۴۱تا۴۲)

اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح چھوڑتی۔

وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَ نِ الْاُوْلٰى .... تَتَمَارٰى (النجم:۵۰تا۵۵)

اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا اور ثمود کو تو کوئی باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کو' بے شک وہ ان سے بھی ظالم اور سرکش تھے اور اس نے الٹنے والی بستی کو نیچے گرایا تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا تو اے سننے والے اپنے رب کی کون سی نعمتوں میں شک کرے گا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ .... مُدَّكِرٍ (القمر ۱۸تا۲۲)

عاد نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرے ڈر دلانے کے فرمان نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی

نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ڈھنڈ ہیں تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا .... لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ (الحاقہ ۶ تا ۸)

اور رہے عاد وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑتے ہوئے گویا وہ کھجوروں کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ .... لَبِالْمِرْصَادِ (الفجر: ۶ تا ۱۴)

کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا وہ ادم حد سے زیادہ طول والے کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں اور فرعون کے جو میخا کرتا جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی پھر ان میں بہت فساد پھیلایا تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا بقوت مارا بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور احسان عظیم سے ان مذکورہ آیات طیبات کے ضمن میں اپنی تفسیر میں ہم تذکرہ ھود کا ذکر کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں سورۃ توبہ، ابراہیم، فرقان، عنکبوت، سورۃ ص اور سورۃ ق میں ذکر ھود موجود ہے۔ یہاں پر ہم اس کا خلاصہ اور دیگر اقوال ذکر کریں گے۔

طوفانِ نوح کے بعد جو قوم سب سے پہلے بت پرستی میں مشغول ہوئی وہ قوم عاد ہی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً (اعراف: ۶۹)

یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کا جانشین بنایا اور تمہارے بدن کا پھیلا و بڑھایا۔

یعنی خلقت، سطوت اور طاقت کے اعتبار سے اہل زمان سے فائق و برتر کیا۔

سورۃ مومنون میں حکم ہے: ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِيْنَ پھر ہم نے ان کے بعد اور سنگت پیدا کی۔ روایت صحیحہ کے مطابق یہ قوم عاد ہی تھی جبکہ بعض مفسرین کا خیال ہے وہ قوم ثمود تھی اس پر انہوں نے دلیل یہ دی چونکہ آگے اس قوم پر عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن پاک نے کہا: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً تو آلیا انہیں سچی چنگھاڑ نے تو ہم نے انہیں گھاس کوڑا کر دیا۔ چنگھاڑ سے قوم ثمود ہلاک ہوئی تھی نہ کہ عاد۔ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ رہے عاد وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل مسلم نہیں کیونکہ ایک قوم پر عذاب کی کئی انواع جمع ہو سکتی ہیں جس طرح اہل مدین کے قصہ میں اصحاب الایکہ کے بارے آئے گا کہ ان پر کئی قسم کا عذاب جمع ہوا تھا لہٰذا اس طرح قوم عاد کے ثمود سے پہلے ہونے میں کوئی تضاد اور اختلاف باقی نہیں رہتا۔

ھود نبی علیہ السلام اور سرکش قوم

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم انتہائی نافرمان، اطاعت الٰہیہ سے سرکش اور مغرور و متکبر تھی۔ بتوں کی پوجا میں انتہا پسند تھی۔ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے انہی میں سے ایک شخص حضرت ھود علیہ السلام کو بطور پیغمبر ان کی طرف بھیجا تاکہ انہیں وحدانیت الہیہ کی دعوت دے اور معبودان باطل کے سامنے ذلیل و رسوا ہونے کے بجائے ذات وحدۂ لاشریک کے حضور سربسجود کر دے لیکن قوم نے معاندانہ روش اختیار کی اور حضرت ھود علیہ السلام کی تکذیب کی تو غالب وحکمت اور علیم وقدیر رب نے ان کی زبردست گرفت کی۔

جب حضرت ھود علیہ السلام اپنی قوم کو توحید الہی کی دعوت دیتے اور اطاعت الہیہ کی ترغیب دلاتے اور انہیں ان کے جرمہائے کثیرہ پر استغفار کی تاکید کرتے قبولیت استغفار پر دنیوی و اخروی سعادتوں و برکتوں کی نوید جانفزا سناتے اور دعوت حق کے انکار پر دنیوی واخروی ذلت ورسوائی سے ڈراتے تو قوم پکار اٹھتی۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ (اعراف:٦٦)

اس کی قوم کے سردار بولے بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں۔

یعنی ہم جس عمل میں منہمک ہیں بتوں کی پوجا کرتے ہیں ان سے رزق اور ہر کسی قسم کی امداد کی توقع وابستہ کئے ہوئے ہیں آپ ہمیں ان سے روگردان ہونے کی تاکید کرتے ہیں ہمارے نزدیک تمہارا یہ تاکید وحکم حماقت پر مبنی ہے اور ہم بالکل اس چیز پر اعتماد ووثوق نہیں کرتے کہ تم اللہ کے رسول ہو۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اعراف:٦٧)

حضرت ھود علیہ السلام جواباً ارشاد فرماتے ہیں اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ (تعلق) اور میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں یعنی اے قوم میرے بارے میں جو ذہن تم نے بنالیا ہے صورتحال ایسی نہیں بلکہ میں تو تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں۔

پیار بھرا پیغام

پیغام بھی وہی اثر انداز ہوتا ہے جو کذب وافترا اور نقص وزیادتی سے مبرا ومنزہ ہو‘ فصیح وبلیغ‘ جامع ومانع اور اختلاف و اضطراب سے عبارت نہ ہو۔

حضرت ھود علیہ السلام کو پیغام الہی کی جو ذمہ داری سونپی گئی تھی آپ نے ان کی بجا آوری میں صرف کندھوں سے اتار دینے کو ہی کافی نہ گردانا بلکہ پند ونصائح اور اصلاح احوال کے لیے ہر حربہ کو استعمال کیا۔ فصاحت و بلاغت‘ نرم وگرم انداز اختیار فرمائے۔ ایسا انداز جس سے اختلاف وتفرقہ اور تشلیک والتباس نہ ہو‘ شفقت ومحبت کے جام بھی لٹائے‘ ان ساری کاوشوں کے باوجود ان سے کسی قسم کے اجر وطلب کے خواہاں نہ ہوئے بلکہ للّٰہیت اور بے لوث دینی خدمات پر بارگاہِ الہی سے ہی اجر وثواب کے طلبگار رہے کیونکہ دینی ودنیوی بھلائی اللہ تعالیٰ کے ہی دست قدرت میں ہے۔ ارشاد الہی ہے:

يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا........ الخ (ھود:۵۱)

اے قوم میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا‘ میری مزدوری تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یعنی تم اتنے احمق اور بے عقل ہو گئے ہو کہ حق و باطل کے درمیان امتیاز نہیں کر پاتے حالانکہ میں تمہیں اس چیز کی دعوت دیتا ہوں جس کی حقانیت وصداقت کی شہادت تمہاری فطرت فراہم کر رہی ہے اور یہ وہی دین حق ہے جس کی دعوت حضرت نوح علیہ السلام دیتے رہے اور تمہاری طرح کے وہ بھی ہٹ دھرم تھے جنہوں نے ان کی تکذیب ومخالفت کی لہٰذا اے غافلو! میں تمہیں دعوتِ حق دیتا ہوں اور اس پر تم سے کسی اجر ومعاوضہ کا خواہاں نہیں ہوں بلکہ میں تو اس کے اجر کا اللہ تعالیٰ سے طلب گار ہوں جو علیم و قدیر اور نفع ونقصان کا مالک ہے۔ اسی لیے سورۃ یٰسین میں کسی نبی کی تائید میں کسی مومن کا قول ہے: اِتَّبِعُوْ مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ ...... (یٰسین: ۲۱، ۲۲) ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ نہیں مانگتے اور وہ راہ پر ہیں اور مجھے کیا ہے کہ اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم نے انہیں کہا: قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا .... بِسُوْٓءٍ (ھود: ۵۳، ۵۴)

بولے اے ھود تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے اور ہم خالی تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کے چھوڑنے کے نہیں نہ تمہاری بات پر یقین لائیں ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تمہیں بڑی جھپٹ پہنچی ہے یعنی اے ھود جو پیغام تم ہمیں دے رہے ہو اس کی صداقت پر تمہارے پاس کوئی واضح اور صریح دلیل ہے نہیں اور ہم اتنے کچے نہیں کہ محض تمہارے کہنے پر ہم اپنے معبودوں کی پوجا ترک کر دیں۔ بلا دلیل و برہان تمہارے اس دعوے پر ہم تمہیں ایک مجنون گردانتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ تم نے ہمارے معبودوں کو ناراض کر دیا ہے اور ان کی ناراضگی کی وجہ سے ہی تم عقل وحواس کھو بیٹھے ہو اور پاگل پن کا شکار ہو گئے ہو (العیاذ باللہ) ان کے قول کو قرآن پاک یوں بیان کرتے ہیں:

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰکَ .... تُنْظِرُوْنَ (ھود: ۵۴، ۵۵)

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تمہیں بری جھپٹ پہنچی کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں بے زار ہوں ان سب سے جنہیں تم اللہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو تم سب مل کر میرا برا چاہو پھر مجھے مہلت نہ دو۔

حضرت ھود علیہ السلام کی طرف سے یہ حد بندی اور ان معبودانِ باطلہ سے برأت و بے زاری کا اظہار تھا جنہیں وہ نفع و نقصان کا مالک اور امداد واعانت کا نقیب سمجھتے تھے آپ نے بالصراحت انہیں فرما دیا کہ لوگو اگر تمہارے نزدیک وہ نفع ونقصان اور ہمدردی واعانت کر سکتے ہیں تو جان لو میں ان سے اظہار برأت کرتا ہوں۔

وہ پتھر کے پتھر ہیں جو ہل تک نہیں سکتے تم سب اپنے معبودانِ باطلہ کے ساتھ مل کر میرے خلاف اپنی طاقت کے مطابق جو محاذ قائم کر سکتے ہو کر لو مجھے تمہاری سطوت وطاقت اور تمہارے معبودوں کی ناراضگی کا کوئی اندیشہ اور ڈر نہیں اور تمہیں یہاں تک اجازت ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے کے لیے پلک جھپکنے کے برابر بھی سنبھلنے کا موقع نہ دینا مجھے تمہاری طرف سے کوئی فکر و پروا نہیں۔

اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ .... الخ (ھود: ۵۶)

میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا رب ہے اور تمہارا رب کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضہ قدرت میں نہ ہو بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

یعنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں اور اسی کی بارگاہ سے تائید و وثوق کی لو لگائے بیٹھا ہوں اور نہ ہی میں کسی کے سامنے جبینِ نیاز جھکانے والا ہوں۔

صداقتِ نبوت پر منفرد دلیل

حضرت ھود علیہ السلام نے جب ڈنکے کی چوٹ پر اپنی قوم کو چیلنج دے دیا کہ اے میری قوم میں تو فقط اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتا ہوں اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے اس کے لئے اس کی امیدوں کا دریا کبھی بھی خشک نہیں ہوتا میں ذات خدا کے سوا کسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا روادار نہیں ہوں لہٰذا تم مجھے جو نقصان پہنچا سکتے ہو پہنچا لو۔ درحقیقت یہ چیلنج حقیقتِ صداقت نبوت پر دلیل اور معجزہ تھا اور ان کے رسولِ خدا ہونے اور جو ہدایت کا پیغام لائے تھے اس کی سچائی کی شہادت تھی کہ باوجود سطوت و طاقت اور افرادی قوت کے وہ حضرت ھود علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ کر سکے اور ان کا بطلان و فساد عیاں ہو گیا تھا۔

من وعن اسی طرح کی دلیل حضرت نوح علیہ السلام بھی اس سے قبل پیش کر چکے تھے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ .... وَلَا تُنْظِرُوْنَ (یونس:۷۱)

اور انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اگر تم پر شاق گزرا ہے میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی نشانی یاد دلانا تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو مل کر کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں سمیت اپنا کام پکا کر لو تمہارے کام میں تم پر کچھ گنجلک نہ رہے پھر جو ہو سکے میرا کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ایسے ہی کہا:

وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ .... حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (انعام:۸۰تا۸۳)

اور مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں تم شریک بناتے ہو ہاں جو میرا ہی رب کوئی بات چاہے میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں کر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ سزاوار کون ہے اگر تم جانتے ہو وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کی قوم پر عطا فرمائی ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے۔

بہرحال جب حضرت ھود علیہ السلام نے یہ منفرد دلیل قوم کے سامنے پیش کی تو قوم نے مصیبت بھرا جواب دیا اور کہا:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا .... مُخْرَجُوْنَ (مومنون:۳۳تا۳۵)

اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے۔

وہ اس بات کو بعید از قیاس سمجھتے تھے ایک بشر کو رسول بنا کر بھی بھیجا جا سکتا ہے اس قسم کا شبہ ہمیشہ نئے پرانے جاہل و کافر ہمیشہ کرتے آئے ہیں۔ سورۃ یونس میں ہے: اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ ۔ کیا لوگوں کو اس کا اچنبا ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی لوگوں کو ڈر سناؤ۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا .... رَسُوْلًا (اسرا: ۹۴-۹۵)

اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے۔

تو حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ (اعراف: ۶۳)

اور کیا تمہیں اس کا اچنبا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے' یعنی اس میں حیرت زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تاج رسالت کس کے سر سجانا ہے۔

تو قوم نے جواباً کہا: اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ .... بِمُؤْمِنِيْنَ (مومنون: ۳۵ تا ۳۹)

کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے کتنی دور ہے کتنی دور ہے؟ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں وہ تو نہیں مگر ایک مرد جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہم اسے ماننے کے نہیں عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔

یعنی انسانی زندگی سے متعلق ان کے ذہنوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو چکا تھا کہ یہی زندگی ہے جو ہم نے اس جہان فانی میں بسر کرنی ہے اس کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں انسانی جسم کے مٹی ہو جانے کے بعد قیامت کے دن جی اٹھنے کو وہ بعید از قیاس سمجھتے تھے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں ان کا نظریہ تھا کہ ایک قوم مر جاتی ہے اور اس کی جگہ پر دوسری آ جاتی ہے اور بس زنادقہ اور دھریہ کا نظریہ بھی انہی سے ملتا جلتا ہے کہ رحم انسانوں کو اگل دیتے ہیں اور زمین نگل لیتی ہے جبکہ آریاؤں (اہل ہنود) کا عقیدہ ہے کہ اس جہان فانی سے کوچ کر جانے کے بعد چھتیس ہزار سال بعد روحیں پھر واپس پلٹ آتی ہیں الغرض یہ ایسی باتیں ہیں جو کہ کذب و افترا' جہالت و بطلان اور اقوال باطلہ اور خیالات فاسدہ پر مبنی ہیں اور ان کی صداقت پر کوئی دلیل نہیں کفار لوگ ان بے سروپا باتوں سے انہیں ہی گمراہ کر سکتے ہیں جو عقل و شعور سے پیدل اور فسق و فجور میں غرق ہوں۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ (انعام: ۱۱۳)

اور اس لیے کہ اس کی طرف ان کے دل جھکیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور گناہ کمائیں جو انہیں گناہ کمانا ہے۔

وعظ ونصیحت

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو عبث اور فضول دنیاوی مشاغل میں منہمک رہنے پر خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو تم بلند و بالا جگہوں کا انتخاب کر کے یہ جو محل نما عمارتیں تعمیر کرتے ہو یہ بے کار، عبث اور فضول مشاغل ہیں جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قرآن پاک میں ہے: اَتَبۡنُوۡنَ بِكُلِّ رِيۡعٍ اٰيَةً تَعۡبَثُوۡنَ وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ (شعراء ۱۲۲ تا ۱۲۹)

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو اور مضبوط محل چنتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔

سورۃ فجر میں ارشاد ہوتا ہے: اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ......... فِى الۡبِلَادِ (فجر ۶، ۷)

کیا تم نے دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا وہ ارم حد سے زیادہ طول والے کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

یہ عاد پہلے عاد ہیں جو بلند و بالا ستونوں والے خیموں میں رہا کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ ارم شہر سونے چاندی کا ہے اور مختلف شہروں میں منتقل ہوتا رہتا ہے (کبھی شام، کبھی حجاز، کبھی یمن اور کبھی کسی دوسرے شہر میں) جبکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور ایسا نظریہ رکھنے والوں نے غلطی اور خطا کی ہے۔

گزشتہ آیات طیبات میں مذکور الفاظ تَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ (کہ تم مضبوط محل بناتے ہو)

(اس سے مراد یا تو محل ہیں یا مضبوط قلعیں اور یا پانی جمع کرنے کے حوض)

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم بلند و بالا اور مضبوط و مستحکم محلات تعمیر کر کے تم یہ سمجھتے ہو کہ تم زندگی کا طویل عرصہ یہاں مقیم رہو گے۔

حضرت ھود علیہ السلام کی اس سرزنش فرمانے کو قرآن پاک نے یوں بیان کیا ہے: وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِيۡنَ .... يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ (الشعراء: ۱۳۰ تا ۱۳۵)

اور جب تم کسی پہ گرفت کرتے ہو تو بڑی بے دردی سے گرفت کرتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں تمہاری مدد کی چوپاؤں اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے بے شک مجھے تم پر ڈر ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا۔

قوم نے وعظ و نصیحت قبول کرنے کے بجائے بڑا متکبرانہ جواب دیا کہا کہ: اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰهَ وَحۡدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ (اعراف: ۷۰)

کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر سچے ہو۔

یعنی تم ہمیں ایسی تبلیغی ہدایت دے رہے ہو جو ہمارے وہم و گمان سے بھی ماورا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کی تقلید ترک کر کے خدائے واحد کو معبود بنالیں جبکہ انہوں نے تو ایسا نہ کیا اگر تمہیں اپنے دعوے کی صداقت پر یقین ہے تو

لے آؤ اس عذاب کو جس کا ڈر تم ہمیں سنا رہے ہو‘ تمہارا یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ ہم تمہاری تائید وتصدیق کرتے ہوئے تمہارے پیغام ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ

(الشعراء:۱۳۶ تا ۱۳۸)

ہمیں برابر ہے چاہے تم نصیحت کرو یا ناصحوں میں نہ ہو یہ تو نہیں مگر وہی اگلوں کی ریت اور ہمیں عذاب ہونا نہیں۔

اِنْ هٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ

آیت مذکورہ میں لفظ خلق میں دو قراٗتیں ہیں‘ خلق (خا اور لام کے فتح کے ساتھ) خلق (خا اور لام کے ضمہ کے ساتھ) پہلی صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا یہ من گھڑت افسانے آپ کے اور آپ سے پہلے لوگوں کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ یہ تفسیر کئی ایک صحابہ وتابعین سے منقول ہے۔ دوسری صورت میں یہ معنی مراد ہوگا کہ جس دین پر ہم قائم ہیں وہ ہمارے آباؤ اجداد کا دین ہے جس سے ہم سر موانحراف نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسے تبدیل کر سکتے ہیں بلکہ اس پر ثابت قدم رہنے کی پوری کوشش کریں گے۔

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (اور ہم عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے) دونوں قراٗتوں کے اعتبار سے مناسب ومربوط ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا: قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ (اعراف:۷۱)

کہا ضرور تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا‘ کیا مجھ سے خالی ان ناموں میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری تو راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں۔

یعنی اے لوگو تم اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی غضب اور برائی کے مستحق ہو چکے ہو تم کیسے ظالم اور بے عقل ہو کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کو ذات وحدہٗ لاشریک کے مقابل لاتے ہو عبادتِ الٰہیہ سے روگردانی کرتے ہو ان کے بتوں کے تم نے خود ہی نام مقرر کر رکھے ہیں۔ ایسی بے سروپا باتیں جن پر تم اور تمہارے آباؤ اجداد عمل پیرا ہیں ان پر تمہارے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ حق وصداقت سے انکار اور بطلان پر اصرار کی بنا پر اب تمہیں نصیحت کرنا یا نہ کرنا برابر ہو چکا ہے۔ بس اب تو تم اس رسوا کن عذاب کے انتظار کرو جس کا تدارک محال وناممکن ہو چکا ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں فریاد

حضرت ھود علیہ السلام جب مسلسل تگ ودو کر کے عاجز آ گئے اور محسوس کر لیا کہ قوم عجز وانکسار کا پیکر بننے کے بجائے ہٹ دھرم ہوئے جا رہی ہے تو آپ نے بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرتے ہوئے عرض کی۔

رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔

قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ .... الظَّالِمِينَ (مومنون:۴۰‘۴۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کچھ دیر جاتی ہے کہ یہ صبح کریں گے پچھتاتے ہوئے تو انہیں آ لیا سچی چنگھاڑ نے تو ہم نے انہیں گھاس

کوڑا کر دیا تو دور ہوں ظالم لوگ۔

اللہ نے فرمایا: قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا.......... الْمُجْرِمِيْنَ (احقاف:۲۲ تا ۲۵)

قوم نے کہا کیا تم اس لیے آئے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو تم ہم پر لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔ (حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا) اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو تمہیں اپنا رب کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ ہاں میری دانست میں تم نرے جاہل لوگ ہو۔ پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا ان کی وادیوں کی طرف آتا بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہر چیز کو تباہ کر ڈالتی' اپنے رب کے حکم سے تو صبح رہ گئے کہ نظر نہ آتے تھے مگر ان کے سونے مکان ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں مجرموں کو۔

ہلاکت کی خبر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قوم عاد کی ہلاکت کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (اعراف:۷۲)

تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو اپنی ایک بڑی رحمت فرما کر نجات دی اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا.......... قَوْمِ هُوْدٍ (ھود:۵۸ تا ۶۰)

اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے ھود (علیہ السلام) اور ان کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی اور یہ عاد ہیں کہ اپنے رب کی آیتوں سے منکر ہوئے اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش ہٹ دھرم کے کہنے پر چلے اور ان کے پیچھے لگی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن سن لو بے شک عاد اپنے رب سے منکر ہوئے ارے دور ہوں عاد ھود کی قوم۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (مومنون:۴۱)

تو انہیں آلیا سچی چنگھاڑ نے تو ہم نے انہیں گھاس کوڑا کر دیا تو دور ہوں ظالم لوگ۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ.......... الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (ھود:۱۳۹'۱۴۰)

تو انہوں (قوم ھود) نے حضرت ھود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کیا۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

عذابِ الٰہی کی تفصیل

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ.......... الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (ھود:۱۳۹ تا ۱۴۰)

تو انہوں (قوم عاد) نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کیا' بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ

تھے اور بے شک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا.......... عَذَابٌ اَلِيْمٌ .(احقاف:۲۴)

پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا ان کی وادیوں کی طرف آتا بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ جس کی تم جلدی مچاتے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب آسمان کے کنارے پر پھیلے ہوئے بادلوں کا ظہور درحقیقت عذابِ الٰہی کی ابتدائی جھلک تھی وہ لوگ قحط سالی کی مشقت میں مبتلا تھے انہوں نے بارش طلب کی جب انہوں نے آسمان کے کناروں پر پھیلے ہوئے بادلوں کو دیکھا تو اسے قحط سالی کے ختم ہو جانے کی نوید سمجھتے ہوئے رحمت کی بارش جانا حالانکہ وہ طوفانِ الٰہی تھا بل ھو ما استعجلتم به یہی وہ طوفانِ الٰہی ہی تھا جس کی وہ جلدی مچاتے تھے اور مطالبہ کرتے تھے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بلا تاخیر اس عذابِ الٰہی کو لے آؤ۔

محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ اور دیگر کئی مفسرین نے روایت کیا ہے کہ جب قوم عاد ہٹ دھرمی اور متکبرانہ روش پر مصر ہو گئی اور حضرت ھود علیہ السلام کے پیغام ہدایت کو مسلسل جھٹلانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے تین سال تک متواتر ان پر بارانِ رحمت کا سلسلہ منقطع کر دیا اور وہ زبردست مشقت میں مبتلا ہو گئے اس وقت لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب ان پر کوئی مشقت آ جاتی تو اس کی کشادگی کے لیے حرم کعبہ میں حاضر ہو کر بارگاہِ الٰہی میں آہ وزاری اور فریاد کناں ہوتے اس وقت حرم کعبہ کی سرزمین میں قوم عمالیق سکونت پذیر تھی۔ یہ قوم عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھی ان کا سربراہ معاویہ بن بکر تھا۔ معاویہ بن بکر کی ماں جلہدہ بنت الخیبر ی قوم عاد سے تھی۔ قوم عاد نے قریباً ستر آدمیوں کا وفد حرم کعبہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ وہاں جا کر قحط سالی سے چھٹکارے کی دعا مانگیں۔ جب یہ وفد معاویہ بن بکر (سردار عمالقہ) کے پاس پہنچا تو اس نے ان کی خوب آؤ بھگت کی، عیش وطرب اور بادہ و مے کی مجالس کا انعقاد کیا جس میں برہنہ لونڈیاں رقص پیش کرتیں یہاں تک کہ وہ لوگ عیش ونشاط میں اتنے منہمک ہوئے کہ ایک ماہ کا عرصہ گزر جانے کا پتا ہی نہ چلا جس مقصد کے لیے وہ یہاں آئے تھے وہ ان کے ذہن کی تختیوں سے محو ہو گیا۔ معاویہ بن بکر نے جب ان کے قیام کی طوالت کو دیکھا تو سوچا کہ انہیں واپسی کا عندیہ دیا جائے لیکن شفقت ورحم کی بنا پر انہیں واپس جانے کا نہ کہہ سکا۔ اسے شرم وحیا آ جاتی کہ کس طرح انہیں واپس جانے کا کہے کافی غور وخوض کے بعد اس نے ایک ترکیب سوچی اور اس کے مطابق چند اشعار لکھے جن میں انہیں واپس لوٹ جانے کا اشارہ دیا گیا تھا۔ اس نے اپنی لونڈیوں کو حکم دیا کہ وہ انہیں گائیں۔

اشعار یہ تھے:

الا یا قیل ویحك قم فهينم ... لعل الله يمنحنا غماماً

فيسقى ارض عادٍ ان عادًا ... قدامسوا لا يبينون الكلاما

من العطش الشديد فليس نرجو ... به الشيخ الكبير ولا الغلاما

وقد كانت نساء هم بخير ... فقدا مست نساء هم ايامى

وان الوحوش يأتيهم جهارًا ... ولا يخشى لعادى سهاما

وانتم ههنا فيما اشتهيتم ... نهار كم وليلكم تماما

فقبح وفد کم من وفد قوم ولا لقوا لتحیة والسلاما

اے قیل (ستر آدمیوں کا سردار) افسوس ہے تجھ پر اٹھ اور نرمی اختیار کر شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بادلوں کی سخاوت عطا فرما دے۔
وہ بادل کی سخاوت قوم عاد کی سرزمین پر سیرابی کی دولت نچھاور کر دیں۔ قوم عاد میں تو اب کلام کرنے کی بھی سکت نہیں۔
شدت پیاس کی بنا پر ہمیں قوم عاد کے بچوں اور بوڑھوں میں زندگی کی امید بھی ختم ہوئے دکھائی دے رہی ہے۔
قوم عاد کی عورتیں تندرست و توانا ہوتی تھیں اب وہ بھی ایام حیض والی ہو گئی ہیں۔
ان کے مال مویشی بھی بھوک کی وجہ سے پنجر بن کر گھر لوٹتے ہیں۔ اور درندوں کو ان کے تیروں کا کوئی خوف نہیں۔
تم یہاں عیش ونشاط اور رقص وسرود کی محفلیں سجائے بیٹھے ہو تمہارے شب وروز چاہتوں اور خواہشوں میں محو گزرتی ہیں قوموں کے وفود میں سے تمہارا وفد نہ کسی مبارکباد کا مستحق اور نہ کسی سلامتی کا۔

لونڈیوں نے جب ان اشعار کے ذریعے انہیں اپنے مقصد پر خبردار کیا تو پھر وہ چونکے ہم کس مقصد کے لیے یہاں آئے تھے پھر وہ وفد حرم کعبہ میں گیا اور قیل بن عنز کی قیادت میں انہوں نے اپنی قوم کے لیے طلب بارش کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے تین رنگ کے سفید، سرخ اور سیاہ بادل بھیج دیئے۔ پھر غیب سے ندا آئی کہ اے طلب بارش کی دعا مانگنے والو ان تین قسم کے بادلوں میں سے اپنے اور اپنی قوم کے لیے کسی ایک کا انتخاب کر لو۔

قیل بن عنز نے کہا میں سیاہ بادل کو پسند کرتا ہوں کیونکہ وہ بارش سے بھرپور خوب برسنے والا ہے۔ پھر آواز آئی کہ اے احمق تو نے بارش نہیں بلکہ ہلاکت و بربادی کا انتخاب کیا ہے اور ایسا انتخاب کہ قوم عاد کا چھوٹا' بڑا' ماں باپ کوئی نہ بچے گا۔ سب صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ بنی لوذیہ ہمداء کے سوا سب ہلاک و برباد ہو گئے۔

بنی لوذیہ

یہ قوم عاد کا ایک قبیلہ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھا۔ وہ عذاب جو قومِ عاد کو پہنچا۔ یہ قبیلہ اس عذاب کی دست برد سے محفوظ رہا کہا جاتا ہے عاد اخریٰ یعنی دوسرے عاد اسی قوم کے افراد اور ان کی نسل تھی۔

قیل بن عنز کے منتخب کیے ہوئے بادلوں کو اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ بادل خوفناک عذاب لے کر قوم عاد کی مغیث نامی بستی میں پہنچ گئے۔ اسی بستی کے لوگوں نے سیاہ گھٹائیں دیکھ کر خوشی سے کودنا شروع کر دیا اور کہا کہ بارشوں سے بھرے بادل آ رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا (احقاف: ۲۴، ۲۵)

بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہر چیز کو تباہ کر ڈالتی ہے اپنے رب کے حکم سے۔

ان میں سب سے پہلے جس نے عذاب الٰہی کو دیکھ کر پہچان لیا تھا وہ قوم عاد کی ایک عورت تھی جس کا نام فہد تھا جب اس نے عذاب الٰہی کو دیکھا تو چیخ و پکار کرتی ہوئی بے ہوش ہو گئی۔ جب اس کی طبیعت سنبھلی افاقہ ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ اے فہد تجھے کیا

نظر آیا جس نے تمہاری طبیعت غیر کر دی۔ فہد نامی عورت نے کہا میں نے ایسی ہوا دیکھی ہے جس میں جلسا دینے والے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ آگے آگے کچھ مرد انہیں ہنکا کر لا رہے ہیں' یہ تباہ کن آندھی اللہ تعالیٰ نے ان پر سات دن اور سات راتوں تک جاری رکھی۔ اس مسلسل و متواتر آندھی نے قوم عاد کا ایک شخص بھی زندہ نہ چھوڑا۔

حضرت ھود علیہ السلام اپنے پیروکاروں سمیت حظیرہ نامی بستی میں تشریف لے گئے تھے انہیں عذاب تو نہ پہنچا لیکن خشیتِ الٰہیہ اور عذاب کے خوفناک منظر کی وجہ سے ان کی کھالیں نرم اور ان کے دل رقیق ہو گئے تھے آسمان و زمین کے درمیان خوفناک آندھی قوم عاد کو ہلاک و برباد کر رہی تھی' پتھر ان کے دماغوں کو زخمی کر رہے تھے۔

بنو تمیم کی بوڑھی عورت

امام احمد علیہ الرحمۃ نے مسند امام احمد میں اسی قصہ سے مشابہہ تذکرہ کیا ہے کہ حارث بن حسان جسے ابن یزید الکبریٰ بھی کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں علا بن حضرمی کی شکایت کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوا جب میں ربذہ شہر سے گزر رہا تھا تو وہاں میں نے قبیلہ بنو تمیم کی ایک معمر عورت دیکھی جو قبیلہ سے جدا ہوئے بیٹھی تھی اس معمر عورت نے کہا اے بندۂ خدا میں نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی مقصد کے لیے حاضری دینی ہے کیا آپ مجھے وہاں تک پہنچا سکتے ہیں؟ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اسے اپنے ساتھ سوار کر لیا اور مدینہ شریف حاضر ہو گیا۔ مسجد نبوی شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور سیاہ جھنڈا پھڑ پھڑا رہا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تلوار حمائل کیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور کھڑے تھے میں نے جا کر عرض کی کہ لوگوں کا یہ جمگھٹا کیسا ہے؟ تو بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کسی محاذ پر روانہ فرما رہے ہیں میں وہاں بیٹھ گیا۔ دریں اثنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے میں نے حاضری کے لیے اجازت طلب کی۔ مجھے اذنِ باریابی ملا میں نے حجرہ میں داخل ہو کر سلام عرض کیا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تمہارے اور بنو تمیم کے درمیان کوئی معاملہ درپیش ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں ہمارا ان کے خلاف محاذِ جنگ تھا میں بنو تمیم کی ایک بوڑھی عورت کے پاس سے گزرا۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ سوار کرنے کی درخواست کی اور اب وہ دروازے پر موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حاضری کی اجازت عنایت فرما دی وہ حاضر ہوئی تو میں نے عرض کی یا حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اگر آپ ہمارے اور بنو تمیم کے درمیان کوئی رکاوٹ بنانا چاہتے ہیں تو

وَھْنَا (بیابان) کو بطور حد بنا دیں' وہ ہماری طرف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس معمر عورت کو تو لے کر آیا ہے اسی سے فلاح و کامیابی طلب کر۔ بڑھیا بولی پھر تو یہ مضطرب و پریشان نہ رہے گا۔ روای کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ میں پہلی ہی بات پہ قائم ہوں میں نے اسے عزت و تکریم دیتے ہوئے اپنے کندوں پر سوار کیا اور مجھے یہ توقع نہ تھی کہ یہ میرے ہی خلاف مدعی بن جائے گی میں اللہ اور اس کے رسول کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں قوم عاد کے وفد کی طرح ہو جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ کہ یہ عاد کا وفد کیا تھا؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر معاملہ کو بہتر اور خوب جانتے تھے باجودیکہ خوش طبعی کے لیے مجھے حکم دیا۔

میں نے عرض کی! قوم عاد قحط سالی میں مبتلا ہو گئی تو انہوں نے ایک وفد جن کا نمائندہ قیل تھا انہیں حرم کعبہ کی جانب بھیجا' وہاں وہ معاویہ بن بکر کے پاس جا کر ایک ماہ تک قیام پذیر رہے۔ بادہ نوشی اور رقص و سرود کی مجالس کو سجا کر باندیوں سے گانے سنتے

رہے‘ جب ایک ماہ کا عرصہ بیت گیا تو قیل جبل تہامہ پر آیا تو اس نے یوں دعا کی۔

اے اللہ العالمین! تو جانتا ہے کہ میں کسی بیمار کے پاس نہیں آیا کہ دوا دارو کروں اور نہ ہی کسی قیدی کے ہاں آیا ہوں کہ اسے فدیہ کے ذریعے آزاد کراؤں رب العالمین تو عاد پر ویسے ہی بارش نازل فرما دے جس طرح پہلے فرمایا کرتا تھا اسی دوران گھٹا ٹوپ سیاہ بادل چھا گئے۔ ہاتف سے آواز آئی کہ ان میں سے کسی کو پسند کر لو قیل نے سیاہ بادلوں کی طرف اشارہ کیا۔ آواز آئی کہ تو نے ہلاکت و بربادی کا انتخاب کیا ہے اب قوم عاد کا ایک فرد بھی زندہ نہ بچے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ان پر صرف اس قدر ہوا بھیجی گئی جتنی کہ میری انگوٹھی کے سوراخ سے گذر سکے۔ پھر بھی صفحۂ سے وہ ملیامیٹ ہو گئے۔

ابو وائل اس حدیث کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آقا علیہ السلام کے ظاہری دورِ حیات میں جب کوئی شخص بطور نمائندہ کہیں روانہ کیا جاتا تو اسے تاکید کی جاتی کہ خیال کرنا کہیں تم عاد کے وفد کی طرح نہ بن جانا۔

ترمذی‘ ابن ماجہ اور ابن جریر اور کئی ایک مفسرین نے اس قصہ کا تذکرہ کیا ہے۔

اس سے عاد اخریٰ کی ہلاکت کا اشارہ ملتا ہے کیونکہ ابن اسحاق وغیرہ کی روایت میں مکہ کا ذکر ہے جبکہ مکہ تو ابراہیم علیہ السلام کے تشریف آوری پر معرض وجود میں آیا جب وہاں پر حضرت حاجرہ اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سکونت اختیار کی اور قبیلہ جرہم آپ کے پاس آ کر آباد ہوا جیسا کہ عنقریب آگے اس کا تذکرہ آئے گا۔

جبکہ عاد اولیٰ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے تھے اور اسی طرح اس روایت میں معاویہ بن بکر اور اس کے اشعار کا تذکرہ ہے یہ اشعار پہلے لوگوں کے کلام کے مشابہ نہیں ہیں۔

اور پھر یہ کہ اس میں آگ کے شعلوں کا ذکر ہے کہ بادل میں آگ کے انگارے تھے حالانکہ عاد اولیٰ تو یخ ٹھنڈی ہوا سے ہلاک ہوئے۔

حضرت ابن مسعود‘ ابن عباس اور ائمہ تابعین علیہم الرحمۃ کا قول ہے کہ وہ ہوا یخ ٹھنڈی‘ طوفان خیز تھی۔

ارشادِ الٰہی ہے: سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا (الحاقہ: ۷)

وہ (گرجتی آندھی) ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار۔

ایک قول کے مطابق عذابِ الٰہی کی ابتدا جمعہ کے دن ہوئی اور ایک دوسرے قول کے مطابق بدھ کے دن ہوئی۔

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ

ان لوگوں کو ان میں دیکھو پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے۔

انہیں کھجور کے ڈھنڈ سے مشابہت دی گئی ہے یعنی ایسے تنے جن کے سر نہ ہوں اس لیے کہ جب ان پر گرجتی آندھی آئی تو پہلے وہ آندھی قوم عاد کے ہر فرد کو اٹھاتی ہوا میں اچھالتی پھر منہ کے بل پٹخ دیتی جس کی وجہ سے ان کی لاشیں سر سے جدا ہو کر بلا سر ڈھنڈ کی طرح رہ جاتیں۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (القمر: ۱۹)

بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی یعنی منحوس دن میں ان پر تسلسل کے ساتھ عذاب آتا رہا۔

تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (القمر:۲۹)

(وہ سخت آندھی) لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ڈھنڈ ہیں۔

يَوْمَ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ منحوس دن سے مراد بدھ کا دن ہے اسی بنا پر بعض لوگوں نے اس دن بدشگون اور منحوس سمجھنا شروع کر دیا حالانکہ ایسا نظریہ صداقت سے منافی اور قرآن پاک کے مخالف ہے۔ قرآن پاک میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ (فصلت:۱۶) پس ہم نے ان پر منحوس دنوں میں سخت آندھی بھیجی' سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن آٹھ تھے اور یکے بعد دیگرے تھے اگر بدھ کے دن کے منحوس ہونے کے نظریہ کو سامنے رکھا جائے تو پھر تمام دن ہی منحوس ہوں گے۔ حالانکہ ایسے نظریے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے مراد منحوس دنوں سے وہ مخصوص دن تھے اور ان کی قوم کے لیے منحوس تھے۔

ارشاد الٰہی ہے: وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (ذاریات:۴۱) اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی یعنی ایسی ہوا جو محض ہوا ہی تھی نہ تو وہ بادلوں کو لا کر برساتی تھی اور نہ ہی درختوں کو بارآور کرتی تھی' بلکہ وہ خشک ہوا تھی بے سود اور بے فائدہ اسی لیے کہا: مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی' یعنی ایسی بوسیدہ اور فنا شدہ چیز کی طرح جس کا بالکل کوئی فائدہ نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا باد صبا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد پچھوائی ہوا سے ہلاک کئے گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان: وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ............ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (احقاف:۲۱)

اور یاد کرو عاد کے ہم قوم جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا بے شک اس سے پہلے ڈر سنانے والے گزر چکے اور اس کے بعد آئے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ آیت مذکورہ میں عاد سے مراد عاد اولیٰ ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ سیاق کلام قوم عاد کے کلام کے ساتھ مشابہہ ہے اور وہ اولیٰ ہی تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ قصہ میں مذکور عاد سے مراد ثانیہ ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مبارکہ جو آگے آ رہی ہے وہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔

بہرحال فرمان الٰہی: فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۔

پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا ان کی وادیوں کی طرف آتا بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا۔

قوم عاد نے جب بادل کو آتے ہوئے دیکھا جو کہ بارش سے بھرے بادلوں کی طرح فضاؤں میں اٹھکیلیا بھر رہا تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ بادل بارش سے بھرا ہوا ہے حالانکہ وہ تو عذاب کا بادل تھا جسے وہ نجات ورحمت کا باعث سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے

اس سے خیر اور بھلائی کی آس لگا رکھی تھی جبکہ انہیں بدترین شر اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب۔

احتمال ہے کہ وہ عذاب جو سخت ترین آندھی کی صورت میں آیا وہ آندھی تھی جو خنک، تند و تیز اور مہلک تھی، سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل چلتی رہی جس کے نتیجے میں ایک شخص بھی زندہ نہ بچا بلکہ وہ آندھی ان کا تعاقب کرتی ہوئی پہاڑوں کی غاروں اور وادیوں میں داخل ہو کر انہیں اچک لیتی، کمین گاہوں سے باہر نکال کر انہیں تباہ و برباد کر ڈالتی وہ مضبوط و مستحکم قلعیں اور گھر جو انہوں نے تعمیر کر رکھے تھے انہیں پر ان کو پٹخ دیتی جس طرح اس قوم نے اپنی قوت و طاقت پر گھمنڈ کرتے ہوئے کہا تھا من اشد منا قوۃ ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس سے بھی زیادہ سخت اور شدید عذاب مسلط کر دیا جو کہ تباہ کن آندھی کی صورت میں تھا۔ یہ بھی احتمال ہے یہ آندھی بعد میں بادلوں کو ہنکالائی ہو باقی ماندہ لوگوں نے سمجھ لیا ہو کہ یہ ان کے لیے رحمت کی برسات لے کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر انگارے اور شعلے برسائے کئی ایک حضرات مفسرین کا یہی قول ہے۔

ایسا ہی سلوک اصحاب مدین سے بھی ہوا۔ ان پر یخ خنک ہوا اور آگ کا عذاب برسا۔ یہ عذاب کی سخت ترین صورت ہے کہ مختلف و متضاد چیزوں کا عذاب بیک وقت دیا جائے اور اس پر مستزاد یہ کہ چیخ و چنگھاڑ کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے جیسا کہ سورۃ مومنون میں وضاحت موجود ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قوم عاد پر جو سخت ترین آندھی بھیجی گئی اور جس سے وہ ہلاک و برباد ہوئے۔ وہ محض انگوٹھی کے سوراخ کی مقدار ہوا کھولی گئی تھی وہ ہوا دیہی آبادیوں میں پہنچی اور وہاں کے ساکنین کے مال و مویشی اور خود ان کو اٹھا کر آسمان و زمین کے درمیان میں لے گئی جب شہروں کے ساکنین نے ہوا کو دیکھا تو کہنے لگے ھذا عارض ممطرنا یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا پھر ہوا نے ان دیہاتیوں اور ان کے مال مویشیوں کو شہر والوں پر پٹخ دیا۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے توسط سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب قوم عاد پر عذاب کی صورت میں ہوا چلائی تو وہ محض انگوٹھی کی سوراخ کی مقدار کھولی گئی تھی جس آندھی نے ان کے دیہاتیوں کو شہروں تک پہنچا دیا۔ پھر شہر والوں نے دیکھا تو کہنے لگے ہذا عارض ممطرنا یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا جو ہماری وادیوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ان بادلوں میں دیہاتی لوگ تھے ہواؤں نے انہیں شہریوں پر پٹخ کے سب کو ہلاک کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہوا ان کی ذخیرہ کرنے کی جگہ تک پہنچ گئی اور دروازوں کی دراڑوں سے نکل گئی اور وہ اتنی شدید تھی کہ جس کا گمان بھی دلوں کو دہلا دینے والا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی تیز ہوا چلتی تو حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے:

اللھم انی اسئلك خیرھا وخیر ما ارسلت بہ واعوذبك من شرھا وشر ما فیھا وشر ما ارسلت بہ۔

یارب العالمین میں تجھ سے اس کی خیر اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اس کے شر اور اس میں جو

کچھ ہے اس کے شر اور جسے تو بھیج رہا ہے اس کے شر سے میں پناہ مانگتا ہوں۔

جب بادلوں سے آسمان غائب ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک بدل جاتا کبھی اندر کبھی باہر کبھی آگے کبھی پیچھے آپ اس طرح متحیر ہوتے اور جب بارانِ رحمت برستی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر آثار بشاشت عیاں ہو جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے آثار مبارک کو دیکھ کر عرض کی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے جس طرح قوم عاد نے کہا تھا۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۔

پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا ان کی وادیوں کی طرف آتا بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے دھن مبارکہ میں سے حلق کا گوشت نظر آ جائے آپ ہمیشہ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بادل یا کبھی آندھی دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارکہ پر آثار ظاہر ہو جاتے۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو بارش کی آس لیے خوشی کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب آپ بادلوں کو دیکھتے ہیں تو آپ کے رخ انور پر عجب کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ میں مطمئن نہیں ہوں کہ اس میں عذاب ہو قوم نوح کو بھی آندھی کے عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ قوم عاد نے جب عذاب دیکھا تو انہوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔

حضرت ھود علیہ السلام کے حج کا تذکرہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ حج کے ضمن میں کر چکے ہیں۔

مرقد مبارک

امیر المومنین حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام کی قبر مبارک یمن میں ہے، بعض متاخرین کا قول ہے وہ دمشق میں ہے۔ دمشق کی جامع مسجد میں قبلہ کی جانب دیوار کے احاطہ میں ایک جگہ ہے بعض لوگوں کا خیال ہے وہی حضرت ھود علیہ السلام کی مرقد مبارک ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوم ثمود کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ

تعارف

ثمود مشہور و معروف قبیلہ تھا۔ قوم ثمود کے جد امجد جدیس کے بھائی ثمود کے نام کی وجہ انہیں ثمود کہا جاتا ہے اور یہ دونوں بھائی عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ یہ خالص عرب تھے اور حجاز اور تبوک کے درمیان حجر میں سکونت پذیر تھے۔ حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے ساتھ جب غزوہ تبوک تشریف لے گئے تھے اس وقت آپ وہاں سے گزرے تھے عنقریب اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ قوم ثمود قوم عاد کے بعد آئی اور ان کی طرح یہ بھی بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی اصلاح و ہدایت کے لیے ان میں سے ہی ایک مرد خدا کو بھیجا جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول صالح بن عبد بن ماسخ بن عبید بن حاجر بن ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام تھے۔

آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی اور کہا کہ بتوں کو پوجنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا چھوڑ دو ان میں سے ایک گروہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے آپ کی ذات پر ایمان لے آیا لیکن اکثر لوگ منکر ہی رہے۔ اپنے زبان و کلام اور عمل و فعل سے غیر مہذبانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر لیا اور آپ کی وہ اونٹنی جو بطورِ حجت آپ کے ساتھ تھی اسے قتل کر دیا' غالب وحکمت اور صاحب قدرت ذات نے انہیں عذاب میں مبتلا فرما دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام اور قرآنی آیات

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا .... وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ (اعراف: ۷۳تا۷۹)

اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح علیہ السلام کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا اور یاد کرو جب تم کو عاد کا جانشین کیا اور ملک میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو اس کی قوم کے تکبر والے کمزور مسلمانوں سے بولے کیا تم جانتے ہو کہ صالح علیہ السلام اپنے رب کے رسول ہیں بولے وہ کچھ لے کر بھیجے گئے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ متکبر بولے جس پر تم ایمان لائے ہمیں اس سے انکار ہے پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح علیہ السلام ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو تو انہیں زلزلہ نے آ لیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے تو صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے

تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرض ہی نہیں۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صَالِحاً .... الا بعد لثمود (ھود:۶۱ تا ۶۸)

اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح علیہ السلام کو بھیجا کہا (حضرت صالح علیہ السلام نے) اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔ بولے اے صالح علیہ السلام اس سے پہلے تو تم ہم میں ہونہار معلوم ہوتے تھے کیا تم ہمیں اس سے منع کرتے ہو کہ اپنے باپ دادا کے معبودوں کو پوجیں اور بے شک جس بات کی طرف ہمیں بلاتے ہو ہم اس سے ایک بڑے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔ بولا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو مجھے اس سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم مجھے سوا نقصان کے کچھ نہ بڑھاؤ گے اور اے میری قوم یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے بری طرح ہاتھ نہ لگانا کہ تم کو نزدیک عذاب پہنچے گا تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹیں تو صالح علیہ السلام نے کہا اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے صالح علیہ السلام اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بے شک تمہارا رب قوی عزت والا ہے اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے گویا کبھی یہاں بسے ہی نہ تھے سن لو بے شک ثمود اپنے رب سے منکر ہوئے ارے لعنت ہو ثمود پر۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ .... يَكْسِبُوْنَ (الحجر:۸۰ تا ۸۳)

اور بے شک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے اور وہ پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے بے خوف تو انہیں صبح ہوتے چنگھاڑ نے آلیا تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ .... اِلَّا تَخْوِيْفًا (اسرا:۵۹)

اور ہم ایسی نشانیاں بھیجنے سے یونہی باز رہے کہ انہیں اگلوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا آنکھیں کھولنے کو تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم ایسی نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ .... وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (شعرا:۱۴۱ تا ۱۵۹)

ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان کے ہم قوم صالح علیہ السلام نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں؟ بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا امانت دار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں تم سے کچھ اس پر اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے کیا تم یہاں کی نعمتوں میں چین سے چھوڑ دیئے جاؤ گے باغوں اور چشموں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک اور پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو استادی سے تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور بناؤ نہیں کرتے بولے تم پر تو جادو ہوا ہے تو تم ہمیں جیسے آدمی ہو تو کوئی نشانی لاؤ اگر سچے ہو فرمایا یہ ناقہ ہے ایک دن اس کے پینے کی باری اور ایک معین تمہاری باری اور اسے برائی کے ساتھ نہ چھوؤ کہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آئے گا اس پر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پھر صبح کو پچھتاتے رہ گئے تو انہیں عذاب نے آلیا بے شک اس میں

ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا .... وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (النمل:۴۵ تا ۵۳)

اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ اللہ کو پوجو تو جبھی وہ دو گروہ ہو گئے جھگڑا کرتے۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم کیوں برائی کی جلدی کرتے ہو بھلائی سے پہلے اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے شاید تم پر رحم ہو بولے ہم نے تو برا شگون کیا تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم لوگ فتنے میں پڑے ہو اور شہر میں نو شخص تھے کہ زمین میں فساد کرتے اور سنوار نہ چاہتے آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر بولے ہم ضرور رات کو چھاپا ماریں گے۔ صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں پر پھر اس کے وارث سے کہیں گے اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کے مکر کا ہم نے ہلاک کر دیا انہیں اور ان کی ساری قوم کو تو یہ ہے ان کے گھر ڈھے پڑے بدلہ ان کے ظلم کا بے شک اس میں نشانی ہے جاننے والوں کے لیے اور ہم نے ان کو بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ .... وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (حم سجدہ:۱۷'۱۸)

اور رہے ثمود انہیں ہم نے راہ دکھائی تو انہوں نے سوجھنے پر اندھے ہونے کو پسند کیا تو انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا سزا ان کے کیے کی اور ہم نے انہیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ .... فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:۲۳ تا ۳۲)

ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اتارا گیا بلکہ یہ سخت جھوٹا اترونا ہے بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترونا ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو تو اے صالح علیہ السلام تو راہ دیکھ اور صبر کر اور انہیں خبر دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے لے کر اس کی کونچیں کاٹ دیں پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان بے شک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی جبھی وہ ہو گئے جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندھی ہوئی اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ .... وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (الشمس:۱۱ تا ۱۵)

ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا جبکہ اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کے ناقہ اور اس کے پینے کی باری سے بچو تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کر دی اور اس کا پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر قوم عاد اور ثمود کا ذکر ایک ہی جگہ فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ براۃ' ابراہیم' فرقان' ص' ق' النجم اور سورۃ الفجر میں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اہل کتاب ان دونوں قوموں کے حالات وواقعات سے واقف نہ تھے اور نہ ہی ان کی کتاب میں ان کے

بارے کسی قسم کا تذکرہ تھاہاں البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان قوموں کے بارے اہل کتاب کوآگاہ فرمایا جیسا کہ سورۃ ابراہیم میں ارشاد الٰہی ہے:وَقَالَ مُوْسٰی .... بِالْبَیِّنٰتِ (ابراہیم:۸'۹)

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تم اور زمین میں جتنے ہیں سب کافر ہو جاؤ تو بے شک اللہ بے پرواہ سب خوبیوں والا ہے کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں جوتم سے پہلے تھی نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد اور ثمود اور جوان کے بعد ہوئے انہیں اللہ ہی جانے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے۔

اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ یہ سارا کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے تھا لیکن چونکہ یہ دونوں قومیں عرب سے تھیں۔اہل عرب نے ان دونوں قوموں کی خبر کو از بر اور محفوظ نہیں کیا گو کہ ان دونوں قوموں کی شہرت زمانہ موسوی علیہ السلام میں کافی حد تک تھی۔

تفسیر ابن کثیر میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے۔اللہ کی حمد اور اس کا احسان درکار ہے۔

قوم ثمود

اب مقصود یہاں پر قومِ ثمود کا قصہ بیان کرنا ہے اور یہ بتانا کہ حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے پیروکار اور متبعین کو اللہ تعالیٰ نے کیسے نجات عطا کی اور اس قوم کو کیسے صفحۂ ہستی سے مٹایا جنہوں نے اپنے کفر کے باعث ظلم وسرکشی کو وطیرہ بنائے رکھا اور رسولانِ خدا کی بھر پور مخالفت کی۔قوم ثمود خالص عرب تھے قوم عاد کے بعد یہ قوم ظاہر ہوئی لیکن انہوں نے قوم عاد پر آنے والے عذاب اور ان کے وحشت ناک انجام سے کوئی عبرت حاصل نہ کی اسی لیے ان کے نبی علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اُعْبُــدُوا اللهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ........... مُفْسِدِيْنَ (اعراف:۷۴'۷۳)

اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا اور یاد کرو جب تم کو عاد کا جانشین کیا اور ملک میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

یعنی قوم عاد کے بعد تمہیں بھیجا تا کہ ان کے وحشت ناک انجام سے درسِ عبرت لے سکو اور ان کی بداعمالیوں کے برعکس اعمالِ صالحہ کر سکو تمہارے لیے یہ زمین مباح کر دی گئی اور تم اس میں نرم جگہوں پر محلات تعمیر کرتے ہو وَتَـنْـحِتُـوْنَ مِنَ الْجِبَـالِ بُيُوْتًـا فٰرِهِيْنَ اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو یعنی تم ان مکانات کو مضبوط و مستحکم اور عمدہ تر بنانے میں ماہر ہو تم اللہ کی نعمتوں کا مقابلہ شکر خداوندی، عمل صالح اور عباداتِ الٰہیہ سے کرو اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور اس کی مخالفت سے بچو کیونکہ ان نافرمانیوں کا انجام بڑا رسوا کن ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحتیں

حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو یوں نصیحت فرماتے ہیں اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ

وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ (الشعرا: ۱۴۶ تا ۱۴۸)

کیا تم یہاں کی نعمتوں میں چین سے چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک یعنی بڑی خوبصورت' جاذب نظر اور پختہ۔

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ .... يُصْلِحُوْنَ (الشعرا: ۱۴۹ تا ۱۵۲)

اور پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو استادی سے تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو اور وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور بناؤ نہیں کرتے۔

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا (هود: ۶۱)

اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا یعنی وہ ذات خداوندی کے جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا پھر اسی میں ہی آباد کیا اور تمہیں زمین کی پیداوار کھیتوں اور پھلوں کو عطا فرمایا وہی خالق و رزاق اور مستحق عبادت و شکر ہے وہ تنہا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ پس اس سے معافی چاہو اور اسی کی طرف رجوع لاؤ یعنی جھوٹے معبودوں کی پرستش میں تم مبتلا ہو ان کا نام و نشان مٹا ڈالو اور معبود حقیقی کی عبادت کی طرف متوجہ ہو جاؤ وہ تمہاری عبادات کو قبول بھی فرمائے گا اور عفو کرم کا مینہ بھی برسائے گا۔ انی ربی قریب مجیب بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔

قوم کا جواب

حضرت صالح علیہ السلام نے جب قوم کو یہ نصیحتیں فرمائیں تو قوم حق و صداقت کو قبول کرنے کے بجائے منکر ہو گئی اور کہنے لگی يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ (هود: ۶۲) اے صالح اس سے پہلے تو تم ہم میں ہونہار معلوم ہوتے تھے یعنی اس گفتگو سے قبل ہم تمہیں عقل سلیم کا مالک سمجھتے تھے اور ہمیں امید تھی کہ کمال عقل کے تم مالک ہوں گے لیکن تمہارا ایک خدا کی عبادت کے لیے دعوت دینا اور ہمارے معبودوں سے ہمیں قطع تعلقی کا سبق پڑھانا اور آباؤ اجداد کے دین سے منحرف ہونے کی تاکید کرنا ہمیں شک میں مبتلا کر رہا ہے۔ (العیاذ اللہ)

قرآن پاک میں یوں اشارہ ہوتا ہے اتنہنا ان نعبد ما یعبد آباء نا واننا لفی شك مما تدعونا الیه مریب کیا تم ہمیں اس سے منع کرتے ہو کہ اپنے باپ دادا کے معبودوں کو پوجیں اور بے شک جس بات کی طرف بلاتے ہو ہم اس سے ایک بڑے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا انداز تلطف

ارشاد الٰہی ہے: قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ .... غَيْرَ تَخْسِيْرٍ (هود: ۶۳)

حضرت صالح علیہ السلام نے کہا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو مجھے اس سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم مجھے سوا نقصان کے کچھ نہ بڑھاؤ گے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے یہ نرم وسرد انداز خطابت اور انہیں دعوتِ حق دینے کا بہترین طرز بیان تھا یعنی آپ نے فرمایا اے میری قوم اگر معاملہ ایسے ہی ہو جس طرح میں تمہیں کہتا ہوں اور دعوت دیتا ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے پاس کیا عذر ہوگا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمہیں کون سی چیز چھٹکارا دلا سکے گی؟ تم مجھ سے یہ مطالبہ کرتے ہو کہ اطاعتِ الٰہی کے لیے دعوت دینے کو ترک کر دوں حالانکہ یہ محال و ناممکن ہے کیونکہ پیغام ہدایت تم تک پہنچانا میرے ذمہ واجب الادا ہے اور اگر خدانخواستہ میں اسے ترک کر دوں تو مجھے عذاب الٰہی سے نہ تو تم میں سے کوئی شخص بچا سکے گا اور نہ ہی تمہارے سوا کوئی اور میری مدد کر سکے گا لہٰذا میں تو مسلسل وحدہٗ لاشریک ذات کی طرف بلانے کا فریضہ سرانجام دیتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کن حکم صادر فرما دے۔

کافروں نے جواباً کہا: انما انت من المسحرین (الشعراء:۱۵۳) بے شک تم پر تو جادو ہوا ہے یعنی یہ جو تم ہمیں دعوتِ الٰہی دے رہے ہو تمہیں خود اس کا علم نہیں جمہور کے نزدیک تو مسحرین سے مراد ہے سحر زدہ لیکن ایک قول کے مطابق مسحرین سے مراد یہ ہے کہ آپ کے پاس سحر ہے یعنی آپ (معاذ اللہ) جادوگر ہیں۔

دونوں اقوال میں سے پہلا قول زیادہ ظاہر و باہر ہے کیونکہ کفار نے اس کے بعد جو کچھ کہا وہ یوں ہے: مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (الشعراء:۱۵۴) تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تو کوئی نشانی لاؤ اگر سچے ہو کفار نے سوال کیا کہ کوئی خرقِ عادت چیز لے کر آؤ جو صدق نبوت پر دلالت کر سکے۔

جادوگر سمجھ کر انہوں نے یہ سوال نہیں کیا تھا کیونکہ جادوگر تو خرقِ عادت چیز لا سکتا ہے لہٰذا ان کا خیال تھا کہ آپ پر جادو کر دیا گیا ہے۔

ناقة الله

جب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے خرقِ عادت چیز کا مطالبہ کیا تو آپ نے بحکم الٰہی ایک اونٹنی کو پیش فرما دیا اور کہا هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ .... يَوْمٍ عَظِيْمٍ (الشعراء:۱۵۶،۱۵۵) یہ ناقہ ہے ایک دن اس کے پینے کی باری اور ایک معین دن تمہاری باری اور اسے برائی کے ساتھ نہ چھوڑو کہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آئے گا۔

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ .... عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اعراف:۷۳)

بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

وَ آتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا (اسراء:۵۹)

اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا آنکھیں کھولنے کو تو انہوں نے اس پر ظلم کیا۔

اونٹنی چٹان سے برآمد

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قوم ثمود ایک دن کسی مجلس میں جمع ہوئے۔ دریں اثنا ان کے پاس اللہ کے رسول حضرت صالح

علیہ السلام تشریف لے آئے آپ نے انہیں توحید الٰہیہ کی دعوت دی۔ نصیحت کی انہیں عذاب آخرت سے ڈرایا اور بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہونے کا حکم دیا۔ قوم وہاں پر موجود ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی کہ اگر تم فلاں فلاں صفات سے متصف اونٹنی اس چٹان سے نکال دو (تو ہم تمہیں نبی مان لیں گے) قوم نے اس کی حیرت انگیز اور مبالغہ آمیز صفات بیان کی اور ساتھ ہی یہ شرط بھی عائد کر دی کہ وہ دس ماہ کی حاملہ ہو' دراز قد ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اگر تمہارے مطالبہ کے مطابق میں تمہارے سوال کو پورا کر دوں تو کیا تم میری نبوت و ہدایت کی تصدیق کرتے ہوئے مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟ سب نے کہا ہاں حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پختہ وعدہ لے لیا پھر آپ جائے نماز پر کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور جس قدر ممکن تھا سجدہ ریزی کی اور بارگاہِ الٰہیہ میں دست بدعا ہوئے کہ الٰہ العالمین جو کچھ انہوں نے طلب کیا ہے تو میری فریاد کو قبول فرماتے ہوئے اسے ظاہر فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے چٹان کو حکم فرمایا کہ پھٹ جائے اور مطلوبہ صفات سے متصف جسیم و عظیم اونٹنی نکل آئے۔ پھر جب قوم نے اس اونٹنی کو ملاحظہ کیا تو اس عظیم معاملہ' ہیبت ناک منظر' قدرۃ ظاہرہ اور دلیل قطعی و معجزہ عظیم کو دیکھ کر ان میں سے اکثر دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے اور ایک کثیر تعداد اپنے کفر و ضلالت اور عناد کے سبب گمراہی پر ڈٹی رہی اسی لیے حکم ہوتا ہے فَظَلَمُوْا بِهَا یعنی انہوں نے انکار کر دیا اور حق و صداقت کے پیروکار نہ بنے۔

اہل ایمان کا سردار

جندع بن عمرو بن محلاۃ بن لبید بن جواس جو کہ قومِ ثمود کا سردار تھا حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ باہرہ کو دیکھ کر جو لوگ ایمان لائے ان میں یہ مذکورہ شخص بھی تھا۔ ایمان قبول کرنے کے بعد یہی شخص اہل ایمان کا سردار بنا اور دیگر لوگ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ زواب بن عمرو بن لبید' خباب اور ارباب بن صمعر بن جلمس جو بت پرست تھے انہوں نے لوگوں کو قبولیتِ حق سے روکنے کی کوشش کی جند بن عمر نے اپنے چچازاد بھائی شہاب بن خلیفہ کو دعوتِ حق دی۔ شہاب بھی رئیسانِ قوم میں سے تھا اس نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ بھی کر لیا تھا لیکن کفارِ ثمود نے اسے روک دیا اور یہ شخص کفار کی طرف مائل ہو گیا۔

مہرش بن غنمہ کے اشعار

شہاب بن خلیفہ جب کفر کی طرف مائل ہو گیا تو مہرش بن غنمہ بن الذمیل نے افسردگی کا اظہار ان اشعار کی صورت میں کیا۔

وکانت عقبۃٌ من آل عمرو الی دین النبی دعوا شھابا

آل عمرو کی ایک جماعت نے شہاب کو نبی برحق کے دین کو قبول کر لینے کی دعوت دی۔

عزیز ثمود کلھم جمیعاً فھمَّ بان نجیب ولو اجابا

(شہاب) سارے ثمود کا معزز و محترم تھا اس نے دین حق کو قبول کرنے کا ارادہ کر لیا تھا کاش کہ وہ قبول کر لیتا۔

لاصبح صالح فینا عزیزاً وما عدلوا بصاحبھم زوابا

ہم میں بھی وہ معزز و صالح ہو جاتا لیکن زواب کے قبیلہ والوں نے اسکے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

ولکن الغواۃ من آل حجر تولوا بعد رشدھم ذابا

لیکن آل حجر کے باغی وسرکش لوگ ہدایت کے بعد مکھی کی طرف پیٹھ پھیر گئے۔

جب اونٹنی پتھر سے نکل آئی تو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ آيَةً یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے معجزہ ونشان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اونٹنی کی نسبت کرنا اس کی شرافت وعظمت کی علامت ونشانی تھی جیسے کہ خانہ کعبہ کو بیت اللہ اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد اللہ کہا گیا۔

فرمایا کہ یہ دلیل ہے اس پر جو احکام میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں۔ فَذَرُوْهَا تَأْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذُكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ "تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

اس وقت تو متفقہ طور پر یہ بات طے ہوگئی کہ یہ اونٹنی لوگوں کے درمیان پھرتی رہے گی روئے زمین میں سے جہاں سے چاہے گی بلا روک ٹوک چرے گی۔ ایک دن کے وقفے سے پانی کے حوض پر آئے گی اونٹنی جس دن پانی پینے آتی تو حوض کا سارا پانی پی جاتی' آئندہ دن لوگ پانی کے حوالے سے اپنی ضروریات کو پورا کرتے' کہا جاتا ہے کہ اونٹنی اتنی کثرت سے دودھ دیتی تھی کہ اسکے دودھ سے ساری قوم سیراب ہو جاتی۔

اس کی پانی کی باری کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا تھا کہ: **لها شرب ولكم شرب يوم معلوم** ایک دن اس کے پینے کی باری اور ایک معین دن تمہاری باری۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے مطالبہ کے نتیجے میں ہم نے جو اونٹنی پیدا کی ہے یہ تمہارے لیے آزمائش ہے کہ آیا تم اتنے بڑے معجزہ کو دیکھ کر بھی ایمان لاتے ہو یا کہ پھر منکر بنتے ہو؟ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (القمر: ۲۷'۲۸) ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ (آزمائش) کو تو اے صالح علیہ السلام تو راہ دیکھ اور صبر کر اور انہیں خبر دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔

یعنی یہ اونٹنی ان کے لیے آزمائش ہے تو اے میری نبی جو تکالیف آپ کو پہنچائی گئی ہیں آپ صبر کا دامن تھامے رکھیں اور انتظار کریں اور دیکھیں کہ ان کی اذیتوں پر انہیں کیسی واضح سزا دی جاتی ہے۔

جب ایک طویل عرصہ اسی طرح بیت گیا تو قوم نے جمع ہو کر یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دی جائیں تاکہ اس سے سکون واطمینان حاصل ہو جائے اور وافر مقدار میں پانی ہمیں دستیاب ہوتا رہے۔ شیطان لعین نے اس قسم کے نظریات ان کے وہم وگمان میں ڈال دیئے تھے۔

ارشاد الٰہی ہے: فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اعراف: ۷۷) پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح (علیہ السلام) ہم پر لے آ جس کا تم وعدے دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

قدار بن سالف بن جندع

قوم ثمود میں سے جس شخص نے اونٹنی کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی وہ قدار بن سالف بن جندع تھا۔ سرخ رنگت والا اور گہرے نیلے رنگ کے دھبوں سے نشان زدہ تھا۔ مذکور ہے کہ وہ حرام زادہ سالف کے گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے اسی کی طرف منسوب ہے۔ درحقیقت وہ نطفہ کسی اور کا تھا جس کا نام صبیان تھا اس قدار نامی شخص نے متفقہ رائے سے اس اونٹنی کو قتل کیا تھا اس متفقہ رائے کی وجہ سے اونٹنی کے قتل کی نسبت ساری قوم ثمود کی طرف کردی گئی۔ علامہ ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے مفسرین کا کہنا ہے کہ قوم ثمود کی دو عورتیں جن میں سے ایک نام صدوقہ اور دوسری کا عنیزہ تھا۔ دونوں عورتوں نے اونٹنی کے قتل کرانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ صدوقہ بنت محیا بن زہیر بن مختار ایک اونچے خاندان کی اور مالدار عورت تھی اس کا شوہر اسلام قبول کر چکا تھا بنابریں یہ اس سے جدا ہوگئی۔ اس نے اپنے چچا زاد بھائی مصرع بن مہرج بن محیا کو پیشکش کی کہ اگر تم اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں تمہارے ساتھ عقد کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جبکہ عنیزہ بنت غنیم بن مجلز ایک بوڑھی کافرہ خاتون تھی۔ قوم ثمود کے سرداروں میں سے ایک سردار زواب بن عمر سے اس کی کئی بیٹیاں تھیں اس نے قدار بن سالف کو اپنی چار خوبرو بیٹیاں پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم اونٹنی کو قتل کر ڈالو تو ان میں سے جس سے چاہو گرہ عقد باندھ سکتے ہو۔

اس لالچ میں یہ دونوں شخص (مصرع اور قدار) اونٹنی کی کوچیں کاٹنے کے لیے مستعد ہو گئے اور قوم کے دیگر افراد کی حمایت حاصل کرنے کے لیے تگ و دو کرنے لگے۔ قوم کے سات دوسرے افراد نے اس قبیح سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عہد وفا باندھ لیا۔ اس طرح ان نو افراد کا ایک گروہ بن گیا۔ قرآن پاک میں بھی یونہی مذکور ہے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (النمل:۴۸)

اور شہر میں نو شخص تھے کہ زمین میں فساد کرتے اور سنوار نہ چاہتے۔

قبیلے کے دیگر لوگوں کی حمایت کے حصول کے لیے بھی یہ کوشاں رہے۔ انہوں نے بھی قتل ناقہ کو مستحسن اقدام قرار دیا۔ ان کے شانہ بشانہ قدم بڑھاتے ہوئے ان کی تائید کر کے انہیں ان کے عزم پر پختہ کر دیا' وہ نو آدمی اونٹنی کے قتل کا عزم صمیم لے کر اونٹنی کے تعاقب میں چل پڑے جب اونٹنی پانی پی کر واپس پلٹ رہی تھی تو مصرع جو کہ گھات لگائے بیٹھا تھا اس نے ایسا تیر مارا جو اونٹنی کی پسلی کی ہڈی میں پیوست ہوگیا۔ قبیلہ کی عورتیں اونٹنی کے قتل پر مردوں کو برانگیختہ کرنے لگیں انہیں ترغیب دینے اور ابھارنے کے لیے اپنے چہروں کو پیٹنے لگیں قدار بن سالف آگے بڑھا اور تلوار سے ایسا شدید وار کیا کہ اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ اونٹنی زمین پر گر گئی اور زوردار چیخیں مارنے لگیں تاکہ اس کا بچہ خبردار ہو جائے پھر اس بدبخت انسان نے اس کے سینہ پر نیزہ مار کر ذبح کر دیا اس کا معصوم بچہ بلند پہاڑ پر چڑھ کر ماں کو پکارنے لگا۔

حضرت حسن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اونٹنی کا بچہ پکارنے لگا اے رب جلیل میری ماں کہاں ہے؟ پھر وہ بچہ ایک چٹان میں داخل ہو کر غائب ہوگیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس کا تعاقب کر کے اس بچہ کی بھی کوچیں کاٹ دی تھیں۔

ارشادالٰہی ہے: فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ (القمر:۲۹،۳۰)
توانہوں نے اپنے ساتھی کو پکاراتو اس نے لے کراس کی کوچیں کاٹ دیں پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔
اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا (شمس:۱۲تا۱۳)
جب کہ اس کا سب سے بد بخت اٹھ کھڑا ہوا تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کے ناقہ اور اس کے پینے کی باری سے بچو۔
عبداللہ بن زمعہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے دریں اثنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور اسے قتل کرنے والوں کا تذکرہ کیا۔آپ نے فرمایا: اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا کہ قوم ثمود میں سے ایک بااثر بد بخت اٹھ کھڑا ہوا۔وہ اپنی قوم میں اس طرح بااثر تھا جس طرح اپنی قوم میں ابوزمعہ ہیں۔

دنیا کے بد بخت انسان

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی ! کیا میں تجھے آگاہ نہ کردوں کہ دنیا میں بدترین دو افراد کون سے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک تو سرخ رنگت والا قوم ثمود کا وہ شخص تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ بد بخت انسان ہے اے علی جو تمہیں شہید کرے گا اور اس خون سے تمہاری داڑھی رنگین ہو جائے گی۔(ابن ابی حاتم)
اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اعراف:۷۷) پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح (علیہ السلام) ہم پر لے آ ؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔اجتماعی طور پر انہوں نے یہ کلام کر کے کئی اعتبار سے کفر بلیغ کو گلے لگالیا۔

قوم ثمود کے کفر بلیغ کی وجوہات

ایک وجہ تو ان کے کفر کی یہ تھی کہ اللہ جل مجدہٗ نے وہ اونٹنی جو بطور علامت ومعجزہ پیدا کی تھی قوم ثمود نے اس کی کوچیں کاٹ کے اللہ اور اس کے رسول کی شدید مخالفت کی۔ان کا یہ عمل حد درجے کا کفر تھا۔
ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے وقوع عذاب میں جلدی مچا رکھی تھی۔دو وجہوں سے وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوئے تھے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ (ھود:۶۴) کہ اونٹنی کو برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں نزدیکی عذاب پہنچے گا۔سورۃ شعراء میں عذاب عظیم اور اعراف میں عذاب الیم دردناک عذاب پہنچے گا۔بہر کیف عذاب کی جتنی صورتیں ممکن ہیں وہ واقع ہو کر رہیں گی۔
اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا کہ اونٹنی کو بری طرح بھی ہاتھ نہ لگانا انہوں نے ذبح کر ڈالا۔
بنابریں عذاب کے مستحق ہوئے۔

۲۔ وقوع عذاب میں جلدی مچائی ان کا عذاب کو مانگنا اور فوراً مانگنا بھی عذاب الٰہی کے استحقاق کا سبب بنا۔کفر بلیغ کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت صالح علیہ السلام جنہوں نے اپنی نبوت وصداقت پر دلیل قطعی پیش کر دی تھی اور کفار کو یقین واثق بھی

تھا کہ آپ اللہ کے فرستادہ رسول ہیں لیکن کفر و گمراہی اور عناد نے انہیں حق سے کوسوں دور رکھا اور عذاب الٰہی کے واقع ہونے کو پر یقین نہ ہونے دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کا ناکام منصوبہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ
(ھود: ۶۵)

تو انہوں (قوم ثمود) نے اس کی کوچیں کاٹیں تو صالح علیہ السلام نے کہا اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔

مذکور ہے کہ جب قوم ثمود نے اونٹنی کی کوچیں کاٹنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے جس شخص نے حملہ کیا وہ ملعون قدار بن سالف تھا اس نے کوچیں کاٹیں جس کی وجہ سے اونٹنی زمین پر گر پڑی پھر دیگر لوگ اپنی تلواریں لے کر اس پر ٹوٹ پڑے اونٹنی کے بچے نے جب یہ ہولناک منظر دیکھا تو خوف کے مارے بدک کر بھاگا اور پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گیا۔ تین مرتبہ زور سے چیخا اسی لیے حضرت صالح علیہ السلام نے بھی انہیں فرمایا: تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو اس دن کے سوا کافروں نے اسے بہت بڑے چیلنج کی بھی تصدیق نہ کی بلکہ جب شام کے سائے ڈھلنے لگے تو قوم ثمود کے نانہجار کافروں نے عزم صمیم کر لیا کہ حضرت صالح علیہ السلام کو بھی تہ تیغ کر کے اونٹنی کے ساتھ ملا دیا جائے۔ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ (النمل: ۴۹) (قوم ثمود کے کفار) آپس میں قسمیں کھا کر بولے ضرور رات کو چھاپا ماریں گے صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں پر یعنی ہم رات کے تاریک لمحوں میں حضرت صالح علیہ السلام کے گھر میں گھس کر انہیں ان کے اہل خانہ سمیت قتل کر ڈالیں گے۔ پھر جب ان کے وارثین خون بہا کا مطالبہ کریں گے تو ہم سرے سے ارتکاب قتل کا انکار کر دیں گے اسی لیے سورۃ نمل میں ارشاد ہوا: ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ .... وَكَانُوا يَتَّقُونَ (النمل: ۴۹ تا ۵۳)

پھر اس کے وارث سے کہیں گے اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کے مکر کا ہم نے ہلاک کر دیا انہیں اور ان کی ساری قوم کو تو یہ ہیں ان کے گھر ڈھے پڑے بدلہ ان کے ظلم کا بے شک اس میں نشانی ہے جاننے والوں کے لیے اور ہم نے ان کو بچا لیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

عذاب الٰہی کی آمد

وہ لوگ جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا ناکام ارادہ کیا تھا اللہ جل مجدہٗ نے انہیں ہلاک کرنے کے لیے پتھر برسائے اور دوسری قوم سے قبل انہیں تباہ و برباد فرما دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں مہلت کے جو تین دن عطا فرمائے تھے ان میں سے پہلا دن جمعرات کا دن تھا اس دن لوگوں کے چہرے زرد ہو گئے جب شام ہوئی تو قوم ثمود کہنے لگی کہ لو مہلت کا ایک دن بیت گیا۔ دوسرا دن جو کہ جمعہ کا دن تھا بھی بیت گیا۔ نفع اٹھانے کا تیسرا روز جو کہ ہفتہ کا دن تھا اس دن لوگوں کے چہرے سیاہ ہو گئے

شام ہوئی تو کہنے لگے لو مہلت گئی۔

جب اتوار کا دن آیا تو قوم دہشت زدہ ہو کر بیٹھ گئی اور انتظار کرنے لگی کہ دیکھیں کون سا عذاب و وبال اور سزا آتی ہے؟ انہیں کچھ علم نہیں تھا کہ ان پر کون سا وبال کس جانب سے آنے والا ہے۔ پھر جب آفتاب طلوع ہوا تو آسمان سے ایک زوردار چنگھاڑ اور نیچے سے ہلا دینے والی چیخ آئی جس سے روحیں لرز اٹھیں لوگ دم توڑنے لگے حرکات و سکنات بے جان ہو گئیں' آوازیں سرد پڑ گئیں اور حقیقتیں عیاں ہو گئیں' پورا شہر تہہ و بالا ہوا املا صبح ہوئی تو لوگوں کے جتھے اپنے گھروں میں یوں اوندھے منہ گرے پڑے تھے کہ ان میں روح و حرکت کا نام و نشان تک نہ تھا۔

قوم ثمود کی لنگڑی لڑکی

مذکور ہے کہ قوم ثمود کے ناہنجار لوگوں میں سے صرف ایک معذور لڑکی عذابِ الٰہی کی دست برد سے محفوظ رہی تھی جسے کلبہ بنت سلق یا ذریعہ کہا جاتا تھا یہ حضرت صالح علیہ السلام سے بغض و عناد رکھنے اور کفر میں انتہا پسند تھی۔ جب اس نے عذاب الٰہی دیکھا تو کھڑی ہو گئی اور بڑی تیزی سے بھاگنے لگی دوڑتی ہوئی وہ عرب کے ایک قبیلے پاس آئی اس کی قوم پر جو عذاب نازل ہوا تھا اور جو دہشت ناک منظر اس نے دیکھا تھا اس قبیلے کو بتایا پھر ان سے اس لڑکی نے پانی مانگا جب اس نے پانی پیا تو وہ بھی واصل جہنم ہو گئی۔

ارشادِ الٰہی ہے: كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا قوم ثمود کے ناہنجار جب ہلاک ہو گئے تو یوں لگتا تھا کہ رزق و غنا اور کشادگی کے اعتبار سے وہ کبھی یہاں بسے ہی نہ تھے۔ قدرت الٰہیہ نے انہیں یوں ندا دی: اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ سن لو بے شک ثمود اپنے رب سے منکر ہوئے ارے لعنت ہو ثمود پر۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وادیٔ حجر سے گزر اور ابو رغال کی داستان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ حجر کے قریب سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معجزات طلب نہ کرو۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے معجزہ طلب کیا تو وہ اونٹنی کی صورت میں تھا وہ اس راستے سے گھاٹ پر وارد ہوتی تھی اور اس راستے سے واپس لوٹتی تھی فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَعَقَرُوْهَا پھر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے رب کے حکم کی سرکشی کی اور اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔ ان کے گھاٹ سے ایک دن اونٹنی پانی پیتی تھی اور ساری قوم اس دن اونٹنی کا دودھ پیتے تھے پھر انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں تو انہیں زوردار چیخ نے آلیا۔ سطح آسمان کے نیچے اس قوم میں سے جو بھی تھا اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ و برباد فرما دیا۔ صرف ایک شخص ایسا فی الوقت بچا تھا جو اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ابو رغال تھا؟ جب وہ حرم سے نکلا تو اس پر بھی وہی عذاب آ پہنچا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔

اسماعیل بن امیہ فرماتے ہیں کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ابو رغال کی قبر کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے صحابہ کیا تمہیں علم ہے کہ یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ و رسولہٗ اعلم اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر

جانتے ہیں تب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ قوم ثمود کے اس فرد ابو رغال کی قبر ہے جو عذاب الٰہی کے وقت اللہ تعالیٰ کے حرم (مکہ مکرمہ) میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حرم نے اسے عذاب کی گرفت سے محفوظ کر لیا۔ پھر جب وہ حدود حرم سے باہر نکلا تو اسے اسی طرح کے عذاب نے ہلاک کر دیا جس طرح کا عذاب اس کی قوم پر نازل ہوا تھا۔ اسے وہی دفن کر دیا گیا اور اس کے ساتھ سونے کی ایک شاخ کو بھی دفنا دیا گیا پھر ایک قوم نے آ کر اس کے پاس قیام کیا انہوں نے اپنی تلواروں سے اس کی قبر کو کریدا اور سونے کی شاخ کو نکال لیا۔ عبدالرزاق' معمر اور امام زہری علیہم الرحمہ کا کہنا ہے کہ ابو رغال قبیلہ ثقیف کا سربراہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طائف کی سرزمین سے گذر رہے تھے کہ وہاں ایک قبر کے پاس سے گذرے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ قبر ابو رغال کی ہے وہ قبیلہ ثقیف کا سربراہ تھا۔ قوم ثمود کا ایک فرد تھا۔ حرم مکہ میں ہونے کی وجہ سے عذاب الٰہی کی دست برد سے محفوظ رہا۔ جب حرم کی حدود سے باہر آیا تو اسی جگہ پر ویسا ہی عذاب آ پہنچا جیسا اس کی قوم پر آیا تھا۔ وہ وہی دفن ہوا اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک سونے کی شاخ دفن کی گئی ہے اگر تم زمین کو کھودنا شروع کر دو تو تم ضرور اس کے ساتھ وہ مذکورہ شاخ کو بھی پالو گے۔ لوگوں نے جلد بازی سے کام لیا اور اس شاخ کو نکال لیا۔

ہلاک شدہ قوم سے حضرت صالح علیہ السلام کا خطاب

فَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ وَقَالَ یٰقَوۡمِ .... النّٰصِحِیۡنَ (اعراف:۷۹)

تو صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم! بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں۔

اس میں اشارہ ہے کہ جب قوم ثمود ہلاک ہو چکی تو آپ علیہ السلام ان کے محلّہ سے کسی دوسرے محلّہ کی جانب تشریف لے گئے اس وقت آپ نے اپنی قوم سے خطاب فرماتے ہوئے کہا: یٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ رِسَالَةَ رَبِّیۡ وَنَصَحۡتُ لَکُمۡ اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا یعنی جس قدر ممکن تھا میں نے تمہیں راہِ راست پر لانے کے لیے سر توڑ کوشش کی اور اپنے قول و فعل اور اپنی نیت کے اعتبار سے اس بات کا بڑا حریص تھا کہ ہدایت پالو' ولکن لاتحبون الناصحین مگر تم خیر خواہی کے غرضی ہی نہیں یعنی تمہاری فطرت قبول حق پر آمادہ ہی نہیں اور نہ ہی تمہاری طبیعت ایسا چاہتی ہے اسی لیے تمہیں اس مستقل دردناک عذاب کی نظر ہونا پڑا جو کبھی تمہاری جان نہیں چھوڑے گا۔ اب میرے پاس کوئی حیلہ اور نہ کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ دونوں ہاتھوں سے اس عذاب کو ہٹا دوں' ادائیگی پیغام رسالت اور خیر خواہی جو میرے ذمہ واجب الادا تھی سو وہ میں نے ادا کر دی اور اس کی خاطر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر ڈالیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے ایسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مشرکین سرداروں سے غزوہ بدر کے واقعہ کے تین دن بعد خطاب فرمایا تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار تھے کوچ کا حکم فرما دیا گیا تھا رات کا آخری پہر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ نعشوں کے گھڑے پہ کھڑے ہو کر فرمایا: اے کنویں والو! بلاشبہ ہم نے تو وہ سب کچھ حق سچ پالیا جو ہمارے اللہ نے ہم سے وعدہ

فرمایا تھا کیا تم نے بھی وہ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی انہیں ارشاد فرمایا کہ تم اپنے نبی کے لیے کس قدر برے تھے کہ نبی کا خاندان ہونے کے باوجود تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے ہجرت پر مجبور کر دیا جبکہ اور لوگوں نے اپنے ہاں ٹھہرانے میں سعادت جانا تم نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی جبکہ لوگوں نے میری اعانت و نصرت کی پس نبی کا خاندان برا ہے یعنی تم اپنے نبی کے لیے برے ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسی قوم سے خطاب فرما رہے ہیں جو ہلاک ہو چکے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جو میں کہہ رہا ہوں وہ تم سے زیادہ سننے والے ہیں لیکن وہ جواب دینے سے عاجز ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام بعدازاں حرم کعبہ میں تشریف لے آئے تھے وہی آپ نے سکونت اختیار کر لی اور یہی آپ کا وصال ہوا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وادی عسفان سے گذر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حج کے لیے تشریف لے جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وادئ عسفان سے گزرے تو فرمایا اے ابوبکر یہ کونسی وادی ہے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ وادئ عسفان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ وادی ہے جہاں سے بیت اللہ کے حج کے لیے جاتے ہوئے حضرت ھود اور صالح علیہما السلام بھی گزرے تھے وہ اپنی اونٹنیوں پر سوار تھے ان کی مہاریں کھجور کی رسی کی تھی اور انہوں نے عبائیں پہنی ہوئی تھیں اور مختلف دھبوں والی چادریں لی ہوئی تھیں لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کی صدائیں لگاتے ہوئے وہ یہاں سے گزرے تھے۔

غزوۂ تبوک کے سال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وادئ حجر کے پاس تشریف لے جانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے تو قوم ثمود کے گھروں کے پاس وادئ حجر کے پاس ٹھہرے۔ لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی بھرا جن سے قوم ثمود پیا کرتی تھی اسی پانی سے آٹا گوندا اور ہانڈیاں پکانے کے لیے چولہوں پر چڑھائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چلا تو آپ نے حکم ارشاد فرمایا کہ ہانڈیاں الٹ دو اور آٹا اونٹوں کو ڈال دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے کوچ فرمایا حتیٰ کہ اس کنویں کے گھاٹ کے پاس پڑاؤ کیا جہاں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو منع فرمایا کہ اس قوم کی بستی میں داخل نہ ہونا جنہیں عذابِ الٰہی سے دوچار کیا گیا۔ فرمایا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر بھی وہی وبال نہ آجائے جو ان پر آیا تھا لہٰذا ان کی بستی میں داخل نہ ہونا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادی حجر میں تشریف فرما تھے۔ دریں اثنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' معتوب اصحاب حجر کی بستیوں میں داخل نہ ہونا ہاں اس صورت میں کہ

روتے ہوئے داخل ہو جاؤ اگر رونا اور زاری نہیں کر سکتے تو مت داخل ہونا کہیں تم بھی اس آفت میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اصحابِ حجر کی بستیوں کے قریب سے گزرے تو آپ نے سر مبارک ڈھانپ لیا اور اپنی سواری کو تیز کر لیا۔ صحابہ کرام کو روک دیا کہ تم ان بستیوں میں داخل نہ ہونا ہاں البتہ اگر داخل ہونا ہے تو روتے ہوئے داخل ہونا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم رو نہ سکو تو رونے کی شکل بنا لو ڈر ہے کہ کہیں تم بھی اس آفت میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس میں وہ ہوئے۔

عامر بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے جا رہے تھے اصحابِ حجر کی بستیوں کے قریب پہنچے تو صحابہ کرام نے اپنی سواریوں کو دوڑانا شروع کر دیا تاکہ بستیوں میں داخل ہو جائیں جب صحابہ کے اس ارادہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چلا تو آپ نے لوگوں میں اعلان کروا دیا کہ (الصلوٰۃ جامعۃ) جمع کرنے والی نماز (یعنی لوگوں ایک جگہ جمع ہو جاؤ) عامر کہتے ہیں میں کہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو روکے کھڑے تھے اور فرما رہے تھے کہ ''ایسی قوم کی بستیوں میں داخل مت ہونا جن پر غضب الٰہی نازل ہوا'' ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم عبرت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ تعجب والا آدمی نہ بتاؤں؟ تم میں ہی ایک ہستی ہے جو تمہیں ماقبل و مابعد کی خبریں دیتی ہے۔ پس تم راہ راست پر قائم و دائم رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے میں کسی چیز کی پروا نہ فرمائے گا اور عنقریب ایسی قوم آئے گی جو اپنے آپ سے کسی چیز کا دفاع نہ کر پائے گی۔

مذکور ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی عمریں طویل ترین ہوتی تھیں وہ مٹی کے گھر بناتے تھے لیکن وہ گھر ایک آدمی (نسل) کی موت تک ہی برقرار رہتے پھر منہدم ہو جاتے پھر انہوں نے پہاڑوں کو ہموار کر کے وہاں گھر بنانا شروع کر دیئے۔

حضرت صالح علیہ السلام سے جب انہوں نے کوئی معجزہ طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چٹانوں سے اونٹنی نکال دی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں خبردار فرما دیا کہ اس اونٹنی اور اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اگر اسے کوئی تکلیف دی تو عذابِ الٰہی تمہاری گرفت فرمالے گا۔

اونٹنی کے بدبخت قاتل کی پیشین گوئی

حضرت صالح علیہ السلام قوم کی فطرت کو سمجھتے تھے اسی لیے آپ نے بتا دیا تھا کہ بہت جلد یہ قوم اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر انہیں ہلاک بھی کر دے گی اور ان کا یہی فعلِ شنیع ان کی ہلاکت و تباہی کا سبب بنے گا۔ آپ نے بتا دیا تھا کہ جو شخص اونٹنی کی کوچیں کاٹے گا وہ سرخ رنگ کا نیلگوں دھبوں والا ہوگا قوم نے دائیوں کی خدمات حاصل کرتے ہوئے انہیں آبادیوں کی طرف روانہ کر دیا کہ جب بھی وہ ان علامات والا بچہ کہیں پائیں تو وہ اسے مار ڈالیں۔ طویل عرصہ بیت گیا ایک زمانہ جانے کے بعد لوگوں کی دوسری نسل

آ گئی تب کسی شہر کے سردار نے کسی دوسرے شہر کے سردار کی بیٹی کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا' شادی ہوئی نتیجتاً ان کے ہاں اونٹنی کی کوچیں کاٹنے والا بدبخت پیدا ہوا یہی قدار بن سالف تھا۔ آباؤ اجداد کے معزز و سردار ہونے کی وجہ دائیاں اس کے قتل کے منصوبے کو عملی جامہ نہ پہنا سکی۔ یہ ظالم بڑی تیزی سے پلتا رہا ایک ہفتہ میں اس کی پرورش اس قدر ہو جاتی تھی جتنی کہ کوئی اور شخص ایک ماہ میں پرورش پاتا ہے حتیٰ کہ اپنی قوم کا سردار بن کر ابھرا تب اس کے نفس نے اسے اونٹنی کے قتل کرنے پر ابھارا' دیگر قوم کے آٹھ افراد نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اس کی پیروی کی وہ بھی قوم کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے اور یہی وہ نو آدمی تھے جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو (معاذ اللہ) قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی افسردگی اور اونٹنی کے بچے کے آنسو

جب وہ نو افراد اپنے منصوبے پر عمل کر کے اونٹنی کو قتل کر چکے حضرت صالح علیہ السلام کو یہ خبر ملی تو آپ ان کے پاس اشک آلود آنکھوں سے تشریف لائے آپ کے غم و افسردگی کو دیکھ کر قوم معذرت کرنے لگی اور کہنے لگی کہ یہ عمل ہمارا متفقہ نہیں بلکہ چند نوخیز جوانوں کا ہے۔

مذکور ہے کہ پھر حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ اس کے بچے کو تلاش کر کے لے آؤ اور اس سے حسن سلوک کرو۔ لوگ بچے کی تلاش میں گئے اونٹنی کا بچہ وہاں پر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا لوگ پہاڑ تک پہنچے تو وہ اور بلندی پر چلا گیا یہاں تک کہ وہ اتنی بلندی تک پہنچ گیا کہ پرندے بھی اسے نہ چھو سکیں۔ پھر وہ رونے لگا اور اس کے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں پھر بچہ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر تین مرتبہ فریادی انداز میں پکارا تب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا: تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ ۔ اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔

آپ علیہ السلام نے قوم کو یہ بھی خبر دے دی کہ کل صبح تمہارے چہرے زرد ہوں گے پرسوں سرخ اور آئندہ دن کالے سیاہ ہو جائیں گے۔ چوتھے دن تم پر ایسی زوردار چیخ آئے گی جس میں ہر قسم کی بجلی کی چمک اور گرج ہوگی جو ایسی گرفت میں مبتلا کرے گی کہ ہر شخص اپنے گھر میں اوندھے منہ پڑا ہوا ملے گا۔

تذکرہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

شجرۂ نسب

حضرت ابراہیم علیہ السلام بن تارخ عمر (ع ۶۵۰) بن ناحور (ع ۱۳۸) بن ساروغ (ع ۲۳۰) بن ارغوا (ع ۲۳۹) بن فالغ

(ع ۴۳۹) بن عابر ۴۶۴ بن شالخ ۴۳۳ بن ارفخشذ ۴۳۸ بن سام ۶۰۰ بن حضرت نوح علیہ السلام۔

علامہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کی کتب میں یہ نام مذکور ہیں اور میں نے ان کے ناموں کے نیچے ان کی عمروں کے ہندی اعداد ملاحظہ کئے ہیں۔ اہل کتاب نے بھی انہیں اعداد کی مدد سے یہ نام درج کئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے بارے ہم پہلے کلام کر چکے ہیں لہٰذا اب اس کے اعادے کی چنداں ضرورت نہیں۔

والدہ ماجدہ

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے اسحٰق بن بشر الکاہلی (صاحب کتاب المبتدا) کے حوالے سے بتایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام "امیلہ" تھا۔ پھر آپ کی ولادت کی خبر بارے بھی اسی نام کا ہی تذکرہ کیا ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام بونا بنت کربنا بن کرثی تھا جو کہ بنو ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام سے تھیں۔

کنیت

ابن عساکر نے مذکورہ حوالہ کے علاوہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کی کنیت ابوضیفان (مہمانوں کے باپ مراد کثرت سے مہمان نواز کرنے والے) تھی۔

ولادت باسعادت

جب تارخ کی عمر پانچ سوستر برس ہوئی تو ان کے ہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام ناحور اور ہاران پیدا ہوئے اور ہاران کے ہاں حضرت لوط علیہ السلام نے جنم لیا۔ ان اہل کتاب کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام تارخ کے درمیانے صاحبزادے تھے۔ ہاران کا وصال ان کے والد کی زندگی میں اسی سرزمین پر ہو گیا تھا جہاں ان کی ولادت ہوئی اور وہ کلدانیوں کی سرزمین یعنی سرزمین بابلی تھی۔ اہل سیر و تواریخ کے نزدیک یہی صحیح قول ہے۔ ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت بغوطہ دمشق میں جبلِ قاسیون کی برزہ نامی بستی میں ہوئی۔ ابن عساکر نے پھر کہا کہ صحیح قول یہی ہے کہ آپ کی ولادت شہر بابل میں ہوئی۔

بابل شہر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ علیہ السلام حضرت لوط علیہ

السلام کی مدد کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں نماز ادا فرمائی تھی۔

رشتہ ازدواج اور حران روانگی

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے جبکہ ناحور ہاران کی بیٹی یعنی اپنی بھتیجی سے بیاہے گئے۔ مذکور ہے کہ سارہ رضی اللہ عنہا بانجھ اور اولاد کی نعمت سے محروم تھی۔ تارخ اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بہو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور ہاران کے بیٹے لوط علیہ السلام کو لے کر کلدانیوں کی سرزمین سے کنعان تشریف لے گئے اور مقام حران پر قیام فرمایا یہیں پر تارخ کا وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر دو سو پچاس برس تھی اس سے واضح تصریح ملتی ہے کہ آپ علیہ السلام کی ولادت حران میں نہیں ہوئی بلکہ کلدانیوں کی سرزمین یعنی شہر بابل یا اس کے گردونواح میں ہوئی تھی۔ پھر یہ لوگ کنعانیوں کی سرزمین ''قاصدین'' چلے گئے جو کہ بیت المقدس کے شہروں میں سے تھا۔ وہاں ''حران'' مقام پر انہوں نے سکونت اختیار کی۔ اس وقت یہ علاقہ اور جزیرہ و شام کلدانیوں کے ماتحت تھے۔ وہاں کے لوگ سات ستاروں کی عبادت کرتے تھے' وہ لوگ جنہوں نے ''دمشق'' آباد کیا تھا وہ بھی اسی دین پر تھے۔ قطب شمالی کی طرف رُخ کر کے قول و فعل کے اعتبار سے کئی طرح وہ سات ستاروں کو پوجتے تھے اسی لیے انہوں نے دمشق کے پرانے سات دروازوں میں سے ہر دروازے پر ایک ستارے کی ہیکل بنا رکھی تھی وہاں وہ عید و تہوار کی رسومات بجالاتے تھے۔

روئے زمین پر صرف ایک گھرانہ اللہ کے حضور سجدہ ریز

اہل حران' اہل دمشق' اہل جزیرہ و شام الغرض روئے زمین پر بسنے والا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ستاروں اور بتوں کو نہ پوجتا ہو۔ ساری سرزمین پر کفر و شرک کا دور دوراں تھا۔ صرف ایک گھرانہ ایسا تھا جو نہ صرف خود کفر و ضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں گرنے سے محفوظ و مامون تھا بلکہ ان کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے اس شر و شرک کو زائل کیا اور کفر و ضلالت کی بیخ کنی فرمائی۔ وہ گھرانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا جس گھرانے کے افراد میں سے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام ہمہ وقت پیکر خشیت الٰہیہ بنے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کم سنی میں ہی رشد و ہدایت اور پھر منصب رسالت سے سرفراز فرمایا تھا اور سن رسیدگی میں اپنا خلیل بنالیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ (الانبیاء:۵۱)

اور بے شک ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا کر دی اور ہم اس سے خبردار تھے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور قرآنی آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ .... لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (عنکبوت:۱۶تا۲۷)

اور ابراہیم علیہ السلام کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو اور اس سے ڈرو اس میں تمہارا بھلا ہے اگر تم جانتے تم تو

اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گڑھتے ہو بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈ و اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا اور کیا انہوں نے نہ دیکھا اللہ کیونکر خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا بے شک یہ اللہ کو آسان ہے تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہے اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور نہ تم زمین میں قابو سے نکل سکو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا اور نہ مددگار اور وہ جنہوں نے میری آیتوں اور میرے ملنے کو نہ مانا وہ ہیں جنہیں میری رحمت کی آس نہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے تو اس کی قوم کچھ جواب نہ بن آیا مگر یہ بولے انہیں قتل کر دو یا جلا دو تو اللہ نے اس آگ سے بچالیا بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم نے تو اللہ کے سوا یہ بت بنا لیے ہیں جن سے تمہاری دوستی یہی دنیا کی زندگی تک ہے پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کے ساتھ کفر کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت ڈالے گا اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں تو لوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں' بے شک وہی عزت وحکمت والا ہے اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا اور بے شک آخرت میں وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہے۔

پھر اللہ جل مجدہٗ نے اس مناظرے کا ذکر فرمایا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد گرامی اور اپنی قوم سے کیا سب سے پہلے آپ نے اپنے والد کو دعوت ایمان دی جو کہ صنم پرست تھے کیونکہ اخلاص نصیحت کے اعتبار سے لوگوں میں سے سب سے زیادہ حق آپ پر آپ کے والد کا ہی تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ.........شَقِيًّا (مریم:۴۱تا۴۸)

اور کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا نبی غیب کی خبریں بتاتا جب اپنے باپ سے بولا اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے' اے میرے باپ بے شک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بے شک شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمان کا کوئی عذاب پہنچے تو تو شیطان کا رفیق ہو جائے۔ بولا! کیا تو میرے خداؤں سے منہ پھیرتا ہے اے ابراہیم بے شک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا اور مجھ سے زمانہ دراز تک بے علاقہ ہو جا کہا! بس تجھے سلام ہے قریب ہے میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے اور میں ایک کنارے ہو جاؤں گا تم سے اور ان سب سے جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو اور اپنے رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی سے بدبخت نہ ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے باپ بیٹے کے درمیان ہونے والی کلام اور مجادلہ کا ذکر فرمایا ہے اور بیان فرمایا کہ کس طرح ایک خیرخواہ بیٹے نے اپنے باپ کو نرم ونازک گفتگو اور بڑے خوبصورت اشاروں سے دعوت ایمانی دی اور بتوں کی پرستش کے جس عقیدے پر

وہ کاربند تھا اس کے بطلان کو کیسے حسین انداز میں بیان کر دیا کہ وہ بت نہ تو اپنے پوجنے والے کی بات کو سن سکتے ہیں اور نہ ہی اسکے قیام کی جگہ کو دیکھ سکتے ہیں تو کس طرح یہ عابد کے دکھوں کا مداوا یا رزق و مدد کے اعتبار سے اس کی بھلائی چاہ سکتے ہیں۔

پھر آپ علیہ السلام نے اپنے والد گرامی کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا گو کہ ابراہیم علیہ السلام کم سن تھے کہ علم نافع اور ہدایت ربانیہ جو مجھے عطا ہوئی ہے تم اس کی پیروی کرلو ارشاد ہوتا ہے: يَـٰٓأَبَتِ إِنِّى قَدْ جَآءَنِى مِنَ ٱلْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَٱتَّبِعْنِىٓ أَهْدِكَ صِرَٰطًا سَوِيًّا اے میرے باپ بے شک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں یعنی ایسی سیدھی، واضح اور نرم و آسان راہ جو تمہیں دنیوی و اخروی زندگی میں خیر کی طرف لے جائے۔ جب یہ رشد و ہدایت اور نصیحت و خیرخواہی باپ پر پیش کی گئی تو وہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوا بلکہ بیٹے کو ڈرانے دھمکانے لگا کہا: أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ ءَالِهَتِى يَـٰٓإِبْرَٰهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ کیا تو میرے خداؤں سے منہ پھیرتا ہے اے ابراہیم بے شک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا۔ ایک قول ہے کہ فقط باپ نے دھمکی دی اور ایک قول ہے کہ عملی مظاہرہ بھی کیا اور پتھراؤ کیا۔ وَٱهْجُرْنِى مَلِيًّا اور مجھ سے زمانہ دراز تک بے علاقہ ہو جا یعنی تو مجھ سے جدا ہو جا اور جدائی کو طویل کر دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا سلم علیک بس تجھے سلام ہے یعنی اے میرے باپ اب آپ کو میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ کلمہ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور نہ ہی کوئی تکلیف آپ کو پہنچے گی بلکہ میری طرف سے آپ پر امن رہیں اور اس پر مستزاد آپ نے یہ بھی دعا فرمائی کہ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىٓ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ بِى حَفِيًّا قریب ہے کہ میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین ارشاد فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بہت لطف فرمانے والا ہے اور اس نے اپنی عبادت و اخلاص کے لیے مجھے اپنی رہنمائی میں لے لیا ہے کہا وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَأَدْعُوا۟ رَبِّى عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّى شَقِيًّا اور میں ایک کنارے ہو جاؤں گا تم سے اور ان سب سے جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو اور اپنے رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی سے بدبخت نہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے ان سے کئے ہوئے وعدہ کے مطابق دعاؤں میں مغفرت مانگی لیکن جب روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے تو پھر اس سے آپ علیہ السلام نے نے بیزاری کا اظہار فرما دیا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: وَمَا كَانَ ٱسْتِغْفَارُ إِبْرَٰهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَآ إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥٓ أَنَّهُۥ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَأَوَّٰهٌ حَلِيمٌ ۔(التوبہ 144)

اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن اس سے تنکا توڑ دیا بے شک ابراہیم ضرور بہت آہیں کرنے والا متحمل ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بروز حشر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملیں گے آزر پراگندہ چہرے سے ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے فرمائیں گے کہ کیا میں نے تجھے نہ فرمایا تھا کہ میری نافرمانی نہ کر آزر آپ سے کہے گا کہ آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی خجالت و شرمندگی کو ملاحظہ فرما کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے یا الہ للعالمین تو نے مجھ سے

وعدہ فرمایا تھا کہ تو مجھے میدان حشر میں رسوا نہیں کرے گا میرے باپ کی رسوائی سے بڑھ کر میرے لیے اور کون سی رسوائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے پھر ندا دی جائے گی اے ابراہیم (علیہ السلام) اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو کہ کیا ہے؟ تب آپ ملاحظہ فرمائیں گے ایک کتا پڑا اور نجاست سے آلودہ شخص ہے پھر اسے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ فرمان الٰہی ہے: وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْ اَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (انعام: ۷۴) اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

اس آیت سے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا لیکن جمہور اہل نسب جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں ان کے نزدیک آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ ایک قول یہ ہے آزر اس بت کا نام تھا جس کی حضرت ابراہیم کا والد پوجا کرتا تھا۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ اس کا نام آزر ہی تھا ممکن ہے کہ دونوں ہی اس کے نام ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک لقب تھا اور دوسرا نام (علم)

پھر ارشاد الٰہی ہوا:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ .... حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (انعام: ۷۵ تا ۸۳)

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہی گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی کہا کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو تو وہ مجھے راہ بتا چکا اور مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو ہاں جو میرا ہی رب کوئی بات چاہے میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا نصیحت نہیں مانتے اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ سزاوار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے۔

ان آیات طیبات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے مناظرہ کا ذکر ہے اور قوم کو یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ یہ اجرام فلکی یعنی چمکنے والے ستارے نہ تو معبود بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی اللہ عزوجل کے ساتھ شریک بننے کی بلکہ اللہ تعالیٰ خالق کائنات جبکہ یہ مخلوق، محتاج پرورش، مصنوع، مدبر اور مسخر ہیں کبھی چمکنا شروع کر دیتے ہیں اور کبھی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے

ہیں بلکہ اس جہاں سے پنہاں ہو جاتے ہیں اللہ کی ذات طیبہ سے کوئی چیز بھی پنہاں ومخفی نہیں ہوتی جہاں والوں کی نظروں سے مخفی چیز بھی ذات الٰہی سے پوشیدہ ومستور نہیں ہوتی بلکہ وہ ذات دائم باقی اور لازوال ہے نہ تو اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ ہی اسکے سوا کوئی پالنہار۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے سب سے پہلے ستاروں کو معبود نہ بننے کی صلاحیت کا تذکرہ کیا۔ منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو چمکتا ہوا ستارہ دیکھا تھا وہ زہرہ تھا' پھر چمک ودمک اور حسن وجمال کے اعتبار سے برتر قمر (چاند) کی طرف ترقی کی پھر اجرام فلکیہ میں سے نظر آنے والے سیارگان میں سے سب سے زیادہ روشن وچمکدار آفتاب کی طرف ترقی کی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واضح ہو گیا کہ یہ تو مسخر اور کسی کے حکم کے تابع فرمان ہیں اور مخلوق ومربوب ہیں کسی مقصد کے لیے انہیں مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

وَمِنْ آيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (حم السجدہ:۳۷)

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو۔

اسی لیے فرمایا: فَلَمَّا رَءَ الْقَمَرَ بَازِغًا ای (طالعة)......... اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا (انعام:۷۷-۸۰)

پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بےزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی کہا کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو تو وہ مجھے راہ بتا چکا اور مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو ہاں جو میرا ہی رب کوئی بات چاہے۔ یعنی مجھے ان جھوٹے معبودوں کی کوئی پروا نہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کیونکہ نہ تو یہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کی بات سمجھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی سیاروں اور دیگر مخلوق کی طرح مربوب ومسخر ہیں اور لکڑی وپتھر کو تراش کر بنائے گئے ہیں۔

ستاروں کے بارے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موعظت ونصیحت اہل حران کے لیے تھی کیونکہ وہ ہی ستاروں کو پوجتے تھے۔ یہ ظاہری احکام ان لوگوں کے قول کو مسترد کر دیتے ہیں جن کی رائے ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم بچپن میں جب مقام سرب سے تشریف لائے تھے اس وقت آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے جس طرح کہ ابن اسحاق وغیرہ کا نظریہ ہے۔ یہ اسرائیلی خبریں ہیں جو نا قابل اعتماد ہیں جبکہ یقینی طور پر وہ حق کے مخالف ہوں۔

جہاں تک اہل بابل کا تعلق ہے تو وہ تو بتوں کو پوجتے تھے ان کی پرستش کے حوالہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے مناظرہ فرمایا انہیں توڑا ان کی توہین وتحقیر فرمائی اور ان کے بطلان کو واضح کیا' جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ......... مِنْ نّٰصِرِيْنَ (العنکبوت ۲۵)

اور ابراہیم نے فرمایا تم نے تو اللہ کے سوا یہ بت بنالیے ہیں جن سے تمہاری دوستی یہی دنیا کی زندگی تک ہے پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کے ساتھ کفر کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت ڈالے گا اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ......... إِلَّا الْخَاسِرِينَ (الانبیاء: ۵۱تا۷۰)

اور بے شک ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا کر دی اور ہم اس سے خبردار تھے۔ جب اس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ یہ مورتیں کیا ہیں جن کے آگے تم آسن مارے (جھکے پڑے) ہو بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا' (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو بولے کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیلتے ہو کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر تو ان سب کو چورا (ریزہ ریزہ) کر دیا مگر ایک کو جو ان سب کا بڑا تھا کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں بولے کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بے شک وہ ظالم ہے ان میں سے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں بولے! تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید وہ گواہی دیں۔ بولے! کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو اگر بولتے ہوں تو اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے بے شک تمہیں ستم گر ہو پھر اپنے سروں کے بل اوندھا دیئے گئے کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں بولے! ان (ابراہیم علیہ السلام) کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔ ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر اور انہوں نے اس کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کر دیا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ......... بِالصَّالِحِينَ (الشعراء: ۶۹تا۸۳)

اور ان پر پڑھو خبر ابراہیم کی جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو۔ بولے! ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسن مارے جھکے ہوئے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو یا تمہارا کچھ بھلا برا کرتے ہیں بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا تو کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا' بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے راہ دے گا اور وہ جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا اے میرے رب! مجھے حکم عطا کر اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے قرب خاص کے سزاوار ہیں۔

وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ......... فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ (الصافات: ۸۳تا۹۸)

اور بے شک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے جب کہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا غیر سے سلامت دل لے کر جب اس نے

اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو کیا بہتان سے اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو تو تمہارا کیا گمان ہے۔ رب العالمین پر پھر اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں تو وہ اس پر پیٹھ دے کر پھر گئے پھر ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلا تو کہا کیا تم نہیں کھاتے؟ تمہیں کیا ہوا کہ نہیں بولتے تو لوگوں کی نظریں بچا کر انہیں داہنے ہاتھ سے مارنے لگا تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے آئے فرمایا کیا اپنے ہاتھوں کے تراشے کو پوجتے ہو اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بولے اس کے لیے ایک عمارت چنو پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو تو انہوں نے اس پر داؤ چلنا چاہا ہم نے انہیں نیچا دکھایا۔

ابراہیم علیہ السلام کا انداز ناصحانہ

اللہ جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے خبر دی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو صنم پرستی سے روکا اور قوم کے سامنے بتوں کی تحقیر و توہین اور ان کی تنقیص بیان کی انہیں جھنجوڑتے ہوئے کہا: مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ یہ مورتیں کیا ہیں جن کے آگے تم آسن مارے ہو یعنی ان کے سامنے جھکے پڑے اور سراپا عجز و انکسار بنے ہوئے ہو قوم نے کہا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا ان کے پاس باپ دادا کے اس عمل شنیع کے علاوہ کوئی اور دلیل نہ تھی اسی دلیل کی بنیاد پر ہی وہ شرک جیسا قبیح عمل کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔ ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہے: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

جب (ابراہیم علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو کیا بہتان سے اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین پر قتادہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تم غیروں کو پوجتے ہو جب تم رب العالمین سے ملاقات کرو گے کیا خیال ہے کہ پھر وہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے منطقی انداز میں بات کرتے ہوئے فرمایا: هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (الشعراء ۷۲ تا ۷۴)

کیا تمہاری وہ سنتے ہیں جب تم پکارو یا کچھ تمہارا بھلا برا کرتے ہیں بولے! بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا' قوم اس بات کا اقرار و تسلیم کر چکی تھی کہ واقعی یہ معبودان باطلہ نہ تو کسی کی فریاد کو سنتے ہیں اور نہ ہی نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت و طاقت رکھتے ہیں فقط آباؤ اجداد کی اقتداء ہی انہیں بتوں کے پوجنے پر آمادہ کئے ہوئے تھی ان کے اباؤ اجداد جیسا بھی کوئی جاہل مطلق ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (الشعراء ۷۵ تا ۷۷) تو کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم۔

قوم جن بتوں کو پوجتی تھی ان کے معبودان باطلہ ہونے پر آپ کا یہ کلام دلیل قطعی کی حیثیت رکھتا ہے آپ نے ان سے بیزاری کا اظہار فرمایا ان کی تنقیص کی اگر ان میں نقصان دینے یا اثر اندازی کی قوت ہوتی تو وہ ضرور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنا داؤ پیچ چلا لیتے۔

قوم نے جواباً کہا: اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ (انبیاء ۵۵) کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہیں کھیلتے ہو۔ یہ جو تم ہمیں ارشاد فرماتے ہو اور ہمارے بتوں کی تحقیر و تنقیص بیان کرتے ہو اور ان کی پوجا کے سبب ہمارے آباؤ اجداد کی طعن و تشنیع کرتے ہو کیا یہ برحق ہے یا محض لھو ولعب؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: قَالَ بَلْ رَّبُّکُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَھُنَّ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ (انبیاء:۵۶) بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں یعنی میں جو بھی تمہیں فرما رہا ہوں یہ بالکل برحق ہے تمہارا معبود وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمہارا بھی پالنہار ہے اور کائنات عالم کی ہر چیز کا بھی رب ہے آسمان و زمین کو اس نے بغیر کسی سابقہ مثال و نمونہ کے پیدا فرمایا ہے وہی وحدہٗ لاشریک مستحق عبادت اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔

عید کی بہار یا روز غم

وَتَاللّٰهِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا ہو چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر یعنی جب تم اپنی عید کا تہوار منانے کے لیے چلے جاؤ گے تو جن معبودان باطلہ کی تم پوجا کرتے ہو میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ان کا بل کس نکال دوں گا۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ سے یہ بات کہی تھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قوم کے بعض لوگوں نے یہ کلام سن لیا تھا ان کے ہاں یہ معمول تھا کہ وہ ہر سال عید کا تہوار منانے کے لیے شہر سے باہر جمع ہوتے تھے آپ کے والد نے کہا کہ آؤ عید منانے چلیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو بیمار ہونے والا ہوں فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ پھر اس ابراہیم علیہ السلام نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کلام میں ایک ایسا انداز اپنایا جس سے اپنے مقصد یعنی توہین معبودانِ باطلہ اور تائید دین الٰہیہ پر پہنچ سکیں اور وہ معبودانِ باطلہ جن کی پرستش پر قوم کمر بستہ تھی انہیں اس طرح کیفر کردار تک پہنچا دیں جس طرح کے وہ مستحق ہیں ان کو توڑ پھوڑ دیا جائے اور انتہا درجے کی تذلیل و توہین کی جائے۔ سو جب قوم اپنی عید کا تہوار منانے کے لیے شہر سے باہر نکل گئی تو آپ وہی ٹھہر گئے فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِهَتِهِمْ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلے یعنی آپ چھپ کر اور بڑی تیزی سے بت خانے کی طرف تشریف لے گئے وہاں جا کر ملاحظہ فرمایا کہ بت تو بڑی خوبصورتی کے انداز میں ہے اور قسم با قسم کے کھانے ان کے سامنے بطور ہدیہ موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور مذاق انہیں کہا اَلَا تَاْکُلُوْنَ مَا لَکُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ کیا تم نہیں کھاتے تمہیں کیا ہوا کہ نہیں بولتے تو لوگوں کی نظریں بچا کر انہیں داہنے ہاتھ سے مارنے لگے' کیونکہ دایاں ہاتھ زیادہ طاقت والا' سختی سے پکڑنے والا' زیادہ تیز اور زیادہ قہر والا ہوتا ہے آپ کے ہاتھ میں جو

کلہاڑا تھا اس کے ساتھ بتوں کو توڑ دیا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا تو ان سب کو چورا کر دیا یعنی مکمل طور پر توڑ دیا اِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ (انبیاء:۵۷) مگر ایک کو چھوڑ دیا جوان کا سب کا بڑا تھا شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں۔

منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑا بڑے بت کے ہاتھ میں دے دیا یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ بڑے بت نے غیرت کا مظاہرہ کیا ہے کہ اس کی موجودگی میں چھوٹے بتوں کو کیوں پوجا جاتا تھا جب قوم عید منا کر واپس پلٹی تو دیکھا کہ ان کے معبودوں کے کس بل نکل چکے ہیں۔ قَالُوا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ بولے! کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بے شک وہ ظالم ہے۔

احمق کہیں کے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عمل میں ان کے لیے ظاہری طور پر دلیل موجود تھی اگر ان کے پاس عقل کا ذرہ ہوتا تو وہ سوچتے کہ وہ معبود جنہیں وہ پوجتے تھے ان پر اتنی بڑی آفت نازل ہوئی کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اگر واقعی یہ معبود ہیں تو جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس سے اپنا دفاع کیوں نہ کر سکے لیکن اس فہم و ادراک کے برعکس اپنی جہالت' کم عقلی' کثرت ضلالت اور احمقانہ سوچ کی بنا پر کہنے لگے کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بے شک وہ ظالم ہے۔

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ (الانبیاء:۶۰) ان قوم میں سے کچھ بولے ہم نے ایک نوجوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں یعنی ان بتوں کے عیب اور نقص بیان کرتا اور انہیں ذلیل وحقیر سمجھتا ہے وہی انہیں توڑنے کا پختہ عہد کر سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے یہ ذکر کیا تھا کہ تاللہ لاکیدن اصنامکم بعدان تولوا مدبرین اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ (قوم کے لوگ) بولے تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید وہ گواہی دیں یعنی ایک عظیم اجتماع میں انہیں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ لوگ اس کی باتوں پر شہادت دیں اس کے نقطہ نظر کو سنیں اور ان کے معبودوں پر جو آفت اس نے نازل کی اس پر قصاص کے طور پر پھر سب مدد کریں۔

ایسا موقع پھر کہاں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقاصد و عزائم میں سے ایک عظیم مقصد یہ بھی تھا کہ کہیں ایسا موقع میسر آئے جہاں بتوں کے سارے پجاری جمع ہوں اور ان کے سامنے بتوں کے بطلان پر دلائل دیئے جائیں ایسا ہی موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى (طٰہٰ:۵۹) کہ تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں۔

جب سارے لوگ جمع ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی لے آئے تو انہوں نے کہاءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا (انبیاء:۶۲'۶۳) کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم آپ نے

فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا ایک معنی اس کا یہ بھی کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس بڑے بت نے مجھے ان بتوں کے توڑنے پر برانگیختہ کیا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ تو ان سے پوچھو اگر بولتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس کلام کا مقصد یہ تھا کہ قوم خود اس بات کی طرف مائل ہو جائے گی کہ یہ تو بولتے نہیں پھر اعتراف کرلیں گے کہ یہ بھی دوسرے پتھروں کی طرح محض ایک پتھر ہی ہیں فَرَجَعُوْا اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ تو اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے بے شک تم ہی ستم گار ہو یعنی ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے بے شک تم تو ظالم ہو کہ ان بتوں کے پاس کوئی محافظ و چوکیدار بھی نہ چھوڑ کر گئے۔

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ (انبیاء:٦٥) پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے۔سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ پھر وہ اپنے اسی دین کی طرف پلٹ گئے جس پر وہ کاربند تھے ان کا کہنا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی تم اس کی عبادت کرنے میں ظالم ہو جبکہ قتادہ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام سن کر ورطہ حیرت میں ڈوب گئی یعنی سرنگوں ہو گئے اور کہا: لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ کہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں اے ابراہیم جب تم خوب جانتے ہو تو پھر تم ہم سے ایسا سوال کیوں کرتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (انبیاء:٦٦٬٦٧) تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے آئے قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اپنے ہاتھ کے تراشوں کو پوجتے ہو یعنی تم ان بتوں کے سامنے جبین نیاز جھکانا کیسے گوارا کرلیتے ہو؟ جنہیں تم لکڑی اور پتھروں کو تراش کر بناتے ہو اور جیسا جی میں آتا ہے ان کی شکلیں اور صورتیں بنا لیتے ہو۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو ما تعملون میں مامصدر یہ ہو یا بمعنی الذی (اسم موصول) مقتضائے کلام یہی ہوگا کہ تم بھی مخلوق ہو اور یہ بت بھی مخلوق ہیں تو ایک مخلوق اپنے جیسی دوسری مخلوق کی کیسے عبادت کرسکتی ہے اگر تم ان کی عبادت کرتے ہو تو یہ کوئی اس سے بڑا کمال نہیں کہ وہ تمہاری عبادت کریں یعنی چاہیے تم ان کی عبادت کرو یا وہ بت تمہاری عبادت کرنا شروع کردیں یہ دونوں عمل برابر ہیں اور تمہارا لغیر کی وجہ کے ایک دوسرے کی عبادت کرنا باطل و فضول ہے۔ خالق کائنات اور وحدہ لاشریک ذات کے سوا کسی چیز کی بھی عبادت کرنا مردود و نامقبول ہے۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ (صافات:٩٧٬٩٨) بولے اس کے لیے ایک عمارت چنو پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو تو انہوں نے اس پر داؤ چلنا چاہا ہم نے انہیں نیچا دکھایا جب مجادلے اور مناظرے سے مغلوب ہو گئے اور ان کے پاس کوئی حجت اور کوئی شبہ نہ رہا جسے اپنی قوت و بادشاہی پر پیش کرسکتے کہ جس کے ذریعے اس عمل کے لیے مدد لے سکیں جس عمل پر اپنی حماقت اور سرکشی سے گامزن تھے اللہ جل جلالہ نے انہیں عاجز کردیا اور اپنے دین، کلمہ اور برہان کو غالب فرمادیا۔

آلاؤ روشن کرنے کی ترکیب

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاَرَادُوْا

بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (انبیاء ۶۸ تا ۷۰)

(قوم کے لوگ) بولے ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر اور انہوں نے اس کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کر دیا۔ قوم نے اس عظیم منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا آغاز یوں کیا کہ کفار اپنی طاقت واستطاعت کے مطابق لکڑیاں جمع کرنے لگے یہاں تک کہ جمع کرتے کرتے ایک عرصہ لگ گیا۔ اسی دوران اگر کوئی عورت بیمار ہو جاتی تو نذر مانتی کہ اگر صحت یاب ہو جائے تو ابراہیم علیہ السلام کو بھسم کرنے کے لیے آگ کے آلاؤ میں لکڑیوں کا گھٹا لا کر ڈالے گی پھر قوم نے ایک بہت بڑا گھڑا کھودا اور ساری لکڑیاں اس گھڑے میں ڈال کر انہیں آگ لگا دی آگ بھڑکنے لگی اور اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ آگ کے انگاروں کی بلندی کا عالم یہ تھا کہ روئے زمین پر ایسی آگ کبھی نہ دیکھی گئی۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں اٹھا کر ڈالنے کا مسئلہ تھا چنانچہ اس کے لیے انہوں نے ایک منجنیق تیار کیا منجنیق کی تیاری کی خدمات ہزن نام کے ایک شخص سے لی گئی جس کا تعلق اکراد سے تھا روئے زمین میں یہ پہلا شخص تھا جس نے منجنیق تیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین کے اندر دھنسا دیا اور قیامت تک اس طرح تسلسل کے ساتھ زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔ پھر ان کافر لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشکیں کس دیں۔ اس دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کلمات کو اپنی زبان سے ادا فرما رہے تھے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ وَلَا شَرِيْكَ لَكَ ۔ جب ابراہیم کی مشکیں کس کے منجنیق میں ڈال دیا تو سب نے مل کر حضرت ابراہیم کو اٹھا کر آگ میں پھینک دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے اس وقت یہ کلمات ارشاد فرمائے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی کلمات حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اس وقت کہے تھے جب کفار مکہ نے آپ کو دھمکی دی تھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وہ جن لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس (کافی) ہے اور کیا اچھا کارساز تو پلٹے اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی۔

روئے زمین پر ایک ہی موحد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو آپ نے عرض کی اے الٰہ العالمین بے شک تو آسمان میں تنہا دیکھتا ہے اور میں زمین میں تنہا تیری عبادت کرنے والا ہوں۔

ملائکہ کی خدمات

بعض سلف صالحین نے ذکر کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی آگ تک نہ پہنچے تھے ہوا میں ہی معلق تھے کہ جبرائیل امین

علیہ السلام نے آ کر عرض کی کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے‘ آپ نے فرمایا: اما الیک فلا مجھے تمہاری طرف سے کوئی ضرورت نہیں۔

جانتا ہے رب جلیل   آ گ میں پڑتا ہے اس کا خلیل

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بارش کا فرشتہ منتظرانہ حالت میں کہہ رہا تھا کہ کب مجھے حکم ہو تو میں بارش برسادوں جبکہ اللہ کا حکم اس سے تیز تھا قلنا یانار کونی بردًا وسلامًا علی ابراھیم ۔

دھکتے انگارے یا باغ و بہار

ارشاد الٰہی ہے: ’’ہم نے کہا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر‘‘ مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مراد تھا کہ ایسی سلامتی والی ہو جا کہ بالکل بے ضرر بن جا۔

حضرت ابن عباس اور ابو العالیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سلاماً علی ابراہیم نہ فرماتا تو آگ کی ٹھنڈک ابراہیم کو نقصان پہنچا دیتی۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن ابراہیم علیہ السلام کو نظر آتش کیا گیا۔ اس آگ کی سلامتی کی برکت سے روئے زمین کی ہر آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی کسی شخص نے بھی اس دن آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جس رسی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشکیں کسی گئی تھیں اس کے سوا کوئی چیز بھی نہ جلی۔

ضحاک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے چہرے پر پسینے کے سوا اور کوئی گزند آپ کو نہ پہنچی تھی حضرت جبرائیل آپ کے رخ انور کے پسینہ کو صاف فرماتے رہے۔

سدی علیہ الرحمۃ فرماتے کہ سایہ کرنے والا فرشتہ بھی سائے کی طرح آپ کے ساتھ تھا۔ گھڑے کی مضافات میں ایک ایک میل تک آگ ہی آگ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں سرسبز و شاداب گلشن میں تشریف فرما تھے لوگ اس عجیب منظر کو دیکھ رہے تھے نہ تو لوگ وہاں تک پہنچنے پر قادر تھے اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے پاس آ رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے بہترین کلمہ آپ کے والد کا وہ تھا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو آگ کے شراروں میں محفوظ و مامون دیکھ کر کہا تھا کہ

نعم الرب ربك یاابراھیم   اے ابراہیم تیرا رب بہترین پروردگار ہے

ماں تیرے صدقے جائیں

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے جب آگ کے آسمان بوس شعلوں کو گل و گلزار بنتے دیکھا تو پکارنے لگی اے میرے لخت جگر اے میرے نورِ نظر میں تیرے پاس آنا چاہتی ہوں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ وہ مجھے آگ کی تپش سے محفوظ کرلے آپ نے فرمایا آجائیں والدہ چل پڑیں انہیں بھی آگ نے چھوا تک نہ جب قریب پہنچی تو بیٹے کو گلے لگا لیا پیشانی کو چوما پھر واپس پلٹ آئیں۔

زندگی کے بہترین دن

منہال بن عمر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی جلائی ہوئی آگ میں چالیس یا پچاس دن قیام فرمایا فرماتے تھے کہ جس طرح کی پرلطف زندگی کے ایام میں نے آگ میں گزارے ہیں ایسے دن میری زندگی میں مجھے نہیں ملے میں چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی ہی ایسی ہو جائے۔

کفار نے بدلہ لینا چاہا شکست و ریخت اور رسوائی سے دوچار ہوئے' عروج چاہا ذلیل و لئیم بنے غالب ہونا چاہا مغلوب و مقہور ہو گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (الانبیاء: ۸۰) انہوں (کفار) نے اس (ابراہیم علیہ السلام کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کر دیا۔ سورۃ الصافات میں ہے) فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ہم نے انہیں نیچے دکھایا۔ دنیوی زندگی میں کفار پستی و خسارہ میں کامیاب و کامران ہوئے اور اخروی زندگی میں آتش جہنم ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی نہ ہوگی اور نہ ہی انہیں سلام و برکات میسر آئے گی۔ بلکہ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (الفرقان ۶۶) ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بے شک جہنم بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

گرگٹ آتش نمرود کو سلگاتا تھا

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مارنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جلائے جانے والی آگ پر پھونکیں مارتا تھا۔ (بخاری، مسلم)

امام احمد علیہ الرحمۃ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے توسط سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گرگٹ کو مار ڈالو کیونکہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جلائی جانے والی آگ پر پھونکیں مارتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو مار دیا کرتی تھیں۔

امام احمد علیہ الرحمۃ نے ہی اپنی مسند میں حضرت نافع کے توسط سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے ایک نصب شدہ نیزہ دیکھا عرض کی یہ نیزہ کس مقصد کے لیے ہے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم اس کے ساتھ گرگٹ مارتے ہیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ محبوب انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو تمام چوپائے آگ کو بجھانے میں کوشاں تھے سوائے گرگٹ کے کہ وہ پھونکیں مار کر اسے مزید سلگاتا تھا۔

امام احمد علیہ الرحمۃ کی ہی ایک روایت ہے کہ فاکہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی سامہ بیان کرتی ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ کا شانہ اقدس پر ایک نیزہ رکھا دیکھا میں نے عرض کی ام المومنین آپ اس نیزے کو کیا کرتی ہیں فرمایا ہم ان کے ساتھ چھپکلیاں مارتے ہیں۔ محبوب کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمایا تھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نظر آتش کیا گیا روئے زمین کا ہر چوپایہ آگ بجھانے کی تگ و دو میں تھا سوائے گرگٹ کے وہ پھونکیں مار کر بھڑکانے کی فکر میں تھا۔ بنابریں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مارنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

مناظرہ مابین خلیل وذلیل

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے مناظرے کا تذکرہ جو آپ نے ایک ایسے شخص سے کیا جس نے عظمت و کبریائی کی مصنوعی چادر اوڑھ کر عظمت وجلال والی ذات سے جھگڑنا چاہا اور بزعم خود خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا حالانکہ وہ تو ایک نحیف وضعیف انسان تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَاجَّ .... الخ (البقرہ:۲۵۸)

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جلاتا' زندہ کرتا اور مارتا ہے بولا! میں جلاتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا تو اللہ سورج کو لاتا ہے پورب (مشرق) سے تو اس کو پچھم (مغرب) سے لے آ تو ہوش اڑ گئے کافر کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔

اللہ جل شانہ' نے اپنے خلیل کے اس مناظرہ کا تذکرہ فرمایا ہے جو انہوں نے ایک سرکش ومتکبر ایسے بادشاہ سے کیا جس نے بزعم خود خدا ہونے کا دعویٰ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے خدا ہونے کی دلیل کو رد فرما دیا۔ اس کی جہالت کثیرہ اور عقل قلیل کو ظاہر فرما دیا۔ دلائل وبراہین سے اسے ایسی لگام دی کہ اس کے لیے درمیانی راہ کو واضح کر دیا۔

نمرود کا نسب نامہ

مفسرین کرام اور ان کے ماسوا دیگر علمائے نسب نے بیان کیا ہے کہ نمرود بابل کا بادشاہ تھا اس کا پورا نام نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام تھا۔ امام مجاہد علیہ الرحمۃ کے سوا دیگر مفسرین کرام نے اس کا نسب نامہ یوں بیان کیا ہے۔ نمرود بن فالح بن عابر بن صالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

روئے زمین کی ساری دنیا کے بادشاہ

مجاہد علیہ الرحمۃ اور دیگر مفسرین کا کہنا ہے کہ نمرود ان چار بادشاہوں میں سے ایک تھا جنہیں اللہ کریم نے پوری دنیا کی بادشاہت عطا فرمائی تھی دو ان میں سے مومن اور دو کافر تھے۔

مومنوں میں حضرت ذوالقرنین اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہم السلام جبکہ کافروں میں سے نمرود اور بخت نصر۔

نمرود کی بادشاہت چار سو سال تک رہی یہ باغی وسرکش اور جابر ومتکبر بادشاہ تھا۔ دنیاوی زندگی پر لٹو تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے وحدہٗ لاشریک ذات کے حضور سربسجود ہونے کے لیے دعوت دی تو اس کی جہالت وگمراہی اور لمبی امیدوں نے اسے خالق کائنات کے انکار پر مجبور کر دیا۔ اس بارے میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑ پڑا اور اپنے رب ہونے کا دعویدار بن بیٹھا۔

خدائی کا بھانڈا پھوٹ گیا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ۔

میرا رب وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے بولا! میں جلاتا اور مارتا ہوں۔

قتادہ' سدی اور محمد بن اسحاق علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نمرود کے پاس دو ایسے آدمی پیش کئے گئے جن کے قتل کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ تب اس نے ایک کو قتل کرنے اور دوسرے کو رہا کر دینے کا حکم دیا اس نے سمجھا کہ گویا ایک کو زندہ کر دیا اور دوسرے کو مار دیا ہے حالانکہ یہ عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چیلنج کے معارض نہ تھا بلکہ مقامِ مناظرہ سے خارجی کلام تھا یہ مانع و معارض نہیں بلکہ محض شر کو بھڑکانے والا اور حقیقت سے منقطع تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو ان مشاہدات کے وقوع پر ان کے بنانے والے کے وجود پر دلیل لی تھی کہ ان کی موت و حیات کا سلسلہ بغیر کسی ہستی کے ممکن نہیں بلکہ ضرور کوئی فاعل حقیقی ہے خود بخود ان کا قیام نہیں ہو سکتا ضرور کوئی ایسی ہستی ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور مسخر کیا اور سیاروں' ہواؤں' بادلوں اور بارش کو ان کے مقصد میں چلایا۔ کائناتِ عالم میں موجود حیوانات کو پیدا فرمایا پھر انہیں آغوشِ موت عطا کی اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ربی الذی یحی ویمیت میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے تو جواباً اس احمق بادشاہ کا یہ قول انا احی و امیت میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں اگر یہ مراد لی جائے کہ یہی فاعل ہے تو یہ سرکشی اور کبر ہے اور اگر اس سے وہ چیز مراد لی جائے جو قتادہ' سدی اور ابن اسحاق علیہم الرحمۃ نے مراد لی ہے کہ اس نے دو قیدیوں کو طلب کر کے ایک کو مار ڈالا اور دوسرے کو بری کر دیا تو پھر اس نے تو کوئی ایسا کلام ہی نہیں کیا جس کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام کے جواب سے ہو اس لیے کہ نہ تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعویٰ کو رد کیا اور نہ ہی جواباً کوئی دلیل پیش کی۔ (یعنی منہ سے کچھ نہ پھوٹا)

نمرود نے جب مناظرے کا توڑ اس انداز میں پیش کیا تو حاضرین کی کثیر تعداد پر معاملہ واضح نہ ہو سکا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خالق و صانع کائنات کے وجود اور نمرود کے دعویٰ کے بطلان و انقطاع پر ایک دوسری دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ تو اللہ سورج کو لاتا ہے پورب (مشرق سے) تو اس کو پچھم (مغرب) سے لے آ' یعنی یہ سورج خالق کائنات کے حکم کے مطابق ہر روز مشرق سے نکلنے پر مامور و مسخر ہے وہی اللہ جو اس کا چلاتا ہے اور حکم عطا فرماتا ہے وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر تجھے یہ مان ہے کہ تو بھی زندگی و موت کی خیرات بانٹ سکتا ہے تو پھر ذرا سورج کو تو مغرب سے لا کے دکھا؟ کیونکہ جو موت و حیات پر قادر ہو وہ تو جو چاہے کر لے وہ تو ممنوع و مغلوب نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے ہر چیز مقہور و مغلوب ہوتی ہے اگر تو ویسا ہے جیسا تجھے گھمنڈ ہے تو پھر کر گزر اور اگر تو نہ کر سکا تو پھر تو اپنے گمان و خیال میں جھوٹا ہے پھر تو اور تیرے علاوہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ تو ایسا کرنے پر قادر نہیں ہے بلکہ تیری عاجزی اور کمتری کا عالم یہ ہے کہ تو ایک مچھر کو بھی پیدا کرنے کی طاقت و صلاحیت نہیں رکھتا۔ پیدا کرنا تو در کنار بلکہ اگر وہ تجھے کاٹ کھائے تو بدلہ بھی نہیں لے سکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے دعویٰ کی تکذیب اس کی جہالت و ضلالت اور جس راستے پر گامزن تھا اس کے بطلان کو روز روشن کی طرح واضح فرما دیا۔ اپنی قوم کے سامنے بزعم خود جس خدائی کا دعویٰ اس نے کیا تھا اس خدائی کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ گیا۔ اس صامت و ساکت کلام کے مقابلہ میں اس کے پاس کوئی ایسی دلیل نہ تھی جو ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیتا بلکہ چپ سادھ لی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ تو ہوش اڑ گئے کافر کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔

نمرود سے ملاقات

حضرت سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود سے باہر تشریف لائے اسی دن نمرود سے مناظرہ ہوا۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نمرود کے پاس اس دن اناج تھا اور وہ ذخیرہ کئے ہوئے اناج کو لوگوں کے وفود میں تقسیم کررہا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے اہل خانہ کے لیے اناج کے حصول کے لیے اس کے پاس گئے اور وہیں آپ کے ساتھ نمرود کا مناظرہ ہوگیا۔ جس طرح عام لوگوں کو وہ غلہ تقسیم کررہا تھا اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دینے سے اس نے انکار کردیا آپ خالی ہاتھ وہاں سے تشریف لے آئے جب اہل خانہ کے قریب پہنچے تو مٹی کے ایک ٹیلے سے دو تھیلے مٹی کے بھر لیے اور کہا کہ جب میں اہل خانہ کے پاس جاؤں گا تو انہیں مشغول کروں گا جب گھر تشریف لائے سواری کو باندھا' ٹیک لگائی اور سوگئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سائرہ رضی اللہ عنہا انھیں تھیلوں کو کھولا دیکھا کہ وہ پاکیزہ وطیب غلہ سے بھرے ہوئے ہیں آپ نے اس سے کھانا تیار کیا دریں اثنا حضرت ابراہیم علیہ السلام بیدار ہوگئے' کھانا تیار پایا تو بولے اے میری زوجہ کہ یہ کھانا کہاں سے لیا؟ کہا کہ وہی سے جو آپ لے کر آئے۔ فوراً سمجھ گئے یقیناً اللہ جل شانہٗ نے یہ رزق عطا فرمایا ہے۔

فرشتوں سے ٹکراور مچھروں سے پٹائی

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس متکبر بادشاہ کے پاس ایک فرشتہ بھیجا تاکہ وہ اسے اللہ کی ذات پر ایمان لانے کی دعوت دے۔ فرشتے نے دعوت دی نمرود نے انکار کردیا۔ دوسری مرتبہ پھر دعوت دی نمرود نے انکار کردیا' تیسری مرتبہ دعوت دی نمرود نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ جاؤ تم اپنے لشکر کو اکٹھا کرلو میں اپنے لشکر کو جمع کرلیتا ہوں پھر نمرود نے سورج کے طلوع ہونے کے وقت اپنے لشکر کو جمع کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر مچھروں کا لشکر بھیج دیا۔ اس طرح کہ وہ سورج کی چمک میں کسی کو دکھائی نہ دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نمرود کے لشکر پر ایسا مسلط کیا کہ ان مچھروں نے لشکریوں کے گوشت اور خون نوچ لیے اور صاف شفاف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ ایک مچھر بادشاہ کی ناک کے نتھنے میں گھس گیا۔ چار صدیوں تک مچھر نتھنے میں گھسا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھر کے ذریعے نمرود کو ایسے توہین آمیز عذاب میں مبتلا کیا کہ خدائی کا دعویٰ کرنے والے سرکش رہتی دنیا تک اس کو یاد رکھیں گے۔ (مچھر جب دماغ میں حرکت کرتا تو نمرود کو خارش ہوتی) چار صدیوں تک کسی وزنی چیزوں کے ساتھ نمرود کے سر کی پٹائی ہوتی رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی پٹائی سے اسے ہلاک فرمادیا۔

ہجرت خلیل علیہ السلام

بلادِ شام کی طرف ہجرت' مصری علاقوں میں دخول اور ارض مقدسہ میں قیام

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاٰمَنَ لَـهٗ لُوْطٌ .... لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (عنکبوت: ۲۶'۲۷)

تو لوط اس ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں بے شک وہی عزت و حکمت والا ہے اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں

اس کا ثواب اسے عطا فرمایا اور بے شک آخرت میں وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہے۔

وَنَجَّيْنٰهُ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ .... عٰبِدِيْنَ (الانبیاء:۷۱تا۷۳)

اور ہم نے اسے اور لوط کو نجات بخشی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی اور ہم نے اسے اسحٰق عطا فرمایا اور یعقوب پوتا اور ہم نے ان سب کو قرب خاص کا سزاوار کیا اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے انہیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز برپار کھے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔

اہل ایمان کا قافلہ ملک شام کی طرف

(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک بابل میں اپنے گھر سے لے کر شاہ وقت کے محلات تک جب پیغام توحید الٰہی پہنچا دیا اور وقت کے نمرودوں سے اس کی خاطر ٹکر بھی لے لی۔نتائج حوصلہ افزا سامنے نہ آئے تو فیصلہ کرلیا کہ کسی ایسی سرزمین کا انتخاب کیا جائے جہاں یکسوئی سے معبود حقیقی کے حضور سجدہ ریز بھی ہولیا جائے اور دعوتِ الٰہی کا پیغام بھی آسانی سے مخلوق خدا تک پہنچ جائے۔) چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے اللہ کی خاطر آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر ہجرت فرمائی۔آپ کی بیوی کے بانجھ ہونے کی بنا پر کوئی اولاد آپ کی نہ تھی آپ کے ساتھ آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام تھے (تو گویا یہ مختصر سا اہل ایمان کا قافلہ تھا) بعدازاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد صالح عطا فرمائی۔کتاب ونبوت کا سلسلہ بھی آپ کی اولاد میں ہی چلتا رہا۔آپ کے بعد جو بھی نبی اللہ تعالیٰ نے بھیجا وہ آپ کی اولاد میں سے ہی تھا۔انبیاء کرام میں سے جن انبیاء پر کتب سماوی نازل ہوئیں وہ انبیاء بھی آپ ہی کی نسل سے ہیں یہ تمام اعزازات من جانب اللہ عطیہ واکرام تھے۔

جب آپ نے اپنے والد کو اپنے اعزاز واقربا کو خیر باد کہا تو ایسے شہر کا انتخاب فرمایا جس میں کامل یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ دعوت حق کا پیغام مخلوق خدا تک پہنچایا جا سکتا تھا۔وہ سرزمین جس کی طرف آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تھا وہ سرزمین شام تھی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہاں والوں کے لیے برکت رکھی۔

ابی ابن کعب ابوالعالیہ اور قتادہ علیہم الرحمۃ کا قول ہے کہ وہ سرزمین شام تھی جبکہ عوفی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت مذکورہ میں بابرکت سرزمین سے مراد مکہ المکرمہ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تائید میں یہ آیت بیان فرماتے ہیں اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:۹۶) بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہاں کا رہنما۔کعب حبار علیہ الرحمۃ کا گمان ہے کہ وہ سرزمین حران تھی۔

اس سے قبل ہم اہل کتاب سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھائی ناحور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی بھابھی ملکا یہ تمام افراد سرزمین بابل سے ہجرت کر کے حران تشریف لے آئے تھے جبکہ آپ کے والد تارخ وہی وصال کر گئے تھے۔

سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام شام کی جانب تشریف لے گئے۔ حضرت ابراہیم کی ملاقات شاہ حران کی بیٹی سارہ سے ہوگئی۔ سارہ اپنی قوم پران کے دین کے حوالے سے اعتراض کرتی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ سے اس شرط پر شادی کرلی کہ انہیں جدا نہیں فرمائیں گے۔ (ابن جریر)

یہ روایت غریب ہے کیونکہ مشہور یہی کہ حضرت سارہ آپ کے چچا کی بیٹی تھی۔ حران جگہ بھی آپ کے چچا ہاران کی طرف منسوب ہے۔

ایک وہم کا ازالہ

سہیلی نے قتیبی اور نقاش علیہم الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم کی بھتیجی اور حضرت لوط علیہ السلام کی ہمشیرہ تھی۔ یہ بات ادراک وحقائق سے کوسوں دور اور علم وحقیقت کے منافی ہے اور جن کا دعویٰ ہے کہ اس وقت بھتیجی سے شادی کرنا جائز تھا تو یہ بھی ایک ایسا دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور اگر بفرض محال اس بات کو مان لیا جائے جیسا کہ بعض علمائے یہود سے منقول ہے تو پھر بھی انبیاء کرام سے ایسے عمل کے ارتکاب کا امکان نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب شہر بابل سے ہجرت کی تو حضرت سارہ ہجرت میں آپ کے ہمراہ تھیں۔

مصر کی طرف کوچ

اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام شام تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میں آپ کے بعد آپ کی اولاد کی خلافت کے لیے اس سرزمین کو منتخب فرمانے والا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس نعمت پر شکرانے کے لیے ایک ذبح خانہ تعمیر کیا۔ بیت المقدس کی مشرقی جانب اس قبہ کو تعمیر کیا گیا پھر آپ برکتوں والی سرزمین بیت المقدس کی جانب کوچ فرما گئے۔ وہاں پر قحط وافلاس کی شدت کی بنا پر آپ مصر تشریف لے گئے۔

بدطینت بادشاہ' حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اور تین جھوٹ

مصر کے بدطینت بادشاہ کا معمول تھا کہ جب کسی مسافر کے ساتھ خوبرو عورت دیکھتا تو اس کے شوہر کو قتل کر کے عورت کو اپنے حرم میں داخل کر لیتا' بیوی کے سوا اگر کوئی اور رشتہ ہوتا تو پھر عورت کو چھوڑ دیتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس ساری صورتحال کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب بادشاہ تجھ سے پوچھے کہ تم کون ہو تو کہہ دینا کہ میں ابراہیم کی (دینی) بہن ہوں۔ اس مذکورہ تدبیر کے مطابق جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا تو اس نے چھوڑ دیا اور انہیں وہاں سے نکال دیا۔ مصر کی جانب ہجرت کرنے والا قافلہ دوبارہ بیت المقدس اور اس کے گردونواح میں آ کر آباد ہوگیا۔ آپ کے ساتھ چوپائے اور کثیر تعداد میں مال بھی تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے سوا کبھی جھوٹ نہ بولا۔ دو جھوٹ تو اللہ جل شانہ کی ذات سے متعلق تھے اور ایک خود ان کی ذات کے بارے۔ ایک تو جب قوم نے میلہ میں شرکت کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا اِنِّیْ سَقِیْمٌ "میں بیمار ہونے والا ہوں' دوسرا جب (بھرے دربار

میں پوچھا گیا کہ ان بتوں کا بیڑہ تم نے غرق کیا ہے تو آپ نے فرمایا) بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا۔

تیسرا جھوٹ جو ان کی اپنی ذات سے متعلق تھا جب آپ اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایک جابر اور بدطینت بادشاہ کے پاس سے گزر رہے تھے تو کسی نے بادشاہ کو اطلاع کر دی کہ یہاں ایک آدمی ایسا موجود ہے جس کے ساتھ بڑی حسین وجمیل خاتون ہے۔ بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ اس مذکورہ آدمی سے پوچھو کہ وہ خاتون کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا کہ وہ میری (دینی) بہن ہے۔ پھر آپ حضرت سارہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے سارہ اس وقت روئے زمین پر تیرے اور میرے سوا کوئی اور اہل ایمان نہیں ہے۔ بادشاہ کے کارندوں نے مجھ سے تیرے بارے پوچھا تو میں نے کہا کہ وہ میری (دینی) بہن ہے لہٰذا جب تجھ سے پوچھا جائے تو مجھے جھٹلانا مت۔ پھر بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو طلب اور آپ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئیں۔ بادشاہ نے (برے ارادے) سے اپنا ہاتھ بڑھا کر آپ کو پکڑنا چاہا تو فوراً شل ہوگیا ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے لیے اللہ سے دعا کریں اگر میں تندرست ہوگیا تو آپ کو کوئی نقصان نہ دوں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا فرمائی وہ تکلیف سے آزاد ہوگیا دوسری مرتبہ پھر اس نے حرکت کی۔ پہلے سے بھی زیادہ اسے شل کر دیا گیا۔ پھر اس نے کہا آپ میرے لیے دعا فرمائیں اب میں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا فرمائی وہ تندرست ہوگیا۔ پھر اس نے اپنے کسی خادم کو بلایا اور کہا کہ تم کسی انسان کو نہیں بلکہ (معاذ اللہ) کوئی شیطان میرے پاس لائے ہو۔ پھر اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو (حضرت) ہاجرہ خدمت کے لیے پیش کر دی (اور محل سے آزاد کر دیا) جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائیں۔ اس وقت آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے حالات دریافت کئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کے مکر اور فاسق وفاجر کے غلط ارادہ کو اس کے سینے میں دفن کر دیا اور خدمت کے لیے ہاجرہ دی ہے۔ (بخاری فی احادیث الانبیاء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو یہی ہاجرہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں ہیں۔

حافظ ابوبکر بزاز علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے روایت کیا کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے سوا کبھی جھوٹ نہیں بولا اور ان مواقع کا تعلق اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور اس کی رضا سے تھا۔ ایک تو جب قوم نے میلہ میں شرکت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں بیمار ہونے والا ہوں (حالانکہ ایسا نہ تھا بلکہ آپ جھوٹے معبودوں کی مرمت کرنا چاہتے تھے)

دوسری مرتبہ اس وقت جب بھرے مجمع میں آپ سے پوچھا گیا کہ ہمارے بتوں کی سرکوبی آپ نے کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا بلکہ ان بتوں کے اس بڑے بت نے کیا ہوگا اور تیسری مرتبہ اس وقت جب آپ سرکش وبدطینت بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی سرزمین سے گزر رہے تھے وہاں آپ نے پڑاؤ کیا تو کسی مخبر نے سرکش بادشاہ کو اطلاع کر دی کہ یہاں ایک ایسا شخص قیام پذیر ہے جس کے ساتھ بڑی حسین وجمیل خاتون ہے۔ اس بادشاہ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ پتہ چلائیں کہ وہ خاتون کون ہے؟ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہی میری بہن ہے (مراد دینی بہن تھی حالانکہ وہ تو آپ کی زوجہ

محترمہ تھی) پھر جب آپ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ بادشاہ کے کارندوں نے مجھ سے تیرے بارے پوچھا تو میں نے کہا کہ یہ میری بہن ہے کیونکہ اس وقت روئے زمین پر تیرے اور میرے سوا کوئی اور مسلمان نہیں ہے اس حوالے سے تو میری دینی بہن ہے۔ بادشاہ کے پاس مجھے جھوٹا نہ کرنا پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے پاس لے جایا گیا۔ بادشاہ نے برے ارادے سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو وہی مفلوج ہو گیا کہنے لگا اے خاتون اگر آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں (میں تندرست ہو جاؤں) تو آپ کو کسی قسم کی تکلیف سے دو چار نہیں کروں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بادشاہ کے لیے دعا کی مصیبت سے اسے چھٹکارا مل گیا۔ پھر اس نے قبیح حرکت کرنا چاہی پھر وہ مفلوج ہو گیا۔ اس نے درخواست کی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا فرمائی وہ تندرست ہو گیا' تیسری مرتبہ پھر یوں ہی ہوا (بادشاہ جب اس ماورائی طاقت کو دیکھ چکا) تو اس نے اپنے خادم کو پکارا اور کہا کہ تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں بلکہ (معاذ اللہ) شیطان کو لائے ہو اسے یہاں سے نکال دو اور ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی اسے دے دو۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جب بادشاہ کے پاس سے پلٹیں تب حضرت ابراہیم نماز ادا فرما رہے تھے جب آپ نے ان کے آنے کو محسوس کیا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہو کے پوچھا کہ کیسے حالات رہے؟ حضرت سارہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے ظالم نے مکر سے محفوظ کیا اور اس نے ہاجرہ (رضی اللہ عنہا) مجھے دی ہے۔

مسند امام احمد علیہ الرحمۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا سے مروی یوں روایت ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع پر (حکمت عملی اختیار فرماتے ہوئے) جھوٹ بولا۔

ایک تو جب سالانہ عید کے تہوار میں شرکت کے لیے مدعو کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ دوسرا جب دربار نمرود میں استفسار کیا گیا کہ آیا تم نے بتوں کی سرزنش کی ہے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ بڑے بت کی یہ کارروائی ہوگی تیسرا جب آپ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے متعلق فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسی آبادی میں داخل ہوئے جہاں کوئی (بدطینت) بادشاہ یا سرکش تھا تو اسے آگاہ کیا گیا کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام ایک خوبرو عورت کے ساتھ آئے ہیں۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف پیغام ارسال کیا کہ پتہ کرو وہ کون عورت ہے؟ پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اسے میرے پاس بھیج دو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے پاس بھیجا جانے لگا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کہا کہ بادشاہ کے پاس جا کر مجھے جھوٹا مت کرنا میں نے اسے تمہارے بارے بتا دیا ہے کہ تم میری بہن ہو اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی اہل ایمان نہیں ہے جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا باشاہ کے پاس پہنچی تو بادشاہ آپ کی طرف اٹھا آپ رضی اللہ عنہا وضو و نماز میں مشغول ہو گئیں اور بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض گزار ہوئی کہ اے الہ العالمین تو جانتا ہے کہ میں نے ہمیشہ اپنے خاوند کے سوا اپنے ستر کو محفوظ و مامون رکھا میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ میری عصمت کی حفاظت فرما اور کافر مجھ پر مسلط نہ ہونے چاہیے۔ راوی کہتے ہیں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا کا نتیجہ تھا کہ بادشاہ پاؤں تک زمین میں دھنس گیا جب عذابِ الٰہی میں اسے گرفتار دیکھا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ مولا اگر یہ مردود مر گیا تو لوگ کہیں

گے کہ سارہ رضی اللہ عنہا نے اسے قتل کر دیا ہے۔ وہ صحیح ہو گیا پھر اس نے دوبارہ اٹھنے اور آگے بڑھنے کی کوشش کی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پھر وضو و نماز میں مشغول ہو گئیں۔ پھر عرض کی کہ الٰہ العالمین تجھے علم ہے کہ میں تیری اور تیرے رسول کی ذات پر ایمان لا چکی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہمیشہ اپنے ستر کی حفاظت کی ہے مجھ پر کافر نہ مسلط ہونے پائے۔ کافر بادشاہ پھر عذاب الٰہی میں گرفتار ہوا اور زمین میں دھنسنے لگا۔

ابوزناد علیہ الرحمۃ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ مولا کریم اگر یہ مردود مر گیا تو میرے بارے کہا جائے گا کہ اس نے قتل کیا ہے (لہٰذا اسے چھٹکارا دے دے) چھٹکارا مل گیا۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ جب یہ عمل دہرایا جاتا رہا تو کہنے لگا کہ میرے پاس تو کسی (معاذ اللہ) شیطان کو بھیجا گیا ہے۔ خادموں سے کہا کہ اسے ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس بھیج دو اور ہاجرہ کو اس کے سپرد کر دو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئیں تو کہنے لگی کہ اے اللہ کے نبی کیا آپ جانتے ہیں؟ کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مکر کو مسترد کر دیا ہے اور اس نے مجھے خدمت کے لیے اپنی بیٹی ہاجرہ دی ہے۔

ابوسعیدہ خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تینوں کلمات اِنِّیْ سَقِیْمٌ (میں بیمار ہونے والا ہوں) بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا (بلکہ بڑے بت نے ایسا کیا ہوگا) اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بارے کہا کہ میں یہ میری بہن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے تھے۔

یہ فرمانا کہ ہی اختی یہ میری بہن ہے مراد تھا کہ دینی اعتبار سے یہ میری بہن ہے۔

یہ فرمانا کہ روئے زمین پر تیرے اور میرے سوا کوئی مسلمان و مومن نہیں ہے مراد یہ تھا کہ ہمارے سوا کوئی اور حالت ایمان میں رشتہ ازدواج میں منسلک نہیں ہے۔ اس بات کو اسی پر ہی محمول کیا جائے گا کیونکہ ان کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے اور وہ بھی اللہ کے نبی تھے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بادشاہ کے پاس چلی گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز میں مشغول ہو گئے اور مسلسل نماز میں مشغول رہے اور دعا مانگتے رہے کہ یاالٰہی میرے اہل خانہ سے کافر کے اس مکر کو دور فرما دے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی وہی ایسے ہی عمل میں مشغول رہیں۔

جب بھی دشمن خدا یہ ارادہ کرتا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پر قابو پانے کی کوشش کروں تو آپ وضو اور نماز میں مشغول ہو جاتیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کی دعا مانگنا شروع کر دیتی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ صبر اور نماز سے مدد چاہو

اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور اپنے بندے اور رسول اور محبوب و خلیل ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ تین عورتوں کو بھی نبوت سے سرفراز کیا گیا اور وہ خواتین سارہ' موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت مریم علیہن السلام تھیں جبکہ جمہور کا موقف ہے کہ یہ نبیہ نہیں بلکہ صدیقہ تھیں رضی اللہ عنہن۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض اسلاف سے مجھے یہ بات پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے درمیان تمام حجابات منکشف فرما دیئے تھے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے وہاں سے جانے سے لے کر واپس پلٹنے تک سارے مراحل کو آپ علیہ السلام مسلسل ملاحظہ فرماتے رہے اور جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بادشاہ کے پاس تھیں۔ اس وقت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سب کچھ مشاہدہ فرما رہے تھے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی عصمت کو محفوظ و مامون رکھا۔ حجابات منکشف کر دینے کا مقصد یہ تھا تاکہ ابراہیم علیہ السلام کا دل پاکیزہ آنکھیں ٹھنڈی اور حد درجہ طمانیت وسکون حاصل رہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے دینی اور قرابتی رشتہ ہونے کی بنا پر اور حد درجہ کی حسین وجمیل ہونے کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ منقول ہے کہ حسن و جمال میں حضرت حوا علیہا السلام کے بعد سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک کوئی عورت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں تھیں۔ (اللہ ہی کی حمد واحسان ہے)

فرعونِ مصر

بعض اہل تواریخ نے ذکر کیا ہے کہ اس وقت فرعون مصر (مصر کا بادشاہ) ضحاک بادشاہ کا بھائی تھا۔ ضحاک ظلم وستم میں مشہور و بے مثال تھا۔ فرعون مصر اپنے بھائی کی طرف سے مصر کا گورنر و عامل تھا اس کا پورا نام سنان بن علوان بن عبید بن عوبج بن عملاق بن لاود بن سام بن نوح علیہ السلام ہے ابن ہشام علیہ الرحمۃ نے التیجان میں ذکر کیا ہے کہ وہ بدطینت بادشاہ جس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف غلط ارادہ کی نیت سے ہاتھ بڑھایا تھا۔ وہ عمرو بن امرأالقیس بن مایلون بن سبأ تھا اور یہی مصر کا حاکم تھا۔ سہیلی علیہ الرحمۃ نے اسے نقل کیا ہے۔

ارض مقدسہ کی جانب روانگی

بلادِ مصر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت المقدس کی طرف ہجرت فرمائی جب مصر سے گئے تو آپ کے ہمراہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ غلام، چوپائے اور زر کثیر بھی ہمراہ تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکم سے اس مال کثیر سے اپنے حصے کا مال لے کر سرزمین غور جو کہ غور زغر کے نام سے مشہور ہے کی جانب تشریف لے گئے۔ شہر سدوم جو کہ اس وقت ام البلاد تھا وہی آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں کے لوگ بڑے شریر اور فاسق وفاجر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی طرف وحی بھیجی کہ شرق وغرب اور جنوب وشمال کی جانب تاحد نگاہ دیکھیں کہ جہاں تک تمہاری نگاہ جاتی ہیں اس روئے زمین کو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے قیامت تک میں نے منتخب ومختص کر دیا ہے اور تمہاری اولاد میں نسل درنسل اتنی برکت پیدا کر دوں گا کہ خاک کے ذروں کی طرح تمہاری اولاد روئے زمین پر ہوگی۔ اس بشارت ابراہیمی میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت بھی داخل وشامل ہے بلکہ اس امت مرحومہ کے بغیر اولاد ابراہیم مکمل بھی نہیں ہو سکتی۔ اولاد ابراہیم میں امت محمدیہ سے بڑھ کر کسی نبی کی امت نہیں ہے۔

رسول مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی تائید وتوثیق ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو جمع کر دیا سو میں نے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا اور عنقریب میری امت کی شاہی وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک زمین کو سمیٹا گیا۔

ظلم کی داستان حضرت لوط علیہ السلام تک

سرکش وظالموں کا ایک گروہ حضرت لوط علیہ السلام پر مسلط ہوگیا۔ انہوں نے آپ کو گرفتار کرلیا۔ مال واسباب چھین لئے' چوپاؤں کو ہانک کرلے گئے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ چلا تو آپ تین سو اٹھارہ آدمیوں کا ایک لشکر لے کران کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو ان سے رہا کروایا' مال واپس لیے اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی کثیر تعداد کو تہہ تیغ کیا اور انہیں ذلت آمیز طریقے سے مغلوب کرکے انہیں شمالی دمشق تک پہنچنے اور پسپائی پر مجبور کردیا۔ آپ کے لشکر نے غوطہ دمشق کے ایک گاؤں برزہ کے پاس قیام کیا۔ امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہاں برزہ ایک جگہ ہے جیسے مقام ابراہیم کہا جاتا ہے۔ ظن غالب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے لشکر نے چونکہ وہی قیام کیا تھا اسی مناسبت کی بناپر اس مقام کو مقام ابراہیم سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پھر فاتح ومنصور ہوکر اپنے شہر واپس تشریف لائے۔ بیت المقدس کے علاقوں کے بادشاہوں نے عجز و انکساری اور تعظیم وتکریم کے ساتھ آپ کا پرتپاک استقبال کیا۔ پھر آپ نے اپنے شہر میں قیام فرمایا (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی آپ پر ہوں)

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور نیک وطیب اولاد کے لیے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد کی خوشخبری دی۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام کو بیت المقدس کی سرزمین پر بیس سال کا عرصہ بیت گیا تھا۔ ایک دن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم سے عرض کی کہ اللہ نے مجھے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا ہے اور میں عمر طبعی پر پہنچ رہی ہوں لہٰذا میری اس باندی (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا) کو اپنے حرم میں داخل فرمالیجئے شاید اللہ جل شانہ اسی کی وجہ سے مجھے اولاد کی نعمت سے مالا مال کردے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ھبہ کردینے پر حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرلیا۔ بفضل الٰہی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پرامید ہوگئی لوگوں نے رحمت الٰہی کے اس انداز کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ایک باندی اپنی آقا سے بلند و بالا اور اعلیٰ ومرتبت ہوگئی۔ بتقاضائے بشریت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اس وجہ سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے رشک وغیرت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شکایت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ تم ہاجرہ کے بارے جو چاہتی ہو' مالک ہو' کرسکتی ہو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس مکالمے کو سن کر ڈر گئیں اور وہاں سے دوڑ پڑیں۔ وہاں پر ایک چشمہ کے قریب جاکر ٹھہر گئیں۔ ایک فرشتہ نے آکر عرض کی کہ ہاجرہ ڈرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ اس پیدا ہونے والے بچے کو خیر وبھلائی کو منبع بنانے والا ہے۔ آپ واپس پلٹ جائیں فرشتے نے خوشخبری دیتے ہوئے کہا کہ اس نومولود بچے کا نام اسماعیل رکھنا۔ وہ لوگوں میں منفرد اور ہر ایک پر اس کا دست شفقت ہوگا اور ہر ایک کا دست خدمت اس کے ساتھ ہوگا اور اپنے بھائیوں کے ملکوں کا بھی مالک ہوگا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

یہ بشارت وخوشخبری حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر منطبق وصادق آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے تصدق سے مشرق وغرب کے تمام ملکوں کا مالک وسردار بنادیا۔ علم نافع اور عمل صالح کی

اس دولت سے مالا مال کر دیا جو دولت ان سے قبل کسی نبی کی امت کو نہ عطا کی گئی تھی عربوں کو یہ شرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت معظمہ کی برکت روئے زمین پر عموم بعثت اور کمال نبوت ورسالت کے سبب سے ملا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی گود بھی ہری ہوگئی

جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر مبارک اڑسٹھ برس تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے تیرہ سال بعد حضرت اسحاق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی گود کو بھی ہرا کر دیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری بھی جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خوشخبری سن کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم میں نے اسماعیل کے بارے تیری دعا قبول کی۔ میں اسے برکتوں اور اولاد کی کثرت سے نوازوں گا۔ اس کی اولاد میں بارہ عظیم افراد ہوں گے اور اسے میں ایک بہت بڑی جماعت کا سربراہ وسردار بناؤں گا۔ اس بشارت کا تعلق بھی اسی امتِ عظیمہ کیساتھ ہے اور وہ بارہ عظیم افراد جنہیں اولاد اسماعیل سے پیدا ہونے کا شرف وامتیاز حاصل ہوا وہ خلفائے راشدین میں جن کا تذکرہ عبدالملک بن عمیر سے مروی حدیث میں ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مکرم نور مجسم صلی الہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بارہ امیر ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں پھر اس کے بعد جو کلمات آپ نے ارشاد فرمائے میں انہیں سمجھ نہ سکا۔ میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا کہ آگے سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ارشاد فرمایا تھا تو انہوں نے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھی کہ وہ بارہ کے بارہ قریش سے ہوں گے۔

بارہ خلفاء

بارہ خلفائے راشدین جن کا تعلق اولاد اسماعیل سے ہے ایک روایت کیمطابق خلافت کا یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا اور اور ایک روایت کے مطابق یہ امر خلافت غالب رہے گا اور وہ سارے خلفا قریش سے ہوں گے۔ ان میں سے چار تو خلفائے راشدین یارانِ مصطفیٰ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں اور پانچویں عمر بن عبدالعزیز ہیں اور کچھ دیگر بنو عباس سے ہیں ان سے یہ مراد نہیں کہ بالترتیب بارہ ہوں گے بلکہ فقط یہی مراد ہے کہ وہ بارہ ہی ہوں گے اور نہ ہی اس سے یہ مراد ہے کہ ان میں سے پہلے مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور آخری کا انتظار ہے جیسا کہ رافضیوں کا عقیدہ ونظریہ ہے کہ وہ آخری پس پردہ ہیں اور وہ محمد بن الحسن عسکری علیہ الرحمۃ ہیں۔

ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ مخلوق خدا کے لیے بہت نفع رساں تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جنگ کو ترک کر کے معاملات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دیئے تھے۔ فتنے کی آگ کو فرو کش کر کے ملت اسلامیہ کے مابین جنگ کی چکی کو روک دیا تھا۔ باقی خلفائے عظام تمام رعایا میں شامل وداخل ہیں اور بہر حال جن کا اعتقاد ہے کہ آخری امام پس پردہ ہیں تو یہ ان کے دماغ کی ہوس اور نفسوں کی ہذیان ہیں جس کی نہ کوئی حقیقت نہ وجود اور نہ

کوئی علامت ونشانی ہے۔

اور مکہ آباد ہونے لگا

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ہاں جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی غیرت و رشک کی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ انہیں میرے سامنے سے کہیں دور ہٹا دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر مکۃ المکرمہ کی سرزمین پر آ گئے۔ مذکور ہے کہ آپ کا نورنظر اس وقت دودھ پیتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں چھوڑ کر جب واپس پلٹنے لگے تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے چمٹ گئیں اور کہنے لگیں کہ اے ابراہیم آپ ہمیں یہاں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ ہمارے پاس تو اس قدر خورد ونوش کا سامان بھی نہیں ہے جس سے ہم گزر بسر کر سکیں گے۔ حضرت ابراہیم نے کوئی جواب نہ دیا حضرت ہاجرہ پریشان حالت میں آپ سے عرض کرتی تھیں لیکن جواباً آپ خاموشی اختیار فرما لیتے تھے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پھر پوچھا کہ کیا ایسا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں تب ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا پھر ہمیں کوئی رنج نہیں اللہ تعالیٰ ہمارا ضیاع نہیں فرمائے گا۔

شیخ ابومحمد بن ابی زید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب لواذر میں لکھا کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بڑی غضبناک ہوئیں اور انہوں نے قسم اٹھائی کہ میں ہاجرہ کے تین اعضا کاٹوں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم دیا کہ سارہ تم اپنی قسم کو اس طرح پورا کرو کہ ہاجرہ کے دونوں کانوں میں سوراخ کر دوں اور اس کا ختنہ کر دو۔ تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔

سہیلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں روئے زمین کی سب سے پہلی عورت جس کا ختنہ ہوا اور کان چھیدے گئے اور جس نے اپنی دامن کو لمبا کیا وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جبلِ فاران کی چوٹیاں اور تعمیر کعبہ

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے توسط سے بیان کیا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جنہوں نے کمر پر پٹکا باندھا انہوں نے دراز پٹکا اس لیے باندھا تھا کہ ان کے پاؤں کے نشانات مٹتے جائیں اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو خبر نہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو لے کر بیت اللہ کی طرف چلے اور زمزم کے اوپر مسجد کے بالائی حصہ میں ایک بڑے پھیلے ہوئے درخت کے پاس انہیں چھوڑ دیا۔ اس وقت مکہ المکرمہ میں کوئی بندہ بشر نہ تھا اور نہ ہی وہاں پر پانی کا کوئی نام و نشان تھا۔ دونوں ماں بیٹا وہاں پر بیٹھے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں کے پاس ایک تھیلا کھجوروں کا اور ایک مشکیزہ پانی کا رکھا اور واپس چل دیئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے پیچھے جاتیں کہ آپ ہمیں اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کے کہاں جارہے ہیں؟ جہاں نہ کوئی بندہ خدا ہے اور نہ کوئی اور شئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مسلسل یہ کہتی رہتیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام بے التفاتی سے چپ چاپ جارہے تھے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پھر کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی پھر تو اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا یہ کہتی ہوئی آپ بچے کی طرف واپس پلٹ آئیں۔ حضرت ابراہیم چلتے چلتے جب ایک ٹیلے کے قریب پہنچے جہاں سے ماں بیٹا نظروں سے اوجھل ہو گئے تو بیت اللہ کی جانب متوجہ ہو کر اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگتے ہیں۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ (ابراہیم ۳۷)

اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے ساتھ۔ اے میرے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بچے کو دودھ پلاتیں اس پانی سے حضرت اسماعیل کو بھی پلاتیں خود بھی نوش فرماتیں۔ یہاں تک کہ پانی کا مشکیزہ ختم ہو گیا۔ خود بھی پیاسی بچہ بھی پیاسا۔ مضطرب نگاہوں سے ماں بچے کو دیکھنے لگی پھر بے سکونی کی حالت میں بچے کو دیکھتی ہوئی قریب پہاڑ صفا کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی پہاڑ کے اوپر کھڑے ہو کر وادی کی طرف نگاہ اٹھائی کہ شاید کوئی انسان نظر آجائے لیکن کوسوں دور تک بھی کسی انسان کا نام و نشان نہ تھا۔ پھر صفا سے اتریں اپنی قمیص کے کناروں کو اٹھاتے ہوئے وادی میں پہنچیں تھکے ماندے اور پریشان انسان کی طرح دوڑتی رہیں یہاں تک کہ وادی کو عبور کر لیا پھر مروہ پہاڑی کی طرف آئیں، مروہ پر چڑھ کر کسی راہی کو تکنا شروع کر دیا لیکن کوئی انسان نظر نہ آیا' بے بسی اور بے چینی کے عالم میں ماں

سات مرتبہ چکر لگاتی رہی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی لیے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مروہ پہاڑ پر تھیں تو آپ نے ایک آواز سنی کہ رک جا' اپنے آپ سے کہا کہ کوئی آواز دے رہا ہے بغور سنا پھر کانوں میں آواز پڑی چونک اٹھیں کہا کہ تیرے پاس کوئی دستگیر پہنچ چکا ہے تب دیکھا کہ زمزم کی جگہ کے پاس ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس نے اپنی ایڑی سے کریدایا کہا کہ اس نے اپنا پر زمین پر مارا تو زمین سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کے اردگرد مٹی کے بند بناتیں اور کہتیں زم زم چلو بھر بھر کر مشکیزے میں ڈالتی لیکن پانی کا چشمہ مسلسل ابل رہا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی ماں پر رحم فرمائے کاش وہ زمزم کو چھوڑ دیتی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: **لَوْ لَمْ تغرف من الماء لكانت زمزم عينا معينا** اگر پانی سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا چلو نہ بھرتیں تو زمزم آج جاری چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پانی نوش فرمایا اور پھر اپنے بیٹے کو دودھ پلایا فرشتے نے انہیں کہا ڈرنے کی ضرورت نہیں' یہاں اللہ کا گھر ہے جس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کے والد گرامی فرمائیں گے' لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کے خاندان کو ضائع و برباد نہیں فرمائے گا۔

بیت اللہ کی جگہ اس وقت دوسری زمین سے ٹیلے کی طرح نمایاں و بلند تھی۔ پانی کا بہاؤ اس جگہ کے داہنی اور بائیں جانب کو برابر کرتا جا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قبیلہ جرہم کی آبادی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا وہاں پر گزر بسر فرما رہی تھیں کہ انہیں دونوں قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ ان کے پاس سے گزرا اس قافلے میں سے کچھ لوگوں نے ادھر کا رخ کرلیا اور مکہ کے کسی نشیبی علاقہ میں اس قبیلے نے آ کر پڑاؤ کرلیا۔ تھوڑے فاصلے پر انہوں نے پرندوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا کہنے لگے یہ پرندے پانی پر چکر لگا رہے ہیں (لہٰذا یہ پانی کے موجود ہونے کی علامت ہے) حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ وادی پانی سے خالی ہے' قبیلہ جرہم کے لوگوں نے اپنے ایک یا دو ہمراہی اس طرح بھیجے تاکہ وہ پانی کی خبر لائیں' انہوں نے واپس آ کر پانی کے موجود ہونے کی اطلاع دی۔ قبیلہ کے افراد چل پڑے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کے پاس تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم آپ کے پاس قیام کرلیں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں تم قیام کرسکتے ہو لیکن پانی کی ملکیت میں تمہارا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ جرہم نے اس شرط کو منظور کرتے ہوئے کہا کہ ٹھیک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا انس و رفاقت کو پسند کرتی تھیں (اور چاہتی تھیں کہ کوئی آ کر آباد ہو) لہٰذا انہوں نے اس چیز کو پالیا۔ قبیلہ جرہم نے کچھ لوگوں کو بھیج کر اپنے باقی ماندہ اہل خانہ کو بھی بلالیا۔ اسی طرح باہمی انس و محبت کے ساتھ گھر بنا کر رہنے لگے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جواں ہوئے قبیلہ جرہم سے ہی آپ نے عربی زبان سیکھی۔ جب عالم شباب میں تھے تو آپ کی وجاہت و بشاشت نے قبیلہ جرہم کو بڑا متاثر کیا۔ انہوں نے اپنے قبیلہ کی ایک لڑکی سے ان کی شادی کردی اسی دوران حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو ملنے کے لیے تشریف لائے لیکن اتفاق سے حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے دریافت کیا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ اس نے کہا وہ حصولِ رزق کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں' پھر آپ نے اس خاتون سے معاشی اور معاشرتی زندگی بارے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم مصیبت و تنگدستی کا شکار ہیں۔ شکوہ و شکایت شروع کردیا (نہ مہمان کی آؤ بھگت کی نہ مہمان نوازی کی بلکہ الٹا شوہر کے شکوے شکایت شروع کردیئے تو) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارے شوہر واپس آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور کہنا کہ وہ پیغام دے گئے ہیں کہ اپنے گھر کے دروازے کی دہلیز کو بدل ڈالو جب حضرت اسماعیل گھر آئے تو آپ نے نبوت کی خوشبو محسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ بیوی نے کہا کہ ہاں فلاں وضع و قطع اور وجاہت والا بزرگ آیا تھا آپ کے بارے اس نے پوچھا میں نے بتایا پھر اس نے معاشی زندگی بارے پوچھا تو میں

نے کہا ہم بڑی تنگدستی اور سختی کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ پھر: کیا اس نے کوئی وصیت تو نہیں کی؟ بیوی نے کہا ہاں اس نے حکم دیا تھا کہ میرا سلام بھی کہنا اور پیغام بھی دینا پوچھا پیغام کیا تھا کہا کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا بیوی سن وہ میرے والد گرامی تھے اور ان کا حکم ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں لہٰذا تو اپنے ماں باپ کے ہاں واپس لوٹ جا پھر آپ نے اسے طلاق دے دی اور دوسری شادی کر لی کچھ عرصہ کے توقف کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو ملنے کے لیے دوبارہ تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو موجود نہ پایا بہو سے ملے بیٹے کے بارے پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ وہ تلاش رزق کے لیے تشریف لے گئے ہیں' فرمایا تم کیسی ہو؟ اور تمہارے معاشی حالات کیسے ہیں؟ عرض کی بحمدہ تعالیٰ خیریت وکشادگی سے مالا مال ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگی۔ پوچھا کہ تم کھاتے کیا ہو؟ عرض کی گوشت' پوچھا پیتے کیا ہے؟ کہا پانی' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہا اللہم بارك لهم فی اللحم والماء ۔ اے الہ العالمین ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس اس کے علاوہ کوئی دانہ بھی نہ تھا اگر ہوتا تو آپ اس میں بھی برکت کے لیے دعا فرماتے۔ سرکار سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں یعنی گوشت اور پانی (آب زمزم) کی مکہ المکرمہ میں کبھی کمی نہیں آئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برکت کی دعا فرما کر بہو کو فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو میری جانب سے سلام کہہ کے پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو قائم رکھے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو خوشبوئے نبوت کو محسوس فرما کر آپ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ تو بیوی نے عرض کی کہ ہاں بڑے حسین وجمیل ایک بزرگ تشریف لائے تھے پھر ان کی تعریف کی۔ انہوں نے آپ کے بارے مجھ سے پوچھا میں نے بتایا کہ وہ تلاش رزق کے لیے تشریف لے گئے ہیں پھر پھر معاشی حالات بارے پوچھا تو میں نے کہا کہ بحمدہ تعالیٰ ہم آسودہ حال ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا ان بزرگ شخصیت نے کوئی حکم بھی دیا تھا؟ کہاں کہ ہاں انہوں نے کہا تھا کہ شوہر کو سلام کہہ کر انہیں کہنا کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو قائم و دوائم رکھو۔ آپ نے فرمایا کہ اے میری بیوی وہ میرے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اپنی زوجیت میں برقرار رکھوں۔

پھر کچھ عرصہ کے توقف کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے تب حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب درخت کے نیچے بیٹھے اپنے تیر کو تراش رہے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جونہی والد گرامی کے چہرۂ انور کو ملاحظہ فرمایا تو کھڑے ہوگئے دونوں (باپ' بیٹا) نے پھر ایک دوسرے کے ساتھ وہی انداز محبت وشفقت اختیار کیا جو انداز باپ بیٹے کی ملاقات کے دوران باہمی طرفین سے ہوتا ہے (یعنی دست بوسی' معانقہ' مصافحہ اور پیشانی کا چومنا وغیرہ) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے فرمانبردار بیٹے نے عرض کی کہ جو حکم خداوندی آپ کو ملا ہے آپ اسے پورا فرمادیجئے' پوچھا بیٹا کیا تم میری معاونت کرو گے؟ عرض کی اباجی ضرور میں آپ کی معاونت کروں گا فرمایا بیٹا مجھے حکم ملا ہے کہ میں یہاں ایک گھر تعمیر کروں گردونواح کا جائزہ لے کر آپ نے ایک نمایاں اور بلند جگہ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ فلاں

مقام اس کی تعمیر کے لیے مختص ہے تب باپ بیٹا بیت اللہ کی بنیادوں کو اٹھانے لگے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام انہیں چنتے جاتے حتیٰ کہ جب دیواریں بلند ہوگئیں تو ایک مخصوص پتھر لے کر آئے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرمانے لگے اسماعیل علیہ السلام پتھر پکڑاتے رہے دوران تعمیر یہ الفاظ دونوں کے ورد زبان رہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (البقرہ:۱۲۷)

اے رب ہمارے تو ہم سے اسے قبول فرما بے شک تو ہی سنتا جانتا ہے۔

بیت اللہ کے چاروں اطراف کی دیواریں بناتے رہے اور یہ دعا مانگتے رہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (البقرہ:۱۲۷)

پیرانہ سالی میں ختنہ کرنا

اہل توراۃ کے نزدیک یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام تمام غلام اور دیگر لوگوں کا ختنہ کریں۔ آپ نے اس حکم کی بجا آوری کی اس وقت آپ کی عمر مبارک کے ننانوے سال بیت چکے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ برس تھی۔ آپ نے حکم خداوندی کی فوراً تعمیل کی یہ امر اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے یہ حکم واجب وضروری سمجھ کر پورا کیا اسی لیے علما کے اقوال میں سے ہے کہ ختنہ کرنا مردوں پر واجب ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک اسی برس تھی جب آپ نے قدوم (کلہاڑے) کے ساتھ اپنا ختنہ کیا۔

بعض روایات میں مذکور ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر بیت جانے کے بعد اپنا ختنہ فرمایا۔

قدوم ایک آلہ کا نام ہے (کلہاڑا) یہ بھی مذکور ہے کہ قدوم ایک جگہ کا نام ہے (جہاں پر آپ نے ختنہ کیا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے ایک سو بیس سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا اور اس کے بعد اسی سال زندہ رہے۔ (ابن حبان)

راہِ خدا میں ذبح ہونے والے کا قصہ

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ...... لِنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ (الصافات:۹۹ تا ۱۱۳)

اور (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔ اب وہ مجھے راہ دے گا الٰہی مجھے لائق اولاد دے تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقلمند لڑکے کی پھر جب وہ اس ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے کہا اے میرے باپ کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک یہ روشن جانچ (آزمائش) تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے

فدیے میں دے کر اسے بچالیا اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی سلام ہو ابراہیم پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحٰق کی کہ غیب کی خبریں بتانے والا نبی ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں اور ہم نے برکت اتاری اس پر اور اسحٰق پر اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ فرماتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے شہروں سے ہجرت فرمائی تو اپنے اللہ کے حضور دعا کی کہ الٰہ العالمین مجھے نیک اولاد نصیب فرما۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایک عقلمند لڑکے کی خوشخبری دی اور وہ عقلمند لڑکا حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے کیونکہ چھیاسی سال کی عمر میں آپ کو پہلا بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی عطا کیا گیا۔ اس بارے اہل مذاہب کا کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی آپ کی پہلی اولاد ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ (پھر جب وہ اسماعیل علیہ السلام) کام کے قابل ہو گیا' اس سے مراد ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے اور اپنے والد گرامی کی طرح کام کاج میں مصروف ہو گئے مجاہد علیہ الرحمۃ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جب جوان ہو گئے اور اس قدر طاقت ور وتوانا ہو گئے کہ باپ کے ساتھ کاموں میں ہاتھ بٹا سکیں تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ انہیں بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے خلیل پر آزمائش تھی کہ آیا خلیل اللہ اپنے اس پیارے بیٹے کو ذبح کرتے ہیں جو انہیں کبر سنی میں عطا ہوا اور اس سے قبل بھی سن رسیدہ عمر میں آپ کو یہ حکم مل چکا تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ آئیں۔ وہ وادی جہاں پر نہ گھاس کا تنکا تھا اور نہ کوئی مانوس چیز' نہ کوئی کھیتی اور نہ کوئی پودا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور ماں' بیٹے دونوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ اور توکل کر کے وہاں چھوڑ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرمانبرداری پر دونوں کے لئے کشادگی کی راہیں کھول دیں اور دونوں کو وہاں سے رزق فراواں عطا کیا جہاں ان کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جناب خلیل علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا اور یہ حکم ابراہیم علیہ السلام کے لیے منفرد تھا۔ اسماعیل علیہ السلام آپ کے اکلوتے فرزند تھے ان کے سوا آپ کی کوئی دوسری اولاد بھی نہ تھی بڑی سخت آزمائش تھی آپ نے اپنے رب کے حکم کو قبول کیا حکم الٰہی کی بجا آوری اور اطاعتِ الٰہی میں جلدی کرنے لگے۔ پھر اس حکم الٰہی کو اپنے لخت جگر پر پیش کیا تا کہ وہ قلبی وذہنی اعتبار سے آسانی اور خوشی سے قبول کرے بصورت دیگر حکم الٰہی کی خاطر جبراً تو انہیں ذبح کرنا ہی ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى

اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے تو عقلمند بیٹے نے اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشی کی خاطر کہا يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ فرمانبردار بیٹے کا یہ جواب رب العالمین اور والد کی اطاعت وفرمانبرداری کی انتہائی عمدہ مثال تھی۔

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی؟

خالق کائنات پکارا اٹھا فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا۔

اَسْلَمَا سے ایک تو مراد یہ ہے کہ دونوں نے حکم الٰہی کی فرمانبرداری کی اور اسے پورا کرنے کا عزم صمیم کرلیا۔ دوسری معنی یہ بھی مراد ہے کہ یکے بعد دیگرے سر تسلیم خم ہوگئے۔

وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ سے مراد ہے کہ والد نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹادیا' تاکہ انہیں گدی کی طرف سے ذبح کریں اور ذبح کے وقت بیٹے کی حالت کو دیکھ نہ پائیں ابن عباس' مجاہد' ابن جبیر' قتادہ اور ضحاک علیہم الرضوان نے اسی طرح کہا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انہیں پہلو کے بل لٹایا تھا جس طرح عام طور پر قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا جاتا ہے اور پیشانی کا ایک حصہ زمین سے ملا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا نام لیا تکبیر کہی اور بیٹا ذبح ہونے اور موت کو گلے لگانے کے لیے تیار ہوگیا۔

سدی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں چھری حلق پر چل گئی لیکن اس نے بال بھی بیکا نہ کیا بلکہ مذکور ہے کہ چھری اور حلق کے درمیان تانبے کا پترا حائل ہوگیا تھا۔ (واللہ اعلم)

تب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ندا آئی اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچا کر دکھایا۔

یعنی تیری آزمائش' فرمانبرداری اور حکم الٰہی کی بجاآوری میں سبقت کے مقاصد حاصل ہوگئے اور تیرے لخت جگر نے بھی قربانی کے لیے اپنے آپ کو یوں پیش کردیا جس طرح تم نے اپنے آپ کو آگ میں کودنے کے لیے پیش کیا تھا اور جس طرح تم نے اپنا مال مہمان نوازی کے لیے وقف کردیا تھا اس لیے تو فرمان خداوندی ہوا:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ بے شک یہ روشن جانچ (آزمائش) تھی۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیے میں دے کر اسے بچالیا یعنی بیٹے کی قربانی کے عوض اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے آسانی پیدا فرماتے ہوئے دوسرا جانور عطا فرمادیا۔

فدیہ میں دیا جانے والا ذبیحہ جمہور کے نزدیک ایک سفید رنگ کا خوبصورت آنکھوں اور سینگوں والا مینڈھا تھا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ثبیر میں ببول کے درخت سے بندھا ہوا دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مینڈھا جنت میں چالیس سال تک چرتا رہا۔

حضرت سعید ابن جبیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہ جنت میں چرتا رہا اور پھر جنت سے جبل ثبیر آیا اس پر سرخ رنگ کی اون تھی۔

خوبصورت آنکھوں اور سینگوں والا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ مینڈھا جبل ثبیر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ممیاتا ہوا آیا' پھر

آپ نے اسے ذبح کردیا اور یہی وہ مینڈھا تھا جس کی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے ہابیل نے دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تھی (ابی حاتم)

مجاہد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منیٰ میں اسے ذبح کیا۔ عبید بن عمیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ مقام ابراہیم کے پاس اسے ذبح کیا۔

بہر حال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ پہاڑی بکرا تھا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ پہاڑی بکروں کی ہی ایک قسم کا جنگلی بکرا تھا اور اس کا نام "جریر" تھا ممکن ہے کہ یہ دونوں نظریات درست نہ ہوں۔

قرآن پاک میں جو ہے وہ اس قدر ہی کافی ہے کہ یہ امر عظیم اور واضح روشن آزمائش تھی اور ابراہیم علیہ السلام نے ذبح عظیم کی قربانی دی' حدیث میں وارد ہے کہ وہ فدیہ مینڈھا تھا۔

مینڈھے کے سینگ اور سر

صفیہ بنت شیبر رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہے کہ مجھے قبیلہ بنوسلم کی ایک عورت نے بتایا اور عموماً ہمارے اہل خانہ سے جھگڑتی تھی اس نے کہا کہ حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا' میں نے پوچھا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لیے بلایا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اے عثمان میں نے مینڈھے کے دو سینگ دیکھے تھے جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تھا تو مجھے بتانا یاد نہ رہا کہ ان سینگوں کو ڈھانپ دو' مناسب نہیں کہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز موجود ہو جو نمازی کو اپنی جانب مشغول کرلے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مینڈھے کے سینگ بیت اللہ میں لٹکے رہے حتیٰ کہ جب بیت اللہ کو آگ لگ گئی تھی تو اس وقت وہ بھی جل گئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مینڈھے کا سر میزاب کعبہ (کعبہ کے پرنالے) کے ساتھ لٹکتا رہا یہاں تک خشک ہوگیا۔

راہِ خدا میں ذبح ہونے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے

یہ مذکورہ واقعہ اس بات پر دلیل ہے کہ راہِ خدا میں ذبح ہونے کے لیے پیش ہونے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے کیونکہ وہ ہی مکہ میں مقیم تھے اور جہاں تک حضرت اسحٰق علیہ السلام کا تعلق ہے تو ہمیں علم نہیں کہ کبھی عالم بچپن میں وہ مکۃ المکرمہ آئے ہوں۔ قرآن کریم سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے بلکہ قرآن پاک نے تو نص بیان فرمادی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے اس طرح کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قصہ بیان کرکے پھر اس کے بعد کہا **وبشرناہ باسحق نبیا من الصالحین** اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحٰق علیہ السلام کی کہ غیب کی خبریں بتانے والا نبی ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں۔

جنہوں نے نبیاً کو اسحٰق سے حال بنایا ہے۔ انہوں نے بلاوجہ تکلف کیا اور اس سے دلیل لی ہے کہ ذبیح اسحٰق ہی تھے یہ اسرائیلی روایات ہیں اور ان کی کتب میں تحریف ہوچکی ہے اور بالخصوص ایسے مقام تو قطعی طور پر محرف ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم صادر فرمایا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کریں اور تورات کے ایک نسخے کے مطابق ان کا پہلا بیٹا اسحٰق تھا لفظ اسحٰق کو وہاں پر بلا سوچے سمجھے داخل کر دیا گیا ہے اور وہ جھوٹ اور بہتان ہے اس لیے کہ نہ تو وہ اکلوتے تھے اور نہ ہی پہلے بلکہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔

اہل تورات کو اس نظریہ پر عرب کے ساتھ حسد نے برانگیختہ کیا ہے کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان عربوں کے باپ ہیں جو حجاز مقدس میں سکونت پذیر تھے اور انہیں عربوں سے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات ہیں جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد بزرگوار ہیں جن کا لقب اسرائیل تھا (یعنی یعقوب علیہ السلام کا) اور اسرائیل ان ہی طرف منسوب ہیں انہوں نے چاہا کہ شرف واعزاز کا اجراً اپنی جانب کر لیا جائے۔ بنابریں انہوں نے کلام اللہ میں تحریف وزیادتی کر ڈالی یہ غلط قوم ہے اور اس بات کا اقرار نہیں کرتی کہ فضل وکرم اللہ کے دست قدرت میں ہے وہ جسے چاہتا عطا فرما دیتا ہے۔

اور جہاں تک اسلاف کی جماعت کثیرہ کا تعلق ہے کہ انہوں نے راہ خدا میں ذبح ہونے والے سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام لیے ہیں خدا معلوم انہوں نے کعب احبار یا اہل کتب کے صحائف سے یہ بات نقل کر لی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس بارے کوئی ایسی صحیح حدیث ثابت نہیں کہ جس کی وجہ سے قرآن کے ظاہر کو ترک کر سکیں اور نہ ہی قرآن پاک میں سے ایسی کوئی سمجھ آتی ہے کہ اسحاق مراد لیے جائیں بلکہ مفہوم ومنطوق بلکہ غور وفکر کے وقت نص بتاتی ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔

محمد بن کعب قرظی علیہ الرحمۃ کا استدلال

محمد بن کعب قرظی علیہ الرحمۃ نے آیت مذکورہ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ سے بڑا زبردست استدلال کیا ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہی تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آیت میں حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اگر حضرت اسحاق علیہ السلام کو بچپن میں ذبح کرنے کا حکم تھا تو پھر پوتے کی پیدائش کی خوشخبری چہ معنی دارد؟ تو اس طرح نہ تو بیٹے کی پیدائش اور نہ ہی پوتے کی پیدائش کی خوشخبری کا مفہوم مکمل ہوتا ہے اور اگر اس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہی ذبیح تھے تو پھر پہلی بشارت متناقض ہوگی۔

لیکن اس استدلال پر سہیلی علیہ الرحمۃ نے اعتراض کیا ہے؟ اور کہا ہے کہ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ یہ مکمل جملہ ہے اور وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ یہ دوسرا جملہ ہے اور بشارت کے لئے بھی نہیں ہے' عربی گرائمر کی رو سے معطوف کو مجرور پڑھنا اس وقت جائز ہوتا ہے جب اس پر حرف جر کا اعادہ ہو جیسا کہ مررت بزید ومن بعده عمرو کہنا جائز نہیں بلکہ صحیح جملہ یوں ہوگا مررت بزید ومن بعده بعمر لہٰذا وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ کو معطوف مان کر ایک حکم جاری کرنا درست نہیں بلکہ یہ فعل مقدر سے منصوب ہے یعنی وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اور جو کچھ سہیلی علیہ الرحمۃ نے کہا وہ بھی قابل نظر وتشکیک ہے۔

سہیلی علیہ الرحمۃ نے بھی حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کو ترجیح دی ہے اور فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا آیت سے استدلال لیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ تو وہاں تھی ہی نہیں

بلکہ عالم بچپن میں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کے پہاڑوں میں قیام پذیر تھے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کام کاج کا کیسے تصور ہوگا لہٰذا کام کاج کے قابل اور مصروف حضرت اسحاق علیہ السلام ہی تھے۔

علامہ سہیلی علیہ الرحمۃ کے یہ استدلال بھی قابل غور وفکر ہے کیونکہ مروی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام بسا اوقات براق پر سوار ہوکر اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی خبر گیری کے لیے مکہ تشریف لے جاتے تھے پھر واپس تشریف لے آئے تھے۔ (واللہ اعلم)

حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کو کعب احبار اور دیگر درج ذیل لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ حضرت عمر' حضرت عباس' حضرت علی حضرت ابن مسعود' عکرمہ' سعید بن جبیر' مجاہد' عطا' الشعبی' مقاتل' عبید بن عمر' ابی میرہ' زید بن اسلم' عبداللہ بن شقیق زہری' قاسم' ابن ابی بردہ' مکحول' عثمان بن حاضر' سدی' حسن' قتادہ' ابوھذیل' ابن سابط علیہم الرضوان۔ ابن جریر علیہ الرحمۃ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن یہ باعث تعجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی دو روایتوں میں سے ایک روایت تو اسی حوالے سے ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان مذکورہ حضرات میں سے اکثر سے صحیح روایت یہی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔

مجاہد' سعید' الشعبی' یوسف بن مہران' عطا علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔

علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قربان ہونے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے جبکہ یہودیوں کا گمان ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے حالانکہ یہودی اپنے اس نظریے میں جھوٹے ہیں۔

عبداللہ بن احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ ذبیح کون تھے؟ تو انہوں نے فرمایا حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

ابو حاتم علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ ابن ابی حاتم علیہ الرحمۃ نے کہا اور حضرت علی' ابن عمر' ابوہریرہ' ابوالطفیل' سعید بن مسیب' سعید بن جبیر' حسن' مجاہد' شعبی' محمد بن کعب' ابوجعفر محمد بن علی اور ابو صالح علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے۔ امام بغوی علیہ الرحمۃ نے بھی ربیع بن انس' مکی' ابو عمرو بن العلاء سے یہی روایت کیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر یوں عرض کی یا ابن الذبیحین اے دو ذبیح ہونے والوں کے نور نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا پڑے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز' محمد بن اسحاق بن یسار علیہما الرحمۃ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

محمد بن کعب علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے پاس شام میں موجود تھا میں نے ان کے سامنے اپنے استدلال کو پیش کیا۔ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ جو استدلال پہلے گزر چکا۔ تو حضرت عمر بن

عبدالعزیز فرمانے لگے کہ جس طرح آپ فرماتے ہیں میری رائے بھی یوں ہی ہے محمد بن کعب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عمر بن العزیز علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک آدمی کے پاس بھیجا جو کہ یہودی علما سے تھا وہ مذکورہ استدلال سن کر سچا مسلمان بن گیا۔ حضرت عمر بن عزیز علیہ الرحمۃ نے اس یہودی عالم سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے کس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا؟ تو اس نے کہا کہ قسم بخدا اسماعیل علیہ السلام کو' یہود بھی جانتے ہیں لیکن وہ تمہارے ساتھ حسد کرتے ہیں کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تمہارے باپ ہیں حکم الٰہی بھی انہیں ہوا' شرف وکمال بھی انہیں عطا ہوا۔ یہودی اس کے منکر ہیں اوران کا خیال ہے کہ سب کمال وفضیلت حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے تھا کیونکہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل ہیں۔

پیدائش حضرت اسحاق علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ وبشرنٰہ باسحق نبیا من الصالحین وبارکنا علیہ وعلیٰ اسحق ومن ذریتھما محسن وظالم لنفسہ مبین (الصافات:۱۱۲ تا ۱۱۳)

اور ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام) کو خوشخبری دی۔ اسحاق علیہ السلام کی غیب کہ خبریں بتانے والا نبی ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں اور ہم نے برکت اتاری اس پر اور اسحاق پر اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا۔

ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرۃ سارہ رضی اللہ عنہا کو یہ خوشخبری اس وقت دی جب وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ان کے کفر وفجور کی وجہ سے تباہ وبرباد کرنے کے لیے مدائن کی طرف جارہے تھے۔

ولقد جآءت رسلنا ابراھیم بالبشریٰ.........حمید مجید (ھود:۶۹ تا ۷۳)

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے' بولے سلام کیا سلام پھر کچھ دیر نہ کی کہ ایک بچھڑا بنا لے آئے پھر (ابراہیم علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان ملائکہ کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں پہنچے ان کو اوپری (اجنبی) سمجھا اور جی ہی جی میں ان سے ڈرنے لگا۔ (فرشتے) بولے ڈریئے نہیں ہم لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اس کی بی بی کھڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی اور اسحاق علیہ السلام کے پیچھے یعقوب علیہ السلام کی' حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بولی ہائے خرابی کیا میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے بے شک یہ تو اچنبے کی بات ہے فرشتے بولے کیا اللہ کی بات کو اچنبا کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والو بے شک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔

نبئھم عن ضیف ابراھیم.........الا الضالون (الحجر:۵۱ تا ۵۶)

اور انہیں احوال سناؤ ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا جب وہ اس کے پاس آئے تو بولے سلام کہا ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں کہا گیا کیا اس پر مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا اب کاہے پر بشارت دیتے ہو۔ فرشتوں نے کہا ہم نے آپ کو سچی بشارت دی آپ ناامید نہ ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہو مگر وہی جو گمراہ ہوئے۔

هل آتك حديث ضيف ابراهيم المكرمين.......... هو الحكيم و العليم (الذاريات:۲۴ تا ۳۰)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کیا تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر آئی جب وہ اس کے پاس آ کر بولے سلام کہا سلام ناشنا سا لوگ ہیں پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا پھر اسے اس کے پاس رکھا کہا کیا تم کھاتے نہیں تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریئے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ اس پر اس کی بی بی (سارہ رضی اللہ عنہا) چلاتی آئی پھر اپنا ماتھا ٹھونکا اور بولی کیا بڑھیا بانجھ انہوں نے کہا تمہارے رب نے یونہی فرما دیا ہے اور وہی حکیم و دانا ہے۔

خوشخبری سنانے والے ملائکہ اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا تعجب

جو ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کے آئے وہ تین تھے حضرت جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے انہیں مہمان سمجھتے ہوئے ان سے مہمانوں سا سلوک کیا۔ اپنی عمدہ ترین گایوں میں سے ایک موٹا تازہ بچھڑا ان کے لیے تیار کیا جب کھانا تیار کر کے مہمانوں کے سامنے پیش کیا تو آپ نے دیکھا کہ وہ کھانا تناول کرنے کی کوشش و ہمت نہیں کر رہے کیونکہ ملائکہ کو کھانا کھانے کی حاجت و ضرورت ہی نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ناشنا سا سمجھا او جس منهم خيفة قالوا لاتخف انا ارسلنا الى قوم لوط اور جی ہی جی میں ان سے ڈرنے لگے۔ فرشتے بولے ڈریئے نہیں ہم لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک و برباد کرنے کے لیے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا عربوں کے دستور کے مطابق اسوقت ان کے سرہانے کھڑی تھیں جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کی خبر سنی تو غضبناک ہوگئیں تب فرشتوں نے اس وقت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی۔ آپ خوشخبری سن کر ہنس پڑی فبشر نها باسحق و من وراء اسحق يعقوب ہم نے اسے (سارہ رضی اللہ عنہا) اسحٰق علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کے پیچھے یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی یعنی ملائکہ نے انہیں خوشخبری سنائی۔ فاقبلت امرأته فی صرة فصکت تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا چلانے لگی اور اپنا ماتھا ٹھونکنے لگی جس طرح عام طور پر عورتیں تعجب کے وقت کرتی ہیں۔ قالت يويلتى ء الدو انا عجوز وهذا بعلى شيخا کہنے لگیں کہ میری جیسی عورتیں بچے کو کیسے جنم دے سکتی ہیں جبکہ میں بوڑھی اور بانجھ ہوں اور میرے شوہر بھی معمر و بوڑھے ہیں اس حالت اور بچے کے پیدا ہونے پر تعجب ہے۔ ان هذا لشيئى عجيب بے شک یہ تو اچنبے کی بات ہے۔ فرشتے کہنے لگے اتعجبين من امر الله رحمت الله و بركته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد کیا تم اللہ کی بات کو اچنبا کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والوں بے شک وہی سب خوبیوں والا عزت والا ہے۔

ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اس بشارت پر تعجب ہوا لیکن تعجب اور خوشی کی ملی جلی کیفیت سے پوچھا أَبَشَّرْ تمونی علی ان مسنى الكبر فبم تبشرون قالوا لبشرنك بالحق فلاتكن من القنطين (الحجر:۵۴ تا ۵۵) کیا اس پر مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا اب کا ہے پر بشارت دیتے ہو کہا ہم نے آپ کو سچی بشارت دی آپ ناامید نہ ہوں۔

ملائکہ نے دوبارہ بشارت بیان کر کے خبر کی تاکید و تکرار کر دی۔ دونوں کو بشارت دیتے ہوئے کہا بغلم علیم کہ پیدا ہونے والا بچہ صاحب علم و فضل ہوگا اور وہی حضرت اسحاق علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے بھائی تھے اللہ تعالیٰ نے صفت حلیم بیان فرما کر ان کے مقام علو اور مقام صبر کی رفعت کی جانب اشارہ فرمایا اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے ایفائے عہد پر پختہ اور صابر ہونے کو بھی بیان فرما دیا۔

ایک دوسری آیت میں بشارت کو اس انداز میں بیان کیا گیا کہ فبشر نھا باسحق ومن وراء اسحق اور ہم نے اسحاق اور اس کے پیچھے یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ یہی وہ آیت ہے جس سے محمد بن قرظی علیہ الرحمۃ نے خوب استدلال کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حکم ذبح حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے جائز ہی نہ ہوگا اس لیے کہ حضرت اسحاق کی ولادت اور ان کے بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دی جا رہی ہے اگر بچپن میں انہیں ذبح کرنے کا حکم ہو گیا تو بعد میں بیٹے کی ولادت کی خوشخبری کا کیا معنی؟

اہل کتاب کے خیالات

اہل کتاب کے نزدیک جب مہمان فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے تو آپ نے بھنا ہوا بچھڑا مع کی روٹیاں' گھی اور دودھ وغیرہ بھی پیش کیا اور ملائکہ نے انہیں تناول بھی فرمایا حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن پاک نے ان کے کھانے کی نفی فرما دی ہے۔

اہل کتاب کا یہ بھی خیال ہے کہ فرشتے کھانا تناول فرماتے تھے اور کھانا ہوا میں غائب ہوتا جاتا تھا۔

اہل کتاب کا یہ بھی نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اے ابراہیم تمہاری زوجہ کو سارا نہ کہا جائے بلکہ اس کا نام سارہ ہو اور اسی نام سے اسے پکارا جائے۔ میں انہیں برکتوں سے مالا مال بھی کروں گا اور اس بیوی سے تجھے ایک بیٹا بھی عطا کروں گا پھر اس بیٹے سے بہت سارے قبائل اور قبائل کے بادشاہ ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسکراتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں ہدیہ تشکر بجالانے کے لیے سربسجود ہو گئے اور جی ہی جی میں کہنے لگے کیا سو سال عمر بیت جانے کے بعد میرے ہاں بچہ پیدا ہوگا یا اس عمر سارہ بچہ جنے گی؟ جبکہ نوے سال کی بہاریں وہ بھی دیکھ چکی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی الٰہ العالمین کاش اسماعیل علیہ السلام بھی اس طرح شاہی زندگی بسر کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تمہاری بیوی آئندہ سال کے ان دنوں تک ایک بیٹے کو جنم دے لے گی اور اس کا نام اسحاق منتخب ہوگا۔ میری وحدانیت و عبادت کا عہد رہتے زمانہ تک اور اس کے بعد مخلوق کے لیے جاری رکھنا اور اسماعیل علیہ السلام کے بارے بھی میں تیری دعا قبول کرتا ہوں اسے بھی برکتوں سے مالا مال کروں گا اسے عظمتوں سے بہرہ ور کر کے اس کی اولاد بہت کثیر کر دوں گا۔ اس کی اولاد سے بارہ عظیم انسان پیدا ہوں گے اور ایک بہت بڑی جماعت کا انہیں سردار و سربراہ بنا دوں گا۔

پوتے کی پیدائش

فبشر نھا باسحق ومن وراء اسحق یعقوب کہ ہم نے اسے اسحٰق اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ آیت

مذکورہ اس بات پر دلیل ہے کہ بیٹے کی ولادت سے انہیں بہت فائدہ حاصل ہوگا اور پھر بیٹے کی اولاد بھی ان کی زندگی میں ہوگی تاکہ پوتے کو دیکھ کر دونوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں جیسا کہ اولاد کی پیدائش اور نسل کے اجرا پر سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہو کہ حضرت ابراہیم وسارہ علیہما السلام کی حیات میں یعقوب پیدا نہ ہوں گے تو یعقوب کے ذکر کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہتا۔ آیت قرآنی کی تخصیص حضرت اسحاق علیہ السلام کی باقی نسل کے سوا صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے اس بات کی شہادت ہے کہ آپ کی ولادت دادا' دادی کی حیات میں ہوگی اور انہیں اس طرح خوشی ومسرت ہوگی جس طرح ایک باپ کو اپنے خاندان کے جاری ہونے پر ہوتی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: **و وھبنا له، اسحق و یعقوب کلا ھدینا (انعام ۸۴)**

اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کئے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی۔

دوسری جگہ یوں ارشاد ہے: **فلما اعتز لھم و ما یعبدون الله و وھبنا له، اسحق و یعقوب (مریم:۴۹)**

پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب علیہما السلام عطا کئے۔ بتوفیق الٰہی اس بات کی تائید صحیحین کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم سب سے پہلے کونسی مسجد تعمیر کی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد حرام' میں نے عرض کی پھر کونسی؟ فرمایا مسجد اقصیٰ' میں نے عرض کی دونوں کے درمیان کتنا عرصہ کا دورانیہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس سال' میں نے عرض کی پھر کونسی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جہاں تجھے نماز کا وقت ہو جائے نماز ادا کرلو ساری روئے زمین مسجد ہے۔

اہل کتاب کے نزدیک حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی اور یہ مسجد ایلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو شرف عطا فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تعمیر کعبہ کے چالیس سال بعد حضرت یعقوب علیہ اسلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی اور یہ دونوں تعمیرات حضرت اسحاق علیہ السلام کے وجود کے بعد ہوئیں اس لیے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تو اپنی دعا میں کہا:

اذقال ابراھیم رب اجعل .... یوم یقوم الحساب (ابراہیم: ۳۵ تا ۴۱)

اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امان والا کردے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا' اے میرے رب بے شک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہانہ مانا تو بے شک بخشنے والا مہربان ہے۔ اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے (وادی) میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے میرے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے' شاید وہ احسان مانیں اے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے اور ہم ظاہر کرتے اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں' زمین میں اور نہ آسمان میں سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بوڑھاپے میں اسماعیل واسحاق علیہما السلام دیئے

بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن لے اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

حدیث پاک میں جو آیا ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے تین سوالات کئے جن کا ذکر عنقریب حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں آئے گا۔

مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ازسرنو اس کی تعمیر فرمائی جیسا کہ بیان کیا جا چکا دونوں تعمیرات میں چالیس سال کا عرصہ تھا اور کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے دوران چالیس سال کا دورانیہ تھا سوائے ابن حبان علیہ الرحمۃ کے کہ ان کا قول بھی غیر مناسب ہے اور کوئی بھی اس قول کا قائل نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ تعمیر کعبہ

ارشاد الٰہی ہے:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ .... كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (الحج: ۲۶'۲۷)

اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اس گھر کا ٹھکانہ ٹھیک بتا دیا اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ' طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لیے اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آئی ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ .... عَلَى الْعَالَمِيْنَ (آل عمران: ۹۶'۹۷)

بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا رہنما اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ .... اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (البقرہ: ۱۲۴تا۱۲۹)

اور جب ابراہیم علیہ السلام کو اس رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔ فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی۔ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو میرا گھر خوب ستھرا کرو طوائف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے۔ اور جب عرض کی ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دنوں پر ایمان لائیں۔ فرمایا اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا۔ پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم علیہ السلام اس گھر کی نیویں (بنیادیں) اور اسماعیل علیہ السلام یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔ اے رب ہمارے! اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ مہربان اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول' انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے' بے شک تو ہی غالب حکمت والا۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے بندے' رسول' منتخب' خلیل' باطل دین سے جدا ہونے والوں کے امام و پیشوا اور

انبیاء کرام کے والد گرامی حضرات ابراہیم علیہ السلام افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قدیم گھر بیت اللہ کی تعمیر کی اور یہ پہلی عبادت گاہ ہے جسے عوام الناس کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حضور رکھا گیا۔ یہ انہی کے لیے تعمیر کیا گیا اور اس کی رہنمائی اللہ جل شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خود دی تھی۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وحی الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کو رہنمائی ملی تھی۔

کعبۃ اللہ بیت المعمور (فرشتوں کا کعبہ جو کہ آسمانوں میں ہے) اس طرح کہ اگر بیت المعمور گرے تو سیدھا کعبۃ اللہ پر گرے گا اور ایسے ہی ساتوں آسمانوں پر عبادت خانے ہیں بعض بزرگان دین کا کہنا ہے کہ ہر آسمان میں ایک کعبہ ہے وہاں کی مخلوق اس کعبہ میں عبادتِ الٰہی کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ آسمانوں میں بیت المعمور کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسی روئے زمین پر کعبۃ اللہ کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا کہ اہل زمین کے لیے بالکل ویسا ہی کعبہ تعمیر کرو جیسا آسمان کے ملائکہ کے لیے ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت کعبۃ اللہ کے لیے جس جگہ کا تعین کیا گیا اس متعین جگہ کی رہنمائی بھی اللہ جل شانہٗ نے فرمادی۔ صحیحین میں ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرمت و عزت والا بنادیا تھا تا قیام قیامت اللہ کی حرمت کی وجہ سے یہ شہر قابل احترام اور اعزاز رہے گا۔

کسی حدیث میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کی ہوئی تھی اور جن لوگوں نے وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ میں مَكَانَ الْبَيْتِ سے استدلال کیا ہے کہ وہاں پہلے سے عمارت موجود تھی وہ صحیح نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ علم الٰہی اور قدرت الٰہیہ میں وہ جگہ مقرر تھی اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک جملہ انبیاء کرام کے نزدیک قابل تعظیم و تکریم تھی۔

اس سے پہلے گزر چکا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس مقام پر ایک قبہ سا تعمیر فرمایا تھا اور فرشتوں نے انہیں عرض کی تھی کہ ہم اس سے پہلے اس گھر کا طواف کر چکے ہیں اور کشتی نوح بھی چالیس دن تک اس کا طواف کرتی رہی وغیرہ وغیرہ لیکن یہ ساری باتیں بنی اسرائیل سے مروی ہیں نہ تو قابل تصدیق ہیں اور نہ ہی قابل تکذیب اور نہ ہی ان سے استدلال کیا جاسکتا ہے ہاں البتہ اگر قرآن پاک ان کی تردید کردے تو یہ مردود ہیں۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ

عوام الناس کی رہنمائی و برکت کے لیے سب سے پہلے جو گھر تعمیر کیا گیا وہ شہر مکہ میں ہے۔ بکہ سے مراد ایک قول کے مطابق مکہ ہے اور ایک قول کے مطابق محل کعبہ۔

"فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ" (اس میں کھلی نشانیاں ہیں) یعنی اس پر کہ جناب ابراہیم علیہ السلام جو کہ بعد میں آنے والے انبیاء کرام کے والد اور اپنی اولاد میں سے ان لوگوں کے جنہوں نے آپ کی اقتدا کر کے اور آپ کے طریقہ پر عمل پیرا ہو کر باطل دینوں سے چھٹکارا حاصل کرلیا۔ ان کے امام و پیشوا کی تعمیر ہے۔

مقام ابراہیم:

ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ' مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ فرما رہے تھے کہ کعبہ کی دیواریں بلند ہو گئیں تو آپ نے مزید انہیں بلند کرنے کے لیے اس پتھر پر کھڑا ہونے کے لیے انہیں استعمال فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے کعبۃ اللہ کی عمارت کو مزید بلند کرنے کے لیے لا کر رکھا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک کعبہ کی دیوار سے متصل اپنی اسی قدیم جگہ پر جہاں اسے استعمال کیا گیا تھا پڑا رہا پھر آپ نے اسے دیوار سے تھوڑا سا ہٹا دیا تا کہ طواف کعبہ کرنے والے اور اس کے نزدیک نماز ادا کرنے والوں کے لیے باعث رکاوٹ نہ ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کئی اقوال کی تصدیق و تائید اللہ جل شانہ نے فرمائی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کاش مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیتے' اللہ تعالیٰ یہ حکم نازل فرما دیا کہ **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی** اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات اس پتھر پر اب تک موجود و محفوظ ہیں۔ حضرت ابو طالب اپنے مشہور و معروف قصیدہ لامیہ میں فرماتے ہیں۔

وَثَوْر وَمَنْ اَرسٰی ثَبِیْرًا مَکَانَہٗ	وَرَاقٍ لِبِرٍّ فِی حَرَاء وَنَازِلٍ
جبل ثور اور اس ذات کی قسم جس نے ثبیر پہاڑ کو اس کی جگہ پر استوار کیا	اور قسم ہے اس ذات کی جو حراء میں چڑھتا اُترتا ہے
وَبِالبیتِ حقُّ الْبَیْتِ مِن بطنِ مَکَّۃٍ	وَبِاللہِ اِنَّ اللہَ لَیْسَ بِغَافِلٍ
وادی مکہ المکرّمہ میں بیت اللہ موجود ہے	اور جو قسم بخدا اللہ تعالیٰ اس سے غافل و بے خبر نہیں ہے
وَبِالحجر المسوَدِّ اِذْ یمسحُوْنَہٗ	اِذا اکْتَفُوْہٗ بِالضُّحٰی وَالاَصَائِلِ
حجر اسود کی قسم جسے لوگ چومتے	اور شام و سحر جس کا طواف کرتے ہیں
وَمُوْطِیٔ اِبْرَاھِیْمَ فِی الصَّخْرِ رَطْبَہ	عَلٰی قَدمَیْہِ حَافِیًا غَیْرَ نَاعِلٍ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات پتھر میں تازہ ہیں اور بغیر جوتے کے برہنہ پا ہیں۔

یعنی آپ کے معزز و متبرک قدم پتھر میں ثبت ہیں بغیر جوتے کے برہنہ قدموں کا عکس بن گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمَاعِیْلَ اور جب ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اس گھر کی بنیادیں بلند کر رہے تھے تو دونوں بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اے رب ہمارے، ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔ یہ ان دونوں باپ بیٹے کے خلوص و اطاعت الٰہی کی انتہا کی شہادت ہے کہ وہ دونوں اس سمیع و علیم ہستی کے حضور عرض گزار ہیں کہ وہ ان کی مساعی جمیلہ اور طاعت عظمیٰ کو قبول فرمائے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۔(البقرہ ۱۲۷)

پھر عرض کی اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بے شک تو ہی بہت تو بہ قبول کرنے والا مہربان۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بے آب وگیاہ وادی میں شرف و تعظیم سے بھرپور زمین کے ٹکڑے پہ عظمت و شرف والی مسجد کو تعمیر کیا اور اپنے اہل خانہ کے لیے برکتوں سے بہرہ ور ہونے کی دعا کی کہ الہ العالمین یہاں پانی کی قلت اور درخت' کھیتیاں اور پھل نہ ہونے کے باوجود انہیں پھلوں کے رزق سے مالا مال کر دے اور اس جگہ کو قابل احترام اور باعث امن بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا وہی خدا ہی لائق حمد وثنا ہے اور اسی کے حضور ہی التجائیں ہیں کہ جس نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرما کر ان کی طلب پر انہیں عطا فرمایا اور ارشاد فرمادیا کہ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۔(عنکبوت:۶۷)

اور کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین جائے پناہ بنائی اور ان کے آس پاس والے لوگ اچک لیے جاتے ہیں۔

أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُّجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (القصص:۵۷)

کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں۔ ہمارے پاس کی روزی

خلیل اللہ کی باکمال دُعا

حضرت ابراہیم نے اللہ کے حضور یہ بھی دعا کی کہ الہ العالمین ہماری اولاد میں ایک رسول بھیج جو ان کی جنس اور ان کی زبان سے ہو یعنی فصاحت و بلاغت اور خیر خواہی میں بے مثال تا کہ ان پر دینوی اور اخروی نعمتیں اور سعادتیں مکمل ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعا قبول فرماتے ہوئے خاتم الانبیاء والمرسلین حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کامل دین عطا فرمایا جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت روئے زمین پر بسنے والے مختلف الاجناس اور جداگانہ زبان وکلام والے لوگوں کے لیے قیامت تک عام فرمادی چاہے ان کا تعلق کسی شہر' کسی ملک اور کسی زمانے سے ہو۔

جملہ انبیاء کرام کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت تھی۔ آپ کو بھی کمالِ شرف عطا ہوا اور جو کتاب ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی وہ بھی باکمال ولا جواب' جہاں تشریف لائے وہ بھی قابل تعظیم' زبان فصیح و بلیغ' امت پہ کمال شفقت اور رحمت و مہربانی میں بے مثال' نسبت کریم و شریف' جائے پیدائش عظیم اور والدین بھی طیبین طاہرین۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام روئے زمین پہ کعبۃ اللہ کے بانی ہیں اسی لیے آپ آسمان کی منازل میں بھی منصب جلیلہ اور مقام ومرتبہ رکھتے ہیں اور بیت المعمور کے پاس بھی آپ کی عظیم الشان درجات کی دھوم ہے۔ بیت المعمور ساتویں آسمان والوں کا کعبہ ہے بڑی برکتوں والا

اور مقبول ومحبوب ہے۔ ہر روز اس میں ستر ہزار ملائکہ عبادت الٰہی کی غرض سے اس میں داخل ہوتے ہیں اور جو ایک مرتبہ بیت المعمور میں داخل ہو کے عبادت الٰہی کی سعادت سے بہرہ ور ہو گئے قیامت تک دوبارہ انہیں موقع میسر نہ آئے گا۔ امام ابن کثیر علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ تفسیر ابن کثیر میں سورۃ البقرہ میں تعمیر کعبہ کے عنوان سے ہم اس کی تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

کعبہ کی بنیادیں:

سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو تعمیر کعبہ کا حکم صادر فرمایا تو انہیں معلوم نہ تھا کہ تعمیر کعبہ کے لیے کون سی جگہ مختص ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جسے خجوج کہا جاتا ہے اس ہوا کے دو پر اور ایک سر تھا اور وہ شکل وصورت میں سانپ کی سی تھی اس ہوا نے کعبہ کے گرد ونواح کو صاف کر دیا اور عبادت کے لیے تعمیر کئے جانے والے پہلے گھر کی بنیادیں ظاہر ہو گئیں۔ کدال لے کر دونوں کھودنے لگے اور کعبۃ اللہ کی بنیادوں کو اٹھانے لگے۔ ارشاد الٰہی ہوا۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ ۔

اور جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس گھر کا ٹھکانہ ٹھیک بتا دیا۔

حجر اسود:

جب کعبۃ اللہ کی بنیادیں بلند ہو گئیں اور رکن تک پہنچ گئے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا بیٹے کوئی خوبصورت پتھر لے کر آؤ جسے میں یہاں نصب کروں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی ابا جان حضور میں تھکاوٹ کی وجہ سے سست ہو چکا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا میں لے کر آتا ہوں۔ آپ چل پڑے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہند سے حجر اسود لے کر آئے جو کہ اس وقت ثغامہ دنبے کے پروں کی طرح سفید یاقوت تھا جسے حضرت آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لے کر آئے تھے۔ لوگوں کی خطاؤں کو چوسنے کی وجہ سے اب یہ سیاہ ہو چکا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک اور پتھر لے کر رکن کے پاس پہنچے تو پتھر کو موجود پا کر عرض کی اے میرے والد گرامی یہ پتھر کون لے کر آیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وہ جو تجھ سے پھرتیلا چست تھا دونوں تعمیر کعبہ بھی فرما رہے تھے اور بارگاہ الٰہی میں یوں دعا بھی کر رہے تھے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ اے رب ہمارے تو قبول فرما ہماری طرف سے بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

ابن ابی حاتم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ کی تعمیر پانچ پہاڑوں سے کی گئی۔

ذوالقرنین کا ایمان قبول کرنا:

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام جب تعمیر کعبہ فرما رہے تھے تو روئے زمین کے بادشاہ ذوالقرنین کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے پوچھا کہ تمہیں اس کی تعمیر کا کس نے حکم دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ جل شانہ نے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ آپ کے قول پہ مجھے آگاہی کیسے ہو سکتی ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کی شہادت پانچ مینڈھوں نے دی۔ ذوالقرنین مینڈھوں کی گواہی سن کر دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ ازرقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ پھر ذوالقرنین نے حضرت ابراہیم کے

ساتھ مل کر کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔

تعمیر کعبہ کے دیگر مراحل:

خانہ کعبہ ایک عرصہ تک تو انہیں بنیادوں پر قائم رہا جس طرح حضرت ابراہیم نے تعمیر فرمایا تھا۔ پھر جب تعمیر کی ضرورت محسوس کی گئی تو قریش نے شام کی جانب شمالی حصہ سے کعبہ کے کچھ حصہ کو کم کر دیا جو آج تک ویسے ہی ہے۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کیا تو نہیں دیکھتی جب تمہاری قوم نے تعمیر کعبہ کی ضرورت محسوس کی تو اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اٹھائی ہوئی بنیادوں سے کم کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول خدا آپ اسے دوبارہ انہیں بنیادوں پر قائم و تعمیر کیوں نہیں فرما دیتے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تمہاری قوم ابھی نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی (تو میں ایسا ہی کرتا)۔

ایک دوسری روایت میں ہے اگر تمہاری قوم نئی نئی زمانہ جاہلیت سے نہ نکلی ہوتی (تو میں ایسا ہی کرتا) یا فرمایا کہ اگر تمہاری قوم زمانہ کفر سے نئی نئی نکلی نہ ہوتی تو میں کعبۃ اللہ کے خزانوں کو راہ خدا میں تقسیم کر ڈالتا۔ اس کے دروازے وزمین کے برابر کر دیتا اور حجر کو کعبہ میں داخل کر دیتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور گورنری میں کعبہ کی تعمیر انہی بنیادوں پر فرما دی تھی جن کا اشارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اس کی نشاندہی آپ کی خالہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی۔

حجاج بن یوسف نے تہتر ہجری میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور عبدالملک بن مروان کو خط لکھ کر حجاج نے دوبارہ تعمیر کعبہ کی اجازت طلب کی۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ تعمیر خود اپنی مرضی سے کی ہے۔ عبدالملک بن مروان نے حکم جاری کر دیا کہ کعبہ کو دوبارہ اسی طرح تعمیر کر دیا جائے جس طرح قریش نے کیا تھا۔ سو کعبۃ اللہ کی شامی دیوار کو گرا دیا گیا۔ اس کے اندر سے حجر اسود نکال دیا پھر دیوار کو بند کر دیا اور کعبہ کے اندرونی حصہ کو پتھروں سے پر کر دیا۔ مشرقی دروازہ کو بلند کر کے مغربی دروازے کو مکمل طور پر بند کر دیا جیسا کہ اب صورتحال ہے۔

پھر جب کعبہ کی تعمیر میں ردوبدل کرنے والوں کو علم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نشاندہی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق کیا تھا تو اپنے کئے پر نادم و شرمسار ہوئے اور اظہار افسوس کرنے لگے کہ کاش اسے اسی حالت میں رہنے دیتے تو کس قدر اچھا تھا۔ جب مہدی بن منصور کا دور خلافت آیا تو اس نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا کہ آیا میں تعمیر کعبہ پھر اسی انداز میں کرادوں جس طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کی تھی تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ مجھے ڈر ہے کہ آنے والے خلفاء اس کو کھیل بنالیں گے ہر خلیفہ اپنی مرضی سے اس کی تعمیر شروع کر دے گا لہٰذا تم اسے اپنی حالت پر برقرار رہنے دو تو اب وہی تعمیر ہے جو عبدالملک بن مروان کے دور میں ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف وتوصیف:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِابْتَلٰی اِبْرَاھِیمَ رَبُّہٗ........ الخ (البقرہ:۱۲۴)

اور جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) عرض کی اور میری اولاد سے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے رب کی جانب سے سخت سے سخت آزمائشوں کو پورا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کا پیشوا ومقتدا بنا دیا تا کہ لوگ آپ کی اقتدا کریں اور آپ کی ہدایت پر سر تسلیم خم کریں۔ تب آپ نے اللہ کے حضور یہ دعا کی کہ الہ العالمین یہ منصب امامت میرے بعد آنے والی نسلوں میں قائم ودائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا والتجا کو قبول فرماتے ہوئے اس منصب کو آپ کی اولاد میں جاری فرما دیا۔ آپ کی اولاد میں سے باعمل اہل علم کو یہ منصب سونپنے کے لیے مخصوص فرما کر ظالموں کو اس سے محروم و مایوس کر دیا۔ ارشاد الٰہی ہوا:

وَوَھَبْنَا لَہٗ اِسْحَاقَ وَ یَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ وَآتَیْنٰہُ اَجْرَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔(عنکبوت:۲۷)

اور ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام) اسحاق اور یعقوب علیہما السلام فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا اور بے شک آخرت میں وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہے۔

وَوَھَبْنَا لَہٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ........ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (انعام:۸۴تا۸۷)

اور ہم نے انہیں (ابراہیم کو) اسحٰق اور یعقوب علیہما السلام عطا کئے۔ ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح علیہ السلام کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور ذکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط علیہم السلام کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی۔

آیت مذکورہ میں ''ومن ذریتہ' میں ضمیر کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام گو کہ آپ کے بھتیجے ہیں لیکن تغلیباً ان کو بھی اولاد میں داخل کر دیا گیا ہے۔ جنہوں نے ضمیر کا مرجع حضرت نوح علیہ السلام کو تسلیم کیا ہے وہ یہی سے دلیل لیتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ اولاد میں ہے اور حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نہیں ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا وَّاِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ (الحدید:۲۶)

اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو بھی کتب سماوی انبیاء کرام پر نازل ہوئیں وہ اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے ہی کسی نبی پر نازل ہوئیں۔ یہ ایسی خلعت عظمیہ اور مرتبہ وکمال ہے کہ جس کی نہ تو مثال ہے اور نہ ایسے حسن وکمال پر کوئی اور فخر کر سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صلب سے اللہ تعالیٰ نے دو عظیم المرتبت بیٹے عطا فرمائے۔ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام' حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسحاق علیہ السلام' حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا ہی لقب ہے اور انہی کی طرف ہی ان کی ساری اولاد منسوب ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام میں سلسلہ نبوت چلا اور اتنی کثیر تعداد میں ان کی اولاد میں انبیاء کرام آئے کہ جن کا شمار ہی نہیں ان کا شمار صرف وہی ذات جانتی ہے جس نے انہیں نبوۃ و رسالت کے عظیم منصب سے مختص فرمایا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر آ کر ختم ہوا اور بہرحال حضرت اسماعیل علیہ السلام کہ ان سے عرب کے مختلف قبائل چلتے رہے (عنقریب ان کی تفصیل بیان کی جائے گی) ان کی اولاد میں سے کوئی نبی نہ آئے سوائے خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اولاد آدم کے سردار اور دنیا و آخرت میں اولاد آدم کے فخر ہیں۔

یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی المکی ثم المدنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس نسل کی عمدہ شاخ میں اس چمکتے دمکتے موتی اور فخر وعظمت والے ہار کے سوا کوئی اور نبی پیدا نہ ہوا اور یہ وہ سرور کائنات اور فخر آدم ہیں کہ میدان حشر میں اہل محشر ان پر فخر کریں گے اور اولین آخرین رشک کر رہے ہوں گے۔

صحیح مسلم میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میں ایسے مقام پر کھڑا ہوں گا کہ ساری مخلوق میری طرف راغب و متوجہ ہوگی حتیٰ کہ حضرت ابراہیم بھی میری جانب متوجہ ہوں گے۔ پھر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوب مدح سرائی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح سرائی فرمانا اس بات کی شہادت ہے کہ خلاق کائنات کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی دنیاوی اور اخروی زندگی میں حضرت ابراہیم افضل الخلائق ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو چند کلمات پڑھ کے دم فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ بے شک تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام انہی کلمات کے ساتھ حضرت اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کو دم فرمایا کرتے تھے اور وہ کلمات درج ذیل ہیں:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ۔

میں اللہ کی کامل کلمات کے ساتھ ہر شیطان اور وسوسے ڈالنے والے سے اور ہر بری نگاہ سے پناہ مانگتا ہوں۔

اطمینانِ قلب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ ...... عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (البقرہ: ۲۶۰)

اور جب عرض کی ابراہیم علیہ السلام نے اے رب میرے مجھے دکھا دے کہ تو کیونکر مردے جلائے (زندہ کرے) گا (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ملا لے۔ پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے۔ پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کرنے کے کئی اسباب تھے جنہیں مفسرین کرام نے ذکر کیا ہے اور امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ بھی اسے تفسیر ابن کثیر میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی گزارش کو قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ چار پرندوں کو لے لو اور ان چار پرندوں کی تعیین میں کئی مختلف اقوال ہیں اور ان پرندوں اور ان کے پروں کو ریزہ ریزہ کر دو اور ان کے گوشت کو ایک دوسرے میں ملا دو پھر ان کو حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک حصے کو ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو۔ حضرت ابراہیم نے حکم کے مطابق ایسا کر دیا پھر حکم ہوا کہ اب انہیں اپنے رب کے حکم سے آواز دو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں آواز دی تو ہر حصہ اپنے پرندے اور ہر پر اپنے اصل پرندے کی طرف اڑ پڑا حتیٰ کہ پرندے کا بدن مکمل ہوگیا جس طرح وہ پہلی حالت میں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قدرت الٰہیہ کا مشاہدہ فرماتے رہے کہ جسے وہ ذات حکم عطا فرماتی ہے "کن" ہو جا تو وہ چیز قدرت الٰہیہ کی کرشمہ سازیوں کی بدولت معرض وجود میں آ جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وہ پرندے اڑتے ہوئے نہیں بلکہ دوڑتے ہوئے آئے تاکہ ابراہیم علیہ السلام اچھی طرح ان کا مشاہدہ فرمالیں۔

مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم تھا کہ ان پرندوں کے سروں کو اپنے ہاتھ میں ہی رکھیں جب ہر پرندہ دوڑتا ہوا آپ کے پاس آتا آپ اس کا سر اس کے جسم پر رکھتے تو وہ پہلی سی حالت پر تیار ہو جاتا۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بلاشک وارتیاب حضرت ابراہیم علیہ السلام مردوں کو زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر یقین کامل رکھتے تھے لیکن انہوں نے چاہا کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لیں تاکہ علم الیقین عین الیقین میں بدل جائے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی امید کو پورا فرما دیا۔

یا اھل الکتاب لم تحاجون ...... ولی المؤمنین (آل عمران ۶۵ تا ۶۸)

اے کتاب والو! ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو۔ توریت انجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ سنتے ہو یہ جو تم ہو اس میں جھگڑتے جس کا تمہیں علم تھا تو اس میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہر باطل دین سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حقدار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے اور ایمان والوں کا ولی اللہ ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین اور طریقہ پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان دونوں گروہوں کے دعویٰ کی تردید فرما کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے بری فرما دیا اور ان کی تکثیر جہالت اور تقلیل عقل کو یوں بیان فرمایا: وَمَا اُنْزِلَتِ التَّوْرٰتُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ (توریت وانجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد) یعنی احمقوں تمہارے دین پر وہ کیسے ہو گئے تمہیں جو شریعت دی گئی وہ تو حضرت ابراہیم کے ایک مدت طویلہ کے بعد نازل ہوئی۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تو کیا تمہیں عقل نہیں بلکہ یہاں تک ارشاد فرمایا کہ مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو دین حنیف پر تھے۔ دین حنیف سے مراد ہے کہ قصداً انحراف من الباطل اور رجوع الی الحق دین حنیف تو یہودی، عیسائی اور مشرکین کے بالکل مخالف و برعکس ہے۔

وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ .... تَعْمَلُوْنَ (البقرہ: ۱۳۰ تا ۱۴۰)

اور ابراہیم علیہ السلام کے دین سے کون منہ پھیرے سوا اس کے جو دل کا احمق ہے اور بے شک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا اور بے شک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت والوں میں ہے جبکہ اس کے رب نے فرمایا گردن رکھ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لیے جو رب ہے سارے جہاں کا اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام نے کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا ہے تو نہ مرنا مگر مسلمان، بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے، بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء کا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کا۔ ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔ ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کے لیے ہیں جو انہوں نے کمایا تمہارے لیے ہیں جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔ اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے، تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم علیہ السلام کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا۔ ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کیے گئے موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور جو عطا کیے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہے تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا ہم نے اللہ کی دینی لی اور اللہ سے بہتر کس کی دینی اور ہم اسی کو پوجتے ہیں تم فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی اور ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ اور ہم نرے اسی کے ہیں بلکہ تم یوں کہتے ہو کہ ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹے یہودی یا نصرانی تھے تم فرماؤ کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ کو اور اس کے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کے پاس اللہ کی طرف کی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور خدا تمہاری کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

بارے واضح فرمادیا کہ نہ تو وہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ وہ تو ہر باطل دین سے جدا مسلمان تھے اور نہ ہی وہ مشرک تھے۔

اسی لیے فرمایا: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ بے شک سب لوگوں سے ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ حقدار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے یعنی وہ لوگ جو ابراہیم علیہ السلام کے دور میں ان کے دین کے پیروکار ہوئے اور وہ لوگ جنہوں نے بعد میں ابراہیم علیہ السلام کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھا (وَهٰذَا النَّبِيُّ) یعنی حضور اکرم نور مجسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس دین کو مشروع کیا جو ہر باطل سے جدا تھا اور جو ابراہیم علیہ السلام کے لیے مشروع کیا گیا تھا اور اس دین حنیف کو آپ کے لیے مکمل، تمام فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کچھ عطا فرمادیا جو آپ سے قبل کسی نبی و رسول کو نہ عطا کیا گیا تھا۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدَانِیْ رَبِّیْ......... اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ (انعام:۱۶۱تا۱۶۳)

تم فرماؤ بے شک مجھے میرے رب نے سیدھی راہ دکھائی ٹھیک دین ابراہیم علیہ السلام کی ملت جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک نہ تھے۔ تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہیں جو رب سارے جہان کا

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً......... وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (النحل۱۲۰تا۱۲۳)

بے شک ابراہیم ایک امام تھا' اللہ کا فرمانبردار اور سب سے جدا اور مشرک نہ تھا۔ اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں شایان قرب ہے۔ پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔

فال نکالنے کے تیر:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سرکار ابدقرار صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں تصویروں کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل نہ ہوئے' آپ نے حکم فرمایا کہ ان تصویروں کو مٹا دیا جائے۔ حضرت ابراہیم واسماعیل کے ہاتھوں میں فال کے تیر دے کر تصویر کشی کی گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ارشاد فرمایا اللہ انہیں تباہ و برباد کرے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے تو کبھی بھی ان تیروں کے ساتھ تقسیم نہیں کی۔ (بخاری)

بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ ان کو ہلاک کردے وہ جانتے بھی ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے کبھی ان تیروں کے ساتھ تقسیم نہیں کی۔

پیشوائے خلق

بہرحال اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً (بے شک ابراہیم علیہ السلام ایک امام تھا) یعنی پیشوا' امام ہدایت کرنے والا' بھلائی کی جانب دعوت دینے والا اور وہ جس کی اقتدا کی جائے۔ قَانِتًا لِلّٰهِ (اللہ کا فرمانبردار) یعنی ہر حالت میں اور ہر حرکت و سکنات میں اللہ کے حضور خشوع و خضوع فرمانے والا حنیفاً (سب سے جدا) یعنی

بصیرت پر مخلص (وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور وہ مشرک نہ تھا) شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهٖ (اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا) یعنی اپنے تمام اعضا قلب وزبان اور اعمال کے ذریعے اپنے رب کا شکرادا کرنے والا اِجْتَبٰهُ (اللہ نے اسے چن لیا) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے اسے چن لیا' اپنی رسالت کے لیے منتخب فرمالیا اور اپنا خلیل بنالیا اور دینوی واخری ساری سعادتیں ان میں جمع فرمادیں۔

اللہ کے خلیل

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا (النساء: ۱۲۵)

اور اس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا منہ اللہ کے لیے جھکا یا اور وہ نیکی والا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو ہر باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا گہرا دوست بنایا۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی ترغیب دے رہا ہے کیونکہ وہ دین قیم اور صراط مستقیم پر کاربند تھے اور آپ نے ہر حکم الٰہی پر سر تسلیم خم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کی مدح فرماتے ہوئے کہا: وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (النجم: ۳۷) اور ابراہیم جو پورے احکام بجالایا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنالیا اور خلۃ کا مطلب ہے انتہائی محبت جیسا کہ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

قد تخللت مسلك الروح منی ۔۔۔ وبذا سمی الخلیل خلیلاً

تو میری روح کے توسط سے مجھ میں نفوذ کر گیا ہے ۔۔۔ اسی لیے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا نام خلیل رکھا گیا

ایسے ہی یہ مقام ومرتبہ خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اپنا خلیل ویسے ہی بنالیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بنایا تھا''۔ (صحیحین)

اے لوگو! اگر روئے زمین پر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے۔ حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن تشریف لائے' آپ نے نماز فجر پڑھائی اس میں قرأت کی تو یہ آیت بھی تلاوت کی وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا لوگوں میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا بے شک ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ صحابہ کرام بیٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ نے بھی گفتگو سننا شروع کر دی کسی نے کہا تعجب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل منتخب فرمالیا۔ دوسرے نے کہا سبحان اللہ موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی نصیب کیا' ایک نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں' ایک نے کہا کہ

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے سلام کیا اور فرمایا کہ میرے اصحاب میں نے تمہارے کلام کو بھی سماعت فرمالیا اور تمہارے تعجبات کو بھی ملاحظہ کرلیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور یہ درست ہے موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں یہ بھی درست ہے عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں یہ بھی درست ہے آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں یہ بھی درست ہے الاوانی حبیب اللہ سن لو! میں حبیب اللہ ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ سن لو! میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور مجھے اس پر فخر نہیں اور سب سے پہلے میں ہی جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو کھولے گا اور مجھے جنت میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ مومن فقراء ہوں گے۔ میں بروز قیامت اولین وآخرین میں سب سے معزز ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔ (یعنی مجھے فخر نہیں کہ مجھے قیادت ملی بلکہ کائنات عالم کو فخر کرنا چاہیے کہ انہیں مجھ جیسا قائد مل گیا ہے)

حاکم علیہ الرحمۃ نے اپنی مستدرک حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلیل ہونے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب ہونے اور اللہ کے دیدار کرنے کا انکار کرتے ہو؟ **صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔**

اسحاق بن بشار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ان کے دل میں خوف پیدا ہو گیا خوف خداوندی سے ان کا دل پھڑکتا تھا پھڑکنے کی آوازیں سنائی دیتی تھی جس طرح فضاؤں میں پرندے کے پھڑ پھڑانے کی آواز آتی ہے۔

اجنبی آدمی اور بشارتِ خلیل:

حضرت عبید ابن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے بہت مہمان نواز تھے ایک دن کسی انسان کی تلاش میں نکلے تاکہ اسے مہمان بنا سکوں لیکن اتفاق سے کوئی آدمی بھی نہ ملا' واپس گھر تشریف لے آئے دیکھا تو گھر میں کوئی اجنبی آدمی کھڑا ہے۔ پوچھا! اوہ بندۂ خدا بلا اجازت میرے گھر میں تم کیسے داخل ہوئے؟

اجنبی آدمی: میں الٰہ العالمین کی اجازت سے داخل ہوا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام: تم کون ہو؟

اجنبی (ملک الموت): میں ملک الموت ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام: تم کس لیے آئے ہو؟

ملک الموت: مجھے رب العالمین نے اپنے ایک بندے کی جانب بھیجا ہے تاکہ میں اسے خوشخبری سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیل بنالیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام: وہ (خوش قسمت) انسان کون ہے؟ قسم بخدا اگر تم مجھے اس کے بارے آگاہ کردو تو خواہ وہ دنیا کے آخری کنارے پر کیوں نہ ہو میں تادم آخریں اس کا ہمسایہ بنا رہوں گا۔

ملک الموت: حضرت وہ خوش قسمت تو آپ ہی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام: (خوشی اور تعجب کے ملے جلے جذبات میں) میں......؟

ملک الموت: جی ہاں آپ ہی

حضرت ابراہیم علیہ السلام: میری کون سی ادا پسند آئی جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل منتخب فرمایا؟

ملک الموت: بلا امتیاز و تفریق آپ کی عطاؤں کے دروازے لوگوں پر کھلے ہیں۔

مقام خلیل

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح سرائی کی ہے۔ پینتیس مقامات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر ہوا' ان میں سے پندرہ مرتبہ سورۂ بقرہ میں ہے اور آپ پانچ اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک ہیں جن کے نام خصوصی طور پر احزاب و شوریٰ میں ذکر کیے گئے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں فرمان الٰہی یوں ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرَاهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۔ (احزاب: ۷)

اور اے محبوب: یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَّعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (شوریٰ: آیت ۱۳)

تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں افضل ترین حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ بیت المعمور جس میں روزانہ ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں جو فرشتہ ایک مرتبہ داخل ہو گیا تا قیامت دوبارہ اس کی باری نہیں آتی۔

شریک ابن نمیر رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان پر تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے افضل ہونے پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ فرمان عالیشان بھی دلالت کرتا ہے کہ میں نے اپنی تیسری دعا اس دن کے لیے مخصوص کر رکھی ہے جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی

میری طرف راغب ہوں گے۔

یہی وہ مقام محمود ہے جس کی خبر سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں الفاظ دی ہے۔ **انا سید ولد آدم یوم القیامہ ولا فخر** میں بروز حشر اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے شفاعت طلب کریں گے پھر حضرت نوح علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لیکن جملہ انبیاء کرام اس سے معذوری کا اظہار فرمائیں گے حتیٰ کہ مقام محمود پر فائز رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں آئیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا لھا انا لھا ہاں میں ہی شفاعت فرمانے والا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: **من اکرم الناس** لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز کون ہے فرمایا: لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہے عرض کی گئی نہیں ہم نے اس حوالے سے عرض نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوسف اللہ کے نبی بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ علیہم السلام عرض کیا گیا ہم اس حوالے سے بھی سوال نہیں کرتے فرمایا: تم قبائل عرب کے حوالے سے مجھ سے پوچھتے ہو سنو جو زمانہ جاہلیت میں بہتر لوگ تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ جب وہ سمجھ دار ہو جائیں گے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کریم ابن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں اور برہنہ جسم اٹھائیں جائیں گے سب سے پہلے جنہیں لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ (انبیاء:۱۰۴) جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے۔ (صحیحین عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ معین فضیلت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افضل ہونے کے لیے کافی نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار خصائص اس سے قبل گزر چکے اور ان میں سے ایک مقام محمود بھی ہے جس پر اولین و آخرین سب رشک کناں ہوں گے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہی کہ کسی شخص نے نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا خَیْرَ الْبَرِیَّۃ (مخلوق میں سے بہتر) کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (مسند امام احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لیے بطور عاجزی وانکساری یوں فرمایا کہ ذاک ابراہیم کہ بہتر مخلوق حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کیونکہ لوگ قیامت کے دن گرج دار آواز سے بے ہوش

جائیں گے۔ میں پہلا شخص ہوں کہ جسے مجھے ہوش وحواس ہوگا۔ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ مجھے نہیں علم کہ انہیں افاقہ نصیب ہوا یا کوہِ طور کی بے ہوشی کے عوض ان کی بے ہوشی زائل ہوگئی۔ یہ تمام باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے منافی نہیں ہیں جو کہ آپ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ انا سید ولد یوم القیامہ میں بروز حشر اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔

ایسے ہی صحیح مسلم میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے تیسری دعا اسی دن کے لیے مخصوص کر لی ہے جس دن جملہ مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مجھ پر رشک کناں ہوں گے۔

جب حضور اکرم نورِ مجسم محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولوالعزم اور افضل الرسل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں تبھی تو ہر نمازی کو اپنی تشہد میں درود ابراہیمی پڑھنے کا حکم ہے۔

صحیحین میں حضرت کعب بن عجرہ وغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے سلام آپ کے حضور عرض کرنے کا طریقہ تو پہچان لیا آپ کے حضور درود کیسے پیش کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی (النجم: ۳۷) اور ابراہیم علیہ السلام جو کہ پورے احکام بجالایا۔ مفسرین نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو بھی حکم الٰہی ہوا اسی کو بجالائے اور ایمان کے جملہ خصائل وشعبہ جات پر قائم ودوائم رہے اور امر الٰہی کی بجا آوری کی خاطر چھوٹی چھوٹی مصلحتوں کو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے نہ تو بڑے بڑے کام انہیں مشغول رکھتے تھے اور نہ ہی بڑی بڑی مصلحتیں اور مصروفیتیں چھوٹی چھوٹی باتوں کو فراموش کرنے دیتی تھیں۔

امورِ فطریہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیت طیبہ وَاِذِابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ اور جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔

اس میں دس طہارتوں کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا جن میں سے پانچ طہارتوں کا تعلق سر کیساتھ اور پانچ کا تعلق جسم کے ساتھ تھا وہ پانچ طہارتیں جن کا تعلق سر کے ساتھ وہ درج ذیل ہیں۔ مونچھوں کو تراشنا' کلی کرنا' مسواک کرنا' ناک میں پانی ڈالنا اور سر میں مانگ نکالنا اور جن پانچ طہارتوں کا تعلق جسم کے ساتھ ہیں وہ درج ذیل ہیں ناخن کاٹنا' زیر ناف بال صاف کرنا' ختنہ' بغلوں کے بال صاف کرنا' بول وبراز سے فراغت کے بعد پانی سے استنجا کرنا (ابن ابی حاتم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امور فطریہ پانچ ہیں۔ ختنہ کرنا' شرم گاہ کے بال مونڈنا' مونچھوں کو تراشنا' ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال صاف کرنا۔ (صحیحین)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں امور فطریہ ہیں۔

مونچھیں کاٹنا' داڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' ناک پانی سے اچھی طرف صاف کرنا' ناخن کاٹنا' انگلیوں کے جوڑ دھونا' بغلوں کے بال صاف کرنا' زیرناف بال مونڈنا اور پانی سے استنجا کرنا۔

انشاء اللہ العزیز عنقریب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ختنہ کے وقت عمر کے حوالہ سے گفتگو کریں گے۔ قصہ کوتاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام للّٰہیت اور خلوص کے ساتھ یادالٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت الٰہیہ میں منہمک ہو جانے کے ساتھ ساتھ اپنے بدن کی اصلاح اور صفائی کا بھی خاص خیال رکھتے تھے ہر عضو جس قدر اصلاح اور خوبی کا مستحق تھا اس کا پورا اہتمام فرماتے اور جو بھی چیز پراگندہ محسوس فرماتے مثلاً بالوں کا بڑھنا' ناخنوں کا بڑھنا' دانتوں کا عیب دار ہونا یا جسم پر میل ہونا ان کو دور کر کے منزہ و مصفّٰی ہو جاتے۔ یہ جملہ باتیں توصیف ابراہیمی اور فرمان الٰہی کی تصدیق کرتی ہیں۔ وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ۔

موتیوں سے جڑا محل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک محل ہے راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ موتیوں سے جڑا ہوا ہے نہ تو کوئی اس میں شگاف ہے اور نہ ہی پھٹن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس محل کو بطور میزبانی کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تیار فرمایا ہے۔

وصف حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر انبیاء کرام کو پیش کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے خوبرو مرد تھے گویا کہ ان مردوں میں سے تھے جن پر حسد کیا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو دیکھا تو وہ عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے مشابہہ تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میرے غلام دحیہ کلبی کے مشابہہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ مکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰ ابن مریم موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ والے' گھنگریالے بالوں والے اور کشادہ سینے والے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام آدم علیہ السلام کی طرح بڑے قد آور اور بر جسیم تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کی اور ابراہیم علیہ السلام؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے صاحب (خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لو۔

مجاہد علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے لوگوں نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر (ک'ف'ر) لکھا ہوا ہوگا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے دجال کے حلیہ کے بارے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا البتہ انبیاء کرام کے حلیہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا چاہتے ہو تو گویا اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو اور موسیٰ علیہ السلام گھنگریالے بالوں والے حضرت آدم علیہ السلام کی طرح تھے۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ کھجور کی چھال سے بنی ہوئی مہار

والی سرخ اونٹنی پر سوار ہو کر ایک وادی میں تشریف لے جا رہے تھے۔ (بخاری)

نمرود کون تھا؟

ابن جریر علیہ الرحمۃ نے اپنی تاریخ میں تذکرہ کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت باسعادت نمرود بن کنعان کے دور میں ہوئی۔ نمرود وہی مشہور و معروف ضحاک بادشاہ ہے جس کے بارے مذکور ہے کہ اس نے ہزار سال حکومت کی یہ بڑا جابر اور ظالم بادشاہ تھا، بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ نمرود کا تعلق قبیلہ بنوراسب سے تھا جس کی طرف حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا نمرود روئے زمین کا بادشاہ تھا۔

تابناک ستارہ:

نمرود کے دورِ حکومت میں ایک ستارہ طلوع ہوا جس کے سامنے سورج و چاند کی روشنی ماند پڑ گئی اس ستارے کو دیکھ کر لوگ پریشان ہو گئے اور خود نمرود حواس باختہ ہو گیا۔ نمرود نے کاہن اور نجومیوں کو اکٹھا کر کے ان سے پوچھا کہ یہ ستارہ کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ علامت ہے اس چیز کی کہ تمہاری رعایا میں ایک ایسا بچہ جنم لے گا جس کے ہاتھوں تمہاری بادشاہی کا غرور خاک میں مل جائے گا۔

نمرود نے منصوبہ بندی کا حکم جاری کرتے ہوئے کہا کہ آج سے کوئی مرد اپنی عورت سے مباشرت نہیں کرے گا اور جتنے بچے اس وقت تک پیدا ہو چکے ہیں انہیں تہہ تیغ کر دیا جائے۔ ایسی زبردست منصوبہ بندی کے باوجود مشیت ایزدی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا میں تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور کافروں کے مکر و فریب سے انہیں محفوظ و مامون رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے احسن انداز میں اور بہت جلد آپ کی پرورش فرمائی آپ جوانی کی منازل طے کرتے رہے۔

جائے پیدائش:

آپ علیہ السلام کی جائے پیدائش مقام سوس ہے۔ ایک قول کے مطابق شہر بابل ہے اور ایک تیسرے قول کے مطابق ''سواد'' میں کوثی کی جانب ہے اس سے قبل گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش مشرقی دمشق میں شہر برزہ میں ہوئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے نمرود کو ہلاک کر دیا تو آپ حران کی طرف ہجرت کر آئے پھر وہاں سے شام تشریف لائے اور مقام ایلیا میں سکونت اختیار کر لی اور وہی حضرت ابراہیم و اسحاق علیہما السلام پیدا ہوئے۔

سرزمین کنعان میں حبرون نامی بستی میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں بوقت وصال حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ایک سو ستائیس برس تھی آپ کی وفات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑا صدمہ ہوا۔

قبیلہ بنوحیث کے ایک آدمی عفرون بن صخر سے آپ علیہ السلام نے پست زمین کا ایک ٹکڑا چار سو دینار میں خریدا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو وہی دفن فرما دیا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسبت بتوئیل بن ناحور بن تارح کی بیٹی رفقا سے کر کے انہیں رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ اپنے غلام کو بہو کو لانے کے لیے بھیجا تو وہ اس کے شہر سے اسے خادماؤں اور دائیوں

سمیت اونٹوں پر سوار کر کے لے آیا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ''قنطورا'' نامی ایک عورت سے شادی کر لی اور اس سے آپ کی اولاد ذمران' یقشان' مادان' مدین' شیاق اور شوح وغیرہ پیدا ہوئے۔

وصال پر ملال:

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے اہلِ کتاب کی خبروں میں سے بہت سے بزرگوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت کے آنے کو مختلف انداز میں ذکر کیا ہے۔ اللہ ہی کو معلوم کہ کہاں تک درست ہے۔

مذکور ہے کہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی موت اچانک ہی آئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موت کے حوالے سے اہل کتاب وغیرہ نے جو کہا ہے وہ اس کے خلاف ہے ان کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار ہوئے اور ایک سو پچھتر سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا اور ایک قول نوے سال کا بھی ہے اور اسی پست زمین میں اپنی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے جوار میں دفن ہوئے جو زمین آپ نے حبرون حیثی بستی میں **عفرون الحیثی** سے چار سو درہم میں خریدی تھی۔ حضرت اسحاق و اسماعیل علیہما السلام نے آپ کے کفن و دفن کا انتظام و انصرام فرمایا تھا۔

ابن کلبی علیہ الرحمۃ کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دو سو سال حیات رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سو بیس سال کی عمر میں قدوم (کلہاڑا) آلے کے ساتھ اپنا ختنہ کیا بعد ازاں آپ اسی سال حیات رہے۔ (ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت بھی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال ہوئی تب آپ نے اپنا ختنہ کیا اور اس کے بعد اسی سال آپ نے زندگی گزاری اور آپ نے ختنہ قدوم آلہ کے ساتھ کیا تھا۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے ذکر کیا ہے کہ جب آپ نے ختنہ کیا اس وقت آپ اسی سال کی بہاریں دیکھ چکے تھے۔ ابن حبان علیہ الرحمۃ عبدالرزاق علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ القدوم ایک بستی کا نام ہے نہ کہ آلہ کا نام۔ امام ابن کثیرہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ایک روایت میں ہے: **انہ اختتن وقد اتت علیہ ثمانون سنة** اور دوسری روایت میں ہے: **وھوا ابن ثمانین سنة** ان دونوں روایات میں کوئی تعرض واختلاف نہیں ہے کہ اس کے بعد آپ نے کتنا عرصہ زندگی گزاری۔

امورِ فطریہ کی ادائیگی میں پہلا شخص:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے شلوار زیب تن کی' سب سے پہلے بالوں میں مانگ نکالی اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے زیر ناف بالوں کو صاف کیا اور سب سے پہلے ہیں جنہوں نے قدوم آلے کے ساتھ ختنہ کیا۔ اس وقت آپکی عمر ایک سو بیس سال تھی اور اس کے بعد اسی سال تک آپ حیات رہے اور آپ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کی اور آپ سب سے پہلے شخص ہیں جن کے بال سفید ہوئے۔

حضرت سعید بن میبب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمانوں کی میزبانی کی اور لوگوں میں سب سے پہلے ہیں جنہوں نے ختنہ کیا اور سب سے پہلے آپ نے ہی مونچھیں کاٹیں اور سب سے پہلے آپ ہی بوڑھے ہوئے جب بڑھاپے کو دیکھا تو عرض کی الہ العالمین یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ عزت و وقار ہے۔ عرض کی اس وقار میں اضافہ فرما۔

مرقد مبارک:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روضہ مبارک آپ کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور آپ کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کے مقبرے کی اس عمارت میں ہیں جنہیں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے شہر حبرون میں تعمیر کیا اور وہ شہر آج تک خلیل کے نام سے معروف ہے اور یہ بات گروہ در گروہ بنی اسرائیل سے ہمارے زمانہ تک تواتر سے چلی آ رہی ہے۔ یہ بات محقق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روضہ مبارک وہی ہے (شہر حبرون میں) لیکن اس کا تعین کرنا کہ فلاں جگہ پر ہے اس بارے کوئی صحیح خبر نہیں ہے۔ مناسب و ضروری ہے کہ اس ساری جگہ کے ہی ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور اس کو وقار و عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور کاشتکاری سے اعراض کیا جائے کہ کہیں نیچے حضرت ابراہیم علیہ السلام یا آپکی اولاد میں سے کسی نبی کی قبر مبارک نہ ہو۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ اپنی سند کے ساتھ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے روضہ انور کے قریب ایک پتھر پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

اَلْهٰى جَهُوْلاً اَمَلُهٗ يَمُوْتُ مَنْ جَآءَ اَجَلُهٗ

جس کی توقعات نے اسے جہالتوں کی نظر کر دیا جب اس کی اجل آئی تو وہ مر جائے گا۔

وَمَنْ دَنَا مِنْ حَتْفِهٖ لَمْ تُغْنِ عَنْهُ حَيْلُهٗ

اور جو اپنی موت کے قریب ہوا کوئی حیلہ اسے موت سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔

وَكَيْفَ يَبْقٰى آخِرٌ مَنْ مَاتَ عَنْهُ اَوَّلُهٗ

بعد میں آنے والا کیسے باقی و زندہ رہ سکتا ہے جبکہ پہلے والا شخص آغوشِ موت میں جا چکا ہے۔

وَالْمَرْءُ لَا يَصْحَبُهٗ فِى الْقَبْرِ اِلَّا عَمَلُهٗ

قبر میں اعمال کے سوا کوئی چیز انسان کے ساتھ نہیں ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں سب سے پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہما قبطیہ مصریہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر آپ کی چچازاد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے یقطن کنعانیہ کی بیٹی قنطورہ سے شادی کی ان سے حضرت ابراہیم کے چھ بچے پیدا ہوئے۔ مدین' زمران' سرخ' بقشان' نشق اور چھٹے کا نام معروف نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے حجون بنت امین سے شادی کی اور اس سے پانچ بچے پیدا ہوئے کیسان' سورج' امیم' لوطان' نافس۔

علامہ سہیلی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب التعریف والاعلام میں انہیں ذکر کیا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام اور قرآنی آیات

حیاتِ خلیل علیہ السلام میں جو امورِ عظمیہ رونما ہوئے' ان میں سے ایک حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ اور ان کی قوم پر نازل ہونے والا کرب ناک عذاب بھی ہے۔

حضرت لوط بن ہاران بن تارح تارح وہی آ ذر ہے جس کا ذکر گزشتہ صفحات پر گزر چکا۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام' ہاران اور ناحور تینوں بھائی ہیں۔ ہاران وہی شخص ہے جس نے شہر حران آباد کیا لیکن یہ بات اہل کتاب کے ہاتھوں میں جو ہے اس کے مخالف اور ضعیف ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شہر سے ان کے حکم اور اجازت سے ترکِ سکونت اختیار کر کے سرزمین غور زعر کے شہر سدوم میں آ بسے تھے۔ آپ کی والدہ کا تعلق اسی شہر سے تھا۔ یہاں کی سرزمین سرسبز و شاداب آپ کی والدہ کی یہاں پر زمین اور خاندان تھا۔ شہر سدوم کے لوگ بڑے فاسق و فاجر اور بدترین کافر تھے اور طبعی طور پر ہی اور لوگوں سے بدتر تھے۔

راہ گیروں' مسافروں کو لوٹنا ان پر آوازیں کسنا' فحش اور بری حرکات کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ برائی سے منع تو درکنار بلکہ وہ خود برائی کرتے اور کس قدر برا عمل تھا جو وہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک ایسا غلیظ گناہ شروع کیا اولادِ آدم میں سے کسی میں ایسے گناہ کا تصور بھی نہ تھا وہ لڑکوں سے برائی کرتے اور عورتیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے پیدا فرمایا ہے انہیں نظر انداز کر دیتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اس قوم کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لیے دعوت دی اور انہیں حرام' فحش' منکرات اور قبیح افعال سے روکا تو وہ اپنی گمراہی اور سرکشی میں مزید ہٹ دھرم ہو گئے اور کفر و فسق پر ڈٹے رہے۔ ان کی ہٹ دھرمی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر ایسا عذاب نازل فرمایا جو نہ تو واپس لوٹ سکتا تھا اور نہ ہی ان کے وہم و گمان میں تھا کہ ایسا عذاب آئے گا جو دنیا والوں کے لیے مثال و عبرت ہوگا اور جہاں والے اس سے عبرت پکڑیں گے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ان کا تذکرہ کیا ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ......... الْمُجْرِمِيْنَ (اعراف: ۸۰تا۸۴)

اور لوط علیہ السلام کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے اور اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت وہ راہ جانے والوں میں ہوئی اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا تو دیکھا کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی .... مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ (ھود:۶۹ تا ۸۳)

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے سلام کہا سلام پھر کچھ دیر نہ کی کہ ایک بچھڑا بھنا لے آئے پھر جب دیکھا کہ ہاتھ کھانے کی طرف نہیں پہنچے۔ ان کو اوپری سمجھا اور جی ہی جی میں ان سے ڈرنے لگے (فرشتے) بولے ڈریئے نہیں ہم لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی بی بی کھڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی اور اسحاق علیہ السلام کے پیچھے یعقوب علیہ السلام کی بولی ہائے خرابی کیا میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے بے شک یہ تو اچنبے کی بات ہے۔ فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کو اچنبا کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والو۔ بے شک وہی سب خوبیوں والا عزت والا پھر جب ابراہیم علیہ السلام کا خوف زائل ہوا اور اسے خوشخبری ملی' ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا بے شک ابراہیم علیہ السلام تحمل والا بہت آہیں کرنے والا رجوع لانے والا ہے۔ اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑھ بے شک تیرے رب کا حکم آ چکا اور بے شک ان پر عذاب آنے والا ہے کہ پھیرا نہ جائیگا اور جب لوط علیہ السلام کے یہاں ہمارے فرشتے آئے۔ اسے ان کا غم ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور بولا یہ بڑی سختی کا دن ہے اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی آئی اور انہیں آگے ہی سے برے کاموں کی عادت پڑی تھی کہا اے قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ بولے تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے بولے! اے کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا فرشتے بولے اے لوط علیہ السلام ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے تو اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جاؤ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے سوائے تمہاری عورت کے اسے بھی وہی پہنچنا ہے جو انہیں پہنچے گا بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح قریب نہیں پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کر دیا اور اس پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے جو نشان کئے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر کچھ ظالموں سے دور نہیں۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ .... لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۔(الحجر:۵۱ تا ۷۷)

اور انہیں احوال سناؤ ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا جب وہ اس کے پاس آئے تو بولے سلام' ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے انہوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں کہا گیا کیا اس پر مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا' اب کاہے پر بشارت دیتے ہو (فرشتوں نے کہا) ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے آپ ناامید نہ ہوں' کہا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہو مگر وہی جو گمراہ ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا پھر تمہارا کیا کام ہے اے فرشتو! بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر لوط علیہ السلام کے گھر والے ان سب کو ہم بچا لیں گے مگر اس کی عورت ہم ٹھہرا چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے تو جب لوط علیہ السلام کے گھر فرشتے آئے کہا تم تو کچھ بیگانہ لوگ ہو کہا بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس سچا حکم لائے ہیں اور ہم بے شک سچے ہیں تو اپنے گھر والوں کو کچھ رات لے کر باہر جایئے اور آپ ان کے پیچھے چلیے اور تم میں کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے اور جہاں کو حکم ہے

سیدھے اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنا دیا کہ صبح ہوتے ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی اور شہر والے خوشیاں مناتے آئے۔ لوط علیہ السلام نے کہا میرے مہمان ہیں مجھے فضیحت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا اوروں کے معاملہ میں دخل نہ دو کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں تو دن نکلتے انہیں چنگھاڑ نے آ لیا تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے اور بے شک وہ بستی اس راہ پر ہے جو اب تک چلتی ہے بے شک اسی میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلِيْنَ .... الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۔(الشعراء ۱۶۰ تا ۱۷۵)

لوط علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا کیا تم نہیں ڈرتے بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا امانت دار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے کیا مخلوق میں مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے جو روئیں بنائیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔ بولے اے لوط (علیہ السلام)! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔ لوط علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے کام سے بے زار ہوں' اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے بچا تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا تو کیا ہی برا برساؤ تھا ڈرائے گئیوں کا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

وَلُوْطاً اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ .... مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (النمل: ۵۴ تا ۵۸)

اور لوط علیہ السلام کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا بے حیائی پر آئے ہو اور تم سوجھ رہے ہو کیا تم مردوں کے پاس مستی سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم جاہل لوگ ہو تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہ کہ بولے لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو ستھرا پن چاہتے ہیں تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو ہم نے ٹھہرا دیا کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے۔

وَلُوْطاً اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ .... يَعْقِلُوْنَ ۔(العنکبوت: ۲۸ تا ۳۵)

اور لوط علیہ السلام کو نجات دی جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا تم بے شک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا' کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ مارتے ہو اور اپنی مجلس میں بری بات کرتے ہو تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ کہ بولے ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ اور اگر تم سچے ہو عرض کی اے میرے رب میری مدد کر ان فسادی لوگوں پر اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کریں گے بے شک اس کے بسنے والے ستمگار ہیں' کہا اس میں تو لوط ہیں' فرشتے بولے ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر اس کی عورت کو کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے اور جب ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے ان

کا آنا اسے ناگوار ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور انہوں نے کہا نہ ڈریئے اور نہ غم کیجئے بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہے بے شک ہم اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں بدلہ ان کی نافرمانیوں کا اور بے شک ہم نے اس سے روشن نشانی باقی رکھی عقل والوں کے لیے۔

وَاِنَّ لُوْطاً لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ .... تَعْقِلُوْنَ .(الصافات:۱۳۳تا۱۳۸)

اور بے شک لوط علیہ السلام پیغمبروں میں ہے جبکہ ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی مگر ایک بڑھیا کہ رہ جانے والوں میں ہوئی پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرما دیا اور بے شک تم ان پر گزرتے ہو صبح کو اور رات میں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

سورۃ ذاریات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے قصے اور انہیں ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری سنانے کے بعد ارشاد ہوا: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ..... الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (الذاریات:۳۱تا۳۷)

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے ہو بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں جو تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان کیے رکھے ہیں تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ .... مِنْ مُّدَّكِرٍ .(القمر:۳۳تا۴۰)

لوط علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا بے شک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے انہیں پچھلے پہر بچا لیا۔ اپنے پاس کی نعمت فرما کر ہم یونہی صلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے اور بے شک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا انہوں نے اسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان اور بے شک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ایک آدمی بھی راہِ راست پر نہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کو قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے گو تفسیر ابن کثیر میں مذکورہ سورتوں میں اپنی اپنی جگہ گفتگو کی جا چکی ہے اور اس سے قبل بھی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد وثمود کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ گزر چکا ہے اب مقصد یہ ہے کہ آیات قرآنیہ اور آثار اسلاف کی روشنی میں بتوفیق الٰہی حضرت لوط علیہ السلام کی ذمہ داریوں اور قوم کی نافرمانیوں اور ان نافرمانیوں پر آنے والے عذاب کا تذکرہ کیا جائے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے حضور سجدہ ریزی اور ان فحش حرکات سے باز آنے کی تاکید کی جن کا ابھی آیات قرآنیہ میں ذکر ہوا تو انہوں نے آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ پوری قوم میں سے ایک آدمی بھی ایمان لانے کے

لیے آمادہ نہ ہوا جن قبیح حرکات سے انہیں منع کیا جاتا تھا اس سے رکنے کی بجائے ان حرکات پر مزید ڈٹ گئے اپنی گمراہی اور سرکشی سے ذرہ بھر بھی باز نہ آئے۔ بلکہ سب نے مل کر پختہ عزم کر لیا کہ معاذ اللہ حضرت لوط علیہ السلام کو ملک بدر کر دیا جائے۔ حضرت لوط علیہ السلام جب بھی اس قوم کو خطاب فرماتے تو بے عقل یہی جواب دیتے: اَخْرِجُوْا آلَ لُوْطٍ مِنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۔

لوط علیہ السلام کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو ستھرا پن چاہتے ہیں۔ قوم انتہا درجہ کی بے حیائی میں مشغول رہی تاکہ حضرت لوط علیہ السلام وہاں سے نکلنے پر خود ہی مجبور ہو جائیں دشمنی اور حسد کی بنا پر نازیبا کلمات سے ذہنی اذیت دیتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے سوا باقی افراد کو پاکیزہ زندگی عطا فرما کر بطریق احسن وہاں سے نکال لیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہمیشہ کے لیے وہیں چھوڑ دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کے وہاں سے تشریف لے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو موجیں مارتا ہوا بدبودار سمندر بنا ڈالا جو درحقیقت ان پر بھڑکتی ہوئی آگ جھلسا دینے والی گرمی اور بہت کھارا پانی تھا۔

یہ اصل میں جوابی ردِ عمل تھا اس چیز کا کہ جب انہیں بہت بڑی بے حیائی اور ایسی قبیح حرکات سے منع کیا جاتا تھا جو دنیا میں اس سے قبل کسی شخص نے نہ کی تھی (تو وہ ہٹ دھرمی کرتے تھے)

اللہ تعالیٰ نے انہیں جہان والوں کے لیے عبرت و مثال بنا دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو ستانے اور اذیت دینے پر ہی بس نہیں بلکہ مسافروں پر ڈاکے ڈالنا' دوستوں سے خیانتیں کرنا اور اپنی نجی مجلسوں بے ہودہ گفتگو کرنا اور فضول مجلسیں سجائے رکھنا ان کا روزمرہ کا معمول تھا ان مجلسوں میں طرح طرح کی باتیں اور حرکتیں کرنا اور فحش قسم کی قصہ گوئی کرتے ہوئے راتیں گزار دینا ان کا مستقل معمول بن چکا تھا یہاں تک کہ اتنے بے حیا ہو چکے تھے کہ دوران مجلس گوز مارنے (آواز سے ہوا خارج کرنا) میں ذرہ بھی شرم محسوس نہ کرتے۔ بسا اوقات محافل میں ان سے اس سے بڑی غلطیاں سرزد ہوتیں تو نہ تو ننگ و عار محسوس کرتے ہوئے باز آتے اور نہ کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت کو قبول کرتے اور نہ ہی کسی عقلمند کی نصیحت پر کان دھرتے' ان حرکات و سکنات میں وہ جانور بلکہ ان سے بھی بدتر ہو چکے تھے۔ زمانہ گزشتہ میں کی جانے والی دانستہ غلطیوں پر نادم ہونے' زمانہ حال میں اپنی خباثتوں سے باز آنے اور مستقبل میں اپنی حالت بدلنے کا فی الحال ان کا کوئی پروگرام نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلک ترین عذاب کی نذر کر دیا۔ ان ناہنجاروں نے خود اپنے نبی سے کہا تھا: ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (عنکبوت:۲۹) ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔

جس دردناک عذاب سے انہیں چوکنا کیا جا رہا تھا اسے لانے اور اس کے وقوع کا مطالبہ انہوں نے خود ہی کر دیا۔ تب ان کے نبی حضرت لوط علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا کرتے ہوئے عرض کی الٰہ العالمین والمرسلین ان فساد پھیلانے والے لوگوں پر میری مدد فرما۔ غیرت الٰہی کو جوش آیا اپنے پیغمبر کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے ان کی التجا قبول کی۔ اپنے معزز و معظم فرشتوں کو اپنے نبی کی اعانت کے لیے روانہ فرما دیا۔ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے انہیں صاحب لڑکے کی بشارت دی اور انہیں آگاہ کیا کہ ہم قوم لوط کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے آئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ .... لِلْمُسْرِفِيْنَ ۔(ذاریات:۳۱ تا ۳۴)

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تو اے فرشتو! تم کس کام سے آئے بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں جو تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والے کے لیے نشان کئے رکھے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى........ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۔(عنکبوت:۳۱'۳۲)

اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کریں گے بے شک اس کے بسنے والے ستمگار ہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا اس میں تو لوط علیہ السلام ہیں فرشتے بولے ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر اس کی عورت کو وہ رہ جانے والوں میں ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ۔(ہود:۷۴)

ابراہیم علیہ السلام کا خوف زائل ہوا اور اسے خوشخبری ملی ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔آگے فرمایا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۔(ہود:۷۵'۷۶)

بے شک ابراہیم تحمل والا بہت آہیں کرنے والا رجوع لانے والا ہے۔اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ بے شک تیرے رب کا حکم آچکا اور بے شک ان پر عذاب آنے والا ہے کہ پھیرا نہ جائے گا۔

یعنی ابراہیم کوئی اور بات کریں اس خیال کو ترک کر دو کہ عذاب ٹال دوں بس ان پر عذاب کا حتمی فیصلہ ہو چکا ہے۔ہلاکت' تباہی اور عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے بلا شک وارتیاب تمہارے رب کا یہ فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ نہ تو حکم ٹالا جائے گا اور نہ عذاب کا فیصلہ تبدیل ہوگا نہ ہی حکم مؤخر ہوگا بلکہ فیصلہ کن عذاب ان پر آکے رہے گا۔

سعید بن جبیر' سدی' قتادہ' محمد بن اسحاق علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور فرشتوں کے درمیان یوں مکالمہ ہوا:

ابراہیم علیہ السلام: کیا تم اس بستی کو تباہ و برباد کر ڈالو گے جس میں تین سو مومن ہوں؟

ملائکہ: نہیں (یعنی اس میں تین سو اہل ایمان نہیں ہیں)

ابراہیم علیہ السلام: کیا تم اس بستی کو تباہ و برباد کر ڈالو گے جس میں دو سو اہل ایمان ہوں؟

ملائکہ: نہیں

ابراہیم علیہ السلام: کیا چالیس اہل ایمان افراد پر مشتمل بستی کو تباہ و برباد کر دو گے؟

ملائکہ: نہیں (چالیس بھی وہاں کہاں؟)

ابراہیم علیہ السلام: چودہ اہل ایمان افراد پر مشتمل بستی بھی تباہ و برباد کر دو گے؟

ملائکہ: نہیں

ابن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہاں تک گفتگو ہو چکی تو پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

ابراہیم علیہ السلام: فرشتو کیا خیال ہے اگر اس بستی میں ایک مومن ہوتو؟
ملائکہ: نہیں (ایک بھی کہاں؟)
ابراہیم علیہ السلام: اِنَّ فِيهَا لُوطًا ۔ (وہاں لوط پیغمبر علیہ السلام ہیں)
ملائکہ: نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا (ہمیں خوب معلوم ہے جوکوئی اس میں ہے اور اس کے ساتھ کیا کرنا ہے)

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی الہ العالمین کیا تو اس قوم کو ہلاک کر دے گا جس میں پچاس نیک صالح لوگ ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیارے ابراہیم جس قوم میں پچاس صالح افراد موجود ہوں میں انہیں کبھی بھی ہلاک نہ کروں گا پھر ابراہیم علیہ السلام دس پر اتر آئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَآ اُهلِكُمْ وَفِيهِمْ عشره صالحون 'میں اس قوم کو بھی ہلاک نہ کروں جن میں دس صالح افراد موجود ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ (ہود: ۷۷)

اور جب لوط علیہ السلام کے یہاں ہمارے فرشتے آئے اسے ان کا غم ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور بولا یہ بڑی سختی کا دن ہے۔

حسین وجمیل لڑکے............؟

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب ملائکہ حضرت جبرائیل ومیکائیل اور اسرافیل علیہم الرضوان حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صاحب علم لڑکے کی خوشخبری دے چکے تو انہوں نے خوبصورت اور حسین وجمیل نوجوان لڑکوں کی شکل اختیار کی اور سدوم کی سرزمین کی طرف چل پڑے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لیے آزمائش تھے اور انہیں بطور رجت بھیجا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے مہمان بن کر تشریف لائے تھے سورج غروب ہو رہا تھا' آپ نے خوف محسوس کیا کہ اگر میں نے انہیں مہمان بنا کر نہ رکھا تو کوئی اور انہیں مہمان بنا لے گا آپ نے انہیں انسان ہی سمجھا (آپ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں) حضرت لوط علیہ السلام کو ان کا غم ہوا اور ان فرشتوں کی وجہ سے دل تنگ ہوا کہنے لگے کہ یہ تو بڑی سختی کا دن ہے۔

حضرت ابن عباس' مجاہد' قتادہ اور محمد بن اسحاق علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام بڑی آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے جانتے تھے کہ اگر رات ان کو اپنے ہاں نہ ٹھہراؤں تو ان مہمانوں سے بھی قوم ویسا ہی سلوک کرے گی جیسا ان کے سوا اوروں سے کرتی ہے جبکہ قوم اس سے قبل یہ شرط عائد کر چکی تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کسی مہمان کو نہیں ٹھہرائیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اس صورتحال سے نکلنا ممکن نظر نہ آ رہا تھا۔

قتادہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے (خوبرو لڑکوں کی صورت میں) ایسے وقت میں آئے جب آپ اپنی کھیتی باڑی میں مصروف تھے وہ مہمان بننے کا ارادہ لے ہوئے تھے لیکن حضرت لوط علیہ السلام ان سے حیا فرما رہے

تھے حضرت لوط علیہ السلام ان سے آگے آگے چل پڑے اور باتوں باتوں میں انہیں عندیہ دیتے رہے کہ وہ اس بستی سے چلے جائیں اور کہیں اور بستی میں جا کر مہمان بن جائیں۔

بالآخر انہیں کہہ ہی دیا کہ اے میرے مہمانِ گرامی میں نے روئے زمین پر اس بستی والوں سے زیادہ بدتر اور خبیث قوم نہیں دیکھی کچھ فاصلے پر گئے پھر انہیں یہی کہا کچھ فاصلہ پر جا کر پھر یہی کہا حتیٰ کہ چار مرتبہ انہیں قوم کی غلیظ حرکات سے آگاہ کر دیا تو گویا قوم کی بدعملی پر خود نبی کی شہادت ثبت ہو چکی تھی اور فرشتوں کو حکم بھی یہی تھا کہ جب تک نبی شہادت نہ فراہم کر دیں تب تک انہیں ہلاک نہیں کرنا۔

سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغام بشارت دے کر قوم لوط کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوپہر کے وقت شہر سدوم سے باہر نہر سدوم پر ان کی ملاقات حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی سے ہوگئی جو اپنے اہل خانہ کے لیے پانی لینے وہاں گئی تھیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں تھیں بڑی کا نام ریثا اور چھوٹی کا نام ذعرتا تھا۔ خوبرو نوجوان لڑکوں کی شکل میں فرشتے بولے اے لڑکی کیا ہم یہاں قیام کر سکتے ہیں؟ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی نے کہا میرے آنے تک آپ یہیں ٹھہریں میں واپس آ کر بتاتی ہوں۔ اپنی قوم کی کرتوتوں سے ڈرتے ہوئے مہربانی کا جذبہ لیے اپنے والد گرامی کے پاس آئیں اور عرض کی ابا جان شہر کے دروازہ پر کچھ نوجوان آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور وہ اتنے حسین وجمیل ہیں کہ میں نے کبھی ان سا حسین وجمیل چہرہ نہیں دیکھا کہیں انہیں تمہاری قوم پکڑ کے رسوا نہ کر دے ادھر قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کو منع کر رکھا تھا کہ تم کسی کی مہمان نوازی قطعاً نہیں کرو گے آپ تشریف لے گئے اور ان مہمانوں کو لے آئے آپ کے اہل خانہ کے علاوہ مہمانوں کی آمد کی کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ تھی آپ کی کافرہ بیوی باہر نکلی اور اس نے قوم کو جا کر بتا دیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر ایسے خوبرو مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں کہ جن کے حسن وجمال کی مثال نہیں سورۃ ہود میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب قوم نے سنا تو وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ (ہود: ۷۸)

بدترین اور غلیظ خلاف فطرت گناہ کا ارادہ لیے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم آپ کے پاس دوڑتی ہوئی آئی اور انہیں آگے ہی سے برے کاموں کی عادت پڑی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ ۔اے قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے ستھری ہیں۔

یعنی قوم کو کہا کہ اپنی عورتوں کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی حاجت پوری کرو حضرت لوط علیہ السلام کا فرمان:

هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ یہی میری بیٹیاں ہیں قوم کی عورتوں کی جانب اشارہ تھا کیونکہ شرعاً قوم کی ساری عورتیں آپ کی بیٹیاں تھیں اس لیے کہ نبی اپنی امت کے لیے بمنزل والد کے ہوتا ہے اور ساری قوم بمثل اولاد قرآن پاک میں ہے: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب: ۶)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان (مسلمانوں) کی مائیں ہیں۔ بعض صحابہ کرام اور بعض سلف صالحین کی قراۃ میں ہے: وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور خود نبی مکرم

مومنوں کے باپ۔

تو حضرت لوط علیہ السلام کے فرمانے کا بھی یہی مقصد تھا کہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر ان سے جا کر اپنی غرض پوری کرو۔ ایسے ہی حضرت لوط علیہ السلام کے خطاب کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا: اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِيْنَ وَتَذَرُوْنَ مَاخَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُوْنَ (الشعر ۱۶۵،۱۶۶)

کیا مخلوق میں مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے جوروئیں بنائیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

یہاں بھی قوم کے لیے محل تسکین قوم کی عورتوں کو کہا گیا ہے' مفسرین کرام کی کثیر تعداد مجاہد' سعید بن جبیر' ربیع بن انس' قتادہ' سدی اور محمد بن اسحاق علیہم الرحمۃ کا نظریہ یہی ہے اور یہی درست رائے ہے اور جہاں تک اس مغالطہ کا تعلق ہے کہ ھٰؤلاء بناتی سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں یہ مغالطہ اہل کتاب سے ماخوذ ہے۔ اہل کتاب نے دیگر غلطیوں کی طرح اپنے صحائف میں اس غلطی کا بھی اضافہ کیا ہے کہ معاذ اللہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا ان مہمانوں کو رسوا نہ کرو میری بیٹیوں سے غرض پوری کرلو۔

اس قصہ میں یہ بھی غلطی انہوں نے کی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتے دو تھے اور انہوں نے شام کا کھانا بھی آپ کے پاس کھایا تھا (جبکہ فرشتے کھانے' پینے کے محتاج نہیں)

حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم سے بایں الفاظ مخاطب ہوئے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ (ہود: ۷۸)

تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوانہ کرو کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے پہلے تو انہیں منع کیا کہ احمقو جس غلیظ فعل کے مرتکب ہونے میں تم کوشاں ہو وہ اس لائق نہیں جس کا ارتکاب کیا جائے پھر فرشتوں کو اس پر گواہ بنالیا کہ ان میں ایک مرد بھی ایسا نہیں جس میں خیر اور بھلائی ہو بلکہ تمام ہی پرلے درجے کے بے وقوف زبردست قسم کے فاسق اور غبی قسم کے کافر ہیں۔

فرشتوں کا بھی ارادہ یہی تھا کہ وہ قوم کے بارے سوال کرنے سے قبل حضرت لوط علیہ السلام کی زبان سے ہی ساری داستان سن لیں۔ اللہ کی لعنت ہو ایسے لوگوں پر جبکہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سیدھی بات بتانا چاہی تو انہوں نے اپنے نبی کو یوں جواب دیا:

لَقَدْ عَلِمْتَ مَالَنَا فِيْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَّاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ (ہود: ۷۹)

تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے وہ ملعون کہنے لگے۔ اے لوط! تم تو بخوبی آگاہ ہو کہ ہمیں اپنی عورتوں میں کوئی رغبت نہیں تم ہماری غرض جانتے ہو کس قدر ڈھٹائی کے ساتھ ان نانہجاروں نے اپنے رسول معظم سے کلام کیا ذرا بھر بھی انہوں نے خوف محسوس نہ کیا کہ کوئی دردناک عذاب سے دوچار کرنے والی طاقت بھی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے جب ان کے قبیح کلام کو سنا تو فرمایا: لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْ اِلٰى رُكْنٍ

شَدِیۡدٍ کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے التجائیہ انداز میں کہا کہ کاش میرے پاس طاقت ہوتی یا میرا خاندان ہوتا جو میری مدد کرتا تو تمہارے اس انداز کلام پر تمہیں اس عذاب سے ہمکنار کر دیتا جس کے تم حقدار ہو۔

اَوْ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُکۡنٍ شَدِیۡدٍ (یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا) حضرت لوط علیہ السلام کے اس فرمان سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کا سہارا ہے۔

امام زہرہ علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسبت شک کے زیادہ حقدار ہیں اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ انہوں نے ایک مضبوط پائے کی پناہ لی اگر میں اس قید میں ہوتا جس میں یوسف علیہ السلام تھے تو میں بلانے والے کی پکار کو قبول فرما لیتا۔

(بخاری احادیث الانبیاء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ انہوں نے ایک مضبوط پائے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ لی ان کے بعد اللہ نے جن نبی کو بھی بھیجا اسے اپنی قوم میں صاحب ثروت نبی بنا کر بھیجا۔

آگے حکم الٰہی ہوتا ہے: وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ ...... فٰعِلِيۡنَ (الحجر ۶۷ تا ۷۱)

اور شہر والے خوشیاں مناتے آئے لوط علیہ السلام نے کہا یہ میرے مہمان ہیں مجھے فضیحت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو مجھے رسوا نہ کرو بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ اوروں کے معاملہ میں دخل نہ دو کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے'

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اپنی بیویوں سے مجامعت کرنے کا حکم دیا اور متنبہ کیا کہ اس برے اور فحش طریقے پر مصر رہنے سے باز آ جاؤ لیکن قوم تو کسی رو رعایت کی پاسدار نہ تھی بلکہ جب حضرت لوط علیہ السلام انہیں نصیحت فرماتے اور کہتے پیچھے ہٹو تو وہ مہمانوں پر گرفت ڈالنے کے لیے اور آگے بڑھتے انہیں علم تک نہ تھا کہ جدھر منہ اٹھائے وہ جا رہے ہیں تقدیر ان کے لیے کیا فیصلہ کر چکی ہے آنے والی صبح انہیں پلٹا کے رکھ دے گی' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی قسم کھا کے کہا لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ (الحجر: ۷۲)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشے میں بھٹک رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدۡ اَنۡذَرَهُمۡ بَطۡشَتَنَا ...... عَذَابٌ مُّسۡتَقِرٌّ (القمر ۳۶ تا ۳۸)

اور بے شک اس (لوط علیہ السلام) نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔ انہوں نے اسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں' فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان اور بے شک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔

مفسرین عظام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام مہمانوں کو اندر بٹھائے اپنا دروازہ بند کئے ہوئے قوم کو گھر میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ قوم دروازے کھولنے اور اندر داخل ہونے کی سرتوڑ کوشش میں تھی۔ حضرت

لوط علیہ السلام دروازے سے باہر کھڑے انہیں نصیحت بھی فرمائے جا رہے تھے اور انہیں منع بھی فرما رہے تھے جب آپ ہر حربہ استعمال کر چکے تو بڑی تنگدلی اور پریشان حال کیفیت میں کہنے لگے: لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا تو تمہیں تمہاری کرتوتوں پر شدید عذاب کا مزہ چکھا دیتا۔ فرشتوں نے عرض کی:

یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ (ہود:۸۱)

اے لوط علیہ السلام ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے۔

دریں اثناء حضرت جبرائیل علیہ السلام باہر تشریف لائے اور اپنے پر کو ان کے چہروں پر مارا تو ساری قوم اندھی ہو کر دیواروں کو ٹٹولتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی۔ مذکور ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس وار سے ان کے چہروں پر آنکھیں اور آنکھوں کی جگہ تو کجا نام ونشان تک باقی نہ بچا تھا شتر بے مہار کی طرح بھاگتے بھی جاتے اور حضرت لوط علیہ السلام کو دھمکیاں بھی دیتے جاتے کہ کل کا انتظار کیجئے پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بایں الفاظ بیان فرمایا ہے: وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَیْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْیُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ" انہوں نے اسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں فرمایا: چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان اور بے شک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آ کر کہا کہ آپ اور آپ کے اہل خانہ رات کے آخری حصہ میں یہاں سے کوچ کر جائیں اور جب قوم پہ نازل ہونے والے عذاب کی گرج سنائی دے تو آپ میں سے کوئی بھی اس کی طرف توجہ نہ دے ساتھ ہی یہ تاکید بھی کر دی کہ اے لوط! آپ ہانکنے والے شخص کی طرح اہل خانہ کے پیچھے پیچھے چلیں۔

اِلَّا امْرَاَتَكَ 'سوائے تمہاری اہلیہ کے۔

امراتک' میں اگر استثناء فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ سے کیا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ فرشتوں نے کہا آپ کی بیوی ساتھ نہ چلے اور اگر وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ" سے استثناء ہو تو مطلب ہوگا کہ اگر ساتھ چلی تو یہ عذاب کی آواز کی طرف متوجہ ہوگی جس وجہ سے یہ بھی اسی عذاب کی نذر ہو جائے گی۔ اس احتمال کو تقویت اس صورت میں ملتی ہے جب اسے مرفوع پڑھیں لیکن پہلا احتمال معنوی اعتبار سے اظہر ہے۔

سہیلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام والھہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام والغہ تھا۔

فرشتوں نے ان باغیوں' ان نافرمان ملعونوں کو کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والے ہر خائن اور عذاب الٰہی میں شک کرنے والے کے لیے مثال بنا دیا تھا ان کی ہلاکت کی خوشخبری سناتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا: اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ (ہود:۸۱) بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح قریب نہیں؟ جب حضرت لوط علیہ السلام بستی سے باہر نکلے تو آپ کے ساتھ صرف آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں ان کے علاوہ کوئی اور مرد نہ تھا ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی بیوی بھی آپ کے ہمراہ تھی (واللہ اعلم)۔

حضرت لوط علیہ السلام اپنی صاحبزادیوں کے ہمراہ جب آبادی سے باہر تشریف لے گئے۔ سورج کی شعائیں اپنی روشنی بکھیرنے کے لیے آمادہ ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ کا وہ حکم نازل ہو گیا جو کسی صورت میں بھی ٹالا نہیں جا سکتا تھا اور وہ شدید عذاب جس کا رکنا کسی صورت میں بھی ممکن نہ تھا۔

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ فلاں پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جائیں لیکن حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ اس قریبی بستی میں ہم چلے جاتے ہیں فرشتوں نے کہا بہتر آپ کے وہاں تک پہنچنے کا ہم انتظار کرتے ہیں جب آپ وہاں پہنچ جائیں گے تب ہم انہیں عذاب کی ذلتوں سے دوچار کریں گے۔ مذکور ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام ایک بستی کی طرف تشریف لے گئے جسے ''غورزغر'' کہا جاتا تھا جب سورج کی کرنیں پھوٹیں تو ان پر عذابِ الٰہی نازل ہو گیا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا .... بِبَعِيْدٍ (ھود:۸۲'۸۳)

پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کر دیا اور اس پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے جو نشان کئے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر کچھ ظالموں سے دور نہیں۔

مفسرین کرام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر کے کنارے سے بستی میں موجود ہر چیز کو اس کی گہرائی سے اکھیڑ دیا۔ وہ بستی سات شہروں پر مشتمل تھی۔ ایک قول کے مطابق چار سو آدمی اور ایک دوسرے قول کے مطابق اس بستی میں چار ہزار افراد تھے۔ علاوہ ازیں حیوانات کی بھی کثیر تعداد تھی اس بستی کے اندر بسنے والوں کو حیوانات اور دیگر اشیاء سمیت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جڑ سے اکھیڑ کر اٹھایا اور آسمان کے قریب لے گئے یہاں تک کہ ملائکہ نے اس بستی والوں کے مرغوں کی آوازیں اور کتوں کے بھونکنے کو سنا پھر آسمان کے قریب سے زمین پر پلٹ دیا۔ اس کا اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے والا اوپر کر دیا' سب سے پہلے نیچے گرنے والے ان کی قوم کے سردار تھے۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۔

اور اس پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے اور یکے بعد دیگرے آسمان سے ان پر پتھروں کی بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مُسَوَّمَةً یعنی ہر پتھر کے اوپر اس مردود کا نام لکھا ہوتا تھا جو جس پر برسنا ہوتا اور وہ اس کا دماغ زخمی کر کے اسے اذیت ناک کرب میں مبتلا کر دیتا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۔

وہ پتھر برسائے جو نشان کئے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں۔

ایسے ہی سورۃ شعرا میں کہا: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (الشعرا:۱۷۳)

اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا تو کیا ہی برا برساؤ تھا ڈرائے گیوں کا۔

سورۃ نجم میں ہے: وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى (النجم:۵۳'۵۴)

اور اس نے الٹنے والی بستی کو نیچے گرایا تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا۔

یعنی اس بستی کو پلٹ دیا اس کے اوپر والے حصہ کو اوندھا کر کے گرا دیا اور مسلسل کنکروں کے پتھر برسا کے بستی کو پتھروں سے ڈھانپ دیا۔ بستی میں جتنے لوگ موجود تھے ان پر برسنے والے ہر پتھر پہ اس کا نام لکھا ہوا تھا جس پر وہ برستا تھا اور جو بستی میں فی الوقت موجود نہ تھے اور جہاں کہیں بھی تھے مرقوم پتھروں نے انہیں اس جگہ پر گھیر لیا۔

والھہ بھی ہلاک:

کہا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اپنی قوم کے ساتھ ٹھہری رہی اور ایک دوسرے قول کے مطابق وہ اپنے شوہر محترم اور بیٹیوں کے ہمراہ دوسری بستی کی طرف چلی حکم تھا کہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا اور نزول عذاب کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دینی لیکن جب والھہ (زوجہ حضرت لوط علیہ السلام) نے چنگھاڑ اور شہر کے گرنے کی آواز سنی تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوگئی اور اپنے رب کے حکم کی مخالفت کی جس طرح پہلے کرتی تھی اور پکارنے لگی ہائے میری قوم! بس یہ کہنا تھا کہ اس پر ایک پتھر برسا جس نے اس کے دماغ کا بھیجا نکال دیا اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر اپنی قوم سے جاملی کیونکہ وہ بھی اسی دین پہ تھی جس پر قوم تھی بلکہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آنے والے مہمانوں کے بارے اپنی قوم کے لیے جاسوسی کرتی تھی۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا .... الخ (التحریم ۱۰)

اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح علیہ السلام کی عورت اور لوط علیہ السلام کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ' یعنی ان دونوں عورتوں نے اپنے شوہروں سے دین کے بارے خیانت کی اور ان کی اتباع و پیروی نہ کی' یہ مراد نہیں کہ وہ دونوں فاحشہ تھیں ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔

کسی نبی کی بیوی فاحشہ نہیں:

اللہ تعالیٰ نے کسی نبی میں یہ مقدر نہیں کیا کہ اس کی بیوی فاحشہ ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ کئی سلف و خلف نے فرمایا کہ کسی نبی کی بیوی کبھی فاحشہ نہ ہوئی اور جس نے خدانخواستہ ایسا نظریہ رکھا وہ بہت بڑی غلطی کا سزاوار ہوا۔

اللہ جل شانہ نے سیدہ طیبہ طاہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت بیان فرما کر اسی جانب اشارہ فرما دیا کسی نبی کی بیوی العیاذ باللہ فاحشہ نہیں ہوسکتی بلکہ جو بہتان میں شریک تھے اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں پر عتاب فرمایا انہیں جھڑکا' زجر و توبیخ کی اور انہیں متنبہ کیا کہ

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ .... هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (النور ۱۵'۱۶)

جب تم ایسی بات اپنی زبان پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں الٰہی کی ہے تجھ یہ بڑا بہتان ہے۔

یعنی تیری ذات پاک ہے الٰہی ایسا ممکن نہیں کہ تیرے نبی کی بیوی اس طرح کی ہو۔

لوطی کی سزا ائمہ کی رائے:

وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ اور وہ پتھر کچھ ظالموں سے دور نہیں۔

یعنی یہ سزا ان لوگوں سے دور نہیں جو قوم لوط کے فعل جیسا فعل کرتے ہیں (لڑکوں سے بدفعلی کرتے ہیں) اسی سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ قوم لوط کے فعل کے مرتکب شخص کو سنگسار کر دیا جائے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا نہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ائمہ کے ایک کثیر گروہ نے اسی سے استدلال کیا ہے اور وہ اسی سزا کے قائل ہیں۔

اور علاوہ ازیں انہوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جسے امام احمد علیہ الرحمۃ اور اہل سنن نے روایت کیا کہ رسول مکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم قوم لوط کے فعل کا مرتکب پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔

امام اعظم، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی رائے یہ ہے کہ قوم لوط کے فعل کے مرتکب شخص کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر نیچے پھینک دیا جائے اور بعد ازاں پتھروں کی بارش کر دی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قوم لوط علیہ السلام کے ساتھ کیا اور فرمانِ الٰہی بھی ہے:

وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ یہ پتھروں کی سزا ظالموں سے کچھ دور نہیں۔

بستی جائے عبرت بن گئی:

اللہ جل شانہ نے اس بستی کو جائے عبرت بنا دیا وہاں پر ایک ایسے بدبودار سمندر کو رواں کر دیا کہ جس کا نہ تو پانی قابل انتفاع ہے اور نہ اس کے گرد و نواح کی متصل زمین قابل کاشت کیونکہ خراب، نشیب و فراز والی اور بے کار ہے، وہ جگہ قدرتِ الٰہیہ کی نشانی، عبرت و نصیحت اور مثال بن چکی ہے۔ احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والے، رسولانِ معظم کو جھٹلانے والے اور خواہشات کے پیروکاروں کیلئے انتقامِ الٰہی کی عظیم داستان سناتی ہے۔

اور بندگانِ خاص پر رحمت کی دلیل ہے کہ الہ العالمین انہیں مہلکات سے محفوظ و مامون فرما لیتا ہے اور تاریکیوں سے اجالوں کی جانب انہیں راہ دے دیتا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (الشعراء:۹۸)

بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں اور بے شک تمہارا رب ضرور وہی عزت والا مہربان ہے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ .... لِلْمُؤْمِنِيْنَ (الحجر:۷۳تا۷۷)

تو دن نکلتے انہیں چنگھاڑ نے آ لیا تو ہم نے اب بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے اور بے شک وہ بستی اس راہ پر ہے جو اب تک چلتی ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے یعنی جو شخص ان میں فہم و فراست کی آنکھ سے دیکھے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں اور ان کے آباد کاروں کو پلٹ کے رکھ دیا اور کیسے ان کو آباد کرنے والے کو آباد کرنے کے بعد تباہ کن ہلاکتوں کی نظر کر دیا۔ (اس کے لیے درس

عبرت ونصیحت ہے) جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ مومن کی فراست سے ڈرو بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے۔

اور قرآن پاک کا یہ فرمان: وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ (اور بے شک وہ بستی اس راہ پر ہے جو اب تک چلتی ہے) یعنی اس راستے پر ہے جو تا حال واضح طور پر چلتا ہے جیسا کہ کہا:

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ وَبِالَّیْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (الصافات: ۱۳۷، ۱۳۸)

اور بے شک تم ان پر گزرتے ہو صبح کو اور رات میں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (عنکبوت: ۳۵)

اور بے شک ہم نے اس سے روشن نشانی باقی رکھی عقل والوں کے لیے۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ .... الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (ذاریات: ۳۵ تا ۳۷)

تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

یعنی ہم نے اسے ان کے لیے باعث عبرت ونصیحت بنا رکھا ہے جو عذاب آخرت کا خوف رکھتا ہے، بن دیکھے رحمن سے ڈرتا ہے، وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے، نفس کو خواہشات سے روکتا ہے، اللہ کی طرف سے حرام کی ہوئی چیزوں سے بچتا ہے، معصیت ونافرمانی کو ترک کرتا ہے اور قوم لوط سے مشابہت پیدا کرنے سے ڈرتا ہے، کیونکہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جس نے جس قوم سے مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے اگر مکمل طور پر نہ سہی جزوی طور پر ہی ہو۔

کسی شاعر نے کہا:

فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا قَوْمَ لُوْطٍ بعینهم ... فَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ

اگرچہ تم بعینہ قوم لوط نہیں ہو لیکن قوم لوط تم سے دور بھی نہیں ہے۔

دانا وعقل مند وہ شخص ہے جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے حکم الٰہی کی بجا آوری اور ارشاداتِ نبویہ پر عمل پیرا ہونے میں کوشاں ہو۔ احکامات میں سے یہ بھی ہے کہ نفسانی تسکین وہاں پوری کرے جو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بیویوں اور حسن وجمال والی باندیوں کی صورت میں اس مقصد کیلئے پیدا کی ہیں۔ شیطان مردود کی پیروی سے بچے کہ کہیں عذاب الٰہی کا مستحق ہو کر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں نہ داخل ہو جائے۔

وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ۔

اور وہ (پتھر) کچھ ظالموں سے دور نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام اور قرآنی آیات:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعراف میں قومِ لوط کے بعد قومِ مدین کے قصہ کو بیان فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا .... عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ (اعراف: ۸۵تا۹۳)

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب علیہ السلام کو بھیجا (انہوں نے) کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی تو ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں انتظام کے بعد فساد نہ پھیلاؤ یہ تمہارا بھلا ہے اگر ایمان لاؤ اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو فسادیوں کا کیسا انجام ہوا اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لایا جو میں لے کر بھیجا گیا اور ایک گروہ نے نہ مانا تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ ہم میں فیصلہ کرے اور اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر۔

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے' اے شعیب! قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آ جاؤ کہا! کیا اگرچہ ہم بے زار ہوں ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں آ جائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور تم نقصان میں رہو گے تو انہیں زلزلہ نے آ لیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہی تباہی میں پڑے تو شعیب علیہ السلام نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں کا۔

سورۃ ھود میں بھی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے قصہ کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوا:

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا .... كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (ھود: ۸۴تا۹۵)

اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب علیہ السلام کو بھیجا (انہوں نے) کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے

اور اے میری قوم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو اللہ کا دیا جو بچ رہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں کچھ تم پر نگہبان نہیں بولے! اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں ہاں جی تمہیں بڑے عقلمند نیک چلن ہو کہا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اے میری قوم تمہیں میری ضد یہ نہ کموادے کہ تم پر پڑے جو پڑا تھا نوح کی قوم یا ھود کی قوم یا صالح کی قوم پر اور لوط کی قوم تو تم سے کچھ دور نہیں اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب مہربان محبت والا ہے بولے! اے شعیب ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں اور بے شک ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں پتھراؤ کر دیا ہوتا اور کچھ ہماری نگاہ میں تمہیں عزت نہیں۔ شعیب علیہ السلام نے کہا! اے میری قوم تم پر میرے کنبہ کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے شک جو کچھ تم کرتے ہو میرے رب کے بس میں ہے اور اے قوم تم اپنی جگہ اپنا کام کئے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں اب جانا چاہتے ہو کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے گا اور کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب علیہ السلام اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچا لیا اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آ لیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے ارے دور ہوں مدین جیسے دور ہوئے ثمود۔

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ (الحجر:۷۸،۷۹)

اور بے شک جھاڑی والے ضرور ظالم تھے تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور بے شک دونوں بستیاں کھلے راستہ پر پڑتی ہیں۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ...... الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (الشعراء:۱۷۶ تا ۱۹۱)

بن والوں نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان سے شعیب علیہ السلام نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا امانت دار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ ناپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو اور سیدھی ترازو سے تولو اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو اور اس سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق کو بولے تم پر جادو ہوا ہے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بے شک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک ہیں تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آ لیا بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

اہلِ مدین:

اہل مدین عرب قوم تھے جو کہ اطراف شام میں ارضِ معان کی ایک بستی مدین میں رہائش پذیر تھے۔ مدین بحیرہ قوم لوط کے

قریب حجاز سے متصل ہے اہل مدین قوم لوط کے کچھ ہی عرصہ بعد ہوئے مدین ایک قبیلہ کے نام سے معروف ہے اور وہ بنی مدین بن مدیان بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام ہیں۔ان کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا ان کی زبان سریانی تھی۔

نسب نامہ:

شعیب بن میکیل بن یشجن (ابن اسحاق علیہ الرحمۃ)

شعیب بن نویب بن عبید بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام

شعیب بن عیفا بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام

شعیب بن یشجن بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام

شعیب بن ضیفور بن عیقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام

اس کے علاوہ اور بھی کئی طرح ان کے نسب نامہ کا تذکرہ ملتا ہے۔(واللہ اعلم)

ابن عساکر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دادی یا والدہ کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھی۔آپ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے۔ان کے ساتھ ہجرت کی اور ان کے ہمراہ دمشق گئے۔

وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ملغم اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے جس دن انہیں آگ میں ڈالا گیا پھر ان دونوں حضرات نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کی شادیاں حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادیوں سے کر دیں تھیں (ذکر ابن قتیبہ) اس میں شک ہے۔(واللہ اعلم)

ابو عمر بن عبدالبر ذکر کرتے ہیں کہ سلمہ بن سعد عنزی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضرِ خدمت ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنے آپ کو قبیلہ عنزہ کی طرف منسوب کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنزہ بہت اچھا قبیلہ تھا وہ مظلوم و منصور قبیلہ ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسرال ہیں' اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس بات پر دلالت کرتی ہے حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسر تھے اور یہ خالص عرب النسل قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے انہیں عنزہ کہا جاتا ہے۔یہ قبیلہ عنزہ وہ نہیں ہے جس کا نسب نامہ یوں مذکور ہے عنزہ بن اسد بن ربیعہ بن نزاد بن معد بن عدنان کیونکہ یہ تو حضرت شعیب علیہ السلام کے ایک عرصہ بعد آئے ہیں۔

خطیب الانبیاء حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار انبیاء کرام عرب سے ہیں حضرت ھود' صالح' شعیب اور اے ابوذر تمہارے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

بعض اسلاف حضرت شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء کے لقب سے ملقب کرتے ہیں کیونکہ آپ اپنی قوم کو ایمان بالرسالت کی دعوت دینے میں فصاحت و بلاغت میں ثانی نہ رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ

فرماتے تو فرماتے ''ذَاکَ خَطِیْبُ الْاَنْبِیَآءِ'' کہ وہ تو خطیب الانبیاء ہیں۔

اہل مدین کی خصلتیں:

اہل مدین بڑے سخت کافر اور ڈاکو تھے۔ مسافروں کو ڈرانا دھمکانا اور ایکہ کی عبادت ان کا دینی عقیدہ تھا ایکہ ایک گنجان درخت کہ جس کے اردگرد بہت سارے درخت ہوں اور وہ اس میں لپٹا ہوا ہو اسے کہتے ہیں۔ یہ تو عبادات کا پہلو تھا جہاں تک معاملات کا تعلق تھا اس اعتبار سے بھی یہ اخلاقی پستی کی ذلتوں میں غرق تھے لوگوں سے بڑا برا معاملہ تھا ناپ تول میں کمی دیتے وقت کمی لیتے وقت زیادتی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اللہ جل شانہ نے ان میں سے ہی ان کی اصلاح و ہدایت کے لیے اپنا ایک رسول بھیجا جو کہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ انہوں نے ذاتِ وحدہٗ لاشریک کے حضور سجدہ ریزی کے لیے قوم کو دعوت دی اور جن افعالِ قبیحہ یعنی ناپ تول میں کمی مسافروں کو دھمکانا اور ڈاکے ڈالنا وغیرہ میں وہ مرتکب تھے ان سے روکا قوم میں سے بعض لوگ تو دولت ایمان و ایقان سے بہرہ ور ہو گئے لیکن اکثر اپنے کفر پر ڈٹے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت ترین عذاب سے دوچار کر دیا اور وہی مددگار اور قابل ستائش ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اعراف:۸۵)

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب علیہ السلام کو بھیجا (انہوں نے) کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل آئی۔ یعنی جو میں لے کر آیا ہوں اور اس ذات نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اس کے صدق پر یہ واضح دلیل اور حجت ہے۔

وہ معجزات جو حضرت شعیب علیہ السلام سے رونما ہوئے ان کی تفصیل ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ یہ الفاظ ان کے معجزات و روشن دلائل پر اجمالاً دلالت کرتی ہے۔

فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔

تو ناپ اور تول پوری کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں انتظام کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا حکم دیا اور ظلم و تعدی سے منع کیا اور احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنے پر انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا اور فرمایا: ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یہ تمہارا بھلا ہے اگر تم ایمان لاؤ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ یعنی لوگوں کو ان سے مال چھیننے کی دھمکیاں دیتے تھے اور راہ گیروں کو ہراساں کرتے تھے۔

حضرت سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ گزرنے والے مسافروں سے ان کے مال کا دسواں حصہ غصب کر لیتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ سرکش اور باغی قوم تھی راستوں پر بیٹھے رہتے اور لوگوں کے مالوں سے دسواں حصہ بطورِ غنڈہ ٹیکس وصول کرتے، دنیا میں سب سے پہلی قوم یہ ہے جنہوں نے ایسے طریقہ کار کو رواج بخشا۔

وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۔

اور اللہ کی راہ سے روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم مدین کو ڈاکے ڈالنے اور راہ خدا میں نکلنے والے لوگوں کو روکنے سے منع فرمایا اور نعمتِ الٰہیہ یاد دلاتے ہوئے فرمایا: لوگو تم قلیل تھے پھر اس نے تمہیں کثرت عطا کی اور یاد رکھو اگر تم ارشادات الٰہیہ کی مخالفت پر کمر بستہ رہے تو پھر عذابِ الیم کی سنگینیوں میں مبتلا ہونے کے لیے تیار رہو۔

وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ (اعراف: ۸۶)

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو فسادیوں کا کیسے انجام ہوا۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ (ھود: ۸۴)

اور ناپ تول میں کمی نہ کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر دینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے یعنی جس سرکشی کے گھوڑے پہ تم سوار ہو اسے چھوڑ دو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری خوشحالیوں میں سے برکت ختم کر کے تمہیں فقر و فاقہ کا اسیر کر دے گا اور تم سے غنا کا نام و نشان مٹا دے گا اور یہی عذاب آخرت کی طرف لے جانے والی چیز ہے اور جس نے بھی دنیوی و اخروی عذاب جمع کر لیا تو وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے پہلے پہل تو انہیں ناپ تول میں کمی جو کہ غیر مناسب عمل ہے اس سے روکا پھر دنیاوی نعمتوں کے چھن جانے اور اخروی دردناک عذاب سے سختی سے خبردار کیا۔

ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا دورانیہ بڑھا تو انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا:

یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ ...... بِحَفِیْظٍ (ھود: ۸۵تا۸۶)

اور اے میری قوم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو اللہ کا دیا جو بچ رہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں کچھ تم پر نگہبان نہیں۔

بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہیں عطا فرمایا ہے وہ تمہارے لیے لوگوں کے مال چھیننے اور غصب کرنے سے بہتر ہے۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ناپ تول پورا پورا کرنے کے بعد جو نفع تمہیں میسر آتا ہے وہ اس مال سے کہیں بہتر ہے تم ناپ تول میں کمی کر کے حاصل کرتے ہو۔

حلال بابرکت ہے:

قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ (مائدہ: ۱۰۰)

تم فرما دو کہ گندہ اور ستھرا برابر نہیں اگرچہ تجھے گندے کی کثرت بھائے۔ یعنی قلیل حلال مال تمہارے لیے بہتر ہے اس کثیر مال سے جو حرام ہے کیونکہ حلال بابرکت ہے گرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو جبکہ حرام جلد ختم ہو جاتا ہے گو کہ زیادہ ہی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ اللہ تعالیٰ سود کو ختم کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ حضور اکرم نور مجسم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سود گرچہ زیادہ ہو لیکن اس کا انجام قلیل ہے اور فرمایا دو خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں اگر تو دونوں سچائی اختیار کریں اور مبیع میں کمی پیشی کو بیان کر دیں تو دونوں کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر کمی و بیشی کو انہوں نے چھپالیا اور جھوٹ بولا تو دونوں کی بیع سے برکت اٹھا دی جائے گی۔ (احمد)

مراد یہ ہے کہ حلال نفع گرچہ تھوڑا ہو بابرکت ہے اور حرام گو کہ زیادہ ہو لیکن ختم ہو جانے والا ہے اور بے برکت ہے اسی لیے اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اللہ کا دیا جو بچ رہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور میں کچھ تم پر نگہبان نہیں یعنی جن احکام الٰہی کی بجا آوری میں تمہیں حکم دیتا ہوں اسے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور ثواب و اجر کی امید پر کرو نہ کہ مجھے یا میرے سوا کسی اور کو دکھلاوے کے لیے۔

نبی سے مذاق:

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ .... الخ (ھود: ۸۷)

بولے اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں یا جی تمہیں بڑے عقلمند نیک چلن ہو۔

وہ لوگ بطور مذاق اور ٹھٹھہ کے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہتے تھے کہ تم نمازیں جو ادا کرتے ہو وہ نمازیں تمہیں یہ حکم دیتی ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں کی پوجا سے روک دیں اور ہم ان کی پرستش کو ترک کر دیں جن کی پرستش پہلے سے ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آئے ہیں یا ہم اپنے معاملات میں وہ طریقہ اختیار کر لیں جس سے تم راضی ہو؟ اور ہم وہ معاملات ترک کر دیں جو ہم کر رہے ہیں اگر چہ وہ طریقے ہماری پسند اور خواہش کے عین مطابق ہوں اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ہاں جی تمہیں بڑے عقلمند اور نیک چلن ہو۔

ابن عباس، میمون بن مہران، ابن جریج، زید بن اسلم، ابن جریر علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ دشمنانِ خدا یہ بات حضرت شعیب علیہ السلام کا مذاق اڑانے کے لیے کہتے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اندازِ ناصحانہ:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ .... الخ (ھود: ۸۸)

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

یہ نرم و گداز اور محبت بھرا انداز خطابت انہیں حق کی جانب دعوت دینے کا واضح اشارہ ہے۔ آپ نے انہیں فرمایا اے جھوٹو! تمہاری کیا رائے ہیں اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ اگر میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے واضح حکم پر ہوں یعنی اس نے مجھے تمہاری

طرف رسول بنا کر بھیجا ہے وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقاً حَسَناً اور مجھے عمدہ رزق یعنی منصب نبوت و رسالت سے نوازا جس کی معرفت و پہچان سے تم نابینا ہو پھر تمہارے پاس کون سا حیلہ و بہانہ ہے؟ پھر آگے ان سے وہی انداز تکلم اختیار کیا جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا: وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْهٰکُمْ عَنْهُ میں نہیں چاہتا ہے کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں یعنی جس چیز کا میں تمہیں حکم دوں گا پہلے میں خود اسے کروں گا اور جب میں کسی چیز سے تمہیں روکوں گا تو سب سے پہلے میں خود اس سے رکوں گا یہ وہ صفت ہے جو قابل ستائش اور عظیم ہے اور اس کے برعکس کرنا مذموم و مردود ہے جیسا کہ علمائے بنی اسرائیل اور جاہل خطبائے بنی اسرائیل کا طریقہ کار آخری زمانے میں ہے۔

قول وفعل میں تضاد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (البقرہ:۴۴)

کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا تمہیں عقل نہیں۔

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میدان حشر میں ایک شخص کو بارگاہ الٰہ میں پیش کیا جائے گا پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اس کی پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئیں گی وہ شخص ان کے اردگرد یوں گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے اردگرد گھومتا ہے جہنم کے لوگ اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے اے فلاں آدمی کیا تو ہمیں اچھائی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! میں اچھائی کا حکم تو دیتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا اور اوروں کو برائی سے روکتا تھا لیکن خود باز نہیں آتا تھا۔

ایسی صفت انبیاء کرام کے مخالف ہے اور یہ شیوہ فاسقوں فاجروں کا ہے بہر حال نجباً سردار اور دانشمند اہل علم تو اپنے رب جلیل سے بن دیکھے ہی ڈرتے ہیں ان کی حالت ویسی ہوتی ہے جیسے حضرت شعیب علیہ السلام نے بیان کی کہ: وَمَا نُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْهٰکُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا سْتَطَعْتُ میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں یعنی میں اپنی قوت و ہمت کے ساتھ اپنے قول وفعل کے ذریعے تمام معاملات میں اصلاح کا متمنی ہوں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ اپنے تمام احوال میں میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے اور تمام امور میں میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اسی کی طرف مجھے لوٹنا اور ہر معاملہ میں میرا ٹھکانہ اللہ ہی ہے۔

یہ انداز ترغیب تھا پھر انداز ترھیب اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ (ھود:۸۹)

اے میری قوم تمہیں میری ضد یہ نہ کموا دے کہ تم پر پڑے جو پڑا تھا نوح کی قوم یا ھود کی قوم یا صالح کی قوم پر اور لوط کی قوم تو کچھ تم سے دور نہیں یعنی میری مخالفت اور میرے ہدایت بھرے پیغام سے بغض و عناد اور جہالت و گمراہی پر اصرار کہیں تمہیں اس

مہلک ترین عذاب سے ہمکنار نہ کر دے جو تم سے پہلے قوم نوح' قوم ھود اور قوم صالح پر ان کے جھٹلانے اور انبیاء کرام سے مخالفت کی بنا پر آتا رہا۔

وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ (اور لوط کی قوم کچھ تم سے دور نہیں)

یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ قوم لوط پر ان کے کفر و ظلم کی بنا پر جو عذاب نازل ہوا نزول عذاب کا زمانہ تم سے کچھ زیادہ دور نہیں یا پھر مراد یہ ہے کہ جن بستی میں ان پر عذاب نازل ہوا وہ بستی تم سے کچھ دور نہیں اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ صفات اور افعال قبیحہ یعنی ڈاکہ زنی اور خفیہ و ظاہر لوگوں کے مال غصب کرنا اخلاقی بے راہ روی کے اعتبار سے قوم لوط تم سے کچھ دور نہیں یعنی اخلاقی پستی کے اعتبار سے تم ان کے قریب ہو ان تینوں اقوال کو جمع کرنا بھی ممکن ہے کیونکہ نہ تو اہل مدین زمانے کے اعتبار سے بعید تھے نہ مکان کے اعتبار سے بعید تھے اور نہ ہی اخلاقی پستی کے اعتبار سے بعید تھے پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے ترغیب و ترہیب کو اکٹھا کرتے ہوئے فرمایا: وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ (ھود ۹۰)

اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب مہربان محبت والا ہے یعنی جن اخلاقی پستیوں پر تم کار بند ہو انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکو اور اپنے رب رحیم کی طرف رجوع کرو اس میں کوئی شک نہیں کہ جو بھی اس کی طرف رجوع کرتا ہے رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ ایک ماں اپنے بچے پر جس قدر شفیق ہوتی ہے وہ ذات الٰہی اس سے بھی کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اگر چہ کوئی بندہ بڑے بڑے گناہوں کی وادی میں ہی کیوں نہ گرا ہوا ہو گر توبہ کرے تو صدق دل کی توبہ کے بعد وہ رحیم و ودود ذات اسے اپنا محبوب بنا لیتی ہے اہل مدین جواباً کہنے لگے۔

يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا (ھود ۹۱)

اے شعیب ہماری سمجھ میں نہیں آتی تمہاری بہت سی باتیں اور بے شک ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔

ابن عباس' سعید بن جبیر' ثوری علیہم الرحمۃ سے مروی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ حدیث مرفوع ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام محبت الٰہیہ میں اس قدر گریہ کناں ہوئے کہ آپ کی بینائی ہی ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ آپ کو بینائی عطا فرمائی اور پوچھا اے شعیب! کیا تو جہنم کے خوف سے روتا ہے یا جنت کے شوق میں؟ عرض کی الٰہ العالمین بس میں تو تیری محبت میں ہی گریہ زاری کرتا ہوں جب میں تیرے جلوؤں کا مشاہدہ کر لوں تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اور فرمایا اے شعیب تجھے میری ملاقات مبارک ہو اس لیے میں نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو تیری خدمت کے لیے مامور فرما دیا ہے۔ واحدی نے بھی شداد بن امین رضی اللہ عنہ کے توسط سے اس قسم کی روایت بیان کی ہے لیکن خطیب بغدادی نے اسے ضعیف قرار دے دیا ہے۔

کفار مدین کہنے لگے: وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں پتھراؤ کر دیا ہوتا اور کچھ ہماری نگاہ میں تمہاری عزت نہیں۔ یہ ان کے کفر و عناد کی انتہا تھی جیسا کہ انہوں نے کہا: مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں یعنی نہ تو ہمیں تمہاری باتیں سمجھ آتی ہیں اور نہ ہی ہم انہیں معقول سمجھتے ہیں کیونکہ ہمیں ایسی باتیں پسند ہی نہیں ہے اور ہمارا ان باتوں کی طرف متوجہ ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔ ایسے ہی کفار قریش نے بھی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ (فصلت: ۵) اور کفار بولے ہمارے دل غلاف میں ہے اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

بہر حال کفار حضرت شعیب علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تمہیں مغلوب اور راندہ ہوا دیکھتے ہیں اگر تمہارا خاندان قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھراؤ کرتے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اے میری قوم کیا تم پر میرے کنبہ کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے یعنی تم میرے خاندان قبیلے سے تو ڈرتے ہو اور ان کی وجہ سے میری رعایت ولحاظ کے بارے سوچتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور نہ ہی میری رعایت کرتے ہو حالانکہ میں اللہ کا فرستادہ پیغمبر ہوں اور میرے کنبے کا دباؤ تم پر اللہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو تمہاری حرکات وسکنات میرے رب کے بس میں ہے۔ عنقریب تمہیں اس کی سزا دے گا جس دن تم لوٹ کر اس کے پاس جاؤ گے۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ........ الخ (ھود: ۹۳) اور اے قوم تم اپنی جگہ اپنا کام کئے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں اب جانا چاہتے ہو کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے گا اور کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں یہ شدید قسم کی تحدید اور زبردست قسم کی وعید تھی کہ وہ اپنے طریقہ کار پر اور اپنے راستہ پر گامزن تھے۔ عنقریب ظالمو تم جان جاؤ گے کہ آخرت کا گھر کس کے لیے ہیں اور ہلاکت وتباہی کس کا مقدر مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وہ عذاب کہ اسے دنیاوی زندگی میں رسوا کرے گا۔ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور اخروی زندگی میں مستقل عذاب کس پہ گرفت کرے گا۔ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ جو تمہیں خبر دی جاتی ہے بشارت سنائی جاتی ہے یا ڈرایا جاتا ہے اس بارے میں میں جھوٹا ہوں یا تم؟ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

آپ کا یہ فرمانا آپ کے اس قول کی طرح ہے جس کا تذکرہ سورۃ اعراف میں ہے:

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ........ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ (اعراف ۸۷تا۸۹)

اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لایا جو میں لے کر بھیجا گیا اور ایک گروہ نے نہ مانا تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ ہم میں فیصلہ کرے اور اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر اس کی قوم کے متکبر سردار بولے اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ کہا کیا اگر چہ ہم بیزار ہوں ضرور ہم تو اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں آجائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچانا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے اللہ ہی پر بھروسہ کیا اے ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔

کفار اپنے زعم باطل کے مطابق یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ جو حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں انہیں اپنے دین پر پھیر لیں گے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کی طرف سے دفاعی انداز میں فرمایا:

اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ کیا اگر چہ ہم بے زار ہوں (تو تب بھی پھر جائیں گے)
یعنی اہل ایمان خوشی اور اختیار سے کبھی تمہاری طرف نہ لوٹیں گے اگر خدانخواستہ لوٹے بھی تو بادل نخواستہ اور بامر مجبوری لوٹیں گے کیونکہ ایمان جب دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جائے تو کوئی اسے نہیں نکال سکتا نہ وہ اس سے مرتد ہو سکتا ہے اور نہ کسی کی خاطر اس سے ہٹ سکتا ہے
اسی لیے آپ نے فرمایا: قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ............ الخ
ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں آ جائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اللہ ہی پر بھروسہ کیا اے ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کافی ووافی ہے وہی ہمارا نگہبان ومحافظ ہے۔ ہمارے تمام معاملات میں وہی ہمارا ملجاؤ ماویٰ ہے پھر حضرت شعیب علیہ السلام اپنے رب سے مدد طلب کرتے ہوئے فیصلے کے خواہاں ہوتے ہیں کہ الٰہ العالمین ہمارے درمیان جلد فیصلہ فرما دے تاکہ جو جس چیز کا مستحق ہے وہ اپنے انجام کو پہنچ جائے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ۔ اے ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے گویا حضرت شعیب علیہ السلام نے اہل مدین کے لیے بددعا کی اللہ تعالیٰ اپنے رسولان معظم کی پکار کو مسترد نہیں فرماتا جب منکرین انبیاء اور مخالفین رسول اور کفار کے بارے اس کے نبی اس سے مدد مانگتے ہیں قوم اپنے انجام بد سے بے خبر اپنے کام پر مصر دوسروں کو بھی راہ راست سے ہٹانے پر تلی ہوئی ہے اور سرداران کفار کہتے ہیں: وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (اعراف: ۹۰)
اور اس کی قوم کے کفار سردار بولے کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور تم نقصان میں رہو گے۔

اہل مدین قسم ہا قسم کے عذاب میں گرفتار:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (اعراف: ۹۱)
تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔
یعنی زمین میں اس قدر شدید ترین زلزلہ تھا کہ اس زلزلہ نے ان کی روحوں کو ان کے جسموں سے جدا کر دیا اس روئے زمین کے حیوانات پتھر کی طرح ہو گئے۔ ان کے جثے زانوؤں کے بل تھے جن میں نہ روح تھی نہ حرکت اور نہ حواس اللہ تعالیٰ نے ان پر قسمہا قسم کے عذاب اور آفات ومصائب کی کئی صورتوں کو جمع فرما دیا تھا کیونکہ ان میں بھی کئی قسم کی صفات قبیحہ تھیں۔
اللہ تعالیٰ نے زبردست قسم کا زلزلہ بھیجا جس سے حرکات وسکنات دم توڑ گئیں اور بہت بڑی چنگھاڑ بھیجی جس سے آوازوں کا شور بالکل بند ہو گیا ان پر آگ کے بادل بھیجے جنہوں نے ہر طرف سے آگ کے انگارے برسا دیئے۔
اللہ تعالیٰ نے ہر سورۃ میں ان کے حالات وواقعات کے مطابق ان کی نافرمانیوں کے حوالے سے سزاؤں کا تذکرہ کیا ہے۔ سورۃ اعراف میں ہے کہ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے خلاف پراپیگنڈا کیا اور انہیں بستی سے

نکال دینے کی دھمکیاں دیں اور ان کے دین کی طرف واپس لوٹ آنے کی رغبت دینے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے اہل مدین نے دھمکیاں دیں تو جواباً انہیں زلزلے کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی ان کے مناسب حال تھا۔ سورۃ ھود میں ذکر ہے کہ انہیں چنگھاڑ نے آلیا تو وہ اپنے گھروں میں صبح کے وقت گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے یہ اس لیے تھا کہ وہ اللہ کے نبی کا مذاق اڑاتے تھے اور اس سے تمسخر کرتے تھے کہتے تھے:

اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِىۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ‌ؕ اِنَّكَ لَاَنۡتَ الۡحَـلِيۡمُ الرَّشِيۡدُ

(ھود: ۸۷)

کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں ہاں جی تمہیں بڑے عقلمند نیک چلن ہو۔

مناسب بھی یہی تھا ایسی قبیح گفتگو کہ جس سے وہ اپنے نبی کی طرف متوجہ ہو کر ان کی کسر شان چاہتے تھے اس سے روکنے کے لیے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جائے لہٰذا ان پر ایسی چنگھاڑ آئی کہ زلزلے نے انہیں ساکت کر دیا تھا چنگھاڑ نے رہی سہی کسر نکال دی۔

سورۃ شعرا میں ہے کہ انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آلیا یہ ان کو جواب تھا اس چیز کا جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے اور جس کی طرف وہ راغب تھے کہتے تھے: اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِيۡنَ .... تَعۡمَلُوۡنَ ۔ (الشعراء ۱۸۵ تا ۱۸۸)

تم پر جادو ہوا ہے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بے شک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک ہیں۔ سمیع و علیم ذات نے ارشاد فرمایا: فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۔ (الشعراء: ۱۸۹) تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آلیا بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

وہم اور اس کا ازالہ:

بعض مفسرین کرام (قتادہ علیہ الرحمۃ وغیرہ) کا خیال ہے کہ اصحاب الایکہ اہلِ مدین نہیں تھے بلکہ وہ کوئی علیحدہ قوم تھی ان کا یہ قول ضعیف ہے اور یہ وہم انہیں دو وجہوں سے ہوا ایک تو یہ کہ حکم الٰہی ہے: كَذَّبَ اَصۡحٰبُ لْئَيۡكَةِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۖ ۚ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَيۡبٌ (الشعراء: ۱۷۶،۱۷۵) بن (درخت) والوں نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان سے شعیب نے فرمایا:

یہاں پر اَخُوۡهُمۡ (اصحب الایکہ کے بھائی) کا لفظ استعمال نہیں فرمایا جس طرح کہ وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا (اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا) جس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ مدین اور قوم تھی جو حضرت شعیب علیہ السلام کے ہی قبیلہ والے تھے اور اصحب الایکہ کوئی دوسری قوم۔

نمبر ۲: اصحاب ایکہ کا جہاں تذکرہ ہے وہاں بادلوں کے عذاب کا ذکر ہے اور اہل مدین کا جہاں ذکر ہے وہاں زلزلہ اور چیخ و

چنگھاڑ کا تذکرہ ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اہل مدین اور ایکہ والے جدا جدا قومیں ہیں۔

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ جب کہا: كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡئَيۡكَةِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ کہ درخت والوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کے قبیح صفت کو بیان کیا گیا کہ وہ درخت پرست اور رسولوں کو جھٹلاتے تھے تو حضرت شعیب علیہ السلام کے شایان شان نہ تھا کہ جب قوم کی قبیح صفات کو بیان کیا جائے اس وقت بھائی کی نسبت قوم کی طرف کی جائے لہٰذا اس مقام پر اَخُوۡهُمۡ کا لفظ اس لیے استعمال نہیں کیا البتہ جب قبیلے کے اعتبار سے نسبت کی تو حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے فرمایا کہ شعیب علیہ السلام ان کے بھائی ہیں لہٰذا اشکال وارد نہیں ہوتا۔ یہ فرق بڑا عمدہ اور نفیس ہے۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اگر بادلوں کے عذاب کو علیحدہ ذکر کرنے سے یہ دلیل لی جائے کہ یہ جدا قوم تھی اور زلزلے اور چیخ و چنگھاڑ کے عذاب سے دوچار ہونے والے اور قوم تھے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ بادلوں سے آگ برسنے کا عذاب' زلزلہ کا عذاب' چیخ و چنگھاڑ کا عذاب یوں تو تین عذاب ہیں تو اطرح قومیں بھی تین ہونی چاہئیں جبکہ اس بات کا تو کوئی قائل نہیں ہے۔

مذکورہ وہم کے قائلین کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اِنَّ مَدۡيَنَ وَاَصۡحَابُ الۡاَيۡكَةِ اُمَّتَانِ بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيۡهِمَا شُعَيۡبًا النَّبِيَّ علیہ السلام۔ مدین اور اصحاب دو مختلف قومیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔

لیکن یہ حدیث غریب اور اس کے راوی مشکوک ہیں ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ اپنا قول ہو۔ جنگ یرموک کے دن انہیں بنی اسرائیل کی کتب کے دو اونٹ ملے تھے شاید یہ بات انہوں نے اس سے اخذ کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایکہ کی مذمت بھی ویسے ہی ذکر کی ہے جس طرح اہل مدین کی یعنی ناپ تول و کمی تو دونوں کیلئے ایک ہی صفات قبیحہ کا ذکر ایک ہی امت ہونے پر دلالت کرتا ہے ہاں البتہ انہیں ہلاک مختلف قسم کے عذاب دے کر کیا گیا اور اپنی اپنی جگہ مناسب انداز میں ان پر نازل ہونے والے عذاب کو ذکر فرادیا گیا۔

شامیانے والے دن کا عذاب:

فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آلیا۔

مفسرین کرام نے بیان کیا ہے انہیں پہلے پہل تو سخت ترین گرمی کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے سات دن تک ان پر ہواؤں کے سلسلہ کو بند رکھا۔ اس کے ساتھ نہ تو انہیں پانی فائدہ دے سکا اور نہ سایہ وہ اپنے محلوں بستیوں سے بھاگ کر جنگل کی طرف گئے۔ بادلوں نے ان پر سایہ کر دیا۔ ساری قوم سایہ حاصل کرنے کے لیے اکٹھی ہوگئی جب ساری قوم جمع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بھڑکتے ہوئے شعلوں اور انگاروں کی بارش برسادی اور زمین زلزلوں سے تھرتھر کانپنے لگی پھر آسمان سے ایک ایسی زبردست چنگھاڑ آئی جس سے روحیں نیست و نابود اور عمارتیں تباہ و برباد ہوگئی۔ فَاَصۡبَحُوۡا فِيۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَانُوۡا هُمُ الۡخٰسِرِيۡنَ

(اعراف: ۹۱'۹۲)

شعیب کو جھٹلانے والے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے شعیب کو جھٹلانے والے ہی تباہی میں پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا کی اور اس سب سے سچی ذات کا ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا .... بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (ھود: ۹۴، ۹۵)

اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچا لیا اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے ارے دور ہوں مدین جیسے دور ہوئے ثمود۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا .... الْخٰسِرِیْنَ (اعراف: ۹۰ تا ۹۲)

اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور تم نقصان میں رہو گے تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ شعیب کو جھٹلانے والے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہی تباہی میں پڑے۔

انہوں نے جو کہا تھا لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۔ اگر تم شعیب علیہ السلام کے تابع ہوئے تو ضرور تم نقصان میں رہو گے تو انہیں مقابلہ میں جواب دیا گیا۔ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہی تباہی میں پڑے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کے بارے میں ذکر فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام انہیں سرزنش کرتے' ملامت کرتے اور جھڑکتے ہوئے چلا ئیے اور کہا ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ (اعراف ۹۳) اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں کا یعنی جو میرے ذمہ واجب الادا تھا۔ میں مکمل طور پر اور کامل خیر خواہی سے پہنچا چکا اور میں تمہاری ہدایت پر بڑا حریص تھا ہر ممکن میں نے کوشش کر لی اور تم تک پہنچا چکا لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور نہ ہی اس کا کوئی مددگار ہو سکتا ہے اس کے بعد مجھے تم پر کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ تم نصیحت قبول کرنے والے ہی نہیں ہو اور نہ ہی تم ذلت و رسوائی کے دن سے ڈرتے ہو اسی لیے آپ نے فرمایا فکیف اسیٰ تو میں کیونکر غم کروں اس کافر قوم پر یعنی یہ کافر نہ تو حق قبول کرتے ہیں اور نہ ہی رَجُوْعُ اِلَى الْحَقِ کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی طرف توجہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ عذاب نازل فرمایا نہ تو رک سکتا تھا اور نہ ہی اس سے دفاع کی کوئی صورت ممکن تھی اور نہ جائے فرار۔

مرقد مبارک:

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد تشریف لائے۔ وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السام اور آپ پر ایمان لانے والے اصحاب کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا اور آپ کی قبول مبارک کعبہ کے مغربی جانب دار ندوہ اور دار بنی سہم کے درمیان میں ہیں۔

تذکرہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام کا:

اس سے قبل ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کے واقعات' ان کا انجام اور ان کی دینی خدمات کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ آپ علیہ السلام ہی کے زمانے میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے رونما ہونے والے واقعات اور پھر اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اہل مدین کی کہانی ذکر کر چکے ہیں کیونکہ قرآن پاک میں متعدد جگہوں پر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے واقعات سے متصل ہی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے واقعات مذکور ہیں۔ صحیح روایات کے مطابق قوم مدین ہی اصحاب ایکہ ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ہم نے بھی قرآن عظیم کی اقتدا کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے دونوں قوموں کو تذکرہ کر دیا ہے۔ اب ہم بالتفصیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کا ذکر خیر شروع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی اولاد کو ہی کتاب و حکمت اور نبوت کی دولت عطا فرمائی ہے۔ آپ علیہ السلام کے بعد جو نبی بھی دنیا میں تشریف لائے وہ آپ کی اولاد ہی سے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کئی ایک صاحبزدے تھے۔ ان میں سے مشہور دو ہوئے جنہیں نبوت ورسالت کی دولت سے مالا مال کیا گیا۔ ان دونوں میں سے بڑے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام ہیں جو حضرت ہاجرہ قبطیہ مصریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سبب سے پہلے صاحبزادے ہیں۔

جنہوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح تصور کیا ہے۔ انہوں نے بنی اسرائیل سے یہ بات نقل کی ہے۔ بنی اسرائیل نے توراۃ وانجیل میں تحریف وتاویل اور تبدیلی کر کے کئی ایک احکامات کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اور قرآن پاک کی مخالفت کی۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ملا تھا۔ ایک روایت میں لفظ الوحید مذکور ہے یعنی وہ بیٹا جو تنہا اور اکیلا تھا اور دلیل قطعی سے ثابت ہے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ اور بنی اسرائیل کی کتب میں بھی مذکور ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک کے چھیاسی سال بیت چکے تھے جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت تو آپ کی عمر عزیز سو سال سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام یقینی طور پر صورۃً اور معنیً اکلوتے اور تنہا فرزند ہیں۔ صورۃً اس طرح اکلوتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے تیرہ سال بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو تیرہ سال تک آپ اکلوتے رہے۔

اور معنیً تنہا اس طرح ہیں کہ آپ کے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کو اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو تنہا چھوڑ آئے تھے جبکہ آپ اس وقت صغرسنی کے عالم میں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں ماں بیٹے کو جبل فاران جو کہ مکہ کے گرد ونواح میں ہے۔ اس کی وادی میں چھوڑ آئے تھے تھوڑے سے کھانے پینے کے سوا اور کوئی کھانا بھی آپ کے پاس نہ تھا۔ محض ذاتِ الٰہی کا بھروسہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی عنایت وکفایت سے ان کی نگہبانی فرمائی اور وہ کتنا اچھا کفایت کرنے والا کارساز اور کفالت فرمانے والا ہے۔ صورۃً اور معنیً حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی آپ کے اکلوتے اور تنہا فرزند ہیں لیکن کون اس راز کو سمجھے؟ اور کہا؟ جو اس مقام کو سمجھے؟ اس معنی کا ادراک واحاطہ انبیاء کرام ہی کر سکتے ہیں۔

اللہ جل شانہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت وثنا بیان فرمائی اور آپ کے حلم' صبر' ایفائے عہد نمازوں کی محافظت او اپنے اہل خانہ کو تاکیدِ صلاۃ کرنا تاکہ عذابِ آخرت سے محفوظ ومامون رہیں جیسے خصائل کو بیان فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں خلاق کائنات عالم کے حضور دوسری عبادت کے لیے سر بسجود ہونا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ .... الصّٰبِرِیْنَ (الصافات:۱۰۱'۱۰۲)

تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقلمند لڑکے کی پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ خدا نے چاہا تو قریب کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

والد گرامی نے جونہی راہِ خدا میں گردن کٹوانے کے لیے پکارا تو فوراً آپ نے اطاعت وفرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گردن جھکا دی اور وعدہ کیا کہ آپ ضرور مجھے صابر پائیں گے۔ آپ نے ایفائے عہد کرتے ہوئے اس پر صبر کیا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيْلَ .... مَرْضِيًّا (مریم:۵۴، ۵۵)

اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بے شک وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا اور اپنے رب کو پسند تھا۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَا اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ .... الْاَخْيَارِ (ص:۴۵ تا ۴۸)

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام قدرت اور علم والوں کو بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ .... الصّٰلِحِيْنَ (الانبیاء:۸۵، ۸۶)

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر والے تھے اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بے شک وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ .... وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ (النساء:۱۶۳)

بے شک اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ (البقرہ:۱۳۶)

یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم اسماعیل اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ (البقرہ:۱۴۰)

بلکہ تم یوں کہتے ہو کہ ابراہیم و اسماعیل اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹے یہودی یا نصرانی تھے تم فرماؤ کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ کو؟

اللہ تعالیٰ نے ہر صفت حسنہ کو بیان فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تاجِ نبوت ورسالت سے نوازا اور آپ کو ہر اس

بات سے بری فرما دیا جو ان کی طرف جھلاً منسوب کرتے ہیں اور اہل ایمان بندوں کو حکم دیا کہ جو شریعت ان کی نازل ہوئی اس پر ایمان لائیں۔

سب سے پہلا گھڑ سوار:

علمائے انساب اور مؤرخین کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے گھوڑے پر سواری کی وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے اس سے قبل گھوڑا وحشی جانور تھا آپ نے اسے اپنے ساتھ مانوس کیا اور اس پر سواری کی۔ سعید بن یحییٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ گھوڑ و کو سدھا کر ان سے سواری کیا کرو بے شک یہ تمہارے باپ اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔ یہ جنگلی و وحشی تھے پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مانوس کرنے اور سدھانے پر انسانوں سے مانوس ہوئے۔

عربوں میں پہلا عربی کلام بولنے والا:

عربوں میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فصیح و بلیغ عربی زبان میں کلام کیا۔ عرب عاربہ میں سے وہ جو قبیلہ جرہم، عمالیق اور اہل یمن کے لوگ آپ کے پاس آ کے قیام کرتے تھے۔ آپ نے ان سے عربی زبان سیکھی، محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے وہ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلا شخص جس نے واضح عربی زبان بولی وہ اسماعیل علیہ السلام تھے اور اس وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی۔

رشتہ ازدواج اور بارہ لڑکے:

اس سے قبل مفصل طور پر گزر چکا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک عمالقی لڑکی سے شادی کی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکم پر اسے طلاق دے دی۔ اس عمالقی لڑکی کا نام عمارہ بنت سعد بن اسامہ بن اکیل عمالیقی تھا پھر قبیلہ جرہم کی ایک خاتون السیدہ بنت مضاض بن عمرو الجرھمی سے آپ نے نکاح فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی مہمان نوازی سے متاثر ہو کر اسے برقرار رکھنے کا حکم دیا۔ ایک قول کے مطابق اس خاتون سے آپ کی تیسری شادی تھی اور اس سے آپ کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ نے ان کے نام بھی بیان کیے ہیں۔

بارہ صاحبزادوں کے نام:

نابت، قیذر، ازبل، میثی، مسمع، ماش، دوما، ارر، یطور، نبش، طیما، قیذما۔

اہل کتاب نے بھی انہیں ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔ اہل کتاب کے نزدیک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں جن بارہ عظیم اشخاص کی خوشخبری دی گئی تھی وہ یہی آپ کے بیٹے ہیں حالانکہ انہوں نے اس میں تاویل کرتے ہوئے کذب وافترا سے کام لیا ہے۔

وصال ووصیت:

حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ مکرمہ اور گرد و نواح میں آباد قبائل جرہم، عمالیق اور اہل یمن کی طرف رسول بن کر مبعوث ہوئے

جب آپ کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کو وصیت فرمائی اور اپنی صاحبزادی نسمہ کا نکاح اپنے بھتیجے عیص بن اسحاق علیہ السلام سے کر دیا۔ ان کے ہاں روم نامی لڑکے نے جنم لیا۔ عیص کا رنگ زرد ہونے کی وجہ سے انہیں بنو اصغر بھی کہا جاتا تھا۔ ایک قول کے مطابق ان کے ہاں یونان نامی لڑکے نے بھی جنم لیا اور اشبان بھی عیص ہی کی اولاد سے ہے۔

مرقد مبارکہ:

حضرت اسماعیل علیہ السلام وادی حجر میں اپنی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدفون ہیں۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ایک سو سینتیس برس تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں مکہ مکرمہ کی گرمی کی شکایت کی اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کی کہ جس جگہ تم مدفون ہوں گے وہاں میں اس طرف جنت کا دروازہ کھول دوں گا اور قیامت تک تمہیں جنت کی ہوائیں تسکین فراہم کرتی رہیں گی۔

حجاز مقدس کے تمام لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دو صاحبزادے نابت اور قیذار کی طرف منسوب ہیں۔ بالتفصیل عرب کے قبائل بنی اسرائیل، ایام جاہلیت کے رونما ہونے والے واقعات اور سیرت خیر الانام کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ حضرت اسحاق بن ابراہیم کریم بن کریم علیہما الصلوٰۃ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ولادت کے چودہ برس بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بشارتِ اسحاق کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو برس سے زائد اور آپ کی والدہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر نوے برس تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ (الصافات: ۱۱۲، ۱۱۳)

اور ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام) خوشخبری دی۔ اسحاق علیہ السلام کی کہ غیب کی خبریں بتانے والا نبی ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں اور ہم نے برکت اتاری اس پر اور اسحاق علیہ السلام پر اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر حضرت اسحاق علیہ السلام کی تعریف وتوصیف بیان کی ہے۔ اس سے قبل ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث طیبہ بیان کر چکے ہیں کہ کریم ابن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے والد گرامی کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں ہی چالیس سال کی عمر میں رفقا بنت بتوائیل سے شادی کی۔ رفقا بانجھ تھی آپ نے اس کیلئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو جڑواں صاحبزادے عطا کئے۔ بڑے لڑکے کا نام ''عیصو'' تھا۔ اہل عرب انہیں عیص کہتے تھے اور روم کے والد ہیں۔ دوسرے صاحبزادے جو کہ اپنے بھائی سے بالکل جڑے ہوئے تھے۔ وہ ''یعقوب'' ہیں جن کی طرف بنو اسرائیل منسوب ہیں۔

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام عیصو سے یعقوب علیہ السلام کی نسبت زیادہ پیار ومحبت کرتے تھے کیونکہ وہ پہلی اولاد تھے اور حضرت اسحاق کی بیوی رفقا یعقوب علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتی تھیں کیونکہ وہ چھوٹے صاحبزادے تھے۔

دعا لینے کا طریقہ

جب حضرت اسحاق علیہ السلام معمر وضعیف ہو گئے۔ آپ کی بینائی کمزور ہوگئی تو ایک دن آپ نے اپنے بیٹے سے کھانا کھانے کی خواہش کی اور اسے حکم دیا کہ شکار کر کے لاؤ اسے ذبح کرو اور کھانا تیار کر کے لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے برکت کی دعا کروں عیص شکاری تھے۔ شکار کی تلاش کے لیے روانہ ہو گئے۔ عیص کی والدہ رفقا نے اپنے بیٹے یعقوب علیہ السلام کو فرمایا کہ بکریوں کے گلے سے دو عمدہ بکریوں کے بچوں کو ذبح کرو اور اپنے والد گرامی کی پسند کے مطابق کھانا تیار کرو اور اپنے بھائی کے

واپس آنے سے پہلے پہلے کھانا پیش کر دو تا کہ تمہارے والد گرامی تمہارے لیے دعا کر دیں۔ ماں نے عیص کے کپڑے یعقوب کو پہنا دیئے اور یعقوب کے کندھوں اور گردن پہ بکری کے بچوں کی کھالیں ڈال دیں کیونکہ عیص کے جسم پر کثرت سے بال تھے اور یعقوب علیہ السلام ایسے نہیں تھے جب یعقوب کھانا لے کر والد گرامی کے قریب آئے تو والد نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ جواب دیا! کہ میں تمہارا بیٹا ہوں حضرت اسحاق علیہ السلام نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا کر ان کے جسم کو ٹٹولا فرمانے لگے۔ آواز یعقوب کی ہے لیکن کپڑے اور جسم عیص کا ہے حضرت اسحاق علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا پھر دعا کی کہ الہ العالمین اپنے بھائیوں میں اسے قدر و منزلت کے اعتبار سے فوقیت عطا فرما انہیں اور ان کے قبائل و نسل میں نبوت عطا فرما اور کثرتِ اولاد اور رزق سے مالا مال فرما کر جونہی حضرت یعقوب علیہ السلام والد گرامی کی ضیافت و خدمت سرانجام دے کر باہر نکلے عیص اپنے والد کی خواہش و حکم کے مطابق شکار کا گوشت تیار کر کے حاضر خدمت ہو گئے۔ والد گرامی نے پوچھا بیٹا یہ کیا ہے؟ عیص نے جواب دیا ابا جی یہ کھانا ہے جس کی آپ نے خواہش کی تھی فرمایا کیا ابھی تھوڑی دیر پہلے تو کھانا نہیں لے کے آیا تھا؟ میں نے اسے تناول فرمایا اور تمہارے لیے دعا کی۔ عیص نے عرض کی قسم بخدا مجھے تو علم ہی نہیں' سمجھ گئے کہ بھائی یعقوب حصولِ دعا میں سبقت لے گئے ہیں۔ بڑا غصہ آیا اور والد گرامی کے وصال کے بعد بھائی کو قتل کرنیکی دھمکی دی۔ نیز اپنے والد سے مخصوص دعا کے علاوہ اور دعا کرنے کی درخواست کی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی کہ الہ العالمین عیص کی اولاد کے لیے عمدہ زمین اور پھلوں اور رزق کی فراوانی عطا فرما۔ ماں نے جب بیٹے عیص کے ارادہ کو بھانپ لیا کہ وہ اپنے بھائی یعقوب کے قتل کے درپے ہے تو بیٹے یعقوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ عیص کے غصہ ٹھنڈا ہونے تک سرزمین حران میں اپنے ماموں ''لابان'' کے پاس چلا جائے' ماموں زاد بہن سے شادی بھی کر لے' اپنے شوہر حضرت اسحاق علیہ السلام کو کہا کہ آپ بھی اسے اجازت دے دیں' اسے وصیت کر دیں اور اس کے لیے دعا بھی فرما دیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام نے بیٹے کو دعائیں دیتے ہوئے روانہ فرما دیا۔

سفر کا آغاز' حسین خواب اور رشتہ ازدواج:

حضرت یعقوب علیہ السلام والدین کی دعاؤں کا زادِ راہ ساتھ لے کر دن کے آخری حصہ میں حران کی طرف چل پڑے۔ دورانِ راہ رات کے سائے چھا جانے کی وجہ سے آپ ایک جگہ محوِ استراحت ہو گئے۔ ایک پتھر کو سرہانہ بنایا اور نیند کے مزے لینے لگے' اسی دوران خواب دیکھتے ہیں کہ ایک سیڑھی آسمان سے زمین تک ہے اور فرشتے اس سیڑھی کے ذریعے آسمان پر چڑھتے اور اترتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام سے مخاطب ہوتا ہے کہ اے یعقوب میں بہت جلد اس سرزمین کو تیری اور تیری اولاد کے لیے بابرکت بنا دوں گا اور تجھے اولادِ کثیرہ عطا فرماؤں گا یہ زمین تیرے اور تیرے بعد آنے والی تیری نسلوں کے لیے مختص ہو گی۔ جب بیدار ہوئے تو خواب کی فرحت پر خوشی سے جھوم اٹھے' منت مانی کہ اگر بخیر و عافیت اپنے اہل خانہ کے ہاں لوٹ آیا تو عبادت الٰہیہ کے لیے یہاں عبادت خانہ تعمیر کروں گا اور اللہ تعالیٰ جو بھی رزق عطا فرمائے گا اس کا دسواں حصہ اسی کے نام پر وقف کروں گا جس پتھر کو سرہانہ بنایا تھا اس پر تیل لگا کر نشان زدہ کر دیا تا کہ اس کی پہچان اور شناخت باقی رہے اور اس جگہ کا نام بیت ایل مقرر کر دیا۔ یعنی بیت اللہ یہی وہ جگہ جہاں اب بیت المقدس ہے جسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے تعمیر فرمایا تھا۔ انشاء

اللہ العزیز بہت جلد اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

بیداری کے بعد سفر کو جاری رکھا بالآخر حضرت یعقوب علیہ السلام حران میں اپنے ماموں کے ہاں پہنچ گئے۔ ماموں کی دو صاحبزادیاں تھیں بڑی کا نام ''لیا'' اور چھوٹی کا نام ''راحیل'' تھا۔ راحیل حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی جبکہ لیا ضعف بصارت کی مریض اور کریہۃ النظر تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ماموں سے کہا کہ راحیل کی شادی میرے ساتھ کردو۔ ماموں نے یہ شرط عائد کردی کہ اگر سات برس تک تم میری بکریاں چراؤ تو پھر تمہاری شادی کی صورت نکل سکتی ہے جب سات سالہ بکریاں چرانے کی شرط حضرت یعقوب علیہ السلام نے قبول کرلی اور شرط پوری کرنا شروع کردی۔ سات سالہ تکمیل کے بعد ماموں لابان نے ضیافت کا اہتمام کیا اور لوگوں کو جمع کر کے حضرت یعقوب علیہ السلام کو رشتہ ازدواج میں منسلک کردیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام شب زفاف گزارنے کے لیے دلہن کے پاس گئے' دیکھا تو وہ بڑی بیٹی لیا ہے۔ صبح ماموں سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ میں نے راحیل کا رشتہ مانگا تھا آپ نے لیا کو میرے پلے باندھ دیا۔ ماموں نے کہا ہمارے ہاں یہ رواج نہیں ہے کہ بڑی بیٹی کے ہوتے ہوئے چھوٹی بیٹی بیاہ دی جائے۔ ہاں اگر تو لیا کی بہن راحیل کو چاہتا ہے تو سات سال مزید میری بکریاں چراؤ پھر میں تمہاری شادی اس سے کرسکتا ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مزید سات سال تک بکریاں چرائیں تب راحیل کو بھی ان کے نکاح میں دے دیا گیا۔ اس وقت ان کے دین میں دو بہنوں سے نکاح کرنا جائز تھا بعدازاں تورات کی شریعت میں اسے منسوخ کردیا گیا۔

لابان نے اپنی دونوں صاحبزادیوں کو ایک ایک باندی دی۔ لیا کو جو باندی دی اس کا نام ''زلفی'' اور راحیل کو جو باندی دی اس کا نام ''بلھی'' تھا۔

اللہ تعالیٰ نے لیا کے ضعف اور حسن و جمال کے فقدان کو اولاد کی نعمت سے پورا کردیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاں لیا کے بطن سے سب سے پہلے ''روبیل'' نامی بیٹے نے جنم لیا۔ پھر شمعون' پھر لاوی' پھر یہوذا۔ راحیل کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ انہیں غیرت آئی انہوں نے اپنی باندی بلھی حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہبہ کردی۔ آپ نے اس سے وطی کی جس کے نتیجہ میں بلھی باندی نے ''دان'' بیٹے کو جنم دیا۔ پھر بلھی سے ایک اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ''نیفتالی'' رکھا گیا۔

لیا نے بھی یہ دیکھتے ہوئے اپنی باندی زلفی اپنے شوہر حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہبہ کردی۔ زلفی نے آپ کے دو بیٹوں کو جنم دیا جن کے نام ''جاذ'' اور ''اشیر'' تھے۔

پھر لیا کے ہاں پانچواں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ''ایساخر'' تجویز کیا گیا۔ پھر چھٹا بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام ''زابلون'' رکھا گیا۔ پھر ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ''دینا'' مقرر کیا گیا تو اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی لیا سے سات اولادیں ہوئیں۔

حسین و جمیل بیوی راحیل جو ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھی۔ انہوں نے اللہ کے حضور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی بیٹے کی نعمت سے مالا مال کردے۔ اللہ تعالیٰ نے راحیل کی فریاد کو سنتے ہوئے دعا کو قبول فرمایا اور انہیں بیٹا عطا فرمایا جو عظمت و شرافت کا پیکر اور حسن و جمال کا منبع تھا جنہیں زمانہ ''یوسف'' کے نام سے جانتا ہے۔

یہ تمام خاندان حران میں ہی مقیم تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں کی دونوں صاحبزادیوں سے شادی کرلینے کے

بعد بھی چھ سال تک ان کی بکریاں چراتے رہے۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی حران میں مدت اقامت بیس سال ہے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے لابان کی بکریوں اور مال مویشی میں بے پناہ برکت عطا فرمائی۔

بیس سال کی مدت اقامت کے بعد آپ نے اپنے ماموں سے اجازت طلب کی کہ اب مجھے اہل خانہ کے ہاں جانے دیا جائے۔ مہربان اور قدر شناس ماموں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے میرے مال مویشی میں بے پناہ اضافہ فرمایا ہے لہٰذا میرے مال میں سے جو چاہتے ہو لے لو آپ نے فرمایا کہ آپ مجھے اس سال بچے دینے والی ہر وہ بکری دے دیں جو مختلف رنگ کی ہو اور ہر وہ حاملہ بکری دے دیں جو سفید و سیاہ داغ والی ہو اور بغیر سینگوں والی سفید بکریاں ماموں نے پیش کش قبول کی پھر ان کے بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیان کردہ صفات کے مطابق بکریوں کو ریوڑ سے جدا کیا تا کہ ان صفات والی بکریاں عمدہ نسل کو جنم دیں۔ یہ قافلہ اپنے مال مویشی سمیت اپنے آبائی گاؤں کی طرف چل پڑا تین دن تک یہ قافلہ چلتا رہا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بادام اور خروٹ کے درختوں کی دو تر شاخیں لیں' انہیں چھیلا اور بکریوں کے پانی پینے کی جگہ پر دونوں کو نصب کر دیا تا کہ بکریاں اس کی طرف دیکھ کر گھبرائیں' دوڑیں تو ان کے پیٹ میں بچے حرکت کریں تا کہ ان کا رنگ بھی ان جیسا ہو جائے۔ یہ چیز خرق عادت اور اقسام معجزات میں سے ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھی بکریوں' چوپاؤں اور غلاموں کی بہتات ہوگئی۔ اس کثرتِ اموال نے ماموں کے خاندان کی توجہات کا رخ مزید ان کی طرف کر دیا۔

اہل خانہ کی جانب واپسی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اب آپ اپنے آبائی گاؤں اور قوم کی طرف واپس تشریف لے جائیں اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ ذاتِ الٰہی اس کے ساتھ ہوگی۔ آپ نے اپنے اہل خانہ کے سامنے یہ حکم خداوندی پیش کیا سب قبول کرتے ہوئے آپ کی پیروی میں چلنے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ آپ نے مال مویشی اور اہل خانہ کو لیا اور چل دیئے۔ اس دوران راحیل نے اپنے والد کے بتوں کو چرا لیا' جب یہ قافلہ حدود شہر کو تجاوز کر چکا تو لابان اور اس کی قوم انہیں آ ملی۔ لابان نے یعقوب علیہ السلام کے پاس آ کر اظہار عتاب کرنا شروع کر دیا کہ بتائے بغیر آپ شہر سے کیوں چلے آئے اور کس لیے ہمیں آگاہ نہ کیا؟ ہم خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اور باجے وطبل بجاتے ہوئے آپ کو روانہ کرتے اور اپنی بیٹیوں اور اولاد کو الوداع کہتے اور کس لیے تم ہمارے بتوں کو اپنے ساتھ لے آئے ہو؟ حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم میں نہیں تھا کہ راحیل بت چرا کر لے آئی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم بت نہیں لائے ابان بتوں کی تلاش کی غرض سے بیٹیوں اور باندیوں کے خیمے میں داخل ہوا لیکن اسے بتوں کا نام ونشان نہ مل سکا۔ راحیل نے وہ بت پالان کے نیچے کمبل میں چھپا رکھے تھے اور پلان کے اوپر خود بیٹھی تھی۔ تلاش کے وقت وہ نہ اٹھی اور عذر پیش کر دیا کہ وہ حائضہ ہے۔ لابان بتوں کو ڈھونڈنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس وقت انہوں نے جلعاد نامی ٹیلہ پر بیٹھ کر عہد کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام لابان کی بیٹیوں کی موجودگی میں اور شادی نہیں کریں گے اور اس ٹیلے سے دوسرے شہر کی طرف نہ لابان جائے گا اور حضرت یعقوب علیہ السلام دونوں نے پھر کھانے کا اہتمام کیا اور ان

کے ساتھ قوم نے مل کر کھانا کھایا۔ دونوں نے پھر ایک دوسرے کو الوداع کہا اور اپنے اپنے شہروں کی جانب روانہ ہو گئے۔

سرزمین ساعیر اور ملائکہ کا خوش آمدید کہنا:

حضرت یعقوب علیہ السلام جب ارضِ سعیر کے قریب پہنچے تو فرشتوں نے ملاقات کی اور آپ کو خوش آمدید کہا' حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بھائی عیصو کی جانب البرد کو بھیجا تا کہ اس کے لیے اظہارِ عجز کرتے ہوئے معذرت کرے۔ البرد واپس پلٹا اور اس نے آ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو بتایا کہ عیصو چار سو سواروں کو لے کر آپ کی طرف آ رہا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر عجز و انکساری سے دعا کی اور اس عہد و پیمان کو دہرایا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا تھا اور بارگاہِ الٰہی میں درخواست پیش کی کہ بھائی عیص کے شر کو اس سے دور کر دے۔ دعا مانگنے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بھائی کے لیے عظیم ہدیہ تیار کرنے کا حکم دیا جو کہ دو سو بکریوں' بیس بکرے' دو سو بھیڑیں' بیس مینڈھے' تیس دودھ دینے والی اونٹنیاں' چالیس گائے' دس بیل' بیس گدھی اور دس گدھوں پر مشتمل تھا۔

آپ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جانوروں کو جداگانہ ریوڑ کی صورت میں ہانکتے ہوئے لے کر جائیں ہر ریوڑ کے درمیان فاصلہ ہو' جب عیص ان سے ملے اور پہلے سے پوچھے کہ یہ کس کا مال ہے اور تم کس کے غلام ہو؟ تو وہ جواب دے کہ تمہارے غلام یعقوب کا جس نے میرے آقا عیص کو بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ اس طرح اس کے بعد والا ایسا ہی جواب دے' اس کے بعد والا ایسا ہی جواب دے اس طرح ہر غلام عیص کو اسی طرح جواب دیتا آئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی دونوں بیویوں' باندیوں اور گیارہ بیٹوں کے ہمراہ ہر ایک سے دو راتوں کی مسافت پیچھے رہ گئے' رات کو سفر جاری رکھتے دن کو چھپ جاتے۔

فرشتے سے مڈ بھیڑ:

سفر کرتے کرتے جب تیسری رات گزر گئی صبح کا اُجالا ظاہر ہوا' انسانی شکل و صورت میں ایک فرشتہ آپ کے سامنے آیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسے انسان سمجھتے ہوئے پکڑ لیا اور اسے پچھاڑ کر اس پر غلبہ پا لیا مگر فرشتے نے اپنے انداز میں وار کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو لنگڑا کر دیا جب صبح کی روشنی پھوٹ گئی تو فرشتے نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یعقوب' فرشتے نے کہا آج کے بعد تمہیں اسرائیل کے سوا اور نام سے پکارا جانا مناسب نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تمہارا نام و پہچان کیا ہے؟ فرشتہ غائب ہو گیا تب آپ سمجھ گئے کہ یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔ صبح کے وقت یعقوب علیہ السلام ایک ٹانگ سے لنگڑا کے چل رہے تھے اسی وجہ سے بنی اسرائیل عرق النساء نہیں کھاتے۔

عیص کی خدمت میں سلام:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیکھا کہ عیص چار سو آدمیوں کے ہمراہ ان کی جانب آ رہا ہے۔ آپ اس کے سامنے آئے اور بھائی عیص کو سات مرتبہ سجدہ کیا۔ اس وقت ان کے سلام کا انداز یہی تھا اور ان کی شریعت میں سجدہ مشروع و جائز تھا جس طرح فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ تحیت کیا تھا اور ایسا ہی سجدہ تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اور

آپ کے والدین کریمین نے آپ کو کیا تھا۔ جب عیص نے چھوٹے بھائی کے آداب وسلام کو دیکھا تو ان کی طرف بڑھے ان کی پیشانی کو چوما اور جذبہ ترحم کی بنا پر دوڑ پڑے۔ عیص نے نظر اٹھائی عورتوں اور بچوں کو دیکھا تو پوچھا کہاں سے یہ تیرے پاس آئے؟ کہا اللہ تعالیٰ نے تیرے غلام یعقوب کو یہ سب کچھ عطا فرمایا ہے۔

باندیاں اور ان کے بیٹے آگے بڑھے انہوں نے عیص کو سجدہ کیا۔ بڑی بیوی لیا اور اس کے بیٹوں نے سلامی کیلئے سجدہ کیا۔ بعد ازاں راحیل اور اس کے بیٹے یوسف علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ پھر یعقوب علیہ السلام نے باصرار عرض کی کہ ان کی طرف سے ہدیہ کو قبول فرمائیں۔ عیص نے ہدیہ کو قبول کیا اور واپس پلٹ گئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اہل وعیال اور مال مویشی کے ہمراہ ساعیر کے پہاڑوں کا ارادہ لیے ہوئے چل دیئے۔ جب ساحور کے قریب سے گزرے تو وہاں آپ نے ایک گھر اور چوپاؤں کے لیے سائبان تیار کیا پھر شخیم کی بستی پر یروشلم کے پاس سے گزرے تو بستی سے پہلے ہی ایک جگہ پر پڑاؤ کیا اور وہاں شخیم بن جمور سے قطعہ زمین ایک سو بھیڑوں کے عوض خرید لیا۔ فی الحال وہاں ایک خیمہ تان کر ایک ذبح خانہ تعمیر کیا اور اس کا نام ایل اسرائیل کا خدا رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عمارت کی تعمیر کا حکم فرمایا تا کہ اسم الٰہی کا ذکر بلند ہو اور یہی معبد وہ بیت المقدس ہے جسے ان کے بعد حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے از سر نو تعمیر فرمایا تھا اور اسی جگہ پر وہ پتھر تھا جسے آپ نے سرہانہ بنا کر آرام کیا تھا اور حسین خواب دیکھا تھا۔ پھر آپ نے اس پتھر پر بطورِ علامت تیل لگا دیا تھا۔ (اس سے قبل اس کا ذکر ہو چکا ہے)

دینا کا واقعہ اور شخیم بن جمور کا قتل:

اہل کتاب نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی صاحبزادی دینا جو کہ لیا سے تھی اس مقام پر اس کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اس کا معاملہ یہ تھا کہ شخیم بن جمور جس سے آپ نے قطعہ زمین خریدا تھا وہ دینا کو زبردستی اپنے گھر لے گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کو پیغام بھیج دیا کہ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا کہ تم ختنہ زدہ نہیں ہو اور ہم ایسے لوگوں سے رشتہ داری نہیں کرتے جو ختنہ کئے ہوئے نہ ہوں اگر تم سب ختنہ کر لو پھر ہمارے اور تمہارے مابین رشتہ داری کا سلسلہ چل سکتا ہے۔ انہوں نے اس شرط کو قبول کرتے ہوئے ختنہ کروالئے۔ جب تیسرا دن ہوا تو انہیں ختنہ سے سخت تکلیف ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سب کو قتل کر دیا۔ شخیم اور اس کے باپ جمور کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ ان کے عمل قبیح اور کفر کی بنا پر اور بتوں کو پوجنے کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے انہیں واصل جہنم کر کے ان کے مال واسباب بطورِ غنیمت لوٹ لئے۔

بنیامین کی ولادت اور راحیل کی شہادت:

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کی دوسری حسین وجمیل بیوی راحیل کے ہاں حضرت بنیامین پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کی مشقت سے حضرت راحیل وصال فرما گئیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں بیت لحم (افراث) میں دفن کر کے ان کی قبر پر ایک پتھر رکھ دیا۔ وہ مشہور پتھر ان کی قبر پر آج تک موجود ہے۔

اولادِ یعقوب علیہ السلام:

بنیامین کی پیدائش کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند ہو گئے۔

لیا سے روبیل، شمعون، لاوی، یہوذا، ایساخر، زابلون۔

راحیل سے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیامین رضی اللہ عنہ۔

راحیل کی باندی سے دان اور نفتالی۔

لیا کی باندی سے جاد اور اشیر علیہم السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کا وصال:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے سرزمین کنعان کی ایک بستی جبرون میں آ کر اپنے والد گرامی حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس سکونت اختیار کر لی اور یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام رہا کرتے تھے پھر حضرت اسحاق علیہ السلام بیمار ہو گئے اور ایک سو اسی سال کی عمر میں وصال فرما گئے۔ آپ کے بیٹوں عیص اور یعقوب علیہ السلام نے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اس جگہ دفن کر دیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خریدا تھا۔

حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام

کی زندگی میں وقوع پذیر ہونے والے امور عجیبہ

تذکرہ حضرت یوسف علیہ السلام:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان سے متعلق تمام واقعہ کو بیان فرمایا ہے تاکہ اس میں موجود مواعظ و حکمتیں اور آداب واوامر پر غور وفکر کیا جاسکے۔

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۔ (یوسف ۱ تا ۳)

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا ہے۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگر چہ اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔

جملہ کلام اس مقام پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں جو اس نے اپنے بندے اور محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل فرمائی جسے ہر ذہین ومتقی سمجھتا ہے اس کی مدح فرمانا چاہتا ہے وہ قابل قدر کتاب قابل قدر ملائکہ کے ذریعے قابل قدر نبی پر قابل قدر لمحات میں نازل فرمائی۔ بڑی فصیح و بلیغ زبان اور واضح ترین بیان فرماتے ہیں ماضی کے قصص اور آنے والے واقعات کو بڑے احسن واظہر انداز میں بیان کر کے مختلف فیہ باتوں میں حق کو ظاہر و باہر فرما دیا ہے اور باطل کو مسترد ومجروح کر دیا ہے اور اوامر ونواہی کے اعتبار سے شریعتوں میں معتدل اور راہِ استقامت کے اعتبار سے واضح ہے اور احکام کے اعتبار سے عادل وظاہر ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (انعام: ۱۱۵)

یعنی اخبار وواقعات میں صدق وسچائی پر مبنی اور اوامر ونواہی میں عدل وانصاف پر مبنی اسی لیے کہا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ ...... الخ ۔اے حبیب صلی اللہ علیک وسلم ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگر چہ اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا ...... تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (الشوریٰ: ۵۲، ۵۳)

اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سنتے ہو سب کام اللہ کی طرف پھرتے ہیں۔

سورۃ طٰہٰ میں ہے:

كَذَالِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ...... حِمْلاً (طٰہٰ:۹۹تا۱۰۱)

ہم ایسا ہی تمہارے سامنے اگلی خبریں بیان فرماتے ہیں اور ہم نے تم کو اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا جو اس سے منہ پھیر لے تو بے شک وہ قیامت کے دن ایک بوجھ اٹھائے گا وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کے حق میں کیا ہی برا بوجھ ہوگا۔

یعنی جس نے اس روشن کتاب سے روگردانی کی اور کسی اور کتاب کی پیروی کی وہ اس وعید کا سزاوار ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مَنِ اتَّبَعَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللهُ ۔

جس نے کتاب اللہ کے علاوہ کہیں اور سے ہدایت تلاش کرنا چاہی اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی کتاب لائے جو انہیں کسی اہل کتاب سے ملی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غضب سے متغیر ہو گیا' فرمایا:

اے عمر! کیا تم اس میں حیران اور لاپرواہی میں گھسے جا رہے ہو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس صاف وشفاف اور سفید چیز لایا ہوں۔ اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے سوال نہ کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں حق بتائیں تو تم اس کی تکذیب کر دو اور اگر وہ غلط بات بتائیں تو تم اس کی تصدیق کر دو وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ مُوْسٰى كَانَ حيا ماوَسِعَهُ الا اَنْ يَّتَّبِعَنِيْ مجھے میرے رب کے عزت وجلال کی قسم اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع وپیروی کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔ (مسند امام احمد)

امام احمد علیہ الرحمۃ نے دوسرے طرق سے یوں ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام تم میں ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کر لیتے تو تم گمراہ ہو جاتے بے شک تم امتوں میں میرے حصہ میں ہو اور انبیاء کرام میں سے میں تمہارے حصہ میں ہوں۔

حصور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے اور خاتم الانبیاء بنایا گیا میرے لیے کلمات مختصر کر دیے گئے میں تمہارے پاس صاف وشفاف چیز لایا ہوں تم حیران وششدر نہ ہو اور یہ حیرانی کہیں تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے پھر اس صحیفہ کو حرف بحرف مٹا دینے کا آپ نے حکم فرمایا:

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ...... عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (یوسف:۴تا۶)

یاد کرو جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں

اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا کہا اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحاق علیہم السلام پر پوری کی بے شک تیرا رب علم وحکمت والا ہے۔

اس سے قبل گزر چکا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے نام بھی گزشتہ صفحات پر گزر چکے ہیں ساری کی ساری بنی اسرائیل ان کی طرف منسوب ہے۔ ان سب میں سے شرف وکمال اور عظمت و بزرگی کے اعتبار سے افضل حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ اہل علم کی ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سوا ان بارہ میں سے کوئی اور نبی نہیں ہوا اور نہ ہی ان کی طرف وحی آئی' ان قصہ میں ان کے اقوال وافعال بھی اسی چیز کی ہی شہادت فراہم کرتے ہیں۔

دیگر علماء کی رائے:

کچھ دوسرے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ باقی گیارہ بیٹے بھی نعمت نبوت سے سرفراز ہوئے۔ وہ اس آیت کریمہ سے استدلال لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

(البقرہ: ۱۳۶)

یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا۔ ابراہیم' اسماعیل' اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر۔

یہاں آیت میں لفظ اسباط استعمال ہوا اور اسباط سے مراد دیگر گیارہ بیٹے ہیں لہٰذا ان پر بھی وحی اتری۔

لیکن ان کا یہ استدلال درست اور قوی نہیں ہے کیونکہ اسباط سے مراد اولاد یعقوب نہیں بلکہ بنی اسرائیل میں سے وہ انبیاء ہیں جن پر وحی الٰہی آسمان سے نازل ہوتی رہی۔

بھائیوں میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نبوت ورسالت کیلئے مختص ہونا اس بارے نص قرآنی صرف آپ کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے۔

امام احمد علیہ الرحمۃ کی روایت کردہ وہ حدیث جسے ہم گزشتہ صفحات پر ذکر کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ اس میں بھی فقط حضرت یوسف علیہ السلام کا ہی تذکرہ ہے۔

سورج' چاند اور گیارہ ستارے:

مفسرین کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ابھی حد بلوغت کو نہ پہنچے تھے کہ آپ نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے (گیارہ بھائی) اور سورج اور چاند (ماں' باپ) آپ کو سجدہ کر رہے ہیں آپ یہ خواب دیکھ کر پریشان ہو گئے

جب بیدار ہوئے تو سارا واقعہ اپنے والد گرامی کے حضور عرض کیا والد گرامی فوراً سمجھ گئے کہ ان کا بیٹا یوسف بہت جلد دنیا و آخرت میں ایسے بلند و بالا مقام پر فائز ہوگا کہ اس کے والدین اور بھائی اس کے سامنے عجز و انکساری کا پیکر بنے نظر آئیں گے۔ والد گرامی نے تاکید کی بیٹا اس خواب کو چھپائے رکھنا' بھائیوں کے سامنے اظہار نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے ساتھ حسد کریں گے اور وہ تمہارے لیے مصائب اور طرح طرح کے مکر و فریب کے پہاڑ کھڑے کر دیں گے۔ یہ بات بھی ہمارے اس نظریہ پر دلالت کرتی ہے کہ دیگر بھائی نبی نہ تھے ورنہ حسد اور مکر و فریب کا تصور بھی نہ ہوتا۔

اسی لیے بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ اپنی ضروریات کی تکمیل پر انہیں (نعمتوں کو) چھپا کر مدد مانگو بے شک ہر صاحبِ نعمت شخص حسد کا نشانہ بنتا ہے۔

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور بھائیوں کی موجودگی میں یہ خواب بیان کیا تھا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب کی تعبیر سمجھتے ہوئے فرمایا: وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا جب تو اسے چھپائے رکھے گا قسم ہا قسم کی الطاف و مہربانیوں سے مختص فرمالے گا وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ اور تجھے کلام کے معانی اور خوابوں کی تعبیریں سکھلا دے گا ایسی تعبیریں کہ تمہارے سوا جسے کوئی اور نہ جانتا سمجھتا ہوگا وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ اور تجھ پر وحی کے ذریعے اپنی نعمت پوری کرے گا۔ وعلی آل یعقوب اور تمہارے سبب سے یعقوب علیہ السلام کے گھر والوں پر بھی نعمتوں کی تکمیل فرمائے گا اور تمہارے توسط سے انہیں دینوی و اخروی نعمتوں اور بھلائیوں سے مالا مال کر دے گا۔ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ جس طرح تمہارے باپ یعقوب علیہ السلام دادا اسحاق علیہ السلام اور پردادا ابراہیم علیہ السلام کو نعمت نبوت سے نوازا گیا۔ اسی طرح تم پر بھی نعمتوں کی تکمیل فرماتے ہوئے نبوت سے سرفراز فرمائے گا۔ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام: ۱۲۴)

اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

اسی لیے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ای الناس اکرم؟ لوگوں میں سے سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ علیہم السلام۔

گیارہ ستاروں کے نام:

ابن جریر اور ابن ابی حاتم علیہما الرحمۃ اپنی اپنی تفاسیر میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل یہود میں سے ایک شخص بستانۃ الیہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ حاضر ہوا اور کہا یا محمد صلی اللہ علیک وسلم حضرت یوسف علیہ السلام نے جن ستاروں کو خواب میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا ان کا نام کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ حضور اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان ستاروں کے نام لے کر حاضر ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو طلب فرمایا اور کہا کہ اگر میں تجھے ان ستاروں کے نام بتا دوں تو کیا تم مشرف با سلام ہو جاؤ گے؟ اس نے کہا بالکل ہو جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن ان کے نام یہ تھے۔ جریان' طارق' دیال' ذوالکتفان' قابس' وثاب' عمودان' فیلق' مصبح' ضروح' ذوالفرع' ضیا' نور۔

یہودی پکار اٹھا قسم بخدا ستاروں کے نام یہی ہیں۔

ابویعلیٰ علیہ الرحمۃ کے نزدیک جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی کے سامنے خواب بیان کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ جدا جدا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جمع فرمائے گا۔ سورج اس کا باپ اور چاند اس کی ماں ہے۔

شفیق باپ' حاسد بھائی:

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ .... اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (یوسف: ۷ تا ۱۰)

بے شک یوسف اور اس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں جب (وہ) بولے کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں۔ بے شک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا اور ان میں ایک کہنے والا بولا یوسف کو مارو نہیں اور اسے اندھے کنویں میں ڈال دو کہ کوئی چلتا اسے آ کر لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قصہ میں اسرار و رموز اور مواعظ و حکمتیں اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ان کے ساتھ والد کی محبت پر حسد کرنا اور حضرت بنیامین کی طرف والد کی توجہ پر کڑھنا ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا ہے۔ وہ ایک پوری جماعت تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم ان دونوں سے والد کی توجہ اور محبت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۚ بے شک ہمارے باپ صراحۃً ان دونوں کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ یوسف کو قتل کر دیں یا انہیں کہیں دور دراز چھوڑ آئیں جہاں سے یہ واپس نہ پلٹ سکیں تو اس طرح یوسف کے نہ ہونے کی بنا پر خالص محبت اور مکمل توجہ والد کی ہماری جانب ہو جائے گی۔ بعد ازاں توبہ تائب ہو جائیں گے جب اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا کہ یوسف کو ٹھکانے لگانا چاہیے تو قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ ان میں ایک کہنے والا بولا۔

مجاہد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہ شمعون تھا' سدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ وہ یہوذا تھا جبکہ محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ اور قتادہ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ ان سب کا بڑا بھائی روبیل تھا جس نے کہا: لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ کہ یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے اندھے کنویں میں ڈال دو کوئی راہ چلتا مسافر اسے آ کر لے جائے۔ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر واقعی تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو جو میں تمہیں مشورہ دے رہا ہوں وہ اس کے قتل کر دینے سے زیادہ بہتر ہے پھر کیا تھا اس رائے پر سب نے اتفاق کر لیا متفقہ رائے طے کر کے اپنے والد کے پاس گئے اور قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ .... لَخٰسِرُوْنَ (یوسف: ۱۱ تا ۱۴)

بولے اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملہ میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیرخواہ ہیں کل

اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں اور (والد گرامی) بولے بے شک مجھے رنج دے گا کہ اسے لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے بے خبر رہو۔ بولے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک جماعت ہیں جب تو ہم کسی مصرف کے نہیں۔

برادرانِ یوسف نے اپنے والد گرامی سے مطالبہ کیا کہ یوسف کو ان کے ہمراہ بھیج دیں اور ظاہر یہ کیا کہ برادران کی یہ خواہش ہے کہ یوسف ان کے ساتھ بکریاں چرائے کھیلے کودے' دوڑے بھاگے اور خوشیاں منائے اور اصل بات کو دل میں مخفی رکھا جسے اللہ ہی جانتا تھا۔ بوڑھے باپ پر اللہ تعالیٰ رحمتیں ہوں آپ نے انہیں جواب دیا' اے میرے بیٹو! دن کا ایک لمحہ بھی اپنے سے یوسف کو جدا کرنا میرے لیے بڑا تکلیف دہ ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ مجھے خطرہ ہے کہ تم لھو ولعب میں مشغول ہو جاؤ گے بھیڑیا آئے گا اور اسے کھا جائے گا تمہاری غفلت اور یوسف اپنی کم عمری کی وجہ سے اپنا دفاع نہ کرسکیں گے قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ' برادرانِ یوسف نے کہا اگر بھیڑیا اس پر حملہ کرے اور ہماری موجودگی میں اسے کھا جائے یا ہماری کسی اور مصروفیت کی وجہ سے ایسا معاملہ پیش آ جائے باوجود یکہ ہم مضبوط جماعت ہوں تو پھر ہم خسارے میں ہیں یعنی عاجز و خسارے والے ہیں۔ اہل کتاب کے ہاں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے پیچھے روانہ کر دیا لیکن وہ راستہ بھٹک گئے پھر کسی راہ چلتے آدمی نے ان کی رہنمائی کی اور انہیں بھائیوں سے ملا دیا یہ بھی ان کی غلطی اور خطا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام تو انہیں بھائیوں کے ساتھ بھیجنے پر آمادہ نہیں تھے چہ جائیکہ انہیں ان کے پیچھے تنہا روانہ کر دیتے؟

کنویں کی ظلمت اور یوسف کی نورانیت:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ .... عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (یوسف: ۱۵ تا ۱۸)

پھر جب اسے لے گئے اور سب کی رائے یہی ٹھہریں کہ اس اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتا دے گا۔ ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے بولے! اے ہمارے باپ ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگر چہ ہم سچے ہوں اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔ (یعقوب علیہ السلام نے) کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنا لی ہے تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔

برادران یوسف نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے پر اصرار کیا تو والد گرامی انہیں بھیجنے پر آمادہ ہو گئے۔ جونہی یعقوب علیہ السلام کی نظروں سے وہ اوجھل ہوئے تو یوسف علیہ السلام کو گالیاں دینے لگے اور قول و فعل سے انہیں ستانے اور اہانت کرنے لگے۔ تاریک کنویں کی گہرائی میں ڈال دینے پر سب نے اتفاق کر لیا' کنویں کے وسط میں ایک پتھر ہوتا ہے جب پانی قلیل ہو تو کوئی آدمی کنویں میں اتر کر اس پتھر پر کھڑا ہو کر پانی نکالتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب بھائیوں نے اس پتھر پر ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ پشیمانی و تکلیف میں مبتلا ہیں بالضرور اس تکلیف سے آپ کو نکال لیا جائے گا اور ایک وقت ہو گا کہ جب تو زمانہ میں باعزت ہو گا اس وقت بھائیوں کو ان کے اس عمل شر پر تو ان کو

آ گاہ فرمائے گا۔ وہ تیرے محتاج اور تجھ سے خوف زدہ ہوں گے اور انہیں شعور تک بھی نہ ہوگا تو کنویں میں ڈالا جانے والا یوسف ہے۔

حضرت مجاہد اور قتادہ علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بھائیوں کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضرت یوسف علیہ السلام کو آ گاہ فرما دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم انہیں ایسے وقت میں ان کے ان کرتوتوں کی خبر دو گے جب وہ تمہیں پہچانتے بھی نہ ہوں گے۔

جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں کے وسط میں موجود پتھر پر رکھ دیا اور واپس لوٹنے لگے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر خون سے آلودہ کر لی' رات کے سائے ڈھلنے کے ساتھ ہی اپنے بھائی پر چیختے چلاتے ہوئے والد کے پاس پہنچے اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ظلم کی شکایت کرنے والے کا رونا تجھے دھوکہ میں مبتلا نہ کردے کیونکہ بہت سے ظالم ظلم بھی کرتے ہیں اور روتے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے برادرانِ یوسف کے رونے کا تذکرہ بایں الفاظ فرمایا ہے: وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ رات کی تاریکی میں اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تاکہ ان کا مکر و فریب اپنا کام دکھا سکے' کہنے لگا: یٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ بولے اے ہمارے باپ ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یوسف کو اپنے اسباب (کپڑے وغیرہ) کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔ یعنی ہم دوڑتے ہوئے دور نکل گئے اور ہماری غیر موجودگی میں بھیڑیا کھا گیا۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں گرچہ آپ کے نزدیک ہم نے کبھی یوسف کو نقصان نہیں پہنچایا لیکن اس کے باوجود ہم آپ کو جو بات بتا رہے ہیں کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے آپ اسے ماننے کے لیے تیار نہ ہوں گے کیونکہ آپ نے ہمیں متہم کیا تھا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے گا تو ہم نے ضمانت فراہم کی تھی کہ ہماری کثرت کے باوجود اسے بھیڑیا کھا جائے یہ کیسے ممکن ہے؟ لیکن ہم بے اعتماد ہو گئے ہیں۔ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے یہ جھوٹا عمل انہوں نے اس طرح کیا کہ بکری کے ایک بچہ کو ذبح کر کے اس کا خون یوسف علیہ السلام کی قمیص پر مَل دیا تاکہ وہ والد کو وہم میں مبتلا کر دیں کہ واقعی بھیڑیے نے کھایا ہے لیکن وہ بھول گئے کہ قمیص کو پھاڑ بھی دیں' جھوٹ کے لیے مصیبت بھول جانا ہے' جب مشکوک علامات ظاہر ہوئیں تو والد کے سامنے ان کا منصوبہ کارگر نہ ہو سکا' والد گرامی بھائیوں کی عداوت اور شفقت پدری کی کثرت پہ بھائیوں کے حسد کو بخوبی جانتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر بچپن میں ہی جلالت و ہیبت کے آثار دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین واثق ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی نبوت کے لیے مختص فرمائے گا۔ انہوں نے محض اس لیے ساتھ لے جانے کے لیے اصرار کیا تھا تاکہ انہیں والد گرامی کی نگاہوں سے غیب کر دیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنالی ہے تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو اہلِ کتاب کا نظریہ ہے کہ روبیل (سب سے بڑا بھائی) نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گراتے وقت اشارہ کیا کہ گھبراؤ نہیں میں تمہیں نکال کر والد گرامی کے ہاں پہنچا دوں گا۔ بھائیوں کو پتا بھی نہ چلے گا لیکن بھائیوں نے اسے غافل رکھا اور قافلے کے ہاتھوں یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا جب دن ڈھلنے کے وقت روبیل

آیا تاکہ یوسف کو کنویں سے نکال لے تو وہاں یوسف کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ وہ چیخ پڑا اور اپنے کپڑے پھاڑ لیے' بکری کے ایک بچے کو ذبح کر کے یوسف کی قمیص کو اس نے خون آلود کر دیا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ لیے اور سیاہ رنگ کی چادر اوڑھ لی اور طویل عرصہ تک اپنے بیٹے پر اشک برساتے رہے یہ چیزیں بھی اہلِ کتاب کی غلطیوں میں سے ہے۔

شام کا قافلہ اور حسین وجمیل بچہ:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا .... نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (یوسف:۱۹تا۲۲)

اور ایک قافلہ آیا' انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا بولا: آہا کیسی خوشی کی بات ہے یہ تو ایک لڑکا ہے اور اسے ایک پونجی بنا کر چھپالیا اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی اور مصر کے جس شخص نے اس کو خریدا وہ اپنی عورت سے بولا انہیں عزت سے رکھو۔ شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ان کو ہم اپنا بیٹا بنالیں اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جماؤ دیا اور اس لیے کہ اسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرما دیا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کا۔

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے حوالے سے بتا رہا ہے کہ جب تاریک کنویں میں انہیں ڈال دیا گیا تو یوسف علیہ السلام خدائی اعانت کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان کے غم کو دور فرما دیا۔ ایک مسافروں کا قافلہ وہاں آیا۔ اہلِ کتاب کا کہنا ہے کہ اس قافلہ کے پاس پستہ' خرما اور بن کے پھل تھے جو کہ شام سے مصر کی جانب لے کے جا رہے تھے۔ انہوں نے ایک آدمی کو کنویں کی جانب روانہ کیا تاکہ پینے کے لیے پانی لائے جب اس نے اپنا ڈول کنویں میں ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول میں داخل ہو گئے جب اس آدمی نے دیکھا قَالَ يٰبُشْرٰى کہا آہا کیسی خوشی کی بات ہے هٰذَا غُلٰمٌ وَّاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً "یہ تو ایک لڑکا ہے اور اسے ایک پونجی بنا کر چھپالیا' پانی لانے والوں نے اوروں کو وہم میں ڈالنے کی کوشش کی کہ اسے ہم نے خریدا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ جو کچھ وہ کر رہے تھے یعنی بھائیوں کا بے بضاعتی کا مظاہرہ کرنا اور جنہوں نے پونجی سمجھ کر چھپایا تھا ان کے اس عمل کو اللہ جانتا تھا اور اس کے بعد آنے والے واقعات بھی خدائی علم میں تھے کہ جو بچہ آج ایک قیدی غلام کی صورت میں مصر کے بازاروں میں بکنے کے لیے جا رہا ہے اسی لڑکے کے ہاتھوں رحمت و برکات کے دروازے اہلِ مصر پہ کھلنے والے ہیں وہ امورِ مملکت کا بادشاہ بننے والا ہے اور انکی کے توسط سے ان بے قدروں کو اللہ تعالیٰ وہ دنیوی واخروی منافع عطا فرمانے والا ہے جن کا شمار بھی ممکن نہ ہوگا۔

کھوٹے سکے اور قیمتی سرمایہ:

جب برادرانِ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ پانی لینے والے یوسف علیہ السلام کو لے کر اپنے قافلہ کے پاس پہنچ چکے ہیں تو وہ بھاگتے ہوئے ان کے پاس جا پہنچے اور کہنے لگے یہ تو ہمارا بھگوڑا غلام ہے۔ قافلہ والوں کے خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں واپس نہ

لے جائیں بھائیوں سے کھوٹے سکوں کے عوض خرید لیا بعض نے کہا کہ قلیل سکوں کے عوض خریدا اور بعض کے نزدیک کھوٹے سکوں کے عوض خریدا۔ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، نوف بکالی، سدی، قتادہ اور عطیہ عوفی علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ بھائیوں نے بیس درہم میں یوسف علیہ السلام کو بیچا اور پھر آپس میں دو دو درہم تقسیم کر لیے۔

مجاہد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بائیس درہم تھے عکرمہ اور محمد بن اسحاق علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ چالیس درہم تھے۔ (واللہ اعلم)

عزیز مصر اور یوسف کی دیکھ بھال:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖ اَكْرِمِيْ مَثْوَاهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا وہ اپنی عورت سے بولا انہیں عزت سے رکھو شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ان کو ہم بیٹا بنالیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام پر لطف و احسان اور رحمت تھی کہ ان کی چاہت کے مطابق انہیں گھر جیسا ماحول عطا کر دیا اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرما دی۔ اہل مصر میں سے جس شخص نے یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا وہ عزیز مصر تھا خزانوں کے قلمدان ان کے سپرد تھا۔ ابن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس کا نام اطفیر بن روحیب تھا۔ اس وقت مصر کا بادشاہ قوم عمالقہ کا ایک شخص دیان بن ولید تھا اور عزیز مصر کی بیوی کا نام راعیل بنت دعاییل تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ نام زلیخا تھا اور ظاہر روایت کے مطابق زلیخا نام نہیں بلکہ لقب تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام فکا بنت ینوس تھا۔ ثعلبی نے اسے ابو ہشام الرفاعی سے بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مصر میں لا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچا تھا وہ مالک بن ذعر بن نویب بن عنقا بن مدیان بن ابراہیم علیہ السلام تھا۔ (واللہ اعلم)

ذہین فطین انسان:

ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے ابوعبیدہ علیہ الرحمۃ اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ مخلوق میں تین آدمی بڑے دانا اور صاحب فراست گزرے ہیں۔ ایک عزیز مصر جب اس نے اپنی بیوی سے کہا اَكْرِمِيْ مَثْوَاهُ کہ یوسف کو عزت سے رکھو اور دوسری وہ لڑکی جس نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے اپنے والد سے سفارش کرتے ہوئے کہا تھا:

يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ (القصص:۲۶)

اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو بے شک بہتر نوکر وہ جو طاقت ور امانت دار ہو۔

اور تیسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنے بعد خلافت کے لیے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد فرمایا۔

ایک قول کے مطابق عزیز مصر نے آپ کو بیس دینار میں خرید لیا اور ایک قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے وزن کے

برابر مشک ریشم اور چاندی جدا جدا دے کر یوسف علیہ السلام کو خریدا (واللہ اعلم)

یوسف علیہ السلام کی دیکھ بھال کے لئے تقرر:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جما دیا۔ یعنی ہم نے عزیز مصر اور اس کی بیوی کو مقرر کر دیا کہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور اس کی دیکھ بھال کا پورا پورا اہتمام کریں ہم نے سرزمین مصر کو یوسف کے لیے باعث امن بنا دیا۔ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ اور اس لیے کہ اسے باتوں کا انجام سکھائیں۔ یعنی خواب کی سمجھ اور ان کی تعبیر سکھائیں۔ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس کے لیے ایسے اسباب و امور پیدا فرما دیتا ہے جن کی طرف بندوں کے فہم و ادراک کی رسائی بھی نہیں ہوتی' اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ مگر اکثر آدمی نہیں جانتے اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

یہ آیات اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ سب کچھ حد بلوغت میں قدم رکھنے سے پہلے ہی تھا چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص و مختص بندوں کو وصف نبوت سے سرفراز فرما کر ان کی طرف وحی بھیجنے کا آغاز فرماتا ہے۔

شدت بلوغت:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ جب اپنی پوری قوت کو پہنچا۔

شدت بلوغت کی عمر میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ امام مالک' ربیعہ' زید بن اسلم اور شعبی علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ احتلام ہو جائے تو شدت بلوغت کی علامت ظاہر ہو جاتی ہے۔ سعید بن جبیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شدت بلوغت کی علامت اٹھارہ سالہ زندگی کی ابتدا ہے ضحاک علیہ الرحمۃ کے نزدیک بیس سال' عکرمہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں پچیس سال' سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں تیس سال' ابن عباس' مجاہد اور قتادہ علیہم الرضوان تینتیس سال اور حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں چالیس سال اور اسی قول پر قرآن پاک کی شہادت ان الفاظ میں مذکور ہے کہ: حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً (یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا)

یوسف' زلیخا:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ .... مِنَ الْخَاطِئِينَ (یوسف: ۲۳ تا ۲۹)

اور وہ (یوسف علیہ السلام) جس عورت کے گھر میں تھا اس نے اسے لبھایا کہ اپنا آپا نہ روکے اور دروازے سب بند کر دیئے اور بولی! آؤ تمہی سے کہتی ہوں کہا اللہ کی پناہ وہ عزیز تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے۔ اس نے مجھے اچھی طرح رکھا بے شک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا ہم نے یوں ہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں' بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے اور دونوں

دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے اس کا کرتہ پیچھے سے چیر لیا اور دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا' بولی کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار (یوسف علیہ السلام نے) کہا اس عورت نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے چاک ہوا تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچ پھر جب عزیز نے کرتا پیچھے سے چرا دیکھا بولا بے شک یہ تم عورتوں کا چرتر (مکر) ہے بے شک تمہارا چرتر بڑا ہے۔ اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ بے شک تو خطا واروں میں ہے۔

ان آیات طیبہ میں اللہ تعالیٰ عزیز مصر کی بیوی کے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے اور اپنی جانب ترغیب دلانے کو بیان فرما رہا ہے جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مقام و حال کے لائق و مناسب نہ تھا اور وہ عورت حسن و جمال' مال و منال' جاہ و منصب اور شباب و جوانی کے اعتبار سے جو بن پر تھی۔ حصولِ مقصد کے لیے دروازے بند کر لیے۔ پھر تیلے اور حسین و جمیل لباس میں ملبوس ہو کر پیش ہوئی' ان ساری باتوں کے ساتھ ساتھ وہ وزیر کی اہلیہ بھی تھی۔

ابن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں علاوہ ازیں وہ مصر کے بادشاہ دیان بن ولید کی بیٹی بھی تھی اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام بھی حسن و جمال لاثانی میں ہونے کے ساتھ ساتھ عنفوانِ شباب پر تھے لیکن آپ انبیاء کرام علیہم السلام کی لڑی سے تھے اور ہالہ نبوت کا ایک دمکتا ہوا موتی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فحش سے محفوظ و مامون رکھتے ہوئے عورتوں کے مکر سے بچا لیا۔

سائے کے نیچے سات آدمی:

حضرت یوسف علیہ السلام ان سات متقی' قابل ستائش آدمیوں میں سے ہو گئے جن کے بارے حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بروز قیامت اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے۔

خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس دن اللہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اس دن سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔ ۱- عادل' بادشاہ' ۲- وہ شخص جو عالم تنہائی میں ذکر الٰہی میں مشغول ہوا پھر خشیت الٰہی سے اس کی آنکھیں بہہ گئیں' ۳- ایسا شخص جس کا دل مسجد سے لگا رہا یہاں تک مسجد سے نکلے اور پھر واپس پلٹ آئے۔ ۴- دو آدمی جو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی آپس میں محبت کرتے ہوں اور اللہ کی خاطر ہی جدائی اختیار کریں۔ ۵- راہ خدا میں خرچ کرنے والا ایسا شخص کہ جو دائیں ہاتھ سے خرچ کرے اور بائیں ہاتھ کو علم بھی نہ ہو۔ ۶- ایسا نوجوان جو عبادت الٰہی میں پروان چڑھا۔ ۷- ایسا آدمی جسے حسین و جمیل عورت دعوت گناہ دے تو وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوتِ گناہ دینے کی کوشش کی اور وہ اس معاملے میں بڑی حریص اور ارمان لیے ہوئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اللہ کی پناہ میرا آقا' مالکِ خانہ اور تمہارا شوہر جو میری پرورش کرنے والا ہے اور احسن مثویٰ اس نے مجھے اچھی طرح رکھا میرے مقام و منصب کو سمجھا اور میرے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (اگر میں احسان فراموشی کروں تو یہ ظلم ہے) بے شک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔ (یوسف:۲۴)

اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ مفسرین کرام کے اکثر اقوال اس آیہ کے تحت اہل کتاب سے ماخوذ ہیں لہٰذا ان سے اعراض ہی بہتر ہے اور جس چیز کا اعتقاد و یقین رکھنا ضروری ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو محفوظ و مامون رکھا اور ہر قسم کے فحش کام سے مبرا و منزہ کیا اور عورتوں کے مکر سے بچالیا اسی لیے حکم الٰہی ہے: كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ ہم نے یونہی کہا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔ حضرت یوسف علیہ السلام تو زلیخا سے پیچھا چھڑانے کے لیے بھاگے لیکن زلیخا آپ کے پیچھے پیچھے آپ کو روکنے کے لیے بھاگی واتفاقاً سیدھا دونوں کو دروازے کے سامنے عورت کا شوہر مل گیا' جلدی سے کلام کرتے ہوئے اور شوہر کو ابھارنے کے لیے کہنے لگی: مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ کیا جزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی زلیخا نے اپنی عزت و ناموس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام دھر دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں۔ ضرورت و حاجت کے وقت حق کہنا ضروری تھا جسے یوسف علیہ السلام نے واضح کر دیا۔

گواہی دینے والا کون تھا؟

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ پنگوڑھے میں کھیلتا ہوا ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ حضرت ابو ہریرۃ' ہلال بن یساف' حسن بصری' سعید بن جبیر' ضحاک اور ابن جریر علیہم الرضوان کی رائے بھی یہی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ زلیخا کے شوہر اطفیر کا کوئی قریبی رشتہ دار جوان آدمی تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ خود زلیخا کا قریبی رشتہ دار تھا بہر حال جن کی رائے ہے کہ وہ ایک مرد تھا وہ ابن عباس' عکرمہ' مجاہد' حسن' قتادہ' سدی' محمد بن اسحاق اور زید بن اسلم علیہم الرحمۃ ہیں۔ اس آدمی نے کہا: اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا کیونکہ اس صورت میں یوسف نے زلیخا کو پھسلانا چاہا ہوگا زلیخا نے دفاع کی کوشش کی تو قمیص آگے سے پھٹ گئی۔ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچ کیونکہ اس صورت میں یوسف علیہ السلام جان چھڑانے کے لیے بھاگے ہوں گے۔ زلیخا نے پیچھے بھاگ کر قمیص کو پکڑا ہوگا اس طرح قمیص پیچھے سے پھٹ گئی ہوگی اور صورتحال بھی ایسے ہی تھی اس لیے کہا:

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۔

جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے چرا دیکھا بولا: بے شک یہ تم عورتوں کا چرتر ہے اور بے شک تمہارا چرتر بڑا ہے یعنی تم عورتوں کا مکر ہے پہلے تو زلیخا تو نے اسے بھلانا پھسلانا چاہا پھر اس پر ناجائز تہمت لگا دی۔ پھر شوہر نے اس سے اعراض کرتے

ہوئے معاف کر دیا اور یوسف علیہ السلام سے کہا یوسف اعرض عن ھذا اے یوسف تم اسکا خیال نہ کرو اور کسی کے سامنے اس کا تذکرہ بھی نہ کرنا کیونکہ ایسے امور چھپانے اور پردہ پوشی کے زیادہ لائق و مناسب ہوتے ہیں۔ اپنی بیوی سے بھی کہا کہ تم بھی اپنے سے صادر ہونے والے گناہ کی معافی مانگ لو اور اپنے رب کے حضور توبہ کر لو کیونکہ بندہ جب صدقِ دل سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں بخش کے اسے اپنے دامن رحمت میں لے لیتا ہے۔ اہل مصر گو بتوں کو پوجتے تھے باوجودیکہ وہ جانتے تھے گناہوں کی بخشش اور گناہوں پر مؤاخذہ فرمانے والی ذات وحدہ لاشریک ہی ہے اسی لیے شوہر نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کا حکم دیا تھا اور خود سزا دینے سے اسے اس لیے معذور رکھا کہ وہ جانتا تھا کہ یوسف کے حسن و جمال کو دیکھ کر زلیخا سے صبر نہ ہوا ہوگا اور وہ بے اختیار ہوگئی ہوگی لیکن چونکہ یوسف علیہ السلام پاک دامن، منزا اور صحیح الرائے تھے۔ بنابریں اللہ نے سلامت رکھا۔

جگ ہنسائی:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيْزُ.................. السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (یوسف:۲۹ تا ۳۴)

اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بی بی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے بے شک ان کی محبت اس کے دل میں بیٹھ گئی ہے ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں تو جب زلیخا نے ان کا چرچا سنا تو ان عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کے لیے مسندیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو ایک چھری دی اور یوسف سے کہا ان پر نکل آ جب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بولیں اللہ کو پاکی ہے یہ تو جنسِ بشر سے نہیں یہ تو نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ۔ زلیخا نے کہا تو یہ ہے وہ جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بے شک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اور بے شک اگر وہ یہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید پڑیں گے اور وہ ضرور ذلت اٹھائیں گے۔ یوسف علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور نادان بنوں گا تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور اس سے عورتوں کا مکر پھیر دیا' بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے ان آیات طیبات میں عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا کے عیب پر کئے جانے والے طعن و تشنیع کا تذکرہ فرمایا ہے طعن و تشنیع کرنے والیاں امیر و کبیر خاندان کی جوان لڑکیاں اور شہر کی دیگر عورتیں تھیں شہر بھر میں یہ چرچے تھے کہ عزیزِ مصر کی بیوی اپنے نوجوان غلام پر فریفتہ اور اس کے ساتھ عشق و محبت کے جنون میں مبتلا ہو چکی ہے جو چال وہ چل رہی ہے ایک معزز و محترم منصب پر فائز ایسے انسان کے لیے یہ کسی طرح بھی لائق و مناسب نہ ہے کیونکہ وہ تو غلاموں کی طرح ایک غلام ہے۔ عورتوں نے کہا: اِنَّا لَنَرَاهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ "ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں۔ یعنی غیر مناسب اور شائستہ عمل سے دوچار ہے۔ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ تو جب زلیخا نے ان کا چرچا سنا یعنی عورتوں کے طعن و تشنیع اور نوجوان غلام کے عشق و محبت میں وارفتگی پر مذمت و عیب کے بیان کرنے کو سنا تو سوچا کہ وہ میری مذمت کرتی ہے جبکہ میں اپنے حالات سے مجبور و معذور ہوں کیا کروں؟ اگر صفائی پیش کروں یا انہیں قائل کرنے کی کوشش کروں تو اعتماد نہیں کریں گی۔ فیصلہ کیا ان کے سامنے اپنے معذور ہونے کو ظاہر کر دوں اور وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں یہ غلام ویسا نہیں ہے جیسا وہ سمجھتی ہیں اور نہ ہی اس جیسا ان کے پاس کوئی ہے۔ زلیخا

نے انہیں مدعو کر کے اپنے گھر جمع کر لیا۔ ان کے لیے ضیافت کا اہتمام کیا' ضیافت میں ایسی چیزوں کا بھی اہتمام کیا جنہیں چھری سے کاٹا جا سکے۔ مثلاً لیموں وغیرہ انتظام و انصرام کرنے' کھانے چن دینے کے بعد ہر مہمان خاتون کے ہاتھ میں ایک ایک چھری بھی تھما دی۔ دوسری طرف زلیخا یوسف علیہ السلام کو خوبصورت کپڑے پہنا کر تیار کروا چکی تھی اور یوسف عین عالم شباب میں تھے' اٹھتے ہوا جوبن' شاہانہ لباس اور پھر حسنِ یوسف سونے پہ سہاگہ تھا۔ بنا سنوار کر یوسف علیہ السلام سے کہا کہ (چونکہ اب محو خورد و نوش ہیں) اب اس حالت میں آپ ان کے سامنے گزر جائیے جب یوسف علیہ السلام نکلے تو یقینی طور پر چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین و جمیل نظر آ رہے تھے۔ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ جب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اس کے عظمت و جلال اور ان کی ہیبت کی شہادتیں دینے لگیں۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی انسان بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ یوسف کو دیکھ کر ان کے حسن میں اتنی بے خود ہو گئی کہ انہیں اپنے آپ کا بھی ہوش نہ رہا جن چھریوں سے پھل کاٹنا تھا ان سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا' وارفتگی حسن یوسف میں انہیں زخموں کا احساس تک نہ ہوا پکار اٹھیں: حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (قسم بخدا) اللہ کو پاکی ہے یہ تو جنسِ بشر سے نہیں یہ تو نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ۔

حسن یوسف علیہ السلام:

حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا انہیں نصف حسن عطا کیا گیا تھا۔

امام سہیلی اور دیگر ائمہ علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے حسن سے نصف حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا ہوا۔ (حضرت آدم علیہ السلام میں حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نمایاں تھی اور حسن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آئینہ خدا ہیں اسی لیے حسنِ یوسف کو دیکھ کر عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے اور حسن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بن دیکھے گردنیں کٹتی ہیں ہاتھ کٹنے آسان اور گردنیں کٹنا معنی دارد۔

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زنان سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی معزز روح ان میں پھونکی۔ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے پیدا ہونے کی بنا پر بشری حسن میں آپ منتہائے کمال پہ تھے اسی لیے اہل جنت حضرت آدم علیہ السلام کے قد اور حسن پر ہوں گے اور یوسف علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے حسن کے مقابلہ میں نصف حسن والے تھے۔ حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کے درمیان کی نسل انسانیت میں ان سے زیادہ حسین و جمیل کوئی شخص نہیں گزرا' جس طرح کہ حضرت حوا علیہا السلام کے حسن و جمال کے بعد حضرت سارہ سے زیادہ کوئی حسین و جمیل اور حضرت حوا علیہا السلام کے مشابہ ان سے زیادہ کوئی اور نہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کا چہرہ مبارک بجلی کی چمک کی طرح تھا کہ جس پر نظر نہ ٹکتی تھی جب کوئی عورت اپنے کسی کام کی غرض سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتی تو آپ اپنا چہرہ مبارک ڈھانپ لیتے اور دیگر اسلاف کا قول ہے کہ اکثر آپ اپنا چہرہ مبارک چھپائے رکھتے تھے کہ کہیں کسی آدمی کی نظر آپ کے چہرہ پر نہ پڑ جائے اسی لیے

جب عزیزِ مصر کی بیوی نے اپنے آپ کو ان کی محبت میں معذور جانا اور شہر کی عورتوں نے چھریوں سے بے اختیار اپنے ہاتھوں کو کاٹتے ہوئے حسن یوسف میں وارفتگی کے عالم میں زلیخا کو اس کی محبت میں معذور مان لیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار سے جو ہیبت و دہشت ان پر طاری ہوئی یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ زلیخا نے کہا تو یہ ہے وہ جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں پھر حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت و عصمت کی شہادت خود دیتے ہوئے کہا: وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ اور بے شک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اور بے شک اگر وہ یہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں پڑیں گے اور وہ ضرور ذلت اٹھائیں گے۔ اب وہی طعن و ملامت کرنے والی عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا کی بات مان لینے اور فرمانبرداری کرنے پر ابھارنے لگیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے ان عورتوں کو سختی سے روک دیا اور انکار کر دیا کیونکہ یوسف علیہ السلام عام انسان تو نہیں تھے بلکہ سلسلہ انبیاء کے ایک تابناک موتی تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام پھر اپنے رب کی بارگاہ میں دست بدعا ہوتے ہوئے عرض کرتے ہیں: رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ۔ اے میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور نادان بنوں گا۔ اے الٰہ العالمین اگر تو نے مجھے میرے نفس و حال کے سپرد کر دیا تو میرا نفس تو عاجز و ناتواں ہے۔ اپنے نفس کے حوالہ سے از خود میں نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں، میں کمزور و ضعیف ہوں کہیں بتقاضائے بشریت میں ان کی طرف مائل نہ ہو جاؤں لہٰذا مجھے ان کے مکر سے بچنے کی تقویت نصیب فرما اور میری عصمت و ناموس کی حفاظت فرما اور اپنی قوت طاقت کا سہارا عطا فرما۔

قید خانے میں نبوت کا فیض:

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ .... الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ (یوسف: ۳۴ تا ۴۱)

تو اس کے رب نے ان کی سن لی اور اس سے عورتوں کا مکر پھیر دیا بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔ پھر سب کچھ نشانیاں دیکھ دکھا کر پچھلی مت انہیں یہی آئی کہ ضرور ایک مدت تک انہیں قید خانہ میں ڈالیں اور اس کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان داخل ہوئے۔ ان میں ایک بولا میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرند کھاتے ہیں اور ہمیں اس کی تعبیر بتائیں بے شک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے کہا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے بے شک میں نے ان لوگوں کا دین نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت سے منکر ہیں اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کا دین اختیار کیا ہمیں نہیں پہنچتا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں یہ اللہ کا ایک فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا

رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر نرے نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری۔ حکم نہیں مگر اللہ کا اس نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے رب بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ رہا دوسرا وہ سولی دیا جائے گا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے۔

اللہ جل شانہ یہاں ارشاد فرما رہا ہے کہ عزیز مصر اور اس کی بیوی سب کچھ نشانیاں دیکھ دکھا چکے اور یوسف علیہ السلام کی عفت و عصمت کا بھی انہیں علم ہو گیا تو اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ یوسف علیہ السلام کو قید کر دینا چاہیے یہ فیصلہ دو وجوہات کی بنیاد پر کیا گیا تھا۔

ایک تو یہ اس حوالے سے کہ جگ ہنسائی ہو رہی ہے اس میں کچھ کمی واقع ہو جائے اور معاملہ کچھ سرد پڑ جائے دوسرا یہ کہ زلیخا کے عیب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے اور لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ یوسف نے ہی زلیخا کو لبھانا چاہا اسی لیے سزا کے طور پر اسے سپرد زنداں کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ ظالمانہ انداز تھا بلا قصور ان کے لیے یہ فیصلہ صادر کر دیا گیا تھا۔

حقیقت حال یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے ان کے لیے قید خانہ ان کا مقدر بنا دیا تھا۔ عورتوں سے انہیں دور فرما کر ان کی عصمت کی حفاظت کا بندوبست فرما دیا تھا اور اسی سے بعض صوفیائے کرام نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے جسے امام شافعی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے کہ عورتوں سے دوری اور اپنے آپ کو بچانا ہی عصمت ہے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ اور اس (یوسف علیہ السلام) کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان داخل ہوئے۔

دونوں میں ایک بادشاہ کا ساقی تھا اس کا نام بنو تھا۔

دوسرا بادشاہ کے باورچی خانہ کا منتظم جسے ترک جاشنگیر کہتے ہیں اس کا نام مجلث تھا۔ بادشاہ نے دونوں کو کسی تہمت لگنے کی بنا پر پابند سلاسل کر دیا تھا جب دونوں نے یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں دیکھا تو یوسف علیہ السلام پر علاماتِ نبوت ان کے طریق عبادت و ریاضت ان کے قول و فعل اور مخلوقِ خدا کے ساتھ حسن اخلاق کو دیکھ کر وہ غیر معمولی طور پر متاثر ہو گئے پھر دونوں میں سے ہر ایک نے خواب دیکھا۔

ساقی نے دیکھا کہ انگور کی بیل کی تین شاخیں ہیں انگور کے گچھوں اور پتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ وہ اسے پکڑ کر بادشاہ کے پیالہ میں ان کا رس نچوڑ رہا ہے پھر اس نے وہ پیالہ بادشاہ کو پینے کے لیے پیش کر دیا ہے۔

باورچی خانہ کے منتظم نے خواب دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیوں کے تین ٹوکرے ہیں۔ بھوکے پرندے اوپر والے ٹوکرے سے کھا رہے ہیں۔

دونوں خواب دیکھنے والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے اپنے خواب بیان کر کے آپ سے تعبیر پوچھی اور کہا: اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک اس کی تعبیر کو میں جانتا ہوں قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا اور جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو خواب تم دونوں نے دیکھے ہیں ان کے وقوع سے پہلے پہلے میں تمہیں ان کی تعبیر بتادوں گا اور میری بتائی ہوئی تعبیر بعینہ واقعہ کے مطابق ہوگی۔

دوسرا مفہوم اس سے یہ بھی لیا گیا ہے جو کھانا تمہارے پاس آئے گا اس کے آنے سے قبل ہی میں تمہیں اس کی حقیقت بتا سکتا ہوں کہ وہ کھانا میٹھا ہے یا کڑوا؟

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ (آل عمران: ۴۹)

اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ جو کچھ میں تمہیں بطور تعبیر بتا رہا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم سے ہے اسی ذات واحد لاشریک پر میرا ایمان ہے اور میں اپنے باپ حضرت ابراہیم' اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کا پیرو ہوں۔ مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا ہمیں نہیں پہنچتا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر کہ اس نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی اور دوسرے لوگوں پر بھی یعنی اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کو اس کی طرف بلائیں اور انہیں ہدایت و رہنمائی سے آشکار کریں۔ یہ چیز لوگوں کی طبیعت و فطرت میں مرکوز اور ان کی جبلت میں داخل ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں دعوتِ توحید دی اور خالق کائنات کے سوا کسی اور کی پوجا کی مذمت بیان کی' بتوں کی حقارت و کمزوری اور ان کے ضعف کو بیان کرتے ہوئے کہا:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ......الخ

اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب۔ تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر نرے نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری' حکم نہیں مگر اللہ کا یعنی اپنی تخلیق میں تصرف فرمانے والا اور اپنی چاہت و ارادے کے مطابق کرنے والا وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہیوں کی ٹامک ٹوئیوں کی نظر کر دیتا ہے۔ امر ان لاتعبدوہ الا ایاہ اس نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو ذالك الدین القیم یہ سیدھا دین ہے اور صراط مستقیم ہے ولٰکن اکثر الناس لایعلمون لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہر چیز کے ظاہر و باہر ہونے کے باوجود حصول ہدایت کے لیے وہ قدم نہیں اٹھاتے۔ آپ کی دعوت توحید ان دونوں کے لیے غایت کمال کی تھی کیونکہ وہ دونوں قیدی آپ کی عظمت کے معترف و قائل تھے لوہا کو گرم دیکھتے ہوئے آپ نے ہدایت کی چوٹ لگانا زیادہ مناسب سمجھا اور مناسب بھی یہی تھا کہ جو انہوں نے مطالبہ اور سوال کیا ہے اس سے بھی نفع مندبات سے انہیں آگاہ کیا جائے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے ذمہ واجب الادا فرض کو پورا کر چکے اور انہیں راہ ہدایت دکھا چکے تو فرمایا: یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّا اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک (ساقی) تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا۔ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ رہا دوسرا (باورچی) وہ سولی دیا جائے گا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے۔ فَقُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ یقینی طور پر حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے۔

اسی لیے حدیث پاک میں ہے کہ خواب آدمی پر پرندے کی طرح اڑتا رہتا ہے جب تک اس کی تعبیر بیان نہ کی جائے جب تعبیر بیان کردی جائے تو واقع ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود، مجاہد، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ دونوں قید کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: فَقُضِيَ الْاَمْرُ.......... بِضْعَ سِنِيْنَ تم نے دیکھا یا نہ دیکھا حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے اور یوسف علیہ السلام نے ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے رب کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے (رب بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے تو یوسف علیہ السلام کئی برس اور جیل خانہ میں رہے۔

قید خانہ کی مدت:

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس شخص کو جس کے زندہ بچ جانے کی قوی امید تھی اور وہ بادشاہ کا ساقی تھا۔ اسے فرمایا کہ اذکرنی عند ربك اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا کہ بغیر جرم کے مجھے پابند سلاسل کیا ہوا ہے۔ یوسف علیہ السلام کا یہ فرمان اس بات کی دلیل فراہم کرتا ہے اسباب میں سعی وکوشش کرنا رب کائنات پر توکل کے منافی نہیں ہے لیکن فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ تو شیطان نے اسے بھلا دیا اپنے رب بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ذکر یعنی دونوں میں سے جسے پروانہ نجات ملا تھا وہ واقعی ساقی تھا آزادی و رہائی کے بعد یوسف علیہ السلام کا کیا ہوا تاکیدی حکم شیطان نے اس کی طاق نسیاں میں ڈال دیا۔

فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ (تو یوسف علیہ السلام کئی برس جیل خانہ میں رہا) یوسف علیہ السلام کی قید خانہ کی مدت میں کئی ایک اقوال ہیں۔

ایک قول: تین سے نو سال تک

دوسرا قول: تین سے سات سال

تیسرا قول: تین سے پانچ سال تک

چوتھا قول: دس سال سے کم ہی تھے (واللہ اعلم)

ثعلبی علیہ الرحمۃ نے اسے نقل فرمایا ہے:

امام فراء نے اس کا انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا بضع کا لفظ دس سے کم کے لیے استعمال ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ تو دہائیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی دس اور دس سے زائد دس، بیس، تیس وغیرہ کہا جاتا ہے بضعہ عشر (دس سے کچھ اوپر) بضع وعشرون الی التسعین (بیس سے کچھ اوپر نوے تک)

یوں نہیں کہا جاتا بضع ومائة، بضع و الف (سو سے کچھ اوپر اور ہزار سے کچھ اوپر)

امام فراء علیہ الرحمۃ کے رد کے لیے مذکورہ آیت کہ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ کہ یوسف علیہ السلام کئی برس جیل

خانہ میں رہے۔ یہی کافی ہے کیونکہ اکثر مفسرین کی رائے دس سال سے کم عرصہ کی ہے اور پھر سورۃ روم میں بضع سنین سے بھی مراد نو سال ہی ہیں۔ جوہری نے بھی فراء کی مخالفت کی ہے کہ ایسا کہنا درست نہیں ہے۔

لیکن علامہ جوہری کی رائے بھی درست نہیں ہے کیونکہ حدیث نبوی ہے: الایمان بضع وَ عِشْرُوْنَ اِلٰی تِسْعِیْنَ بِضْعَۃ و ستون ۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے وسبعون شعبۃ ایمان کے ساٹھ اوپر چند شعبے ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق ستر اوپر چند شعبے ہیں۔

اَعْلاَ ھا قول لاالہ الا اللہ وادنا ھا اماطۃ الاذی عن الطریق ۔

سب سے اعلیٰ شعبہ لا الہ الا اللہ کہنا اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام پر رحم وکرم فرمائے۔ اگر یوسف علیہ السلام اذکرنی عند ربك (اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا) یہ کلمات استعمال نہ فرماتے تو انہیں قید خانہ میں اتنا عرصہ نہ ٹھہرنا پڑتا جتنا عرصہ وہ ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا لوانَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ آوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ کاش مجھے تمہارے مقابلے میں زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا انہوں نے اللہ کی بارگاہ سے مضبوط پائے کی پناہ طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جو نبی بھی تشریف لائے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قوم میں صاحب ثروت وصاحبِ وقار بنا کر بھیجا۔

بادشاہ کے خواب یوسف علیہ السلام کی رہائی کے اسباب:

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرَاتٍ .... وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ (یوسف:۴۳تا۴۹)

اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھیں سات گائیں فربہ کہ انہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہے اور سات بالیں ہری اور دوسری سات سوکھی اے درباریو! میری خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو (درباری) بولے پریشان خوابیں ہیں اور ہم خواب کی تعبیر نہیں جانتے اور بولا وہ جوان دونوں میں سے بچا تھا اور ایک مدت بعد اسے یاد آیا میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا مجھے بھیجو۔ اے یوسف اے صدیق ہمیں تعبیر دیجئے سات فربہ گائیوں کی جنہیں سات دبلی کھاتی ہیں اور سات ہری بھالیں اور دوسری سات سوکھی شاید میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں، شاید وہ آگاہ ہوں (یوسف علیہ السلام) نے کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار تم جو کاٹو اسے اس کی بال میں رہنے دو مگر تھوڑا جتنا کھالو پھر اس کے بعد سات برس کرّے (سخت) آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا جو بچالو پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینہہ دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ تمام امور حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے احترام اور باوقار انداز کے ساتھ قید سے نکلنے کے اسباب تھے۔

جس نے یہ خواب دیکھا تھا وہ مصر کا بادشاہ کریان بن ولید بن ثروان بن اراشہ بن فاران بن عمرو بن عملاق بن لاوذ بن سام

بن نوح علیہ السلام تھا۔

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ بادشاہ کا خواب یہ تھا کہ وہ ایک نہر کنارے کھڑا ہے دریں اثنا سات فربہ گائیں نہر سے نکل کر قریبی باغیچے میں چرنا شروع کر دیتی ہیں کچھ دیر بعد سات دبلی پتلی اور کمزور گائیں اور نہر سے نکلتی ہیں وہ بھی اسی باغیچے میں چرتے ہوئے فربہ گائیوں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور ان فربہ گائیوں کو ہڑپ کر جاتی ہیں۔ بادشاہ حواس باختہ ہو کر اٹھتا ہے پریشانی کے عالم میں پھر محوِ استراحت ہوتا ہے پھر دیکھتا ہے۔ سات ہری بالیں اور سات دوسری سوکھی، سات خشک بالیں سات سبز بالوں کو کھا گئی پھر حواس باختہ ہو کر اٹھا۔

بادشاہ نے یہ واقعہ اپنی قوم اور اس کے سرداروں کے سامنے بیان کیا تو ان میں سے ایک شخص بھی بطریقِ احسن اس کی تعبیر نہ بتا سکا قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بلکہ کہنے لگے یہ تو پریشان خیالی کے خواب ہیں۔ غالباً ان کی کوئی تعبیر بھی نہیں ہے اور نہ ہم اس کی تعبیر بتا سکتے ہیں۔

تب نجات پانے والا وہ شخص جسے حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ نے سامنے ان کا ذکر کرنے کی تاکید کی تھی اور وہ تا حال بھولا ہوا تھا اسے فوراً یاد آیا یقیناً یہ تقدیر الٰہی اور حکمت الٰہی تھی کہ اس نے بادشاہ کے خواب اور اس کی تعبیر بتانے سے لوگوں کے عجز کو دیکھا تو اسے یوسف علیہ السلام کا معاملہ یاد آ گیا۔ اس لیے حکم الٰہی ہے وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ اور بولا وہ جوان دونوں میں سے بچا تھا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اور ایک مدت بعد اسے یاد آیا اور وہ مدت کئی سال تھی۔

ابن عباس، عکرمہ اور ضحاک علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ بعد امۃ ای بعد نسیان یعنی بھول جانے کے بعد اسے یاد آیا جبکہ امام مجاہد علیہ الرحمۃ کے نزدیک بَعْدَ اُمَّةٍ میم کے سکون کے ساتھ انہوں نے بھی اس کے معنی یہی مراد لیے ہیں۔

امهت و کنت لاانسی حدیثا.......... کذالك الدهریز ری بالعقول .

میں بھول گیا حالانکہ میں بات بھولا نہیں کرتا ایسے ہی زمانہ عقل پر عتاب کرتا ہے۔

نجات پانے والے شخص نے بادشاہ اور اپنی قوم سے کہا: اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا مجھے بھیجو یوسف علیہ السلام کے پاس، پس وہ آدمی یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی یوسف اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ..... الخ ۔ اے یوسف اے صدیق ہمیں تعبیر دیجئے سات فربہ گائیوں کی جنہیں سات دبلی کھاتی ہیں اور سات ہری بالیں اور دوسری سات سوکھی شاید میں لوگوں کی طرف جاؤں، شاید وہ آگاہ ہوں۔

اہل کتاب کہتے ہیں کہ جب ساقی نے یوسف علیہ السلام کے بارے شاہِ وقت کو اطلاع دی تو بادشاہ نے انہیں حاضر کرنے کے لیے استدعا کی پھر بادشاہ نے خود سارا واقعہ بیان کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے سامنے اس کی تفسیر و تعبیر بیان کی لیکن یہ مفروضہ غلط و بے بنیاد ہے۔ صحیح اور درست وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں بیان فرما دیا ہے نہ کہ ان جاہلوں کے من گھڑت قصہ جات حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے جب ساقی نے خواب بیان کیا تو آپ نے بلا تاخیر اور بغیر کسی شرط کے علم الٰہی سے اس کی تعبیر فرما دی نہ تو رہائی کی طلب میں جلدی مانگی اور نہ ہی کوئی اور شرط عائد کی بلکہ بتا دیا پہلے سات سال خوشحال اور بعد والے سات سال میں قحط ہوگا ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ پھر ان کے بعد ایک برس

آئے گا جس میں لوگوں کو بارش، خوشحالی اور آسودگی دی جائے گی۔ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ اس سال خوشحالی کا یہ عالم ہوگا کہ گنے، انگور، زیتون اور تلوں وغیرہ کا رس نچوڑیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ صرف انہیں تعبیر بتادی بلکہ خوشحالی اور قحط کے دوران منصوبہ بندی سے بھی آگاہی و رہنمائی عطا کردی۔ خوشحالی کے سات سالوں میں دانوں کو خوشوں میں ہی رہنے دو تاکہ محفوظ رہ سکیں پھر قحط سالی کے سالوں میں قناعت کے ساتھ اور کفایت شعاری کے ساتھ انہیں استعمال میں لاؤ۔ یہ سب کچھ حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال درجہ کی فہم و فراست اور علم و ادراک کا غماز تھا۔

قید خانہ سے رہائی اور زلیخا کا اعتراف:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي .... غَفُورٌ رَّحِيمٌ (یوسف: ۵۰ تا ۵۳)

اور بادشاہ بولا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب اس (یوسف علیہ السلام) کے پاس ایلچی آیا (یوسف علیہ اسلام نے) کہا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس پلٹ جا پھر اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بے شک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے۔ بادشاہ نے کہا اے عورتوں تمہارا کیا کام تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھانا چاہا بولیں اللہ کی پاکی ہے ہم نے ان میں کوئی بدی نہیں پائی عزیز کی عورت بولی! اب اصلی بات کھل گئی ہے میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تھا اور بے شک وہ سچے ہیں۔ یوسف علیہ اسلام نے کہا یہ میں نے اس لیے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہ کی اور اللہ دغا بازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

جب بادشاہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کا علم و عقل کا کمال اور فہم و فراست اور صحیح الرائے ہونے کی انتہائی حقیقت آشکار ہو گئی تو انہیں قرب خاص دینے کے لیے اپنے پاس لانے کے لیے حکم دیا قاصد پیغام لے کر حضرت یوسف علیہ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو یوسف علیہ اسلام نے اس چیز کو پسند فرمایا کہ اس وقت تک میں قید خانہ سے باہر نہ نکلوں جب تک ہر ایک پر ظاہر نہ ہو جائے کہ مجھے بغیر جرم کے ظلماً پابند سلاسل کیا ہوا تھا اور جس جرم کو میری ذات کی طرف منسوب کیا گیا تھا میں اس سے بری الذمہ ہوں حضرت یوسف علیہ اسلام نے اس قاصد سے فرمایا: اِرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب (بادشاہ) کے پاس واپس پلٹ جا فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّىْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ پھر اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بے شک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے۔ اس سے مراد یہ تھی میرا مالک جانتا ہے میری برأت کو جس سے مجھے مہتم کیا جاتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اپنے بادشاہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ عورتوں سے پوچھے کہ جب انہوں نے مجھے بھلانا چاہا تو میں کس قدر سختی سے اپنا دفاع کر کے ان کے مکر سے بچتا رہا اور وہ مجھے ایک نازیبا اور غیر مناسب امر پر اکساتی رہیں جو میرے لائق و مناسب نہ تھا جب عورتوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے اعتراف جرم کرتے ہوئے حقیقت حال کھول کر رکھ دی۔ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ بولیں اللہ کی پاکی ہے ہم نے ان (یوسف علیہ السلام) میں کوئی بدی نہیں پائی۔

قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِیْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ عزیز کی عورت (زلیخا) بولی اب اصل بات کھل گئی ہے اور حقیقت حال واضح ہو چکی ہے حق بھی یہی ہے کہ حق بات کی ہی پیروی کی جائے سنو اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ یوسف جو کہتے ہیں وہ بالکل سچے ہیں میں نے انہیں لبھانا چاہا اور وہ میری طرف قطعاً مائل نہیں ہوئے ظلماً انہیں قید کیا گیا ہے اور انہیں قید کرانے کا سارا ڈرامہ جھوٹ اور بہتان کا پلندا ہے۔

ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے یہ سارا معاملہ اس لیے کروایا ہے تاکہ اس تحقیق کے نتیجے میں عزیز مصر کو پتا چل جائے کہ اس کی غیر موجودگی میں میں نے کسی قسم کی خیانت نہیں کی۔ یہ کلام حضرت یوسف علیہ اسلام کا ہے لیکن بعض نے کہا کہ یہ کلام زلیخا کا ہے کہ اس نے اعتراف کر کے اپنے شوہر پر واضح کر دیا گو حضرت یوسف علیہ السلام کو پھانس لینے کی میری خواہش و کوشش تھی لیکن کسی قسم کا فحش فعل واقع نہیں ہوا۔

ائمہ متاخرین وغیرہ نے دوسرے قول جبکہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم علیہما الرحمۃ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے اور بعض نے کہا کہ زلیخا کا ہے۔

خزائن مصر یوسف علیہ اسلام کے قدموں میں:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ .... وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ (یوسف:۵۴ تا ۵۷)

اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں اپنے لیے چن لوں پھر جب اس سے بات کی کہا بے شک آج آپ ہمارے یہاں معزز ومعتمد ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر (مقرر) کر دے بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں اور یوں ہی ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس ملک پر قدرت بخشی۔ اس میں جہاں چاہے رہے ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکوں کا نیک ضائع نہیں کرتے اور بے شک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے جو جرم حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب تھا جب بادشاہ کے سامنے اس سے براۃ اور عفت ظاہر ہوگئی تو بادشاہ نے کہا: اِئْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں اپنے لیے چن لوں یعنی یوسف علیہ السلام کو عنانِ حکومت وسلطنت کا سرکردہ بنانے کے لیے مخصوص کرلوں اور اپنے حاشیہ برداروں میں شامل کرلوں پھر جب یوسف علیہ السلام کے تشریف لانے پر گفت وشنید ہوئی تو بادشاہ نے حقیقت یوسف سے پردہ اٹھتے دیکھ کر کہا: اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ" بے شک آج آپ ہمارے یہاں معزز ومعتمد ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ" مجھے زمین کے خزانوں پر (مقرر) کردو بے شک میں حفاظت والا علم ہوں۔ حضرت یوسف علیہ اسلام نے بادشاہ سے زمین کے خزانے (گیہوں وغیرہ) سے متعلق امور کی نگرانی کا مطالبہ کیا کیونکہ آپ کو یقین کامل تھا اور نگاہِ نبوت سے ملاحظہ فرمارہے

تھے خوشحالی کے سات سال بیت جانے کے بعد خلل وقحط واقع ہونے والا ہے لہٰذا خلق خدا کے لیے احتیاطی تدابیر اور نرمی ومحبت اختیار کر کے خالق کائنات کو راضی کیا جاسکتا ہے۔ اسی لیے بادشاہ سے کہا کہ جو کچھ میرے سپرد ہوگا میں اس کی حفاظت کروں گا اور ہر چیز کو بطور امانت سمجھتے ہوئے محفوظ رکھوں گا اور زمین کے خزانوں کی اصلاح واحتیاط کی ذمہ داری کو بطریق احسن نبھاؤں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس اندازِ تکلم سے ایسے شخص کے لیے امارت وعہدہ کی طلب کے جواز کی دلیل فراہم ہو جاتی ہے جسے اپنی ذات کے ایماندار ہونے اور ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا یقین کامل ہو۔ اہل کتاب کہتے ہیں کہ پھر فرعون مصر (بادشاہ) نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔ سرزمین مصر کی عنانِ حکومت وسلطنت ان کے سپرد کر دی۔ اپنی انگوٹھی ان کے سپرد کر کے ریشمی لباس اور گلے میں سونے کا ہار پہنا کر اپنی دوسری مخصوص سواری پر انہیں سوار کرتے ہوئے ان کے سامنے اعلان عام کیا اے یوسف! آج سے تو ہی رب (بادشاہ) اور امور حکومت کا سربراہ ہے مجھے کرسی کے سوا اور تم پر کوئی فوقیت وبرتری حاصل نہیں ہے۔

رشتہ ازدواج:

جب بادشاہ نے عنانِ سلطنت آپ کے سپرد کی اس وقت آپ کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ بادشاہ نے ایک عظمت وشان والی خوبرو عورت سے آپ کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا۔

ثعلبی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے عزیز مصر قطفیر کو اس کے عہدہ سے معزول کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو والی مصر بنا دیا۔ جب قطفیر مر گیا تو اس کی بیوہ زلیخا سے حضرت یوسف علیہ السلام کی شادی ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے شادی کے بعد حضرت زلیخا کو باکرہ اور کنواری ہی پایا کیونکہ سابق عزیز مصر قطفیر نامرد ہونے کی بنا پر عورت سے قربت نہ کر سکتا تھا۔ (مشیت ایزدی یہی تھی کہ زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے محفوظ رکھا جائے۔)

حضرت یوسف علیہ السلام کے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام افرائیم اور دوسرے کا منشا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ملک مصر میں امن عامہ اور عدل وانصاف کا بول بالا کر کے اسے مضبوط ومستحکم کر دیا اور عوام مصر کے دل جیت لیے۔

یوسف علیہ السلام جب بادشاہ کے پاس تشریف لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ بادشاہ نے آپ کے ساتھ ستر زبانوں میں گفتگو کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ہر بات کا جواب اسی زبان میں دیا جس زبان میں شاہ مصر گفتگو کرتا۔ شاہ مصر اس کم سنی میں آپ کے علم وادراک اور ذہانت وفطانت سے بڑا متاثر ہوا۔ پھر آگے ارشاد الٰہی ہوتا ہے: وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ اور یوں ہی ہم نے یوسف علیہ السلام کو قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر لینے کے بعد ملک مصر کی عنانِ حکومت عطا کر کے اس ملک پر قدرت بخشی جہاں چاہے عزت وعظمت اور آزادی سے رہے۔ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ہم اپنی رحمت سے جسے چاہیں پہنچا ئیں یہ جزائے ایزدی ہے اور اہل ایمان کے لیے سرمایہ خیر وبھلائی ہے اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ اور آخرت کا اجر ان کے لیے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

شاہِ مصر کا قبولِ اسلام:

محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شاہِ مصر ریان بن ولید حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوگیا تھا۔
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وراء مضيق الخوف متسع الامن　　　　واول مفروح به غاية الحزن

خوف کی تنگی کے پیچھے امن کی وسعتیں ہیں اور خوشیوں کی ابتدا سے قبل رنج والم کی انتہا ہے۔

فلاتيا سن فالله ملك يوسف　　　　خزائنه بعد الخلاص من السجن

(تکالیف کو دیکھ کر) مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد ہی خزائن مصر کا مالک بنایا تھا۔

بے بس بھائی:

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ......... لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (یوسف:۵۸تا۶۲)

اور یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے تو اس کے پاس حاضر ہوئے یوسف علیہ اسلام نے انہیں پہچان لیا اور وہ اس سے انجان رہے اور جب ان کا سامان مہیا کر دیا۔ (حضرت یوسف علیہ السلام) نے کہا اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لاؤ کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں پھر اگر اسے لے کر میرے پاس نہ آؤ تو تمہارے لیے میرے یہاں ماپ نہیں اور میرے پاس نہ پھٹکنا بولے ہم اس کی خواہش کریں گے اس کے باپ سے اور ہمیں یہ ضرور کرنا اور یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے کہا کہ ان کی پونجی ان کی خورجیوں (کجاوے) میں رکھ دو شاید وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں شاید وہ واپس آئیں۔

اللہ جل شانہ یہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے مصر آمد کی خبر دے رہا ہے کہ جب وہ اس قحط سالی کا شکار ہو کر حصول غلہ کے لیے مصر آئے تھے جس قحط نے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت ملکِ مصر میں دینی دنیوی امور کے حاکم تھے جب برادرانِ یوسف علیہ السلام داخل ہوئے تو دیکھتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا لیکن بھائی یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے کیونکہ ان کے وہم وگمان کے کسی گوشہ میں بھی یہ بات نہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام جنہیں بے یارومددگار ایک کنویں میں پھینک دیا تھا اور کھوٹے سکوں کے عوض اسے قید غلامی میں دے دیا تھا وہ عظمت و مرتبت کے اس مقام پر بھی فائز ہوسکتا ہے اسی وجہ سے برادران یوسف انہیں پہچاننے سے عاجز رہے۔ اہل کتاب کا کہنا ہے کہ جب برادران یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا بھائیوں کو پہچان لینے پر یوسف علیہ السلام کی کوشش تھی کہ وہ مجھے نہ پہچان لیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئے کہ تم جاسوس ہو؟ اور ہمارے ملک کی جاسوسی کی غرض سے آئے ہو بھائی بولے اللہ کی پناہ ہماری قوم تو بھوک اور افلاس کی مشقتیں برداشت کر رہی ہیں ہم ان کے لیے غلہ لینے یہاں آئے ہیں ہم سب کنعان کے ایک

بوڑھے باپ کے فرزند ہیں ہم بارہ بھائی تھے ہم میں سے ایک غائب ہو گیا تھا اور ہمارا سب سے چھوٹا بھائی ہمارے والد گرامی کی خدمت کے لیے ان کے پاس ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن تمہارے معاملہ میں میں تحقیق کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اہل کتاب کا یہ بھی کہنا ہے کہ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں تین دن کے لیے قید کرنے کا حکم دے دیا تین دن گزرنے کے بعد پھر انہیں رہا کیا اور شمون کو اپنے پاس روک لیا۔ دوسروں کو حکم دیا کہ چھوٹے بھائی کو جسے والد کے پاس چھوڑ کے آئے ہوا سے بھی لے کر آؤ۔

بنیامین سے ملنے کا بہانہ:

وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ (اور جب ان کا سامان مہیا کر دیا)

یہ طے شدہ فیصلہ تھا کہ ہر انسان کو ایک اونٹ غلہ کا دیا جائے۔ اس سے زیادہ نہیں اسی فیصلے کے مطابق ہر بھائی کو ایک اونٹ غلہ مہیا کر دیا تو کہا ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ حضرت یوسف علیہ السلام نے باتوں باتوں میں گھر کا سارا حال لے لیا تھا کہ تم کتنے بھائی تھے اب کتنے ہو؟ سب سے چھوٹا کہاں ہے؟ بھائی بھی بتا چکے تھے کہ ہم بارہ ہیں ایک ہم میں سے عرصہ ہوا کہیں کھو گیا ہے اور سب سے چھوٹا والد گرامی کی خدمت میں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ آئندہ سال جب تم غلہ لینے کے لیے آؤ تو اسے بھی اپنے ہمراہ لے کر آنا ان میں جذبہ پیدا کرنے اور برانگیختہ کرنے کے لیے فرمایا: أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا دیتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں انہیں ترغیب دلانے کے لیے باور کرایا کہ میں نے تمہارے میزبانی کے حوالے سے جو حسن سلوک روا رکھا کیا وہ بہتر نہ تھا.....؟ اور پھر انہیں ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم بھائی کو لے کر نہ آئے تو فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ تو تمہارے لیے میرے یہاں ماپ نہیں اور میرے پاس نہ پھٹکنا نہ تو میں تمہیں غلہ دوں گا اور بالکل میرے قریب آنے کی کوشش کرنا بلکہ پہلی مرتبہ جو میں نے تم پر احسان کیا ہے اگر چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر نہ آئے تو معاملہ بالکل اس کے برعکس ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں ترغیب و ترہیب دلا کر چھوٹے بھائی کو ان کے ہمراہ لانے پر پوری کوشش کی وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ اور ہمیں یہ ضرور کرنا ہے اور ہم اسے لانے پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پھر خدام و غلام کو حکم دیا کہ یہ لوگ غلہ خریدنے کے لیے بطور معاوضہ جو کچھ بھی لے کر آئے ہیں انہیں ایسی احتیاطی تدابیر سے ان کے سامان میں رکھ کر انہیں واپس دے دو کہ انہیں علم تک نہ ہو لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ شاید اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں شاید وہ واپس آئیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے عوضانہ کو کیونکر واپس فرمایا اس بارے مفسرین کرام کی مختلف آراء ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ جب اپنے گھر جا کر اپنا سامان کھولیں گے تو اسے لوٹانے کے لیے جلد واپس آئیں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ممکن ہے ان کے پاس پیسے نہ ہوں اور وہ واپس نہ پلٹیں اس لیے ان کے سامان میں ان کا عوضوانہ رکھ دیا تا کہ وہ لے کر غلہ خریدنے کے لیے واپس پلٹیں گے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ: حضرت یوسف علیہ السلام نے ننگ وعار محسوس کی کہ ان سے غلہ کے عوض معاوضہ وصول کروں۔

اہل کتاب کے نزدیک معاوضہ کے طور پر دیئے جانے والے چاندی کے ٹکڑے تھے۔

روئیدادِ سفر اور بنیامین کو ساتھ لے جانے کی کوشش:

فَلَمَّا رَجَعُوْا اِلٰی اَبِیْهِمْ .... لَا یَعْلَمُوْنَ (یوسف:۶۳ تا ۶۸)

پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے بولے اے ہمارے باپ ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔ (والد گرامی نے) کہا کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اسکے بھائی کے بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا اپنی پونجی پائی کہ ان کو پھیردی گئی ہے بولے اے ہمارے باپ اب اور کیا چاہیں یہ ہے ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کردی گئی اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں یہ دنیا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں (حضرت یعقوب علیہ السلام نے) کہا میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دے دو کہ ضرور اسے لے کر آ ؤ گے مگر یہ کہ تم اپنے گھر جاؤ پھر جب انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو عہد دے دیا کہا اللہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کہہ رہے ہیں اور (یعقوب علیہ السلام نے) کہا اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے نہ داخل ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا۔ حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ چاہیے اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا وہ کچھ انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا ہاں یعقوب علیہ السلام کے جی کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی اور بے شک وہ صاحبِ علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے ان آیات طیبات میں برادران یوسف کے والد گرامی کے حضور لوٹ آنے کے بعد کے واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔

مُنِعَ مِنَّا الْکَیْلُ بیٹوں نے آ کر عرض کی ابا حضور اگر بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دو تو فبہا ورنہ اس سال کے بعد ہمارے لیے غلہ کی ترسیل ممنوع ہو جائے گی وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ قَالُوْا یٰاَبَانَا مَا نَبْغِیْ جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو جو کچھ ان کی خواہش تھی ان کی خواہش کے مطابق ان کی پونجی ان کے سامان میں رکھ کر واپس لوٹا دی گئی تھی اور یہی ان کی خواہش تھی کہنے لگے ابا حضور اور ہمیں کیا چاہیے؟ ونمیر اھلنا اور ہم اپنے گھر والوں کی ضرورت کے لیے غلہ لائیں۔ وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور اس کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں گے فرمان ایزدی ہے: ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ یہ [illegible] کے سامنے کچھ نہیں یعنی دوسرے بیٹے کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کے مقابلہ میں یہ غلہ حضرت [illegible] بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے صاحبزادے بنیامین [illegible] سے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آپ محسوس کرتے تھے

اوراس کے ذریعے یوسف کی تسلی ہو جاتی تھی وہ یوسف علیہ السلام کا متبادل تھے اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: لَئِنْ اَرْسَلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دے دو کہ ضرور اسے لے کر آ ؤ گے مگر یہ کہ تم تمام اس کے لانے سے عاجز آ جاؤ اور تم گھر (روک دیئے) جاؤ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ پھر جب انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پختہ اقرار و عہد کرلیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کے بارے اپنے آپ پر احتیاطی تدابیر کا یقین کرلیا تو کہا اللہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو کہہ رہے ہیں۔ حذر و احتیاط تقدیر الٰہی سے بے نیاز نہیں کرسکتی اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے اور اپنے قبیلہ کے لیئے غلہ کی ضرورت نہ ہوتی تو اپنے پیارے بیٹے کو آپ کبھی بھی روانہ نہ فرماتے لیکن تقدیر الٰہی اٹل ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اسے پسند فرما کر اسی کا فیصلہ فرما دیتا ہے وہ حکیم و علیم ذات بابرکات ہے۔

نظر بد سے محفوظ رہو:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو حکم دیا کہ شہر میں ایک ہی دروازے سے اکٹھے داخل ہونے کے بجائے جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ حکم دینے کا مقصد بیٹوں کو نگاہِ بد سے محفوظ رکھنا تھا کیونکہ وہ سب شکیل و جسیم اور حسین و جمیل تھے ابن عباس، مجاہد، محمد بن کعب، قتادہ، سدی اور ضحاک علیہم الرحمۃ کی رائے یہی ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ حکم دینے کا مقصد یہ تھا کہ شاید کہیں سے یوسف علیہ السلام کی خبر اور نام و نشان مل جائے۔ یہ رائے ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ کی ہے لیکن پہلی رائے زیادہ ظاہر ہے اسی لیے فرمایا: وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ میں کچھ تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ .... الخ ۔ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا وہ کچھ انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا ہاں یعقوب علیہ السلام کے جی کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ اس مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دراہم نہیں بلکہ پستہ، بادام، صنوبر، بن، شہد وغیرہ بھیجا تھا۔

لو بنیامین بھی گئے.........

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ .... اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ (یوسف: ۶۹ تا ۷۹)

اور جب وہ (برادران) یوسف علیہ السلام کے پاس گئے اس (یوسف علیہ السلام) نے اپنے بھائی (بنیامین) کو اپنے پاس جگہ دی (یوسف علیہ السلام نے) کہا یقین جان میں ہی تیرا بھائی ہوں تو یہ جو کچھ کرتے ہیں اس کا غم نہ کھا۔ پھر جب ان کا سامان مہیا کر دیا پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کہ اے قافلہ والو! بے شک تم چور ہو، بولے اور اس کی طرف متوجہ ہوئے تم کیا نہیں پاتے؟ بولے بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں (برادران یوسف) بولے خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہ آئے اور نہ ہم چور ہیں۔ (بادشاہ کے کارندے) بولے پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہو بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں ملے وہی اس

کے بدلے میں غلام بنے ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے تو اول ان کی خرجیوں سے تلاشی شروع کی اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے پھر اسے اپنے بھائی کی خرجی سے نکال لیا ہم نے (یوسف علیہ اسلام) کو یہی تدبیر بتائی۔ بادشاہی قانون میں اسے نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ خدا چاہے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم سے اوپر ایک علم والا ہے بھائی بولے اگر یہ چوری کرے تو بے شک اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے تو یوسف علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی۔ جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بناتے ہو بولے اے عزیز! اس کے ایک باپ ہیں بوڑھے بڑے تو ہم میں اس کی جگہ کسی کو لے لو بے شک ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں کہا خدا کی پناہ کہ ہم لے مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا مال ملا جب تو ہم ظالم ہوں گے۔

یہاں سے اللہ تبارک تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی بنیامین کے مصر آنے' یوسف علیہ اسلام سے ملاقات کرنے اور انہیں جائے عزت وعظمت ملنے کا تذکرہ فرمارہا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین پر یہ راز افشاں کر دیا تھا کہ میں ہی تمہارا حقیقی بھائی ہوں اور ساتھ یہ بھی تاکید فرمادی کہ اس کو صیغہ راز میں رکھیں اور اس کے ساتھ جو بھی غیر مناسب رویہ وہ اختیار کریں اس سے بے غم ہو جائے پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لینے کی ایک ترکیب بنائی۔ اس کے مطابق بنیامین کے کجاوے کے بارے غلاموں کو حکم دیتے ہیں کہ اس میں شاہی پیالہ رکھ دو پھر اعلانِ عام کروادیا کہ بادشاہ کا پیمانہ چوری ہو گیا ہے جو اسے لوٹا دے گا اسے ایک اونٹ غلہ دیا جائے گا اور منادی بذاتِ خود اس کی ضمانت دیتا ہے تمام بھائی منادی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ایسے عمل پر ملامت وحقارت ظاہر کرتے ہیں۔ اس بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ برادران یوسف نے کہا خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہ آئے اور جو الزام تم ہم پر لگاتے ہو کہ ہم نے چوری کی ہم چور نہیں ہیں۔ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ بھائی بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں ملے وہی اس کے بدلے میں غلام بنے کیونکہ ہماری شریعت میں چور کی سزا یہی ہے کہ اسے مسروق منہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

جب خود ان کی اپنی زبان سے چور کے لیے سزا تجویز کی جاچکی تو پھر سامان کی تلاشی کا مرحلہ شروع ہوا۔ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ تو اول ان کی خرجیوں سے تلاشی شروع کی۔ اپنے بھائی کی خراجی سے پہلے پھر اسے اپنے بھائی کی خراجی سے نکال لیا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہی تدبیر بتائی بادشاہی قانون میں اسے (حق) نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے یعنی اگر بھائی خود اعتراف نہ کر لیتے کہ چور کی سزا اسی کو غلام بنالینا ہے تو یوسف علیہ السلام بنیامین کو اپنے پاس روک نہ سکتے تھے کیونکہ ملک مصر کے قوانین کے مطابق ایسا کرنا جائز نہ تھا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ مگر یہ کہ خدا چاہے ہم جسے چاہیں باعتبار علم درجوں بلند کریں وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے کیونکہ ان سب بھائیوں میں حضرت یوسف علیہ السلام سب سے زیادہ صاحبِ علم' کامل الرائے اور قوی الارادہ تھے اور جو کچھ بھی انہوں نے کیا وہ بامر الٰہی تھا اسی بنیاد پر بعد میں ظاہر ہونے والی بڑی بڑی مصلحتیں مرتب ہونے والی تھیں۔ والدین' خاندان ور دیگر لوگوں کے لیے مصر آمد کا یہ پیش خیمہ

ثابت ہوتا تھا جب برادرانِ یوسف علیہ السلام نے سامان سے پیمانہ برآمد ہوتے دیکھا تو پکار اٹھے اَنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ اگر یہ چوری کرے بے شک اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے یعنی یوسف علیہ السلام۔

مذکور ہے کہ بھائیوں کا یہ کہنا کہ اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں اس سے قبل اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔ ایک تو مراد ان کی یہ تھی کہ اس کے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے ننھیال کے بت چرا کر انہیں شکستہ کر دیا تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی مراد تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پرورش آپ کی پھوپھی فرماتی تھیں۔ پھوپھی جان کو آپ سے بڑی محبت تھی جب ذرا سن شعور کو پہنچے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بہن سے انہیں لینا چاہا تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنے کے لیے تدبیر سوچی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پٹکے کو حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے کمر سے باندھ دیا اور مشہور کر دیا کہ والد گرامی حضرت اسحاق علیہ السلام کا پٹکا گم ہو گیا ہے قانون یہ تھا کہ جس سے چوری شدہ مال برآمد ہوتا اسے مدعی کے سپرد کر دیا جاتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس ترکیب و تدبیر سے بے خبر تھے۔ چنانچہ جب تلاشی لی گئی تو پٹکا یوسف علیہ السلام کی کمر سے برآمد ہو گیا۔ اسی طرح کچھ عرصہ مزید حضرت یوسف علیہ السلام کو پھوپھی کے سپرد کر دیا گیا تو بھائیوں کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے بچپن میں دادا جان کا پٹکا چوری کیا تھا۔ ایک تیسرا قول یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بچپن میں گھر سے چپکے سے کھانا لے کر فقیروں کو کھلا دیتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں۔

جب بھائیوں نے کہا: اَنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ اگر یہ چوری کرے تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے اس سے قبل اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔ حضرت یوسف علیہ اسلام نے سنا فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ تو یہ بات اپنے دل میں رکھی اور کہا: اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ تم بدتر جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بناتے ہو حضرت یوسف علیہ السلام نے حلم و کرم اور عفو و درگزر کا مظاہرہ فرماتے ہوئے یہ بے بنیاد بات سن کر خاموشی اختیار فرمائی۔ آپ کی شفقت و مہربانی کو دیکھ کر برادران کو حوصلہ ہوا عرض کی: یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۔

اے عزیز! اس کے ایک باپ ہیں بوڑھے بڑے تو ہم میں اس کی جگہ کسی کو لے لو بے شک ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے کہا اللہ کی پناہ کہ ہم لیں مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا مال ملا اگر ہم مجرم کو چھوڑ دیں اور بے گناہ کو قید کر لیں جب تو ہم ظالم ہوں گے ایسا ہم کر نہیں سکتے جس سے ہمارا مال برآمد ہوا اسے ہم چھوڑ نہیں سکتے۔ اہل کتاب کا کہنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو اپنا تعارف کرا دیا تھا یہ بھی ان کی غلط بیانی اور کم علمی ہے وہ بالکل اس بات کو نہیں سمجھ پائے۔

دوگنا غلہ یا بھائی سے محرومی:

فَلَمَّا اسْتَیْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا .... اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف: ۸۰ تا ۸۷)

پھر جب اس سے ناامید ہوئے الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے ان کا بڑا بھائی بولا کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لے لیا تھا اور اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کے حق میں تم نے کیسی تقصیر کی تو میں یہاں سے نہ ٹلوں گا یہاں تک کہ

میرے باپ اجازت دیں یا اللہ مجھے حکم فرمائے اور اس کا حکم سب سے بہتر اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو کہ اے ہمارے باپ بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور اس بستی سے پوچھ دیکھیں جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے اور ہم بے شک سچے ہیں کہا تمہارے نفس نے تمہیں کچھ حیلہ بنا دیا تو اچھا صبر ہے قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے بے شک وہی علم وحکمت والا ہے اور ان سے منہ پھیرا اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں وہ غصہ کھاتا رہا بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گور کنارے جا لگیں یا جان سے گزر جائیں۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔ اے بیٹو! جاؤ یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

جب بھائی بنیامین کو حاصل کر لینے میں ناکام ہو گئے تو باہم گفت وشنید اور سرگوشی کرنے لگے بڑے بھائی روبیل نے کہا: اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اَبَاکُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْکُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰہِ کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لے لیا تھا کہ ضرور تم اسے لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھر جاؤ تم نے اپنے والد گرامی سے کئے ہوئے عہد و پیمان میں تقصیر اور وعدہ خلافی کی ہے جس طرح کہ اس سے قبل تم حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے تقصیر وکوتاہی کر چکے ہو مجھ میں تو ہمت نہیں کہ میں والد گرامی کا سامنا کر سکوں۔ فلن ابرح الارض میں تو یہیں قیام کروں گا اور اس سرزمین سے ہرگز نہ ٹلوں گا حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ جب تک میرے والد مجھے آنے کی اجازت نہ دے دیں اَوْ یَحْکُمَ اللّٰہُ یا اللہ مجھے حکم فرمائے یعنی میں اپنے بھائی کو اپنے والد گرامی کی بارگاہ میں لے کر حاضر خدمت ہونے پر قادر ہو جاؤں۔

روبیل نے انہیں مشورہ دیا: اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ۔ اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ اور ہر معاملہ کے تم عینی شاہد ہو جو کچھ تم نے دیکھا ہے انہیں جا کر بتاؤ کہ تمہارے لخت جگر نے چوری کی ہے۔ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ وَسْئَلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْهَا روبیل نے بھائیوں سے کہا کہ والد گرامی کو جا کر عرض کرو ہم نے آپ سے جو عہد کیا تھا کہ بنیامین کو واپس لے کر آئیں گے ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اگر اس بارے آپ کو کوئی شک گزرے تو اہل مصر سے اس بات کی تصدیق کر لیں اور ہمارے ساتھ قافلے میں جو شریک تھے ان سے تحقیق کر لیں کہ واقعی تمہارے نور نظر سے یہ عمل سرزد ہوا اور چوری شدہ پیمانہ اس کے سامان سے برآمد ہوا ہے۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور ہم بے شک سچے ہیں جب برادران یوسف والد کے حضور حاضر ہو گئے بپتا سنائی تو قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا معاملہ ایسے نہیں ہے جس طرح تم تسلی دلوانے کی سرتوڑ کوشش میں ہو اس نے چوری نہیں کی نہ اس کی یہ عادت تھی اور نہ ہی ایسا کام اس کی فطرت میں شامل تھا بلکہ تمہارے نفس نے تمہیں کچھ حیلہ بنا دیا تو اچھا صبر ہے۔

ابن اسحق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب بنیامین کے بارے ان کی کوتاہی سامنے آئی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی کلمات بیان فرمائے جو یوسف علیہ السلام کے بارے کوتاہی کرنے پر بیٹوں سے آپ نے فرمائے تھے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے

کہ برائی کا بدلہ برائی کے بعد برائی ہی ہے۔

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا قریب ہے کہ اللہ ان سب یوسف، بنیامین اور روبیل کو مجھ سے لا ملائے۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ بے شک اسے علم ہے میری حالت اور میرے افتراق و جدائی کی تکلیف دہ سعتوں کا اور وہ حکمت والا ہے وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ یہ کلمات ارشاد فرما کر اپنے بیٹوں سے روگردانی کرتے ہوئے چل دیے۔ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ اور فرماتے جارہے تھے ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر نئے غم نے پرانے غم کی یادوں کو تازہ کر دیا اور چھپی ہوئی چیز کو پھر متحرک و آشکار کر دیا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

نقل فوادك حيث شئت من الهوىٰ　　　ماالحب الا للحبيب الاول

جہاں چاہے اپنے دل کو محبت کے بندھنوں میں الجھا دے لیکن محبت تو پہلے محبوب کے لیے ہی ہوتی ہے۔

لقد لامني عند القبور علىٰ البكاء　　　رفيقي لتذراف الدموع السوافك

میرے دوست نے قبروں کے پاس مسلسل رونے پر مجھے ملامت کی۔

فقال اتبكي كل قبر رأيته　　　لقبر ثوى بين اللوىٰ فالدكادك

کہا ہر قبر کو دیکھ کر تو رونا شروع کر دیتا ہے حالانکہ تیرے محبوب کی قبر تو لویٰ اور دکادک کے درمیان ہے۔

فقلت له' ان الاسىٰ يبعث الاسىٰ　　　فدعني فهذا كله قبر ما لك

میں نے اسے کہا بے شک غم دوسرے غم کو زندہ کر دیتا ہے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میرے لیے یہ ساری قبریں مالک کی قبریں ہے۔

بہر حال یوسف و بنیامین کی جدائی اور روبیل کی دوری کی بنا پر کثرتِ گریہ زاری نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کو سفید کر دیا تھا: فهوا كظيم کثرت رنج والم اور یوسف علیہ السلام سے شوقِ ملاقات نے آپ کو اتنا رنجیدہ و افسردہ کر دیا تھا کہ آپ نے چپ سادھ لی جب بیٹے الم جدائی کی کیفیت کو دیکھتے تو رحمت و شفقت کا جذبہ ابھرتا کہتے: تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک آپ کا جسم گھلتا جارہا ہے اور آپ کی طاقت و توانائی جواب دے رہی ہے۔ آپ تو گور کنارے جالگیں گے اپنے آپ پر رحم کیجئے یہی زیادہ بہتر ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّىْ وَحُزْنِىْ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ بیٹو میں تمہیں یا لوگوں میں سے کسی کے سامنے اپنے غم کی شکایت تو نہیں کرتا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ مجھے اس بحر غم سے نکال لے گا اور خوشی سے میری آنکھیں چمک اٹھیں گی اور میرے یوسف کا خواب ضرور پورا ہوگا اور یقیناً میں اور تم سب اس کو سجدہ کریں گے اسی لیے آپ نے فرمایا اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

پھر اپنے بیٹوں کو ابھارتے ہوئے ارشاد فرمانے لگے کہ جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو جا کر تلاش کرو اور ان دونوں کے

معاملہ میں چھان بین کرو۔ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے وہ تو شدت و تکالیف کے بعد کشادگی و آسودگی کی فراوانی عطا فرما دیتا ہے اس کی رحمت سے مایوس و ناامید تو کافر لوگ ہی ہوتے ہیں۔

بارگاہِ یوسف میں دوبارہ حاضری:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ ...... وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ (یوسف: ۸۸تا۹۳)

پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے بولے! اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی اور ہم بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں تو آپ ہمیں پورا ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجیے بے شک اللہ خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے۔ بولے کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے بولے کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیک ضائع نہیں کرتا۔ بولے خدا کی قسم بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم خطاوار تھے کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں دوبارہ حاضری‘ ان سے غلہ کے حصول کی درخواست اور بھائی بنیامین کو بطور صدقہ لوٹا دینے کی اپیل کا تذکرہ فرمایا ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے بولے اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو خشک سالی اور تنگدستی کی تکلیف پہنچی ہمارے اہل و عیال کثرت سے ہیں معاشی تنگی ہے۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ ہم بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں جو اتنی قلیل اور خستہ ہے جو قابل قبول نہیں۔

وہ پونجی کیا تھی اس بارے کئی اقوال ہیں:

۱۔ پرانے درہم تھے۔ ۲۔ تھوڑے سے درہم تھے۔ ۳۔ صنوبر اور بن کے دانے تھے۔

۴۔ پرانی اشیاء اور رسیاں تھیں۔

حقیری پونجی حاضر خدمت کر کے عرض کرنے لگے: فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ آپ اسے قبول کریں اور ہمیں پورا ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجیے بے شک اللہ خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے۔

ابن جریج علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہمارا بھائی ہمیں واپس لوٹا کر ہم پر صدقہ و خیرات کر دیجئے۔ حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے صدقہ کا سوال کیا جبکہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ حرام کر دیا گیا ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی حالت زار کو دیکھا' بپتا سنی اور محسوس کیا کہ ان کے پاس اس حقیر پونجی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے تو باذنِ الٰہی ان پر شفقت و مہربانی فرماتے ہوئے اپنا تعارف کرا دیا اپنی جبین مبارک کو ان پر ظاہر کر دیا تو بھائیوں نے مخصوص تل سے پہچانتے ہوئے حیرت و تعجب سے پوچھا: ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں حالانکہ اسے پہلے وہ کئی مرتبہ حاضری دے چکے تھے قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِیْ فرمایا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے جو کچھ تم میرے ساتھ کیا وہ معاملہ وہ کوتاہیاں بیت گئیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: وھذا اخی اس سے مراد تاکید تھی اور ان کے عمل پر تنبیہ تھی جو حسد کی صورت میں وہ دونوں سے روا رکھتے تھے اور جو حیلے تراش کے ان کے ساتھ رویہ استعمال کرتے آئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کا احسان اس کی عطائیں ہم پر ہیں۔ اس نے ہمیں بہترین ٹھکانا دیا ہمیں عزتیں عطا کیں اور یہ جو بھی عطائیں تھیں یہ اپنے رب کریم کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان حالات پر صبر کا نتیجہ تھا جو تمہاری طرف سے ہمیں درپیش ہوئے ہماری اطاعتیں اپنے والد گرامی کے لیے اور ان کی شفقت و محبت ہمارے لیے ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا بھائی پکار اٹھے خدا کی قسم بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور وہ کچھ عطا فرمایا جو ہمیں عطا نہ ہوا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ اور بے شک ہم خطاوار تھے جو کچھ ہم کرتے رہے وہ یقیناً قابل سرزنش ہے اب ہم تمہارے سامنے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کمالِ شفقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم پر کچھ ملامت نہیں جو کچھ تم کرتے رہے اس پر میں تم سے کوئی مواخذہ نہیں کروں گا۔ پھر مزید اظہار شفقت فرمایا: اَلْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ میری وہ قمیص جو میرے جسم سے متصل رہی اسے لے جاؤ اور والد گرامی کی آنکھوں پر رکھ دو ان کی بصارت جو ختم ہو چکی ہے بحکم الٰہی قمیص کی برکت سے لوٹ آئے گی۔ یہ خوارقِ عادات اور دلائل نبوت و معجزات نبوت میں سے ہے۔

پھر حکم دیا جملہ اہل خانہ سمیت شہر مصر میں انہیں لے آؤ جہاں خیر و برکات اور مکمل طور پر فرقت و جدائی کے بعد قربت و اتصال ہے۔

مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے:

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ .... اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (یوسف: ۹۴ تا ۹۸)

جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں ان کے باپ نے کہا بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا ہے۔ بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔ پھر جب خوشی سنانے والا آیا۔ اس نے وہ کرتا یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔ (یعقوب علیہ السلام نے) کہا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم

ہیں جو تم نہیں جانتے۔ بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بے شک ہم خطاوار ہیں۔ (یعقوب علیہ السلام نے کہا) جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گے بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ابوھذمل علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کر جب قافلہ مصر سے جدا ہوا اس وقت ہوا چلی یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام تک اس ہوا نے پہنچا دی تب قال ابوھم انی لاجد ریح یوسف لو لا ان تفندون کنعان میں ان کے باپ نے کہا بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تین دن کی مسافت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو کو محسوس فرمالیا تھا۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ اور ابن جریج مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان دونوں انبیاء کے درمیان اسی فرسخ کا فاصلہ تھا جب یوسف علیہ السلام آپ سے جدا ہوئے اس وقت آپ کی عمر مبارک اسی سال تھی۔ لو لا ان تفندون تم یہ کہتے ہو کہ میں نے یہ بات بڑھاپے اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے سٹھیا کر کہی ہے اگر تم بڑھاپے کی طرف منسوب نہ کرنے لگو تو یقیناً میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ قَالُوْا تَاللّٰہِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں قتادہ اور سدی علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں انہوں نے بڑا سخت کلمہ استعمال کیا تھا آگے فرمان الٰہی ہے: فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔ محض قمیض کو چہرہ یعقوب علیہ السلام پر ڈالنے سے فوراً وہ بینائی واپس پلٹ آئی جو کثرت رنج والم کی وجہ سے زائل ہو چکی تھی۔ قمیض کو نسبت یوسف علیہ السلام کے وجود سے تھی جب نسبت وجود یوسف علیہ السلام کا یہ کمال ہے تو نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا عالم ہوگا آپ نے اسی وقت اپنے بیٹوں سے فرمایا: اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے یعنی میں جانتا تھا کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ مجھے یوسف سے ملا دے گا اور میری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دے گا اور مجھے یوسف کے بارے وہ کچھ دکھا دے گا جو مجھے فرحت و سرور بخشے گا۔

وقت دعا:

قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِیْنَ ۔ برادران یوسف کی کوتاہیاں جب منظر پر آ چکیں یوسف علیہ السلام کا مقام و منصب اور معجزات بھی ظاہر ہو گئے تو بھائیوں نے والد گرامی کے حضور عرض کی بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بے شک ہم خطاوار ہیں۔ انہوں نے والد گرامی سے مطالبہ کیا کہ ہم سے آپ کے ساتھ اور آپ کے فرزندوں کے ساتھ جو تقصیر سرزد ہوئی اس کا اعتراف کرتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہمارے لیے مغفرت و بخشش طلب کیجئے جب ان کی نیتوں میں توبہ کرنے کا عزم و ارادہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق بھی مرحمت فرمادی۔ والد گرامی نے ان کی درخواست کو قبول فرمالیا کہا: سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ابن مسعود، ابراہیم تیمی، عمرو بن قیس، ابن جریج علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں سحری کے وقت کی امید دلائی تھی کہ میں اس وقت تمہارے لیے بخشش کی دعا مانگوں گا۔ محارب بن دثار علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے آپ نے کسی شخص کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا الٰہ العالمین تو نے میری دعوت حق کی طرف رہنمائی کی میں نے قبول کیا تو نے مجھے اپنی اطاعت کا حکم دیا پس میں نے اطاعت کی یہ وقت سحر ہے تو مجھے بخشش دے۔ راوی کہتے ہیں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بغور سنا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے آواز آ رہی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے پوچھا تو انہوں نے کہا حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کی مغفرت کی طلب کے لیے دعا کو وقت سحر تک کے لیے مؤخر کیا تھا۔ بقولہ تعالیٰ سوف استغفرلکم ربی (جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا) ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ اور پچھلے پہر سے معافی مانگنے والے۔

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور صدائے عام دیتا ہے کہ ہے کوئی توبہ کرنے والا اس کی توبہ قبول فرماؤں ہے کوئی مانگنے والا اسے عطا فرماؤں ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اسے بخشش دوں۔

حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جمعہ کی شب تک کے لیے فرمایا تھا کہ اس شب میں تمہارے لیے دعا کروں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت طیبہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ تلاوت فرمائی پھر فرمایا یہ میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو فرمایا تھا یہاں تک کہ شب جمعہ آ گئی۔

عرصہ جدائی اور وصل:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ ...... وَاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (یوسف: ۹۹ تا ۱۰۱)

پھر جب وہ سب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں گرے اور یوسف علیہ السلام نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا۔ بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرا دی تھی۔ بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔ اے میرے رب بے شک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔ مدت طویلہ کی فرقت و جدائی کے بعد دو محبت کرنے والوں کے وصل و اجتماع کا تذکرہ اور ان کی کیفیت قرآن پاک نے یہاں بیان فرمائی ہے:

فرقت و جدائی کے لمحات کتنی مدت پر مشتمل تھے اس بارے کئی اقوال ہیں:

۱-اسی سال فرقت رہی۔ ۲-تراسی سال

دونوں روایتیں حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سے مروی ہیں۔

۳-پینتیس سال (قتادہ علیہ الرحمۃ)

۴-اٹھارہ برس (محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ)

۵-چالیس سال (اہل کتاب)

قصہ کا سیاق وسباق مدت فراقت کے کئی اقوال کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

جب عورت نے آپ کو بھکانا چاہا اس وقت آپ سترہ سال کے نوجوان تھے۔ کئی ایک کی رائے کے مطابق پھر نو سال سے کچھ عرصہ زائد پابند سلاسل رہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نزدیک سات سال قید خانہ میں رہے پھر قید خانہ سے باہر تشریف لائے۔ خوشحالی وشادابی کے سات سال پھر جب لوگ قحط سالی کا شکار ہوئے تو سات قحط زدہ سالوں میں پہلے سال تنہا بھائی حاضر خدمت ہوئے۔ دوسرے سال بنیامین بھی ساتھ تھے قحط کے تیسرے سال باہمی تعارف ہوا اور اہل خانہ کو مصر لانے کا حکم دیا تو اس طرح قحط کے تیسرے سال سارا خاندان مصر میں جمع ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ پھر جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی' جب سارا گھرانہ اکٹھا ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خصوصاً والدین کریمین کو وہ عزت دی جو دوسرے بھائیوں میں سے کسی کے حصہ میں نہ تھی۔ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ اور کہا مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں تقدیراً تقدیم وتاخیر ہے پہلے فرمایا: اُدْخُلُوْا مِصْرَ کہ مصر میں داخل ہو جاؤ' وَ آوٰی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ اور پھر والدین کو بہترین جگہ دی لیکن ابن جریر علیہ الرحمۃ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ایک دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شہر سے باہر ان سے آ کر ملاقات کی۔ انہیں خیموں کے اندر قیام کرایا انہیں جائے عزت دی پھر جب شہر کے دروازے کے قریب آئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اُدْخُلُوْ مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ مصر میں داخل ہو جاؤ اللہ چاہے تو امان کے ساتھ۔

سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہ ہوگا اگر ادخلو کو اُسْکُنُوْا یا اَقِیْمُوْا کے معنی میں لیا جائے کہ آرام وسکون سے شہر مصر میں قیام وسکونت اختیار کرو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا شاہانہ استقبال:

حضرت یعقوب علیہ السلام جب سرزمین جاشر (بلبیس) پر جلوہ گر ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام ان سے شرف ملاقات واستقبال کے لیے حاضر ہوئے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یہوذا کے ذریعے اپنی تشریف آوری کی خوشخبری حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنچا چکے تھے۔

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ بادشاہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو علاقہ جاشر وقف کر دیا تھا جہاں وہ اپنے مال مویشی اور سازو

سامان کے ساتھ سکونت پذیر رہے۔

مفسرین کرام کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کا وقت قریب آیا تو یوسف علیہ السلام نے بادشاہ وقت، لشکر اور خدام سمیت ان کا استقبال کیا۔ یہ جم غفیر اللہ کے نبی کی تعظیم اور اظہار عظمت کے لیے نکلا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بادشاہ کے لیے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری اور قدم رنجائی کی برکت سے اہل مصر سے باقی سالوں کے قحط وخشک سالی کو دور فرما دیا تھا اور یہ سب برکتیں خاندان یعقوب کی ہی تھیں۔

خاندانِ یعقوب علیہ السلام کے افراد کی تعداد:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے اہل خانہ کے افراد تریسٹھ تھے جبکہ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تراسی افراد تھے۔

ابواسحاق علیہ الرحمۃ مسروق علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ مصر کے اندر داخلہ کے وقت یہ خاندان تین سو نوے افراد پر مشتمل تھا۔

اہل کتاب کہتے ہیں اولادِ یعقوب علیہ السلام میں سے جو افراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وہ چھ لاکھ سے زائد جنگجو تھے۔ اہل کتاب کے مطابق وہ صرف ستر افراد تھے اور انہوں نے ان کے نام بھی بیان کئے ہیں۔

وَرَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ (اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا)

علمائے تورات کے نزدیک تو حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ وصال فرما چکی تھی۔

بعض مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا تھا۔

بعض مفسرین کے نزدیک آپ کی خالہ لیا تھیں اور خالہ بھی ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قرآن پاک کا ظاہر تقاضہ کرتا ہے کہ اس دن تک حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ حیات تھیں لہٰذا اہل کتاب کی ہر وہ بات جو قرآن پاک کے مخالفت میں ہوگی وہ قابل مردود ہے۔

گویا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔

خاندانِ یعقوب علیہ السلام سربسجود:

وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا اور سب کے سب یعنی والدین اور گیارہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کی خاطر ان کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ بطور تعظیم سجدہ کرنا ان کے لیے جائز تھا بلکہ تمام شریعتوں میں ہی مشروع وجائز تھا ہمارے دین اسلام میں ہی اسے ممنوع قرار دیا گیا۔ قَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاۡوِيۡلُ رُءۡيَاىَ مِنۡ قَبۡلُ یوسف علیہ السلام نے کہا اے میرے باپ یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے آپ سے بیان کیا تھا میں نے دیکھا کہ سورج وچاند اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں اور آپ نے مجھے اس خواب کو صیغہ راز میں رکھنے کا حکم صادر فرمایا تھا اور کچھ عہد و پیمان میرے ساتھ کئے تھے۔ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّىۡ حَقًّا ؕ وَقَدۡ اَحۡسَنَ بِىۡۤ اِذۡ اَخۡرَجَنِىۡ مِنَ السِّجۡنِ بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے غم

اور تنگی کے بعد قید سے نکالا اور ملک مصر میں مجھے حاکم بنا دیا۔ اب جہاں چاہوں میں حکم نافذ کرتا ہوں وَجَآءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ اور شہر خلیل کے جن دیہاتوں میں آپ سکونت پذیر تھے۔ آپ سب کو گاؤں سے لے آیا مِنۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرا دی تھی پھر فرمایا: ان ربی لطیف لما یشاء بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے یعنی جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ انہ هو العلیم بے شک وہی جملہ امور کو جانتا ہے الحکیم اور خلقت' شریعت اور تقدیر میں حکمت والا ہے۔

مصر کی ہر چیز یوسف علیہ السلام کے قدموں میں:

اہل مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس موجود غلہ کے حصول کے لیے اپنے تمام اموال سونا' چاندی' جائیداد اور اثاثہ جات تک بیچ دیئے تھے جب ہر چیز فروخت ہو گئی تو اپنا آپ بھی یوسف علیہ السلام کے پاس بیچ ڈالا اور پورا ملک مصر یوسف علیہ السلام کا غلام بن گیا تھا۔ پھر آپ نے فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی زمینوں کو ان کے سپرد کر دیا اور انہیں پروانہ رہائی عطا فرما دیا لیکن یہ شرط عائد کر دی کہ زرعی اور دیگر آمدنی کا پانچ فیصد حصہ مملکت مصر کی ملکیت ہوگا۔ اس دوران حضرت یوسف علیہ السلام پیٹ بھر کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے کہ کہیں بھوکوں کو بھول نہ جائیں۔ صرف دوپہر کے وقت پورے دن میں ایک وقت ہی کھانا تناول فرماتے آپ کی اقتدا میں بادشاہوں نے بھی اسی روایت کو جاری کر لیا۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی قحط کے دنوں میں پیٹ بھر کر کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قحط سالی کے گزر جانے کے بعد ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوا اس نے عرض کی یا امیر المومنین آپ سے قحط سالی کی تکالیف رفع ہو گئی ہیں اور بے شک آپ نے آزاد ماں کے بیٹے ہونے کی دلیل قائم فرمائی ہے۔

سفر آخرت کی تیاریاں شروع:

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ بفضلہ تعالیٰ نعمتوں کی تکمیل ہو چکی اور سارا خاندان بھی ایک جگہ جمع ہو چکا ہے اور اس دار فانی میں قرار و ثبات بھی نہیں ہے۔ کائنات عالم میں ہر چیز فنا ہونے والی ہے ہر کمال راز وال است ہر چیز منتہائے کمال پر پہنچ کے زوال پذیر ہو جاتی ہے تب تو رب کائنات کی حمد و ثنا اس کی شایان شان ضروری ہے۔ آپ اس کے فضل و احسان اور عظمتوں پر اعتراف و شکر کرتے ہوئے ہمہ وقت یاد الٰہی میں مشغول رہنے لگے اور بارالٰہ سے ہمہ وقت یہ التجا کرنے لگے مجھے اسلام پر وفات نصیب فرما اور اپنے صالحین بندوں کی رفاقت نصیب فرما وہ ذات الٰہی فریاد کرنے والوں کی فریاد کو سننے والا ہے۔ آپ نے یونہی دعا مانگی تھی جس طرح عام طور پر مانگی جاتی ہے۔

اللهم احینا مسلمین و توفنا مسلمین ۔

الٰہ العالمین تو ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور اسلام پر ہی موت نصیب فرما۔ (آمین بجاہ سید المرسلمین صلی اللہ علیہ وسلم) شاید حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعا بوقت وصال فرمائی تھی جیسا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب ظاہری دنیا سے پردہ فرما رہے تھے اس وقت آپ نے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ملائے اعلیٰ پہنچ کر انبیاء و مرسلین کی ہم رفیق ہو جائے۔

اللھم فی الرفیق الاعلیٰ ثلاثا ثم قضی

آپ نے تین مرتبہ یہ کلمات ارشاد فرمائے:

ایک احتمال یہ بھی ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے بوقت وصال نہیں بلکہ ایام تندرستی اور صحت وسلامتی کے دنوں میں یہ دعا کی تھی ان کی شریعت وملت میں یہ دعا مانگنا یعنی موت کی دعا کرنا جائز تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یوسف علیہ السلام سے قبل کسی نبی نے بھی موت کی تمنا نہیں کی۔

جبکہ ہماری شریعت اسلامیہ نے موت کی تمنا کو ممنوع وناجائز قرار دے دیا گیا ہاں البتہ فتنوں کے وقت طلب موت کی اجازت ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دعا میں فتنوں کے وقت طلب دعا کی شہادت ملتی ہے جسے امام احمد علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے۔

واذا اردت بقوم فتنة فتنوفنا الیك غیر مفتونین ۔

یا اللہ العالمین جب تو کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرمالے تو ہمیں آزمائشوں سے بچا کر اپنے حضور بلانے کے لیے پروانہ موت بھیج دے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

اے ابن آدم! فتنوں سے تیرے لیے موت بہتر ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا تھا: یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔

مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے بھی موت کی تمنا فرمائی تھی جب معاملات ناہموار ہو گئے، فتنے عروج پکڑ گئے، جنگ وقتال شدت اختیار کر گئی اور چہ مگوئیاں جگہ جگہ کی جانے لگیں تب آپ نے موت کی آرزو کی تھی۔

اسی طرح جب امام بخاری علیہ الرحمۃ کے حالات کشیدہ ہو گئے اور مخالفین کی جانب سے ہولناک مصائب اور دربدری کا سامنا کرنا پڑا تب آپ نے بھی موت کی تمنا کی تھی۔

خدانخواستہ جب کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو موت کی تمنا نہ کرے بلکہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق دست بدعا ہو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مصیبت کے نازل ہو جانے پر کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ باقی ماندہ زندگی میں یا تو اسے نیکی کی توفیق مل جائے گی جو اس کے اجر میں اضافہ کردے گی یا پھر گناہوں پر اسے توبہ کی توفیق کے ملنے کی امید ہے مصائب میں گرفتار شخص یوں دعا کرے:

اللھم احینی ماکانت الحیاۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی یا اللہ جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہو زندہ رکھ اور جب میرے مرجانا بہتر ہو تب مجھے موت کی وادی میں بھیج دے۔

حدیث طیبہ میں مذکور مصیبت سے مراد جسمانی تکلیف مراد ہے نہ کہ دینی مصیبت۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا وصال:

ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے اہل کتاب سے روایت کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مصر میں سترہ سال تک قیام پذیر رہے۔ پھر آپ کا وصال ہوا تو وقت وصال آپ نے یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ انہیں ان کے آباؤ اجداد ابراہیم واسحاق علیہما السلام کے پہلو میں دفن کریں۔

سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں آپ تکمیل وصیت کی خاطر ملک شام تشریف لے گئے اورا اپنے آباؤ اجداد کے پہلو میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو دفن کیا۔

اور اہل کتاب کا ہی کہنا ہے کہ جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے اس وقت آپ کی عمر ایک سو تیس سال تھی اور ان کے نزدیک سترہ سال آپ نے مصر میں قیام فرمایا باوجودیکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کی کل عمر ایک سو چالیس برس تھی یہ صراحت ان کی کتب میں موجود ہے اور یہ غلط ہے یا تو اہل کتاب نے نسخ وتبدیل کی ہے یا پھر ان کی کوتاہی ہے یا پھر انہوں نے کسر کو ساقط کر دیا ہے۔ زائد کسروں کو ساقط کرنا ان کی عادت ہی نہیں پھر یہاں کیسے انہوں نے یہ طریقہ استعمال کیا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا یوں ارشاد ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (البقرہ:۱۳۳)

بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم واسماعیل واسحاق علیہم السلام کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے تو اپنے بیٹوں کو اخلاص اور اس دین اسلام پر عمل پیرا ہونیکی وصیت فرمائی جس کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔

اہل کتاب کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے بیٹوں کو علیحدہ علیحدہ وصیت فرمائی تھی اور جو معاملات انہیں درپیش ہوں گے اس کی انہیں خبر دی اور یہوذا بیٹے کو خوشخبری دی کہ تمہاری نسل سے ایک عظیم نبی پیدا ہوگا قبائل جس کی اطاعت کریں گے اور وہ عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوات ہیں۔

اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا وصال ہوا تو اہل مصر ستر دن تک گریہ کناں رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اطباء کو حکم دیا۔ انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے جسم کو خوشبو سے معطر کیا اور چالیس دن تک اسی حالت میں رہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے اجازت لی تاکہ انہیں دفن کرنے کے لیے اپنے آباء کے پہلو میں لے جائیں۔ آپ کے ساتھ اکابرین مصر اور معززین تھے جب حبرون پہنچے تو وہ مقام جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عفرون بن صخر الحیثی سے قطعہ اراضی خریدا تھا وہاں اپنے والد گرامی کو دفن فرمایا اور سات دن تک وہاں تعزیت کی جاتی رہی۔ پھر

سب اپنے اپنے شہروں کی طرف واپس پلٹ گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے بھائی یوسف علیہ السلام سے اپنے والدگرامی کے لیے تعزیت کرتے تھے اب ان کے دلوں میں یوسف علیہ السلام کے لیے بڑا نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی ان کی تعظیم و تکریم کی اور مصر میں قیام کے لیے انہیں بہتر رہائشیں دیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال و وصیت:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے بھی وصیت فرمائی کہ جب وہ مصر سے جائیں تو انہیں بھی اپنے ساتھ لے جائیں اور آباء واجداد کے پہلو میں دفن کریں۔ آپ کے وصال پر آپ کی نعش کو خوشبو وغیرہ لگا کر تابوت میں رکھا اور پھر عارضی طور پر مصر میں دفن کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے تشریف لے گئے تو یوسف علیہ السلام کے تابوت کو بھی انہوں نے ساتھ لیا اور ان کی وصیت کے مطابق انہیں آپ کے آباء کے پاس دفن فرمادیا۔ (عنقریب مفصل ذکر آ رہا ہے)

عمر مبارک

وصال کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو دس سال تھی۔ ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کی صراحت میں نے یہی دیکھی ہے اور ابن جریر علیہ الرحمۃ نے حکایت کیا ہے کہ مبارک بن فضالہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی۔ اسی سال اپنے والدگرامی سے جدا رہے' والدگرامی سے ملاقات کے بعد تئیس سال آپ زندہ رہے اس طرح وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی یہوذا کو وصیت فرمائی تھی۔ (صَلَوٰاتُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ حضرت ایوب علیہ السلام

ابن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اہل روم میں سے تھے۔

نسب نامہ:

آپ کا نسب نامہ یوں مرقوم ہے۔

ایوب بن موص بن زراح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام۔

بعض نے یوں بھی بیان کیا ہے:

ایوب بن موص بن دعویل بن العیص بن اسحاق بن یعقوب۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی نسب نامے مذکور ہیں۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھی اور یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کے والد گرامی ان میں سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس دن ایمان لائے تھے جس دن آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو آگ آپ کا بال بھی نہ بیکا کر سکی تھی لیکن مشہور پہلی ہی بات ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہی حضرت ایوب علیہ السلام ہیں حکم الٰہی ہے:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ (انعام:۸۴)

اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ہیں۔

آیت مذکورہ میں ہ ضمیر کا مرجع ابراہیم علیہ السلام ہے نہ کہ نوح علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام ان انبیاء میں سے ہیں جن کی طرف وحی بھیجنے کا تذکرہ سورۃ نساء کی اس آیت میں ہے: اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى (النساء:۱۶۳) بے شک اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح علیہ السلام اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب کو وحی کی۔

صحیح یہی ہے کہ آپ عیص بن اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ:

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام کیا تھا اس بارے کئی اقوال ہیں:

۱ - لیا بنت یعقوب

۲ - رحمہ بنت افرائیم

۳ - منشا بن یوسف بن یعقوب۔

یہی سب سے زیادہ مشہور ہے اسی لیے ہم نے اسے یہاں ذکر کیا ہے ان کے بعد انشاء اللہ العزیز ہم بنی اسرائیل سے انبیاء کرام کا تذکرہ کریں گے۔ اللہ کریم کی ذات پر ہی بھروسہ اور توکل ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اور قرآنی آیات:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ.......... اِنَّهٗ اَوَّابٌ (ص:۴۱تا۴۴)

اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب علیہ السلام کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا لگا دی۔ ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرما دیے اپنی رحمت کرنے اور عقل مندوں کی نصیحت کو اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ.......... ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ (الانبیاء:۸۳تا۸۴)

اور ایوب علیہ السلام کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے دور کر دی جو تکلیف اسے تھی اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لیے نصیحت۔

بعثت انبیاء کی ترتیب:

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے کلبی علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے جو نبی مبعوث ہوئے وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ پھر ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پھر ابراہیم علیہ السلام پھر اسماعیل علیہ السلام پھر اسحاق علیہ السلام پھر یعقوب علیہ السلام پھر یوسف علیہ السلام پھر حضرت لوط علیہ السلام پھر حضرت ھود علیہ السلام پھر حضرت صالح علیہ السلام پھر حضرت شعیب علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پھر حضرت الیاس علیہ السلام پھر حضرت یسع علیہ السلام پھر عرفی بن سویلخ بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام پھر اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے یونس بن متی پھر ایوب بن رزاح بن آموص بن بیفرز بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

بعض کے نزدیک یہ ترتیب مشکوک ہے کیونکہ مشہور یہی ہے کہ حضرت ھود اور حضرت صالح علیہما السلام حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے تھے۔ (واللہ اعلم)

حضرت ایوب علیہ السلام سراپائے شکر:

علمائے تفسیر و تاریخ وغیرہ کا کہنا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بے پناہ سرمایہ کے مالک تھے ہر قسم کے چوپائے غلام،

خدام‘ مویشی آپ کی ملکیت تھے سرزمین حوران میں بثنہ کے مقام پر وسیع اراضی بھی آپ کے زیر قبضہ تھی۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ بثنہ کا سارا علاقہ آپ کا تھا۔ علاوہ ازیں اہل و عیال اور خاندان بھی آپ کا بے شمار تھا پھر ان ساری نعمتوں کو سلب کر لیا گیا اور جسم قسمہا قسم کی تکالیف میں مبتلا کر دیا گیا۔ دل اور زبان کے سوا آپ کا کوئی عضو بھی مرض سے محفوظ نہ تھا انہی کے ساتھ آپ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ سرتاپا جسمانی مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود آپ شام و سحر اور شب و روز ذکر الٰہی اور صبر و شکر میں منہمک رہتے تھے۔ جسمانی مرض اتنا طویل ہوا کہ ہم نشین ہم نشینی چھوڑ گئے اور دوست و احباب اجنبی بن گئے یہاں تک آپ کو شہر بدر کر دیا بلکہ بیرون شہر کوڑا خانہ پر ڈال دیا۔ لوگوں نے احباب نے ملنا جلنا چھوڑ دیا آپ کی اہلیہ کے سوا ایک شخص بھی آپ کا مونس و غمخوار نہ تھا وہی اہلیہ آپ کے حقوق کی رو رعایت کرتی اور سابقہ احسانات کو یاد رکھے ہوئے تھی سابقہ شفقتیں اور خوشحالیاں بار بار خدمت کے لیے اکساتیں وہ حاضر خدمت رہتیں‘ قضائے حاجت اور دیگر مصلحتوں کے لیے بیوی ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے خدمت گزاری کرتیں۔ بیوی بھی بتدریج ضعیف العمر اور قلیل المال ہو گئی حتیٰ کہ بطورِ اجرت کھانے کے چند لقموں پر لوگوں کے گھروں میں کام کاج کر کے زندگی کے دن گزارتی اور حضرت ایوب علیہ السلام کی مصیبتوں میں شانہ بشانہ ساتھ دیتی۔ مال و منال اور اولاد جیسی نعمتوں سے محروم ہو جانے پر حضرت ایوب علیہ السلام کو جن تکالیف و پشیمانیوں کا سامنا کرنا پڑا صابرہ شاکرہ زوجہ بھی آپ کے ساتھ شریک غم رہی۔ خود تنگدستی کی زندگی گزارتے ہوئے لوگوں کی خدمت کر کے حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت بجالاتیں حالانکہ سعادت مندی‘ خوشحالی‘ خدمت و حرمت کے بحر بے کراں میں وہ زندگی گزار چکی تھیں ایسی خوشحال زندگی کے بعد کسمپرسی اور خاک بسری کی زندگی الٰہ العالمین تیری بے نیازیاں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا انبیاء کرام کو کرنا پڑا پھر صالحین کو پھر جوان کے مشابہ ہیں پھر ان کے مشابہ ہر انسان اپنے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت و ثابت قدم ہو اس کی آزمائش میں بھی اسی قدر اضافہ ہوگا۔ (صحیح البخاری)

جس قدر حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری میں اضافہ ہوتا‘ صبر و شکر اور حمد و ثنا میں کہیں اور اضافہ ہو جاتا حتیٰ کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی ضرب المثل مشہور ہو گئی۔

وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے علمائے بنی اسرائیل سے حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ کے حوالے سے ان کے مال و منال اور اولاد سے محرومی اور جسمانی مصیبتوں میں ابتلاء کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

جلدی بیماری‘ مدت مصائب اور خدمت گزار بیوی:

حضرت مجاہد علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام تاریخ انسانیت میں پہلے انسان ہیں جنہیں چیچک کی بیماری لگی اور آپ کی مدت و مصائب میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ حضرت وھب رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام تین سال مکمل جسمانی جلدی بیماری میں مبتلا رہے نہ کم نہ

زیادہ۔

۲۔ حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سات سال اور کچھ مہینے مدت مصائب ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک کوڑا خانہ پر انہیں پھینک دیا گیا۔ حشرات الارض آپ کے جسم پر چلتے تھے یہاں تک کہ اللہ جل شانہٗ نے آپ کو صحت کاملہ بخشی تکلیف رفع فرمائی' اجرِ عظیم سے نوازا اور بہترین انداز میں آپ کی تعریف وثنا کی۔

۳۔ حمید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مدت مصائب اٹھارہ سال ہے۔

۴۔ سدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں آپ کا گوشت ریزہ ریزہ ہوکر گر گیا تھا۔ فقط ہڈیاں اور پٹھے باقی رہے۔ آپ کی زوجہ بوریت لا کر آپ کے نیچے بچھاتی جب بیماری طوالت اختیار کر گئی تو آپ کی بیوی نے کہا اے ایوب علیہ السلام کاش آپ اپنے رب کے حضور عرض کرتے اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے عاجلہ عطا فرما دیتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب دیا میں نے ستر سال بصحت وسلامت اور تندرست بسر کئے ہیں یہ کم ہے کم از کم میں ستر سال تو اس کے لیے صبر کرلوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے اس جواب سے آپ کی تسلی ہوگئی آپ لوگوں کے گھروں میں کام کاج کر کے اجرت حاصل کرتیں اور ایوب علیہ السلام کو خورد ونوش کا سامان فراہم کرتیں۔

پھر لوگوں کو جب علم ہوا کہ یہ تو ایوب علیہ السلام کی بیوی ہے تو انہوں نے اس خوف سے کہ کہیں ایوب علیہ السلام کی بیماری کے جراثیم ان تک نہ پہنچ جائیں۔ آپ کی اہلیہ کو اجرت پر کام دینا اور گھر میں داخل ہونے سے روک کر دیا۔ جب دیکھا کہ کوئی بھی کام دینے کے لیے تیار نہیں تو وفا شعار بیوی نے اپنے سر کی ایک مینڈھی کاٹ کر کسی امیر کبیر کی بیٹی کے ہاں عمدہ اور کافی کھانے کے عوض فروخت کردی جب وہ کھانا لاکر حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں پیش کیا تو آپ نے اسے فطری طور پر ناپسند کرتے ہوئے فرمایا: یہ کہاں سے لے کر آئی ہو' بیوی نے عرض کی لوگوں کے گھروں میں کام کاج کر کے لائی ہوں۔

دوسرے دن جب پھر کوئی کام پر لینے کے لیے آمادہ نہ ہوا تو انہوں نے طعام کے عوض دوسری مینڈھی (چٹیا) بھی بیچ دی۔ عمدہ اور قیمتی کھانا لے کر حاضر خدمت ہوئیں آپ نے پھر ناپسند فرمایا اور قسم اٹھالی کہ جب تک حقیقت حال سے آگاہ نہیں کرو گی کہ یہ کھانا کہاں سے لائی ہو میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ بیوی نے دوپٹہ سر سے ہٹایا تو آپ نے دیکھا کہ سر منڈھا ہوا ہے تب حضرت ایوب علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (الانبیاء:۸۳)

بے شک مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔

سگے بھائیوں کی تیمارداری:

عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے ایک دن دونوں بھائی حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئے لیکن مرض کی بو کی وجہ سے قریب جانے کی ان میں سکت نہ تھی' دور ہی کھڑے ہوکر آپس میں تذکرہ کرنے لگے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگا اگر ایوب علیہ السلام میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ اس قدر تکلیف میں مبتلا نہ ہوتا۔ حضرت

ایوب علیہ السلام کو ان کی بات سے بڑی ذہنی تکلیف ہوئی ایسی تکلیف کہ اس سے پہلے کبھی کسی کی بات سے اتنی شدید کوفت نہیں ہوئی تھی۔ آپ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اے الہ العالمین میں نے زندگی میں ایک شب بھی سیر ہو کر نہیں گزاری' میں بھوکوں کی کیفیت و حالت کو جانتا ہوں اگر مولیٰ تو جانتا ہے کہ واقعی میری حالت ایسی ہے تو میری تصدیق فرما دے' آسمانوں سے حضرت ایوب علیہ السلام کی شہادت ملی اور دونوں بھائی آسمانی شہادت و صداقت کو سن رہے تھے۔

پھر عرض کی! الہ العالمین کبھی میری پاس دو قمیصیں نہیں رہیں میں برہنہ جسم لوگوں کی حالت و کیفیت سے واقف ہوں اگر تو میری اس حالت کو جانتا ہے تو میری تصدیق فرما دے۔ پھر آسمانوں سے صداقت ایوب کی شہادت ملی دونوں بھائی آسمانی صداقت کو سن رہے تھے۔ پھر عرض کی! الہ العالمین تیری عزت کی قسم یہ کہتے ہوئے سجدے میں گر گئے۔ عرض کی الہ العالمین تیری عزت کی قسم میں اس وقت تک سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک تو مجھ سے تکلیف کو دور نہ فرما دے گا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے واقعتاً سر اس وقت تک نہ اٹھایا جب تک آپ کو شفائے کاملہ نہ مل گئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال تک جلدی بیماری میں بطورِ آزمائش مبتلا رہے آپ کے دو بھائیوں کے سوا قریب و بعید کے سب لوگ آپ سے دور ہو گئے۔ وہ صبح و شام آپ کے پاس آتے۔ دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا خدا معلوم ایوب نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے جو جہاں والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ دوسرے ساتھی نے کہا وہ کیسا گناہ ہے تو پہلے بھائی نے جواب دیا تبھی تو اٹھارہ سال ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم نہیں کیا ورنہ بیماری اس سے دور نہ ہو جاتی۔ جب شام ہوئی دونوں حضرت ایوب علیہ کے پاس گئے تو اس کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا مجھے نہیں علم تم کیا کہہ رہے ہو سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں دو آدمیوں کے پاس سے گزرا جو آپس میں جھگڑ رہے تھے پھر ذکر الٰہی کرنے لگے میں اپنے گھر لوٹ آیا اور انہیں نظر انداز کرتے ہوئے کہ اللہ کے سوا کسی اور چیز کا ذکر ہو۔ (ابن جریر' ابن ابی حاتم)

میں ایوب ہی ہوں........ بیوی حیران و ششدر:

حضرت ایوب علیہ السلام جب طبعی تقاضوں کے لیے باہر تشریف لے جاتے تو آپ کی اہلیہ محترمہ آپ کو ہاتھوں کا سہارا دیتے ہوئے لے کے جاتی ایک دن کسی وجہ سے اہلیہ کو آنے میں تاخیر ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ اے ایوب اسی جگہ پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کا اہلیہ کچھ تاخیر سے پہنچی دیکھتی رہی۔

حضرت ایوب علیہ السلام سے تکالیف و مصائب کے بادل چھٹ چکے تھے اور آپ خوبصورت تندرست و توانا ہو چکے تھے اہلیہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اہلیہ نے پوچھا اللہ آپ کو برکت دے کیا آپ نے یہاں اللہ کے نبی کو مصائب والم میں گرفتار دیکھا؟ قسم بخدا مصائب میں مبتلا ہونے سے قبل ان کی وجاہت و شباہت آپ جیسی تھی حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: بے شک سر خم ہونے والا وہی میں ہی ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے ایک گندم کا اور ایک جو کا اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے۔ ایک بادل گندم کے کھلیان پر برسا تو اس کھلیان کو سونے میں تبدیل کر دیا۔ دوسرا جو کے کھلیان پر برسا تو اسے چاندی بنا دیا۔ (ابن جریر)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو جنت کا حلہ پہنا دیا تھا۔ آپ ایک جانب ہو کے بیٹھ گئے تھے آپ کی بیوی آئی تو وہ آپ کو پہچان نہ سکی کہنے لگی۔ اے بندۂ خدا! یہاں مصائب والم میں گرفتار ایک شخص پڑا تھا شاید اسے کتے لے گئے یا بھیڑیے؟ لحظہ بھر اس نے بات کی' حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا محترمہ میں ہی ایوب ہوں اہلیہ محترمہ نے عرض کی' اے بندۂ خدا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا ہائے تاسف میں ایوب ہی ہوں اللہ کریم نے مجھے بصحت وسلامت میرا جسم لوٹا دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کا مال ومنال اہل وعیال اور ان کے ساتھ ان جیسے اور بھی لوٹا دیئے تھے۔

وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تجھے تیرے عیال اور تیرے اموال اور ان کے ساتھ ان جیسے ہی اور بھی لوٹا دیئے ہیں۔ اس پانی کے ساتھ غسل کرو اس میں تمہارے لیے شفا ہے اپنے صاحبین کے قریب ہو جایئے ان کے لیے بخشش ومغفرت کی دعا مانگیے۔ انہوں نے تمہارے بارے میری نافرمانی کی ہے۔ (ابن ابی حاتم)

سونے کی ٹڈیاں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو صحت وعافیت عطا فرمائی تو آپ پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش فرما دی۔ آپ اپنے ہاتھوں سے انہیں سمیٹنے لگے اور اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے۔ حکم الٰہی ہوا اے ایوب کیا تو سیر نہیں ہوتا؟ عرض کی میرے مولیٰ کریم تیری رحمت سے کون سیر ہوتا ہے (جو میں سیر ہو جاؤں)

امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سونے کی ٹڈیوں کا لشکر حضرت ایوب علیہ السلام پر بھیجا گیا۔ آپ انہیں پکڑ پکڑ کر کپڑے میں اکٹھا کرنے لگے' حکم الٰہی ہوا کہ جو کچھ میں نے تمہیں عطا فرما دیا ہے کیا وہ تمہیں کافی نہیں؟ عرض کی مولا تعالیٰ تیرے فضل سے مستغنی وبے نیاز کون ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک روایت یوں بھی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ حالت میں غسل فرما رہے تھے کہ اسی دوران ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنا شروع ہو گئیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام انہیں پکڑ پکڑ کر اپنے کپڑوں میں ڈالنے لگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ندا دی اے ایوب! کیا میں نے تجھے غنی نہیں کر دیا اس سے جو تو دیکھ رہا ہے عرض کی کیوں نہیں میرے مولیٰ لیکن تیری برکات سے مجھے غنی نہیں ہے۔

پاؤں کی ٹھوکر کے کرشمے:

اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ اپنا پاؤں مار حکم الٰہی ہوا اے ایوب اپنا پاؤں زمین پر مارو آپ نے بجا آوری کی اللہ جل شانہ نے آپ کے لیے ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا پھر حکم ہوا کہ اس میں غسل کرو اور اس سے پیو ظاہری باطنی جسمانی مصائب والم اور

تکالیف و بیماری سے اللہ تعالیٰ نے رہائی نصیب فرمادی اور آپ کی تنگدستیوں کو خوشحالیوں میں دکھوں کو سکھوں میں بیماریوں کو ظاہری و باطنی صحت اور حسن و جمال میں تبدیل فرمادیا۔ مال و دولت کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ سونے کی ٹڈیاں آپ پر بارش کی صورت میں برسادی گئی اور آپ کے اہل و عیال بھی واپس عطا فرمادیئے جیسا کہ حکم باری تعالیٰ ہے: آتَیْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ (ہم نے اسے اس کے گھر والے اور اس کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے)

کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل خانہ کو دوبارہ زندہ فرمادیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور عوض ان کے نعم البدل عطا فرمادیئے تھے اور بروز حشر ان کے سارے کنبہ کو جمع فرمادے گا۔ وَرَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا اور ہم نے اپنے پاس سے رحمت فرما کر ان سے ان کی تکالیف کو دور فرمادیا: فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ ہم نے دور کردی جو تکلیف اسے تھی وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ اور بندگی والوں کے لیے نصیحت ہے یعنی اگر کوئی شخص جسمانی' مالی یا اولاد کے اعتبار سے آزمائش میں مبتلا ہو جائے تو اس کے لیے حضرت ایوب علیہ السلام کا اسوہ سامنے ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں عظیم مصیبتوں میں مبتلا فرمایا پھر آپ نے صبر کیا بارگاہِ الٰہ سے اجر و ثواب کی امید رکھی بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانیوں کو دور فرمادیا۔

غلط فہمی کا ازالہ:

بعض نے آیت مذکورہ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا میں رحمت سے مراد حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی سمجھ لیا ہے۔ کہ ہم نے اپنے پاس سے رحمت (بیوی) دی۔ یہ بات فائدہ و نفع سے دور اور نزاع کا باعث و سبب ہے۔ ضحاک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اہلیہ کا شباب لوٹا دیا تھا اور کہیں زیادہ جوانی کی رعنائیاں عطا فرمادی تھیں۔ آپ کے بطن سے حضرت ایوب علیہ السلام کے چھبیس بیٹے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام نے سرزمین روم میں ملت ابراہیمی پر ستر سال زندگی گزاری۔ آپ کے بعد لوگوں نے دین ابراہیم کو تبدیل کردیا۔

جھاڑو مار کر قسم پوری کرلو:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ (ص:۴۴)

اور اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بے شک ہم نے اسے صابر پایا' کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم اٹھائی تھی کہ وہ اپنی اہلیہ کو سو کوڑے ماریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول کو رخصت دیتے ہوئے حیلہ بتایا کہ قسم نہ توڑ و جھاڑو مار کر قسم پوری کرلو کیوں قسم اٹھائی۔ ایک قول تو اس بارے یہ ہے کہ آپ کی اہلیہ نے آپ کے لیے طعام لانے کی غرض سے اپنے سر کی مینڈھیاں تک فروخت کردی تھیں اس لیے آپ نے قسم اٹھائی کہ تو نے یہ کام کیا لہٰذا میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ دوسرا قول یہ ہے! اس لیے قسم اٹھائی تھی کہ شیطان معالج طبیب کی شکل و صورت میں آپ کی اہلیہ کے پاس آیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے دوا تیار کی جب اہلیہ نے آکر علاج و طبیب اور دوا کی بابت بتایا تو آپ سمجھ گئے کہ یقیناً یہ شیطان ہے قسم اٹھالی کہ اہلیہ کو سو کوڑے ماروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے صحت و عافیت سے نواز دیا اب قسم کو پوری کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کھجور یا انگوروں کی شاخوں کا گچھا لے لو (جس میں سو تنکے ہوں) وہ بیک بارگی

مارو قسم پوری ہو جائے گی اور یہ سوکوڑوں کے قائم مقام ہوگا' حانث بھی نہ ہوں گے اور قسم سے بری الزمہ بھی ہو جاؤ گے۔ یہ مطیع و فرمانبردار اور متقین و پرہیز گاروں کے لیے راہ آسان ہے۔ بالخصوص اس صابرہ' شاکرہ' اجر کی طالب' سچی اور نیک و ہدایت یافتہ خاتون کے حق میں جو زوجہ ایوب رضی اللہ عنہا ہے اسی لیے بعد ازاں اللہ نے فرمایا:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ۔

بے شک ہم نے اسے (ایوب علیہ السلام) کو صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا۔

اکثر فقہائے کرام نے قسموں اور نذر کے باب میں اسی رخصت کو استعمال کیا بلکہ اسی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے قسموں سے حیلہ کے عنوان سے کتب لکھیں ہیں اور عجیب وغریب چیزوں کا تذکرہ کیا ہے۔

عمر مبارک:

ابن جریر علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے کہ علمائے تاریخ نے کہا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا جب وصال مبارک ہوا اس وقت آپ کی عمر مبارک ترانوے برس تھی۔

ایک قول ترانوے برس سے زائد کا بھی ہے۔

لیث علیہ الرحمۃ نے مجاہد علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اغنیاء پر حضرت یوسف علیہ السلام کو غلاموں پر اور حضرت ایوب علیہ السلام کو اہل مصائب پر بطورِ حجت پیش فرمائے گا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے فرزند حومل کو وصیت فرمائی آپ کے بعد آپ کا بیٹا بشر بن ایوب معاملات کا ذمہ دار بنا۔ اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ یہی ذوالکفل ہیں پچھتر سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا گمان غالب ہے کہ یہ بھی نبی وپیغمبر تھے۔ (واللہ اعلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام

بعض مفسرین کرام کا خیال ہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الانبیاء میں حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ

(انبیاء: ۸۵ تا ۸۶)

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کو یاد کرو وہ سب صبر والے تھے اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ تمہارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہے۔

سورۃ ص میں بھی تذکرہ ایوب علیہ السلام کے بعد یوں ذکر ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ

(ص: ۴۵ تا ۴۸)

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام قدرت اور علم والوں کو بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل علیہم السلام کو اور سب اچھے ہیں۔

قرآن پاک میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کا تذکرہ اور صفت وثنا کا متصل ہونا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ذوالکفل بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور مشہور بھی یہی ہے۔

جبکہ بعض دوسرے مفسرین کی رائے ہے کہ آپ نبی نہیں تھے بلکہ نیک وصالح عادل ومنصف اور دانا وعقلمند شخص تھے۔ ابن جریر علیہ الرحمۃ نے آپ بارے توقف فرمایا ہے۔

ذوالکفل کی وجہ تسمیہ:

ابن جریر اور ابن ابی نجیح علیہما الرحمۃ نے مجاہد علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ آپ نبی نہیں تھے بلکہ رجل صالح تھے۔ آپ اپنی قوم میں معتبر شخصیت تھے قوم کے معاملات کی کفایت کرتے ان کے درمیان عدل وانصاف کے توازن کو قائم رکھتے ان کی کفالت وتربیت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہوتے بنابریں آپ کا نام ذوالکفل مشہور ہوگیا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم علیہا الرحمۃ نے داؤد بن ابی ہند کے توسط سے مجاہد علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ جب یسع علیہ السلام ضعیف العمر ہو گئے تو آپ نے فرمایا کاش میں کسی شخص کو اپنی زندگی میں ہی لوگوں پر اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کر لیتا پھر دیکھتا کہ وہ مخلوق خدا کے معاملات کس طرح نمٹاتا ہے۔ پھر آپ نے لوگوں کو جمع فرمایا اور فرمایا کہ جو شخص میری تین باتوں کو قبول کرلے میں اسے اپنا نائب وخلیفہ مقرر کردوں گا۔ پھر پوچھا کہ تم میں سے کون ہے جس میں یہ تین صفات ہوں۔

۱۔ صائم النہار ہو۔ ۲۔ شب زندہ دار ہو۔ ۳۔ غصہ نہ کرتا ہو؟

مجمع میں سے ایک شخص نظریں جھکائیں کھڑا ہوا کہا میں ہوں۔ حضرت یسع علیہ السلام نے فرمایا تم صائم النہار، شب زندہ دار اور غصہ نہ کرنے والے شخص ہو؟ کہا ہاں اسی دن حضرت یسع علیہ السلام اتنا سوال کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ دوسرے دن پھر یونہی لوگوں کو اکٹھا کیا۔ پھر وہی سوال دہرایا لوگوں نے خاموشی اختیار کرلی ایک شخص کھڑا ہوا کہاں بحمدہ تعالیٰ مجھ میں یہ تمام صفات موجود ہیں۔ حضرت یسع علیہ السلام نے انہیں اپنا نائب منتخب فرمالیا۔

شیطان لعین بوڑھے مظلوم کی شکل میں:

جب حضرت یسع علیہ السلام حضرت ذوالکفل علیہ السلام کو اپنا نائب منتخب فرما چکے تو ابلیس لعین نے اپنے شیطاطین سے کہا کہ تم فلاں آدمی کا دھیان رکھو۔ شیاطین کو اس آدمی (ذوالکفل علیہ السلام) نے عاجز کردیا ہے۔ ابلیس نے اپنے شیطاطین کارندوں سے کہا تم تو نہ بہکا سکے اس کام کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ ابلیس حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے پاس ایک انتہائی معمر اور بوڑھے فقیر کی شکل میں آیا۔ آپ اس وقت قیلولہ فرما رہے تھے۔ آپ شب وروز میں صرف دوپہر کے وقت کچھ وقت کے لیے قیلولہ فرماتے تھے۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت ذوالکفل نے دریافت فرمایا کہ کون ہے کہا میں بوڑھا مظلوم شخص ہوں۔ حضرت ذوالکفل اٹھے دروازہ کھولا بوڑھا اپنا قصہ بیان کرنے لگا کہ میرا میری قوم سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ سفاکانہ ظلم کیا اور میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی۔ وہ اپنی داستان سناتا رہا یہاں تک کہ وقت استراحت گزر گیا۔ آپ نے فرمایا جب میں شام کو بیٹھوں تو پھر میرے پاس آنا میں تمہیں تمہارا حق دلوادوں گا۔ ابلیس لعین چلا گیا شام ہوئی مجلس جمی آپ دیکھنے لگے لیکن بوڑھا نظر نہ آیا۔ مجلس برخواست ہوگئی آپ تشریف لے گئے صبح کے وقت پھر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے مجلس لگائی۔ اس بوڑھے کا انتظار کرتے رہے لیکن اس نے نہ آنا تھا نہ آیا: ب آپ قیلولہ کے لیے تشریف لے گئے تو بوڑھا آ گیا اور آ کر دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ آپ نے پوچھا کون؟ جواب ملا بوڑھا مظلوم ہوں آپ نے دروازہ کھولا فرمایا کیا میں نے تجھے یہ نہ کہا تھا کہ جب میں مجلس لگاؤں گا اس وقت میرے پاس آنا؟ بوڑھا کہنے لگا میری قوم کے لوگ بڑے نابنجار ہیں جب انہیں پتا چلا کہ آپ نے مجھے حق دلوانے کے لیے مجلس لگائی ہے تو وہ کہنے لگے ہم تمہیں تمہارا حق دیتے ہیں۔ جب آپ نے نشست برخواست فرمادی تو پھر انہوں نے انکار کردیا۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام نے فرمایا اب تو چلا جا جب شام ہو تو آجانا اسی طرح دوسرے دن بھی آپ کا قیلولہ نہ ہوسکا، شام ہوئی تو آپ اس بوڑھے کے انتظار میں بیٹھ گئے لیکن وہ نہ آیا آپ پر اونگھ کا غلبہ سا ہوا آپ نے مجلس کو برخواست فرمادیا جب وقت استراحت آیا تو آپ نے کسی شخص کو دروازے پر کھڑا کردیا اور حکم دیا کہ کسی شخص کو بھی دروازے کے

قریب نہ آنے دینا۔ مجھے نیند دشواری ڈال رہی ہے لہٰذا میں کچھ دیر آرام کرلوں جب عین وقت آرام آیا تو وہی بوڑھا آ گیا۔ دروازے پر کھڑے شخص نے کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ بوڑھے نے کہا کہ میں کل بھی آیا تھا میں نے اپنی بپتا سنادی ہے مجھے ملنے دو۔ دربان نے کہا قسم بخدا میں تمہیں اندر نہیں جانے دوں گا کیونکہ مجھے حکم یہی ہے جب دربان نے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی تو اس بوڑھے نے کھڑکی کی طرف جھانکا اور اسے پھاندتے ہوئے اندر داخل ہو گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ جب حضرت ذوالکفل علیہ السلام اس کی حرکت سے بیدار ہو گئے دربان سے پوچھا کہ میں نے تمہیں کیا حکم دیا تھا۔ دربان نے عرض کی کہ واللہ نہ تو میرے سامنے سے یہ گزرا ہے اور نہ ہی گزرتا مجھے دکھائی دیتا ہے۔ پوچھا میں جو اسے دیکھ رہا ہوں تو یہ کہاں سے داخل ہوا۔ دروازے کی طرف بڑھے تو دروازے کو جوں کا توں بند پایا اور بوڑھا فقیر ان کے پاس کھڑا ہے۔ آپ شیطان لعین کو پہچان گئے' فرمایا اے اللہ کے دشمن! شیطان نے کہا مان گیا یقیناً تم نے مجھے عاجز کر دیا میں نے یہ سارا ڈرامہ اس لیے رچایا تھا تاکہ تم غضبناک ہو جاؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا نام ذوالکفل مشہور کر دیا کیونکہ آپ نے تین باتوں صائم النہار' قیام لیل اور غصہ نہ کرنے کی کفالت وذمہ داری اٹھائی تھی اور اس میں سرخرو ہوئے۔

ابن ابی حاتم علیہ الرحمۃ نے بھی ابن عباس عنہما سے مروی اسی سیاق وسباق سے قریب قریب ہی واقعہ کو بیان کیا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے برسر منبر فرمایا کہ ذوالکفل نبی نہیں تھے بلکہ ایک نیک وصالح شخص تھے۔ روزانہ سو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ ذوالکفل اپنی قوم کے لیے کفیل بن گئے اس طرح ان کا نام ذوالکفل مشہور ہو گیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دوحتیٰ کہ سات مرتبہ بھی نہیں بار بار سنا کہ کفل بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جو کسی بھی گناہ سے پرہیز نہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت اس کے پاس آئی تو اس نے ساٹھ دینار کے عوض اسے وطی کرنے پر آمادہ کر لیا۔ کفل جب اس عورت پر اس طرح سوار ہو گیا جس طرح مرد عورت پر وطی کے لیے سوار ہوتا ہے تو عورت اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو گئی اور رونے لگی' کفل نے اس سے پوچھا تو کس لیے روتی ہے؟ میں نے تجھے مجبور تو نہیں کیا عورت نے کہا آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن میں نے کبھی ایسا کام نہیں کیا' لیکن مجھے ایک شدید حاجت یہاں تک لے آئی۔ کفل نے کہا تو یہ کام کر رہی ہے اور اس سے قبل تو نے واقعی ایسا کام نہیں کیا؟ پھر وہ کفل پیچھے ہٹ گیا کہا کہ یہ دینار تم لے جاؤ اور قسم بخدا کفل اب کبھی ایسا کام نہ کرے گا اور نہ ہی اللہ کی نافرمانی کرے گا۔ اسی رات کفل کا وصال ہو گیا۔

صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کی بخشش ومغفرت فرمادی ہے۔ (ترمذی)

ان امتوں کا تذکرہ جو بالعموم ہلاک ہو گئیں:

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق سابقہ امتیں تورات کے نازل ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گئی تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی بعد اس کے کہ اگلی سنگتیں ہلاک فرمادیں۔ (القصص:۴۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ کے نازل ہونے کے بعد ارضی سماوی عذاب سے کسی قوم کو ہلاک نہیں فرمایا سوائے اس بستی کے لوگوں کے جس کے بسنے والوں کو بندروں کی شکلوں میں تبدیل کر دیا تھا۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی بعد اس کے کہ اگلی سنگتیں ہلاک فرما دیں۔

ہر امت بالعموم موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی ہلاک ہوئیں۔ ایک امت ان میں سے اصحاب الرس بھی ہے۔

اصحاب الرس:

اللہ تبارک تعالیٰ سورۃ فرقان میں ارشاد فرماتا ہے:

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (فرقان: ۳۸، ۳۹)

اور عاد اور ثمود اور کنویں والوں کو اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں اور ہم نے سب سے مثالیں بیان فرمائیں اور سب کو تباہ کر کے مٹا دیا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ (ق: ۱۲ تا ۱۴)

ان سے پہلے جھٹلایا نوح علیہ السلام کی قوم اور رس والوں اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط علیہم السلام کے ہم قوموں اور بن والوں اور تبع کی قوم نے ان میں ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔

یہ اور ان سے ماقبل آیات طیبات اس بات کی شہادت و دلالت فراہم کرتی ہیں کہ یہ قومیں ہلاک اور تباہ و برباد ہو گئیں۔ ابن جریر علیہ الرحمۃ کے نزدیک اصحاب رس وہی اصحاب اخدود (خندقوں والے) ہیں جن کا تذکرہ سورۃ بروج میں ہوا لیکن ابن اسحاق علیہ الرحمۃ اور مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک اصحاب اخدود کا واقعہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیش آیا تھا۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ کا ایک قول یہ بھی ہے جو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اصحاب الرس قوم ثمود کی بستیوں میں سے ایک بستی والے تھے۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے ابوالقاسم کی تاریخ میں تعمیر دمشق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصحاب رس یمن کے ایک شہر میں آباد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب اپنا ایک نبی حنظلہ بن صفوان علیہ السلام مبعوث فرمایا اصحاب الرس نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے انہیں قتل کر دیا۔

عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح اپنے بیٹے کو لے کر رس سے چل پڑے اور احقاف میں آ کر سکونت اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الرس کا ہلاک کر دیا۔ احقاف میں سکونت پذیر لوگ یمن میں روئے زمین پر پھیل گئے۔ جبرون بن سعد بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام دمشق چلے گئے۔ انہوں نے وہاں ایک شہر آباد کیا جس کا نام جبرون رکھا۔

اور یہی کے لوگ ارم حد سے زیادہ طول والے ہیں۔ دمشق میں بیشتر مقامات پر عمارتوں کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود بن عبداللہ بن رباح بن خالد بن الحلو د بن عاد کو احقاف میں اولادِ عاد کی جانب بھیجا۔ قوم عاد نے حضرت ھود علیہ السلام کی تکذیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک فرما دیا۔

تو گویا اصحاب رس عاد سے طویل زمانہ قبل گزر چکی تھی۔ ابن ابی حاتم علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے توسط سے روایت کیا ہے کہ الرس کنواں آذربائیجان میں ہے۔

ثوری علیہ الرحمۃ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اصحاب رس نے اس کنویں میں اپنے نبی کو پھینک دیا تھا اور اس میں دفن کر دیا تھا۔

ابن جریج علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اصحاب رس فلج میں تھے اور وہی اصحاب یاسین ہیں۔ قتادہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فلج یمامہ کی بستیوں میں سے ایک ہے۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر اصحاب الرس اصحاب یاسین ہی ہیں جیسا کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے تو وہ بھی ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قصہ کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ (یٰسین:۲۹)

وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔

بہر حال وہ سب تباہ و برباد ہو گئے اور ہر اعتبار سے ابن جریر علیہ الرحمۃ کے قول کے منافی ہے۔

پردے کے پیچھے کون:

ابوبکر محمد بن الحسن نقاش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اصحاب الرس کے پاس ایک کنواں تھا جو انہیں اور ان کی تمام اراضی کو سیراب کرتا تھا۔ اصحاب الرس کا ایک حسن سیرت اور عدل وانصاف والا بادشاہ تھا۔ جب اس بادشاہ کا وصال ہوا تو قوم کو بڑا شدید رنج ہوا۔ چند ایام ہی گزرنے پائے تھے کہ شیطان ان کے رنج والم کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بادشاہ کی شکل میں ان کے پاس آ گیا۔ کہنے لگا لوگو میں مرا نہیں ہوں شیطان نے اپنے اور اصحاب الرس کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیا اور پردے کے پیچھے سے انہیں کہنے لگا کہ میں بالکل موت کی وادی میں قدم نہ رکھوں گا۔ اکثر و بیشتر لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور اس کو پوجنا شروع کر دیا۔ شیطان نے اس طرح انہیں فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الرس کی طرف نبی مبعوث فرمایا جس نے خدائے لم یزل کی عبادت کا حکم دینے کیساتھ ساتھ انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا کہ یہ شیطان ہے جو پردے کے پیچھے سے تمہارے ساتھ مخاطب ہوتا ہے اور رب کائنات کی عبادت سے روکتا ہے۔

نبی پر ظلم کا انجام:

اصحاب الرس کی جانب حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ حالت نیند میں ان پر وحی کی جاتی تھی جب یہ تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے تو قوم ان پر ظلم وتعدی کرتی بالآخر ظلم وتعدی کی انتہا کرتے ہوئے قوم نے آپ کو قتل کر کے کنویں

میں ڈال دیا۔ ان کے ظلم کا یہ انجام ہوا کہ کنویں کا پانی خشک ہو گیا۔ درختوں کی شادابی روٹھ گئی اور سیرابی کے بعد فصلیں پانی کو ترسنے لگیں، پھل خشک ہو گئے، مکانات اجڑ گئے، انسیت کی جگہ وحشت نے لے لی۔ مجلسیں، صحبتیں ویران ہو گئیں، نام ونشان اور آثار مٹتے چلے گئے۔ ان کی رہائش گاہوں میں الو بولنے لگے جہاں انسانوں کے بسیرے تھے وہاں جنات اور وحشی جانوروں نے ڈیرے جما لیے ان جگہوں سے جہاں سے انسانوں کی آوازیں کانوں میں رس گھولتی تھیں وہاں سے جنات کی آوازیں اور شیروں کے دھاڑنے اور وحشیوں کی آوازیں آنے لگیں۔

پہلا جنتی سیاہ فام غلام:

محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے پہلا جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ایک سیاہ فام غلام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں میں ایک نبی مبعوث فرمایا، بستی والوں میں سے ایک سیاہ فام غلام کے سوا کوئی بھی اللہ کے نبی کی ذات پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوا۔ بستی والوں نے اللہ کے نبی پر ظلم وستم کی انتہا کرتے ہوئے ان کے لیے کنواں کھودا اور انہیں اٹھا کر اس کنویں میں پھینک دیا۔ پھر کنویں کو پتھروں سے ڈھانک دیا، یہ سیاہ فام غلام اپنی پشت پر لکڑیاں اٹھا کر لاتا پھر انہیں بیچ کر اشیائے خورد ونوش خریدتا انہیں لے کر کنویں کے پاس آتا بعونہ تعالیٰ پتھروں کو ہٹاتا اور اشیائے خورد ونوش ان کی طرف کنویں میں لٹکا دیتا پھر پتھروں کو ویسے ہی کر دیتا مشیت ایزدی سے یوں ہی ہوتا رہا۔

ایک دن وہی غلام معمول کے مطابق لکڑیاں لینے گیا۔ لکڑیوں کو جمع کر کے ان کا گٹھا بنا چکا اسے اٹھانا چاہا تو اونگھ محسوس کی وہ سونے کے لیے وہی لیٹ گیا۔ بحکم الٰہی سات سال تک وہ آغوش نیند میں رہا۔ سات سال بعد وہ بیدار ہوا انگڑائی لی کروٹ بدلی۔ اللہ تعالیٰ نے سات سال مزید اسے وادئ نیند میں دھکیل دیا۔ پھر بیدار ہوا اپنے گٹھے کو اٹھا کر چل پڑا گمان میں تھا کہ وہ دن کا کچھ حصہ ہی سویا ہے بستی میں آ کر اس نے گٹھے کو فروخت کیا پھر سابقہ معمول کے مطابق اشیائے خورد ونوش خریدیں لے کر اس کنویں کی طرف چل پڑا جہاں اللہ کے نبی تھے وہاں پہنچا نہ تو وہاں کنواں تھا نہ ہی اللہ کے نبی، تلاش بسیار کے بعد وہ ہمت ہار بیٹھا اس کی غیر موجودگی میں قوم کو باذنِ الٰہی ہدایت مل گئی تھی۔ انہوں نے اپنے نبی کو کنویں سے نکالا وہ آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق فرمائی۔

اس قوم کے نبی نے اپنی قوم سے اس سیاہ فلام غلام بارے دریافت کیا لیکن کسی شخص سے بھی اس بارے معلومات نہ ہو سکی۔ اس غلام کی انتظار میں نبی وقت رہے وہ نہ مل سکا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح کو قبض فرمایا۔ سیاہ فام غلام بعد از اں نیند سے بیدار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کالا غلام پہلا شخص ہے جو جنت میں داخل ہوگا۔ ابن جریر علیہ الرحمۃ نے بذاتِ خود اس کی تردید کی ہے کہ قرآن پاک میں جن کا تذکرہ موجود ہے۔ انہیں اصحاب الرس پر محمول کرنا جائز نہیں کیونکہ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرما دیا ہے اور یہ وہ لوگ ہے جو اپنے نبی پر ایمان لے آئے تھے۔

پھر ابن جریر علیہ الرحمۃ کی یہ رائے کہ وہ اصحاب اخدود تھے یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ اصحاب اخدود کو تو عذاب کی وعید آخرت میں دی گئی ہے جبکہ اصحاب الرس کی ہلاکت کا واضح ذکر قرآن پاک میں ہے۔

تذکرہ اصحابِ یٰسین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ.........فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ (یٰسین:۱۳تا۲۹)

اوران سے نشانیاں بیان کرواس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے جب ہم نے ان کی طرف دو بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا اب ان سب نے کہا کہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم بڑے جھوٹے ہو وہ بولے ہمارا رب جانتا ہے کہ بے شک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا بولے ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں بے شک اگر تم باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں سنگسار کریں گے بے شک ہمارے ہاتھوں تمہیں دکھ کی مار پڑے گی۔ انہوں نے فرمایا تھا تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے کیا اس پر بدکتے ہو کہ تم سمجھائے گئے بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک مرد دوڑتا ہوا آیا۔ بولا اے میری قوم! بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ نیگ (صلہ) نہیں مانگتے اور وہ راہ پر ہیں۔

اور مجھے کیا ہے کہ اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اس کی طرف تمہیں پلٹنا ہے کیا اللہ کے سوا اور خدا ٹھہراؤں کہ اگر رحمان میرا کچھ برا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں بے شک جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں مقرر میں تمہارے رب پر ایمان لایا تو میری سنو اس سے فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو کہا کسی طرح میری قوم جانتی جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہمیں وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔

بستی اور فرستادہ نبی:

سلف و خلف میں سے بیشتر حضرات سے یہی ثابت ہے کہ وہ بستی انطاکیہ میں تھی۔ ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے ابن عباس' کعب احبار اور وھب بن منبہ رضی اللہ عنہم سے یہ روایت فرمایا ہے۔ جریدہ بن حصیب' عکرمہ اور قتادہ اور زہری علیہم الرحم کی رائے بھی یہی ہے۔

ابن اسحاق علیہ الرحمۃ ابن عباس اور کعب رضی اللہ عنہم کے توسط سے فرماتے ہیں اس بستی میں ایک بادشاہ انطیخس بن انطیخس بتوں کا پجاری تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف تین پیغمبر بھیجے جن کے نام صادق' مصدوق اور شلوم تھے۔

بادشاہ نے ان تینوں کی تکذیب و تکفیر کی۔ ظاہر بات یہی ہے کہ وہ تینوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر و رسول تھے۔

قتادہ علیہ الرحمۃ کی رائے ہے کہ وہ رسول نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد تھے۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ کی رائے بھی یہی ہے ان کے نزدیک پہلے دو رسولوں کے نام شمعون اور یوحنا اور تیسرے کا نام بولس تھا بستی انطاکیہ ہی تھی ان حضرات کا یہ قول اور رائے ضعیف ہے کیونکہ اہل انطاکیہ کی طرف جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے تین حواریوں کو روانہ فرمایا تو انطاکیہ والے حضرات عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اور پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے۔

چار بستیاں تھیں اس وقت جہاں نصاریٰ آباد تھے انطاکیہ' القدس' اسکندریہ اور رومیہ۔

ان چاروں بستیوں میں نصاریٰ پھر قسطنطنیہ منتقل ہو گئے۔ ان میں سے کوئی بھی ہلاک نہیں ہوا جبکہ قرآن پاک میں جس بستی کا تذکرہ ہے اس کے باشندے تو ہلاک کر دیئے گئے تھے جیسا کہ واقعہ کے آخر میں ان کی طرف فرستادہ رسولوں کو قتل کرنے کے بعد وہ بھی عذاب الٰہی کی بھٹی میں غرق ہو گئے۔

اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ وہ تو ایک ہی چیخ تھی جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔

اگر یوں تسلیم کر لیا جائے' قرآن پاک میں مذکور جن تین رسولوں کا تذکرہ ہے۔ وہ قدیم انطاکیہ کی طرف تشریف لائے تھے۔ انہوں نے انہیں جھٹلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا پھر انطاکیہ آباد ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دورِ نبوت میں وہاں کے باشندے مشرف باسلام ہو گئے۔

تو غالباً اس طرح کوئی تضاد کی گنجائش نہیں رہتی۔

بہرحال قصہ مذکورہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا جو تذکرہ کیا جاتا ہے وہ بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک نے انہیں انبیاء مرسلین کہا ہے کہ وہ تو اللہ کی طرف سے فرستادہ رسول تھے۔

اللہ جل شانہ نے فرمایا:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادہ آئے اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ جب ہم نے ان کی طرف دو بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے ان دونوں کی تائید کے لیے تیسرے سے زور دیا فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ.

اب ان سب نے کہا کہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

لیکن اس شہر والوں نے ان کی بات بڑی حقارت سے مسترد کرتے ہوئے وہی جواب دیا جو ان سے پہلے کافر انبیاء کرام کو دیتے آئے تھے وہ لوگ اس بات کو بعید از قیاس سمجھتے تھے کہ کوئی بشر بھی رسول خدا ہو سکتا ہے ان فرستادہ رسولوں نے جواب کہ اللہ جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف رسول بن کر آئے ہیں اگر ہم اس بات میں جھوٹے ہوئے تو وہ ہم سے شدید انتقام لینے والا ہے۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اور ہمارے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا ہمیں تو جن احکامات کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا وہ ہم نے تم تک پہنچا دیا اللہ جسے چاہے ہدایت سے نوازتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے۔ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ شہر والے بولے جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس پر ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ اگر تم اپنے قول و فعل سے باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں سنگسار کریں گے وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور بے شک ہمارے ہاتھوں تمہیں دکھ کی مار پڑے گی اور انہوں نے ان رسولوں کو قتل و اہانت کی دھمکیاں دیں قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ انہوں نے فرمایا تمہاری نحوست تو تم پر لوٹ جائے گی اور وہ تمہارے

ساتھ ہے اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں اور دعوت الٰہی کی طرف راغب کرتے ہیں تم ہمیں قتل واہانت کی دھمکیاں دیتے ہو کیا اس پر بدلتے ہو کہ تم سمجھائے گئے بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ نہ تو تم حق کو قبول کرتے ہو اور نہ ہی قبولیت حق کا تمہارا ارادہ ہے بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔

وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَى الۡمَدِيۡنَةِ رَجُلٌ يَّسۡعٰى شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص رسول کی اعانت اور اظہار ایمان کے لیے دوڑتا ہوا آیا۔ قَالَ يٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِيۡنَ اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا يَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا وَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ وہ مرد بولا اے میری قوم! یہ تمہیں بلا اجرت ومعاوضہ محض حق کی دعوت دیتے ہیں ان کی پیروی کرو اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف یہ مدعو کرتے ہیں اور ماسوا اللہ کو پوجنے سے روکتے ہیں جو تمہیں دنیا وآخرت میں ذرہ بھر بھی نفع نہیں پہنچا سکتے۔

اِنِّىۡۤ اِذًا لَّفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ اگر میں اللہ کی عبادت چھوڑ دوں اور اس کے سوا کسی اور کو پوجوں تب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں پھر اس نے رسولانِ معظم کو خطاب کرتے ہوئے کہا اِنِّىۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّكُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ مقرر میں تمہارے رب پر ایمان لایا تو میری سنو اور اپنے رب کے پاس میرے لیے گواہ بن جانا یا پھر مطلب یہ ہے کہ اے میری قوم سن لو میں اللہ کے رسول پر برملا ایمان لا چکا ہوں سنتے ہی قوم کے نابکاروں نے اسے قتل کر دیا ایک قول کے مطابق سنگسار کر دیا ایک قول یہ ہے کہ دانتوں سے کاٹ کر اسے مار ڈالا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ قوم نے یکبارگی حملہ کر کے انہیں موت کی وادی میں دھکیل دیا۔

ابن اسحاق علیہ الرحمۃ بعض اصحاب سے اور انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قوم نے انہیں پاؤں سے روند ڈالا اور پھیپھڑوں کی آنتیں باہر نکال دیں۔

ایمان لانے والا شخص کون تھا:

ابن مجلز علیہ الرحمۃ سے مروی ہے اس پرلے کنارے سے دوڑتے ہوئے آنے والے شخص کا نام حبیب بن مری رضی اللہ عنہ تھا اس کا پیشہ کیا تھا اس بارے کئی اقوال ہیں۔

۱- نجار تھا (بڑھئی) ۲- جولاہا تھا ۳- موچی تھا ۴- دھوبی تھا

۵- وہ وہاں ایک غار میں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا تھا (واللہ اعلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب نجار کو جذام کی بیماری لگی اس میں انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا لیکن اس کی قوم نے اسے زندہ نہ رہنے دیا۔ ادخل الجنۃ جب حبیب کی قوم نے اسے قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ جنت میں داخل ہو۔ قَالَ يٰلَيۡتَ قَوۡمِىۡ يَعۡلَمُوۡنَ بِمَا غَفَرَلِىۡ رَبِّىۡ وَجَعَلَنِىۡ مِنَ الۡمُكۡرَمِيۡنَ (حبیب نے) کہا کسی طرح میری قوم جانتی اگر وہ بھی میری طرح ایمان لے آتی تو جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا تو ویسے انہیں بھی عزت وتکریم اور مغفرت کی بشارت مل جاتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حبیب نجار علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا يٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِيۡنَ اے میری قوم! بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو اور اپنے وصال کے بعد بھی قوم کی خیر خواہی ہی چاہی کہا يٰلَيۡتَ

قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ کسی طرح میری قوم جانتی بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا۔

قتادہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس صاحب ایمان مرد نے جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے منصب عزت دیکھا تو قوم کی خیرخواہی ہی چاہی کہا کاش میری قوم جانتی جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا۔ انہوں نے آرزو کی کہ ان کی قوم بھی جان لیتی تو انہیں بھی وہ مقام عزت وعظمت میسر آ جاتا جو مجھے میسر آیا۔ قتادہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انہیں ناحق قتل کر دینے کے بعد اللہ کے عتاب کا کوڑا یوں برسا کہ فرمایا:

اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ خٰمِدُوْنَ وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِہٖ مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا کُنَّا مُنْزِلِیْنَ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہمیں وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا یعنی اس قوم سے انتقام لینے کے لیے ہمیں ان پر آسمان سے کسی لشکر اتارنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی ہم نے اتارا۔ مجاہد اور قتادہ علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان پر کوئی لشکر یعنی دوسرے رسول نہیں اتارے۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں پہلا مطلب زیادہ اولیٰ ہے امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے رائے میں بھی یہی زیادہ اقویٰ ہے۔

اسی لیے فرمایا: وَمَا کُنَّا مُنْزِلِیْنَ اور نہ ہمیں وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا یعنی جب انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا اور ہمارے محبوب ولیوں کو قتل کیا اس وقت ان کا انتقام لینے میں ہمیں آسمانی لشکر کی کوئی حاجت وضرورت نہ تھی اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ خٰمِدُوْنَ وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔

انتقام الٰہی:

مفسرین عظام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اس نے آ کر شہر کے دروازے کی دہلیزوں کو پکڑ لیا پھر ان پر ایک چیخ ماری تب وہ بجھ کر رہ گئے۔ ان کی آوازیں خاموش ہو گئیں۔ حرکات وسکنات دم توڑ گئیں کوئی آنکھ باقی نہ تھی جو انتقام الٰہی کا نظارہ کر سکتی۔

یہ تمام واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بستی انطاکیہ نہیں تھی کیونکہ یہ لوگ رسولان معظم کو جھٹلانے کے سبب ہلاک ہو گئے تھے جبکہ انطاکیہ کے باشندے ایمان لے آئے تھے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی اتباع و پیروی کی تھی اسی لیے یہ بھی مذکور ہے کہ انطاکیہ پہلی بستی ہے جس کے باشندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔

بہر حال وہ حدیث جسے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی سبقت کرنے والے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یوشع بن نون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف صاحب یٰسین اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ۔

یہ حدیث ثابت نہیں ہے اس لیے کہ اس کی سند میں حسین نامی راوی متروک ہے اور وہ غالی شیعہ ہے۔

تذکرہ حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام اور قرآنی آیات:

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ ءَامَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ إِلٰى حِينٍ (یونس:۹۸)

تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا ہاں یونس علیہ السلام کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔

وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ .... وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ (انبیاء:۸۷،۸۸)

اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اندھیروں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ .... إِلٰى حِينٍ (الصافات:۱۳۹ تا ۱۴۸)

اور بے شک یونس علیہ السلام پیغمبروں سے ہے جبکہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا تو قرعہ ڈالا تو ڈھکیلے ہوؤں میں ہوا پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک آپ اٹھائے جائیں گے پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگایا اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ .... مِنَ الصّٰلِحِينَ (قلم:۴۸ تا ۵۰)

تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس حال میں پکارا کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا الزام دیا ہوا تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قرب خاص کے سزاواروں میں کر لیا۔

عذاب ٹل گیا:

مفسرین کرام علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کو موصل کی سرزمین میں نینویٰ کی جانب مبعوث فرمایا وہاں کے باشندوں کو آپ نے دعوت توحید دی وہ تکذیب وتکفیر کرتے ہوئے اپنے کفر وعناد پر ڈٹ گئے جب معاملہ طوالت اختیار کر گیا اور آپ کی کوششیں بارآور ثابت نہ ہوئیں تو آپ وہاں سے نکل گئے انہیں خبردار کر دیا کہ تین دن کے بعد عذاب الٰہی کے

اثرات ظاہر ہو جائیں گے۔

ابن مسعودؓ مجاہدؒ سعید بن جبیر اور قتادہ علیہم الرضوان اور دیگر کئی ایک متقدمین و متاخرین کی رائے ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے اور عذاب الٰہی کے اثرات نمودار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اہل نینویٰ کے دلوں میں توبہ و استغفار کی توفیق ڈال دی۔ وہ اپنے نبی یونس علیہ السلام کے ساتھ ڈھٹائی سے پیش آنے پر نادم شرمسار ہوئے۔ اپنے عمدہ لباس اتار دیئے ہر چیز جانوروں تک کو اپنے بچوں سے جدا کر دیا اور پھر خوب بارگاہ الٰہی میں آہ و فریاد کی چیخ و پکار، عجز و انکسار اور مفلسی مسکینی کا مجسمہ بن گئے۔ مرد و عورت، باپ بیٹے اور ماں بیٹیاں، چوپائے، مویشی الغرض ہر چیز دھاڑیں مار رہی تھی اونٹ اپنے بچوں کے ساتھ، گائیں اپنے بچوں کے ساتھ اور بکریاں اپنے بچوں کے ساتھ چیخ و پکار کر رہی تھیں۔ ہر چیز نے آہ و بکا بارگاہ الٰہی میں پیش کر کے ہولناک منظر پیش کر دیا تھا۔

وہ عذاب الٰہی جو تاریک رات کی طرح ان کے سروں پر گردش کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و مہربانی اور اپنی قوت طاقت سے ٹال دیا۔

فرمایا: فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَا تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا سابقہ دور میں کوئی بستی والا ایمان نہ لایا اگر وہ بھی مان جاتیں تو عذاب الٰہی کی دست برد سے محفوظ ہو جاتیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (سبا:۳۴)

اور ہم نے جب کبھی کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا وہاں کے آسودوں نے یہی کہا کہ تم جو لے کر بھیجے گئے ہم اس کے منکر ہیں۔

اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ

ہاں یونس علیہ السلام کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔

مفسرین کرام کا اس بارے اختلاف ہے کہ آیا ان کا ایمان انہیں اخروی زندگی میں بھی عذاب سے بچا لے گا جس طرح کہ دنیوی زندگی میں بچ گئے؟ اس بارے دو قول ہے۔

۱۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لَمَّآ اٰمَنُوْا (جب ایمان لائے) کے الفاظ قرآن پاک نے بیان فرما کے ان کے ایمان کی صداقت و شہادت بیان فرما دی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں بھی عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

۲۔ ارشاد ہے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ تو وہ ایمان لے آئے ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا یہاں حکم ہے ایک مدت تک انہیں نفع دیا تو اخروی عذاب کے اٹھ جانے کی منافات نہیں ہے، دنیاوی نفع ہی مقصود ہے۔

قوم یونس علیہ السلام کی تعداد:

قوم یونس ایک لاکھ تو یقیناً تھی اس سے زائد کتنی تھی اس بارے کئی اقوال ہیں:

۱- حضرت مکحول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دس ہزار زائد تھے۔

۲- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارسلنا الی مائۃ الف او یزیدون (ہم نے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ) یہ زیادہ کتنے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیس ہزار تھے۔

۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایک لاکھ تیس ہزار تھے۔

۴- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے کہ تیس ہزار سے زائد تھے۔

۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک اور روایت ہے چالیس ہزار سے زائد تھے۔

۶- سعید بن جبیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ایک لاکھ ستر ہزار افراد تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی والے واقعہ سے پہلے یا اس کے بعد اس قوم کی طرف آئے یا دو مختلف قوموں کی طرف آئے۔ اس بارے بھی مفسرین کی مختلف آراء ہیں جن کی تفصیل تفسیر ابن کثیر میں مذکور ہے۔

کشتی ہچکولے کھانے لگی:

حضرت یونس علیہ السلام جب اپنی قوم پر ناراض ہو کر نینویٰ سے باہر تشریف لے گئے تو ایک کشتی پر جا کر سوار ہو گئے۔ کشتی کچھ دیر بعد ہچکولے کھانے لگی، قریب تھا کہ وہ ہچکولے کھاتی ہوئی پانی کی موجوں کی نظر ہو جائے گی کشتی میں موجود لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ قرعہ اندازی کروتا کہ پتا چل سکے کہ کس کی وجہ سے کشتی اضطراب کا شکار ہو رہی ہے جس کے نام قرعہ نکل آئے اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دو۔ یہ فیصلہ طے ہو گیا پھر جب قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکل آیا لیکن لوگ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ دوبارہ قرعہ اندازی کی گئی پھر نام حضرت یونس علیہ السلام کا نکلا۔ آپ جلدی سے اپنے کپڑوں کو اتارنے لگے تاکہ اپنے آپ کو سمندر کی موجوں کے سپرد کر دوں لیکن لوگ اس پر آمادہ نہ ہوئے اور انہیں روک لیا۔ تیسری مرتبہ قرعہ اندازی کی نام پھر حضرت یونس علیہ السلام کا نکلا۔ مشیت الٰہیہ تھی کہ اس طرح بہت بڑے واقعہ کا ظہور ہو۔ فرمان الٰہی ہے:

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ (الصافات: ۱۳۹ تا ۱۴۲)

اور بے شک یونس علیہ السلام پیغمبروں سے ہیں جبکہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا تو قرعہ ڈالا تو ڈھکیلے ہوؤں میں ہوا پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۔

جب تیسری مرتبہ بھی قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام ہی نکلا تو انہیں سمندر میں پھینک دیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بحر اخضر سے ایک بہت بڑی مچھلی کو بھیجا۔ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو یہ حکم دے دیا تھا کہ نہ تو حضرت یونس کا وہ گوشت کھائے اور نہ ہی ان کی ہڈی ٹوٹنے پائے اور یہ تمہارا رزق نہیں ہے مچھلی انہیں اپنے پیٹ میں لے کر سارے سمندر میں گھومنے لگی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مچھلی کو ایک اور بڑی مچھلی نے نگل لیا تھا۔
جب آپ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو آپ نے سمجھا کہ میری روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی ہے اور میں موت کی وادی میں آ پہنچا ہوں۔ آپ نے اپنے اعضا کو حرکت دی تو وہ متحرک ہو گئے۔ تب گمان گزرا کہ میں تو زندہ ہوں۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے عرض کی مولا کریم میں تیرے لیے ایسی جگہ سربسجود ہونے کے لیے مسجد بناؤں گا جہاں کسی نے بھی عبادت نہ کی ہوگی۔

یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں:

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے اس بارے مفسرین کرام کی مختلف آراء ہیں اور کئی ایک اقوال ہیں۔

۱۔ مجاہد علیہ الرحمۃ نے شعبی علیہ الرحمۃ سے روایت کیا کہ چاشت کے وقت مچھلی نے نگلا اور شام کو اگل دیا۔
۲۔ قتادہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔
۳۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سات دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔
امیہ بن صلت کا شعر بھی ایسی ہی شہادت دیتا ہے۔

وانت بفضل منك نجيت يونسا   وقد بات في اضعاف حوت لياليا

الہ العالمین تو نے اپنے فضل و احسان سے یونس علیہ السلام کو نجات دی اور وہ تو کئی شب مچھلی کے پیٹ میں رہے۔
۴۔ سعید بن ابوالحسن اور ابو مالک علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام نے چالیس دن گزارے۔
اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ کتنا عرصہ ٹھہرے۔

مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں لے جا کر چکر لگانے لگی اور کھارے پانی کی موجوں میں غائب ہو گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے وہاں پر مچھلیوں کی تسبیحات اور کنکریوں کی تسبیحات کو سنا۔ وہ اس ذاتِ قدیر کی تسبیح بیان کرتے تھے جو دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے سات آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور ان میں جو بھی مخلوقات ہیں انہیں پالنے والا ہے۔ عرش علی سے لے کر تحت الثریٰ تک کی کائنات عالم زبان حال و مقام سے جہاں بھی پکارتی ہے وہ ان کی پکار کو سنتا ہے جیسا کہ خود ذوالجلال والاکرام ذات نے فرمایا کہ وہ مخفی چیز کو بھی دیکھتا ہے اور مصائب والم کو دور فرماتا ہے اور خفیف سے خفیف آواز کو بھی سنتا ہے اور مخفی و پوشیدہ ریزوں کو بھی جانتا ہے اور بڑی سے بڑی دعاؤں کو بھی سنتا اور قبول فرماتا ہے جیسا کہ اپنے رسول امین اور رسول صادق پہ نازل کی جانے والی کتاب قرآن مبین میں فرمایا:

وَذَاالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِمْ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الانبیاء۔۸۸،۸۷)

اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصے میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اندھیروں میں پکارا کوئی معبود

نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو اس نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ (تو اندھیروں میں پکارا)

ابن مسعود ابن عباس عمرو بن میمون سعید بن جبیر محمد بن کعب حسن بصری قتادہ اور ضحاک علیہم الرضوان فرماتے ہیں مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا سمندر کی گہرائی کا اندھیرا رات کی تاریکی ان ظلمتوں میں پکارا۔ سالم بن ابی جعد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگلا تھا اس مچھلی کو ایک دوسری بہت بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ اس طرح سمندر کی گہرائی کی تاریکی اور دو مچھلیوں کے پیٹ کی تاریکیاں۔

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔

ایک مفہوم تو اس کا یہ ہے کہ اگر وہ وہاں اللہ کی تسبیح بیان نہ کرتا تسبیح و تہلیل، توبہ وانابت اور اظہار عجز وانکساری نہ کرتا تو قیامت کے دن تک وہی ٹھہرے رہتا اور اسی مچھلی کے پیٹ میں ہی اسے اٹھایا جاتا۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ فلولا انہٗ کان اگر مچھلی کے پیٹ میں آنے سے پہلے اطاعت وفرمانبرداری کرنے والا اور ذکر الٰہی میں منہمک رہنے والا نہ ہوتا تو بروز قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتا۔

اکثر و بیشتر مفسرین کرام کی رائے یہی ہے اور اس کی شہادت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث سے ملتی ہے جسے امام احمد علیہ الرحمۃ نے روایت کیا کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا اے برخوردار میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں تو اللہ کے ان کلمات کی حفاظت کر وہ تیری حفاظت فرمائے گا تو اللہ کے احکامات کی حفاظت کر اسے اپنے سامنے پائے گا تو خوشحالیوں میں اللہ تعالیٰ کی پہچان سلامت رکھ وہ تجھے تنگدستیوں اور شدائد میں تجھے فراموش نہ کرے گا۔

سمندر کی تہوں میں مچھلیوں کی تسبیح:

حضرت عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے کا ارادہ فرمایا تو مچھلی کو حکم دیا کہ انہیں اپنے پیٹ میں محفوظ کر لے نہ تو ان کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو اور نہ ہی ہڈی ٹوٹے۔

جب مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر سمندر کی اتھاہ گہرائی میں پہنچ گئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے خفیف سی آواز سنی اپنے آپ سے کہا یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی جبکہ آپ مچھلی کے پیٹ میں تھے کہ یہ آبی جانوروں کی تسبیح ہے آپ نے بھی مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کی۔ فرشتوں نے آپ کی تسبیح کو سنا تو عرض کی یا اللہ العالمین ہم عجیب وغریب آواز سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے بندے یونس علیہ السلام کی تسبیح ہے اس نے میرے حکم میں کوتاہی کی تو میں نے اسے سمندر میں مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ فرشتوں نے عرض کی مولا کریم وہ یونس عبد صالح جس کی طرف سے شب وروز نیک اعمال تیری

بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں وہی صالح بندہ یونس فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی حضور سفارش کی۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا تو مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو ساحل سمندر پر اگل دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وھو سقیم اور وہ بیمار تھا۔

کدو کی بیل:

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے کہ آپ نے ان کلمات سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔

اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔

کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا عرش الٰہی پر پہنچی تو فرشتوں نے عرض کی کہ یا اللہ یہ شناسا سی نحیف آواز دیار اجنبی سے سنائی دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فرشتو! کیا تم اس آواز کو پہچانتے نہیں ہو فرشتوں نے عرض کی یا اللہ یہ آواز والا کون ہے؟ فرمایا: میرا بندہ یونس فرشتوں نے عرض کی یا اللہ تیرا بندہ یونس وہ جس سے عمل مقبول اور دعائے مقبول مسلسل آتی ہے؟ پھر عرض کی الہ العالمین کیا تو اس پر رحم نہ فرمائے گا جو فراخ زندگی میں عمل مقبول کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا تو اس نے چٹیل میدان میں لا پھینکا۔ (ابی حاتم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چٹیل میدان میں آپ کو پھینک دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کدو کی بیل اگا دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ایک وحشی پہاڑی بکری کو مقرر کر دیا وہ حشرات الارض کھاتی صبح و شام اس کے دودھ سے آپ سیر ہو جاتے یہاں تک کہ آپ پروان چڑھتے گئے۔

امیہ بن صلت نے اس بارے اپنے شعر میں کہا ہے:

فـانبـت یـقطینًا علیه برحمة   من الله لولا الله آصبح ضاویا

رحمت الٰہیہ کی بدولت اس (یونس علیہ السلام) پر کدو کی بیل اگ آئی اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو وہ نحیف ہی رہتے۔

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ ہم نے اسے ایسی بے آب و گیاہ جگہ میں ڈال دیا جہاں کسی درخت کا نام و نشان تک نہ تھا بلکہ وہ چٹیل صحرا تھا۔ وھو اسقیم وہ بیمار ضعیف البدن تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی حالت اس چوزے کی سی تھی جس پر کوئی پر وغیرہ نہ ہو۔

ابن عباس، سدی، ابن زید علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ اس بچے کی طرح تھے جو ابھی پیدا ہوا ہو

وَاَنْبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنَ اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگایا۔

ابن مسعود، ابن عباس، عکرمہ، مجاہد، ابن جبیر، وھب بن منبہ، ھلال بن یساف، عبداللہ بن طاوس، سدی، قتادہ، ضحاک، عطا خراسانی علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ وہ کدو (کا پیڑ) تھا۔

بعض اہل علم فرماتے ہی کہ کدو اگانے میں بڑی حکمتیں مضمر تھیں۔ کدو کے پتے نرم و نازک، بہت زیادہ اور سایہ دار ہوتے ہیں۔ اس کے قریب مکھی نہیں آتی اس کا اول تا آخر کچا پکا کھایا جاتا ہے اس کے چھلکے بیج بھی فائدہ مند ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ دماغ کے لیے مقوی وغیرہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کی روایت اس سے پہلے گزر چکی کہ اللہ تعالیٰ نے

حضرت یونس علیہ السلام کے لیے ایک پہاڑی بکری کو مسخر کر دیا تھا جو آپ کو دودھ پلاتی تھی۔ جنگل میں چرتی اور صبح و شام آپ کے پاس حاضر ہو جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کی نعمت اور آپ پر احسان تھا۔ اسی لیے فرمایا: فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے کرب و تنگی اور غم سے نجات بخشی۔ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہم ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو۔ حضرت ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اگر اللہ تعالیٰ کو اس نام سے پکارا جائے جو یونس بن متی علیہ السلام کی دعا تھی تو قبول ہوتی ہے اور جو کچھ مانگا جائے وہ عطا ہوتا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ حضرت یونس علیہ السلام کے لیے ہی مختص ہے یا عام مسلمانوں کے لیے بھی ہے؟ فرمایا یہ حضرت یونس علیہ السلام کے لئے خاص ہے اور مسلمانوں کے لیے عام جب وہ اس کے ساتھ دعا مانگتے کیا تم اللہ جل جلالہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔

(حضرت یونس علیہ السلام نے) اندھیروں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو۔

ابن سعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دعا حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کے ساتھ کی جائے وہ بارگاہ الٰہیہ میں ضرور قبول ہوتی ہے۔

فضائل یونس علیہ السلام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

اور بے شک یونس علیہ السلام پیغمبروں سے ہیں۔

سورۃ نساء اور سورۃ انعام میں جملہ انبیاء کرام کا جہاں تذکرہ کیا گیا وہی حضرت یونس علیہ السلام کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

امام احمد علیہ الرحمۃ نے روایت ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ یعنی کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت دے اور دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مجھے حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت دے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے انبیاء پر اور نہ ہی یونس بن متی علیہ السلام پر فضیلت دو۔

یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے انکسار و اخلاق کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں انبیاء کرام کے مقام کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدا ہوتی ہے۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ میں آپ کے پاس سے گذرا میں نے سلام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا بلکہ بھرائی نظروں سے مجھے تکتے رہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی اے امیر المؤمنین! کیا سلام سے متعلق کوئی نیا حکم جاری ہو چکا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں تو؟ کیا ہوا؟ میں نے عرض کی کہ میں ابھی مسجد کے قریب سے گذرا جہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا بلکہ بھرائی نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے۔

راوی کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان ذوالنورین کو طلب فرمالیا دریافت کیا کہ اپنے بھائی کو سلام کا جواب دینے سے تجھے کس چیز نے روکے رکھا؟

جواباً کہا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے بھائی عثمان کیوں نہیں۔ تم نے واقعتاً میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھالی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اپنے مؤقف پر قسم اُٹھالی کیونکہ ہم دونوں اپنے تئیں سچے تھے)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یاد آیا تو فرمانے لگے کہ ہاں تو میرے پاس سے ابھی گذرا تھا میں اس وقت اپنے جی میں دوراں ایسے کلمات پر غور وفکر میں محو تھا جو میں نے محبوب کون ومکان سے سنے ہیں قسم بخدا آپ کا گذرنا اور سلام کرنا مجھے یاد تک بھی نہ رہا۔ میرے قلب ونگاہ پر حجاب چھایا ہوا تھا۔ بہرحال میں بارگاہِ الٰہ سے مغفرت وبخشش کا خواستگار ہوں اور اسی کے حضور توبہ ورجوع کرتا ہوں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے تو ہمارے لئے دعا کا ذکر کیا پھر ایک اعرابی آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ محو کلام ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرۂ مبارک کی طرف تشریف لے جانے کے لئے چل پڑے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب میں نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں گھر تشریف فرما ہوا چاہتے ہیں تو میں نے اپنے قدم کو زمین پر مار کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جانب متوجہ فرمالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متوجہ ہو کر پوچھا یہ کون ہے؟

ابو اسحاق ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو! میں نے عرض کی سرکار! آپ نے ہمارے سامنے دعا کا ذکر فرمایا پھر اعرابی آ گیا آپ اس کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئے۔

فرمایا: ہاں مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کی دعا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تھی؟

کوئی بھی مسلمان جب اس دعا کے ساتھ اپنے رب کو پکارے تو اس کی دعا یقیناً بارگاہِ الٰہی میں مقبول ومستجاب ہو گی۔

(ترمذی، نسائی)

تذکرہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نسب نامہ:

حضرت موسیٰ بن عمران بن قاہث بن عاذر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قرآنی آیات:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا (مریم:۵۱تا۵۳)

اور کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کو یاد کرو بے شک وہ چنا ہوا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا فرمائی اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا۔ غیب کی خبریں بتانے والا نبی اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی اختصار یا بالتفصیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا تفسیر ابن کثیر میں وہی ان کی تشریح کو بالتفصیل ذکر کر دیا ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں اول تا آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو ہم یہاں ذکر کریں گے۔ اسرائیلیات میں سے بھی جنہیں ہمارے اسلاف نے ذکر کیا ہے البتہ آثار منقولہ کو دہرانے کی کوششیں کریں گے انشاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ پر بھر بھروسہ اور توکل ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ طسم تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ...... يَحْذَرُونَ (القصص:۱تا۶)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی ہم تم پر پڑھیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سچی خبر ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے تھے۔ بے شک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا اور اس کے لوگوں کو اپنا تابع بنایا۔ ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھتا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا۔ بے شک وہ فسادی تھا اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں اور انہیں زمین میں قبضہ دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھا دیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی تلخیص اور پھر اس کے بعد بالتفصیل واقعہ کو ذکر فرمایا ہے۔ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی خبر بیان کی ایسی سچائی اور حقانیت کے ساتھ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سن نہیں رہے بلکہ بعینہٖ مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا بے شک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا اور اس کے لوگوں کو اپنا

تابع بنایا فرعون نے تکبر وسرکشی اور بغاوت کی دنیاوی زندگی کو ترجیح دی۔ اطاعت الٰہی سے روگردانی کی اپنی رعایا کو کئی اقسام و انواع اور درجہ بندیوں میں بانٹ دیا۔ رعایا میں سے ایک گروہ کو کمزور دیکھا وہ گروہ بنی اسرائیل کا تھا جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی اولاد تھا اس وقت روئے زمین پر سب سے بہتر لوگ وہی تھی ان پر یہ ظالم غاصب' فاسق و فاجر اور کافر بادشاہ مسلط ہو گیا جوان سے اپنی پوجا کرواتا اور گھٹیا اور خسیس کاموں میں ان سے خدمات لیتا۔ باوجود اس کے یُذَبِّحُ اَبْنَآئَهُمْ وَيَسْتَحْيِيْ نِسَآءَ هُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بے شک وہ فسادی تھا۔

اسے اس فعل قبیح پر یہ چیز ابھارتی تھی کہ بنی اسرائیل میں یہ خبر ہمیشہ گردش کرتی رہی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں شاہ مصر ہلاک ہو جائے گا۔ خدا معلوم یہ کہاں تک درست ہے کہ جب شاہِ مصر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کو بری نیت سے طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت بشارت دی تھی کہ تمہاری نسل سے ایک پیدا ہونے والا بچہ ان ظالموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عصمت کی حفاظت فرمائی۔ یہ بشارت بنی اسرائیل میں مشہور تھی کہ ان میں سے ایک شخص تخت فرعون کو الٹ دے گا۔ فرعون کے دربار کے امراء اور درباریوں نے یہ بات فرعون تک پہنچادی تھی وہ اس کے پاس رات کو قصہ گوئی کرتے تھے جب انہوں نے فرعون کو یہ بات بتائی تو اس نے اسی وقت حفاظتی تدابیر کے پیش نظر بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ حذر واحتیاط تقدیر سے نہیں بچا سکتے۔

ابن مسعود' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک صحابہ سے مروی ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے آگ نمودار ہوئی اور اس نے قبطیوں سمیت تمام مصر کو جلا کے راکھ کر دیا ہے لیکن بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ فرعون بیدار ہوا تو سہا ہوا تھا اس نے کاہنوں' جادوگروں اور نجومیوں کو جمع کیا اور ان سے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ کاہنوں اور نجومیوں نے بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں اہل مصر ہلاک ہو جائیں گے اسی لیے فرعون نے لڑکوں کو قتل کرنے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑنے کا حکم دیا۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں (بنی اسرائیل) پر احسان فرمائیں: وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں۔ ملک مصر اور بلاد مصر ان کی طرف آئے۔

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ اور انہیں زمین میں قبضہ دیں اور فرعون اور ھامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھادیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ ہے یعنی ہم ضعیف و کمزور کو قوی اور مقہور و مغلوب کو قادر' ذلیل کو عزت والا بنادیں اور یہ سب کچھ بنی اسرائیل کے لیے ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا (اعراف:۱۳۷)

اور ہم نے اس قوم کو جو دبائی گئی تھی اس زمین کے پورب پچھم کا وارث کیا جس میں ہم نے برکت رکھی اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا کَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (الدخان:۲۵) کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمے وَّكُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۔ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الشعراء:۵۸تا۵۹) اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے ہم نے ایسا ہی کیا اور ان کا وارث کر دیا۔ بنی اسرائیل کو۔

موسیٰ (علیہ السلام) پیدا نہ ہونے پائے:

مقصود یہ ہے کہ فرعون نے ہر قسم کی احتیاطی تدابیر اختیار کر ڈالی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وجود کا ظہور نہ ہو حتیٰ کہ مرد اور دائیاں ہمہ وقت حاملہ عورتوں پر چکر لگاتے رہتے ان کے وضع حمل کے اوقات کا انہیں علم ہوتا جب بھی کوئی عورت کسی بیٹے کو جنم دیتی تو فی الفور اسے ذبح کر دیا جاتا۔

اہل کتاب کا نظریہ ہے فرعون نے لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ اس کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی شان و شوکت اور افرادی قوت کمزور پڑ جائے اور بنی اسرائیل میں لڑنے اور غلبہ پانے کی ہمت نہ رہے لیکن یہ نظریہ مشکوک بلکہ باطل ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد لڑکوں کو قتل کرنے کا معاملہ ایسے تھا (موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل تو فقط ایک ہی نظریہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پیدا نہ ہوں)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ (مومن:۲۵) پھر جب وہ ان پر ہمارے پاس سے حق لایا بولے جو اس پر ایمان لائے ان کے بیٹے قتل کرو اور عورتیں زندہ رکھو اس لیے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا (اعراف:۱۲۹) ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد۔

صحیح یہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے قبل فرعون نے اسی ڈر سے بچوں کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا کہ کہیں تخت شاہی کو الٹنے والا موسیٰ پیدا نہ ہو جائے۔

تقدیر آواز دیتی ہے اے ظالم جابر اور کثرت لشکر اور طاقت و سلطنت کی وسعت پر نازاں حکمران سن لے اس قادر کریم اور عظیم ہستی کا حکم نہ مغلوب ہو سکتا ہے اور نہ ممنوع اور نہ ہی تدبیریں اس کی مخالفت کر سکتی ہیں بے شک وہ بچہ جس کے پیدا کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور جس کی پیدائش کی بشارت نے ہی تمہارے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیا ہے اس کے پیدا ہونے کے خوف سے تو نے لاتعداد معصوم بچوں کا ناحق خون بہا دیا ہے۔ (پورے ملک مصر میں تو اسے ڈھونڈتا پھرتا ہے) قدرت الٰہیہ دیکھنا اس کی پرورش تیرے گھر بلکہ تیرے بستر پر ہوگی اور اس کا کھانا تیرے ہی گھر میں تیرے کھانے پینے کے ساتھ ہوگا تو اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنا کر اس کی تربیت کا انتظام و انصرام کرے گا لیکن حقیقت حال سے بے خبر اندھے مسافر کی طرح تو اس کی تربیت کے سفر کو جاری رکھے گا پھر بالآخر وہ جو سچا دین لے کر تیرے پاس آئے گا تو اس کی مخالفت کی ٹھان لے گا پھر اسی کے ہاتھوں تیری دنیوی و اخروی ہلاکت و ذلالت ہوگی جب تو وحی الٰہی کو جھٹلائے گا تو پھر تیرا جو انجام ہوگا اس سے تجھے بھی اور کائنات عالم کو بھی پتہ چل جائے گا کہ عرش علی سے لے کر تحت الثریٰ تک کا رب عالم جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے وہ غالب و عظیم اور سطوت و طاقت کا مالک ہے اور ایسی

قوت و مشیت والا ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کے انتظامات:

کئی ایک مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قبطیوں نے فرعون سے شکایت کی بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنے کی وجہ سے ان کی تعداد دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے بچے تو قتل ہو رہے ہیں اور بوڑھوں کے روز بروز ضعیف و ناتواں ہونے اور مرنے کا خدشہ ہے تو جو کمترین خدمات بنی اسرائیل سے لی جاتی ہے وہ ایک بڑا مسئلہ بن جائے گی۔

فرعون نے دوسرا حکم جاری کر دیا کہ ایک سال بچوں کو قتل کر دیا جائے اور آئندہ سال قتل کا وقفہ کیا جائے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس سال بچوں کے قتل نہ کئے جانے کا حکم تھا اسی سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال بچوں کو قتل کیا گیا اسی سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ دورانِ حمل آپ کی والدہ بڑی پریشان اور تنگدل رہیں اور حمل کو چھپانے کی کوششیں میں رہیں۔ قدرتِ الٰہی سے حمل کے آثار بھی آپ پر زیادہ ظاہر نہ تھے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ ماجدہ کے دل میں یہ تجویز القا فرما دی کہ ان کے لیے ایک صندوق تیار کرو اور اس کے ساتھ ایک رسی باندھ لو آپ کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا پھر آپ نے ایسے ہی کیا صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رکھ کر رسی باندھ دی گئی وہی آپ کی والدہ آپ کو دودھ پلاتیں جب کسی کے آنے کا خدشہ محسوس ہوتا صندوق میں آپ کو رکھ کر رسی کا کنارہ ہاتھ میں پکڑے رسی چھوڑ دیتی۔ صندوق دریا میں چلا جاتا' رسی کا کنارہ والدہ ماجدہ کے ہاتھ میں رہتا جب فرعون کے کارندے چلے جاتے۔ آپ دوبارہ انہیں اپنے پاس لوٹا لیتیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

• وَاَوْحَيْنَا اِلٰی مُوْسٰی .... وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (القصص: ۷تا۹)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے تو اسے اٹھا لیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے اور فرعون کی بی بی نے کہا یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں اور وہ بے خبر تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو یہ وحی بطور الہام وارشاد تھی جیسا کہ سورۃ نمل میں شہد کی مکھی کے واقعہ میں فرمایا:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ .... ذُلُلًا (النحل: ۶۸'۶۹)

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم و آسان ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کی جانے والی وحی وہ نہیں تھی جو انبیاء و رسل کو کی جاتی ہیں بلکہ الہام تھا۔ ابن حزم اور دیگر متکلمین کی رائے ہے کہ وہ وحی بھی وحی الانبیاء ہی تھی جبکہ پہلی بات ہی صحیح ہے ابو الحسن اشعری علیہ الرحمۃ سے اہل سنت و جماعۃ نے

یونہی نقل کیا ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام:

علامہ سہیلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام ایارُخا تھا۔

اور ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ ان کا نام ایاذخت تھا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو مقررہ تجویز کی رہنمائی بھی فرمادی تھی اور ان کے ذہن وعقل میں یہ بات القا فرمادی تھی کہ خوف وغم کرنے کی ضرورت نہیں بے شک اگر کہیں چلا بھی گیا تو اللہ تعالیٰ بہت جلد انہیں آپ کے پاس واپس لوٹادے گا اور اللہ تعالیٰ انہیں تاج نبوت ورسالت سے نوازے گا اور وہ دنیا وآخرت میں اس کا اعلائے کلمہ ہوگا۔

صندوق فرعون کے محل میں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جو ہدایات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملیں وہ اس پر عمل پیرا رہیں۔ایک دن فرعون کی طرف سے اس کام پر مامور سرگرداں وہاں پر آیا والدہ نے صندوق دریا میں ڈالا لیکن رسی کا کنارہ اپنے پاس محفوظ کرنا بھول گئی۔صندوق دریائے نیل کی موجوں میں بہتا چلا گیا۔فرعون کے محل کے پاس سے گزرا تو فَالْتَقَطَهٗ آلُ فِرْعَوْنَ اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو اور ان کے لیے باعث مصیبت بنے۔اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خَاطِئِيْنَ بے شک فرعون اور اس کا بدتر وزیر ھامان اور ان دونوں کے لشکر خطا کار تھے اور وہ سزا وحسرت کے مستحق تھے۔

مفسرین عظام علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لونڈیوں نے دریا میں رواں صندوق کو بندھی اٹھایا تھا انہیں اسے کھولنے کی جسارت ہی نہ ہوئی اور انہوں نے اسی صندوق کو فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بن عبید بن ریان بن ولید کے سامنے لے جا کر رکھ دیا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کون تھی اس بارے مفسرین کرام کے کئی اقوال ہیں:

۱- حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر کے فرعون بادشاہ کی اولاد سے تھیں۔

۲- یہ بنی اسرائیل کی خاتون تھی ان کا تعلق موسیٰ علیہ السلام کے خاندان سے تھا۔

۳- یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔علامہ سہیلی علیہ الرحمۃ نے اس کو نقل کیا۔

ان کی تعریف وتوصیف حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ میں بیان کی جائے گی۔انشاء اللہ العزیز۔حضرت آسیہ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو قیامت کے دن حضور رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوگا۔

انوارِ رسالت:

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے جب صندوق کا ڈھکن کھولا اور پردے میں لپٹے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے رخ انور سے حجاب ہٹایا تو انگشت بدنداں رہ گئیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے سے انوار رسالت اور جلالت موسوی کے نمایاں نظارے آنکھوں

کو خیرہ کر رہے تھے جونہی دیکھا پہلی ہی نظر میں موسیٰ علیہ السلام کی شدید محبت کا دم بھرنے لگیں جب فرعون آیا تو اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اور یہ کون ہے؟ قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے اسے بطور ہدیہ طلب کرتے ہوئے اس کے لیے رحم کی اپیل کر دی کہ:

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ فرعون نے جواب دیا تیرے لیے ٹھنڈک ہوگا میرے لیے نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی ضرورت ہے۔ اس کا یہی انداز تکلم دنیوی واخروی مصائب اس کے سپرد کر گیا۔

عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا حضرت آسیہ نے فرمایا کہ شاید یہ ہمیں نفع دے جو نفع کی امید حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بہرہ ور فرما دیا۔ دنیا میں آپ کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے سرفراز فرما دیا اور آخرت میں آپ کے سبب سے جنت الفردوس عطا فرمادی أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں تو اس طرح دونوں نے اسے منہ بولا بیٹا بنالیا کیونکہ وہ لاولد تھے۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ اور وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے ان کو اٹھانے کی وجہ سے فرعون اور لشکر فرعون کو کس قسم کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اہل کتاب کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صندوق کو اٹھانے والی لڑکی فرعون کی بیٹی ورتبہ تھی فرعون کی بیوی کی نرینہ اولاد بالکل نہیں تھی یہ بھی ان غلطی ہے آگے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ .... لَا يَعْلَمُونَ (القصص: ۱۰ تا ۱۳)

اور صبح کو موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی اگر ہم نہ ڈھارس بندھاتے۔ اس کے دل پر کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین رہے اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے چلی جا تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان کو خبر نہ تھی اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں تو بولی کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف پھیرا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابوعبیدہ، الحسن، قتادہ اور ضحاک رضی اللہ عنہم وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل صبح حضرت موسیٰ کے سوا ہر چیز سے بے صبر ہو گیا اور قریب تھا کہ وہ معاملے کو ظاہر کر دیتی اور علانیہ طور پر اس بارے پوچھتی پھرتی لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا اگر ہم نہ ڈھارس بندھاتے اس کے دل پر یعنی ہم نے اسے اس معاملہ پر صبر دیا اور ثابت قدم رکھا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ کہ اسے ہمارے وعدے پر یقین رہے اور اپنی بڑی بیٹی سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چل اور اس کی خبر لیتی رہ اور خود ایک سائیڈ پر کھڑے ہو کر دیکھتی رہ۔

مجاہد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ کی والدہ دور سے دیکھتی رہی۔

قتادہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہ ایسے انداز سے دیکھتی تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا کہ گویا دیکھ ہی نہیں رہی وھم لایشعرون اور ان کو خبر نہ تھی۔

موسیٰ علیہ السلام نے صرف ماں کا دودھ پیا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں پہنچ گئے اور انہیں لے پالک بنانے کا فیصلہ ہو گیا تو فرعون کے اہل خانہ نے انہیں دودھ پلانے کا بندوبست کیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہ تو کسی عورت کے پستان سے دودھ پینا پسند کیا اور نہ ہی کوئی اور طعام وغیرہ کھانے کے لیے تیار ہوئے۔ اس معاملے پر بڑے پریشان ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غذا دینے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن آپ نے کسی غذا کو بھی قبول نہیں کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں۔ انہوں نے شہر بھر کی دائیوں اور عورتوں کے ساتھ شہر میں بھیجا شاید کسی عورت کا دودھ ہی آپ کی طبیعت کے موافق آ جائے اور آپ اُسے قبول فرمالیں۔ اسی دوران کہ وہ کھڑے تھے اور لوگ اس پر جھکے پڑے تھے تب بہن نے انہیں دیکھ لیا لیکن ظاہر نہ کرایا کہ اس نے انہیں پہچان لیا ہے بلکہ کہا: هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ میں تمہیں بتادوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ وہ اس کے خیر خواہ ہیں تو انہوں نے پوچھا کیسے پتا چلا وہ اس بچے کے خیر خواہ ہیں اور انہیں اس سے شفقت و محبت ہے؟ بہن نے کہا میں نے تو فقط بادشاہ کے قرب میں رغبت اور اس بچے کے فائدہ کی امید میں یہ بات کہہ دی۔ یہ لوگ اسے لے کر ان کے گھر کی جانب چل دیے گھر پہنچے، خاتون کے سپرد کیا جونہی ماں نے بچہ پکڑ کر دودھ پلانا چاہا تو آپ نے ماں کے پستان کو منہ میں لیا اور چوسنا شروع کر دیا۔ انہیں بڑی خوشی ہوئی ایک خوشخبری سنانے والا حضرت آسیہ کے پاس بھاگا بھاگا گیا تاکہ انہیں بتائے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو اس دودھ پلانے والی عورت کو اپنے محل میں بلایا اور اسے اپنے پاس رکھنے کی تمنا ظاہر کی اور یہ کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے گا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا شوہر اور میرے بچے ہیں ان کی دیکھ بھال اور شوہر کی خدمت کی مصروفیات کی وجہ سے یہ ذمہ داری میں پوری نہیں کر سکتی ہاں البتہ اگر آپ اس بچے کو میرے پاس بھیج دیں تو میں حق پرورش ادا کر سکتی ہوں۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اس کے ساتھ روانہ کر دیا ان کے لیے مشاہرہ مقرر کرنے کے ساتھ ساتھ نان ونفقہ، پارچہ جات اور دیگر عطیات بھی بطور اجرت ان کو دے دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے جگر گوشے کو لے کر اپنے گھر لوٹ آئیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان متفرق خاندان کو جمع فرمادیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فَرَدَدْنٰهُ اِلٰى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ "تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف پھیرا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے جس طرح کہ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ کہیں چلا بھی گیا تو ہم اسے واپس لوٹا دیں گے اور منصب رسالت سے نوازیں گے تو اس کو واپس لوٹانا رسالت کی بشارت کی سچائی کی دلیل ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جس رات اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام پر احسان جتاتے ہوئے فرمایا: وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰى ...... عَلٰى عَيْنِيْ (طٰہٰ: ۳۷ تا ۳۹) اور بے شک ہم نے تجھ پر ایک بار اور احسان فرمایا جب ہم نے تیری ماں کو الہام کیا جو الہام کرنا تھا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے تو دریا اسے کنارے پر ڈالے کہ اسے وہ اٹھالے جو میرا دشمن اور

اس کا دشمن اور میں نے تجھ پر اپنی طرف کی محبت ڈالی اور اس لیے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔

قتادہ علیہ الرحمۃ اور دیگر کئی ایک اسلاف فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو یہاں بہترین عمدہ کھانا تناول فرمائے اور میری نگاہ کے سامنے عمدہ لباس پہنے' تیری حفاظت و پرورش میرے سامنے ہو اور میں نے تیرے لیے یہ تمام امور مقرر فرما دیئے اور ایسے احسن انداز میں کہ میرے سوا کوئی ایسے امور مقرر کرنے پر قادر نہیں ہے۔

اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُكَ......الخ

تیری بھن چلی پھر کہا کیا میں تمہیں وہ لوگ بتادوں جو اس بچہ کی پرورش کریں تو ہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کرے اور تو نے ایک جان کو قتل کیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور تجھے خوب جانچ لیا۔

موسیٰ علیہ السلام عنفوانِ شباب میں:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى......ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ (القصص:۱۴تا۱۷)

اور جب اپنی جوانی کو پہنچا اور پورے زور پر آیا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو اور اس شہر میں داخل ہوا جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ میں سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں سے تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا تو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی۔ اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ کہا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا بے شک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا۔ عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی والدہ پر لوٹانے کے احسان و امتنان کا تذکرہ فرما چکا تو موسیٰ علیہ السلام کی جوانی اور طاقت کے ذکر کا آغاز فرمایا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک چالیس سال تھی اور یہ عمر آپ کے اخلاق کریمانہ اور خلقت کے اعتبار سے مضبوط ترین عمر تھی۔ اس عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم و علم عطا فرمائے' اس سے مراد منصب نبوت و رسالت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کی والدہ سے فرما چکے تھے۔ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ بے شک ہم اسے (موسیٰ علیہ السلام) تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

پھر آگے آپ کے مصر سے تشریف لانے اور مدین میں دخول و قیام کے سبب کا ذکر فرمایا۔ وہاں آپ نے مدت متعینہ پوری کی وہاں پر شرف ہم کلامی اور اعزاز و اکرام سے جو نوازا گیا اس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔

وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا اور اس شہر میں داخل ہوا جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے۔

حضرت ابن عباس' سعید بن جبیر' عکرمہ' قتادہ اور سدی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں وہ وقت دوپہر کا وقت تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ مغرب و عشاء کا درمیانی وقت تھا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ تو اس میں دو مرد لڑتے پائے جو

آپس میں گتھم گتھا اور ایک دوسرے کی پٹائی کر رہے تھے هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا وَهٰذَا مِنْ عُدُوِّهٖ اور دوسرا اس کے دشمنوں قبطیوں سے تھا فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عُدُوِّهٖ تو وہ جو موسیٰ علیہ السلام کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی ان پر جو اس کے دشمنوں سے تھا۔

مصر میں فرعون کے گھر پرورش پانے اور اس کا منہ بولا بیٹا بنا لینے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دبدبہ تھا اور بنی اسرائیل اسی لیے مرتبت و وجاہت والے ہو گئے تھے اور بنی اسرائیل اس وجہ سے بھی سرفراز تھے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلایا تھا گویا بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رضاعی ماموں ہوئے تو جب اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبطی کے خلاف مدد مانگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے فَوَكَزَهٗ اور قبطی کو گھونسا مارا۔ مجاہد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہتھیلی کو بند کر کے (مکا بنا) مارا۔

قتادہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جو عصا آپ کے پاس تھا آپ نے وہ دے مارا۔ فَقَضٰى عَلَيْهِ اس کافر مشرک قبطی کا کام تمام کر دیا وہ مردود مر گیا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالکل اسے قتل کرنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ فقط اس کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا چاہتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً کہا: هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ .... مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (القصص ۱۸ تا ۲۱)

یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا بے شک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا (یعنی عزت و وجاہت عطا کی) تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے جبھی دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد چاہی تھی فریاد کر رہا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا بے شک تو کھلا گمراہ ہے تو جب موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے جو ان دونوں کا دشمن ہے وہ بولا اے موسیٰ علیہ السلام کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح کرنا نہیں چاہتے اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا آیا کہا اے موسیٰ علیہ السلام بے شک دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو نکل جائیے میں آپ کا خیر خواہ ہوں تو اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی اے میرے رب مجھے ستمگاروں سے بچا لے۔

یہاں سے اللہ تعالیٰ یہ خبر دے رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں سے خوف محسوس کرتے ہوئے شہر مصر میں صبح کی کہ جب مقتول قبطی کے معاملہ کی تحقیق ہوئی تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ قبطی کو کسی اسرائیلی کی مدد میں قتل کیا گیا ہے تو اس طرح انہیں ظن غالب ہو جائے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں اور اس تحقیق کے نتیجے میں جو کچھ ہوگا اسی انتظار میں ڈرتے ہوئے اس دن صبح کے وقت شہر میں چل دیئے اسی کشمکش میں تھے کہ اسی روز آپ نے دیکھا کہ وہی اسرائیل جس نے گزشتہ کل آپ سے مدد کی درخواست کی تھی آج پھر وہ کسی ہاتھا پائی میں مصروف ہے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے

ہی اس نے پھر دوسرے شخص پر مدد مانگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے کثرت شر اور لڑائی جھگڑے پر اس کی ملامت کی اور اس کی سخت لہجہ میں ڈانٹ ڈپٹ کی اور فرمایا: اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ بے شک تو کھلا گمراہ ہے پھر آپ نے چاہا کہ یہ قبطی جس سے آج پھر اسرائیلی دست و گریبان ہے اور جو موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیلی کا دشمن ہے اسے پکڑلوں اور اسرائیلی کی گرفت سے چھٹکارا دلوا دوں جب یہ ارادہ کر کے آپ قبطی کی طرف بڑھے تو وہ اسرائیلی چیخ اٹھا قَالَ یٰمُوْسٰی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ کَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ (اس اسرائیلی نے) کہا اے موسیٰ! کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا۔ تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح کرنا نہیں چاہتے۔

بعض مفسرین کرام کی رائے ہے کہ یہ کلام اس اسرائیلی شخص کا تھا کیونکہ وہ گزشتہ کل کے واقعہ کا عینی گواہ تھا اور پورے واقعہ پر مطلع تھا جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبطی کی طرف آتے دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف آ رہے ہیں (حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تو قبطی کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھے تھے) کیونکہ اس سے قبل موسیٰ علیہ السلام اس کو ڈانٹ ڈپٹ فرما چکے تھے تو اسرائیلی نے اس ڈر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گزشتہ کل کے واقعہ کو ظاہر کر دیا جس سے قبطی بھی آگاہ ہو گیا تو اس طرح قبطی حضرت موسیٰ کے خلاف قتل عمد اور ظلم و تعدی کا مقدمہ لے کر فرعون کے دربار میں چلا گیا۔

لیکن اس رائے کو بعض مفسرین کے سوا اکثر لوگوں نے ذکر نہیں کیا۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ کلام قبطی نے کیا ہو کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے گرفت سے چھڑانے کے لیے آگے بڑھے تو قبطی ڈر گیا اور اس نے سمجھا کہ دوبارہ یہ اسرائیلی کی مدد کے لیے آ رہے ہیں پھر اس نے جو کچھ کہا قبطی نے اپنے فہم و فراست سے اندازہ لگالیا تھا کہ جو آج اسرائیلی کی مدد کے لیے آگے بڑھا ہے کل بھی اس نے قتل کیا ہوگا یا جب اسرائیلی نے مدد کے لیے پکارا تھا وہ سمجھ گیا کہ کل بھی اس نے مدد کر کے قبطی کو قتل کیا ہوگا۔

بہر حال جس طرح بھی تھا فرعون تک یہ خبر پہنچ گئی کہ گزشتہ کل کے مقتول کو قتل کرنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں اپنے سپاہی بھیجے۔ ان سے پہلے ہی ایک خیر خواہ شخص آپ کے پاس آیا وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص شفقت و خیر خواہی کا جذبہ لیے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا یٰمُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اے موسیٰ علیہ السلام بے شک دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو نکل جائیے اس شہر سے اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ میں آپ کا خیر خواہ ہوں اور جو کچھ آپ کو کہہ رہا ہوں خیر خواہی کے جذبہ کے پیش نظر کہہ رہا ہوں فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً شہر مصر سے ڈرتے ہوئے تشریف لے گئے اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے نہ تو آپ دانستہ جانتے تھے اور نہ ہی اس شخص سے کوئی تعارف تھا عرض کی: رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَلَمَّا تَوَجَّهَ......مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (القصص:۲۱ تا ۲۴)

اے میرے رب مجھے ستم گاروں سے بچالے اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوا کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے اور جب مدین کے پانی پر آیا وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے اس طرف

عورتیں دیکھیں کہ اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم دونوں کا کیا حال ہے وہ بولیں ہم پانی نہیں پلاتے جب تک سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلایا پھر سایہ کی طرف پھرا۔ عرض کی اے میرے رب میں اس کھانے کا جو تو میرے لیے اتارے محتاج ہوں تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔

منزل سے بے خبر مسافر:

اللہ تبارک وتعالیٰ یہاں سے اپنے بندے اور رسول کلیم اللہ علیہ السلام کا تذکرہ فرما رہا ہے کہ کس طرح وہ شہر مصر سے خوفزدہ ہو کر نکلا اور خوف تھا کہ قوم فرعون سے کوئی شخص اس تک نہ پہنچ جائے نہ تو اسے پتہ تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور نہ ہی یہ علم کہا جانا ہے کیونکہ اس سے پہلے آپ کبھی شہر مصر سے باہر نہیں نکلے تھے وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوا یعنی جس راستہ پر چل رہے تھے وہ راستہ اسی جانب جاتا تھا قَالَ عَسٰى رَبِّىٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے یعنی رب کائنات کی بارگاہ میں امید ہے کہ یہ راستہ مجھے منزل مقصود تک لے جائے گا اور واقعتاً اس راستہ نے منزل مراد تک پہنچا دیا۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ جب مدین کے پانی پر آیا یعنی وہ کنواں جہاں سے لوگ پانی پلاتے تھے مدین وہی شہر ہے جہاں اصحاب ایکہ کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا۔ اصحاب ایکہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی علمائے کرام کے دو اقوال میں سے ایک قول کے مطابق اصحاب ایکہ کی ہلاکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے ہوئی۔

وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کنویں پر لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے اس طرف دو عورتیں دیکھیں جو اپنی بکریوں کو روک رہی ہیں کہ کہیں لوگوں کی بکریوں کے ساتھ مل نہ جائیں۔ اہل کتاب کہتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی سات بیٹیاں تھیں یہ بھی اہل کتاب کی خطا ہے گویا کہ وہ سات تھیں لیکن پانی پلانے کے لیے دو ہی آئی تھیں اگر تو اہل کتاب کی رائے محفوظ وصحیح ہو تو ٹھیک اور موافقات ممکن ہے ورنہ قرآن کی رو سے دو ہی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں لڑکیوں سے کہا: مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ "تم دونوں کا کیا حال ہے وہ بولیں ہم پانی نہیں پلاتے یعنی ہمیں پانی پلانے کی طاقت نہیں ایک تو ہم کمزور لوگ ہیں دوسرا ان لوگوں میں گھس کر پانی پلانا مناسب نہیں ہے ہمارے والد گرامی ضعیف العمر ہیں لہٰذا چرواہوں کے چلے جانے کے بعد ہم پانی پلاتے ہیں فَسَقٰى لَهُمَا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب چرواہے پانی پلا کر واپس پلٹتے تو کنویں کے منہ پر ایک بہت بڑا پتھر رکھ دیتے پھر آخر میں سے دو لڑکیاں لوگوں کی بکریوں سے بچا ہوا پانی پلانے کے لیے اپنی بکریوں کو وہاں لے جاتیں جب یہ موقع آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو وہاں سے اٹھایا اور ان دونوں لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلا دیا پھر پتھر ویسے ہی رکھ دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پتھر کو دس آدمی اٹھاتے تھے اور آپ نے اکیلے پتھر اٹھایا' پانی نکالا جوان دونوں کی بکریوں کو کافی ہو گیا ثُمَّ تَوَلّٰی اِلَی الظِّلِ پھر آپ ببول کے درخت کے سائے کے نیچے چلے گئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ہی سرسبز اور لہلہاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ اے میرے رب میں اس کھانے کا جو تو میرے لیے اتارے محتاج ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے مدین تک کے سفر کے دوران سبزہ اور درخت کے پتوں کے سوا کچھ نہ کھایا تھا' زیادہ چلنے کی وجہ سے آپ کے دونوں نعلین بھی گھس گئے تھے اور آپ برہنہ پا تھے ایک سائے میں بیٹھ گئے اس وقت خلق خدا میں سے آپ اللہ کے پسندیدہ بندے تھے بھوک کی شدت سے آپ کا شکم مبارک سکڑ گیا تھا اور سبزوں کی ہریالی پیٹ کے اندر سے دکھائی دے رہی تھی کھجور کے ایک ٹکڑے تک کے آپ محتاج تھے۔

اباجان کے حضور سفارش:

فَجَاءَ تْهُ اِحْدٰىهُمَا .... وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ (القصص: ۲۵ تا ۲۸)

عطا بن سائب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی میں اس کھانے کا جو تو میرے لیے اتارے محتاج ہوں تو دونوں لڑکیوں نے اس دعا کو سن لیا تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے جب موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آئے اور اسے باتیں کہہ سنائیں اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے ان میں سے ایک بولی اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو بے شک بہتر نوکر وہ جو طاقت ور اور امانت دار ہو۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو پھر اگر پورے برس کر لو تو تمہاری طرف سے ہے اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا قریب ہے انشاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہو چکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ببول کے درخت کے سائے میں بیٹھ گئے عرض کی رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ اے میرے رب میں اس کھانے کا جو تو میرے لیے اتارے محتاج ہوں دونوں لڑکیوں نے اس مسافر (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کی دعا کو سن لیا۔ اپنے والد گرامی کے پاس آئیں والد گرامی بڑے حیران ہوئے کہ آج خلاف معمول اتنی جلدی واپس کیسے پلٹ آئیں دونوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیل بیان کیں والد گرامی نے ایک بیٹی کو حکم دیا کہ اسے میرے پاس بلا کے لاؤ وہ شرماتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا میرے والد گرامی آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے بیٹی نے خود بلانے کی وضاحت کر دی تاکہ انہیں کسی قسم کا شک و وہم نہ رہے اس کا یہ انداز عصمت و حیا کا مکمل آئینہ دار تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب آ گئے تو آپ نے سارا واقعہ اور فرعون سے فرار ہونے کی ساری داستان من و عن بیان کر دی تو اس بزرگ شخص نے فرمایا: لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ڈریئے نہیں آپ

بچ گئے ظالموں سے ان کی سلطنت و بادشاہی سے آپ نکل آئے ہیں۔

بوڑھا شخص کون تھا؟:

اس بوڑھے شخص کے بارے مفسرین کرام کا اختلاف ہے کہ وہ کون تھے؟ اس بارے کئی اقوال ہیں:

۱۔ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ اکثر مفسرین حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ اور حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہی ہے۔ حدیث پاک میں بھی ان کے نام کی تصریح ہے لیکن اس حدیث کی سند مشکوک ہے ایک گروہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد طویل عرصہ زندگی گزاری یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کو پایا اور اپنی بیٹی کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی شادی بھی کی۔

۲۔ ابن ابی حاتم علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسر یہی تھے ان کا نام بھی شعیب تھا کنویں والوں کے سردار تھے لیکن اہل مدین کے نبی نہیں تھے۔

۳۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے۔

۵۔ قوم شعیب میں سے کوئی مرد صالح تھے۔

۶۔ یثرون نامی کوئی آدمی تھا ایسے ہی اہل کتاب کی کتب میں ہے کہ یثرون اہل مدین کا ایک کاہن ان کا برگزیدہ بندہ اور ان کا عالم تھا۔

۷۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام کا بھتیجا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ صاحب مدین تھا۔

ابا جی اسے نوکر رکھ لو:

جب اس بوڑھے شخص نے انہیں بہترین ٹھکانہ دیا ان کے حالات و واقعات سے آگاہی حاصل کر کے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور انہیں ظالموں سے نجات کی بشارت و خوشخبری دی۔ تب ایک بیٹی نے والد گرامی سے کہا یاابت استاجرہ اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو یہ تمہاری بکریاں چرایا کرے گا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے کہا یہ طاقت ور اور امانت دار ہے۔ حضرت عمر، ابن عباس، شریح، قاضی ابو مالک، قتادہ، محمد بن اسحاق اور دیگر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب بیٹی نے کہا کہ یہ امانت دار اور طاقت ور ہے تو والد گرامی نے پوچھا تجھے ان صفات کا کیسے علم ہوا؟ بیٹی نے کہا کہ اس نے کنویں کے اوپر والے وزنی پتھر کو اکیلے اٹھا لیا جسے دس آدمی مل کر اٹھاتے ہیں اور جب میں اس کے ساتھ آئی تو میں آگے آگے چل پڑی اس نے کہا میرے پیچھے ہو جاؤ جب راستہ بدلے تو کنکری مار کے مجھے آگاہ کر دینا میں جان جاؤں گا کہ راستہ کدھر کو جاتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں میں سے تین آدمی صاحب فراست و دانشور گزرے ہیں۔

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے آقا کہ جب اس نے بیوی سے کہا اکرمی مثواہ انہیں عزت سے رکھو۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش کرنے والی وہ لڑکی جس نے اپنے والد گرامی سے کہا: یَا اَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو بے شک بہتر نوکر وہ ہے جو طاقت ور امانت دار ہو۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ جب انہوں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔

دس سالہ خدمات:

قَالَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ......... الخ (القصص:۲۷)

(حضرت شعیب علیہ السلام نے) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو پھر اگر پورے دس برس کر لو تو تمہاری طرف سے ہے اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا قریب ہے انشاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔

اس آیت طیبہ سے احناف نے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص یوں فروخت کرے کہ ان دو غلاموں سے ایک یا ان دو لونڈیوں میں سے ایک لونڈی فروخت کی تو یہ صحیح ہے کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی یوں ہی کہا تھا کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں۔ اس میں نظر ہے کیونکہ یہ معاقدہ نہیں تھا۔

جبکہ امام احمد علیہ الرحمۃ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کھانا کھلانے اور کپڑے دے دینے کے عوض کسی کو اجرت پہ رکھنا اور خدمت لینا جائز ہے جیسا کہ عام طور پر مروج ہے اور ان کی دلیل پر حدیث ہے کہ علی بن رباح فرماتے ہیں کہ میں نے عتبہ بن در رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر تھے آپ نے سورۃ قصص کی تلاوت فرمائی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ یا دس سال تک اپنے نفس کو اپنی شرمگاہ کی حفاظت اور شکم کے طعام پر اجرت پر پیش کیا۔

پھر فرمایا: ذَالِكَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہو چکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سسر سے یہ بات کہی کہ ہمارے بدلے پر اللہ تعالیٰ شاہد و گواہ ہے اور مجھ پر اور آپ پر اللہ کا ذمہ ہے جو میں نے کہا ان دونوں میں سے جو میعاد میں پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں میعادوں کو پورا کر دیا اور وہ پورے دس سال تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے اہل حیرہ کے ایک یہودی نے پوچھا کہ کون سی میعاد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوری فرمائی تھی؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں۔ ہاں البتہ عرب کے کسی بڑے عالم کے پاس جا کر اس سے پوچھ سکتا ہوں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آ کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دونوں میعادوں میں سے جو عمدہ و زیادہ تھی اسے پورا فرمایا بے شک رسول خدا (موسیٰ علیہ السلام) نے جو کہا وہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں میعادوں میں سے کون سی میعاد پوری کی تھی تو جبرائیل نے بتایا کہ کامل وتمام میعاد۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے دریافت کیا۔ جبرائیل نے اسرافیل سے اسرافیل نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی میعاد پوری کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا دونوں میں سے زیادہ وفا وکمال والی۔

ابن جریر علیہ الرحمۃ نے محمد بن کعب رضی اللہ عنہ کے طرق سے روایت کیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی میعاد پوری فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کمال وتمام اور وفا والی مدت (یعنی دس سال)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی میعاد پوری فرمائی تو آپ نے فرمایا دونوں میں سے زیادہ وفا وکمال والی۔ مزید فرمایا کہ اگر کوئی دریافت کرے کہ کس بیٹی سے شادی کی تھی تو کہو کہ چھوٹی بیٹی سے شادی کی تھی۔ عتبہ بن نذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس کو شرمگاہ کی حفاظت اور اپنے پیٹ کو طعام کے عوض اجرت پر پیش کر دیا۔ جب میعاد پوری کر چکے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میعادوں میں سے کون سی میعاد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وفا وکمال والی میعاد۔

مدین سے الوداع اور سانولی بکریاں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تکمیل میعاد پر حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصت ہونے کا ارادہ فرمایا تو اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ اپنے والد گرامی سے کہو کہ ہمیں اس قدر بکریاں عنایت فرمائیں جو ہماری گذر بسر کے لیے کافی ہوں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بیٹی کی خواہش پر اس سال جنم لینے والے وہ بچے جو رنگت کے اعتبار سے ماں سے مختلف تھے وہ عنایت فرما دیئے آپ کی بکریاں سیاہ رنگ کی خوبصورت بکریاں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا سے بکریاں جدا کیں اور حوض کی طرف لے گئے خود حوض کے کنارے پر کھڑے ہو کر ان کو پانی پلانے لگے جب کوئی بکری پانی پی کر آتی تو آپ ان کے پہلو پر اپنا عصا مارتے آپ کے اس عمل سے ہر بکری نے جوڑا جوڑا جنم دیا۔ ایک یا دو بکریوں کے سوا ساری بکریوں کے بچے مختلف رنگ کے تھے نہ تو ان میں کوئی چھوٹے پستان یا تھن والی بکری تھی نہ تنگ سوراخ والی بکری تھی نہ ان کے تھنوں میں باکھ کی زیادتی تھی بلکہ عمدہ نسل والی بکریاں تھیں۔

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے صحابیو اگر تم شام میں گھس جاؤ اور اسے فتح کر لو تو تمہیں وہاں ان بکریوں کی نسل ملے گی وہ سفیدی اور سیاہی رنگ کے درمیان رنگ والی ہوں گی۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں بیان فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سسر سے طے کی جانے

والی میعاد کو پورا کرلیا تو آپ کے سسر نے فرمایا جو بکری بھی اپنے رنگ سے مختلف رنگ والا بچہ جنے گی وہ تمہارا ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی کے کنویں کے پاس ایک ڈراوٗ (وہ چیز جس کو کھیتوں میں کھڑا کر دیتے ہیں چوپائے اور پرندے اس کو انسان خیال کرتے ہیں) کھڑا کر دیا۔ بکریوں نے جب اسے دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ ایک بکری کے سوا تمام بکریوں نے سیاہ اور سفید داغ والے بچے دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سال کے تمام بچے لے کر مدین سے چل دیئے۔

اس سے قبل گزر چکا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب بھی اپنے ماموں سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو انہوں نے بھی سفید و سیاہ داغ والے بکریوں کے بچے انہیں وقف کر دیئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی یہی ترکیب اختیار کی تھی:

کوہِ طور پر شعلے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ ...... كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (القصص:۲۹ تا ۳۲)

پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے میعاد پوری کر دی اور اپنی بی بی کو لے کر چلا طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اپنی گھر والی سے کہا تم ٹھہرو مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے۔ شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصا پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ! سامنے آ اور ڈر نہیں بے شک تجھے امان ہے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال نکلے گا۔ سفید چمکتا بے عیب اور اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ لے خوف دور کرنے کو تو یہ دو حجتیں ہیں تیرے رب کی فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بے شک وہ بے حکم لوگ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام و کمال جب اپنی میعاد پوری کر چکے۔ مجاہد علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ آپ دس سال مکمل کر کے اس کے بعد دس سال اور خدمت کی و سار باھلہ اور اپنے سسر کے پاس سے رخصت کی اجازت لے کر چلا ئیے۔ اکثر مفسرین کرام کی رائے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اہلخانہ سے ملاقات کا بڑا اشتیاق تھا اور مخفی صورت میں شہر مصر میں داخل ہونا چاہتے تھے جب اہل خانہ اور بکریوں وغیرہ کو لے کر عازم سفر ہو گئے۔ اتفاقاً دوران راہ تاریک ٹھنڈی رات آ گئی۔ مانوس راستے سے بھٹک گئے چقماق سے آگ روشن کرنے لگے لیکن وہ بھی روشن نہ ہوئی۔ سخت تاریکی اور یخ سردی تھی تب آپ نے دور سے آگ دیکھی جو طور کی جانب شعلہ زن تھی کوہِ طور آپ کے دائیں طرف مغربی جانب تھا اپنی اہلیہ سے فرمایا: اُمْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا تم ٹھہرو مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے۔ خدا معلوم ان کے سوا کسی نے دیکھا تھا کیونکہ وہ آگ نہیں بلکہ نور حقیقی تھا ہر ایک اسے دیکھنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ لَعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ شاید میں وہاں راستہ کے بارے کچھ خبر لاؤں۔ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ اظہار خیال دلالت کرتا ہے کہ ٹھنڈی اور تاریک رات میں وہ راستہ سے بھٹک گئے تھے۔ اس چیز کو دوسری آیت میں یوں بیان کیا گیا: وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى (طٰہٰ:۹ تا ۱۰) اور کچھ تمہیں موسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی جب اس نے ایک آگ

دیکھی تو اپنی بی بی سے کہا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر راستہ پاؤں۔ یہ بھی تاریکی اور راستہ کے بھٹک جانے پر دلالت کرتا ہے۔

سورۂ نمل میں تمام کو جمع کر کے یوں ارشاد فرمایا: اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (النمل: ۷) جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والی سے کہا مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں یا اس میں سے کوئی چمکتی چنگاری لاؤں گا کہ تم تاپو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے خبر لائے کیسی خبر؟ وہاں سے رہنمائی لی' کیسی رہنمائی؟ اور وہاں سے نور حاصل کیا' کیسا نور؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے دہنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا۔

سورۂ نمل میں یوں ارشاد ہے: فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پھر جب آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ اور جو اس کے آس پاس میں یعنی فرشتے اور پاکی ہے اللہ کو جو رب ہیں سارے جہان کا پاکی ہے اللہ کو جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو ارادہ فرماتا ہے وہی حکم دیتا ہے۔

یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ.......... فَتَرْدٰی (طٰہٰ: ۱۱ تا ۱۶)

پھر جب آگ کے پاس آیا ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ بے شک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل طویٰ میں ہے اور میں نے تجھے پسند کیا اب کان لگا کر سن جو مجھے وحی ہوئی ہے بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ بے شک قیامت آنے والی ہے۔ قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے تو ہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا پھر تو ہلاک ہو جائے۔

متقدمین و متاخرین میں سے اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آگ دیکھا تو اس کی طرف چل پڑے قریب گئے تو دیکھا کہ کانٹے دار سرسبز درخت میں شعلے نکل رہے ہیں آگ بھی اپنے پورے جوبن پر ہے اور اس درخت کی سرسبزی و شادابی بھی اپنے جوبن پہ آپ حیران و سرگرداں کھڑے ہو گئے وہ درخت پہاڑ کے دائیں جانب' غربی کنارے پر تھا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسَی الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کا حکم بھیجا اور اس وقت حاضر نہ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وادی میں تھے اس کا نام طویٰ تھا آپ قبلہ رو کھڑے تھے یہ درخت دائیں جانب غربی پہلو میں تھا تو آپ کے رب نے وادی مقدس طویٰ میں ندا دی پہلے تو اس بابرکت مقام کی تعظیم و توقیر کے لیے جوتے اتارنے کا حکم دیا اور جس رات یہ واقعہ پیش آیا اس رات کی بھی یقیناً قدر و قیمت تھی۔

اہل کتاب کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس نور کی شدید روشنی کی وجہ سے بصارت کے خوف سے اپنے چہرہ پر اپنا ہاتھ رکھ لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جیسے چاہا ان سے کلام فرمایا: اَنَا اللّٰہُ وَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِكْرِیْ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھو یعنی میں پروردگار عالم ہوں، بندگی و عبادت میرے سوا کسی کے لیے لائق و مناسب نہ ہے۔

پھر فرمایا: اے موسیٰ یہ دنیا دار القرار نہیں بلکہ دار بقا تو وہ یوم قیامت ہے جس کا پایا جانا ضروری ہے۔ لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے یعنی جو شخص بھی کوئی اچھا یا برا عمل کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور پھر عمل صالح پر ابھارا اور ان لوگوں سے پہلوتہی اختیار کرنے کی تاکید کی جو اپنے مولا کے نافرمان اور خواہشات کے پیرو ہیں اور ایمان بالآخرت پر جن کا اعتقاد نہیں ہے پھر اللہ جل شانہ ان سے انس بھرا خطاب فرماتے ہوئے واضح فرماتا ہے کہ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے جس چیز کے لیے فرماتا ہے کن ہو جا وہ معرض وجود میں آ جاتی ہے۔

کن کا کرشمہ اور خوفناک اژدھا

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى اور تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ (علیہ السلام)

قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى عرض کی یہ میرا عصا ہے جسے میں بخوبی جانتا ہوں میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى فرمایا اسے ڈال دے اے موسیٰ! تو موسیٰ علیہ اسلام نے ڈال دیا تو جبھی وہ دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا۔

یہ برھان قطعی اور عظیم الشان معجزہ تھا اس بات پر کہ جو ذات ستودہ صفات موسیٰ علیہ اسلام سے ہمکلام ہے جب وہ کسی چیز کو وجود میں لانے کا فیصلہ فرمالے تو وہ اسے فرماتی ہے کن وجود میں فیکون تو وہ وجود میں آ جاتی ہے۔ وہ قادر مطلق اپنے اختیار سے جو چاہے کر سکتا ہے۔

اہل کتاب کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے از خود بارگاہ الٰہی سے معجزات طلب کیے تھے تاکہ جب اہل مصر جھٹلائیں تو بطور صداقت ان پر پیش کیے جا سکیں۔ اظہار معجزہ اور اظہار شانِ ربوبیت کی خاطر ہی اللہ جل شانہ نے فرمایا! اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے عرض کی یہ میرا عصا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے زمین پر ڈال دو فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى بحکم الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے زمین پر ڈال دیا تو جبھی وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا موسیٰ علیہ السلام نے جو دیکھا تو اس کے آگے آگے بھاگ پڑے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دوڑنے کی ضرورت نہیں ہاتھ بڑھاؤ اور اسے دم سے پکڑ لو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو پکڑا تو پھر ان کے ہاتھ میں عصا بن گیا۔

سورۃ نمل میں یوں ارشاد ہوا وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَءَاهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَانٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ اور اپنا عصا ڈال دے پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ ہولناک اور بہت بڑا موٹے موٹے دانتوں والا اژدھا بن کر لہرانے لگا باوجود اس کے وہ سریع الحرکت تھا۔ سانپوں کی اقسام میں سے ایک قسم جان یا جنان ہے جو کہ باریک اور شاطر قسم کے سانپوں کی نسل ہے آپ کا عصا وہ سانپ بن گیا جس میں ساری ہی صفات بلا کی تیزی اور ضخیم وجسیم وغیرہ موجود تھیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا وَلّٰى مُدْبِرًا تو طبعی بشری تقاضہ کے مطابق مارے خوف کے بھاگ کھڑے ہوئے وَلَمْ يُعَقِّبْ اور اسے مڑ کر بھی نہ دیکھا فَنَادَاهُ رَبُّهٗ موسیٰ علیہ السلام کے رب نے ندا دی يٰمُوْسٰى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ اے موسیٰ سامنے آ اور ڈر نہیں بے شک تجھے امان ہے۔

موسیٰ علیہ السلام جب پلٹے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (طٰہٰ ۲۱)
اسے اٹھا لے اور ڈر نہیں اب ہم اسے پھر پہلی طرح کر دیں گے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس اژدھے سے حد درجہ خوف زدہ ہو گئے تھے جب حکم الٰہی ہوا کہ اسے پکڑ لو تو آپ نے اپنے جبے کی آستین میں اپنا ہاتھ چھپا کر اژدھے کے منہ پر رکھا۔

اہل کتاب کہتے ہیں آپ نے اس اژدھے کو دم سے پکڑا تھا جونہی پکڑا تو وہ اژدھا اپنی سابقہ ہئیت وصورت میں دو شاخوں والے عصا کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ پاک ہے وہ ذات جو قادر کریم اور عظیم ہے۔ جو شرق وغرب اور کائنات عالم کا رب ہے۔

چمکتا دمکتا ہاتھ

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں داخل کرو اور پھر اسے نکالو جب آپ نے بحکم الٰہی ایسا کیا تو وہ بغیر کسی بیماری یعنی برص اور بغیر کسی سفید داغ کے چاند کی چاندنی کی طرح چمکنے لگا اسی لیے فرمان الٰہی ہوا۔

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (القصص ۳۲)

اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال نکلے گا سفید چمکتا بے عیب اور اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لے خوف دور کرنے کو مذکور ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تجھے یہ کیفیت دیکھ کر پھر خوف محسوس ہو تو اپنے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ لینا دولت تسکین میسر آ جائے گی۔ اگرچہ یہ کیفیت وخصوصیت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہیں لیکن ایمان کی برکت سے اور انبیاء کرام کی اقتدا کے نتیجے میں جو بھی ایسی حالت میں یہ انداز اختیار کرے اسے نفع نصیب ہوگا

سورۃ نمل میں ہے وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (النمل ۱۲)

اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال نکلے گا سفید چمکتا بے عیب نو نشانیوں میں فرعون اور اس کی قوم کی طرف بے شک وہ بے حکم

لوگ ہیں۔

یہ دونشانیاں عصا اور ید بیضا ان دونوں کی طرف قرآن پاک میں یوں اشارہ کیا گیا

فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ

تو یہ دوحجتیں ہیں تیرے رب کی فرعون اوراس کے درباریوں کی طرف بے شک وہ بے حکم لوگ ہیں۔

ان دوحجتیں کے ساتھ سات دوسری حجتیں ہیں یہ کل نومعجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام کوعطا ہوئے ان تمام کا تذکرہ سورہ اسراء کے آخر میں یوں مذکور ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ .... يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (اسراء ۱۰۱،۱۰۲)

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کونو روشن نشانیاں دیں تو بنی اسرائیل سے پوچھو جب وہ ان کے پاس آیا تو اس سے فرعون نے کہا اے موسیٰ میرے خیال میں تو تم پر جادو ہوا کہا یقیناً تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اتارا مگر آسمانوں اور زمین کے مالک نے دل کی آنکھیں کھولنے والیاں اور میرے گمان میں تو اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونیوالا ہے۔

سورۃ اعراف میں ان کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ .... كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (اعراف ۱۳۰تا۱۳۳)

اور بے شک ہم نے فرعونیوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کے گھٹانے سے

پکڑا کہ کہیں وہ نصیحت مانیں تو جب انہیں بھلائی ملتی کہتے یہ ہمارے لیے ہے اور جب برائی پہنچتی تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھ والوں سے بدشگونی لیتے سن لو ان کے نصیبہ کی شامت تو اللہ کے یہاں ہیں لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں اور بولے تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

یہ نونشانیاں (معجزات) ان دس احکامات کے علاوہ ہیں یہ نو الٰہ العالمین کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور دس دوسرے شرعی احکامات تھے ہم نے یہ وضاحت اس لیے کر دی ہیں کہ بعض راویوں کو اس میں اشتباہ ہوا اور انہوں نے انہیں ایک ہی سمجھ لیا ہے۔

فرعون کے پاس جانے کا حکم

بہرحال اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ .... الْغٰلِبُوْنَ (القصص ۳۳تا۳۵)

اے میرے رب میں نے ان میں ایک جان مار ڈالی ہے تو ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر دیں اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کیلئے رسول بنا کر میری تصدیق کرے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان

نہ کر سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آ ؤ گے۔

ان آیات طیبات میں اللہ جل شانہ اپنے بندے، رسول اور اپنے کلیم کے بارے میں ان کی معروضات کو بیان فرمارہا ہے کہ جب انہیں ان کے دشمن کے پاس مصر میں جانے کا حکم دیا جہاں سے وہ ان کے ظلم وستم کے خوف سے بھاگے تھے اور انہوں نے ایک قبطی کو قتل کر ڈالا تھا تو حکم الٰہی پر وہ عرض کرنے لگے اے میرے رب میں نے ان میں ایک جان مار ڈالی ہے تو ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر دیں گے اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر اور میرا معاون و مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج دو وہ میرے ساتھ تیرا پیغام ان تک پہنچانے میں میری مدد کرے گا وہ بلحاظ زبان مجھ سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔ تو قوم فرعون جب مجھے جھٹلائیں گی تو وہ میری تصدیق وتائید کرے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے جواب عنایت فرمایا

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا

قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم دونوں کو ہماری نشانیوں کی برکات سے کچھ نقصان نہ دے سکیں گے۔

اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آ ؤ گے

سورۃ طٰہٰ میں اسی مضمون کو اس انداز میں ذکر کیا گیا

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ (طٰہٰ ۲۴ تا ۲۷)

فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا ہے (موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کی اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں۔

زبان میں لکنت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عالم بچپن میں آگ کا انگارہ اٹھا کر اپنی زبان پر رکھ لیا تھا جس کی وجہ سے آپ کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی واقعہ یوں پیش آیا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے پیار کر رہا تھا کہ آپ نے فرعون کی داڑھی کو اپنی گرفت میں لے لیا (نبی کی گرفت میں آنیوالی فرعون کی داڑھی نے اسے دن کے تارے دکھا دیئے) آپ علیہ السلام اس وقت بالکل بچے تھے۔ فرعون بھانپ گیا کہ یہی بچہ میری سلطنت کے زوال کا باعث بنے گا اس نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا گھبرا گئیں اور کہا کہ یہ بچہ ہے اور اس نے لاشعوری میں ایسے کیا ہے۔ پھر باہم یہ طے پایا کہ اس کے سامنے کھجور و انگارے رکھے جائیں اگر تو انگارہ اٹھا لے تو اسے بچہ اور اس کے عمل کو لاشعوری سمجھ کر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی رائے کو ترجیح ہو گی اور اگر کھجور اٹھائی تو فرعون کے گمان کو درست تسلیم کیا جائے گا۔

چنانچہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عقل کا اندازہ لگانے کیلئے ان کے سامنے کھجور اور انگارے رکھ دیئے حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے کھجور اٹھانا چاہی لیکن فرشتے نے آپ کے ہاتھ کو انگارے کی طرف پھیر دیا آپ نے انگارے کو اٹھا کر اپنی زبان پر رکھ لیا جس کی وجہ سے آپ کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی۔

اسی لکنت کو اس قدر دور کرنے کا سوال بارگاہ ایزدی میں کیا کہ ان کی بات وہ سمجھ لیں بالکلیہ لکنت دور کرنے کی بات نہیں کی۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء ورسل عظام فقط اپنی حاجت وضرورت کے مطابق ہی بارگاہ الٰہی میں سوال کرتے ہیں اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت باقی رہی۔

فرعون مردود نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عیب زنی کرتے ہوئے کہا تھا وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ (الزخرف ۵۲)

اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا یعنی اپنے مدعا بیان کرنے میں اور اظہار ما فی الضمیر میں تو اسے مشکلات درپیش ہیں

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسری التجا کرتے ہوئے یوں عرض گزار ہوئے۔

ہارون علیہ السلام کیلئے سفارش

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى (طٰہٰ ۲۹ تا ۳۶)

اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے وہ کون میرا بھائی ہارون اس سے میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کہ ہم بکثرت تیری پاکی بولیں اور بکثرت تیری یاد کریں بے شک تو ہمیں دیکھ رہا ہے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ تیری مانگ پوری ہوئی۔

جو کچھ تو نے مانگا اور جو کچھ بھی تو نے طلب کیا وہ سب کچھ ہم نے تجھے عطا فرما دیا یہ اللہ تعالیٰ کے حضور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجاہت ومرتبت تھی کہ جب انہوں نے بھائی ہارون کے لئے التجا کی کہ انہیں منصب رسالت اور صاحب وحی بنا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی التجا کو قبول فرماتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کو صاحب وحی بنا دیا اور یقیناً یہ مرتبت عظیم تھا

فرمان الٰہی ہے: وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (احزاب ۶۹)

اور موسیٰ علیہ السلام اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔

سورہ مریم میں حضرت ہارون علیہ السلام کو منصب نبوت عطا کئے جانے کا مژدہ بایں الفاظ دیا۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا (مریم ۵۳)

اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا (غیب کی خبریں بتانے والا نبی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کی سعادت کے لئے تشریف لے جا رہی تھیں دوران راہ قافلہ میں سے کسی شخص نے لوگوں سے پوچھا کہ کون سا بھائی ہے جس نے اپنے بھائی پر اعتماد کیا؟ لوگ خاموش رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص سے جو آپ کے ہودج کے قریب تھا فرمایا وہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں جب انہوں نے اپنے بھائی کے بارے میں بارگاہ الٰہی میں منصب نبوت سے سرفراز کرنے کی التجا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی۔ ارشاد فرمایا: وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ

رَحْمَتِنَا اَخَاهُ هَارُوْنَ نَبِيًّا (مریم ۵۳)

اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا (غیب کی خبریں بتانے والا نبی)

فرعون کے دربار میں اعلان حق

سورہ شعراء میں ارشاد ہے

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰى .... مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (الشعراء ۱۰ تا ۱۹)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی کہ ظالم لوگوں کے پاس جا جو فرعون کی قوم ہے کیا وہ نہ ڈریں گے۔ عرض کی اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تو ہارون کو بھی رسول کر اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل کر دیں۔ فرمایا یوں نہیں تم دونوں میری آیتیں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو رب ہے سارے جہان کا کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے بولا کیا ہم نے تمہیں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے اور تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکر تھے۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بحکم الٰہی فرعون کے دربان میں آئے اور اسے عبادت الٰہیہ کی دعوت دیتے ہوئے اس تک پیغام رسالت پہنچایا اور اسے تنبیہ کی کہ بنی اسرائیل کو اپنے قہر و تسلط سے آزاد کردے اور انہیں اپنے حال پہ چھوڑ دے تاکہ وہ اپنی چاہت و خواہش کے مطابق اپنے رب کے حضور حق سجدہ ریزی ادا کرسکیں اس کی توحید اس کے حضور دعا و التجا اور اس کے سامنے پیکر عجز و انکسار بننے کے لئے یکسو ہو جائیں لیکن فرعون نے تکبر و سرکشی کی اور ظالمانہ انداز میں بنظر حقارت موسیٰ علیہ السلام کی جانب دیکھا کہنے لگا اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ

کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے۔

اے موسیٰ کیا تو وہی نہیں جس نے ہمارے گھر میں پرورش پائی اور ایک مدت تک تجھ پر انعام و احسان کے تسلسل کو جاری رکھا۔

یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راہ فرار اختیار کیا تھا اس کی طرف ہی آپ کو مبعوث کیا گیا جبکہ اہل کتاب کا نظریہ اس کے برعکس ہے وہ کہتے ہیں کہ جس فرعون سے آپ نے راہ فرار اختیار کیا تھا وہ آپ کی مدین میں مدت اقامت کے دوران واصل جہنم ہو گیا تھا اور جس کی طرف آپ پیغام رسالت لے کر تشریف لائے وہ دوسرا فرعون تھا۔

(فرعون مصر کے بادشاہ کو کہا جاتا تھا)

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا یعنی تو نے ایک قبطی شخص کو مار ڈالا پھر ہم سے بھاگ گیا اور ہمارے احسانات کا ناشکرا ہوا۔

قَالَ فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں نے وہ کام کیا جبکہ مجھ پر ابھی وحی بھی نہ آئی تھی اور مجھے راہ کی خبر نہ تھی اور نہ ہی اس وقت مجھ پر کوئی احکامات نازل ہوئے تھے۔

فَفَرَرْتُ مِنْكُم لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (الشعراء ۲۱)

میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں سے کیا۔ فرعون نے جس تربیت و پرورش کا احسان جتلایا تھا اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ (الشعراء ۲۲)

اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتاتا ہے کہ تو نے غلام بنا کر رکھے۔ (بنی اسرائیل)

ارے ظالم تو مجھ فرد واحد پر تربیت و خدمت کا احسان جتلاتا ہے جبکہ اس کے برعکس عظیم قوم بنی اسرائیل سے تو خدمت لیتا ہے اپنی خدمات اور مشاغل کے لئے تو نے انہیں غلام بنا رکھا ہے ایک فرد واحد پر پرورش کے احسانات تمہیں نہیں بھولے اور بنی اسرائیل کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا عمل بد تجھے نظر نہیں آتا۔

مناظرہ مابین موسیٰ علیہ السلام وفرعون

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَارَبُّ الْعَالَمِيْنَ .... اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (الشعراء ۲۳ تا ۲۸)

فرعون بولا اور سارے جہان کا رب کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اگر تمہیں یقین ہو اپنے آس پاس والوں سے بولا کیا تم غور سے سنتے نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا (فرعون) بولا تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب پورب اور پچھم (مشرق ومغرب) کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں عقل ہو۔

ان آیات طیبات میں اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان ہونے والی بات چیت اور مناظرہ و مجادلہ کو بیان فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون لئیم پر جو عقلی ومعنوی اور پھر حسی دلیل قائم کی الہ العالمین اس کا تذکرہ فرماتا ہے کیونکہ فرعون مردود اللہ تبارک وتعالیٰ کے صانع وقدیر ہونے کا انکار ظاہر کر چکا تھا اور اپنے زعم باطل میں خود کو معبود تصور کرتا تھا اس کے اس زعم باطل کو قرآن پاک نے سورۃ نازعات میں یوں بیان کیا ہے

فَحَشَرَ فَنَادٰى فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات ۲۳، ۲۴)

تو لوگوں کو جمع کیا پھر پکارا پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

سورۃ القصص میں یوں ذکر کیا۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (القصص ۳۸)

اور فرعون بولا اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا۔

فرعون اپنی قوم اور درباریوں سے یہ خطاب محض عناد وسرکشی کی بنا پر کر رہا تھا جبکہ وہ جانتا تھا کہ میں اس کا بندہ اور مربوب

ہوں اور اللہ جل شانہ کائنات عالم کو بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا معبود حقیقی و برحق ہے جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے۔

وَجَحَدُوْبِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (النحل ۱۴)

اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر سے تو دیکھو کیسا انجام ہوا فسادیوں کا اس لئے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ جس رب نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ اس نے تمہیں معبوث فرمایا ہے کیونکہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرما چکے تھے اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ بے شک ہم کائنات عالم کے رب کے فرستادہ ہیں۔ فرعون نے کہا کہ جس کے فرستادہ ہونے کا تم دعویٰ کرتے ہو وہ رب کون ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے جواب دیتے ہیں رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

اے فرعون یہ جو تم آسمانوں اور زمین کا مشاہدہ کرتے ہو اور ان کے درمیان جو مخلوقات بادلوں، ہواؤں، بارش، نباتات و حیوانات کو دیکھتے ہو ان چیزوں کا خالق و مالک ہی تو وہ رب ہے جس نے ہمیں تیرے پاس رسول بنا کر معبوث فرمایا ہے۔

ہر یقین رکھنے والا جانتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی از خود معرض وجود میں نہیں آ سکتی۔ ضرور ان کا کوئی موجد و خالق اور پیدا کرنے والا ہے اور وہ ذات جس نے انہیں وجود بخشا وہ معبود برحق اور رب العالمین ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ وحدہ لا شریک ہے۔

فرعون نے اپنے حاشیہ نشین امراء، وزراء اور درباریوں سے موسیٰ علیہ السلام پر پھبتی کستے ہوئے اور مذاق و حقارت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کی باتیں غور سے سن رہے ہو؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے حاشیہ نشینوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ

رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔

یعنی یہی وہ رب ہے جس نے تمہیں تمہارے آباء و اجداد اور ان سے قبل تمام لوگوں کو پیدا کیا ہر ایک جانتا ہے کہ نہ تو از خود وہ پیدا ہوا اور نہ ہی اس کے ماں، باپ نے اسے پیدا کیا اور کوئی چیز پیدا کرنے والے کے سوا پیدا ہو بھی نہیں سکتی جب کوئی چیز بھی از خود معرض وجود میں نہیں آ سکتی تو یقیناً ان کو وجود بخشنے والا اور ان کی تخلیق فرمانے والا رب العالمین ذات وحدہ لا شریک ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن دو چیزوں (آفاق اور خود انسان کی ذات) کو بطور دلیل فرعون کے سامنے پیش کیا قرآن پاک میں سورہ حم السجدہ میں بھی ان دونوں چیزوں کا ذکر بایں الفاظ میں کیا گیا۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (حم السجدہ ۵۳)

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپ (نفسوں) میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دلائل و براہین کو سن کر بھی فرعون خواب غفلت میں غرق رہا اور گمراہی سے نکلنے اور خواب غفلت سے بیدار ہونے کی ذرہ بھر بھی کوشش نہ کی بلکہ اپنے کفر وطغیان اور عناد و سرکشی میں ڈٹ گیا۔ درباریوں سے کہنے لگا۔

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (الشعراء،۲۷،۲۸)

تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب پورب و پچھم (مشرق ومغرب) کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں عقل ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سامنے دلائل کا انبار لگا دیا فرمایا:

یہ روشن و چمکدار ستارے جو دائرہ افلاک میں محو گردش ہیں ان کو مسخر فرمانے والا، تاریکیوں اور روشنیوں کا خالق، آسمانوں، زمینوں اور اولین و آخرین کا پالنے والا۔ شمس و قمر، ساکت و رواں کواکب، اور شب ظلمات اور روشن دن کو وجود بخشنے والا ہی رب العالمین ہے۔ کائنات عالم کی ہر چیز اس کی تابع اور پابند حکم ہے اسی کے حکم سے وہ اپنے دائرہ کار میں رواں دواں ہے۔ اپنے اپنے نظام الاوقات کے تحت ہر چیز ایک دوسرے کے پیچھے چل رہی ہے وہ خالق و مالک اپنی تخلیقات میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے۔

جب فرعون پر دلائل و براہین کے انبار لگا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے شکوک وشبہات کے خم میں آخری کیل بھی ٹھونک دی۔ فرعون کے پاس عناد کے سوا اور کوئی سہارا باقی نہ رہا تو اپنی سطوت و وجاہت اور بادشاہت کے رعب کو استعمال کرتے ہوئے کہنے لگا۔

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ .... لِلنّٰظِرِیْنَ (الشعراء،۲۹تا۳۳)

اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کروں گا (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں کہا تو لاؤ اگر سچ ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا جبھی وہ صریح اژدھا ہو گیا اور اپنا ہاتھ نکالا تو جبھی وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔

عظیم معجزے اور فرعون کے ہوش

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کئے جانے والے دو عظیم معجزات نے دیکھنے والوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور جن دو متحیر العقول معجزات سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تائید و تقویت فرمائی تھی وہ ید بیضا اور عصا کا معجزہ تھا۔ جس وقت خرق عادت عصا کے اژدھا بننے کا معجزہ رونما ہوا تو عقلیں متحیر اور نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بحکم الٰہی عصا زمین پر ڈالا تو وہ بڑا عظیم و ضخیم اور وحشت ناک شکل کا اژدھا بن کر ہولناک منظر پیش کرنے لگا۔

کہا جاتا ہے کہ جب فرعون نے بھرے دربار میں اس وحشت ناک منظر کو دیکھا تو خوف و اضطراب کی وہ کیفیت اس پر پیدا ہوئی کہ مارے ڈر کے اسے اسہال (پیچش) لگ گئے اور وہ بھی اس قدر کہ دن میں چالیس مرتبہ فرعون رفع حاجت کے لئے بیت

الخلا جاتا جبکہ وہ اس سے قبل چالیس دن میں صرف ایک مرتبہ رفع حاجت کے لئے جاتا تھا لیکن اب صورتحال بالکل برعکس ہوگئی تھی۔

اوراسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کیا اور پھر نکالا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ہاتھ چاند کی طرح جگمگ جگمگ کررہا ہے اور اس کی روشنی سے آنکھیں چندیا رہی ہیں پھر جب دوبارہ آپ نے ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سابقہ حالت میں بدل گیا۔

ان ظاہر و باہر دلائل کو دیکھنے کے باوجود بھی فرعون ملعون سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ نہ ہوا بلکہ اپنے کرتوت بد پر مصر ہو گیا اور ان سب روشن دلائل کو جادو سے تعبیر کردیا اور جادو کے ذریعے ہی ان دلائل کا مقابلہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو گیا۔ اپنی زیر قبضہ سلطنت ومملکت اور زیر حکم رعایا میں حکم جاری کردیا کہ جادوگر دربار میں جمع ہو جائیں۔

اس کی تفصیل و بیان انشاء اللہ اپنی جگہ پر بیان کیا جائے گا۔

فرعون کے دربار میں میرے ذکر میں سستی نہ کرنا

سورہ طٰہٰ میں فرمان خداوندی ہے

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ .... اَسْمَعُ وَاَرٰى (طٰہٰ۴۰تا۴۶)

تو تو کئی برس مدین والوں میں رہا پھر تو ایک ٹھہرائے وعدہ پر حاضر ہوا اے موسیٰ اور میں نے تجھے خاص اپنے لئے بنایا تو اور تیرا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے سر اٹھایا تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔

ان آیات طیبات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اس رات کی ہمکلامی کو بیان فرماتا ہے جس شب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ انہیں انعام نبوت سے سرفراز کیا اور ان سے ہمکلام ہوا۔ فرمایا اے موسیٰ جب تو فرعون کے گھر میں تھا اس وقت بھی میں تجھے دیکھ رہا تھا اور تو میرے لطف وکرم اور حفاظت ونگہبانی میں تھا پھر میں نے تجھے سرزمین مصر سے مدین کی طرف اپنی مشیت قدرت اور تدبیر سے روانہ فرمایا تو تو مدین میں کئی برس رہا۔

ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ پھر تو میرے طرف سے ایک ٹھہرائے وعدہ پر میری تقدیر و تدبیر کے مطابق حاضر ہوا۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِىْ اور میں نے تجھے خاص اپنے لئے اپنی رسالت اور ہمکلامی کے لئے بنایا۔

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِىْ وَلَا تَنِيَا فِىْ ذِكْرِىْ

تو اور تیرا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ جب تم فرعون کے دربار میں داخل ہو جاؤ تو میری یاد میں سستی نہ کرنا کیونکہ میری یاد ہی اس کے ساتھ مخاطب ہونے، اس کی لایعنی گفتگو کا جواب دینے، اسے نصیحت کرنے اور اس پر حجت قائم کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوگا۔

بعض احادیث میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
بے شک جو میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے وہ اپنے ہمسر کو پالیتا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (الانفال ۴۵)
اے ایمان والو جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو۔

بے پایہ لطف وکرم

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى
دونوں فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے سر اٹھایا تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ کے لطف وکرم اور مخلوق پر رافت ورحمت کا اندازہ لگائیں کہ اس ذات وحدہ لاشریک کو پتا بھی ہے کہ فرعون کافر ومتکبر اور نافرمان وسرکش بنا بیٹھا ہے باوجود اس کے مخلوق ہونے کے ناطے اس بدتر انسان کے پاس اس وقت کے بہترین اور عظیم المرتبت اور باصفا شخصیات کو بھیج رہا ہے اور ساتھ ہی تاکید کردی کہ میرے رسولان معظم اسے نرم لہجے اور حسن اخلاق سے خطاب کرنا اور محبت ومہربانی بھرا معاملہ اس کے ساتھ روا رکھنا شاید کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔
جیسا کہ اپنے محبوب مکرم رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا
اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل ۱۲۵)
اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔
سورۃ عنکبوت میں ہے
وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ (عنکبوت ۴۶)
اور اے مسلمانو! کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر بہتر طریقہ پر مگر وہ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (تو اس سے نرم بات کہنا)
اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے معذرت خواہانہ انداز میں اسے باور کرانے کی کوشش کرو کہ تیرا ایک پروردگار ہے۔ تجھے نعمتوں کی جوابدہی کے لئے اس کے حضور پیش ہونا ہے بے شک تیرے سامنے جنت وجہنم ہے (جو چاہے درواز ہ کھٹکھٹا لے)
حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ:
میرے رسولان معظم فرعون سے جا کر کہو عفو ودرگزر اور بخشش ومغفرت مجھے زیادہ پسندیدہ ہے غضب اور سزا کی بنسبت۔
یزید رقاشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے فلاں شخص جو ذات اپنے دشمنوں سے اس قدر محبت کرتی ہے وہ دوستوں سے کس قدر مہربان ہوگا۔
فرعون سے مخاطب ہونے کے لئے ہدایات ربانیہ لے کر چلنے لگے تو دونوں بھائیوں نے عرض کی

رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى

اے میرے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے کیونکہ وہ سرکش متکبر لعین شیطان بنا ہوا ہے ملک مصر کی وسیع وعریض سلطنت اس کے زیر تحت ہے۔ جاہ ومنصب، لاؤ ولشکر، سطوت وطاقت اس کے پاس ہے بنابریں بحیثیت بشریت حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام نے خوف محسوس کیا کہ کہیں فرعون ان چیزوں کے گھمنڈ میں ابتدأ حملہ آور ہی نہ ہو جائے بلند وبالا ذات اعلیٰ نے انہیں ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا۔

لَا تَخَافَا اِنَّنِيْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰى

ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا اور دیکھتا

جیسا کہ سورہ الشعراء میں ہے اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں۔

فرعون ظلم کی داستان بند کرو

فَاْتِيَا فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (طٰہٰ ۴۷،۴۸)

تو اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو اولاد یعقوب کو ہمارے ساتھ چھوڑ دے اور انہیں تکلیف نہ دے بے شک ہم تیرے رب کی طرف سے نشانی لائے ہیں اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے بے شک ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے یہاں سے اللہ العالمین یہ ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے دونوں بھائیوں کو حکم دیا کہ وہ فرعون کے پاس جا کر اسے تلقین کریں کہ وہ معبود برحق اور لاشریک ذات کے حضور سجدہ ریز ہو کر حق بندگی ادا کرے۔ بنی اسرائیل پر ظلم کی داستان بڑی طویل ہو چکی لہٰذا انہیں اپنے قہر وگرفت سے آزاد کر کے ہمارے ساتھ بھیج دے اور عذاب وظلم کی کہانی یہیں روک دے اسے جا کے بتادو۔

قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ بے شک ہم تیرے رب کی طرف سے عصا اور ید بیضا کی صورت میں بہت بڑی نشانی لائے ہیں۔

وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے

پھر فرعون کو تکذیب وجھٹلانے پر ڈراتے اور دھمکاتے ہوئے وعید دلائی کہ

اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى

بے شک ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو دل سے حق کو جھٹلائے اور اپنے قالب (جسم) سے عمل سے منہ پھیرے۔

اللہ کے رسول فرعون کے دروازے پر

سدی علیہ الرحمہ اور دیگر مفسرین ذکر کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس اپنی والدہ اور بھائی کے

پاس تشریف لائے تو وہ اس وقت رات کا کھانا شلغم کے سالن کے ساتھ تناول فرما رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی والدہ اور بھائی کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرمایا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا اے ہارون اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو حکم عنایت فرمایا ہے کہ ہم فرعون کو عبادت الٰہی کی دعوت دیں لہٰذا اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔ دونوں بھائی بحکم الٰہی روانہ ہوگئے جب فرعون کے دروازے پر پہنچے تو اسے بند پایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درباریوں اور پہرہ داروں کو فرمایا کہ فرعون کو جا کر مطلع کرو کہ تمہارے دروازے پر اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں۔ درباریوں اور پہرہ داروں نے سن کر تمسخر اڑانا شروع کر دیا۔

بعض مفسرین کرام کی رائے ہے کہ ایک طویل عرصہ کے بعد انہیں فرعون کے دربار میں جانے کی اجازت ملی۔ محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دو سال بعد حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کو اندر آنے کی اجازت ملی کیونکہ ان دونوں حضرات کے لئے اجازت مانگنے کی کوئی جرات ہی نہ کرتا تھا۔ (واللہ علم)

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دروازے پر آ کر اپنے عصا سے اسے کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ فرعون پریشان ہوگیا اور اس نے دونوں کو دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ دونوں فرعون کے سامنے کھڑے ہوگئے اور جس طرح انہیں ہدایات و حکم ملا تھا اس کے مطابق انہوں نے فرعون کو دعوت الوھیت دی۔ اہل کتاب کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ بے شک لاوی بن یعقوب کی نسل میں سے ہارون لاوی شہر سے باہر تجھ سے ملاقات کرے گا اور انہیں حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کے مشائخ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر فرعون کے دربار میں جاؤ اور جو نشانیاں آپ کو عطا ہوئی ہیں ان کا اظہار کرو یہ بھی فرمایا کہ بے شک میں فرعون کے دل کو سخت کر دوں گا وہ گروہ بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت نہ دے گا اور سرزمین مصر میں میری اکثر و بیشتر اور عجیب و غریب نشانیوں کا ظہور ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو وحی کی کہ حوریب پہاڑ کے پاس بیاباں میں جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کر جب انہوں نے ملاقات کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اس حکم الٰہی بارے آگاہ فرمایا جو انہیں ملا تھا۔ جب دونوں رسول بھائی مصر میں داخل ہوئے تو انہوں نے بنی اسرائیل کے مشائخ کو جمع کیا اور سب بزرگان فرعون کے پاس گئے جب پیغام الٰہی فرعون کو پہنچایا تو اس نے کہا کون اللہ؟

میں نہیں جانتا کسی اللہ کو (العیاذ باللہ) اور نہ ہی بنی اسرائیل کو آزادی دوں گا۔

خالق کائنات کا منکر

اللہ تبارک وتعالیٰ فرعون کے بارے یوں ارشاد فرماتا ہے

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ...... تَارَةً اُخْرٰى (طٰہ ۴۹ تا ۵۵)

(فرعون) بولا تم دونوں کا خدا کون ہے۔ اے موسیٰ! (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی بولا اگلی سنگتوں کا کیا حال ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب

میں ہے میرا رب نہ بہکے نہ بھولے وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لئے اس میں چلتی راہیں رکھیں اور آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔ ہم نے زمین میں سے تمہیں بنایا اور اس میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

آیات مذکورہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرعون کے بارے خبر دیتا ہے کہ صانع وخالق کا انکار کرتے ہوئے کہنے لگا

فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى تم دونوں کا خدا کون ہے؟ اے موسیٰ

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔ خلقت کی تخلیق کی اور اپنی مخلوق کے لئے رزق، اعمال، اور حیات وممات کا نظام مقرر کر دیا اور اپنے پاس لوح محفوظ میں لکھ لیا پھر کائنات عالم میں سے ہر مخلوق کو اس مقررہ رزق واعمال کی طرف رہنمائی عطا فرما دی اس کا نظام عالم اس کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق رواں دواں ہے وہ اپنے کمال علم وقدرت سے مخلوق کے ہر عمل سے آگاہ ہے۔

جیسا کہ سورہ اعلیٰ میں فرمایا:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى (اعلیٰ ۱ تا ۳)

اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے جس نے بنا کر ٹھیک کیا اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی۔

خالق کائنات نے مخلوق کو ایک اندازے پر رکھ کر اس کی طرف انہیں راہ دی۔

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا جب تمہارا رب خالق وصانع ہے ہر چیز کو ایک اندازے پر اس نے رکھا ہے پھر انہیں رہنمائی عطا کی ہے اور وہ تمہارے گمان کے مطابق مستحق عبادت ہے۔ اس کے سوا کسی کو شایان نہیں کہ اسے پوجا جائے تو موسیٰ علیہ السلام بتائیں پہلے لوگوں نے غیروں کو کیوں پوجا؟ اس کے ساتھ ستاروں اور بتوں کو شریک ٹھہرایا جس طرح تو بتاتا ہے پھر کس لئے انہیں راہ ہدایت عطا نہ کی گئی؟ وہ کیوں غیروں کو پوجتے رہے؟

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَى

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ بہکے نہ بھولے۔

یعنی اگر جاہلوں نے غیروں کو پوجا ہے تو نہ تو وہ تیرے حق میں دلیل بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کے خلاف دلیل ہے جو میں تجھے کہہ رہا ہوں کیونکہ وہ بھی تیری طرح جاہل واحمق تھے جو کچھ بھی چھوٹا بڑا عمل انہوں نے کیا وہ ضبط تحریر میں آ چکا اور میرا رب اس پر انہیں عنقریب بدلہ دے گا وہ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا، کیونکہ بندوں کے تمام افعال اس کے ہاں مسطور وتحریر ہیں نہ تو وہ اس سے کسی چیز سے بہکتا ہے اور نہ ہی میرا رب اسے بھول سکتا ہے۔

عظمتِ الٰہی

تخلیق کائنات کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام عظمت رب العالمین اور قدرت خالق اشیاء کا ذکر فرماتے ہیں فرمایا میرا رب وہ ہے جس نے زمین کو بچھونا، آسمان کو چھت اور بندوں، جانوروں اور چوپاؤں کے رزق کے لئے بارشوں اور بادلوں کو مسخر کیا جیسا کہ خود اس نے فرمایا۔

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُوْلِی النُّهٰی

تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو

یعنی صاحبان عقل درست وتندرست فکر اور فطرت سلیمہ قائمہ رکھنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں فطرت کی ان بہت ساری نشانیوں سے ان پر آشکار ہو جاتا ہے کہ وہی ذات خالق ورازق ہے۔

جسا کہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ .... وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ۲۱،۲۲)

اے لوگو، اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمانوں کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔

جب زمین کو بارش کے ذریعے زندہ کرنے اور اس میں سے نباتات کے نکلنے اور پھلنے پھولنے کا تذکرہ کیا تو ساتھ ہی متنبہ کردیا کہ جس طرح مردہ زمین کو حیات نو بخش دی جاتی ہے اسی طرح تمہیں بھی لوٹ کر اسی کے حضور حاضر ہونا ہوگا۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی

ہم نے زمین ہی سے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (اعراف۲۹)

جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے۔

سورہ روم میں ارشاد فرمایا

وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (الروم۲۷)

اور وہی ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے اور اسی کے لئے ہے سب سے برتر شان آسمانوں اور زمینوں میں اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

معجزے اور جادو آمنے سامنے

وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا .... وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی (طٰہ۵۶تا۵۹)

اور بے شک ہم نے اسے اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا بولا کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے سبب ہماری زمین سے نکال دو اے موسیٰ! تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ ٹھہرا دو جس سے نہ ہم بدلہ لیں تو تم ہموار جگہ ہو۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیوں کی تکذیب میں فرعون کی کم عقلی، کثرتِ جہالت اور بدبختی کا تذکرہ اور ان کی اتباع میں متکبرانہ انداز اختیار کرنے کا ذکر آیات مذکورہ میں کیا جا رہا ہے۔ فرعون نے عناد کے نشے میں مخمور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا یہ خرق عادت چیزوں کا ظہور محض جادو کی کرشمہ سازی ہے ہم بھی اسی طرح تیرا مقابلہ کریں گے۔ پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جگہ اور وقت کے تعین کا مطالبہ کر دیا کہ اس مقررہ اوقات میں ہم تمہارا مقابلہ کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ کوئی ایسا موقع میسر آئے کہ لوگوں کے جم غفیر میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور براہین و دلائل کو ظاہر کیا جائے۔

اسی لئے فرمایا: مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى

ان کے ہاں عیدوں میں سے ایک عید کا دن قریب تھا اس میں لوگوں نے جمع ہونا تھا آپ نے فرمایا:

تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں یعنی دن کے ابتدائی حصے میں جب سورج کی روشنی خوب پھیل جائے تاکہ حق ظاہر و باہر ہو جائے اور ہر آنکھ اس کا نظارہ کرے رات کی تاریکی میں تعین نہیں کیا بلکہ دن کے اجالے میں وقت مقرر کیا کیونکہ آپ اپنے رب کی جانب سے بصیرت پر تھے اور آپ کو یقین کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلمہ حق اور دین کو بلند و ظاہر کرے گا اور قبطیوں کے ناک ضرور خاک آلود ہوں گے۔

ظہورِ حق کا دن

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ......... اَلْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (طٰہٰ ۵۹ تا ۶۴)

موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں تو فرعون پھر اور اپنے داتوں (فریب کار) اکٹھے کئے پھر آیا ان سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے اور بے شک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا تو اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہو گئے اور چھپ کر مشورت کی۔ بولے بے شک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا اچھا دین لے جائیں تو اپنا داؤں پکا کر لو پھر پرا باندھ کر آؤ اور آج مراد کو پہنچا جو غالب رہا۔

اللہ تعالیٰ فرعون کے بارے خبر دے رہا ہے کہ اس نے جا کر تمام شہروں سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع کر دیا ان دنوں ملک مصر جادوگروں سے بھرا ہوا تھا اور وہ اپنے فن میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ فرعون نے ہر شہر و جگہ سے گوشہ گوشہ چھان مارا اور ہر جادوگر کو بلا بھیجا۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا تاحد نگاہ انسان ہی انسان نظر آتے تھے کس قدر انسان تھے اس بارے کئی

اقوال ہیں۔

۱-اسی ہزار افراد تھے (محمد بن کعب علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق)

۲-ستر ہزار افراد تھے (قاسم بن ابی---علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق)

۳-سدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں تیس ہزار سے زائد تھے۔

۴-ابوامامہ علیہ الرحمہ سے مروی ہے انیس ہزار تھے۔

۵-محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں پندرہ ہزار تھے۔

۶-کعب احبار علیہ الرحمہ کے نزدیک بارہ ہزار تھے۔

۷-ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ستر آدمی تھے۔

۸-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ایک روایت یوں ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے چالیس غلام تھے جنہیں فرعون نے حکم دیا کہ ماہرین سحر کے پاس جاؤ اور ان سے جادو سیکھو اسی لئے بنی اسرائیل نے فرعون سے کہا تھا

وَمَا اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ

اور جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر۔

فرعون اپنے وزراء، امراء اور ماہرین امور مملکت و سلطنت کو لے کر علی الصبح جائے مقررہ پر حاضر ہو گیا۔ فرعون نے اعلان عام کر دیا تھا کہ اس عظیم موقع پر سارے مصری حاضر ہوں۔ لوگ گھروں سے نکل پڑے اور کہہ رہے تھے۔

لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغَالِبِيْنَ (الشعراء:۴۰)

شاید ہم ان جادوگروں کی ہی پیروی کریں اگر یہ غالب آ گئیں۔

جادوگروں کو تبلیغ

جب امیر و کبیر اور مفلس و غریب ہر قسم کے لوگ میدان میں جمع ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے آئے۔ آتے ہی آپ جادوگروں کے پاس گئے انہیں وعظ و نصیحت کی۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور براہین کے مقابلے میں وہ آئے تھے ان کے سحر باطل پر ان کی زجر و توبیخ کی۔ فرمایا:

وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى فَتَنَازَعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

تمہیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دیں اور بے شک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا تو اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہو گئے۔

ان کا تنازعہ آپس میں اس بات پر ہوا کہ کوئی کہتا یہ جادوگر نہیں بلکہ یہ تو نبی کا کلام ہے۔

کوئی کہتا کہ یہ ہماری طرح جادوگر ہی ہے۔ واللہ اعلم

وہ آپس میں خفیہ طور پر سرگوشی کرنے لگے (کہ ان کا مقابلہ کیا جائے کہ نہ)

جادوگروں کی رائے

قَالُوْا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا

بولے بے شک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں۔ کہنے لگے یہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اور اس کا بھائی ہارون علیہ السلام بڑے پختہ جادوگر اور اس پیشے میں بڑے ماہر ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے گرویدہ بنا کر بادشاہ اور اس کے حاشیہ نشینوں پر حملہ آور ہو جائیں اور فرعونیوں کے عقائد و باطل نظریات کو جڑ سے اکھیڑ پھینکیں اور اس عمل کے ذریعے تم پر آمر بن جائیں۔

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى

تو اپنا داؤں (فریب) پکا کرلو پھر پرا باندھ کر آؤ اور آج مراد کو پہنچا جو غالب رہا۔

پہلے کلام میں تو انہوں نے باہمی غور و فکر ایک دوسرے کو تاکیدی حکم دیا کہ جو جس فن میں بھی خواہ مکر و فریب ہے یا دھوکہ و جادو ہو ماہر ہے اسے پیش کرے۔

لیکن افسوس ان کے گمان جھوٹ اور ان کی آرا غلط نکلیں۔ بھلا بہتان و ہزیان اور جادو ان معجزات کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے، رسول اور اپنے کلیم کو اعلائے کلمۃ الحق کے لئے عطا فرمائے جن کی تائید و نصرت ان دلائل کے ساتھ کی گئی جنہوں نے آنکھوں کو خیرہ اور عقل و ذہن کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا

جو بھی تمہارے پاس مکر و فریب ہے اس کو پختہ کرلو اور یکبارگی آؤ

پھر وہ ماہرین سحر و شر ایک دوسرے کو آگے بڑھنے پر ابھارنے لگے کیونکہ فرعون نے ان کے سامنے وعدے وعید اور امیدوں اور آرزوؤں کا جال پھیلا دیا تھا جبکہ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب کے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام اور جادوگر آمنے سامنے

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ ...... حَيْثُ اَتٰى (طٰہٰ ۶۵ تا ۶۹)

(جادوگر) بولے اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا بلکہ تمہی ڈالو جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں تو اپنے جی میں موسیٰ علیہ السلام نے خوف پایا ہم نے فرمایا ڈر نہیں بے شک تو ہی غالب ہے اور ڈال تو دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے اور ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آوے۔ جب جادوگر صف بندی کر کے کھڑے ہو گئے تو حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام بھی ان کے سامنے تشریف لے گئے۔ جادوگر پوچھنے لگے تم پہلے ڈالو (وار کرو) گے یا ہم پہلے کارروائی کریں۔

قَالَ بَلْ اَلْقُوْا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بلکہ تم ڈالو۔

جادوگروں کے پاس لاٹھیاں اور رسیاں تھیں جنہیں انہوں نے پارے وغیرہ کے ساتھ ایسے انداز میں ملمع سازی کی ہوئی تھی کہ جب وہ زمین پر ڈالتے تو دیکھنے والوں کو دوڑتی ہوئی محسوس ہوتیں حالانکہ وہ ان کی ملمع سازی کے فن کی مرہون منت تھیں لوگوں کی نگاہوں میں ان کے جادو کا رعب بیٹھ گیا اور وہ خوف زدہ ہو گئے۔

جادوگر اپنی رسیوں کو لاٹھیوں کو پھینکتے اور ہذیان بکتے جاتے تھے کہ فرعون کی عزت کی قسم ہم غالب آ گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى

جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں تو اپنے جی میں موسیٰ علیہ السلام نے خوف پایا۔

سورہ اعراف میں ہے:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (اعراف ۱۱۶)

جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی نگاہوں پر جادو کیا اور انہیں ڈرایا اور بڑا جادو لائے۔

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو ابھی حکم الٰہی ہوا نہ تھا کہ اپنے ہاتھ میں موجود عصا کے کرشمہ دکھاؤ اس لئے خوف محسوس کیا کہ لوگ کہیں ان کے جادو کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھڑی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَاصَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى

تو ڈر نہیں بے شک تو ہی غالب ہے اور ڈال تو دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے اور ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا اور وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آوے۔

تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا اور کہا یہ جو تم لائے یہ جادو ہے۔ اب اللہ اسے باطل کر دے گا۔ اللہ مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔

وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس ۸۲)

اور اللہ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دکھاتا ہے۔ پڑے برا مانیں مجرم

سورہ اعراف میں اس کی منظر کشی یوں کی گئی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی اپنا عصا ڈال دیا۔

فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (اعراف ۱۱۷ تا ۱۲۲)

تو ناگاہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا تو حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا تو یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہو کر پلٹے اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔ بولے ہم ایمان لائے جہان کے رب پر جو رب ہے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا۔

عصا بھیانک صورت اژدھا بن گیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا عصا ڈالا تو وہ بہت بڑا ٹانگوں والا اژدھا بن گیا۔ علمائے اسلاف میں سے کئی ایک نے اس کی شکل و ہیت کی کیفیت یوں بیان کی ہے۔

عصا سے بننے والے اژدھا کی ٹانگیں تھیں، بہت بڑی گردن تھی، خوف میں مبتلا کر دینے والی ہولناک شکل تھی، جونہی لوگوں نے دیکھا تو مارے خوف کے بھاگ کھڑے ہوئے اور دور جا کر کھڑے ہو گئے۔ جادوگروں نے جو لاٹھیوں اور رسیوں کا ڈرامہ رچایا تھا اژدھا ان کی طرف متوجہ ہوا اور ایک ایک کر کے جلد از جلد انہیں نگلنے لگا لوگ اس منظر کو دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے اور انگشت بدنداں تھے۔

جہاں تک جادوگروں کا معاملہ تھا تو وہ دیکھ کر سرگرداں و پریشاں تھے اور ان کے عقل وخرد اور وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ان کے مکر وفریب کی قلعی اس انداز میں کھل جائے گی۔

جادوگروں پر حقائق آشکار

جب عصا اژدھا بن کر لاٹھیوں اور رسیوں کو نگلنے لگا اور اتنا عظیم معجزہ رونما ہو چکا تھا جہاں ان کے خرد وگماں کی رسائی بھی نہ تھی تب انہیں حق الیقین ہو گیا کہ یقیناً نہ تو یہ جادو ہے نہ کوئی شعبدہ بازی نہ محال وخیاں اور نہ ہی کوئی جھوٹ و بہتان بلکہ یہ تو برحق معجزہ ہے اور خدائی قدرت کا مظہر ہے حق کے سوا کسی کو اس پر قدرت وطاقت بھی نہیں اور برحق ذات نے ہی حق کے ساتھ اس کی تائید ونصرت فرمائی ہے۔

اس ذات برحق نے ان کے دلوں سے غفلت کے نقاب الٹ دیئے۔ ہدایت ونورانیت کی جلوہ گری ہوگئی۔ قساوت وشدت ان سے چھٹ گئی۔ بارگاہ الٰہی میں رجوع کر کے وہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ انجام وسزا کی پروا کئے بغیر بانگ دھل انہوں نے حاضرین کو پکارا۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰی

ہم اس پر ایمان لائے جو ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کا رب ہے۔

فرعون کی یاوہ گوئی اور کلمہ برحق

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ...... مَنْ تَزَكّٰی (طٰہٰ ۷۰ تا ۷۶)

تو سب جادوگر وجدے میں گرا لئے گئے۔ بولے ہم اس پر ایمان لائے جو ہارون اور موسیٰ کا رب ہے۔ فرعون بولا کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں بے شک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے قسم ہے میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تمہیں کھجور کے ڈھنڈ پر سولی چڑھاؤں گا اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے۔ بولے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے۔ ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم تو تو کر چک جو تجھے کرنا ہے تو اس دنیا ہی کی زندگی میں تو کرے گا بے شک ہم اپنے رب

پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا بے شک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آئے تو ضرور اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے نہ جئے اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کئے ہوں تو انہی کے درجے اونچے بسنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہوا۔

سعید بن جبیر، عکرمہ، قاسم بن ابی بردہ اور امام ازواعی رضی اللہ عنہم وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب جادوگر سربسجود ہوئے تو جنت میں ان کے محلات و مقامات ان کے سامنے کر دیئے گئے جو جنت الفردوس میں ان کے استقبال و آمد کے لئے آراستہ و پیراستہ تھے جب انہوں نے اخروی زندگی کے مناظر ملاحظہ فرما لئے تو انہوں نے فرعون کی گیدڑ بھبکیوں اور تہدید و وعید کو پاس خاطر میں لانے کی زحمت بھی نہ کی۔

فرعون نے دھمکیوں آمیز یاوہ گوئی اس لئے کی تھی کہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ جادوگر علی الاعلان قبول اسلام کر کے لوگوں کے سامنے برملا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی صفات جمیلہ کا اظہار فرما رہے ہیں۔ فرعون اس منظر سے گھبرا گیا اور معاملے کو روز روشن کی طرح عیاں دیکھ کر اس کی بصیرت و بصارت جواب دے گئی۔

ان دھمکیوں میں مکر و فریب، دھوکہ اور راہ خدا سے روکنے کی سعی ناکام کا عجیب و غریب انداز تھا۔ لوگوں کی موجودگی میں جادوگروں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہنے لگا:

اٰمَنۡتُمۡ لَـهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَكُمۡ

کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔

یعنی کیا تم نے اس اہم کام کرنے پر اور وہ بھی میری رعایا کی موجودگی میں میرے ساتھ کوئی مشورہ کیا ہے؟ پھر انہیں ڈرایا دھمکایا، مبتلائے اضطراب کرنے لگا اور جھوٹ ہانکتے ہوئے کہنے لگا۔

اِنَّهٗ لَكَبِيۡرُكُمُ الَّذِىۡ عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ

بے شک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے بڑے سربراہ ہیں)

سورۃ اعراف میں یوں ہے:

اِنَّ هٰذَا لَمَكۡرٌ مَّكَرۡتُمُوۡهُ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لِتُخۡرِجُوۡا مِنۡهَاۤ اَهۡلَهَا‌ ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ (اعراف ۱۲۳)

یہ تو بڑا فعل ہے جو تم سب نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان جاؤ گے۔

یہ جو اس نے بہتان عظیم لگایا ہر صاحب عقل آدمی بخوبی جانتا ہے کہ یہ تو محض کفر و عناد اور کذب و ہذیان تھا۔ ایسی حماقت تو نا سمجھ بچوں سے بھی سرزد نہیں ہوتیں۔

فرعون کے زیر تحت عوام الناس جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو ان جادوگروں کی کبھی ملاقات بھی نہ ہوئی۔ جب کبھی ان سے ملے تک نہیں تو پھر ان جادوگروں کے بڑے کیسے ہو گئے اور کس طرح وہ جادوگری میں ان کے شاگرد بن گئے؟ پھر نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جمع کیا تھا اور نہ ہی ان کے اجتماع کا انہیں علم تھا بلکہ فرعون نے ہی انہیں جمع [illegible]

کی استدعا کی تھی ہر دور کی راہ سے اور دور دراز کی وادیوں سے مصر کی شہری اور دیہی آبادیوں سے اطراف واکناف عالم سے انہیں جمع فرعون نے ہی کیا تھا۔

سورہ اعراف میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے:

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا .... وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (اعراف۱۰۳تا۱۲۶)

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی تو دیکھو کیسا انجام ہوا مفسدوں کا اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے فرعون میں پروردگار عالم کا رسول ہوں مجھے سزاوار ہے کہ اللہ پر نہ کہوں مگر سچی بات میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ چھوڑ دے (فرعون) بولا اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو لاؤ اگر سچے ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا ہو گیا اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔

قوم فرعون کے سردار بولے یہ تو ایک علم والا جادوگر ہے تمہیں تمہارے ملک سے نکالا چاہتا ہے تو تمہارا کیا مشورہ ہے بولے انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرا اور شہروں میں لوگ جمع کرنے والے بھیج دے کہ ہر علم والے جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں اور جادوگر فرعون کے پاس آئے بولے کچھ ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب آئیں (فرعون) بولا ہاں اور اس وقت تم مقرب ہو جاؤ گے۔ بولے اے موسیٰ! یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں کہا تمہی ڈالو جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں ڈرایا اور بڑا جادو لائے اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال تو ناگاہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا تو حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا تو یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہو کر پلٹے اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔ بولے ہم ایمان لائے جہان کے رب پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کا فرعون بولا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں یہ تو بڑا جعل ہے۔ جو تم سب نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان جاؤ گے قسم ہے کہ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی دوں گا بولے ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں اور تجھے ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آئیں اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا۔

سورہ یونس میں ہے:

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ .... وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس۷۵تا۸۲)

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے دے کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا بولے یہ تو ضرور کھلا جادو ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا حق کی نسبت ایسا کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا کیا یہ جادو ہے اور جادوگر مراد کو نہیں پہنچتے بولے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اس سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور زمین میں تمہی دونوں کی بڑائی رہے اور ہم تم پر ایمان لانے کے نہیں۔ اور فرعون بولا ہر جادوگر علم والے کو میرے پاس لے آؤ پھر جب جادوگر آئے ان سے موسیٰ علیہ

السلام نے کہاڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے پھر جب انہوں نے ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ جو تم لائے یہ جادو ہے۔اب اللہ اسے باطل کر دے گا۔اللہ مفسدوں کا کام نہیں بناتا اور اللہ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دکھاتا ہے۔ پڑے برا مانیں مجرم۔

سورہ شعراء میں فرمان ایزدی ہوا:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ .... اِنْ كُنَّا اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الشعراء ۲۹ تا ۵۱)

(فرعون) بولا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کروں گا۔ (موسیٰ علیہ السلام) نے فرمایا کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں کہا تو لاؤ اگر سچے ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا۔جبھی وہ صریح اژدھا ہو گیا اور اپنا ہاتھ نکالا تو جبھی وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔ بولا اپنے گرد کے سرداروں سے کہ بے شک یہ دانا جادوگر ہے چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اپنے جادو کے زور سے تب تمہارا کیا مشورہ ہے وہ بولے انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرائے رہو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو کہ وہ تیرے پاس لے آئیں ہر بڑے جادوگر دانا کو تو جمع کیے گئے جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہو گئے شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب آئیں پھر جب جادوگر آئے فرعون سے بولے کیا ہمیں کچھ مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے بولا ہاں اور اس وقت تم میرے مقرب ہو جاؤ گے موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور بولے فرعون کی عزت کی قسم بے شک ہماری ہی جیت ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا جبھی وہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا اب سجدہ میں گرے جادوگر بولے ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔فرعون بولا کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں بے شک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو اب جانا چاہتے ہو مجھے قسم ہے بے شک میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی دوں گا وہ بولے کچھ نقصان نہیں ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں ہمیں طمع ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے۔

فرعون اور اہل ایمان کا مکالمہ

مقصد یہ ہے کہ فرعون نے کذب وافترا اور یہ بات کہہ کر انتہا درجہ کے کفر کا اظہار کر دیا کہ

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

بے شک وہ تمہارا بڑا (سرکردہ) ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا۔

اور جو اس نے بہتان تراشا صاحبان علم ہی کیا ہر ایک جانتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (اعراف ۱۲۳)

یہ تو بڑا جعل (فریب) ہے جو تم سب نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان جاؤ گے۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

قسم ہے کہ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا بایاں

ہاتھ اور دایاں پاؤں

وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ پھر تم سب کو سولی دوں گا۔ تا کہ ایسی مثال وعبرت بن جاؤ کہ پھر رعایا اور پوری قوم میں سے کسی ایک کو بھی ان کی اقتدا کرنے کی جرات نہ ہو سکے۔ اسی لئے کہا۔

وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِىْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (طٰہٰ ۷۱)

اور تمہیں کھجور کے ڈھنڈ پر سولی چڑھاؤں گا کیونکہ کھجور کے ڈھنڈ بہت بلند اور مشہور ہیں۔

وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى (طٰہٰ ۷۱)

اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے یعنی دنیاوی زندگی میں

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَاجَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ (طٰہٰ ۷۲)

(ایمان لانے والے) بولے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے اور نہ ہی تیری اطاعت کریں گے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں اور دلائل قطعیہ اور آیات بینات سے جو ایمان ہمارے قلوب میں راسخ ہو چکا ہے ہم اسے ہرگز نہ چھوڑیں گے۔

وَالَّذِىْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ

اور ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم تو تو کر چک جو تجھے کرنا ہے۔

اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (طٰہٰ ۷۲)

تو اس دنیا ہی کی زندگی میں تو کرے گا۔

یعنی ہمارے خلاف فیصلہ اور سزا دینے کے لئے حکم تو دنیا کی زندگی میں ہی کر سکتا ہے جب ہم آخروی زندگی کی طرف منتقل ہو جائیں گے تو پھر ہم اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم ہوں گے جس کے رسول کی ہم نے اتباع و پیروی کی۔

اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَلَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (طٰہٰ ۷۳)

بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جانے والا ثواب تیرے اس وعدے سے جو تو نے قرب شاہی کا کیا ہے اس سے کہیں بہتر اور باقی رہنے والا ہے اور اس دار فانی کی نسبت اخروی وعدہ الٰہی ہمیشہ اور باقی رہنے والا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا

قَالُوْا لَاضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَلَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَا (الشعراء ۵۰،۵۱)

وہ بولے کچھ نقصان نہیں ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں ہمیں طمع ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں اور وہ جرم ومحارم جو ہم سے سرزد ہوئے وہ بخش دے گا کیونکہ

اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ

قبطیوں میں سے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر ہم سب سے پہلے ایمان لائے۔

ان برگزیدہ اہل ایمان نے فرعون سے یہ بھی کہا

وَمَا تَنۡقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتۡنَا (اعراف ۱۲۶)

اور تجھے ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آئیں تیرے نزدیک ہمارا جرم فقط یہی ہے کہ رسول معظم جن واضح نشانیوں کو لے کر آئے ہم نے بصدق یقین انہیں مان لیا اور بسر و چشم ان کی اتباع و فرمانبرداری کا دم بھر لیا۔

رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا

اے ہمارے رب! اس سرکش و متکبر، جابر سلطان بلکہ شیطان مردود کے جس ظالمانہ ردعمل میں ہم مبتلا ہیں اس پر ہمیں ثابت قدمی دے اور ہم سب پر صبر انڈیل دے۔

وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ اور ہمیں مسلمان اٹھا۔

نیز ان پاکبازوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہوئے اسے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

اِنَّهٗ مَنۡ يَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَلَا يَحۡيٰى (طه ۷۴)

بے شک اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آئے تو ضرور اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے نہ جئے۔

انہوں نے فرعون سے کہا اے فرعون بچ جا کہ تو بھی ان میں سے ہو جائے وہ یقیناً ان میں سے نہ تھا۔

وَمَنۡ يَّاۡتِهٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰى

اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کئے ہوں تو انہی کے درجے اونچے

جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ مَنۡ تَزَكّٰى (طٰہٰ ۷۶)

بسنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہوا۔

فرعون نے بھی ان میں سے ہی بننے کی کوشش کی لیکن فرعون اور صداقت کے درمیان تقدیر کے وہ فیصلے حائل ہو گئے جو نہ تو مغلوب ہو سکتے تھے اور نہ ہی ممنوع حکم الٰہی صادر ہو گیا کہ فرعون ملعون اہل جہنم سے ہے تاکہ وہ دردناک عذاب کی بشارتوں سے آشنا راز ہو اس کے سر پر کھولتے پانی کا عذاب ڈالا جائے گا اور اسے بطور ڈانٹ اور بطور برائی کہا جائے گا۔

ذُقۡ ۖۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ (الدخان ۴۹)

چکھ ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے

اور واقعتاً فرعون قبیح، گالیوں کے لائق، ذلیل اور کمینہ شخص تھا۔

جادوگر یا اہل ایمان

اس سیاق و سباق سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون ملعون نے انہیں اذیتوں سے دوچار کر کے انہیں تختہ دار پر لٹکا دیا تھا (رضی اللہ عنہم)

حضرت عبداللہ بن عباس اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ دن کے ابتدائی حصے میں یہ لوگ جادوگر تھے اور آخری حصے میں شہید، متقی اور برگزیدہ انسان ہو گئے۔

ان کا یہ قول ان کی تائید کرتا ہے

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ

اے ہمارے رب ہم پر صبر اونڈیل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا۔

کفر بڑھتا گیا جوں جوں......

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے رونما ہونے والے معجزات کی بدولت عظیم واقعہ پیش آ چکا قبطی مغلوب ہو گئے اور ان کی امیدوں کا بندھن ٹوٹ کے بکھر گیا اور اس پر مستزاد یہ کہ جو ان کی مدد کے لئے جادوگر میدان کارزار میں نکلے تھے وہ خالق حقیقی کے حضور سربسجود ہو گئے ان حقائق کو دیکھ کر بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں بلکہ کفر وعناد اور حق سے دوری مزید بڑھتی چلی گئی۔

سورۃ اعراف میں ان کے بغض وعناد کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے

وَقَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ......... كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ (اعراف ۱۲۷ تا ۱۲۹)

اور قوم فرعون کے سردار بولے کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لئے چھوڑتا ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور موسیٰ تجھے اور تیرے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دے بولا اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور ہم بے شک ان پر غالب ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ اللہ کی مدد چاہو اور صبر کرو بے شک زمین کا مالک اللہ ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے۔ بولے ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ فرعون کے درباری امراء ووزراء نے اپنے بادشاہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیتیں دینے پر برانگیختہ کیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جو نشانیاں لے کر آئے تھے ان کی تصدیق کرنے کے بجائے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے [illegible] گئے۔

اَتَذَرُ مُوۡسٰى وَقَوۡمَهٗ لِيُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ

کیا موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو اس لئے چھوڑتا ہو کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور موسیٰ تجھے اور تیرے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے قبطی ملعونوں کے اعتقاد کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدائے وحدہٗ لاشریک کے حضور سجدہ ریزی کی دعوت دینا اور ماسوا اللہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنا اور ماتھا رگڑنے سے روکنا فتنہ وفساد تھا بعض قراء نے اسے وَيَذَرَكَ وَاِلٰهَتَكَ پڑھا ہے۔ (اور موسیٰ تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑ دے)

اس میں دو چیزوں کا احتمال ہے۔
۱- وہ چھوڑتا ہے تیرے دین کو
۲- وہ چھوڑتا ہے تیری عبادت کو کیونکہ بزعم خود فرعون ملعون اپنے آپ کو معبود گردانتا تھا۔
قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَنَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَهُمۡ
(فرعون) بولا اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے تاکہ ان کے جنگجوؤں میں کمی ہو جائے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے۔
وَاِنَّا فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ
اور ہم بے شک ان پر غالب ہیں۔
قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهِ اسۡتَعِيۡنُوۡا بِاللّٰهِ وَاصۡبِرُوۡا اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ يُوۡرِثُهَا مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ (اعراف ۱۲۸)
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جب فرعون تمہیں اذیت اور تکالیف سے دوچار کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ کی مدد چاہو اور اپنی آزمائشوں پر صبر کرو بے شک زمین کا مالک اللہ ہے۔ اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے۔
تم بھی صبر و مدد الٰہی کے دامن کو مضبوطی سے تھام کر متقی و پرہیزگار بن جاؤ تاکہ عاقبت کا بہترین انجام تمہارا مقدر بن جائے۔
جس طرح سورۃ یونس میں ارشاد ہوا کہ
وَقَالَ مُوۡسٰى يٰقَوۡمِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ فَقَالُوۡا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ وَنَجِّنَا بِرَحۡمَتِكَ مِنَ الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ (یونس ۸۴ تا ۸۶)
اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم اسلام رکھتے ہو بولے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا الٰہی ہم کو ظالم لوگوں کے لئے آزمائش نہ بنا اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں کافروں سے نجات دے۔
قَالُوۡۤا اُوۡذِيۡنَا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَاۡتِيَنَا وَمِنۡۢ بَعۡدِ مَا جِئۡتَنَا
(بنی اسرائیل) بولے ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد۔
یعنی آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی ہمارے بیٹوں کو قتل کیا جاتا رہا اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی ہمارے ساتھ یہی سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا:
عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يُّهۡلِكَ عَدُوَّكُمۡ وَيَسۡتَخۡلِفَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ (اعراف ۲۹)
قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کیسا کام کرتے ہو۔

افرادی قوت کم کرنے کا منصوبہ

سورہ غافر میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ کَذَّابٌ

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا فرعون اور ھامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے (یہ) جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔

فرعون شاہ مصر اور ھامان اس کا وزیر تھا جبکہ قارون قوم موسیٰ علیہ السلام میں سے ایک تھا جو کہ فرعون اور اس کے حاشیہ نشینوں کے دین پر تھا وہ بہت بڑا صاحب مال و دولت تھا (عنقریب اس کا قصہ آئے گا)

فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَھُمْ وَمَا کَیْدُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ (غافر ۲۵)

پھر جب ان پر ہمارے پاس سے حق لایا بولے جو اس پر ایمان لائے اس کے بیٹے قتل کرو اور عورتیں زندہ رکھو اور کافروں کا داؤ نہیں مگر بھٹکتا پھرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل ان کی تذلیل وتوہین اور ان کی افرادی قوت کو کم کرنے کے لئے تھا تا کہ ان میں زور بازو اور مقابلے کی قوت نہ رہے اور اس سبب سے قبطیوں سے برسر پیکار ہونے کا نشہ دم توڑ جائے قبطی ہر وقت مارے خوف کے بنی اسرائیل کی افرادی قوت میں اضافے سے سہمے رہتے تھے۔

ان کی گھٹیا تدبیریں انہیں ذرہ بھر بھی فائدہ نہ پہنچا سکیں اور نہ ہی اس قادر کریم کے فیصلے ان سے ٹل سکے جو ذات کسی چیز کو حکم فرماتی ہے کُن تو وہ چیز معرض وجود میں آ جاتی ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ اَوْ اَنْ یُّظْھِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ (غافر ۲۶)

اور فرعون بولا مجھے چھوڑو میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کروں اور وہ اپنے رب کو پکارے میں ڈرتا ہوں کہیں وہ تمہارا دین بدل دے یا زمین میں فساد چمکائے۔

اسی لئے بطور مذاح لوگوں میں یہ مثل مشہور ہوگی صار فرعون مذکرا کہ فرعون نصیحت کرنے والا بن گیا، فرعون نے یہ بات اس لئے کہی کہ وہ اپنے تئیں ڈر گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو (معاذ اللہ) گمراہ کر دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا

وَقَالَ مُوْسٰٓی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ (غافر ۲۷)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر سے کہ حساب کے دن پر یقین نہیں لاتا۔

میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں اور اسی کے حضور التجا کرتا ہوں اس بات سے کہ فرعون وغیرہ مجھ سے برائی سے پیش آئے۔
مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ یعنی ہر متکبر و سرکش سے جسے کسی کی رورعایت کا لحاظ نہ ہو جو متشدد وانتہا پسند ہو جسے عذاب الٰہی اور انتقام الٰہی کا خوف نہ ہوا یسے سرکش سے میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں ایسی صفات قبیحہ کا مالک وہی شخص ہے جو بارگاہ الٰہی میں لوٹنے اور جزاوسزا کا اعتقاد نہیں رکھتا۔
اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے بارے فرمایا:
وَمِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ
ہر متکبر سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں کہ جو حساب کے دن پر یقین نہیں لاتا۔

ایک مرد مومن کی للکار

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ .... اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ (غافر ۲۸،۲۹)
اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان جو کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور بے شک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی کا وبال ان پر اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں بے شک اللہ راہ نہیں دیتا۔ اسے جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہے اے میری قوم آج بادشاہی تمہاری ہے اس زمین پر غلبہ رکھتے ہو تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچالے گا اگر ہم پر آئے فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میری سوجھ ہے اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

وہ مرد مومن کون تھا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت میں فرعون سے مخاطب ہونے والا شخص کون تھا؟ اس بارے کئی آراہیں۔
۱- وہ فرعون کا چچازاد بھائی تھا۔ اور کافروں کے خوف سے کہ کہیں وہ جان سے مار ہی نہ ڈالیں اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔
۲- بعض کے گمان کے مطابق وہ اسرائیلی تھا۔ لیکن لفظاً اور معنیً پر کلام قرآن پاک کے سیاق کلام کے مخالف اور بعید از حقیقت ہے۔
۳- حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے ایک شخص تو یہی تھا جو کہ قبطی تھا دوسرا وہ جو شہر کے دوسرے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا تھا اور اس نے آکر آگاہ کیا تھا کہ فرعون تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔
اور تیسری فرعون کی بیوی حضرت آسیہ تھیں۔
دارقطنی فرماتے ہیں کہ آل فرعون کے اس مومن کا نام شمعان تھا۔

تاریخ طبرانی میں ہے کہ اس کا نام خیر تھا۔

بہر حال نام اس کا جو بھی تھا لیکن وہ مرد مومن تھا اور اپنے ایمان کو کافروں سے چھپائے ہوئے تھا۔

جب فرعون ملعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے درباریوں سے اس بارے مشورہ کرتے ہوئے اس پر پختہ عزم کر چکا تو اس مرد مومن نے فرعون کے تیور کو دیکھتے ہوئے خوف محسوس کیا اور انتہائی نرم انداز میں فرعون کو اس ارادے سے باز رہنے کے لئے ترغیب وترہیب سے گفتگو شروع کر دی اور بطور رائے اور مشورہ کے اسے اس عمل بد سے باز رہنے کے لئے کہا۔

جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ

بہترین جہاد جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔

اس مقام پر فرعون جیسے بے مثال ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے اعلائے کلمہ حق اس مرد مومن کے ایمان کامل اور افضل الجہاد کی علامت تھا۔ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رہنے کا مشورہ دینا اس سے بڑھ کر کلمہ حق اور کیا ممکن تھا کیونکہ اس میں نبی کی عصمت تھی۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے اپنے اظہار ایمان کے لئے یہ سب کچھ کیا ہو اور جو ایمان کے حوالے سے چھپاتا رہا اس کی تصریح کر دی ہو لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔ (واللہ اعلم)

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ

کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

یعنی ایک ایسا شخص جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اس وجہ سے تم اسے قتل کرنے کا مشورہ کر رہے ہو یہ کوئی ایسا جرم تو نہیں کہ جس کی سزا قتل ہونا چاہئے بلکہ عقل سلیم سے سوچا جائے تو ایسا شخص تو لائق صد احترام واکرام ہے اور اگر سزا دینے پہ تلے ہوئے ہو تو اس سے ترک تعلق کر لو اور آتش انتقام کو بجھا دو کیونکہ

وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ

اور بے شک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے۔

یعنی ایسے معجزات لے کر وہ تمہارے پاس آئے ہیں جو ان کے اس پیغام صداقت کی شہادت دے رہے ہیں جو انہیں ان کے رب نے دے کر بھیجا ہے اگر تم اپنے مشوروں اور قتل موسیٰ کے ارادوں سے باز آ جاؤ اور انہیں چھوڑ دو تو اسی میں تمہاری عافیت اور سلامتی ہے۔

وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ

اور بالغرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی کا وبال ان پر ہے تمہیں اس کا کوئی نقصان نہیں۔

وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا اور اگر وہ سچے ہیں اور تم نے اس سے روگردانی کی

يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ

تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں۔

تم حراساں ہو اس تھوڑے عذاب سے جس کا تمہیں وعدہ دے رہے ہیں اگر مکمل عذاب نازل ہو گیا تو پھر تمہارا کیا عالم ہوگا؟

مومن کی کمال فراست اور دین سے روگردانی کی سزا

ایسے موقع پر ترغیب وترہیب کے انداز میں اس مرد مومن کا کلام کرنا اعلیٰ درجہ کی کمال فراست، عقل تام، دانشمندی اور کمال فہم کی بین دلیل ہے اس مرد مومن نے نرم لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے اور قتال وجدال سے پرہیز کرنے کا مشورہ دینے کے ساتھ ساتھ انہیں آنے والے خدشات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِيْنَ فِى الْاَرْضِ

اے میری قوم آج بادشاہی تمہاری ہے اس زمین میں غلبہ رکھتے ہو۔

لیکن اس قادر کریم سے ڈرو کہ کہیں وہ تمہارے غلبے اور تمہاری سلطنت وشاہی کو چھین نہ لے کیونکہ جس نے بھی دین سے روگردانی کی ان کی حکمرانی اور تسلط کے پرخچے اڑ گئے ان سے تاج عزت ورفعت چھین کر انہیں ذلت کی تاریک گھاٹیوں میں پھینک دیا گیا۔

یقیناً فرعون کے تابعین سے بھی ایسا ہی ہوا کیونکہ وہ بھی مسلسل شک وارتیاب کی کیفیت میں مبتلا رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی مخالفت اور معاندت میں ہمہ وقت کمر بستہ رہتے حتیٰ کہ اللہ کریم نے انہیں مصر سے جہاں وہ ملک، بادشاہت، املاک، محلات، نعمتوں اور سعادتوں کے مالک تھے وہاں سے نکالا اور ذلت واھانت کے ساتھ دریا کے سپرد کر دیا۔

دریا میں غرق ہو کر ان کی روحیں دنیاوی عظمت ورفعت کے بعد اسفل السافلین میں منتقل ہو گئیں۔

مرد مومن کی فکر انگیز گفتگو

اس تصدیق کرنے والے، متقی، ہدایت یافتہ، حق کا متبع، قوم کا خیر خواہ اور کمال دانشمندی کے مالک مرد مومن نے قوم فرعون سے کہا

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِى الْاَرْضِ

اے میری قوم مانا آج بادشاہی تمہاری ہے لوگوں پہ تم حاکم ہو ان پر تمہیں برتری حاصل ہے اس زمین پر تم غلبہ رکھتے ہو تعداد کے اعتبار سے بنی اسرائیل سے کئی گنا زیادہ اور طاقت وقوت کے اعتبار سے ان سے مستحکم ہو لیکن جب عذاب الٰہی آ گیا تو نہ تو یہ طاقتیں ہم سے عذاب کو ٹال سکیں گی اور نہ ہی ہمارے لئے سود مند ثابت ہو سکیں گی۔

فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللّٰہِ اِنْ جَآءَ نَا

تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچالے گا اگر ہم پر آئے؟

اس فکر انگیز گفتگو پر غور وفکر کرنے کی بجائے فرعون نے جواب دیا۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا اُرِیْکُمْ اِلَّا مَا اَرٰی

فرعون نے کہا میں تمہیں وہی سمجھا تا ہوں جو میری سوجھ ہے اور میرے پاس کہنے کو یہی ہے۔

وَمَا اَھْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ

اور میں تمہیں وہی بتا تا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

فرعون کی یہ دونوں توجیہیں کذب و افترا پر مبنی تھیں بظاہر کفر و عداوت اور بغض کی بنا پر وہ اختلاف ظاہر کررہا تھا لیکن درحقیقت ذہنی اور قلبی اعتبار سے فرعون کو یقین کامل ہو چکا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو احکام الٰہی لے کر آئے ہیں وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یوں خبر دی ہے۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ ھٰٓؤُلَآءِ ...... بِکُمْ لَفِیْفًا (اسرا ۱۰۲ تا ۱۰۴)

(حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے فرعون سے کہا یقیناً تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اتارا مگر آسمانوں اور زمینوں کے مالک کے دل کی آنکھیں کھولنے والیاں اور میرے گمان میں تو اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے تو اس نے چاہا کہ ان کو زمین سے نکال دے تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا اس زمین میں بسو پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کو گھال میل لے آئیں گے۔

فَلَمَّا جَآءَ تْھُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَۃً ...... عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ (النمل ۱۳،۱۴)

پھر جب ہماری نشانیاں آنکھیں کھولتی ان کے پاس آئیں بولے یہ تو صریح جادو ہے اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر سے تو دیکھو کیسا انجام ہوا فسادیوں کا۔

فرعون کا یہ کہنا کہ وَمَا اَھْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادَ

اور میں تمہیں وہی بتا تا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

یہ بھی محض جھوٹ تھا کیونکہ وہ سبیل ہدایت پر نہ تھا بلکہ حماقت و گمراہی اور فساد و خیال باطل کی کھائیوں میں تا مک ٹوئیاں مار رہا تھا یہی وہ اولین بد بخت انسان ہے جس نے بت پرستی کی روش کو جنم دیا اور مورتیوں کو پوجنے کا آغاز کیا پھر اپنی جاہل و گمراہ قوم کو دعوت دی کہ وہ اس مردود کی اتباع و اطاعت اور اس کی تصدیق کریں اور اس نے دعویٰ کیا کہ العیاذ باللہ وہی رب ہے وہی شان و عظمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِہٖ ...... وَمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ (الزخرف ۵۱،۵۶)

اور فرعون اپنی قوم میں پکارا کہ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی سلطنت نہیں اور یہ نہریں کہ میرے نیچے بہتی ہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں یا میں بہتر ہوں اس سے کہ ذلیل ہے اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا تو اس پر کیوں نہ ڈالے گئے سونے کے کنگن یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پاس رہتے پھر اس نے اپنی قوم کو کم عقل کر لیا تو وہ اس کے کہنے پر چلے بے شک وہ بے حکم لوگ تھے پھر جب انہوں نے وہ کیا جس پر ہمارا غضب ان پر آیا ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا انہیں ہم نے کر دیا اگلی داستان اور کہاوت پچھلوں کے لئے۔

سورہ نازعات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى فَكَذَّبَ وَعَصٰى ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى فَحَشَرَ فَنَادٰى فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى (النازعات ۲۰ تا ۲۶)

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے (فرعون) بہت بڑی نشانی دکھائی اس پر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر پیٹھ دی اپنی کوشش میں لگا تو لوگوں کو جمع کیا پھر پکارا پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا بے شک اس میں سیکھ (عبرت) ملتا ہے اسے جو ڈرے۔

سورۃ ھود میں حکم الٰہی ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا .... بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (ھود ۹۶ تا ۹۹)

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور صریح غلبے کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو وہ فرعون کے کہنے پر چلے اور فرعون کا کام راستی کا نہ تھا اپنی قوم کے آگے ہوگا قیامت کے دن تو انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ کیا ہی برا گھاٹ اترنے کا اور ان کے پیچھے پڑی اس جہان میں لعنت اور قیامت کے دن کیا ہی برا انعام جو انہیں ملا۔

بہر حال بتانا یہ مقصود تھا کہ مَا اُرِيْكُمْ اِلَّا مَا اَرٰى اور وَمَا اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ میں بیان کردہ بات فرعون کے کذب و افترا پر مبنی ہے۔

مرد مومن کی تنبیہ

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ .... عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (غافر ۳۰ تا ۳۵)

اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم! مجھے تم پر اگلے گروہوں کے دن کا سا خوف ہے جیسا دستور گزرا نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد اوروں کا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور اے میری قوم میں تم پر اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن پکار مچے گی جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے اللہ سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور بے شک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف علیہ السلام روشن نشانیاں لے کر آئے تو تم ان کے لائے ہوئے سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا تم بولے ہرگز اب اللہ کوئی رسول نہ بھیجے گا اللہ یونہی گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے بڑھنے والا شک لانے والا ہے وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے کہ انہیں ملی ہو کس قدر سخت بیزاری کی بات ہے۔ اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک اللہ یونہی مہر کر دیتا ہے۔ متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ وہ صاحب ایمان مرد

مومن اللہ کا ولی اپنی قوم کو ڈراتا ہے کہ اگر انہوں نے اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی تو ان پر بھی وہی عذاب الٰہی نازل ہو جائے گا جو ان سے قبل سابقہ قوموں پر مسخ صورت اور دیگر شکلوں میں نازل ہوا۔ قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود کے حالات ان پر اور ان کے سوا اوروں پر تسلسل کے ساتھ پہنچ چکے ہیں۔ ان کے حالات کے نتیجہ میں روئے زمین پر یہ دلائل عیاں ہیں کہ انبیاء کرام جو احکام لے کر آتے ہیں وہ صداقت و رسالت کے آئینہ دار ہیں کیونکہ ان احکام کو جھٹلانے والے دشمنان رسول کو عذاب الٰہی نے اپنی گرفت میں لے لیا اور انبیاء و رسل کے متبعین نجات و فلاح کے حقدار گردانے گئے۔

یوم التناد

اور اس مرد باخدا نے اپنی قوم کو یوم قیامت کا خوف دلایا۔ یوم قیامت یوم التناد (پکار کا دن) ہے اس دن لوگ ایک دوسرے کو پکاریں گے لیکن ہر کوئی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیر کر بھاگے گا اور ان کے لئے کوئی راہ نہ ہوگی۔

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ كَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ (قیامت ۱۰ تا ۱۲)

اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں ہرگز نہیں کوئی پناہ نہیں اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ .... فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (الرحمٰن ۳۳ تا ۳۶)

اے جن وانس کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے تم پر چھوڑی جائے گی بے دھوئیں کی آگ کی لپٹ اور بے لپٹ کا کالا دھواں تو پھر بدلا نہ لے سکو گے تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

بعض قراء نے اسے یوم التناد (بتشدید الدال) پڑھا ہے یعنی فرار کا دن

اس بارے دو احتمال ہے

۱- احتمال ہے کہ قیامت کا دن مراد ہے۔

۲- دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ دن کہ جس دن اللہ ان پر عذاب نازل فرمائے گا وہ بھاگنا چاہیں گے لیکن ان کے پاس بھاگنے کا وقت نہ ہوگا۔

سورہ انبیاء میں اسی احتمال کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ (الانبیا ۱۲، ۱۳)

تو جب انہوں نے ہمارا عذاب پایا جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے نہ بھاگو اور لوٹ کے جاؤ ان آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف شاید تم سے پوچھنا ہو۔

اس وقت کے اہل مصر کی جبلت

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے قبطی مرد مومن نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت بارے خبر دیتے ہوئے

انہیں کہا کہ یوسف علیہ السلام بھی تو اہل مصر کی طرف نبی بن کر تشریف لائے تھے ان کے دم قدم کی برکت سے خلق خدا پر دنیاوی اوراخری احسانات کی بارش ہوگئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو ان ہی کی نسل پاک سے ہیں یہ بھی ان ہی کی طرح توحید الٰہی اور عبادت الٰہی کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں تا کہ تم غیروں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی بجائے خدائے وحدہ لاشریک کے حضور سر بسجود ہو جاؤ اور مخلوق میں سے کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔

اور اس وقت کے اہل مصر کے بارے خبر دیتے ہوئے مرد مومن نے کہا کہ ان کی تو عادت ہی ایسی قبیح ہے کہ حق بات کی تکذیب اور رسولان عظام کی مخالفت ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے اسی لئے کہا

فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهٖ حَتّٰى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (غافر۳۴)

تو تم ان کے لائے ہوئے سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں (یوسف علیہ السلام) نے انتقال فرمایا تو بولے ہرگز اب اللہ کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

یعنی اس طرح تم نے ہر رسول کی تکذیب کر دی اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ

اللہ یونہی گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے بڑھنے والا شک لانے والا ہے وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے کہ انہیں ملی ہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ حجتیں اس کے دلائل و براھین میں بغیر کسی دلیل و حجت میں جھگڑتے ہیں ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی دلیل بھی نہیں ہوتی جو جھگڑنے کا باعث ہو سکے ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے اور بے زار ہوتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ

اللہ یونہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر

جب قلوب بلا دلیل حق بات کی مخالفت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

فرعون بد بخت کی گستاخی کی انتہا

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا ...... اِلَّا فِيْ تَبَابٍ (غافر۳۶،۳۷)

اور فرعون بولا اے ھامان میرے لئے اونچا محل بنا شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک کا ہے کے راستے آسمانوں کے تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام بھلا کر دکھایا گیا اور وہ راستے سے روکا گیا اور فرعون کا داؤ ہلاک ہونے ہی کو تھا۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ رسالت کی تکذیب کی اور اپنی قوم کے سامنے کذب و افتراء کے پل باندتے ہوئے کہنے لگا۔

مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ

مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (القصص ۳۸)

(اے درباریو) میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ھامان میرے لئے گارا پکا کر ایک محل بنا کہ شاید میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جھانک آؤں اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے۔

اور اس نے یہ بھی کہا

لَعَلِّىْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک کا ہے کے راستے آسمانوں کے

فَاَطَّلِعَ اِلٰى اِلٰـهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ

تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے۔

اس میں دو معنوں کا احتمال ہے۔

ایک تو یہ کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو اس بات میں جھوٹا سمجھتا ہوں کہ میرے سوا جہان والوں کے لئے کوئی اور رب ہے۔ دوسرا یہ میں اس بات میں موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں کہ اللہ نے اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

پہلا معنی فرعون کے احوال کے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ ظالم کائنات عالم کے بنانے والے کے وجود کا ہی منکر تھا۔

لفظی اعتبار سے دوسرا معنی زیادہ قرین قیاس ہے اَطَّلِعُ اِلٰى اِلٰـهِ مُوْسٰى

فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور پوچھوں کہ کیا اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے یا نہیں؟

وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ

اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے یعنی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

بہر حال فرعون لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق سے روکنے اور ان کی تکذیب پر برانگیختہ کرنے کا عزم صمیم لئے ہوئے تھا۔

فرعون میں اتنی طاقت کہاں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِىْ تَبَابٍ

اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام بھلا کر دکھایا گیا اور وہ راستے سے روکا گیا اور فرعون کا داؤں ہلاک ہونے ہی کو تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ فرعون کے عزائم باطل تھے جس مقصد کے حصول کے لئے وہ ارادوں کے پل باندھ رہا تھا اسے ذرہ بھر بھی مقصد حاصل نہ ہو سکا کیونکہ کسی انسان میں بھی یہ ہمت نہیں کہ از خود یا اپنی ہی طاقت سے آسمان کے کنارے تک رسائی حاصل کر لے جب آسمان دنیا تک رسائی ناممکن ہے تو پھر بعد والے آسمان کی رفعتیں اور ان

سے بھی اوپر کی بلندیاں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہاں تک رسائی چہ معنی دارد؟

کئی ایک مفسرین نے تصریح کی ہے کہ فرعون کا جو محل اس کے وزیر ھامان کی زیر نگرانی تعمیر کیا گیا تھا اس کی بلندیوں کا عالم یہ تھا کہ اس کی چوٹی کسی آنکھ کو نظر نہیں آتی تھی اور یہ محل کی عمارت آگ سے پکائی گئی پختہ اینٹوں کی تھی۔

اسی لئے کہا

فَاَوْقِدْ لِیْ یَا هَامَانُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا

(اے ھامان) میرے لئے گارا پکا کر ایک محل بنا شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں۔

اہل کتاب کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل اینٹیں بنانے میں بطور بیگار (مقرر تھے جو فرعونی تکالیف انہیں برداشت کرنا پڑتیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔ اگر انہیں کسی چیز کی ضرورت پیش آجاتی تو ان کی قطعاً مدد نہ کی جاتی بلکہ مٹی، پانی اور بھوسہ وہ خود جمع کرتے اور اینٹیں تیار کرتے رہتے۔

اینٹوں ایک تعداد ان کے لئے مقرر تھی اگر مقررہ تعداد میں اینٹیں تیار نہ کر سکتے تو ان کی پٹائی کی جاتی، انتہا درجہ کی تذلیل و توہین کی جاتی اور طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیا جاتا۔

ان اذیت ناک تکالیف سے تنگ آ کر پھر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی۔

قَالُوْا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (اعراف ۱۲۹)

بنی اسرائیل بولے ہم ستائے گئے، آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا کہ قبطیوں کے برخلاف انجام خیر تمہارا مقدر بن چکا ہے اور واقعتا ایسے ہی ہوا یہ پیشین گوئی بھی آپ کے دلائل نبوت میں سے تھی۔

مرد مومن کی نصیحتیں

اب ہم دوبارہ مرد مومن کے پند ونصائح اور اس کے احتجاج ودلائل کو بیان کرنے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِیْ اٰمَنَ یٰقَوْمِ .... یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ (غافر ۳۸ تا ۴۰)

اور وہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام پر) ایمان (لانے والا) بولا اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں اے میری قوم یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے اور بے شک وہ پچھلا ہمیشہ رہنے کا گھر ہے جو برا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔

اس صاحب ایمان مرد باخدا نے اپنی قوم کو رشد وہدایت کی طرف دعوت حق دی اور وہ دعوت اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع اور ان کے لائے ہوئے احکامات کی تصدیق وتائید تھی پھر اس درویش باللہ نے اپنی قوم کو دنیائے دوں اور لا محالہ فنا

ہونے والی دنیا سے زہد واستغنا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملنے والے دائمی ثواب کی رغبت دلائی۔ قوم سے کہا اے میری قوم وہ قادر کریم ذات کہ جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی شاہی ہے وہ کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا وہ تھوڑے عمل پر بہت زیادہ جزا عطا فرماتا ہے اور اس کے عدل وانصاف کا عالم یہ ہے کہ برائی کی سزا اتنی ہی دیتا ہے جتنی کہ برائی سرزد ہونے پہ وہ حقدار ہے۔

اور قوم کے اس صالح شخص نے بتایا کہ آخرت دار بقا ہے جو اہل ایمان اپنے اچھے اعمال کی بدولت ابدی اخروی سعادتوں سے سرفراز ہوگیا اس کے لئے جنت کے باغ و بہار، بلند و بالا درجات، امن وامان سے بھرپور محلات، قسما قسم کی نعمتیں اور لافانی رزق فراواں ہوگا جو نہ تو باسی ہوگا نہ کم ہوگا بلکہ درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا رہے گا۔

فرعونیوں کا طرز عمل

پھر وہ اہل ایمان ان فرعونیوں کے ردعمل کے بطلان کو بیان کرنے لگا اور ان کے طرز عمل پر خوف آخرت دلاتے ہوئے کہنے لگا۔

وَيٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ .... اَشَدَّ الْعَذَابِ (مومن ۴۱ تا ۴۶)

اے میری قوم مجھے کیا ہوا میں تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کی طرف مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں اور میں تمہیں اس عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو اسے بلانا کہیں کام کا نہیں دنیا میں نہ آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو گے اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے تو اللہ نے اسے بچا لیا ان کے مکر کی برائیوں سے اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آگھیرا آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

وہ اہل ایمان مرد صالح اپنی قوم کو آسمانوں اور زمین کے پروردگار کی عبادت کی طرف بلاتا تھا جبکہ قوم اس مومن کو جاہل و گمراہ بدتر ملعون فرعون کو پوجنے کی دعوت دیتی تھی اسی لئے اس مرد مومن نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

وَيٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ

اے میری قوم مجھے کیا ہوا میں تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کی طرف مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں اور میں تمہیں اس عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔

پھر اس قوم کے غیر اللہ کو اور بتوں کو پوجنے کے بطلان کو بیان کرتے ہوئے مرد مومن نے کہا کہ بے شک یہ بت نہ کسی نفع

کے مالک ہیں اور نہ ہی کسی نقصان کے۔

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَا اِلَی اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ

آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو اسے بلانا کہیں کام کا نہیں دنیا میں نہ آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔

یعنی یہ بت جن کو تم پوجتے ہو اس دنیائے فانی میں ہی کسی تصرف وحکم کے مالک نہیں چہ جائیکہ یوم آخرت میں مالک ہوں بہر حال وہ اللہ عزوجل جس کی عبادت کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں وہ خلاق کائنات اور رزاق کائنات ہے چاہے کوئی نیکوکار ہو یا بدکار ہر کسی کو وہ رزق دیتا ہے وہ بندوں کو زندگی کی بہاریں اور موت کی تلخیوں سے آشنا راز کرتا ہے۔ موت کی وادی میں دھکیل دینے کے بعد پھر انہیں زندہ کرے گا اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کو جنت اور نافرمانوں کو جہنم رسید کرے گا۔

پھر انہیں وعید دلائی کہ اگر تم غیر اللہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مصر ہے تو یاد رکھو۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ

تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو گے اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا تو اللہ نے اسے بچالیا ان کے مکر کی برائیوں سے

یعنی اس مرد مومن کے فرعون کی پیروی کے انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے اس عذاب سے مامون ومحفوظ رکھا جس عذاب میں اس کی قوم اللہ کی ذات کے ساتھ کفر اور راہ خدا سے روکنے کے سبب مبتلا ہوئی۔

عوام الناس کو وہ باطل، اور بعید از قیاس خیالات کی طرف دعوت دیتے رہے بے وقوف اور کمینے لوگ ان کے بچھائے ہوئے جال میں جا پھنسے اسی لئے حکم ہوا۔

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ النَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا

اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آگھیرا آگ جس پر (عالم برزخ میں ان کی روحوں کو) صبح وشام پیش کیا جاتا ہے۔

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ

اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

آل فرعون اچانک ہلاک نہیں ہوئی

اللہ جل شانہ نے آل فرعون کو اچانک ہلاک نہیں کیا بلکہ پہلے ان پر حجتیں قائم کیں، ان پر رسولان معظم (حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام) بھیجے ان پہ شکوک وشبہات کے چھائے ہوئے بادلوں کو ہٹایا انہیں کبھی ترغیب دلا کر کبھی ترھیب سے راز آشنا کر کے ان پر حجت قائم کی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ .... وَمَا کَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ (اعراف۱۳۰تا۱۳۳)

اور بے شک ہم نے فرعون والوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کے گھٹانے سے پکڑا کہ کہیں وہ نصیحت مانیں تو جب انہیں بھلائی ملتی کہتے یہ ہمارے لئے ہیں اور جب برائی پہنچتی تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھ والوں سے بدشگونی لیتے سن لو ان کے نصیبہ کی شامت تو اللہ کے یہاں ہے لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں اور بولے تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مطلع فرمارہا ہے کہ اس ذات نے آل فرعون کو جو کہ قبطی قوم تھی طرح طرح کے عذاب میں مبتلا فرمایا پہلے تو برسوں کی قحط سالی میں مبتلا کیا اور قحط سالی بھی ایسی کہ نہ پیداوار کا نام ونشان تھا اور نہ ہی دودھ کی بہتات اور پھر وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ (اور پھلوں کے گھٹانے سے) درختوں کے پھلوں میں کمی کر کے زرعی اجناس کی قلت کا عذاب نازل فرمایا لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ (کہ کہیں وہ نصیحت پکڑیں) اس بتدریج عذاب سے نہ تو انہوں نے کوئی نفع اٹھانے کی کوشش کی اور نہ ہی اپنی غلطیوں سے رجوع کیا بلکہ کفر وعناد اور سرکشی میں انتہا پسند بن گئے۔

فَاِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ

جب انہیں بھلائی اور خوشحالی ملتی تو کہتے ہمارے لئے ہیں اور ہم اس کے مستحق ہیں اور یہ خوشحالی و بھلائی ہمارے لائق ومناسب ہے۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ

اور جب برائی پہنچتی تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھ والوں سے بدشگونی لیتے کہتے کہ یہ موسیٰ اور ان کی متبعین کی نحوست ہے جو ہمیں اس صورت میں پہنچ رہی ہے حالانکہ جب خوشحالی اور تروتازگی کی بہاریں آتیں تو قطعاً یہ نہ کہتے کہ یہ ان بابرکت ہستیوں کے دم قدم کی برکات وثمرات ہیں اور ان کے قرب وجوار میں رہنے کی سعادتیں ہیں۔

ان کے دل ودماغ منکر اور حق سے متنفر ومتکبر ہو چکے تھے تبھی تو جب شر اور برائی آتی تو اسے ان کی طرف منسوب کر دیتے اور اگر بھلائی وخوشحالی کا دور دوراں ہوتا تو اس پر اپنے نفسوں کے حق کا دعویٰ جتلانے بیٹھ جاتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ

سن لو ان کے نصیبہ کی شامت تو اللہ کے یہاں ہے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں اس پر خوب سزا دے گا۔

لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں اور بولے تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ خواہ معجزات ہوں خواہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح بھی تم پر ایمان لانے والے نہیں یعنی نہ ہم اے موسیٰ تم پر ایمان لائیں گے اور نہ ہی تمہاری اتباع و پیروی کریں گے اگرچہ تم ہر نشانی ہی لے کر کیوں نہ ہمارے پاس آجاؤ اور معجزات کی بھرمار کر دو پھر بھی زمین جنبد نہ جنبد گل محمد کے مصداق ہم اپنے

عقیدے سے منحرف نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کے بارے یوں خبر دیتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ

(یونس ۹۶،۹۷)

بے شک وہ جن پر تیرے رب کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے ایمان نہ لائیں گے اگر چہ سب نشانیاں ان کے پاس آئیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

آل فرعون پر نازل ہونیوالے عذاب

آگے حکم الٰہی ہوتا ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ

تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور گھن اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

بہر حال ان پر جو طوفان کا عذاب نازل ہوا طوفان سے کیا مراد ہے؟ اس بارے مفسرین کی مختلف آرا ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اتنی کثرت سے بارشوں کا سلسلہ شروع ہوا کہ کھیتیاں اور پھل تلف ہو گئے۔

۲۔ سعید بن جبیر، قتادہ، سدی اور ضحاک رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے بھی یہی ہے۔

۳۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطا سے مروی ہے کہ اس سے مراد شرح اموات میں بے پناہ اضافہ ہونا ہے۔

۴۔ حضرت مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ طوفان سے مراد ہمہ وقت پانی کا برسنا اور طاعون ہے۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے کہ کوئی ایسی وباء جس نے ان سب کو گھیر لیا۔

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے طوفان سے مراد موت ہے۔ طوفان کے بعد ٹڈیوں کا ذکر کیا جو کہ معروف ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ٹڈیوں کے بارے آپ کی کیا رائے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے کثرت سے یہ لشکر ہے نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ ہی اسے حرام قرار دیتا ہوں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے طبعی کراہت کی بنا کر ٹڈی کے کھانے کو ترک فرما دیا جس طرح کہ گوہ کے کھانے کو اور پیاز اور لہسن اور گندنا (ایک بدبودار قسم کی ترکاری جس کی بعض قسمیں پیاز اور بعض لہسن کے مشابہ ہیں) کے کھانے کو ترک

فرمایا۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی اور ہم ٹڈی کھاتے رہے۔

مقصود یہ ہے کہ ٹڈیوں نے سرسبز وشادابی کا ملیامیٹ کر دیا نہ تو کھیتی چھوڑی نہ ہی پھل نہ ہی بال اور نہ ہی اون الغرض ہر چیز کا نام ونشان مٹا دیا۔

القمل (گھن)

آل فرعون پر نازل ہونے والے عذاب کی ایک صورت قمل (گھن) بیان کی گئی۔اس سے کیا مراد ہے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قمل سے مراد وہ کیڑا ہے جو گندم سے (گھن لگنے کی صورت میں) نکلتا ہے۔

۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ اس سے مراد وہ چھوٹی چھوٹی ٹڈیاں ہیں جن کے پر نہیں ہوتے۔

۳- مجاہد، عکرمہ اور قتادہ علیہم الرحمہ کی بھی یہی رائے ہے۔

۴- سعید بن جبیر اور حسن علیہم الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ چھوٹا سا سیاہ رنگ کا کیڑا ہے۔

۵- عبدالرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قمل سے مراد پسو ہیں۔

۶- ابن جریر علیہ الرحمہ اہل عرب سے حکایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد چھوٹی چھوٹی چیچڑیاں ہیں۔

بہر حال جو بھی تھا ان قبطیوں کے گھروں اور بستروں میں داخل ہوگئیں ان کے لئے چین وسکون حرام ہو گیا نہ تو اس کے ساتھ چشم پوشی ممکن تھی اور نہ زندگی کی گزران۔

عطا بن سائب علیہ الرحمہ نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس سے مراد معروف جوئیں ہیں

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے میم کو بغیر شد کے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

الضفارع (مینڈک)

پھر مینڈکوں کی صورت میں ایسا عذاب آیا کہ ان کے طعام اور برتنوں میں مینڈک ہی مینڈک دکھائی دیتے تھے۔ مینڈکوں کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ کوئی قبطی کھانے پینے کے لئے منہ کھولتا تو اس کے منہ میں مینڈک گر پڑتا۔

الدم (خون)

قبطیوں کے پانی میں خون کی آمیزش اتنی کثیر تھی کہ دریائے نیل سے پینے کے لئے پانی لیتے تو تازہ خون بن جاتا، کوئی نہر، کنواں اور کوئی چیز ایسی نہ تھی جہاں خون نہ ہو۔

بنی اسرائیل ان تمام قسم کے عذاب سے مکمل طور پر محفوظ و مامون رہے جبکہ قبطی ہمہ وقت عذاب الٰہی میں گرفتار تھے۔ بنی اسرائیل کا محفوظ رہنا در حقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت وصداقت پر دلیل قطعی اور آپ کے معجزات ظاہرہ کا اتمام تھا یہ سب برکات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہی تھیں۔

عذاب الٰہی ان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے آیا

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات باہرہ کو دیکھ کر جب جادوگر حلقہ بگوش ایمان ہوگئے تو فرعون دشمن خدا مغلوب ہوکر پلٹا لیکن پھر منکر بنتے ہوئے کفر و سرکشی پر آمادہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے اس پر کئی نشانیاں ظاہر کیں اسے قحط سالی میں مبتلا کیا پھر ان پر طوفان بھیجا، پھر ٹڈیوں کی صورت میں عذاب آیا، پھر گھن پھر مینڈک پھر خون جدا جدا نشانیاں۔

عذاب طوفان پانی کی صورت میں تھا جس سے مصر کی سرزمین پر پانی ہی پانی کی لہریں نظر آتی تھیں پھر یہ پانی وہاں ٹھہر گیا جس میں سے نہ تو انہیں نکلنے کی سکت تھی نہ کوئی کام کاج کر سکتے تھے نہ ہی انہیں کچھ سجھائی دیتا تھا یہاں تک کہ بھوک اور افلاس نے انہیں بے حال کر دیا جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آ کر کہنے لگے۔

اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

(اعراف ۱۳۴)

ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بے شک اگر تم ہم پر عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تو متمنی ہی اس چیز کے تھے لہٰذا اپنے رب کے حضور دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب اٹھا لیا قبطی اپنے وعدہ سے منحرف ہوگئے اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈیوں کی صورت میں عذاب نازل فرما دیا۔ ان ٹڈیوں نے ان کے درخت چاٹ لئے درخت تو کیا لوہے کے دروازوں پر لگی ہوئی مینخیں بھی چٹ کر گئیں۔ قبطیوں کے گھروں اور رہائش گاہوں میں جگہ جگہ ٹڈیاں داخل ہوگئیں پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر پہلے کی طرح وعدے کر کے عذاب کے ٹل جانے کی درخواست پیش کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حضور التجا کی عذاب ٹل گیا لیکن پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئے ہوئے وعدوں سے منحرف ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے وعدہ خلافی کے نتیجہ میں گھن کا عذاب نازل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ ایک ٹیلے پر تشریف لے جائیں اور اس پر اپنا عصا ماریں بحکم الٰہی آپ ریت کے ایک بہت بڑے ٹیلے پر چلے گئے اپنا عصا مارا تو ان سے گھن کے کیڑے نکلنے لگے دیکھتے ہی دیکھتے قبطیوں کے گھروں اور سامان خورد و نوش پر گھن یا جوؤں کی بھرمار ہوگئی ان کی نیند اور ان کے سکون تہہ و بالا ہوگئے۔ جب ان جوؤں یا گھن نے ان کا جینا دوبھر کر دیا تو پھر مثل سابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر انہوں نے عہد و پیمان باندھے اور عذاب کے ٹل جانے کی درخواست پیش کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی عذاب ٹل گیا۔ عادت سے مجبور یہ دشمنان خدا پھر وعدے سے منحرف ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب نازل فرما دیا۔ ان کے گھروں، سامان خورد و نوش اور برتنوں میں مینڈکوں کی بہتات نظر آنے لگی جب کوئی شخص اپنا کپڑا یا طعام کو کھولتا تو سامنے مینڈک ہوتا۔ ان مینڈکوں کی بہتات نے بھی ان کا جینا دوبھر کر دیا۔ جب اس اذیت ناک کرب سے تنگ آ گئے پھر بھاگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر پہلے کی طرح اظہار و اصرار کرنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی عذاب ٹل گیا قبطی پھر منحرف ہوگئے اور ایک بات پر بھی پورے نہ اترے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب نازل کر دیا۔ آل فرعون کا پانی تازہ ذبح کیے ہوئے جانور کے خون کی طرح ہو گیا۔ کسی بھی نہر یا کنویں سے پینے کے لئے برتن بھرتے تو وہ تازہ خون سے پر ہو جاتا۔

حضرت زید ابن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خون کے عذاب سے مراد نکسیر ہے۔ ابن ابی حاتم نے اسے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس رویے کو سورۃ اعراف میں یوں بیان فرماتا ہے۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ .... وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ (اعراف ۱۳۴ تا ۱۳۶)

اور جب ان پر عذاب پڑتا کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بے شک اگر تم ہم پر عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے پھر جب ہم ان سے عذاب اٹھا لیتے ایک مدت کے لئے جس تک انہیں پہنچنا ہے جبھی وہ پھر جاتے تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا۔ اس لئے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے اور ان سے بے خبر تھے۔

ان آیات طیبات میں اللہ تعالیٰ آل فرعون کے کفر و عناد اور جہالت و گمراہی پر اصرار، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی اتباع اور اس کے رسول کی تصدیق سے انحراف کو بیان فرما رہا ہے۔ باوجودیکہ اللہ جل شانہ نے اپنے رسول کو واضح اور عظیم الشان نشانیاں اور دلائل و براہین دے کر مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ دلائل و براہین اس قوم کو دکھا کر دلیل و حجت قائم کر دی لیکن اس قوم نے جب کبھی کوئی نشانی بطور معجزہ دیکھی اور انہیں بطور تنبیہ مشقت میں ڈالا گیا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے قسمیں اٹھانے اور وعدے کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا کہ اگر آپ اللہ کے حضور دعا کر کے ان سے عذاب ٹال دیں تو وہ ضرور ان پر ایمان بھی لے آئیں گے اور ان کی جماعت بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ ان کے منشا کے مطابق روانہ بھی کر دیں گے۔ جب ان سے عذاب اٹھ جاتا تو پھر اسی شر و فساد پر لوٹ آتے جس پر وہ پہلے ہوتے اور جس حق و صداقت کو لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے ان سے اعراض و روگردانی کرتے اور دعوت حق کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ان کی ہٹ دھرمی اور انحراف عہد پر پہلے سے بھی سخت عذاب کا کوڑا برسا دیتا بھاگے بھاگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر وعدے اور قسمیں اٹھاتے اور سراسر جھوٹ بولتے، وعدہ کرتے لیکن کسی ایک وعدہ کو بھی پورا نہ کرتے بار بار آ کر یہی کہتے۔

لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

اگر تم ہم پر سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکات سے سخت ترین عذاب ٹل جاتا۔ آل فرعون پھر ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی سابقہ جاہلانہ روایات پر لوٹ آتے وہ حلیم و عظیم اور قادر کریم ذات ان کی آنکھ مچولی دیکھتا رہا انہیں عذاب سے نیست و نابود کرنے میں جلدی نہ کی بلکہ تاخیر کی جاتی رہی شاید کہ باز آ جائیں اور فیصلہ کن عذاب کو آئندہ کے لئے موخر کیا جاتا رہا پھر جب تمام حجتیں اور خوف دلانے کے کئی حربے استعمال کر لئے گئے تو پھر عزیز و مقتدر ہستی نے ایسے انداز میں پکڑا کہ اس قوم کو ان کے متبعین اور عقائد و نظریات میں ان کے مشابہہ کفار کے لئے انہیں باعث عبرت و نصیحت بنا دیا اور مومنین بندوں میں سے نصیحت

حاصل کرنے والوں کے لئے مثال اور باعث موعظت بنا دیا۔

آلِ فرعون کی حماقت پر قرآن کی شہادت

سب سچوں سے سچا خدائے وندقدوس سورۃ زخرف میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ .... وَمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ (زخرف ۴۶ تا ۵۶)

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو اس نے فرمایا بے شک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہاں کا مالک ہے پھر جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا جبھی وہ ان پر ہنسنے لگے اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ پہلے سے بڑی ہوتی اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا کہ وہ باز آئیں اور بولے کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر کہ اس عہد کے سبب جو اس کا تیرے پاس ہے بے شک ہم ہدایت پر آئیں گے پھر جب ہم نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی جبھی وہ عہد توڑ گئے اور فرعون اپنی قوم میں پکارا کہ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی سلطنت نہیں اور یہ نہریں کہ میرے نیچے بہتی ہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں یا میں بہتر ہوں اس سے کہ ذلیل ہے اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا تو اس پر کیوں نہ ڈالے گئے سونے کے کنگن یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پاس رہتے پھر اس نے اپنی قوم کو کم عقل کر لیا تو وہ اس کے کہنے پر چلے بے شک وہ بے حکم لوگ تھے پھر جب انہوں نے وہ کیا جس پر ہمارا غضب ان پر آیا ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔ انہیں ہم نے کر دیا اگلی داستان اور کہاوت پچھلوں کے لئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے کلیم وکریم بندے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کمینے کی طرف بھیجا اور اپنے رسول کی تائید ونصرت واضح نشانیوں اور معجزات سے کی حق تو یہ تھا کہ تعظیم وتصدیق کے ساتھ انہیں قبول کرتے ہوئے اپنے کفر سے باز آ جاتے اور راہ حق اور صراط مستقیم کی طرف گامزن ہو جاتے بجائے اس کے وہ ان معجزات کا مذاق اڑانے لگے اور ذات حق اور راہ حق سے روگردانی کرنے لگے اللہ تعالیٰ نے ان پر پے در پے معجزات بھیجے اور ہر معجزہ بڑا ہوتا اس سے جو اس سے قبل گزر جاتا۔

اللہ تعالیٰ ان کی حماقت کی شہادت یوں دیتا ہے

وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ۔

اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا کہ وہ باز آئیں اور بولے کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر کہ اس عہد کے سبب جو اس کا تیرے پاس ہے بے شک ہم ہدایت پر آئیں گے۔

ان کے اس دور میں لفظ ساحر (جادوگر) کو نقص یا عیب متصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کے علماء اس وقت جادوگر ہی ہوتے تھے اسی لئے آل فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کے لفظ سے مخاطب کیا اور اپنی حالت احتیاج اور اپنی زاری ان کے سامنے ظاہر کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے کہ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر کہ وہ عذاب ٹال دے۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ

پھر جب ہم نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی جبھی وہ عہد توڑ گئے۔

فرعون کا فخر ومباہات

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ

یا میں بہتر ہوں اس سے کہ ذلیل ہے اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آگے فرعون کے اپنے ملک، سلطنت کی عظمت، اس کے حسن اور نہروں کی فراوانی پر فخر و بڑائی کی خبر دیتا ہے۔ فرعون کہنے لگا وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ اور یہ نہریں کہ میرے نیچے بہتی ہیں اس سے مراد وہ محل کی نہریں تھیں جو دریائے نیل میں طغیانی کے وقت رابطہ نہروں کا کام دیتی تھیں۔

پھر اپنے حلیے اور شکل وصورت پر اترانے لگا اور رسول خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنقیص اور عیب جوئی کرتے ہوئے یوں زبان دراز ہوا و لایکادیبین اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں انگارہ اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا تھا جس کی وجہ سے آپ کی زبان میں لکنت باقی تھی۔ فرعون اسی چیز کو معیوب سمجھتے ہوئے کہنے لگا وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا یہ آپ کے شرف وکمال اور حسن و جمال کا سبب تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کے لئے بھی یہ لکنت مانع نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی اس کے بعد آپ پر تورات نازل فرمائی۔

پھر مزید حضرت موسیٰ علیہ السلام میں نقص جوئی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ نہ تو اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں اور نہ ہی اس کے بدن پر کوئی اور زیب وزینت اس عقل سے پیدل انسان کو اتنا بھی علم نہیں کہ زیورات تو مستورات کے لئے ہوتے ہیں مردوں کی وجاہت کے لائق ومناسب تو نہیں جب ایک عام مرد کے لئے زیورات موزوں نہیں ہیں تو رسول کیسے غیر موزوں عمل کو اپنا سکتے ہیں جو کہ عقل کامل، اتمام معرفت، علوہمتی اور زھد دنیا کے مالک ہوتے ہیں اور انہیں خوب علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کے لئے آخرت میں کیا کیا نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔

فرعون نے مزید کہا اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ

یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پاس رہتے۔

اس کی قطعی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ اگر فرشتوں کے آنے سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم مقصود تھی تو فرشتے تو تعظیم وعجز کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کم درجہ کے لوگوں کے لئے بھی آتے ہیں چہ جائیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ نے فرستادہ رسول ہیں جس طرح کہ حدیث طیبہ میں ہے۔

اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا بِطَالِبِ الْعِلْمِ رَضًى بِمَا يَصْنَعُ

بے شک ملائکہ طالب علم کے لئے خوشی سے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں جو کچھ حصول علم دین کے لئے وہ کرتا ہے اور اگر مراد فرشتوں کے آنے سے ان کی رسالت کی شہادت دینا ہیں تو اس رسالت کی شہادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات باہرہ سے ان کی تائید کی جو اہل فراست اور راہ حق کے متلاشیان کے لئے قطعی طور پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا فرعون کا یہ قول بھی احمقانہ تھا۔

ہاں البتہ جن کی نظر ظاہر پہ تھی اور جو عقل وخرد سے پیدل تھے اور رب کائنات نے جن کے دلوں پر مہریں ثبت کر کے انہیں زنگ آلود کر دیا تھا اور وہ شک وارتیاب کی تاریک گھاٹیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے وہ ان دلائل و براہین واضحہ سے اندھے بنے رہے جبکہ وہی معجزات و براہین اہل حق کے متلاشین کے لئے مینارہ نور تھے۔ ان دیدہ کوروں میں سے فرعون جھوٹے قبطی کی بھی یہی حالت تھی۔

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ

پھر اس نے اپنی قوم کو کم عقل کر لیا تو وہ اس کے کہنے پر چلے

فرعون نے اپنی دیدہ کور قوم کو بہلا پھسلا کر کم عقل بنالیا اور بتدریج وہ اس درجہ تک پہنچ گئے کہ انہوں نے فرعون ملعون کے لئے دعوئے ربوبیت کی تصدیق کر دی۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بے شک وہ بے حکم لوگ تھے۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ

تو جب انہوں نے وہ کیا جس پر ہمارا غضب ان پر آیا ہم نے ان سے بدلہ لیا۔

اور بدلہ وانتقام بھی ایسا کہ دریائے نیل میں غرق کر کے تاج عزت چھین کر قعر ذلت میں ڈال کے نعمتوں کے بعد عذاب اور آرام وسکون کے بعد بے سکونی اور خوشگوار وخوشحالی زندگی کی بہاریں چھین کر عذاب جہنم میں ڈال کر ان سے بدلہ لیا۔ العیاذ اللہ اس قادر کریم کی سلطنت ہی دائمی اور قدیم ہے۔

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا

انہیں ہم نے کر دیا اگلی داستان ان کے لئے جو بھی ان کی اتباع کریں اور کھاوت پچھلوں کے لئے جو نصیحت حاصل کریں اور ان کے عذاب عظیم سے خوف کریں جنہیں فرعونیوں کی بڑی خبریں پہنچ چکی ہیں وہی ان کی داستان سے خوف زدہ ہیں۔

جیسا کہ سورۃ قصص میں ارشاد ربانی ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا .... لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (القصص ۳۶، ۳۷)

پھر جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لایا بولے یہ تو نہیں مگر بناوٹ کا جادو اور ہم نے اپنے اگلے باپ دادوں میں ایسا نہ سنا اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا اور جس کے لئے آخرت کا گھر ہوگا بے شک ظالم مراد کو نہیں پہنچے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ .... هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ (القصص ۳۸ تا ۴۲)

اور فرعون بولا اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ھامان میرے لئے گارا پکا کر ایک محل بنا کہ شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں بے جا بڑائی چاہی اور سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا تو دیکھو کیسا انجام ہوا ستمگروں کا اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی اور

اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگائی اور قیامت کے دن ان کا برا ہے۔

ان آیات طیبات میں اللہ جل شانہ خبر دے رہا ہے کہ جب آل فرعون نے حق کی اتباع سے تکبر کیا اور خود فرعون نے ملکیت باطلہ کا دعویٰ کیا۔ قوم نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو غالب وقادر رب کائنات کے غضب و جلال کو جوش آ گیا تو اس ذات نے شدت کے انتقام کا فیصلہ فرمالیا وہ ذات جو نہ تو مغلوب ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کے فیصلوں کو روکا جا سکتا ہے اس نے فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کو ایک صبح دریا میں غرق کر دیا نہ تو کوئی ان کا فرد بچا اور نہ ہی کوئی گھر بلکہ سارے قبطیوں کو غرق کر کے واصل جہنم کر دیا۔

انہوں نے اپنے پیچھے اس جہان میں لعنت چھوڑی جو قیامت تک انہیں پہنچتی رہے گی اور قیامت کا دن ان کے لئے کتنا برا ٹھکانہ ہے اور قیامت کے دن ان کا برا ہے۔

فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت

جب مصر کے قبطیوں کے کفر وسرکشی اور عناد کی داستان دراز ہوتی چلی گئی اور اپنے بادشاہ فرعون کی متابعت اور اللہ کے نبی وکلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں شتر بے مہار بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مصر پر عظیم ومستحکم دلائل قائم فرمائے اور موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر وہ معجزات دکھائے جنہوں نے نگاہوں کو خیرہ اور عقلوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا باوجودیکہ قبطیوں نے نہ خوف اور ڈر محسوس کیا نہ ہٹ دھرمیوں سے باز آنے کی کوشش کی اور نہ ہی حق کی طرف رجوع کیا چند آدمیوں کے سوا ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے سے محروم رہے۔

ایک قول کے مطابق صرف تین افراد ہی دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔

۱- فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اہل کتاب ان بارے ہر قسم کی خبر سے لاعلم ہیں۔

۲- آل فرعون میں سے وہ مرد مومن جس کی داستان حکایت موعظت ونصیحت اور مشوریں وحجتیں ان کے لئے گزشتہ صفحات پر گزر چکے۔

۳- وہ مرد ناصح جو شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ یہ بتانے کے لئے کہ

يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ (قصص ۲۰)

اے موسیٰ علیہ السلام بے شک دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو نکل جایئے میں آپ کا خیر خواہ ہوں ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ روایت کیا ہے کہ یہ تینوں افراد جادوگروں کے علاوہ تھے اور قبطی تھے ایک دوسرے قول کے مطابق قوم فرعون میں سے قبطیوں کا ایک گروہ، سارے جادوگر اور بنی اسرائیل کے تمام قبائل ایمان لے آئے تھے۔ اس بات کی شہادت اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ملتی ہے۔

فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ (یونس ۸۳)

تو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے مگر اس کی قوم کی اولاد سے کچھ لوگ فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں انہیں ہٹنے پر مجبور نہ کر دیں اور بے شک فرعون زمین پر سر اٹھانے والا تھا اور بے شک وہ حد سے گزر گیا۔

اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ میں ضمیر فرعون کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ سیاق کلام اسی پر دلالت کرتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے اس ضمیر کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ قریب انہی کا ذکر ہے لیکن پہلا قول زیادہ واضح ہے۔ ان کا ایمان فرعون کے رعب اور اس کے ظلم وستم کے خوف سے اور فرعون کے درباریوں کے خوف سے مخفی رہا کیونکہ ان اہل ایمان کو ان کے ظلم وستم کا اندیشہ تھا کہ کہیں وہ اپنے ظالمانہ انداز سے ان کے دین بارے فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

سرکش فرعون

اللہ تبارک وتعالیٰ فرعون بارے خبر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شہادت ہی کافی ہے۔

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ

اور بے شک فرعون زمین پہ سر اٹھانے والا تھا یعنی بڑا ظالم سرکش اور ناحق سر اٹھانے والا تھا۔

وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ

اور بے شک وہ تمام امور تمام کام اور تمام احوال میں حد سے گزر گیا۔

لیکن وہ ایک جرثومہ تھا درخت کی جڑ میں جمع شدہ مٹی کی طرح جس کے جڑ سے اکھڑنے کا وقت آ پہنچا تھا اور وہ ایک ایسا گندہ پھل تھا جس کے چنے جانے کا وقت آ چکا تھا اور وہ ایک ایسا ملعون اور غلیظ خون تھا جس کے ضائع کرنے کا قطعی فیصلہ ہو چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (یونس ۸۴، ۸۶)

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اس پر بھروسہ کرو اگر تم اسلام رکھتے ہو بولے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا الٰہی ہم کو ظالم لوگوں کے لئے آزمائش نہ بنا اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں کافروں سے نجات دے۔

جب دشمنانِ خدا پر عذاب الٰہی کا وقت آ پہنچا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل و بھروسہ اور اسی سے اعانت ونصرت اور اسی کے حضور التجا وزاری کرنے کی تاکید کی۔ قوم نے آپ کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ان مشکلات سے نکلنے کی راہیں آسان کر دیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس ۸۷)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لئے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ کرو اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت ہارون علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لئے ایسے مکانات تعمیر کراؤ جو قبطیوں کے مکانات سے جدا اور علیحدہ ہوں تاکہ جب انہیں کوچ کا حکم دیا جائے تو وہ روانگی کے لئے تیار رہیں اور ایک دوسرے کے مکانات کو پہچان کر انہیں مطلع کر دیں۔

وَاجعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً (اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ کرو)

ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد ہے اپنے گھروں میں مسجدیں تعمیر کرو۔

دوسرا قول ہے کہ ان گھروں میں کثرت سے نمازیں ادا کرو۔

یہ قول مجاہد، ابو مالک، ابراہیم نخعی، الربیع، ضحاک، زید بن اسلم اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن علیہم الرحمہ وغیرہ کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی تکلیف، سختی اور مشکل درپیش ہو تو کثرت نماز سے استعانت باری تعالیٰ کی التجا کی جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ ۱۵۳)

صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو آپ نماز ادا فرماتے۔

ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اہل ایمان اجتماعی طور پر اور اپنی عبادت گاہوں میں حق بندگی کے اظہار پر قادر نہ تھے تو انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں نماز اور حق بندگی ادا کریں یہ حکم متبادل تھا اس کا کہ وہ دین حق کے شعار کو اعلانیہ ادا نہ کر سکتے تھے اور اس وقت حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ ایسا حکم دیا جاتا کیونکہ فرعون اور اس کے درباری تو ان کے خون کے پیاسے تھے۔

پہلا مطلب ومفہوم زیادہ قوی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔

اگرچہ یہ دوسرے مطلب کے بھی منافی نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وَاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً کہ مطلب ہے کہ ایک دوسرے کے مقابل اپنے گھر بنالو۔

موسیٰ علیہ السلام کی بددعا

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَا اِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ ...... لَا يَعْلَمُوْنَ (یونس ۸۸،۸۹)

اور عرض کی اے رب ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو آرائش اور مال دنیا کی زندگی میں دیئے اے رب ہمارے

لئے کہ تیری راہ سے بہکا دیں اے رب ہمارے ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب
درد ناک عذاب نہ دیکھ لیں فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو ثابت قدم رہو اور نادانوں کی راہ نہ چلو۔
یہ ایک بہت بڑی بد دعا تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دشمن خدا فرعون کو اس کے حق وصداقت کی اتباع کرنے سے تکبر
کرنے پہ اور راہ خدا پر عمل پیرا ہو جانے سے ہٹ دھرمی پر اور باطل پر اصرار کرنے پر غضب وجلال میں آ کر کی تھی اس کا عناد، فخر و
مباہات اور واضح و روشن صداقت سے تکبر حسی اور معنوی طور پر عیاں تھا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے غیر متزلزل ارادوں کو بھانپتے ہوئے ہی بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔

رَبَّنَا اِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ

اے رب ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو آرائش اور مال دنیا کی زندگی میں دیئے اے رب اس لئے کہ
تیری راہ سے بہکا دیں۔
الرا العالمین قبطی اور ان کے ہم ملک ہم مشرب کو تو نے دینوی آرائشوں سے مالا مال کیا اور جسے دینوی آرائشیں مل جائیں وہ
اس سے دھوکہ میں آ جاتا ہے اور جاہل اس مال و دولت کو، لباس فاخرہ کو، عمدہ وحسین سواریوں کو، آراستہ و پیراستہ اور بلند و بالا
رہائش گاہوں کو، رنگ برنگی ڈشوں کو، دلکش نظاروں کو، سطوت شاہی کو اور جاہ و منصب کو ہی حق گردان بیٹھتا ہے حالانکہ یہ تو اس
عارضی دنیا میں چند دن کا لھو ولعب ہے۔

قبطیوں کے مال پتھروں میں تبدیل ہو گئے

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ اے رب ہمارے ان کے مال برباد کردے۔
ابن عباس اور مجاہد علیہم الرضوان فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ ان کے مال کو ہلاک کردے۔
ابوالعالیہ، ربیع بن انس اور ضحاک علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں، مطلب ہے کہ یا اللہ ان کے مال کو نشان زدہ پتھر بنا دے جس
طرح کہ وہ پہلے تھے۔
قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی کہ ان قبطیوں کی کھیتیاں اس بد دعا کے بعد پتھر بن گئی تھیں۔ محمد بن کعب علیہ
الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان کی شکر پتھر بن گئی تھی اور دوسرا مال بھی پتھروں میں تبدیل ہو گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے
جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے اپنے غلام سے کہا کہ جاؤ میری تھیلی لے کے آؤ غلام تھیلی لے کے آیا جس میں چنے اور
انڈے تھے جب انہیں کھولا تو وہ پتھروں میں تبدیل ہو چکے تھے۔

اللہ قبطیوں کے دلوں کو پتھر کردے

وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ

(اے رب ہمارے) اور ان کے دل سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ سے مراد ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے یہ بد دعا

اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے دین اور براہین کی خاطر تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے اسے سچا ثابت کر دیا جس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا ان کی قوم کے بارے قبول فرمائی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہیہ میں یوں عرض کی۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (نوح ۲۶،۲۷)

اے رب میرے زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار

اسی لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں کے لئے بددعا کی اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام نے اس پر آمین کہی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔

قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (یونس ۸۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو ثابت قدم رہو اور نادانوں کی راہ نہ چلو۔

بنی اسرائیل کی کامیاب منصوبہ بندی

مفسرین عظام اور اہل کتاب فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اندرون خانہ منصوبہ بندی کر لی تھی اور اسی کے مطابق فرعون سے اجازت طلب کی کہ انہیں عید کا تہوار منانے کے لئے عیدگاہوں میں جمع ہونے کی اجازت دی جائے۔ فرعون نے طوعاً و کرھاً انہیں اجازت دے دی درحقیقت بنی اسرائیل تو مصر سے نکلنے کے لئے رخت سفر باندھے بیٹھے تھے اور وہاں سے بھاگ نکلنے کی مکمل تیاری کئے ہوئے تھے اور یہ منصوبہ بندی فرعون اور اس کے لشکر سے چھٹکارا پانے کی مکمل تدبیر تھی۔

اہل کتاب نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ وہ فرعونیوں سے عاریۃً زیورات وغیرہ مانگ لیں۔ انہوں نے بہت زیادہ قیمتی ساز وسامان ان سے لے لیا اور رات کی تاریکی میں عازم سفر ہو گئے۔ ان کی منزل ملک شام تھی جب فرعون کو اچانک ان کے کوچ کرنے کا علم ہوا تو وہ غصہ میں آگ بگولہ ہو گیا اور شدت غضب میں پیچ وخم کھانے لگا اپنے لشکر کو جمع کر کے اس بات پر برانگیختہ کر لیا کہ بنی اسرائیل کو دبوچ کے ان کا نام ونشان مٹا دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ اس منظر کو سورہ الشعراء میں یوں بیان فرماتا ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي...... وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (الشعراء ۵۲ تا ۶۸)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے نکل بے شک تمہارا پیچھا ہونا ہے اب فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے کہ یہ لوگ ایک تھوڑی جماعت ہیں اور بے شک ہم سب کا دل جلاتے ہیں اور بے شک ہم سب چوکنے ہیں تو ہم نے انہیں باہر نکالا۔ باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے ہم نے ایسا ہی کیا اور ان کا وارث کر دیا بنی اسرائیل کو تو فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا دن نکلے پھر جب آمنا سامنا ہوا دونوں گروہوں کا موسیٰ والوں نے کہا ہم کو انہوں نے

آلیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یوں نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا، جیسے بڑا پہاڑ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو پھر دوسروں کو ڈبو دیا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

علمائے تفاسیر فرماتے ہیں کہ جب فرعون بنی اسرائیل کے تعاقب میں ان کی تلاش کے لئے روانہ ہوا تو اس کے پاس بے شمار لشکر تھا کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ تو نشان زدہ نر گھوڑے ہی تھے اس کے علاوہ اس کے لشکر کی تعداد ایک کروڑ ساٹھ لاکھ تھی اور ایک قول کے مطابق بنی اسرائیل میں صرف چھ لاکھ جنگجو تھے۔ بچوں وغیرہ کے علاوہ بنی اسرائیل جب مصر سے نکلے اس وقت انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت حاصل تھی اور جب مصر میں داخل ہوئے تھے تو اس وقت انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کی معیت حاصل تھی۔ بنی اسرائیل چار سو چھبیس شمسی سال مصر میں سکونت پذیر رہے۔ بہرحال فرعون طلوع شمس کے وقت اپنے لشکر جرار کے ساتھ بنی اسرائیل کو آملا اب دونوں لشکر آمنے سامنے تھے کسی قسم کی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ تھی دونوں فریق اپنے مد مقابل کو بغور دیکھ رہے تھے جنگ وجدال کی اب آخری صورت نظر آ رہی تھی۔ ایسے عالم میں خوف زدہ ہو کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ہم کو انہوں نے آلیا کیونکہ وہ بڑے پریشان تھے۔ سامنے ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا تھا اور اس میں کود جانے کے سوا کوئی حل نہ تھا۔ بنی اسرائیل میں سے کسی میں یہ ہمت وطاقت نہ تھی کہ وہ اس میں کود جائے۔ دائیں بائیں فلک بوس پہاڑ تھے۔ فرعون لشکر سمیت قریب تر ہوتا چلا جا رہا تھا اب کوئی راہ فرار نہ تھا۔

بنی اسرائیل اس کے لشکر جرار کو آگے بڑھتا ہوا دیکھ رہے تھے، اور مارے خوف وگھبراہٹ کے شکستہ دل اور شکستہ عزم ہو چکے تھے۔ لرزہ براندام تھے کیونکہ وہ اس ظالم کی طاقت وجبروت کے سائے میں ذلت واہانت کے اندازے لگا چکے تھے۔ اب بھی اس کے جبر وطاقت کے تیور دکھائی دے رہے تھے ان کو دیکھتے ہوئے بنی اسرائیل اللہ کے نبی کی بارگاہ میں شکوہ کناں ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے رسول صادق نے انہیں فرمایا:

كَلَّا اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنَ

یوں نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیچھے تھے صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے دریا کی تلاطم خیز موجوں اور جھاگ کے بڑھتے ہوئے جوش کو دیکھا فرمانے لگے یہی وہ جگہ ہے جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے آپ کے ساتھ آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام اور یوشع بن نون اور آل فرعون میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ مرد مومن بھی تھا۔ یہ اولوالعزم ہستیاں کھڑی تھیں اور بنی اسرائیل ان کے کمالات کی بدولت ان کے سامنے سرنگوں تھے۔

یوشع بن نون علیہ السلام بنی اسرائیل کے سردار، اہل علم اور بہت بڑے عابد تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو تاج نبوت عطا فرمایا تھا اور آپ ہی کی طرف وحی فرمائی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ آل فرعون کا مومن بار بار اپنے گھوڑے کے ساتھ دریا میں کودنے میں کوشاں ہوا تا کہ دیکھ سکے آیا اسے عبور

کرنا ممکن ہے یہ نہیں؟ اس نے بار بار کے عمل سے اندازہ لگالیا کہ یہ ناممکن عمل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس نے عرض کی اے اللہ کے نبی کیا آپ کو اسی جگہ کا حکم ملا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا ہاں اسی جگہ کا حکم ملا ہے۔ پھر جب حالات و معاملات نے شدت اختیار کر لی نازک حالات آ پہنچے فرعون اور اس کا لشکر غیض و غضب کے جوش میں ابلتا ہوا قریب تر آ پہنچا بنی اسرائیل کی نگاہیں اس منظر کو دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئیں اور دل گلوں کے پاس آ گئے تب حلیم و عظیم قادر کریم اور عرش علی کے رب نے اپنے کلیم کی طرف وحی فرمائی۔

اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ

کہ دریا پر اپنا عصا مار

ایک قول کے مطابق جب آپ نے ضرب لگائی تو دریا سے کہا کہ اللہ کے حکم سے پھٹ جا

اور ایک دوسرے قول کے مطابق آپ نے دریا کی کنیت ابو خالد کہہ کر اسے پکارا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (الشعراء ۶۳)

تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ۔ مذکور ہے کہ دریا میں بارہ راستے بن گئے ہر قبیلہ کے لئے جدا جدا راستہ تھا جس میں وہ چلتے تھے حتیٰ کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان راستوں میں کھڑکیاں بن گئی تھیں تاکہ ہر قبیلہ اپنے راستوں میں سے گزرتے وقت ایک دوسرے کو دیکھ سکے لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ پانی تو شفاف آئینہ رنگ ہے دوسری طرف کی روشنی خود ہی نظر آ جاتی ہے۔

ایسے ہی دریا کا پانی قدرت الہیہ سے پہاڑ کی طرح ٹھہر گیا تھا اللہ تعالیٰ نے پچھوائی ہواؤں کو حکم دیا کہ دریا کے راستوں کے پانی کو خشک کر دو ہواؤں نے حکم الٰہی سے اپنا فرض نبھایا اور پانی کی سطح ایسی خشک ہوئی کہ گھوڑوں اور چوپاؤں کے کھر بھی گیلے نہ ہوئے۔

فرعون کا لشکر بھی بنی اسرائیل کے تعاقب میں

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ...... وَمَاهَدٰى (طٰہٰ ۷۷تا۷۹)

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لئے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے تجھے ڈر نہ ہو گا فرعون آلے اور نہ خطرہ تو ان کے پیچھے فرعون پڑا اپنا لشکر لے کر تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی۔

بحکم الٰہی جب دریا کا معاملہ اس حالت تک پہنچا کہ اس کی موجوں کو سکوت مل گیا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر دریا عبور کر لو خیرہ نظروں کو ورطہ حیرت میں ڈال دینے والا اور اہل ایمان کے قلوب کو نور ہدایت بخشنے والا عظیم معجزہ

کا مشاہدہ کر کے قوم بڑی تیزی سے اور مسرت و انبساط سے فوراً دریا میں اتر گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم دریا عبور کر کے جب دوسرے کنارے پہنچ گئی مڑ کر دیکھا تو لشکر فرعون کا ہراول دستہ انہی راہوں پر نظر آیا جن راہوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سمیت دریا عبور کر چکے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ عصا مار کے دریا کی طغیانی کو لوٹا دوں تا کہ فرعون اور اس کا لشکر تعاقب کر کے قریب نہ پہنچ سکے لیکن حکم الٰہی ہوا موسیٰ رک جاؤ دریا کو اپنی حالت پر رہنے دو رب ذوالجلال، صادق فی المقال قرآن پاک میں اس منظر کو یوں بیان فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ .... مَا فِيهِ بِالْمُؤْمِنِينَ (الدخان ۱۷ تا ۳۳)

اور بے شک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور ان کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سپرد کر دو بے شک میں تمہارے لئے امانت والا رسول ہوں اور اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس ایک روشن سند لاتا ہوں اور میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب اور تمہارے رب کی اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اور اگر میرا یقین نہ لاؤ تو مجھ سے کنارے ہو جاؤ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا اور دریا کو یونہی جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے بے شک وہ لشکر ڈبویا جائے گا کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیت اور عمدہ مکانات اور نعمتیں جن میں فارغ البال تھے ہم نے یونہی کیا اور ان کا وارث دوسری قوم کو کر دیا تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات بخشی۔ فرعون سے بے شک وہ متکبر حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا اور بے شک ہم نے انہیں دانستہ چن لیا اس زمانہ والوں سے اور ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں صریح انعام تھا۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (الدخان ۲۴) کا مطلب ہے کہ اے موسیٰ اس دریا کو اپنی ہئیت پر جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے اس کی اس صفت میں کوئی تبدیلی نہ کر۔

عبداللہ بن عباس، مجاہد، عکرمہ، ربیع، ضحاک، قتادہ، کعب احبار، سماک ابن حرب، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کی یہی رائے ہے۔

اب پچھتائے کیا ھوت جب......

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو بحکم الٰہی اپنی حالت وھئیت پر چھوڑ دیا فرعون انہی راہوں پر اتر آیا تو اس نے اپنی آنکھوں سے ہولناک بہت بڑے منظر کو دیکھا اور دیکھتا چلا گیا اور وہ حقائق اس کے سامنے متحقق ہو گئے جو اس سے قبل بارہا وہ دیکھ چکا تھا اور اب یقین کامل ہو چکا تھا کہ یہ عرش علیٰ کے رب کی کرشمہ سازی ہے خوف سے پیچھے ہٹا اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا اس وجہ سے بحر ندامت میں ڈوب ڈوب جا رہا تھا کہ ان لوگوں کی تلاش میں کیوں نکل کھڑا ہوا لیکن اب پچھتائے کیا ھوت کے مصداق اسے ندامت وخجالت کا خاک بھی فائدہ نہ تھا۔

باوجود اس کے فرعون نے اپنے لشکر کے سامنے صبر واستقلال کا اظہار کیا اور بنی اسرائیل سے دشمنی کے معاملہ کو روا رکھا۔ اس

ظالم کی کافر طبیعت اور فاسقانہ فطرت نے اسے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ قوم کو بے وقوف بنائے تاکہ اس کے بطلان کی اتباع واطاعت کی کڑی ٹوٹنے نہ پائے کہنے لگا میری قوم دیکھو دریا میرے لئے کس طرح راستے بناتا چلا جارہا ہے تاکہ میں اپنے ان بھگوڑے غلاموں کو پھر اپنے شکنجہ وستم میں لے لوں جو میری اطاعت اور میرے ملک سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش میں ہیں۔

دوسری طرف ان کے پیچھے جانے کے خوف کو اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھا چاہتا تھا کہ اسے نجات مل جائے۔ خدائی کا بھرم رکھنے کے لئے کبھی آگے بڑھتا اور معجزاتی کرشمہ سازی کو دیکھتے ہوئے بارہا پیچھے ہٹ جاتا۔

فرعون کی خدائی پانی میں غرق

دریں اثناء حضرت جبرائیل علیہ السلام خاکستری رنگ کی عمدہ گھوڑی پر سوار ہوکر تشریف لائے وہ گھوڑی فرعون ملعون کے گھوڑے کے سامنے سے گزری گھوڑا اہنہناتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تیزی سے اسے دریا میں ڈال دیا۔ فرعون کا گھوڑا جلدی سے اس کے پیچھے بھاگا یہ اور فرعون اپنے آپ پہ کسی نفع ونقصان کے مالک نہ بن سکے لشکر نے دیکھا تو اندھی تقلید کرتے ہوئے وہ بھی فرعون کے پیچھے بلاتاخیر دریا کی راہوں میں داخل ہوتے چلے گئے۔ پھر جب سارا لشکر دریائی راہوں میں اتر آگیا حتیٰ کہ ان کا ہراول دستہ دوسرے کنارے کے قریب پہنچ گیا اور دوسری جانب نکلنے ہی والا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دوران اپنے کلیم کو حکم دیا کہ اپنا عصا دریا پہ مارو حضرت موسیٰ نے جونہی عصا دریا پر مارا موجوں میں تلاطم آ گیا لشکر فرعون میں سے ایک شخص بھی نجات نہ پاسکا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَنَجَّيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (الشعراء ۶۵ تا ۶۸)

اور ہم نے بچالیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو پھر دوسروں کو ڈبو دیا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے اور بے شک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں سے ایک بھی غرق نہ ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے ایک بھی غرق ہونے سے نہ بچ پایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر یہ برہان قطعی اور بہت بڑی نشانی ہے اور اس کے رسول کریم کی صداقت کی علامت ہے جو وہ اپنے رب کریم کی طرف سے شریعت مکرمہ اور راہ استقامت امت کے لئے لے کے آئے تھے۔

اب ایمان کس کام کا

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ .... عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (یونس ۹۰ تا ۹۲)

اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے آلیا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا آج ہم تیری لاش کو اتار دیں گے کہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی ہو اور بے شک

لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

مذکورہ بالا آیتوں میں اللہ تعالیٰ بہت بڑے قبطی کافر فرعون کے غرق ہونے کی کیفیت بیان فرمارہا ہے کہ جب دریا کی طغیانی موجیں کبھی فرعون کو پانی کی تہہ میں لے جاتیں اور کبھی غوطہ زنی کے بعد سطح آب پر لے آتیں بنی اسرائیل فرعون اور اس کے لشکر کے ساتھ پانی کی چشمک زدنی اور عذاب عظیم کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ بنی اسرائیل کے لئے سرکش قوم کی بے تابیوں کا یہ عالم ان کی آنکھوں کے لئے باعث تسکین اور ان کے دلوں کے لئے باعث تشفی تھا۔

فرعون نے جب ہلاکت کو اپنے قریب اور سکرات الموت کو اپنے گلے لگتے دیکھا موت کے بے رحم ہاتھوں کے احاطہ کا جب اسے یقین کامل ہوا تو توبہ وانابت کی طرف بڑھا ایمان کا اقرار کرنے لگا لیکن اس وقت اس کا ایمان اس کے لئے بالکل نافع نہ تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ

(یونس ۹۶، ۹۷)

بے شک وہ جن پر تیرے رب کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے ایمان نہ لائیں گے اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آئیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ .... هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (مومن ۸۴، ۸۵)

پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جو اس کے شریک کرتے تھے ان سے منکر ہوئے تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا دستور جو ان کے بندوں میں گذر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے۔

کلیم اللہ کی دعا قبول ہوگئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کے لئے بددعا کی تھی کہ ان کے اموال تباہ و برباد اور ان کے دل سخت ہو جائیں جب تک دردناک عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں تب تک دولت ایمان کی طرف راغب و مائل نہ ہوں یعنی ایسے وقت ایمان کی طرف گامزن ہوں جب انہیں ایمان کوئی فائدہ نہ دے اور وہ قابل حسرت ہوں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام نے قوم کے لئے بددعا کی تھی تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا

قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا (یونس ۸۹)

تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔

اور یہ موقع تھا اللہ تعالیٰ کے اس عہد کا جو اس نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے قبولیت دعا کا کیا تھا۔

امام احمد علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے توسط سے بیان کیا ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب فرعون تلاطم خیز موجوں میں جھولنے لگا تو اس نے پکارا

آمَنتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ (یونس ۹۰)

میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل نے مجھے کہا کہ کاش آپ مجھے اس وقت دیکھتے کہ میں دریا کا کیچڑ لے کر فرعون کے منہ میں دھنسار ہا تھا اس خوف سے کہ کہیں رحمت الٰہی اسے نہ آلے۔

ابو داؤد طیالسی کہتے ہیں کہ ہمیں شعبہ نے عدی بن ثابت اور عطا ابن سائب سے روایت کیا انہوں نے سعید بن جبیر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جب فرعون ایمان باللہ کا اقرار کر رہا تھا) اس موقع پر پیش آنے والی کیفیت بارے، جبرائیل نے مجھے بتایا کہ کاش اے حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ مجھے دیکھتے کہ میں دریا کی کالی مٹی لئے فرعون کے منہ میں دھنسار ہا تھا کہ کہیں اس کے ایمان باللہ کے اقرار پر رحمت الٰہی اسے اپنی آغوش میں نہ لے لے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔

آمَنتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ

میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جبرائیل کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پہ سبقت نہ کر جائے جبرائیل علیہ السلام اپنے پروں سے دریا کی کالی مٹی لے کر فرعون کے منہ پر مارنے لگے مٹی مار مار کر حضرت جبرائیل نے فرعون کے منہ کو خاک آلود کر دیا۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے کہا اے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کاش آپ مجھے دیکھتے جب میں فرعون کو غوطے دے رہا تھا اور اس کے منہ میں دریا کی کالی مٹی کو ٹھونس رہا تھا اس اندیشہ سے کہ کہیں رحمت الٰہی اسے اپنی آغوش میں نہ لے لے اور اس کی بخشش و مغفرت نہ ہو جائے۔ (رواہ ابن جریر)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا غصہ کبھی کسی پر نہ آیا جیسا فرعون پر آیا تھا جب اس نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (النازعات ۲۴)

میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

اور جب اس ملعون نے موت کو گلے لگتے دیکھا تو ایمان باللہ کا اقرار کرنے لگا اس وقت میں اس کے منہ میں مٹی ڈالنے لگا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (یونس ۹۱)

کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔

استفہام انکاری ہے اور فرعون کے ایمان کے عدم قبولیت کی دلیل ہے کیونکہ خدا معلوم اگر وہ دنیا کی طرف لوٹ آتا تو اسی کفر پر آجاتا جس پر وہ پہلے تھا جیسا کہ کفار بارے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جب وہ آتش جہنم کو دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے۔

يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (انعام ۲۷)

کاش کسی طرح ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (انعام ۲۸)

بلکہ ان پر کھل گیا جو پہلے چھپاتے تھے اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔

فرعون کی لاش باعث عبرت

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ (یونس ۹۲)

آج ہم تیری لاش کو اتار دیں گے کہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ایک مفسرین فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے بعض حضرات کو یہ شک پیدا ہوا کہ فرعون شاید مرا ہی نہیں بلکہ بعض نے تو کہہ بھی دیا تھا کہ فرعون نہیں مرا، سو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا اس نے فرعون کی نعش بلندی کی طرف اچھال دی۔

ایک قول کے مطابق نعش صحیح آب پر آ گئی اور ایک دوسرے قول کے مطابق زمین کے ٹیلے پر دریا نے نعش پھینک دی فرعون کے جسم پر زرع جوں کی توں موجود تھی اس کے لباس سے بنی اسرائیل نے اسے پہچان لیا اور یہ سارا معاملہ اس لئے پیش ہوا تا کہ بنی اسرائیل کو فرعون کی ہلاکت کا یقین کامل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو وہ جان لیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ

آج ہم تیری لاش کو اتار دیں گے اس زرع کے ساتھ جو تیری شناخت کی دلیل کے لئے معروف تھی۔

لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ

تا کہ تو اپنے پچھلوں بنی اسرائیل کے لئے نشانی ہو۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے جس نے اس فرعون کو ہلاک کیا۔

بعض اسلاف نے لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلَفَكَ یہ بھی پڑھا ہے یعنی تو ان کے لئے نشانی ہو جنہوں نے تیرے ساتھ اختلاف کیا یہ بھی احتمال ہے کہ اے فرعون ہم تجھے تیرے مصاحب کے ساتھ نجات دیں گے تا کہ تیری زرع تیرے پچھلے لوگوں کے لئے تیری شناخت کی علامت ہو جس سے بنی اسرائیل تجھے پہچان لیں کہ یقیناً تو ہلاک ہو چکا ہے۔

فرعون کی ہلاکت یوم عاشور کو ہوئی

فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت یوم عاشور میں ہوئی جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ یہود یوم عاشور کا

روزہ رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر انہوں نے عرض کی کہ اس دن چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ حاصل ہوا اسی لئے ہم اس دن روزہ رکھتے ہیں رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہو پس تم بھی روزہ رکھو۔

فرعون کی ہلاکت کے بعد اسرائیل کے حالات

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ .... بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (اعراف:۱۳۶تا۱۴۱)

تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا اس لیے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے اور ان سے بے خبر تھے اور ہم نے اس قوم کو جو دبا لی گئی تھی اس زمین کے پورب پچھم کا وارث کیا جس میں ہم نے برکت لکھی اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو چنائیاں اٹھاتے تھے اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے بولے اے موسیٰ علیہ السلام ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کیلئے اتنے خدا ہیں بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں نرا باطل ہے کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں زمانے بھر پر فضیلت دی اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تمہیں بری مار دیتے تمہارے بیٹے ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں باقی رکھتے اور اس میں رب کا بڑا فضل ہوا۔

آیات مذکورہ میں اللہ جل شانہ فرعون اور اس کے لشکر کے دریا برد ہونے کا تذکرہ فرما رہا ہے اور بیان فرما رہا ہے کہ کس طرح ان کے جان و مال اور ان کی عزت کا غرور خاک میں ملا اور ان کے اموال وثروت کے وارث بنی اسرائیل بن گئے جیسا کہ سورۃ الشعرا میں بیان فرمایا۔

كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ (الشعرا۵۹)

ہم نے ایسا ہی کیا اور ان کا وارث کر دیا بنی اسرائیل کو

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ (القصص ۵)

اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ .... وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (اعراف ۱۳۷)

اور ہم نے اس قوم کو جو دبا لی گئی تھی اس زمین کے پورب پچھم کا وارث کیا جس میں ہم نے برکت رکھی اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا۔ بدلہ ان کے صبر کا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو چنائیاں اٹھاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سارے قبطیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا ان کی دنیاوی شان وشوکت کو سلب کر لیا۔ شاہ وقت اسی کے حاشیہ نشین امراء اور اس کے لشکر کو ہلاکت کے گھڑے میں ڈال کے عام لوگ اور رعایا کے سوا سب کو لقمہ اجل بنا دیا۔

ابن عبدالحکیم نے تاریخ مصر میں ذکر کیا ہے کہ اس زمانہ میں مصر کی عورتوں نے ان کے مردوں پر غلبہ پالیا تھا کیونکہ امراء اور بڑے خاندان کی عورتیں اپنے سے کمتر حیثیت کے مردوں سے شادیاں رچاتی تھیں تاکہ ان پر رعب و دبدبہ قائم رہے تا حال مصر میں یہی رواج چلا آ رہا ہے۔

بنی اسرائیل کیلئے پہلا حکم

اہل کتاب کے ہاں مذکور ہے کہ جب بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کا حکم ملا تو یہ مہینہ ان کے سن کا پہلا مہینہ ٹھہرا۔ انہیں حکم ہوا کہ اہل خانہ میں ہر فرد بکری کے بچہ کو ذبح کرے اور اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو وہ اور اس کا پڑوسی مل کر ذبح کریں۔ ذبح کرنے کے بعد اس مذبوحہ کے خون کو اپنے دروازوں کی دہلیزوں پر چھڑک دیں تاکہ یہ بنی اسرائیل کے گھروں کیلئے بطور علامت بن جائے۔

اس کے گوشت کو پکا کر نہیں کھانا ہوگا بلکہ اس کے سر پائے اور اوجڑی کو بھون کر کھائیں۔ اس سے کوئی چیز باقی نہ رکھیں نہ اس کی ہڈی کو توڑیں اور نہ ہی اس میں سے کوئی چیز گھروں سے باہر لے کر جائیں اور روٹی سات دن تک خمیری ہو اور اس کی ابتداء ان کے سن کے پہلے مہینے کی چودہ تاریخ کو ہو اس وقت موسم ربیع تھا۔

اور جب بنی اسرائیل اسے کھائیں تو ان کی کمر بندھی ہوئی ہو ان کے پاؤں میں موزے ہوں۔ ان کے ہاتھوں میں عصا ہوں۔ کھڑے ہو کر جلد جلد کھائیں۔ رات کے بچے ہوئے کھانے کو کل تک کیلئے بچا کر نہ رکھیں بلکہ اسے جلا کر راکھ کر دیں۔ بعد والوں کیلئے یہ دن بطور عید شمار ہوتا رہے گا۔ جب تک وہ تورات پر عمل کرتے رہیں پھر جب تورات کئے احکام منسوخ ہو جائیں تو یہ طریقہ بھی باطل و منسوخ ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔

اس شب اللہ تعالیٰ نے قبطیوں کی پہلوٹھی جوان نسل اور ایسے ہی چوپائے ہلاک کر دیئے تاکہ وہ ان سے مشغول ہو جائیں۔ بنی اسرائیل نصف النہار کے وقت روانہ ہوئے اہل مصر اپنی نوجوان پہلوٹھی نسلوں کے ہلاک ہونے پر زبردست گریہ کناں تھے۔ مال و اولاد کی ہلاکت پر کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں گریہ زاری نہ ہو۔

تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی الٰہی ہوئی کہ فوراً مصر سے نکل جائیں بنی اسرائیل نے حکم ملتے ہی آٹے کو خمیرہ ہونے سے پہلے ہی اٹھا لیا اور علاوہ ازیں زادِ راہ زنبیلوں میں ڈالا اور کاندھوں پر ڈال کے چلتے بنے۔ اہل مصر سے زیورات کی کثیر تعداد پہلے ہی وہ عاریۃً مانگ چکے تھے۔ جس وقت بنی اسرائیل مصر سے نکلے ان کی تعداد عورتوں اور چوپاؤں کے علاوہ چھ لاکھ تھی اور مصر میں ان کی مدت اقامت چار سو تیس سال تھی۔

بنی اسرائیل کی عیدیں

یہ سال بنی اسرائیل کے نزدیک سنۃ الفسخ کے نام سے موسوم ہوا اور یہ عید بھی عید الفسخ کہلائی اس کے علاوہ ان کے ہاں دو اور عیدیں بھی تھیں عید الفطیر اور عید الحمل اور یہی ان کا سال اوّل تھا یہ عیدیں ان کے ہاں بڑی اہمیت کی حامل تھیں اور اسی طرح ان کی کتب میں منصوص ہیں۔

بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے نکل پڑے اور بحر سوف کے راستے عازم سفر ہو

گئے۔ دن کے وقت جب سفر کرتے تو بادل ان کے اوپر اور آگے آگے چلتے ان بادلوں میں نور کے ستون تھے۔ رات کے سفر میں ان کے سامنے آگ کے ستون (سردی وغیرہ سے بچاؤ کیلئے) ہوتے ساحل پر جا کر بنی اسرائیل نے پڑاؤ کیا۔ وہی فرعون اور اس کا لشکر تعاقب کرتے ہوئے آ پہنچے۔ بنی اسرائیل سمندر کے کنارے پڑاؤ ڈالے لشکر فرعون کو آتا دیکھ کر بڑے پریشان تھے۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے کہہ ہی دیا کہ اس جنگل میں مرنے سے مصر میں رہنا ہمارے لیے زیادہ بہتر تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے کہا کہ خوف نہ کر اس کے بعد فرعون اور اس کا لشکر اپنے شہروں کی طرف کبھی اپلٹ کے نہ جاسکے گا۔

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا عصا دریا پر ماریں تا کہ دریا تقسیم ہو جائے اور بنی اسرائیل دریا اور خشکی میں اتر جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے پانی دو حصوں میں بٹ کر پہاڑوں کی طرح ہو گیا اور درمیانی حصہ بالکل خشک ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنوب کی ہوا اور باد سموم کو ایسا کرنے کا حکم دیدیا تھا اور اس پر مسلط کر دیا تھا۔ بنی اسرائیل دریا پار چلے گئے۔ فرعون اور اس کے لشکر نے ان کے تعاقب میں دریائی راہوں کو عبور کرنا شروع کر دیا جب سارا لشکر عین وسط دریا میں پہنچا موسیٰ علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا کہ دوبارہ اپنا عصا دریا پر مارو تا کہ دریا اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آئے اور اس کی موجوں میں طغیانی آجائے۔

اہل کتاب کے نزدیک یہ صورتحال رات کو پیش آئی تھی اور تلاطم خیز موجیں دریا میں صبح کے وقت اٹھیں تھیں لیکن یہ ان کی غلطی کم فہمی اور شک وارتیاب کی ٹامک ٹوئیاں ہیں۔

فرعون سے نجات پر بنی اسرائیل کی تسبیح

اہل کتاب کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کو دریا برد کر دیا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے بایں الفاظ رب کائنات کی تسبیح کی۔

نُسَبِّحُ الرَّبَّ ابهیَ الَّذِیْ قهر الجنود، ونبذ فرسا نها فی البحرا المنیح المحمود

ہم حسن و جمال کے مالک خدائے ذوالجلال کی تسبیح بیان کریں گے جو لشکروں پر قہر آلود ہوا جس نے ان کے گھڑ سواروں کو دریا برد کر دیا وہ ذات لائق تعریف ہے۔ یہ تسبیح طویل ہے۔

مزید اہل کتاب کہتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن مریم نبیہ نے اپنے ہاتھ میں دف پکڑا اور بنی اسرائیل کی دیگر عورتوں نے بھی طبل اور دف لیے اور آپ کے پیچھے نکل کھڑی ہوئیں۔ حضرت مریم دف بجاتے ہوئے یہ تسبیح پڑھنے لگیں۔

سبحان الرب القهار الذی قهر الخیول ور کبا نها القاء فی البحر

پاک ہے وہ رب قہار جس نے گھوڑوں کو ہلاک کیا اور ان کے سواروں کو دریا میں غرق کر دیا۔

محمد بن کعب قرظی کا تسامح

مریم نام کی وجہ سے محمد بن کعب قرظی علیہ الرحمہ سے تسامح ہوا اور انہوں نے کہا مریم بنت عمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ وہی مریم ہیں جو حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کی بہن تھیں اور انہوں نے اس تسامح کو اللہ تعالیٰ کے قول یٰاُخْتَ هٰرُوْنَ کے

تحت بیان کیا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی غلطی کو بیان کر دیا ہے اور ایسا ممکن ہی نہیں اور کسی ایک مفسر نے بھی اس قول کو اختیار نہیں کیا بلکہ اس قول کی ہر ایک نے مخالفت کی ہے۔

اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تورات کی یہ روایت محفوظ ہے تو پھر بھی یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی بہن ہیں بلکہ محض نام میں ہی موافقت ہے۔ اتفاق سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی بہن کا نام بھی مریم بنت عمران ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام بھی مریم بنت عمران ہیں۔ والد اور بھائی کا نام بھی اتفاقاً ایک ہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی اس کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اہل نجران نے یَاُخْتَ هَارُوْنَ کے متعلق پوچھا تو آپ کو سمجھ نہ آئی جو انہیں جواب دیتے حتیٰ کہ آپ نے رسول کائنات عالم مَاکَانَ وَ مَا یَکُوْنُ سے اس بارے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

کہ کیا تجھے علم نہیں وہ لوگ اپنے انبیاء کرام کے ناموں پر نام رکھا کرتے تھے (مسلم)

مریم نبیہ نہیں تھی

اہل کتاب نے مریم اخت ہارون کا نام مریم نبیہ بیان کیا ہے اس سے مراد حقیقی نبی نہیں بلکہ یہ استعارہ ہے اس کیلئے انبیاء کرام کے گھر کا فرد ہونیکی بناء پر انہیں نبیہ کہہ دیا گیا نہ تو ان پر وحی آتی تھی اور نہ وہ حقیقی نبی تھی۔ جس طرح بادشاہ کی اہلیہ کو ملکہ اور امیر آدمی کی گھر والی کو امیرہ کہا جاتا ہے گو کہ وہ سردار نہیں ہوتی۔

دف بجانے کی اجازت

اس سے قبل مذکور ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی بہن مریم نبیہ نے دف بجا کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے اشعار پڑھے تو ان کا اس دن ایک بڑی عید کے موقع پر دف بجانا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم سے قبل سابقہ شریعتوں میں عید کے موقع پر دف بجانا جائز و مشروع تھا۔

نیز عورتوں کے حق میں ہمارے لیے بھی مشروع ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث طیبہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایام منیٰ میں دو بچیاں دف بجا رہی تھیں جبکہ محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف پیٹھ کیے پہلو کے بل آرام فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ زیبا دیوار کی جانب تھا۔

دریں اثناء یار غار اور صاحب مزار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ در رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے دیکھا تو انہیں ڈانٹنے لگے کہ کیا شیطان کا راگ رسول خدا کے گھر میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر انہیں چھوڑ دو بے شک ہر قوم کیلئے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اور ایسے ہی شادی بیاہ کی تقریب اور کسی بچھڑے ہوئے کے مل جانے پر دف بجا کر اظہار مسرت کرنا جائز و مشروع ہے۔

جیسا کہ اپنی جگہ پر خوب بالتفصیل بیان کر دیا گیا ہے۔

کڑوا پانی شیریں ہو گیا

اہل کتاب کہتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے دریا عبور کر لیا اور ملک شام کی طرف عازم سفر ہونیکا قصد کر چکے تو تین دن تک پانی کی دستیابی کے بغیر ٹھہرے رہے۔ پانی کی عدم دستیابی پر ان میں سے کچھ لوگوں نے شور و غل کیا تو نا قابل شرب کڑوا پانی انہیں میسر آ گیا جسے گلے سے نیچے اتارنے کی ان میں استطاعت نہ تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی ایک لکڑی لی اور اسے پانی میں رکھا تو وہ عمدہ اور قابل شرب بن گیا اللہ تعالیٰ نے وہاں انہیں فرائض و سنن کی تعلیم دی اور بے شمار دیگر نصائح فرمائیں۔

احمقانہ خواہش

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب عزیز اور ماسوا کتابوں سے محفوظ کتاب میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ الْبَحْرَ ...... مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (اعراف ۱۳۸‘۱۳۹)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے بولے اے موسیٰ علیہ السلام ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کیلئے اتنے خدا ہیں بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں نرا باطل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قوم کی یہ احمقانہ خواہش جہالت و گمراہی تھی۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور اس کی قدرت کا مشاہدہ کر چکے تھے جو جلال و اکرام نبی کے لائے ہوئے احکام دینیہ کی صداقت کی دلیل تھیں باوجود اس کے جب وہ صنم پرست قوم کے پاس سے گذرے تو عجب مطالبہ کرنے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جن بتوں کی پرستش ہوتے دیکھا وہ بت گائے کی شکل پر تھے شاید ان بت پرستوں سے بنی اسرائیل پوچھنے لگے ہوں کہ تم کس لیے ان کو پوجتے ہو تو انہوں نے کہا کہ یہ انہیں نفع و نقصان اور بوقت ضرورت رزق دیتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں سے بعض احمقوں نے اس بارے ان کی تصدیق کر دی ہو تب انہوں نے اپنے صاحب عظمت و کرم نبی کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا کہ ان کیلئے بھی ایک خدا بنا دے جیسا ان صنم پرستوں کیلئے اتنے خدا ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کیلئے کھول کر بیان کر دیا کہ بے شک وہ صنم پرست بے عقل اور بے ہدایت لوگ ہیں۔

اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْهِ وبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (اعراف ۱۳۹)

یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں نرا باطل ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر عطا کی جانیوالی نعمت الٰہی انہیں یاد دلائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں علم و شریعت کے اعتبار سے اس وقت کے لوگوں پر فضیلت بخشی ہے اور اللہ کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے اور پھر کس قدر اس کا احسان ہے کہ سرکش و ظالم فرعون کے پنجہ استبداد سے تمہیں چھٹکارا نصیب کیا تمہاری نگاہوں کے سامنے دریا کی موجوں میں اسے غرق کیا۔ فرعون اور اس کے لشکر اور اس کے درباری امراء نے جو مال و دولت جمع کر رکھا تھا انہیں تمہارے قبضہ میں دیکر تمہیں ان کا وارث بنا دیا ان کی

اقامت گاہیں تمہارے سپرد کر دیں ان نعمتوں پر جس قدر بھی تم تشکر و امتنان جتلاتے رہو تو تم حق ادا نہ کر سکو گے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کیلئے واضح کیا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہی خالق کائنات وہی رزق عطا فرمانے والا اور وہی قہار ہے۔

پھر تم اسے چھوڑ کر محض نادانوں کی صنم پرستی دیکھ کر اس کی خواہش کر رہے ہو۔ وائے افسوس! تمام بنی اسرائیل نے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ بعض بنی اسرائیل نے یہ احمقانہ خواہش کی تھی۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے بولے اے موسیٰ ہمیں ایک خدا بنادے جیسا ان کیلئے اتنے خدا ہیں۔

آیت مذکورہ میں قالوا کی ضمیر جنس کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی ان میں سے بعض نے کہا کہ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے کوئی وعدہ کا وقت نہ رکھیں گے)

یہاں پر سب سے مراد صرف کافر ہیں نہ کہ سب مخلوق

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ ...... وَعْدًا (کہف ۴۷'۴۸)

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے اور ہم انہیں اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے اور سب تمہارے رب کے حضور پرا باندھے پیش ہونگے۔ بے شک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے کوئی وعدہ کا وقت نہ رکھیں گے۔

مسند امام احمد میں ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی جانب نکلے ہم ایک بیری کے درخت کے قریب سے گذرے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ہمارے لیے ذات نواط بنا دیں جس طرح کفار کیلئے ذات نواط تھا۔

ذات نواط بیری کا ایک درخت تھا جس کے ساتھ کفار اپنے ہتھیار لٹکا کر اس کے اردگرد چکر لگاتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر یہ ایسے ہی ہے جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہمیں ایک خدا بنادے جیسا ان (بت پرستوں) کیلئے اتنے خدا ہیں بے شک تم پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔ (نسائی ترمذی)

ابن جریر علیہ الرحمہ نے محمد بن اسحاق معمر اور عقیل کی حدیث سے ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کے توسط سے روایت کیا کہ کچھ غلامان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مکہ سے خیبر کی طرف گئے۔

کفار کیلئے ایک بیری کا درخت مقرر تھا جس کے اردگرد وہ چکر لگاتے اور اپنے ہتھیار اس کے ساتھ لٹکا دیتے اسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بہت بڑے سرسبز بیری کے درخت کے قریب سے گذرے تو ہم نے عرض کی یا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کہ ہمارے لیے بھی ذات انواط مقرر فرمادیں۔ جیسا کہ کفار کیلئے مقرر تھا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نے بھی ویسے ہی کیا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔

اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

ہمیں ایک خدا بنادے جیسا ان کیلئے اتنے خدا ہیں بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں نرا باطل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیت المقدس کی جانب روانگی اور وہاں کی سرکش قوموں سے آمنا سامنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر جب مصر سے بیت المقدس کی جانب چلے تو وہاں سرکش لوگوں سے آمنا سامنا ہوا وہ لوگ قوم حیثانیین، فزاریین اور کنعانیین وغیرہ پر مشتمل تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ بیت المقدس کی سرزمین میں داخل ہو کر ان قوموں سے جہاد کرو اور ان سرکش قوموں سے اس سرزمین کو پاک صاف کردو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ان کے لئے لکھ دیا ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر یہ سرزمین تمہیں دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بنی اسرائیل نے انکار کیا اور جہاد سے بزدلی دکھائی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر خوف مسلط فرما دیا اور مقامِ تیہ میں ان کو مقید کر دیا چالیس سال کی طویل مدت تک یہ لوگ مقامِ تیہ میں ہی بھٹکتے رہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ .... فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ (مائدہ: ۲۰ تا ۲۶)

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کئے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے بولے اے موسیٰ علیہ السلام اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے اللہ نے انہیں نوازا بولے کہ زبردستی دروازے میں ان پر داخل ہوا گر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے بولے اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو ان بے حکموں سے جدا رکھ فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس سال تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم ان بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسانات کثیرہ کے نزول قوم کو یاد دلاتے ہیں کہ اس ذات بابرکات نے کس قدر تم پر دینوی اور اخروی نعمتیں نازل فرمائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو راہ خدا میں جہاد اور اعدائے خدا سے قتال کا حکم فرمایا۔ فرمایا:

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ

اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھی ہے اور اپنی ایڑھیوں کے بل نہ پلٹو اور اپنے دشمنوں کے ساتھ قتال کرنے میں بزدلی نہ دکھاؤ ورنہ تم نفع کے بعد خسارے اور کمال کے بعد زوال کی طرف پلٹو گے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ

بولے: اے موسیٰ علیہ السلام اس میں تو بڑے زبردست نافرمان سرکش اور کافر لوگ ہیں۔

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ

اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں۔

اس زبردست اور سرکش قوم سے بنی اسرائیل سہم گئے حالانکہ فرعون کی ہلاکت کا مشاہدہ خود وہ اپنی آنکھوں سے کر آئے تھے جو کہ اس قوم سے کہیں زیادہ جابر اور ظالم تھا اور اس کے پاس لشکروں کی جمعیت کی بھی کمی نہ تھی۔

بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح جواب دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا اس طرح کہنا قابل مذمت اور ان کی یہ حالت قابل ملامت ہے۔ دشمنوں پر کود پڑنے سے اعراض اور بدبخت مردودوں سے ٹکر لینے سے پہلو تہی ان کی بزدلی تھی۔

حقائق سے منافی باتیں

بعض مفسرین نے یہاں کچھ آثار بیان کیے ہیں جن میں سے اکثر اٹکل پچو اور بے تکی باتوں پر مشتمل ہیں جو عقل و نقل کے اعتبار سے ناقابل فہم اور حقیقت سے کوسوں دور ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ وہ سرکش قوم بڑی قد آور اور ہولناک شکل و جسامت والی تھی۔ جب بنی اسرائیل کے قاصدین اس قوم کے پاس آئے تو ان سرکشوں میں سے ایک شخص انہیں ملا اور اس نے ایک ایک کو پکڑ کر اپنی آستین اور اپنی شلوار کے پائچوں میں لپیٹ لیا۔ بنی اسرائیل کے ان قاصدوں کی تعداد بارہ تھی پھر وہ شخص انہیں اپنے بادشاہ کے پاس لے آیا اور اس کے سامنے لا کر اس نے سارے بکھیر دیئے۔ بادشاہ نے ازراہ تعجب پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ وہ انہیں پہچان ہی نہ سکا کہ یہ بنی اسرائیل ہیں حتیٰ کہ اسے بتایا گیا کہ یہ بھی انسان ہیں یہ سب ہذیان و خرافات میں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

بادشاہ نے پھر انہیں انگور دیئے کہا جاتا ہے کہ ایک انگور ایک آدمی کو کفایت کر جاتا تھا اور اس کے علاوہ کچھ پھل بنی اسرائیل کی طرف بھیجے تاکہ وہ ان کی شکلوں کی ضخامت کا اندازہ لگا سکیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ ان سرکشوں میں سے بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے کے لئے عوج بن عنق آیا اور اس کا قد تین ہزار تین سو تینتیس گز لمبا تھا۔ ایسے ہی اس کے علاوہ کئی ایک آثار بغوی وغیرہ نے ذکر کیے ہیں۔

یہ بھی درست نہیں ہے جیسا کہ ہم اس سے قبل بھی بیان کر چکے ہیں کہ حضور اکرم رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک حضرت آدم علیہ السلام کا قد مبارک ساٹھ گز طویل تھا پھر مسلسل مخلوق کا قد کم ہوتا چلا آ رہا ہے اور تاحال یہ سلسلہ جاری ہے۔

مزید عوج بن عنق کے بارے کہتے ہیں کہ اس نے ایک پہاڑ کی چوٹی کا قصد کیا اور اسے اکھیڑ کر پہاڑ اپنے ہاتھ پر اٹھالیا
تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر اس پہاڑ کے ذریعے حملہ آور ہو اسی اثناء میں ایک پرندے نے آکر اس چٹان میں اپنی
چونچ سے سوراخ کرنا شروع کر دیا پھر وہی چٹان عوج بن عنق کے گلے کا طوق بن گئی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس عوج کو قتل
کرنے کا ارادہ لئے آگے بڑھے آپ نے فضا میں چھلانگ لگائی آپ کا قد مبارک دس گز تھا اپنے ہاتھ میں عصا بھی دس گز کا
تھا اور آپ نے چھلانگ بھی دس گز اوپر ہی لگائی تھی آپ عوج کے پاؤں کی ایڑھی تک پہنچے اور اسے قتل کر دیا۔

یہ نوف بکالی نے روایت کیا ہے ابن جریر علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسے نقل فرمایا لیکن اس اسناد میں
نظر ہے ان سب کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے اور یہ سب بنی اسرائیل کے جاہلوں کی وضع کردہ باتیں تھیں۔ بنی اسرائیل کے پاس
غیر یقینی اور جھوٹی باتوں کی کثرت ہے اور وہ اپنی کم علمی اور کج فہمی کی بنا پر غلط اور صحیح کے درمیان تمیز کرنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں
کرتے تھے۔

اگر ان روایات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر بنی اسرائیل کے جہاد کرنے سے بزدلی دکھانے کا عذر حق بجانب ہوگا
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بزدلی پر ان کی مذمت فرمائی ہے اور ترک جہاد اور مخالفت رسول پر انہیں مقام تیہ کی صحرا نوردی کرائی
ہے۔

بنی اسرائیل کے دو مرد صالح

بنی اسرائیل میں سے دو ایسے صالح مرد تھے جنہوں نے قوم کو جہاد کرنے کی رغبت دلاتے ہوئے انہیں پیچھے ہٹنے سے روکا
اور وہ دو صالح مرد یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا تھے۔

یہ قول ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، عطیہ، سدی، ربیع بن انس رضی اللہ عنہم اور دوسرے کئی مفسرین کا ہے۔

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ

دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے۔ بعض قراء نے یَخَافُوْنَ کو یُخَافُوْنَ پڑھا ہے یعنی هیبت دبدبہ والے تھے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام و ایمان اور شجاعت و فرمانبرداری کی دولت سے نوازا تھا۔

اُدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

وہ بولے کہ زبردستی دروازے میں ان پر داخل ہو اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو
اگر تمہیں ایمان ہے۔

یعنی جب تم اللہ پر بھروسہ کرو گے اور اسی سے مدد مانگو گے اور اسی کے حضور پناہ لو گے تو وہ یقیناً دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد
فرمائے گا تمہیں تائید و نصرت سے نواز کے کامیابیوں سے ہمکنار فرمادے گا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ

(بنی اسرائیل والے) بولے اے موسیٰ علیہ السلام ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیے اور

آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔
بنی اسرائیل کے سرداروں نے جہاد سے بزدلی دکھانے اور روگردانی کرنے کا عزم صمیم کرلیا اور ان کے روگردانی کا یہ فیصلہ بہت بڑا واقعہ تھا۔
مذکور ہے کہ جب یوشع بن نون اور رکالب علیھما الرضوان نے ان کی یہ گفتگو سنی تو انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اس بہت بڑی جرات پر اللہ کے حضور سجدہ کیا اور غضبناک ہوئے کہ کہیں اس گفتگو کی شدت کی وجہ سے ان پر عذاب نہ آ جائے۔
اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کرتے ہوئے عرض کی۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو ان بے حکموں سے جدا رکھ۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے۔

جہاد سے روگردانی کی سزا

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے۔ چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں، دشمنان خدا سے جہاد میں بزدلی دکھانے کے سبب انہیں زمین میں بھٹکنے پھرنے کی سزا سے دوچار کر دیا گیا بلا مقصد ایک مدت تک وہ صبح و شام اور شب و روز پھرتے رہے۔
مذکور ہے کہ مقام تیہ میں جہاں وہ داخل ہوئے تھے چالیس سالہ مدت انہوں نے وہاں گزاری ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچا بلکہ مصر سے آنے والے سارے انسان اسی وادی میں ہی موت کی نظر ہو گئے تھے۔ فقط یوشع اور کالب علیھما الرضوان ہی حیات رہے۔

کروں تیرے نام پہ جان فدا

حضور اکرم نور مجسم فداک ابی وامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ کرام کا جذبہ حب النبی کا عالم دیکھیں کہ جب بدر کے دن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے جواباً وہ بات عرض نہیں کی جو کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی بلکہ افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا جان نثارانہ جواب دیا کہ (یقیناً ملائکہ بھی آفرین کرتے ہوں گے) اور اسی طرح دیگر مہاجرین نے بھی قابل رشک جوابات عرض کئے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مشورہ دو حتیٰ کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید آپ کا اشارہ ہماری جانب ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ سمندر میں کود جاؤ تو قسم بخدا ہم آپ کے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔

محمد ﷺ کا حکم ہو تو ہم پھاند جائیں سمندر میں
جہاں کو محو کردیں نعرہ اللہ اکبر سے

آپ کل ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم دشمنوں سے ٹکر لینے کو ناپسند نہیں سمجھتے بلکہ ہم جنگ میں دلیر اور گفتگو میں سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ کچھ دکھائے گا جس سے آپ کی چشمہائے مبارکہ کو سکون نصیب ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کی بدولت ہمیں لے چلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جذبہ ایمان والقان سے بھرپور کلام سن کر بڑے مسرور ہوئے۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بے شک مقداد رضی اللہ عنہ نے آقا و مولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یوم بدر کو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ہم آپ سے یوں نہ کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاً اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ

تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

ایک دوسرے طرق سے امام احمد علیہ الرحمہ نے اس کو یوں روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی ایک عظیم بات کا میں خود گواہ ہوں کیونکہ میں ان کا دوست ہوں اور وہ بات مجھے بڑی محبوب ہے وہ بات یہ ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم مشرکین کے لئے بددعا فرما رہے تھے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے یوں نہ کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاَ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ

بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے اور جانثاری کی وہ مثالیں رقم کریں گے کہ کائنات عالم فخر کرے گی۔

کروں تیرے نام پر جان فدا ایک جان کیا دو جہان فدا
نہیں اس سے بھی نہیں ابھی جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ زیبا خوشی سے کھلکھلا رہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی جانب تشریف فرما ہوا چاہتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشاورت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ طلب کیا تو انصار نے کہا کہ اے گروہ انصار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ انصار نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے یوں نہ کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاً اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ

تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ جہاد کے ارادہ کے لئے برک غماد (روئے زمین کی انتہا) تک تشریف لے جائیں گے تو ہم آپ کے قدم بقدم خون کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے حاضر ہوں گے۔

مقام تیہ میں بنی اسرائیل کا دخول اور دیگر امور عجیبہ

سرکش و جبار قوم سے بنی اسرائیل کے جہاد سے روگردانی اور بزدلی کی داستان ہم گزشتہ صفحات پر ذکر کر آئے ہیں۔ اسی بزدلی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مقامِ تیہ میں صحرانوردی کی سزا سے دوچار کر دیا اور فیصلہ فرما دیا کہ چالیس سال تک یہ اس جگہ سے نکل نہ پائیں گے۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل کتاب کی کسی کتاب میں بنی اسرائیل کی جہاد سے روگردانی کے اس قصہ کو نہیں دیکھا لیکن اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع علیہ السلام کو کافروں کے ایک گروہ کے ساتھ قتال کے لئے تیار کیا خود حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام اور خور نامی ایک اسرائیلی ایک ٹیلے کی چوٹی پر براجمان ہو گئے اور مناظر جنگ دیکھنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو بلند فرمایا جب آپ کا عصا مبارک بلند ہوا تو حضرت یوشع علیہ السلام کو کافروں پر غلبہ حاصل ہو گیا پھر جب آپ اپنے ہاتھ کو تھکاوٹ یا کسی اور وجہ سے نیچے کرتے عصا نیچے ہوتا تو کفار کا غلبہ ظاہر ہو جاتا۔ اس دن غروب شمس تک حضرت ہارون علیہ السلام اور خور نامی اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ بلند کرنے میں دائیں بائیں سے ان کی مدد کی۔ بتوفیق الٰہی حضرت یوشع علیہ السلام کے لشکر کو فتح و نصرت نصیب ہو گئی۔

اہل کتاب کے اقوال

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ مدین کا کاھن ''یثرون'' جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سسر بھی تھا اسے جب یہ خبر ملی کہ کیسے انداز میں اللہ تعالیٰ نے فرعون پر آپ کو فتح عطا فرمائی ہے تو وہ مسلمان ہو کر اپنی بیٹی صفورا زوجہ کلیم اللہ کے ہمراہ آپ کے پاس آیا اور آپ سے صفورا کے دو بیٹے جوشون اور عاذر بھی ہمراہ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا استقبال کیا اور عزت و احترام سے پیش آئے بنی اسرائیل کی بزرگ شخصیات بھی وہاں جمع ہو گئیں انہوں نے بھی ان کے اعزاز و اکرام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

اہل کتاب نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ کے سسر نے آپ کے پاس بنی اسرائیل کا بہت بڑا جم غفیر دیکھا جو مختلف قسم کے باہمی تنازعات کے حل کے لئے آپ کے پاس جمع تھے۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ آپ ان میں سے صاحب تقویٰ، راست باز، امین و پاکباز اور رشوت و خیانت سے بے زار افراد کا انتخاب فرمالیں اور انہیں ہزار ہزار پر سردار منتخب کر دیں پھر سو سو پر پھر پچاس پچاس پر پھر دس دس پر وہ لوگوں کے مابین فیصلے نمٹائیں گے اگر انہیں کوئی مشکلات درپیش ہوں تو وہ اس کے حل کے لئے آپ کے پاس حاضر ہو جائیں تو آپ اپنی بصیرت نبوت کی بدولت اس مشکل کو حل فرما دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس رائے کو سراہتے ہوئے اس پر عمل فرمایا۔

اہل کتاب کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے تین ماہ بعد سیناء کے پاس ایک جنگل میں داخل ہوئے تھے۔ وہ سال کی

ابتدا میں وہاں سے نکلے تھے جو سال ان کے لئے مشروع ہوا تھا اس وقت موسم بہار کی ابتدا تھی گویا مقامِ تیہ میں ان کے داخلے کے وقت موسم گرما کا آغاز ہو چکا تھا۔ واللہ اعلم

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ بنی اسرائیل نے طور سینا کے گرد و نواح میں پڑاؤ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جبل طور پر تشریف لے گئے وہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ بنی اسرائیل پر کیئے گئے وہ احسانات یاد دلاؤ جو بالخصوص اللہ تعالیٰ نے ان پر فرمائے کہ کس طرح فرعون اور اس کی قوم سے نجات دلائی اور کیسے عقاب کی گرفت طرح ان کے قبضے اور پنجہ استبداد سے رہائی دلا کر اٹھا لے آیا۔

پہاڑ کے قریب مت جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو یہ حکم دو کہ وہ غسل و طہارت کریں اپنے کپڑوں کو دھوئیں اور تین دن تک تیاری کریں تیسرے دن اس پہاڑ کے ارد گرد جمع ہو جائیں لیکن پہاڑ کے قریب کوئی نہ جائے جو جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا حتیٰ کہ کوئی چوپایہ بھی پہاڑ کے قریب نہ جانے پائے یہ پابندی اس وقت تک ہے جب تک سینگ کی آواز آتی رہے جب آواز بند ہو جائے پھر تمہارے پہاڑی کی طرف بڑھنا حلال و جائز ہوگا۔ بنی اسرائیل نے اس حکم کی پاسداری کی اور غسل و طہارت اور خوشبو لگا کر تیاری کرتے رہے جب تیسرا دن ہوا تو بہت بڑے بادل نے اس پہاڑ کو ڈھانپ لیا جس میں آوازیں اور خیرہ چشم چمک تھی اور بگل کی بڑی شدید آواز تھی۔

بنی اسرائیل اس منظر سے سخت خوفزدہ ہو گئے باہر نکلے اور دامن کوہ میں کھڑے ہو گئے اسی اثناء میں بہت بڑے دھویں نے پہاڑ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اس دھوئیں میں نور کے ستون تھے۔ پہاڑ زبردست دھچکوں سے لرز اٹھا اور بگل کی آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے اوپر تھے اللہ جل شانہ ان سے محو کلام ہمراز ہو رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہاڑ سے اترنے کا حکم ملا اور بنی اسرائیل کو حکم ملا کہ وہ پہاڑ کے قریب ہو کر اللہ تعالیٰ کے تاکیدی حکم کو بغور سنیں علمائے بنی اسرائیل کو حکم ملا کہ وہ مزید قریب ہوں بلکہ پہاڑ کے اوپر چڑھ جائیں تاکہ وہ قرب حاصل کر لیں یہ نص ان کی کتاب میں موجود اور لامحالہ منسوخ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہ العالمین ان میں تو پہاڑ کے اوپر چڑھنے کی استطاعت نہیں ہے کیونکہ تو نے انہیں اس سے روک دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جاؤ اپنے ساتھ اپنے بھائی ہارون کو لے آؤ اور کاہن یعنی علمائے بنی اسرائیل، دیگر گروہ اور باقی بنی اسرائیل کے لوگ بھی دور نہ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسے ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور انہیں دس احکامات عطا فرمائے۔

بنی اسرائیل کے لئے دس احکامات

اہل کتاب کے نزدیک بنی اسرائیل نے کلام الٰہی کو سنا ضرور لیکن سمجھ نہ پائے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا تو بنی اسرائیل عرض کرنے لگے کہ ہمیں یقین کامل کی حد تک یہ خبر مل گئی ہے کہ آپ اللہ عزوجل کی جانب سے رسول برحق ہیں لیکن

آپ اللہ کے حضور یہ عرض کر دیں کہ ہم موت سے ڈرتے ہیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا کہ یہ دس کلمات و احکامات ہیں جن پر عمل پیرا ہونے کا تاکیدی حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

۱- اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا۔
۲- جھوٹی قسمیں اٹھانے سے گریز کرنا۔
۳- ہفتہ کے دن کی محافظت کرنا۔
(یعنی اس دن دنیاوی مصروفیات کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اہل اسلام کے نزدیک اب یہ اعزاز جمعہ کے دن کو حاصل ہے اور اس دن کی وجہ سے ہفتہ کا دن منسوخ ہو گیا)
۴- والدین کا احترام کرنا تاکہ ان کی خدمات کی برکات سے اس عمر میں اضافہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر عطا کی ہے۔
۵- قتل و غارت نہیں کرنی۔
۶- زنا نہیں کرنا۔
۷- چوری نہیں کرنی۔
۸- کسی ساتھی پر جھوٹی گواہی نہیں دینی۔
۹- اپنے کسی دوست کے گھر کی طرف تاک جھانک نہیں کرنی۔
۱۰- اپنے کسی دوست کی بیوی، اس کے غلام، اس کی لونڈی، اس کے بیل، گدھے اور نہ ہی کسی چیز پر توجہ و خواہش رکھنی۔ مطلب کہ حسد سے بچنا اور کنا ہوگا۔

اکثر علمائے اسلاف وغیرہ نے کہا ہے کہ ان دس کلمات کا مضمون سورہ انعام کی دو آیتوں میں مذکورہ ہے۔
فرمان الٰہی ہے:
قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ.......... وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا (انعام ۱۵۱ تا ۱۵۳)
تم فرماؤ آؤ میں تمہیں پڑھ سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا یہ کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد قتل نہ کرو۔ مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ، جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقے سے جب تک وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور بھر اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگر چہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو یہ تمہیں تاکید فرمائی کہ کہیں تم نصیحت مانو اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو۔
اہل کتاب نے ان اس احکامات کے بعد بہت ساری وصیتیں اور مختلف احکامات کا بھی ذکر کیا ہے جو بنی اسرائیل میں مسلسل چلتی آئیں اور ایک عرصہ تک ان پر عمل بھی ہوتا رہا پھر ان پر نافرمانی کا رنگ غالب آتا گیا اور ان لوگوں نے ان میں تحریف و تغیر کو

وظیرہ بنالیا جس کے نتیجہ میں ان سے یہ تعلیمات سلب کر لی گئیں یہ احکامات منسوخ ہو گئے اور اس کے بعد کامل شریعت نے ان کی جگہ لے لی اللہ ہی کے لئے حکم ہے پہلے کا بھی اور بعد کا بھی وہ ذات جو چاہتا حکم دیتا ہے اور جو چاہتا کرتا ہے۔ خبردار خلق وامر اس کے لئے ہیں وہ بابرکت ذات جہان والوں کا پروردگار اور پالنہار ہے۔

بنی اسرائیل پر احسانات وانعامات

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ .... ثُمَّ اهْتَدٰی (طٰہٰ ۸۰ تا ۸۲)

اے بنی اسرائیل بے شک ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور تمہیں طور کی داہنی طرف کا وعدہ دیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اترے اور جس پر میرا غضب اترا بے شک وہ گرا اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پہ کئے جانے والے احسانات وانعامات ذکر فرماتا ہے کہ انہیں ان کے دشمنوں سے نجات دی، تنگیوں اور بدحالیوں سے چھٹکارا بخشا اور انہیں طور کی داہنی جانب کی طرف ان کے نبی کی صحبت کا انہیں وعدہ دیا کہ ان پر بہت عظیم احکام نازل فرمائے جائیں گے جن میں ان کے لئے دینوی اور اخروی مصلحتیں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے سفر کے دوران ان کی سخت ضرورت کے وقت ایسی سرزمین پر ان پر آسمانوں سے من وسلویٰ اتارا جو چٹیل میدان اور بے آب وگیاہ صحرا تھے۔

صبح کو بیدار ہوتے تو وہ من اپنے گھروں میں اسے موجود پاتے اپنی ضرورت کے مطابق وہ اس سے لے لیتے آئندہ دن پھر اسی طرح نازل ہو جاتا اور جو ضرورت سے زائد جمع رکھنا چاہتا وہ خراب ہو جاتا اور جو تھوڑا لیتا وہ اسے کفایت کر جاتا اور جو زیادہ لیتا وہ اس کے کھانے سے بچ نہ سکتی وہ اس خوراک سے روٹی پکاتے جو انتہا درجے کی سفید اور لذیذ ہوتی اور جب رات کے سائے ڈھلنے شروع ہوتے تو سلویٰ کے پرندے ان کے گھروں کو ڈھانک لیتے۔ بنی اسرائیل بغیر کسی مشقت کے انہیں پکڑ لیتے اور اپنی شام کی غذا کے لئے اپنی ضرورت کے مطابق وہ لے لیتے جب موسم گرما ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان پر بادلوں کا سایہ فرما دیتا وہ بادل ان کو آفتاب کی حرارت سے محفوظ رکھتے اور بڑے روشن ہوتے۔

جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ .... وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ (البقرہ: ۴۰، ۴۱)

اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو اور مجھی سے ڈرو۔

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ .... وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (البقرہ ۴۹ تا ۵۷)

اور (یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر برا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں

بچالیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور تم ظالم تھے پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی کہ کہیں تم احسان مانو اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کر دینا کہ کہیں تم راہ پر آؤ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر و یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے پھر مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کیا کہ کہیں تم احسان مانو اور ہم نے ابر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا ہاں اپنی ہی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ...... وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (بقرۃ ۶۰، ۶۱)

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا کھاؤ اور پیو خدا کا دیا اور زمین میں فساد اٹھاتے نہ پھرو اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز فرمایا کیا ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو۔ اچھا مصر یا کسی شہر میں اترو وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ان پر مقرر کر دی گئی خواری اور ناداری اور خدا کے غضب میں لوٹے یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بنی اسرائیل پر کئے جانے والے احسانات وانعامات کا ذکر فرماتا ہے جو کہ ان پر بڑی آسانی سے من و سلویٰ کی صورت میں اتاری گئی یہ متلذذ و خوش ذائقہ کھانے انہیں بغیر تکلف اور مشقت کے ملتے رہے بلکہ اللہ تعالیٰ صبح کے وقت من کی صورت میں طعام نازل فرماتا اور رات کا کھانا سلویٰ کے پرندوں کی صورت میں ان پر نازل ہوتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ضرب سے ان کے لئے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے ہر گروہ کے لئے جدا چشمہ تھا بارہ گروہ تھے اور بارہ ہی چشمے پھر شیریں پانی کا چشمہ پھوٹا جس سے وہ خود بھی سیراب ہوتے اور اپنے چوپاؤں کو بھی سیراب کرتے اور اپنی ضروریات کی کفایت کے لئے ذخیرہ بھی کر لیتے۔

موسم گرما کی تپش سے بچاؤ کے لئے بادل ان کے لئے سائبان بنے یہ بہت بڑی نعمتیں اور عطیہ خداوندی تھیں جن کا حق ادا نہ کر سکے ان نعمتوں کا کما حقہ شکر اور نہ ہی حق بندگی ان سے ادا کیا جا سکا پھر اکثر ان میں سے ان نعمتوں سے تنگدل اور زچ ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ ہمیں ان کے بدلے میں وہ چیزیں ملنی چاہئیں جنہیں زمین اگاتی ہیں مثلاً ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز وغیرہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ڈانٹا اور ان کے اس کلام پر ان کی زجر و توبیخ کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی اور جھڑکتے ہوئے

کہا

اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِیۡ هُوَ اَدۡنٰی بِالَّذِیۡ هُوَ خَیۡرٌ اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَا سَاَلۡتُمۡ ۔

کہا ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو اچھا مصر یا کسی شہر میں اتر و وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا۔

یعنی تم ان نعمتوں کے متبادل ان چیزوں کا مطالبہ کرتے ہو جو چھوٹے بڑے شہروں کے رہنے والوں کو حاصل ہے۔

جب تم اس مرتبے سے اترو گے جس کے تم حامل نہیں ہو تو تم اپنی خواہش و پسند کے مطابق پالو گے اور جن گھٹیا اور ردی غذاؤں کا تم نے ذکر کیا یہاں میں تمہارے لئے اس مطالبہ کو پورا نہیں کروں گا اور نہ ہی تمہیں تمہاری ایسی خواہشات پر پہنچا سکتا ہوں جو تمہیں مشقت میں ڈال دے۔

یہ تمام صفات مذکورہ جن کا ان سے صدور ہوتا رہا یہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ ممنوعہ چیزوں اور اپنے مطالبات سے باز آنے والے نہ تھے جیسا کہ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَطۡغَوۡا فِیۡهِ فَیَحِلَّ عَلَیۡكُمۡ غَضَبِیۡ وَمَنۡ یَّحۡلِلۡ عَلَیۡهِ غَضَبِیۡ فَقَدۡ هَوٰی (طٰہٰ ۸۱) ●

اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اترے اور جس پر میرا غضب اترا بے شک وہ گرا۔

یعنی وہ ہلاک ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہلاکت و بربادی اس کا مقدر کر دی اور جبار و مالک خدا کا غضب اس کے لئے اترا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وعید شدید کو بخشش و مغفرت سے ملا دیا ان کے لئے جو اس کی طرف رجوع لائیں اور توبہ کریں اور شیطان مردود کی پیروی پر مصر نہ رہیں۔

وَاِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی (طٰہٰ ۸۲)

اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رویت باری تعالیٰ کا مطالبہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً......... اِلَّامَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (اعراف ۱۴۲،۱۴۷)

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں تو اس کے رب کا وعدہ پوری چالیس رات کا ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا میری قوم پر میرے نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کی راہ کو دخل نہ دینا اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنی کلام سے تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں ہو اور ہم نے اس کے لئے تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اور فرمایا اے موسیٰ اسے مضبوطی سے لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا بے حکموں کا گھر اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بنے۔

اور جنہوں نے ہماری آیتیں اور آپ کے دربار کو جھٹلایا ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا انہیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو کرتے تھے۔

اسلاف کی ایک جماعت جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مسروق اور مجاہد علیہا الرضوان فرماتے ہیں کہ تیس راتوں سے مراد ذی قعدہ کا مکمل مہینہ ہے۔ ذوالحجہ کی مزید دس راتوں کو ملا کر مکمل چالیس ہوگئیں اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے قربانی کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اسی دن کو ہی اپنے محبوب مکرم سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے دین متین کی تکمیل فرمائی اور براہین وحجتوں سے اسے قائم ومضبوط کیا۔

مقصود یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مقررہ میعاد پوری فرمائی تو اس تکمیل میعاد کے دوران آپ مسلسل روزہ سے رہے مذکور ہے کہ آپ نے اس دوران کوئی کھانا تناول نہ فرمایا جب مہینہ مکمل ہوگیا تو آپ نے ایک درخت کا چھلکا لے

کر اسے چبایا تا کہ منہ سے خوشبو پیدا ہو اور بو دور ہو جائے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مزید دس دن تک انتظار کریں (روزہ رکھو تا کہ دوبارہ تمہارے منہ میں وہ مخصوص بو پیدا ہو)

اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن روزہ رکھا اسی لئے حدیث طیبہ میں ہے

ان خلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسك

روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

نائب موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر ہارون علیہ السلام

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جانے کا عزم فرمایا تو قوم بنی اسرائیل پر اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر کیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام آپ کے بڑے پیارے اور جلیل القدر بھائی تھے۔ ماں باپ کی طرف سے شریک (سگھے بھائی) اور منتخب قوم کی جانب دعوت دینے میں آپ کے نائب و وزیر تھے آپ نے انہیں تاکیدی حکم دیا یہ بات آپ کی نبوت کے علو منزلت کے منافی نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا

اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہو، یعنی اس وقت جس وقت پر آنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔

وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ

اللہ تعالیٰ نے پردے کے پیچھے سے ان سے کلام فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کے کلام کو سنا پھر اسے ندا کی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قربت خاص عطا فرمائی یہ وہ مقام رفیع ہے جہاں تک عقل وادراک کی رسائی ناممکن ہے اور یہ وہ منصب جلیلہ اور منزل منیف ہے جو ہر کسی کے مقدر میں کہاں

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی سلامتی اس پر دنیا و آخرت میں نازل ہوتی رہے۔

تیری آنکھ میں تاب نظارہ نہیں

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی کے مقام علو اور رتبہ عظیم سے نواز دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پردے کے پیچھے سے کلام الٰہی کو سن چکے تو دیدار الٰہی کے شوق نے مجبور کیا عرض کی الٰہ العالمین حجاب ہٹا دے میں تیرے جلوؤں کا نظارہ کرنا چاہتا ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کر دی کہ جنہیں مضبوط و مستحکم آنکھیں دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتیں۔

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ

عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔

پھر اللہ جل شانہ نے وضاحت فرمادی کہ تجلیات الٰہیہ کو کوئی برداشت نہیں کر سکتا یہ فلک بوس پہاڑ جو ذات و ثبات کے اعتبار سے انسان سے کس قدر قوی و مضبوط ہیں رحمٰن کی تجلی کی برداشت ان میں بھی نہیں ہے اسی لئے فرمایا:

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ

ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔

کتب سابقہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ کوئی زندہ مجھے دیکھ نہیں سکتا دیکھے گا تو وہ مر جائے گا اور اسی طرح اگر میری تجلی کسی خشک چیز پر پڑی تو وہ لڑھک جائے گی۔

صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حجاب الٰہی ایک نور ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ آگ ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ اس حجاب کو اٹھا دے تو اللہ تعالیٰ کی جہاں تک نظر الوہیت جائے گی وہاں تک کی مخلوق جل کے بھسم ہو جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں) کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ وہ نور الٰہی ہے کہ جب اس کی تجلی کسی چیز پر پڑتی ہے تو وہ اپنے آپ کو قائم نہیں رکھ سکتی۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ

پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضرت مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ

اس پہاڑ کی جانب دیکھو جو خلقت کے اعتبار سے تم سے بڑا اور قوی ہے یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے پہاڑ کی طرف دوڑے دیکھا تو پہاڑ آن واحد میں پاش پاش ہو گیا پہاڑ کی یہ حالت زار دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا)

تو اپنی چھوٹی انگلی (خنصر) سے اوپر والے پورے پر انگوٹھا رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اسقدر اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی ظاہر فرمائی تو پہاڑ تہہ نشین ہو گیا۔

حضرت سدی علیہ الرحمہ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی

عظمت چھوٹی انگلی کی مقدار پہاڑ پر ڈالی تو پہاڑ پاش پاش ہوگیا یعنی مٹی بن گیا۔

وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر موت واقع ہوگئی۔ لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے۔

فَلَمَّآ اَفَاقَ پھر جب غشی سے ہوش میں آئے تو عرض کی۔

سُبْحٰنَكَ پاکی ہے تجھے کہ عظمت وجلال کی بنا پر کسی میں تاب نظارہ کی طاقت نہیں۔

تُبْتُ اِلَیْكَ میں تیری طرف رجوع لایا اب یہ نظارہ دیکھنے کے بعد قطعاً میں دوبارہ مطالبہ نہ کروں گا۔

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

بے شک جو زندہ تجھے دیکھے وہ تیری تجلی کو برداشت نہ کر پائے گا بلکہ موت کی وادی میں اتر جائے گا اور ہر خشک چیز تیری تجلی کی برداشت کی تاب نہ لاتے ہوئے لڑھکتی پھرے گی۔

مقام عجز

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے انبیاء کرام پر فضیلت نہ دو بے شک یوم حشر لوگ بے ہوش ہوں گے سب سے پہلے جسے بے ہوشی سے افاقہ ہوگا وہ میں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تب میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کے پاؤں میں سے ایک پائے کو پکڑے ہوئے ہیں خدا معلوم انہیں مجھ سے پہلے افاقہ ہو چکا ہوگا یا کوہ طور پر تجلی ڈالنے کے وقت۔ بے ہوشی کی وجہ سے انہیں بے ہوش ہی نہ کیا جائے گا۔ (صحیحین)

یہ لفظ بخاری کے ہیں اور اس سے قبل وہ قصہ مذکور ہے کہ ایک انصاری صحابی نے ایک یہودی کے منہ پر تھپڑ رسید کیا تھا جب یہودی نے کہا تھا کہ نہیں قسم بخدا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں پر چن لیا ہے تب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاتخیرونی من بین الانبیا کہ مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دو۔

صحیحین میں ہی حضرت ابو ہریرہ سے اسی طرح حدیث مروی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہے لا یخیرونی علیٰ موسیٰ کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو آگے اسی طرح مکمل حدیث ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بطور عجز وانکساری کے ہے یا انبیاء کرام پر فضیلت سے روکنا اس وجہ سے تھا کہ دوسرے مذاہب کے لوگ عصبیت وغضب کا اظہار نہ کریں۔

یا اس لئے کہ تم پر تو یہ لازم نہیں کہ فضیلت کے فیصلے کرو بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان عطا ہے کہ وہ بعض کو بعض پر فضیلت سے نواز دیتا ہے اور یہ محض رائے سے ہی نہیں ملتا بلکہ شریعت پر موقوف ہے۔

اور جس شخص نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب تک آپ کو آپ کی فضیلت بارے آگاہ نہیں کیا گیا تھا پھر جب آپ کو مطلع فرمایا گیا تو یہ حکم منسوخ ہوگیا تو اس کے اس قول اور نظریے میں نظر اور کجی ہے کیونکہ یہ ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت غزوہ حنین کے آخر میں کی تھی یہ بات بعید از قیاس ہے کہ آپ کو اس کا علم اس کے بعد ہوا۔ (واللہ اعلم)

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ محبوب دوسرا سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر بلکہ افضل الخلائق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران ۱۱۵)

امت کا کمالِ شرف نبی کے کمال شرف کے بغیر کامل ومتحقق نہیں ہوتا۔

تواتر کے ساتھ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور اس پر کوئی فخر نہیں۔

(مجھے اس پر فخر نہیں کہ میں سردار ہوں گا بلکہ اولاد آدم کو فخر کرنا چاہیے کہ انہیں مجھ جیسا قائد میسر آئے گا)

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختصاص کو ذکر کیا کہ مجھے مقام محمود پر فائز کیا جائے گا اور یہ وہ مقام ہے جس پر اولین وآخرین رشک کریں گے اور انبیاء ورسل میں سے کوئی بھی اس تک رسائی نہ حاصل کر سکے گا حتیٰ کہ اولوالعزم اور کامل نبی حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت علیہم الصلوٰۃ بھی اس مقام سے دور ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ **فاکون اوّل من یفیق فاجد موسٰی باطشًا بقائمة العرش** کہ پہلا میں شخص ہوں جس کو افاقہ ہوگا اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کے پائے کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں پس خدا معلوم انہیں مجھ سے پہلے افاقہ نصیب ہوگا یا کوہ طور کی بے ہوشی کے عوض انہیں بے ہوش ہی نہ کیا جائے گا۔

تجلیات الٰہیہ کی تاب کس میں؟

یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عرصات قیامت میں ساری مخلوق اس وقت ہوش وحواس کھو بیٹھے گی جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمانے کے لئے تجلی کا ظہور فرمائے گا تو اس کی ہیبت وجلال اور عظمت وشان کی وجہ سے سب بے ہوش ہو جائیں گے سب سے پہلے جنہیں افاقہ ہوگا وہ خاتم الانبیاء محبوب خدا اور افضل الخلائق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہوش آتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیں گے کہ وہ عرش کے پائے کو تھامے کھڑے ہیں۔

رسول صادق علیہ التحیۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی دوسروں کی نسبت خفیف ہوگی کیونکہ دنیا میں انہوں نے اسی (ظہور تجلی) کے سبب بے ہوشی پالی ہے۔

یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بالکل وہ بے ہوش ہی نہ ہوں گے۔ اس اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا شرف واعزاز حاصل ہے لیکن اس سے من کل وجوہ مطلقاً شرف لازم نہیں آتا۔

قربان میں تیری بخشش یہ

جب کسی یہودی نے یہ کہا کہ **لا والذی اصطفی موسٰی علی البشر** کہ انسانوں پر سب سے زیادہ فضیلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے تو ایک انصاری صحابی نے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا تو مشاہدہ کرنے والوں کی نظر میں حضرت موسیٰ علیہ

السلام کے مقام میں کچھ کمی ظاہر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شرف و فضل کا بھرم قائم رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ مجھے انبیاء کرام پر فضیلت نہ دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں افضل البشر

قَالَ یٰمُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلَامِیْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنی کلام سے۔

یعنی اس زمانے میں نہ کہ اس سے قبل کے لوگوں سے کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ان سے افضل اس سے قبل گزر چکے تھے اور نہ ہی مابعد کے لوگوں سے کیونکہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں سے افضل ہیں جیسا کہ شب معراج تمام انبیاء ورسل پر ان کا شرف کمال ظاہر ہو چکا ہے۔

اور حدیث طیبہ ہے کہ سأ قوم مقاماً یرغب الی الخلق حتیٰ ابراھیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میں ایسے مقام پر کھڑا ہوں گا کہ مخلوق خدا حتیٰ کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام بھی مجھ پر رشک کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ

تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں ہو۔

یعنی جو رسالت وکلام میں نے تمہیں عطا فرما دی اسے لے لو اور اس سے زیادتی کا سوال نہ کرو اور انہی عطاؤں پر شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

وَکَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ

اور ہم نے اس کے لئے نفیس جو ہر کی تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل

صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات ان کے لئے اپنے ہاتھ سے لکھی جس میں گناہوں بارے نصیحتیں اور ہر اس چیز کی تفصیل تھی جس کی حلال وحرام میں ضرورت ہوتی ہے

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ اے موسیٰ علیہ السلام اسے عزم نیت صادقہ اور مضبوطی سے لے۔

وَاْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی اچھی باتوں کو بطریق احسن اختیار کریں۔

سَاُورِیْکُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا بے حکموں کا گھر

یعنی عنقریب تم میری طاعت سے روگردانی کرنے والوں، میرے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں اور میرے رسولوں کو جھٹلانے والوں کا انجام دیکھ لو گے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا۔

یعنی اپنی آیتوں کے فہم اس کے تدبر اور غور وفکر سے پھیر دوں گا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا

جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں اور سب معجزات کا مشاہدہ بھی کر لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں اور نہ ہی اس کی پیروی کے لئے کوشاں ہوں۔

وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا (اعراف ۱۴۶)

اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں یعنی نہ اس پر چلیں اور نہ ہی اتباع و پیروی کریں۔

وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا

اور اگر گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ہماری آیتوں کی تکذیب اور ان سے تغافل برتنے پر، حق و صداقت اور ان کے معانی پر غور و فکر سے اعراض کرنے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل ترک کرنے کی وجہ سے ہم نے انہیں پھیر دیا۔

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

اور جنہوں نے ہماری آیتیں اور آخرت کے دربار کو جھٹلایا ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا انہیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں گائے کی پوجا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ...... هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ (اعراف ۱۴۸تا۱۵۴)

اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس کی قوم اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا بیٹھی بے جان کا دھڑ گائے کی طرح آواز کرتا کیا نہ دیکھا کہ وہ ان سے نہ بات کرتا ہے اور نہ انہیں کچھ بتائے اسے لیا اور وہ ظالم تھے اور جب پچھتائے اور سمجھے کہ ہم بہکے بولے اگر ہمارا رب ہم پر مہر نہ کرے اور ہمیں نہ بخشے تو ہم تباہ ہوئے اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف پلٹا غصہ میں بھرا جھنجلایا ہوا کہا تم نے کیا بری میری جانشینی کی میرے بعد کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی اور تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا کہا اے میرے ماں جائے قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں تو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا اور مجھے ظالموں میں نہ ملا۔

عرض کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت کے اندر لے لے اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا بے شک وہ جو بچھڑا لئے بیٹھے عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچنا ہے دنیا کی زندگی میں اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بہتان بازوں کو اور جنہوں نے برائیاں کیں اور ان کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے تو اس کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ سورہ طٰہٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى...... وَسِعَ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا (طٰہٰ ۸۳تا۹۸)

اور تو نے اپنی قوم سے کیوں جلدی کی اے موسیٰ عرض کی کہ وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف پلٹا غصہ میں بھرا افسوس کرتا کہا اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کیا تم پر مدت لمبی گزری یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اترے تو تم نے میرا وعدہ خلاف کیا بولے ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے گہنے کے تو ہم نے انہیں ڈال دیا پھر اس طرح سامری نے ڈالا تو اس نے اس کے لئے ایک بچھڑا نکالا بے جان کا دھڑ گائے کی طرح بولتا تو بولے یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود تو بھول گئے تو کیا نہیں دیکھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کے کسی برے بھلے کا اختیار نہیں رکھتا اور بے شک ان سے ہارون نے اس سے پہلے کہا تھا کہ اے میری قوم یونہی ہے کہ تم اس کے سبب فتنے میں پڑے اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے تو

میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو بولے ہم تو اس پر آسن مارے جمے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ لوٹ کے آئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ہارون تمہیں کس بات نے روکا تھا جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا کہ میرے پیچھے آتے کیا تم نے میرا حکم نہ مانا کہا اے میرے ماں جائے تو میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب تیرا کیا حال ہے اے سامری بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو ایک مٹھی بھر لی فرشتے کے نشان سے پھر اسے ڈال دیا اور میرے جی کو یہی بھلا لگا کہا تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھو نہ جا اور بے شک تیرے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسن مارے رہا قسم ہے ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہائیں گے تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔

مذکورہ آیات طیبات میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے اس واقعہ کا تذکرہ فرما رہا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے کئے ہوئے مقررہ وعدہ کے مطابق کوہ طور پر تشریف لے گئے اور وہاں اپنے رب کی بارگاہ میں مناجات کرنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت ساری چیزوں کے بارے اللہ تعالیٰ سے سوالات کی صورت میں معروضات پیش کیں۔ اللہ تعالیٰ نے جوابات مرحمت فرمائے۔

سامری کی چالاکی

اسی دوران بنی اسرائیل میں سے ایک شخص ہارون سامری نے قوم سے وہ سارے زیورات لے لئے جو وہ قبطیوں سے ادھار مانگ کے لائے تھے ان زیورات کو اس سامری نے پگھلایا اور اس سے ایک بچھڑا تیار کر دیا اور بچھڑے کے اس ڈھانچے میں اس نے مٹی کی وہ مٹھی ڈال دی جو اس نے وہاں سے لی تھی جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کے نشانات لگتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو انہوں نے اس دن دیکھا تھا جس دن فرعون ان کے سامنے دریا کی موجوں میں غرق ہو گیا تھا۔

جب سونے سے تیار کئے گئے اس بچھڑے میں وہ مٹھی بھر خاک ڈالی گئی تو وہ حقیقی بچھڑے کی طرح بولنے لگا کہا جاتا ہے کہ وہ گوشت و پوست، خون کی روانی اور زندگی و جسامت کے اعتبار سے حقیقی بچھڑے میں تبدیل ہو گیا تھا، یہ قول قتادہ علیہ الرحمہ وغیرہ کا ہے۔

(حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں سے لگنے سے خاک حیات بخش ہو سکتی ہے تو جبرائیل کے خود قدموں کا کیا عالم ہوگا پھر جس دربار کا غلام جبرائیل ہے خود اس آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں کی برکات کیا ہوں گی)

یہ شان ہے خدمت گاروں کی، سرکار کا عالم کیا ہوگا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس بچھڑے کی ساخت اس قسم کی تھی کہ جب ہوا اس کے جسم میں دبر سے داخل ہو کر منہ سے نکلتی تو گائے کے بولنے کی طرح آواز پیدا ہو جاتی۔

جب بچھڑا آواز نکالنے لگا تو بنی اسرائیل کے اس اردگرد خوشیاں مناتے ہوئے رقص کرنے لگے۔

فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰـهُكُمْ وَاِلٰـهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ

بولے یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود تو بھول گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو ہمارے پاس موسیٰ علیہ السلام اسے وہاں ڈھونڈ رہے ہیں جبکہ رب اس کا یہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس سے جو وہ کہہ رہے تھے اس کے اسماء وصفات مقدسہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بطلان کو واضح فرما دیا جس میں وہ چلے جا رہے تھے اور جس حیوان اور شیطان مردود کو معبود بنا کر اس پر بھروسہ کئے بیٹھے تھے۔

سوچو! کیا جانور بھی خدا ہو سکتا ہے؟

اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

تو کیا نہیں دیکھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کے کسی برے بھلے کا اختیار نہیں رکھتا۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (اعراف ۱۴۸)

کیا نہ دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ انہیں کچھ راہ بتائے اسے لیا اور وہ ظالم تھے پس ذکر کیا کہ یہ تو محض حیوان ہے نہ تو کلام کر سکتا ہے نہ ہی کلام کا جواب دے سکتا ہے نہ نفع ونقصان کا مالک ہے اور نہ ہی سیدھی راہ بتا سکتا ہے جنہوں نے اسے معبود بنالیا وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور اپنے اسی کرتوت سے بخوبی آگاہ بھی ہیں کہ یہ جہالت وگمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ اور جب پچھتائے یعنی اپنے کئے پر نادم ہوئے۔

وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اور سمجھے کہ ہم بہکے بولے اگر ہمارا رب ہم پر مہر نہ کرے اور ہمیں نہ بخشے تو ہم تباہ ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپس تشریف آوری

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے دیکھا کہ قوم بچھڑے کی پوجا پہ کمر بستہ ہے آپ کے پاس وہ تختیاں تھیں جس پر تورات کے احکام لکھے ہوئے تھے غصہ کی وجہ سے آپ نے وہ تختیاں زمین پر پھینک دیں کہا جاتا ہے وہ تختیاں ٹوٹ گئیں۔

ایسے ہی اہل کتاب کے ہاں یہ بھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ان تختیوں کے متبادل اور تختیاں عطا فرما دی تھیں۔ لیکن قرآن پاک میں ایسی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے جو ان کے مذکورہ اقوال پر دلالت کرتی ہو مگر یہ تفصیل موجود ہے کہ جب آپ نے قوم کو گمراہی میں سرگرداں دیکھا تو مارے غضب کے تختیاں زمین پر گرا دیں۔

اہل کتاب یہ بھی کہتے ہیں کہ دو تختیاں تھیں جبکہ قرآن پاک کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے کہ دو نہیں بلکہ کئی ساری تختیاں تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب قوم کی گاؤ پرستی کی خبر دی تو محض خبر سننے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی خاص متاثر نہ ہوئے لیکن جب بحکم خدا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا (تو پھر غصہ پہ قابو نہ رکھ سکے)

اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالیشان ہے۔

لَیْسَ الخبر کالمعاینہ خبر مشاہدہ کی طرح نہیں ہوتی۔ (امام احمد، ابن حبان)
پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کی طرف متوجہ ہوئے اوران کے اسی فعل شنیع پر خوب ان کی زجر و توبیخ کی انہوں نے اس پر عذر بیان کیا جو کہ بالکل غلط تھا انہوں نے کہا

وَلٰكِنْ حَمَلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ

لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے گہنے کے تو ہم نے انہیں ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈالا۔ بنی اسرائیل کے لئے آل فرعون کے زیورات (جو مانگ کے لائے تھے) اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دے دیئے تھے باوجود اس کے اس کے مالک بننے کو گناہ سمجھتے ہوئے انہوں نے اسے تو اتار پھینکا لیکن اپنی جہالت، کم علمی اور کوتاہ عقلی کی بنا پر اس گناہ سے نہ بچ پائے جو انہوں نے انہیں زیورات سے بچھڑا بنا کر اللہ وحدہ لاشریک اور بے نیاز و قہار ذات کا شریک بنا کر اس کی پوجا پاٹ شروع کردی۔

حضرت ہارون علیہ السلام سے جواب طلبی

حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر ان سے مخاطب ہوئے فرمانے لگے۔

يَا هَارُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا اَلَّا تتبعن

اے ہارون تمہیں کس بات نے روکا تھا جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا کہ میرے پیچھے آتے اور مجھے آ کر آگاہ کرتے کہ قوم اس فعل شنیع میں مبتلا ہو رہی ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا

اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا میں نے تمہیں ان میں اپنا نائب و خلیفہ بنایا تھا تو انہیں چھوڑ کر میرے پاس آ گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت کے اندر لے لے اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔

ہارون علیہ السلام نے قوم کو سمجھانے کا حق ادا کیا تھا

حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اس عمل سے بڑی سختی سے منع کیا تھا اور بڑی شدت سے ان کی ڈانٹ ڈپٹ بھی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ

اور بے شک ان سے ہارون نے اس سے پہلے کہا تھا کہ اے میری قوم یونہی ہے کہ تم اس کے سبب فتنے میں پڑے۔
یعنی اس بچھڑے کا معاملہ اور اس کا حقیقی گائے کی طرح بولنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے آزمائش بنا دیا ہے۔
وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے یہ مورتی نہیں ہے۔
فَاتَّبِعُوْنِیْ تو جو میں تمہیں کہتا ہوں میری پیروی کرو۔
وَاَطِيْعُوْا اَمْرِیْ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى
اور میرا حکم مانو (بنی اسرائیل) بولے ہم تو اس پر آسن مارے جمے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ علیہ السلام لوٹ کے آئیں۔
حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور اللہ کافی ہے گواہ حضرت ہارون علیہ السلام نے تو انہیں اس سے روکا بھی تھا اور زجر و توبیخ بھی کی تھی لیکن قوم نے نہ ان کی بات مانی اور نہ ہی ان کی پیروی کی۔

سامری عدالت موسوی میں

حضرت ہارون علیہ السلام سے پوچھ گچھ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے۔
قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِیُّ
کہا اب تیرا کیا حال ہے اے سامری کس چیز نے تجھے اس فعل شنیع پر برانگیختہ کیا تھا۔
قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ
سامری بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا یعنی میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔
فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ
تو ایک مٹھی بھر لی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان سے
بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس سامری نے دیکھا کہ جہاں کہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے کھر لگتے ہیں وہ جگہ سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اس نے گھوڑے کے کھروں کے نشانات سے مٹھی بھر خاک لے لی پھر جب اس نے سونے کے بنائے ہوئے بچھڑے میں اس خاک کو ڈالا تو وہ گائے کے بولنے کی طرح بولنے لگا۔
اسی لئے اس نے کہا۔
فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ
پھر میں نے ڈال دیا اور میرے جی کو یہی بھلا لگا۔

سامری عذاب کی زد میں

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا (اے سامری) تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھو نہ جا۔

یہ سامری کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا تھی کہ وہ کسی کو چھو نہ سکے دنیاوی زندگی میں اس کے لئے یہ سزا مقرر ہو گئی کہ وہ کسی کو نہ چھو سکے اور نہ ہی کوئی اسے چھو سکے۔

(کیونکہ اگر وہ کسی انسان کو چھوتا تو اسے بڑی تکلیف ہوتی اگر کوئی انسان اس کے قریب آتا تو وہ دیوانوں کی طرح بھاگ کھڑا ہوتا۔)

اور پھر اخروی زندگی میں عذاب سے آگاہ کرتے ہوئے کہا

وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ

اور بے شک تیرے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا۔

وَانْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا

اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسن مارے رہا قسم ہے ہم اسے ضرور جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہائیں گے۔

معبود بچھڑا آگ کے انگاروں میں بھسم

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کی ڈانٹ ڈپٹ اور اس کے لئے بددعا کر کے اس بچھڑے کو لیا اور جلا کے ریزہ ریزہ کر دیا۔ قتادہ علیہ الرحمہ وغیرہ کا قول ہے کہ آگ سے جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا۔

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول ہے کہ ریتی وغیرہ کے ساتھ اسے ریزہ ریزہ کر دیا گیا۔ یہ قول اہل کتاب کی کتاب میں منصوص ہیں۔

پھر اسے دریا میں ڈال دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ اس دریا سے پانی پئیں جو کوئی اس بچھڑے کو پوجنے والا تھا بچھڑے کی راکھ اس کے ہونٹوں سے چمٹ گئی یہ اس کو پوجنے والوں کی علامت تھی اور یہ بھی مذکور ہے کہ ان کے رنگ پیلے پڑ گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام بارے خبر دیتا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل سے کہا

اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا

تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔

ان الذین اتخذو العجل سینا لھم غضب من ربھم وزلة فی الحیوة الدنیا و کذالك نجزی المفترین

بے شک وہ جو بچھڑا لے بیٹھے عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچنا ہے دنیا کی زندگی میں اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بہتان بازوں کو

بعض بزرگان کا کہنا ہے کہ و کذالك نجزی المفترین

قیامت تک ہر بدعتی کے لئے یہ تحریر ہے۔

رحمت الٰہیہ کا بحر بے کراں

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حلم، مخلوق پر رحمت اور بندوں پر احسان فرماتے ہوئے توبہ کرنے والوں کی توبہ کی قبولیت کی خبر دی فرمایا

والذین عملوا السیات ثم تابوا من بعد ھا و آمنوا ان ربك من بعد ھا لغفور الرحیم (اعراف ۱۵۳)

اور جنہوں نے برائیاں کیں اور ان کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے تو اس کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

لیکن بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی توبہ قبول نہیں کی مگر اس صورت میں کہ ایک دوسرے کو انہوں نے قتل کیا۔

واذقال موسیٰ لقومه.......... الخ (البقرہ ۵۴)

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دن صبح کے وقت ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں میں تلواریں تھام لیں جنہوں نے بچھڑے کی پوجا سے اعراض کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان پر کہر (دُھند) طاری فرما دی حتیٰ کہ کوئی بھی اپنے قریبی رشتہ دار اور نہ ہی کسی جان پہچان والے سے شناسا ہو سکتا تھا پھر یہ لوگ بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں قتل کرنے اور ان کی گردنیں اڑانے لگے ایک ہی صبح میں ستر ہزار بنی اسرائیل کی گردنیں تن سے جدا ہوئی تھیں۔

ولما سکت عن موسیٰ الغضب اخذ الالواح وفی نسختھا ھدیً ورحمة للذین ھم لربھم یرھبون (اعراف ۱۵۴)

اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے۔ ان کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

"وَفِیْ نُسْخَتِھَا" کے الفاظ سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ جب تختیاں گریں تو وہ ٹوٹ گئی تھیں ان کا استدلال محل نظر ہے کیونکہ اس لفظ میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے جو تختیوں کے ٹوٹنے پر دلالت کرتا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث فتون میں ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل کا بچھڑے کو پوجنا دریا عبور کرنے کے بعد تھا اور یہ بات بعید از قیاس نہیں کیونکہ

قالو یموسیٰ اجعل لنا الھا کما لھم الھة (اعراف ۱۳۸)

بولے اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لئے اتنے خدا ہیں۔

دریا عبور کرنے کے بعد بنی اسرائیل نے ایک قوم کو گائے کی پوجا کرتے ہوئے دیکھا تب یہ کہنے لگے کہ ہمیں بھی ایسا ہی معبود بنا دے۔ (العیاذ باللہ)

ایسے ہی اہل کتاب کے نزدیک ہے کہ بنی اسرائیل کا بچھڑے کو پوجنا بیت المقدس کے علاقے میں آنے سے پہلے تھا اور جب اس فعل شنیع پر انہیں قتل کا حکم ملا تو پہلے ہی دن تین ہزار افراد قتل کی بھینٹ چڑے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے بخشش واستغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میں داخل ہونے کی شرط پہ انہیں بخش دیا۔

ستر افراد کا قافلہ عذر خواہی کے لئے کوہ طور کی طرف رواں

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا...... اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف ۱۵۵تا۱۵۷)

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے لئے چنے پھر جب انہیں زلزلہ نے لیا موسیٰ نے عرض کی اے رب میرے تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بے شک ہم تیری طرف رجوع لائے فرمایا میرا عذاب میں جسے چاہوں دوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ جو غلامی کریں گے اور رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں اور انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے وہ اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

حضرت سدی علیہ الرحمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے کہ یہ ستر افراد بنی اسرائیل کے علماء تھے ان کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت یوشع علیہ السلام اور ناداب اور ابیھو تھے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں بنی اسرائیل کی جانب سے اس جرم پر عذر پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے جو جرم بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا کر کے کیا تھا۔

اس وفد کو حکم ملا کہ غسل وطہارت کریں خوشبو لگائیں بحکم الٰہی ان امور کی انجام دہی کے بعد جب پہاڑ کی جانب چلے اور اس کے قریب ہوئے تو پہاڑ کو بادلوں نے ڈھانک لیا اور اس میں نور کے ستون فروزاں ہونے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر چڑھے بنی اسرائیل نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بھی کلام الٰہی کی سماعت کی مفسرین کی ایک جماعت کی بھی یہی رائے ہے اور انہوں نے اس فرمان الٰہی کو اس پر محمول کیا ہے کہ

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۷۵)

اور ان میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے لازمی یہی مفہوم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ (التوبہ ٦)

تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے (یعنی یہ ضروری نہیں کہ انہوں نے براہ راست اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہو بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی سنا ہو کیونکہ سورۃ توبہ کی آیت طیبہ میں بھی یہی مراد ہے کہ کافرون تک کلام الٰہی پہنچا دو ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے کلام کو سنا تھا۔

بنی اسرائیل کا گمان یہ بھی ہے کہ ان ستر افراد نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ جب انہوں نے رویت باری تعالیٰ کا سوال کیا تھا تو انہیں زلزلہ نے آلیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ..... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرہ ۵۵،۵۶)

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے پھر میرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔

اور یہاں فرمایا:

فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرجفة قال رب لو شئت اهلكتهم من قبل و اياى - الايه

پھر جب انہیں زلزلہ نے لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب میرے تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا۔

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے ستر افراد کو منتخب فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اپنے جرم پر توبہ کرو اور اپنی قوم میں سے جنہیں پیچھے چھوڑے جا رہے ہو ان کے لئے بھی توبہ و استغفار کی التجا کرو بارگاہ الٰہیہ میں حاضری کے لئے روزہ رکھو خوب طہارت حاصل کرو اپنے کپڑوں کو پاک صاف کرو۔

اس اہتمام کے بعد یہ قافلہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے مقررہ وعدہ کے مطابق کوہ طور پر جانے کے لئے روانہ ہوا وہاں پر اللہ تعالیٰ کی اجازت و علم کے بغیر کوئی نہ آ سکتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان ستر آدمیوں نے مطالبہ کیا کہ وہ کلام الٰہی کو سنیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب ہوئے تو بادلوں کا ستون پہاڑ کی طرف آیا اور سارے پہاڑ پر چھا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب ہوئے اور بادلوں میں داخل ہو گئے قوم سے کہا تم بھی قریب ہو جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو رہے تھے تو آپ کے چہرہ مبارکہ پہ ایک ایسا چمکتا ہوا نور ظاہر ہو گیا تھا جسے اولاد آدم میں سے کسی کو دیکھنے کی طاقت نہ تھی آپ نے چہرہ پر حجاب ڈال لیا قوم میں سے منتخب افراد بادلوں میں داخل ہو کر سر بسجود ہو گئے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمکلامی کو سنا اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اوامر و نواہی کا حکم دے رہا تھا۔

جب سلسلہ کلام بند ہوا بادل چھٹ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان چیدہ افراد کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے کہا ہم تو ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو بظاہر دیکھ نہ لیں یہ کہنا تھا کہ انہیں جھٹکوں اور کڑک نے آلیا روحیں پرواز کر گئیں اور سب آغوش موت میں چلے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رب اعلیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے۔

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا

حضرت موسیٰ نے عرض کی اے رب میرے تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔

یعنی الٰہ العالمین تو اس کام پر ہماری گرفت نہ فرما جو ہماری قوم میں سے بے عقلوں نے بچھڑے کو پوج کر کیا بے شک ہم ان کے عملوں سے بری ہیں۔

حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور ابن جریج رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ زلزلہ کی زد میں وہ اس لئے آئے تھے کہ انہوں نے اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا سے روکنے کی زحمت گوارا نہ کی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ وہ نہیں مگر تیرا آزمانا یعنی یہ تیری طرف سے ان پر ابتلا و آزمائش تھی تو نے یہ ان کے لئے مقدر کر دیا تھا اور بچھڑے کے معاملہ کو تو نے ان کے لئے آزمائش بنایا تھا تاکہ تو آزمائے کہ کون اس فعل شنیع میں مبتلا ہوتا ہے اور کون بچتا ہے۔

حضرت ابن عباس، سعید بن جبیر، ابو العالیہ، ربیع بن انس رضی اللہ عنہم اور دیگر علمائے سلف و خلف نے آیت کی تفسیر یہی کی ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے بھی قوم سے یہی کہا تھا۔

قَالَ لَهُمْ هَارُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ (طٰہٰ ۹۰)

ان سے ہارون نے اس سے پہلے کہا تھا کہ اے میری قوم یونہی ہے کہ تم اس کے سبب فتنے میں پڑے یعنی تم آزمائش میں مبتلا ہوئے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی

تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ

تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے۔

یعنی تو چاہے تو اپنی آزمائش سے گمراہ کر دے اور جسے چاہے تو آزمائش میں سرخرو کر کے ہدایت عطا فرمادے تیرے لئے ہی حکم اور مشیت ہے تیرے فیصلوں اور حکم کو کوئی روکنے اور ٹالنے والا نہیں۔

اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ (اعراف ۱۵۵، ۱۵۶)

تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بے شک ہم تیری طرف رجوع لائے۔

یعنی ہم نے تیری بارگاہ میں رجوع کیا تو ہماری بخشش فرمادے۔

میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے

قَالَ عَذَابِيْ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میرا عذاب میں جسے چاہے دوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہیں۔ یعنی میں جسے چاہتا ہوں اسے مبتلائے عذاب کر دیتا ہوں ان امور کی وجہ سے جو میں نے پیدا کئے اور مقدر کئے ہیں وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہیں۔

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ جب آسمان وزمین کی تخلیق فرما چکا تو اس نے ایک تحریری لکھی جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ

ان رحمتی تغلب غضبی بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی ہے۔

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (اعراف ۱۵۶)

تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

یعنی جو ان صفات عالیہ سے متصف ہیں عنقریب میں حتمی طور پر ان کے لئے رحمت کو رقم کر دوں گا۔

امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ

اور وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔

آیت مذکورہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے جملہ مناجات اور راز و نیاز میں محبوب دوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کی توصیف کا ذکر ہے کہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کریں گے وہی رحمت الٰہیہ کے سزاوار ہوں گے۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ السلام نے بارگاہ الٰہ میں عرض کی یا رب العالمین توراۃ کی تختیوں میں میں نے ایسی امت کا تذکرہ پایا ہے جو ان سب امتوں میں جو ظاہر ہوں گی ان سے بہتر ہوگی لوگوں کو اچھائی کا حکم دے گی، برائی سے منع کرے گی، یا اللہ اس باوصف امت کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ وہ تو احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ عرض کی مولیٰ تعالیٰ توراۃ کی تختیوں میں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو سب سے آخر میں ہوگی لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی یا اللہ تو انہیں میری امت بنا دے۔

ارشاد ہوا: وہ میرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

عرض کی یا الٰہ العالمین توراۃ کی تختیوں میں میں نے ایسی امت کا تذکرہ پایا جن کے سینوں میں ان کی کتاب مبین (قرآن پاک) محفوظ ہوگی جسے وہ تلاوت کر کے اپنے باطن کو منور کریں گے حالانکہ ان سے ماقبل کی امتیں اپنی کتب کو دیکھ کر تلاوت کریں گے اور جب وہ اٹھ جائیں گے تو کوئی چیز بھی محفوظ نہ پائیں گے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو سابقہ امتوں میں سے کسی کو بھی عطا نہ ہوا۔ عرض کی مولا: انہیں میری امت بنا دے ارشاد ہوا: وہ تو میرے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ عرض کی: یا رحمٰن: توراۃ کی تختیوں میں میں ایسی امت کا

تذکرہ پاتا ہوں جو پہلی اور آخری تمام کتب پر ایمان رکھتی ہوگی، گمراہی کے خلاف جہاد اور کانے دجال کو واصل جہنم کرے گی انہیں میری امت بنادے ارشاد ہوا: اے موسیٰ وہ تو میرے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

عرض کی یارب کائنات: توراۃ کی تختیوں میں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو صدقات کو خود کھائیں گے ان پر بھی اس کا اجر ہوگا حالانکہ ان سے ماقبل امتیں جب صدقہ کیا کرتیں تو ان کی قبولیت کی علامت یہ ہوتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوتی آگ اس صدقہ کو کھا جاتی تو مقبول اور اگر آگ مسترد کردیتی تو مردود پھر اسے پرندے درندے نوچ جاتے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کے صدقات کو ان کے امراء سے لے کر غرباء کو دے دے گا۔

عرض کی الٰہ العالمین انہیں میری امت بنادے ارشاد ہوا نہیں وہ تو میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی مولائے کائنات میں نے توراۃ کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پایا ہے ان میں سے جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے گا پھر اسے عملی طور پر کرنہ پایا تو فقط نیت وارادہ کی بنا پر ہی ان کے نامہ اعمال میں نیکی درج کردی جائے گی اور اگر اس عمل صالح کو اس نے کرلیا تو دس گنا سے لے کر سات سو گنا اجر اسے ملے گا۔

عرض کی مولا: انہیں میری امت بنادے حکم ہوا نہیں وہ تو میرے صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

عرض کی: یا اللہ میں نے توراۃ کی تختیوں میں ایسی امت کا تذکرہ پایا ہے جو شفاعت کرے گی اور ان کے حق میں شفاعت قابل قبول ہوگی۔ انہیں میری امت بنادے۔

ارشاد ہوا کہ وہ تو میرے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینک دیں اور عرض کی کہ

اللھم اجعلنی من امة احمد

الٰہ العالمین پھر مجھے بھی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہونے کا شرف نصیب فرمادے۔

اکثر لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات بارے ذکر کیا ہے اور کئی ایسی چیزیں اس ضمن میں ذکر کردی ہیں جن کی کوئی اصل و بنیاد نہ ہے۔

اب ہم بعونہ تعالیٰ اس کی تائید و نصرت سے ان احادیث و آثار کو ذکر کریں گے جو اس بارے وارد ہوئیں۔

جنت میں ادنیٰ و اعلیٰ مرتبہ پر فائز

حافظ ابو حاتم محمد بن حاتم بن حبان علیہ الرحمہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں۔

مطرف بن طریف اور عبدالملک بن ابجر علیہما الرضوان جو کہ دونوں صالح اور بزرگ شخصیات ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نے شعبی علیہ الرحمہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ برسر منبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی بیان فرمارہے تھے کہ:

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے عرض کی اہل جنت میں سے کون شخص سب سے کم تر درجہ پر ہوگا

رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص یحییٰ ہے۔ اہل جنت کے جنت میں داخل ہو جانے کے بعد اسے کہا جائے گا کہ تو بھی جنت میں داخل ہو جا وہ عرض کرے گا کہ جنتی لوگ اپنے مراتب اور منازل پہ جا چکے میں جنت میں کہاں جاؤں پھر اس آدمی سے کہا جائے گا کیا تو اس پر راضی ہے کہ تجھے جنت میں اس قدر عطا کر دیا جائے جتنا دنیا کے بادشاہوں سے کسی بادشاہ کے پاس ہوتا ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ ہاں یارب العالمین پھر اسے کہا جائے گا کہ اس قدر یہ اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور عطا کیا جاتا ہے وہ شخص عرض کرے گا الٰہ العالمین میں راضی ہوں۔

پھر اسے کہا جائے گا تیرے لئے اس کے ساتھ وہ کچھ بھی ہم نے عطا کر دیا جس کی تجھے خواہش ہے اور جو تیری آنکھوں کو بھلا لگتا ہے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہ العالمین اہل جنت میں سے بالا مرتبہ پر فائز کون سا آدمی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عنقریب میں ان کے بارے تجھے بتا دوں گا میں نے اس کی عزت وکرامت کو اپنے ہاتھوں سے کاشت کر دیا اور اس پر کرامت وعظمت ختم ہوگئی اور اسے وہ اعزاز کرامت نصیب کیا کہ جس مرتبہ کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بندہ بشر کے دل میں اس کا خیال گزرا اور اس مقام ومرتبہ کا مصداق اللہ تعالیٰ کی کتاب مبین میں ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (السجدہ ۱۸)

تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے۔

ایسے مسلم وترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سفیان ابن عیینہ علیہ الرضوان سے روایت کیا مسلم شریف کے الفاظ ہیں کہ اس بندہ سے کہا جائے گا۔

کیا تو اس پر راضی ہے کہ تیرے لئے جنت میں سے دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے ملک کی مثل عطا کر دیا جائے وہ عرض کرے گا مولا تعالیٰ میں راضی ہوں پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے لئے یہ اور اس جتنا اور پھر اس جتنا اور پھر اس جتنا اور پھر اس جتنا اور ہے وہ آدمی پانچویں مرتبہ یہی عرض کرے گا کہ یا اللہ میں راضی ہوں۔

پھر اسے کہا جائے گا کہ یہ بھی تجھے عطا کیا اور اس سے دس گنا اور تجھے عطا کیا اور تیرے لئے تیری خواہشات کے مطابق بھی ہے اور وہ کچھ بھی جس سے تیری آنکھوں کو لذت وسکون حاصل ہو وہ عرض کرے گا یا اللہ میں راضی ہوں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اہل جنت میں سے بلند مرتبہ پر فائز کون ہوگا؟ فرمایا کہ جس کی عزت وکرامت کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بونے کا ارادہ فرمالیا اور پھر اس پر کرامتیں ختم ہوگئیں وہ کرامتیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ اس کے تذکرے کسی کان نے سنے اور نہ ہی اس کا خیال کسی بندہ بشر کے دل میں آیا

فرمایا کہ اس کا مصداق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (السجدہ ۱۸)

تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے۔

کلیم اللہ کا چھ خصلتوں کے بارے دریافت کرنا

ابن حبان نے مذکورہ عنوان کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث طیبہ ذکر کی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چھ خصلتوں کے بارے دریافت کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیال تھا کہ وہ خصلتیں ان میں موجود ہیں اور خالص ان کے لئے ہیں جبکہ ساتویں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام ناپسند فرماتے تھے۔

عرض کی یا الٰہ العالمین تیرے بندوں میں سے سب سے زیادہ متقی کون ہے؟

ارشاد: جو ذکر الٰہی میں محو ہے اور فراموش نہ کرے۔

عرض: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ کون ہے؟

ارشاد: جو ہدایت کی اتباع و پیروی کرے۔

عرض: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ فرمانے والا کون ہے؟

ارشاد: جو اوروں کے لئے بھی اسی طرح فیصلہ کرے جس طرح اپنی ذات کے لئے فیصلہ کرتا ہے۔

عرض: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟

ارشاد: وہ دعا جو علم سے سیراب نہ ہوتا ہو اور لوگوں کے علم سے ہر وقت خوشہ چین ہو۔

عرض: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ صاحب عزت کون ہے؟

ارشاد: وہ کہ جب وہ انتقام لینے پر قادر ہو لیکن معاف کر دے۔

عرض: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ غنی کون ہے؟

ارشاد: جو عطائے الٰہی پر راضی ہو۔

عرض: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ محتاج کون ہے؟

ارشاد: جو کم مال والا ہو۔

رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ غنی وہ نہیں جو مضبوط پیٹھ والا اور کثرت مال والا ہو بلکہ غنا تو نفس غنا سے ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی چاہتا ہے تو اس کے نفس میں غنا اور دل میں تقویٰ پیدا فرما دیتا ہے اور جب کسی بندے سے بھلائی نہیں چاہتا تو اس کے فقر کو اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔

ابن حبان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صاحب منقوص (کم مال والا) سے مراد ابتر حالت والا ہے۔ جو عطاؤں کو قلیل سمجھتا ہے اور کثرت کی طلب میں رہتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے علاوہ یہ بھی عرض کیا تھا کہ یا اللہ تیرے بندوں میں سب سے زیادہ عالم کون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگوں کے علم کے خرمن میں سے خوشہ چین رہتا ہے اس امید پر کہ اسے کوئی ایسا کلمہ میسر آ جائے جو اسے ہدایت سے ہمکنار اور ہلاکت سے بری کر دے۔

پھر عرض کی: اے میرے مولا کیا روئے زمین پر مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے؟

ارشاد ہوا کہ ہاں حضرت خضر علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی ملاقات کی خواہش ظاہر کی جس کا تذکرہ ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی ابن حبان علیہ الرحمہ کی ذکر کردہ حدیث مبارکہ کے ہم معنی حدیث پاک بیان کی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ تیرا مومن بندہ دنیا میں بڑی تنگدستی میں گزر بسر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے باب جنت کو کھول دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا حکم ہوا اے موسیٰ یہ وہ جنت اور اس کی آسائشیں جو میں نے مومن بندہ کے لئے تیار کی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا الہ العالمین تیرے عزت وجلال کی قسم اگر ہاتھ پاؤں کاٹ کر کائنات عالم کی تخلیق سے لے کر قیامت تک اسے زمین پہ گھسیٹا جاتا رہے تو جنت کے اس ٹھکانہ کو دیکھ کر اسے ذرہ بھی تکلیف کا احساس نہ رہے گا۔

پھر عرض کی کہ مولا تعالیٰ تیرا کافر بندہ تو دنیا میں بڑی خوشحالی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے جہنم کے دروازے کو کھول دیا اور فرمایا: اے موسیٰ! یہ میں نے اس کافر کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب العالمین تیرے عزت وجلال کی قسم اگر یہ کشادگی اور خوشحالی مخلوق کی تخلیق سے لے کر قیامت تک اسے میسر رہے جب یہ ٹھکانہ دیکھے تو سب خیر بھلائی اس کو بھول جائے۔

افضل الذکر لا الہ الا اللہ

ابن حبان علیہ الرحمہ، حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا بارگاہ الٰہی میں سوال کرنا کہ ایسا ورد بتادے جو ہر وقت ذکر کرتا رہوں۔ کے عنوان کے تحت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے کوئی ایسا وظیفہ تعلیم فرمادے جسے میں ذکر کرتا اور تجھے پکارتا رہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ کہہ لا الہ الا اللہ

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یہ تو تیرا ہر بندہ کہتا ہے۔

حکم ہوا: کہہ لا الہ الا اللہ

عرض کی: میں چاہتا ہوں کہ مخصوص وظیفہ ہو جسے میں ہی پڑھوں۔

حکم ہوا: اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور مذکورہ کلمہ کو دوسرا پلڑے میں تو کلمہ والا پلڑا وزنی ہوگا اور جھکتا چلا جائے گا۔

حدیث بطاقہ بھی اس کی شہادت فراہم کرتی ہے۔ سنن میں مروی حدیث بھی اسی معنی کے قریب قریب ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افضل دعا عرفہ کی دعا ہے اور افضل کلمہ وہ ہے جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیاء کرام نے ذکر کیا وہ کلمہ یہ ہے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ لَـهُ الْمُلْكُ وَلَـهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ

ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ آیت الکرسی کی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا تمہارا رب سوتا بھی ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ خوف خدا کرو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا کی۔ اے موسیٰ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہارا رب سوتا بھی ہے تو ایسا کرو کہ دو شیشے ہاتھ میں پکڑ کر رات کو کھڑے ہو جاؤ حضرت موسیٰ نے ایسا ہی کیا جب رات کا تہائی حصہ گزر گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آ ئی آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے پھر سنبھلے اور دونوں ہاتھوں میں انہیں مضبوطی سے تھام لیا حتیٰ کہ جب رات کا آخری حصہ ہوا پھر اونگھ آ گئی دونوں شیشے ہاتھ سے چھوٹے اور ٹوٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اگر میں سو جاؤں تو آسمان و زمین کا نظام درہم برہم ہو جائے جس طرح اونگھ آنے سے تمہارے ہاتھوں سے شیشے ٹوٹ کر کرچیوں میں تبدیل ہو گئے ہیں اسی طرح نظام زندگانی بھی تباہ و برباد ہو جائے گا۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر آیت الکرسی نازل فرمائی۔

ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ منبر شریف پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرما رہے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ کیا اللہ عزوجل سوتا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا جس نے آپ کو تین راتوں تک نیند سے جدا رکھا پھر آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو شیشیاں تھما دیں اور کہا کہ ان دونوں کی حفاظت کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیند آنے لگی قریب تھا کہ دونوں ہاتھ ٹکرا جاتے آپ بیدار ہو گئے دونوں ہاتھ ایک دوسرے تک پہنچنے سے رک گئے پھر نیند نے غلبہ کیا دونوں ہاتھ ٹکرائے اور شیشیاں ٹوٹ گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بتائی کہ اگر وہ سو جائے تو آسمان و زمین کا نظام برقرار نہ رہ سکے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ .... لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (البقرہ ۶۳، ۶۴)

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا تو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ٹوٹے والوں میں ہو جاتے۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (اعراف ۱۷۱)

اور جب ہم نے پہاڑ ان پر اٹھایا گویا وہ سائبان ہے اور سمجھے کہ وہ ان پر گر پڑے گا تو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور یاد کرو جو اس میں ہے کہ کہیں تم پرہیزگار رہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر سلف صالحین فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تختیاں لے کر آئے جن میں توراۃ لکھی ہوئی تھی تو قوم کو حکم دیا کہ اسے قبول کرو اور اس کے مضامین کو عزم و ہمت اور قوت سے یاد کرلو۔

انہوں نے کہا ہم پر انہیں کھول کر بیان کرو اگر تو اوامر و نواہی آسان ہوئے تو ہم ضرور قبول کرلیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بلکہ اس میں جو کچھ بھی ہے وہ تمہیں قبول کرنا ہوگا قوم نے دوبارہ اسی بات کو دھرایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ انہوں نے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر معلق کردیا گویا کہ وہ سائبان بن گیا یعنی اس طرح کہ جس طرح ان کے سروں پر بادل ہوں۔

انہیں کہا گیا کہ اگر تم نے توراۃ کے احکام کو قبول نہ کیا اور اس کے مضامین کو یاد نہ کیا تو یہ پہاڑ تم پر گرادیا جائے گا۔ انہوں نے مارے خوف کے قبول کرلیا پھر انہیں حکم ہوا کہ سجدہ کرو انہوں نے سجدہ کیا لیکن ایک جبڑے کو پہاڑ کی جانب کرکے کن اکھیوں سے دیکھنے لگے (کہ کہیں پہاڑ ان پر گرتا تو نہیں) آج تک یہودیوں کے سجدہ کا یہی انداز ہے اور وہ کہتے ہیں اس سجدہ سے بڑھ کر کوئی سجدہ نہیں جس نے ہمیں عذاب سے نجات دی۔

ابوبکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کے احکام کو بیان کیا تو روئے زمین پر کوئی پہاڑ، درخت اور پتھر ایسا نہیں تھا جو لرزنے لگا اور روئے زمین پر کوئی چھوٹا بڑا یہودی ایسا نہ تھا کہ جس پر توراۃ کی تلاوت کی گئی ہو اور وہ لرز براندام نہ ہوا ہو اور اس کا سر ہلا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ پھر اس کے بعد یعنی اس میثاق عظیم اور بہت بڑے معاملہ کے مشاہدہ کے بعد تم نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا اور روگردانی کی۔

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

اگر تم پر انبیاء کرام کو بھیج کر اور کتاب کو نازل فرما کر تم سے عذاب کو ٹال کے اللہ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی تو **لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ** تو تم خسارہ پانے والوں میں سے ہوجاتے۔

بنی اسرائیل کی گائے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ..................لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (بقرہ ۶۷ تا ۷۳)

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا کہ خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے گائے کیسی (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا وہ (اللہ) فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے ہمیں بتا دے کہ اس کا رنگ کیا ہے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک پیلی گائے ہے جس کی رنگت ڈہڈہاتی ہے دیکھنے والوں کو خوشی دیتی بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لیے صاف بیان کر دے وہ گائے کیسی ہے بے شک گائیوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یونہی مردے جلائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو۔

حضرت ابن عباسؓ عبیدہ سلیمانی ابو العالیہ مجاہد اور سدی علیہم الرضوان اور دیگر کئی ایک اسلاف فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا صاحب ثروت تھا اس صاحب دولت معمر آدمی کے کئی سارے بھتیجے تھے وہ ہمہ وقت اس کے مرنے کے منتظر رہتے تا کہ اس کی وراثت کو ہتھیا لیں بالآخر ان بھتیجوں میں سے ایک نے اسے قتل کر کے ایک شاہراہ پر پھینک دیا کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی شخص کے دروازے کے سامنے پھینک دیا گیا صبح ہوئی تو لوگ اس بارے آپس میں جھگڑنے لگے اس کا ایک بھتیجا آ کر چیخنے چلانے لگا اور ظلم کی شکایت کرنے لگا لوگوں نے کہا کہ آپس میں جھگڑا کس لیے کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے بھتیجا آیا اور اس نے اپنے چچا کے معاملہ کی شکایت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس مقتول کے معاملہ میں کسی ایک کو علم ہو مگر وہ ہمیں آگاہ کر دے اللہ تعالیٰ اس آدمی کی تشہیر فرما دے گا۔

بنی اسرائیل نے کہا کہ آپ اس بارے اللہ تبارک و تعالیٰ سے پوچھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً قَالُوْا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا

خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں۔

ان کی مراد تھی کہ ہم آپ سے اس مقتول کے بارے سوال کرتے ہیں اور آپ ہمیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں یعنی خدا کی پناہ کہ میں اللہ کے بارے وحی الٰہی کے بغیر کوئی بات کہوں تمہارے دریافت کرنے پر جب میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال عرض کیا تو اس نے مجھے یہی جواب مرحمت فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس، عبیدہ، مجاہد، عکرمہ، سدی، ابوالعالیہ علیہم الرضوان اور دیگر کئی ایک مفسرین کا کہنا ہے کہ اگر وہ کسی ایک گائے کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیتے تو انہیں مقصود حاصل ہو جاتا لیکن انہوں نے سخت رویہ اختیار کیا تو ان پر بھی سختی آتی گئی۔

انہوں نے گائے کی صفت پھر اس کے رنگ کے بارے پھر اس کی عمر کے بارے سوالات کیے تو انہیں مشقت میں مبتلا ہونیوالے جوابات دیئے گئے۔

امام ابن کثیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کا تذکرہ بالتفصیل تفسیر ابن کثیر میں کر دیا ہے۔

مقصد یہ کہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ درمیانی عمر کی گائے کو ذبح کریں جو نہ تو بوڑھی ہو اور نہ ہی بالکل کم سن ابن عباس، مجاہد، ابو العالیہ، عکرمہ، حسن، قتادہ علیہم الرضوان اور مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ پھر انہوں نے سخت سوالات کیے اور اپنے آپ پر تنگی اور مشکلات پیدا کر لیں گائے کے رنگ کے بارے پوچھنا شروع کر دیا انہیں حکم ملا کہ پیلی رنگ کی ہو جو رنگ ڈہڈہاتا ہو یعنی سرخ مشروب جیسا جو دیکھنے والوں کو خوشی دیتا ہے اور یہ بڑا پیارا رنگ ہے۔

پھر مزید مشکل چاہی کہا:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا ھِیَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَہَ عَلَیْنَا وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَمُھْتَدُوْنَ

بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لیے صاف بیان کر دے کہ وہ گائے کیسی ہے بے شک گائیوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا ہے اور اگر اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے

حدیث شریف میں ہے جسے ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ اگر بنی اسرائیل انشاء اللہ کا کلمہ استعمال نہ کرتے تو کبھی بھی اپنی مراد تک نہ پہنچ پاتے لیکن اس کی صحت میں نظر ہے واللہ اعلم

قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ مُسَلَّمَۃٌ لَّا شِیَۃَ فِیْھَا قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْھَا وَمَا کَادُوْ یَفْعَلُوْنَ (البقرۃ ۷۱)

موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

اور یہ صفات گزشتہ صفات سے بھی زیادہ سخت ہے کہ انہیں حکم دیا کہ ایسی گائے ذبح کرو جس سے خدمت نہ لی گئی ہو نہ تو کھیتی

باڑی میں جوتا گیا ہو اور نہ ہی رہٹ پر جوت کر زمین کو سیرابی کیلئے مشقت لی گئی ہو وہی صحیح سلامت اور بے عیب ہو۔

ابو العالیہ اور قتادہ علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ **لا شبت فیھا** سے مراد ہے کہ اس میں اس مذکورہ رنگ کے سوا کوئی دوسرا رنگ نہ ہو بے عیب ہو کسی اور رنگ کی آمیزش نہ ہو جب ان اوصاف وصفات کے ساتھ مقید کر دیا گیا تو انہوں نے کہا

قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

بولے اب آپ ٹھیک بات لائے

والدین کی فرمانبرداری کا صلہ

کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کو مذکورہ صفات سے متصف گائے کہیں میسر نہ آئی مگر ایک ایسے نوجوان کے پاس جو اپنے ماں باپ کا بڑا فرمانبردار تھا بنی اسرائیل نے اس سے گائے مانگی اس نے انکار کر دیا۔

(یہ نوجوان ایک یتیم لڑکا تھا ماں کی اجازت کے بغیر وہ اس گائے کا سودا کرنے کا روادار نہ تھا ان کے بار بار کے مطالبہ پر ماں کی اجازت سے ان کا سودا طے ہوا۔

بنی اسرائیل نے گائے کی قیمت میں اضافہ کیا حتیٰ کہ سدی علیہ الرحمہ کی تفسیر کے مطابق گائے کے وزن کے برابر سونا کی پیشکش کی گئی تب بھی اس نوجوان نے انکار کر دیا یہاں تک کہ گائے کے وزن سے دس گنا زائد سونا دے کر بنی اسرائیل نے گائے خرید لی۔

مقتول زندہ ہو گیا

مذکورہ صفات سے متصف گائے خرید کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے آپ علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ گائے ذبح کرو۔

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ

تو اسے انہوں نے ذبح کیا اور وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

یعنی وہ اس معاملہ میں متردد تھے پھر انہیں بارگاہ الٰہی سے یہ حکم ملا کہ اس گائے کا بعض حصہ اس مقتول کو ماریں گائے کا وہ ٹکڑا کس چیز کا تھا۔

۱۔ بعض نے کہا کہ وہ گائے کی ران تھی۔

۲۔ وہ ہڈی تھی جو ناک یا کان کی نرم ہڈی سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔

۳۔ دونوں کندھوں کے درمیان کا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

بہر حال جب اس مقتول کو گوشت کا ٹکڑا لگا اللہ تعالیٰ نے اس مقتول کو زندہ فرما دیا وہ کھڑا ہوا اور اس کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہارا قاتل کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھتیجا میرا قاتل ہے اتنی بات بتانے کے بعد پھر وہ آغوش موت میں چلا گیا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (البقرہ ۷۳)

اللہ یونہی مردے جلائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو جس طرح تم نے مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اس مقتول کو زندہ فرما دیا ایسے جب چاہے تمام مردوں کو زندہ فرما دے اور ان کو زندہ بھی آن واحد میں فرما دے گا۔

جیسا کہ اس کا ارشاد ہے

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان ۲۸)

تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ .... مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا (الکہف ۶۵ تا ۸۲)

اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں چلا جاؤں پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس نے سمندر میں اپنی راہ لی سرنگ بناتی پھر جب وہاں سے گذر گئے موسیٰ علیہ السلام نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بے شک ہمیں اپنے سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا مذکور کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی اچنبھا ہے موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا اس سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کیخلاف نہ کروں گا کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے اس بندہ نے اسے چیر ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بے شک یہ تم نے بری بات کی کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم نے ایک ستھری بے جان کسی جان کے بدلے قتل کر دی بے شک تم نے بہت بری بات کی کہا میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے کہا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان دہقانوں سے کھانا مانگا انہوں نے انہیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے اس بندہ نے اسے سیدھا کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے کہا یہ میری اور آپ کی جدائی ہے

اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کروں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھادے تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا یہ پھیر ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنیوالے کون سے موسیٰ علیہ السلام تھے؟

بعض اہل کتاب کا کہنا ہے کہ جس موسیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کیلئے سفر کیا تھا وہ موسیٰ بن میشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام تھے ان کی اتباع بعض ان لوگوں نے بھی کی ہے جو اہل کتاب صحائف اور ان کی کتب سے روایات کو نقل کرتے ہیں ان میں سے نوف بن فضالہ الحمیری الشافی البکالی بھی ہے وہ دمشقی بھی کہلاتے ہیں ان کی والدہ کعب احبار رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔

لیکن صحیح وہی ہے جس کی تصدیق قرآن پاک کے سیاق اور حدیث صحیح سے ہوتی ہے اور اس پر اتفاق بھی ہے۔ کہ وہ موسیٰ بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت سعید بن جبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بکالی کا گمان ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنیوالے بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ موسیٰ بن میشا ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دشمن خدا نے غلط بیانی کی ہے بلکہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن بنی اسرائیل کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی دوران کسی نے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اظہار خفگی فرمایا کہ علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرا ایک بندہ مجمع البحرین (دریاؤں کے سنگم) میں ہے جو تجھ سے زیادہ صاحب علم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اشتیاق ملاقات ہوا عرض کی یا اللہ میں اسے کیسے مل سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی لے لو (اسے پکا کر) اپنی زنبیل میں ڈال لو جہاں کہیں مچھلی گم ہو جائے وہی میرے بندہ کی جائے سکونت ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لی اسے زنبیل میں ڈالا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کا خادم یوشع بن نون حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش کیلئے نکل پڑے حتیٰ کہ ایک چٹان پر جا کر سر رکھا اور دونوں محو استراحت ہوگئے مچھلی زنبیل میں متحرک ہوئی نکلی اور دریا میں چلی گئی اور سمندر میں سرنگ بناتی ہوئی غائب ہوگئی اللہ تعالیٰ نے جاری پانی کو روک دیا اور مچھلی کیلئے وہ طاق کی

طرح بن گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے آپ کے خادم یوشع بن نون مچھلی بارے بتانا بھول گئے اور دونوں نے شب وروز باقی اوقات میں سفر جاری رکھا حتیٰ کہ جب اگلا روز آیا تو

قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بے شک ہمیں اپنے سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو مشقت وتھکاوٹ محسوس نہ کی لیکن جب اس جگہ سے تجاوز کر گئے جہاں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا تو پھر مشقت محسوس کرتے ہوئے کھانا طلب فرمایا تو خادم نے جواب دیا

اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا

بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا مذکور کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی اچنبھا ہے۔

مچھلی کا سرنگ بناتے ہوئے پانی میں غائب ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خادم یوشع بن نون کیلئے تعجب خیز تھا

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے دونوں حضرات اپنے قدموں کے نشانات پر واپس پلٹ پڑے جب اس چٹان کے قریب پہنچے جہاں محو استراحت ہوئے تھے تو وہاں دیکھا ایک شخص کپڑا اوڑھے تشریف فرما ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ تمہاری سرزمین پر سلام کیسے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ علیہ السلام؟ کہا کہ ہاں میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ تم مجھے سکھا دو وہ نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے جو علوم ومعرفت کے خزانے مجھے عطا فرمائے ہیں آپ کے پاس وہ نہیں اور جو علوم ومعرفت آپ کو نصیب ہوئے اس سے میں واقف نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا

سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ اَمْرًا

عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کیخلاف نہ کروں گا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں کہا:

فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَا تَسْـَٔلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا

تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں فَانْطَلَقَا اب دونوں سمندر کے ساحل پر چل پڑے ایک کشتی گزر رہی تھی انہوں نے کشتی والے سے کہا کہ انہیں بھی سوار کر لے کشتی والوں نے حضرت

خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کسی کرایہ کے انہیں سوار کر لیا جب دونوں کشتی میں سوار ہو گئے کشتی رواں ہوئی تو حضرت خضر علیہ السلام کلہاڑے کے ساتھ کشتی کے ایک پھٹے کو اکھیڑنے لگے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا کہنے لگے ایسی قوم جس نے ہمیں بغیر کرائے کے کشتی پر سوار کیا آپ نے ان کی کشتی کو توڑنا شروع کر دیا تاکہ

لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا

اس کے سواروں کو ڈوبا دو بے شک یہ تم نے بری بات کی کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارکہ ہے کہ

وَكَانَتِ الْاُوْلٰى مِنْ مُوْسٰى نِسْيَانًا

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلی بھول تھی اسی دوران ایک چڑیا آئی اور کشتی کے ایک کنارے پر بیٹھ کر سمندر سے چونچ سے پانی لینے لگی حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا اور تیرا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے پانی کے سامنے اس چڑیا کی چونچ کا پانی۔

پھر کشتی سے نکل کر دونوں ساحل کنارے چلنے لگے اسی دوران حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو دوسرے بچوں سے کھیلتا ہوا دیکھا حضرت خضر علیہ السلام نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور ہاتھوں سے اس کی گردن کو مسل کر اسے قتل کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر نہ رہا گیا کہا۔

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا

کیا تم نے ایک ستھری جان بے کس جان کے بدلے قتل کر دی بے شک تم نے بہت بری بات کی کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔

اور یہ پہلے سے بھی زیادہ شدید عمل تھا۔

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةِ اسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان دھقانوں سے کھانا مانگا انہوں نے انہیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے ساتھ فَاَقَامَهٗ اسے سیدھا کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے خضر! ایسی قوم جس نے ہمیں کھانا دینا گوارا نہیں کیا اور ہماری میزبانی نہ کی

لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا

تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے کہا یہ میری اور آپ کی جدائی ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کاش موسیٰ علیہ السلام صبر فرماتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں کی مزید خبروں سے آگاہ فرمادیتا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت طیبہ؟

وَكَانَ وَرَاءَ هُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا کو یوں پڑھا کرتے تھے۔

وَكَانَ اَمَامُهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا اور

وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنِيْنَ کو یوں قرات کرتے تھے۔

وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنِيْنَ

پھر امام بخاری علیہ الرحمہ نے اسی اسناد سے انہی الفاظ میں روایت کی اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہوئے آپ کے ساتھ یوشع بن نون تھے اور ان دونوں کے پاس ایک مچھلی تھی چلتے چلتے وہ ایک چٹان کے پاس پہنچے وہاں انہوں نے قیام کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سر رکھا اور آغوش نیند میں چلے گئے۔

سفیان کہتے ہیں عمرو کے سوا کی حدیث میں کہ اس چٹان کی تہہ میں ایک چشمہ تھا جسے حیاۃ (زندگی) کہا جاتا تھا اس کا پانی جب کسی چیز کو لگتا تو وہ زندہ ہو جاتی اس چشمے کا پانی جب مچھلی کو لگا کہتے ہیں کہ وہ متحرک ہوئی زنبیل سے نکلی اور سمندر میں غائب ہوگئی جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے۔

قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا

تو اپنے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ اس کے بعد پھر حدیث کو بیان کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ کشتی کے کنارے پر ایک چڑیا آ کر بیٹھ گئی اور اپنی چونچ سے پانی بھرنے لگی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے پانی سے اس چڑیا کی چونچ کا پانی'' اور آگے مکمل حدیث بیان کی ہے۔

مچھلی کی کہانی امام بخاری کی زبانی

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی۔ ہشام بن یوسف کہ انہیں ابن جریج نے خبر دی وہ کہتے ہیں یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تب آپ نے فرمایا کہ مجھ سے کچھ پوچھ لو میں نے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھے آپ پر فدا کرے کوفہ میں ایک آدمی قصہ بیان کرتا ہے جسے نوف کہا جاتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنے والے بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ اور کوئی موسیٰ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

نے فرمایا کہ وہ دشمن خدا جھوٹ بولتا ہے یہ عمرو کا قول ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یعلی نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمارہے تھے اور ایسا پر تاثیر وعظ تھا کہ لوگوں کی آنکھیں بہہ پڑیں اور رقت قلبی طاری ہوگئی کسی آدمی نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر اظہار خفگی فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں فرمائی کہا گیا کیوں نہیں (آپ سے بڑھ کر عالم ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا اللہ وہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجمع البحرین میں ہے۔ عرض کی مولیٰ تعالیٰ کوئی علامت بتادے تاکہ اس بارے میں آگاہی حاصل کرلوں۔

راوی کہتے ہیں کہ عمرو نے مجھے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ جہاں مچھلی تجھ سے جدا ہو جائے گی وہی اس کی جائے سکونت ہے اور یعلی کا کہنا ہے کہ حکم ملا موسیٰ ایک مچھلی لے لو جہاں یہ مردہ مچھلی زندہ ہو جائے اور اس میں روح پیدا ہو جائے وہی وہ میرے صاحب علم بندہ کا ٹھکانہ ہے۔

(کیونکہ جہاں اہل اللہ سکونت اختیار کرتے ہیں ان جگہ کی ہواؤں اور فضاؤں میں یہ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ ہاں مردہ بھی آجائے تو اسے زندگی مل جاتی ہے، مردہ قلوب کی جلا صحبتِ اولیاء ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لی اور اسے اپنی زنبیل میں ڈال لیا اپنے خادم سے فرمانے لگے کہ تم صرف اتنی بات کے مکلف ہو کہ جب یہ مچھلی تم سے جدا ہو تو مجھے آگاہ کر دینا اس خادم نے کہا کہ یہ تو کوئی خاص تکلیف وذمہ داری نہیں ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم یوشع بن نون سے کہا

یہ الفاظ سعید بن جبیر کی روایت میں نہیں ہیں۔

اسی دوران ایک چٹان کے سائے میں ایک گیلی جگہ پر انہوں نے قیام کیا مچھلی زنبیل میں حرکت کرنے لگی حضرت موسیٰ علیہ السلام آرام فرمارہے تھے۔ یوشع بن نون نے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ستانے کے بعد بیدار ہوئے تو یوشع بن نون آگاہ کرنا بھول گئے جبکہ مچھلی تو حرکت کرتی ہوئی سمندر میں داخل ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پانی کو روک دیا تھا اور وہ پتھر کی سرنگ کی طرح راستہ بناتے ہوئے غائب ہوگئی۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے عمرو نے ایسے بتایا کہ پتھر کی سرنگ کی طرح پانی میں راستہ بنتا گیا اور انہوں نے اپنے انگوٹھے اور متصل انگلی سے حلقہ بنا کر بتایا۔

حضرت خضر علیہ السلام تک رسائی

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بے شک ہمیں اپنے سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔

حضرت یوشع بن نون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی مشقت دور کردی ہے۔ یہ الفاظ حضرت سعید کی روایت میں نہیں ہیں، حضرت یوشع نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مچھلی کا واقعہ بتایا اب دونوں واپس چل پڑے اور انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا راوی کہتے ہیں کہ مجھے عثمان بن ابوسلیمان نے بتایا کہ حضرت خضر علیہ السلام دریا کے وسط میں سبز چٹائی پہ تشریف فرما تھے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ وہ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے جس کا ایک کنارہ پاؤں کے نیچے اور دوسرا سر کے نیچے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا اور اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا کہا کیا اس سرزمین پہ سلام سلام کرنے والے تم کون ہو؟ کہا میں موسیٰ ہوں کون سے موسیٰ بنی اسرائیل کے نبی، ہاں، کس لئے آئے ہو کہا میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں۔

اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا

تاکہ تم مجھے سکھادو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کیا آپ کو توراۃ کافی نہیں ہے اور آپ کے پاس وحی بھی آتی ہے۔ اے موسیٰ جو علم میرے پاس ہے وہ آپ کے لئے سیکھنا مناسب نہیں ہے اور جو علوم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں انہیں سیکھنا میرے لئے غیر مناسب ہے اسی دوران ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور پانی سے چونچ بھرنے لگا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ میرا اور تمہارا علم اللہ کی جناب میں ایسے ہی ہے جیسے اس پرندے نے سمندر میں چونچ بھر پانی لیا۔

حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ

یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام نے ساحل میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں موجود پائیں جو سواریوں کو ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک لے کے جاتی تھیں۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور کہا اللہ کا نیک بندہ ہے ہم انہیں کرایہ لے کر نہیں اٹھائیں گے پھر دونوں سوار ہوگئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی میں ایک سوراخ کردیا۔

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے اسے اس لئے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بے شک یہ تم نے بری بات کی۔

مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تم نے ناپسندیدہ بات کی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا

میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر کے دوران پہلی مرتبہ اس موقع پر آپ بھول گئے تھے دوسری مرتبہ شرط کے طور پر بھولے تھے اور تیسری مرتبہ عملاً بھولے تھے۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا

کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلَامًا فَقَتَلَهٗ

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کر دیا۔

یعلی کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کچھ لڑکے کھیلتے دیکھے ایک کافر خوش شکل اور چالاک لڑکے کو پکڑا اسے پہلو کے بل لٹا دیا پھر چھری کے ساتھ اس کو ذبح کر ڈالا۔

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا ذَكِيَّةً

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان قتل کر دی جس نے کوئی غیر پسندیدہ حرکت بھی نہ کی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو یوں پڑھا ہے: زَكِيَّةً زَاكِيَةً مُسْلِمَةً

فَانْطَلَقَا پھر دونوں چل پڑے۔

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُّرِيدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ

پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ (اپنے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے) اپنے ہاتھ کے ساتھ اسے اٹھایا اور سیدھا کر دیا۔

یعلی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ بے شک سعید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے ہاتھ سے دیوار کو چھوا اور سیدھا کر دیا۔

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی مزدوری جسے ہم کھا لیتے۔

کشتی عیب دار اور لڑکے کو قتل کرنے کی وجہ

وَكَانَ وَرَاءَ هُمْ اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے وَكَانَ اَمَامُهُمْ پڑھا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر کا خیال ہے کہ وہ بادشاہ ھدد بن بدد تھا اور وہ لڑکا جسے قتل کیا گیا اس کا نام جیسور تھا۔

مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا

کہ وہ بادشاہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا۔ میں نے یہ عیب دار کر دی تا کہ جب یہ اس کے قریب سے گزرے تو اسے وہ عیب دار دیکھ کر اسے چھوڑ دے جب یہ کشتی والے آگے گزر جائیں تو اسے درست کر کے دوبارہ اسے نفع مند بنا لیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ انہوں نے شیشی کے ساتھ اس سوراخ کو بند کر لیا اور بعض کے نزدیک تار کول کے ساتھ؟

فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ اس مقتول لڑکے کے ماں باپ مسلمان تھے اور وہ خود کافر تھا۔

فَخَشِيْنَا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا

تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے اور وہ اسی کی محبت میں اس کے دین کی اتباع و پیروی کر کے اپنی عاقبت

خراب کر بیٹھیں۔

فَاَرَدْنَا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا

تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ تم نے ایک ستھری جان قتل کر دی اسی لئے کہا وَاَقْرَبَ رُحْمًا کہ اس کے والدین اس کی نسبت زیادہ مہربان ہوں گے جسے حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ وہ دوسرا پیدا ہونے والا بچہ بیٹا تھا نہ کہ بیٹی جبکہ ان کے علاوہ دیگر مفسرین کی رائے ہیں کہ وہ بیٹی تھی۔

حضرت سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خطبہ دیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حکم کے بارے مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ اس بندہ سے ملاقات کریں۔ (رواہ عبدالرزاق)

ایسے ہی محمد بن اسحاق نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے توسط سے ذکر کیا ہے۔ عوفی نے اسے موقوف کہا ہے۔ زہری عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حر بن قیس بن حصن الفزاری کا آپس میں اختلاف ہوگیا کہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن سے ملاقات کی وہ کون تھے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ خضر علیہ السلام تھے اسی دوران ان کے قریب سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلایا اور کہا کہ میرا اور میرے ساتھی کا آپس میں اختلاف ہوگیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جن کے بارے ملاقات کا راستہ پوچھا تھا وہ کون تھے کیا آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے کچھ سنا آپ نے فرمایا کہ ہاں اور پھر حدیث ذکر کی جو پہلے گزر چکی۔

دو یتیم بچوں کی دیوار

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ

رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔

سہیلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں یتیم لڑکے اصرم اور صریم کاشح کے بیٹے تھے۔

وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا

اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا وہ خزانہ کیا تھا ایک قول تو یہ ہے کہ سونا تھا جسے عکرمہ نے اختیار کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے وہ خزانہ علم تھا اور مناسب بات بھی یہی ہے کہ وہ سونے کی تختی تھی جس پر علم لکھا ہوا تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ بے شک یہ وہ خزانہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا وہ سونے کی ٹھوس تختی تھا اس پر درج تھا کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پہ یقین رکھتا ہے پھر کیسے مشقت میں پڑتا ہے مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو آگ کا ذکر کرتا ہے اور کس طرح ہنستا ہے اور مجھے تعجب ہے اس شخص پہ جو موت کا ذکر کرتا ہے اور پھر کیسے غافل رہتا

ہے۔ لا الہ الا اللہ

ایسے ہی حسن بصری علیہ الرحمہ اور عضرہ کے آزاد کردہ غلام عمر اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا

اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ ایک قول کے مطابق ساتویں پشت اور دوسرے کے مطابق دسویں پشت کا باپ تھا اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ نیک وصالح آدمی اپنی اولاد کی حفاظت فرماتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کیا تھے؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان: رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی رحمت سے

یہ الفاظ اس پر دلیل ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور وہ کوئی کام اپنی طرف سے نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں۔

۲- ایک دوسرے قول کے مطابق آپ ولی ہیں۔

۳- ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عجیب وغریب قول یہ بھی ہے کہ وہ فرشتہ تھے لیکن مجھے اس سے بھی زیادہ عجیب قول اس شخص کا لگا جس نے کہا کہ وہ ابن فرعون ہیں۔

۴- ایک قول یہ بھی ہے، وہ ضحاک بادشاہ کا بیٹا ہے جس نے دنیا پر ہزار سال تک بادشاہی کی۔ ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور جمہور اہل کتاب کا بھی نظریہ یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام افریدون کے دور میں ہوئے۔

۵- حضرت خضر علیہ السلام ذوالقرنین کے سپہ سالار تھے۔ ذوالقرنین ہی افریدوں کے نام سے موسوم ہے اور آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں ذوالفرس کے نام سے شہرت پائی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے آب حیات نوش فرمایا ہے اسی لئے تاحال زندہ ہیں۔

۶- حضرت خضر علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے کسی کی اولاد ہیں اور ان اہل ایمان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بابل کی سرزمین کی طرف آپ کے ساتھ ہجرت بھی کی۔

۷- حضرت خضر علیہ السلام کا اسم مبارک ملکان ہے۔

۸- دوسرے قول کے مطابق ارمیا بن خلقیا ہے۔

۹- سباسب بن لھراسب کے زمانے میں آپ نبی تھے۔

ابن جریر علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ افریدون اور سباسب کے درمیان طویل دورانیہ ہے۔ علمائے انساب میں سے کوئی بھی اس سے ناواقف نہیں ہے۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام افریدون کے زمانہ میں تھے پھر طویل زندگی پانے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پالیا اور ان سے ملاقات کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری منوشہر کے زمانہ میں تھی۔ منوشہر فارس کے بادشاہوں میں سے ایک ابرج بن افریدون کا

بیٹا تھا اور اسے اپنے دادا افریدون کے بعد بادشاہت ملی تھی۔ بڑا عادل منصف مزاج آدمی تھا سب سے پہلے اس نے خندقیں کھدوائی اور ہر علاقہ میں ایک حاکم مقرر کیا۔ اس کی شاہی کی مدت تقریباً ڈیڑھ سو سال تھی اس بارے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہے اس بارے مشہور ہے یہ بڑے بہترین انداز میں خطاب کرتا اور بڑی نصیحت آمیز اور فصیح و بلیغ گفتگو کرتا تھا ایسی جامع مانع گفتگو ہوتی جو عقلوں کو جلا دیتی اور سامعین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی یہ اوصاف اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ واقعی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ اللہ اعلم۔

ابن کثیر علیہ الرحمہ کا تجزیہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ (آل عمران ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیا تم نے اقرار کیا؟

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے بعد آخر میں تشریف لانے والے نبی مکرم پر ایمان و اعانت کا وعدہ ہر نبی سے لیا یہ ایمان و اعانت کا عہد خاتم الانبیاء شافع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا اور ہر نبی پر لازم تھا کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پائے گا وہ ایمان و اعانت کے وعدہ کو پورا کرے گا۔

اگر حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوں تو انہیں بھی اتباع و اعانت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے چارہ کار نہ ہوگا اور وہ بھی حضرت جبرائیل امین اور دیگر جلیل القدر ملائکہ کی طرح یوم بدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوئے ہوں گے۔ قصہ کوتاہ حضرت خضر علیہ السلام خواہ نبی ہوں جو کہ برحق ہے یا رسول جیسا کہ منقول ہے یا فرشتہ بالخصوص حضرت جبرائیل علیہ السلام ملائکہ کے سردار ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام سے افضل ہیں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام حیات ہوتے تو ان پر بھی واجب تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کی نصرت فرماتے یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام جو کہ اکثر کے نزدیک ولی ہیں وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاضر نہ ہوں اور آپ پر ایمان نہ لائیں اور آپ کی تائید و نصرت نہ فرمائیں۔ بدرجہ اولیٰ حضرت خضر علیہ السلام کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عموم بعثت میں داخل ہونا چاہئے لیکن کسی حدیث حسن بلکہ ضعیف سے بھی ثابت نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں اور نہ ہی آپ کا زندہ ہونا اجماع سے ثابت ہے۔

حدیث تعزیت اگرچہ حاکم نے روایت کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

حدیث فتون

جس کے ضمن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اوّل تا آخر مذکور ہے

امام نسائی علیہ الرحمہ نے اپنی سنن میں کتاب تفسیر میں آیت طیبہ

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (طٰہٰ ۴۰)

اور تو نے ایک جان کو قتل کیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور تجھے خوب جانچ لیا۔

کے تحت حدیث فتون کو ذکر کیا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا وہ آزمائشیں کیا تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اے ابن جبیر کل آنا کیونکہ یہ طویل حدیث ہے آئندہ صبح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تا کہ وعدہ کے مطابق حدیث فتون سن سکوں پھر آپ نے فرمایا کہ

فرعون اور اس کے ہم نشین ایک دن تذکرہ کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ پیدا فرمائے گا بعض ہم نشینوں نے کہا کہ بنی اسرائیل اب اس کی انتظار میں ہے تا کہ تمہارے خلاف اس کے سامنے شکایات کر سکیں ان کا خیال تھا کہ وہ یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہوں گے لیکن ان کے وصال کے بعد کہنے لگے یہ تو ان کا مقصود نہیں ہیں جن کے بارے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا گیا ہے۔

فرعون کہنے لگا کہ اب تمہاری کیا رائے ہیں؟

سب ہم نشینوں اور درباریوں نے مشورہ کیا اور اس امر پر اتفاق کر لیا کہ کارندوں کو بڑی چوڑی چھریاں دے کر بنی اسرائیل کے گھروں میں بھیجا جائے وہ چکر لگائیں اور جب بھی نومولود لڑکے انہیں ملیں انہیں ذبح کر دیں اس منصوبے پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔

جب فرعونیوں نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کے معمر لوگ اپنی طبعی موت مر رہے ہیں اور بچے ذبح کئے جا رہے ہیں تو کہنے لگے کہ وہ وقت دور نہیں کہ بنی اسرائیل ہلاک ہو جائیں گے اور پھر جو خدمات بنی اسرائیل بجالاتے ہیں وہ مشقت کے کام انہیں کرنا پڑیں گے لہٰذا ایک سال تو لڑکوں کو قتل کرو اور لڑکیاں زندہ چھوڑ دو اور دوسرے سال کسی کو بھی قتل نہ کرو تا کہ ان کے بچے جوان ہو کر ان بوڑھوں کی جگہ لے لیں جو موت کی وادی میں اترتے جا رہے ہیں تو اس طرح ان کی افرادی قوت میں بھی اضافہ نہ ہوگا اور ان کی کثرت کا بھی خوف نہ رہے گا ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں گی اور مقاصد بھی حاصل ہوں گے۔ اس بات پر تمام درباری متفق ہو گئے۔

جس سال لڑکوں کو قتل نہ کیا جاتا تھا اس سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور آپ کی والدہ نے بے خوف و خطر انہیں جنم دیا۔ آئندہ سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہونا تھی جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ کے دل میں حزن و ملال پیدا ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے ابن جبیر یہ آزمائش تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے ماں کے پیٹ میں آتے ہی شروع ہو گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی۔

لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (القصص ۷)

اور نہ ڈر اور نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

اور انہیں الہام فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جنم دے تو اسے تابوت میں ڈال کر دریا کی موجوں کی نظر کر دے جب انہوں نے جنم دیا تو ایسے ہی کیا جب بیٹا تابوت میں پوشیدہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو ان کے پاس شیطان آیا اور اس نے یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ جو کچھ میں نے کیا اگر اس کی بجائے میرے سامنے ذبح ہو جاتا میں خود اپنے ہاتھوں سے کفن دفن کر دیتی تو یہ اس سے بہتر تھا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے دریا کی موجوں کے سپرد کر کے اسے آبی جانوروں اور مچھلیوں کی خوراک بنا دیا۔

تابوت چلتا چلتا جب دریا کے اس دھانے پر پہنچا جہاں سے فرعون کی بیوی کی خادمائیں پانی بھرا کرتی تھیں وہ پانی بھرنے آئیں انہوں نے تابوت دیکھا اور اسے اٹھا لیا انہوں نے چاہا کہ اسے کھول لیں پھر معاً بعض خادماؤں نے کہا کہ اس میں تو مال ہے اگر ہم نے کھول لیا تو بادشاہ کی اہلیہ یقین نہیں کرے گی کہ ہم نے اس سے مال نہیں لیا۔ انہوں نے اسے اس ھئیت وصورت میں اٹھا کر ملکہ کے سامنے پیش کر دیا۔

جب ملکہ نے تابوت کھولا دیکھا تو اس میں تو ایک خوبصورت لڑکا ہے دیکھتے ہی اس کی محبت و وارفتگی میں اس قدر بے خود ہوئی کہ کبھی وہ کسی اور کی محبت میں اتنی مبتلا نہ ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل ہر چیز سے فارغ تھا لیکن موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے ہر وقت دھڑکتا رہتا تھا۔

ذبح کرنے والے قصابوں کو علم ہوا تو چھریاں لے کر فرعون کی بیوی کی طرف دوڑے تاکہ اسے ذبح کر ڈالیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے ابن جبیر یہ بھی ایک آزمائش تھی۔

فرعون کی بیوی نے قصابوں سے کہا کہ ٹھہر جاؤ اسے قتل نہ کرو۔ اس ایک سے بنی اسرائیل کی افرادی قوت میں کوئی اضافہ نہ ہو جائے گا۔ میں فرعون کے پاس جاتی ہوں اور اسے اپنے لئے مانگ لیتی ہوں اگر تو اس نے مجھے دیدیا تو تمہارا احسان اور انتظار یہ میرے ساتھ تمہاری نیکی ہوگی اور اگر اس نے اسے ذبح کرنے کا حکم دیدیا تو میں تمہیں کوئی رنج نہ دوں گی۔

فرعون کے پاس آئی اور آ کر کہا قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ (القصص ۹)

یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

فرعون نے کہا تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا میری نہیں اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی ضرورت ہے۔

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر فرعون تسلیم کر لیتا کہ اس کی بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں جس طرح اس کی بیوی نے کہا تو اللہ تعالیٰ فرعون کو بھی اس کی بیوی کی طرح ہدایت سے بہرہ ور فرما دیتا لیکن وہ بدبخت اس سے محروم رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ماں کی آغوش میں

فرعون کی بیوی نے مضافات میں خادماؤں کو روانہ کیا کہ اس بچے کی پرورش کے لئے کوئی دائی ڈھونڈھ کر لائیں وہ جس دائی کو بھی ڈھونڈ کے لاتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے دودھ کو قبول نہ فرماتے۔ فرعون کی بیوی بڑی پریشان تھی کہ کہیں دودھ نہ

پینے کے سبب بچہ جان سے ہاتھ ہی نہ دھو بیٹھے بڑی غمزدہ اور مضطرب تھی اس نے حکم دیا کہ اسے بازار میں لے جاؤ شاید کسی دایہ کے دودھ کو قبول کر کے یہ اسے نوش کر لے لیکن آپ نے کسی کے دودھ کو بھی قبول نہیں کیا صبح ہوئی والدہ فکر سے نڈھال تھی۔ بیٹی کو بھیجا کہ اس کے پیچھے پیچھے جاؤ اور اسے تلاش کرو اور لوگوں کی باتیں سن کے آؤ کہ وہ اس کے بارے کیا کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہے یا اسے جانور کھا گئے ہیں اور اس وعدہ کو بھول گئی جو اللہ نے ان سے فرمایا تھا اور ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے۔''

موسیٰ علیہ السلام کی بہن اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان کو خبر نہ تھی۔ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

الجنب، سے مراد یہ ہے کہ کوئی انسان کسی چیز کو دور سے دیکھے اور وہ اس کے پہلو میں ہو اور اسے خبر نہ ہو۔ جب سب دائیاں عاجز آ گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے خوشی سے کہا۔

اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ

میں تمہیں بتادوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔

انہوں نے پوچھا کہ تم کیسے جانتی ہو کہ وہ اس بچہ کے خیر خواہ ہیں کیا وہ اس کو جانتے ہیں انہیں اس بارے کچھ شک گزرا۔

اے ابن جبیر یہ بھی آزمائش تھی۔

پھر اس لڑکی نے کہا اس خاندان کو بادشاہ کی خدمت میں رغبت ہے۔ ڈرتے ہوئے یہ بات کہی اور وہ خاندان بادشاہ سے مراعات کی امید رکھتا ہے۔ درباریوں نے اس لڑکی کو بھیج دیا وہ اپنی ماں کے پاس پہنچی اور سارے واقعہ سے آگاہ کر دیا۔

والدہ آئی اور جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی گود میں لیا تو آپ پستانوں سے چمٹ گئے اور انہیں چوسنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں پہلو سیر ہونے کی وجہ سے ابھر آئے۔

خوشخبری دینے والا فرعون کی بیوی کی طرف بھاگا اور اسے خوشخبری دی کہ ہم نے تیرے بچے کے لئے دایہ تلاش کر لی ہے۔

فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بلایا کنیز انہیں اور بچہ کو لے کر حاضر خدمت ہوگئی جب بچہ کو دایہ کے ساتھ مانوس دیکھا تو فرعون کی بیوی کہنے لگی تو یہیں محل میں رہ جا اور بچہ کو پال دے مجھے اس بچے سے بڑھ کر کسی اور سے محبت نہیں ہے۔

ام موسیٰ نے جواب دیا میں تمہارے اس بچے کو پالنے کی خاطر تمہارے محل میں رہ کر اپنے گھر اور اپنی اولاد کو خیر آباد نہیں کہہ سکتی وہ تو ضائع ہو جائیں گے اگر تجھے میرے ساتھ رغبت ہے تو اس بچے کو میرے سپرد کر دے میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں۔

دراصل اس وقت ام موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ یاد آ چکا تھا اسی لئے فرعون کی بیوی کے ساتھ کچھ درشتی سے کام کیا کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے وعدہ کو پورا فرماتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو میری طرف پھیر دے گا۔

موسیٰ علیہ السلام کی برکات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر والدہ اسی روز واپس گھر پلٹ آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے بہترین انداز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرمائی اور فرعون کے سفاکانہ فیصلے سے آپ کو محفوظ رکھا۔

بنی اسرائیل ایک عرصہ سے شہر کے ایک کونہ میں رہ رہے تھے ظلم و بیگاری اور تمسخر و ذلت کی جو داستان ان پر دھرائی جا رہی تھی

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے محفوظ و مامون رکھا۔

بچہ جب کچھ بڑا ہوا تو فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کہا کہ مجھے بچہ دکھاؤ انہوں نے ایک دن مقرر کر لیا مقررہ دن کو فرعون کی بیوی نے آمد و خرچ کے منتظمین کو اپنی خادماؤں کو حکم دیا کہ ہدایا و تحائف لے کر آج میرے بیٹے کا استقبال کرو اور کوئی ایک بھی پیچھے نہ رہے تم سب کی میں خود نگرانی کروں گی یہ تحائف ہدایا سمیت پر تپاک جلوس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے گھر سے شروع ہوا اور ملکہ فرعون کے محل میں اختتام پذیر ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب محل میں داخل ہوئے تو ملکہ فرعون نے عطیات اور ہدایا کی بھرپور بارش کر دی اور بیٹے کو دیکھ کر پھولے نہیں سما رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بے شمار انعامات سے نواز دیا پھر کہنے لگی کہ میں انہیں فرعون کے پاس لے کے جاتی ہوں وہ بھی خوش ہو کر ضرور ہدیے اور تحائف دے گا۔

فرعون کی داڑھی نبوت کی گرفت میں

ملکہ فرعون جب بچہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو لے کر فرعون کے پاس گئی فرعون نے بچہ کو گود میں لیا تو اس بچہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے فرعون کی داڑھی کو پکڑ کر اتنا کھینچا کہ اس مردود کا سر زمین پہ لگ گیا۔

دشمنان خدا سرکش درباریوں نے جب کذاب خدا کی ناک خاک آلود ہوتے دیکھی تو پکار اٹھے کہ بادشاہ سلامت آپ کو اندازہ ہو جانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا وعدہ فرمایا تھا (کہ تمہاری اولاد کو شاہی اور نبوت عطا کروں گا) اس کا خیال ہے کہ یہ تیرا وارث بنے گا تجھے مغلوب کرے گا اور تیرے تخت و تاج کی دھجیاں اکھیڑتے ہوئے تجھے پچھاڑ دے گا۔

فوراً اس نے ذبح کرنے والے گروہ کو بھیجا کہ اسے بھی ذبح کر ڈالو۔ اے ابن جبیر یہ بھی ایک آزمائش تھی۔ ادھر اس کام کا ارادہ کیا گیا ادھر ملکہ فرعون بھاگتی ہوئی فرعون کے پاس آئی کہا اس بچہ میں تو نے کون سی ایسی حرکت دیکھی ہے حالانکہ یہ تو مجھے ھبہ کر چکا ہے۔

فرعون نے کہا تو دیکھتی نہیں اس کا خیال ہے کہ یہ مجھے مغلوب کرے اور مجھے پچھاڑ دے۔

ملکہ نے کہا ہم آپس میں کوئی ایسا معاملہ کرتے ہیں جس سے حقیقت حال بارے علم ہو جائے گا۔

ایسا کرو کہ دو انگارے اور دو موتی لے آؤ دونوں اس کے سامنے رکھوا گر تو اس نے موتیوں کو پکڑ لیا اور انگاروں کو چھوڑ دیا تو سمجھا جائے گا کہ اسے عقل و ادراک ہے اور اس نے دانستہ تمہاری داڑھی پکڑ کر تجھے سرنگوں کیا ہے اور اگر انگارے اٹھا لئے اور موتیوں کو نہ پکڑا تو پھر بات واضح ہو جائے گی کہ کوئی بھی اہل عقل اور سمجھدار موتیوں پہ انگاروں کو ترجیح نہیں دیتا۔

فرعون نے اس تجویز کو مان لیا اور ایسا کرنے کا حکم دیا جب یہ چیزیں قریب کی گئی تو فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انگارے اٹھا لئے۔ فرعون نے انگاروں کو پکڑ لیا اس ڈر سے کہ کہیں آپ کا ہاتھ نہ جل جائے۔

ملکہ فرعون نے کہا اب بتا؟

اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ارادہ قتل کو اس سے پھیر دیا اور اللہ تعالیٰ اپنے کام کو منزل مراد پر پہنچانے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بالغ ہوئے اور مردوں میں شمار ہونے لگے تو آل فرعون میں سے کسی شخص کو اب بنی اسرائیل پہ ظلم وستم کی جرات نہ رہی تھی بلکہ بنی اسرائیل مکمل طور پر ان کے ظلم سے چھٹکارا پا چکے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کا مکا

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ شہر کے ایک کونے میں دو آدمی لڑتے ہوئے دیکھے ایک فرعونی اور دوسرا اسرائیلی تھا۔ اسرائیلی نے فرعونی کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اسے چنگل میں پھنسا دیکھا تو بڑے غضبناک ہوگئے۔ فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام کو جانتا تھا اور اسے یہ بھی علم تھا کہ آپ بنی اسرائیل کا کس طرح تحفظ فرماتے ہیں۔

لوگوں کو تو صرف اتنا علم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک اسرائیلی عورت کا دودھ پیا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کو حقائق سے مطلع فرما دیا گیا تھا جبکہ آپ کے سوا اور لوگ حقیقت حال سے آگاہ نہیں تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو مکا مار کے جہنم رسید کر دیا اس واقعہ کو اللہ تبارک تعالیٰ اور اس اسرائیلی کے سوا کسی اور نے نہ دیکھا تھا جب آدمی قتل ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ (القصص ۱۵)

یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا بے شک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا۔

رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ فَغَفَرَلَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ قَالَ رَبِّ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا (القصص ۱۶ تا ۱۸)

عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے۔

قاتل کی تلاش

لوگوں نے فرعون کے پاس آ کر شکایت کی کہ بنی اسرائیل نے آل فرعون میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ ہمیں ہمارا حق دلا دیجئے اور انہیں بالکل نہ چھوڑیں۔ فرعون نے کہا کہ تم اس کے قاتل کو ڈھونڈ کے لاؤ اور کوئی ایسا شخص بھی ہو جو اس پر گواہی دے دے۔

بادشاہ قوم کا منتخب نمائندہ ہوتا ہے اس کے لئے کسی صورت میں روا نہیں کہ وہ بغیر کسی ثبوت اور شہادت کے کسی کو قتل کرنے کا حکم صادر کر دے تم اسے تلاش کر کے میرے سامنے پیش کر دو میں تمہیں تمہارا حق دلوا دوں گا۔

فرعونی شہر شہر قریہ قریہ گشت کر رہے تھے گواہ کی تلاش تھی قاتل کی تلاش تھی لیکن محروم ہی رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

دوسرے دن پھر اسی اسرائیلی کو دیکھا کہ وہ کسی دوسرے فرعونی سے دست وگریبان ہے۔ اسرائیلی نے پھر فرعونی کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد چاہی لیکن اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کل کی مدد پر ہی کچھ نادم سا محسوس کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی اس عمل پہ ناپسندیدگی کا اندازہ لگالیا۔ اسرائیلی غصے میں تھا اور چاہتا تھا کہ فرعونی کو پکڑلیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی سے کہا کہ یہ کل اور آج تم نے کیا تماشہ بنا رکھا ہے۔

اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ بے شک تو کھلا گمراہ ہے۔

اسرائیلی نے جو گزشتہ کل کی طرح موسیٰ علیہ السلام کو یہ کلمہ کہنے کے بعد غصہ میں سرخ دیکھا تو ڈر گیا کہ آج یہ کلمہ کہنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام مجھے موت کی نیند سلا دیں گے حالانکہ آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا بلکہ فرعونی کو پکڑنے اور معاملہ رفع دفع کرانے کا ارادہ تھا۔

اسرائیلی نے سہمے ہوئے کہا

اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ کَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ

کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا تھا۔

اسرائیلی نے اس خوف سے یہ کہا تھا کہ اسے موسیٰ علیہ السلام قتل کرنا چاہتے ہیں سو دونوں نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا۔ فرعونی بھاگا اور اسرائیلی سے جو کچھ اس نے سنا تھا جا کر فرعونیوں کو بتا دیا۔

فرعون نے قصاب صفت جلادوں کو روانہ کیا کہ جاکے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کردو۔ فرعون کے فرستادہ جلاد بڑی شاہراہ پر بڑے سکون سے موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کررہے تھے اور وہ اس بات سے بے خوف تھے کہ موسیٰ علیہ السلام ان سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ایک آدمی شہر کے پرلے کنارے راستے کے بیچوں بیچ دوڑتا ہوا آیا وہ موسیٰ علیہ السلام کو ان جلادوں سے پہلے جاملا اور ساری داستان سے آگاہ کردیا۔

اے ابن جبیر یہ بھی ایک آزمائش تھی۔

مدین روانگی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیر خواہ نے آپ کو آکر فرعونیوں کی سازش سے آگاہ کیا تو آپ مدین کی جانب روانہ ہوگئے۔ اس سے قبل آپ کو کوئی بڑی آزمائش کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا۔ آپ مدین کے راستے سے بھی واقف نہیں تھے بس اللہ تعالیٰ پہ حسن ظن رکھے چلتے رہے۔ اسی لئے آپ نے کہا۔

عَسٰی رَبِّیۡۤ اَنۡ یَّهۡدِیَنِیۡ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡیَنَ وَجَدَ عَلَیۡهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسۡقُوۡنَ وَوَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمُ امۡرَاَتَیۡنِ تَذُوۡدٰنِ (القصص ۲۲، ۲۳)

قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے اور جب مدین کے پانی پر آیا وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے

جانوروں کو پانی پلارہے ہیں اور ان سے اس طرف دو عورتیں دیکھیں کہ اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں، یعنی اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا۔

مَـا خَـطْبُـکُـمَـا تم دونوں کا کیا حال ہے ان سے الگ کیوں کھڑی ہو لوگوں کے ساتھ اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ کہنے لگیں ہمیں لوگوں سے مزاحمت کی طاقت نہیں ہے ہم ان کے بچے ہوئے پانی کی منتظر ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا آپ نے ڈھول بھر کر اتنا کثیر پانی جمع کر دیا کہ گویا پہلا ریوڑ سیراب ہو رہا ہے۔ اپنی بکریوں کو پانی سے سیراب کرنے کے بعد لڑکیاں اپنے والد گرامی کے پاس چلی گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی وہاں سے ہٹ کر ایک درخت کے سائے میں جا بیٹھے اور عرض کی۔

رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ

اے میرے رب میں اس کھانے کا جو تو میرے لئے اتارے محتاج ہوں۔

والد گرامی نے جب بکریوں کو سیراب اور دودھ سے بھرے ہوئے تھنوں کو بڑی جلدی واپس آ جانے کو دیکھا تو بڑا تعجب کیا پوچھا آج اتنی جلدی کیسے واپس آ گئیں۔ بیٹیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے ساری بات بتائی تو ان کے والد گرامی نے ان میں سے ایک کو کہا کہ اسے بلا کر لاؤ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور انہیں بلا کر لے گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس لڑکی کے والد کے پاس آئے اور اسے ساری بات سنائی تو انہوں نے کہا

لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے

فرعون اور اس کی قوم کو نہ تو ہم پر کوئی غلبہ حاصل ہے اور نہ ہی ہم اس کے زیر مملکت ہیں۔

قَالَتْ اِحْدٰهُمَا یٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (القصص ۲۶)

ان میں سے ایک بولی اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو بے شک بہتر نوکر وہ جو طاقت ور امانت دار ہو۔ بوڑھے باپ کی غیرت نے اسے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ بیٹی سے دریافت کرے تجھے اس کی قوت و امانت کا کیسے اندازہ ہوا تو لڑکی نے کہا۔

بہر حال اس کی قوت و طاقت کا اندازہ تو ایسے ہوا کہ جب اس نے ہماری بکریوں کو پانی پلانے کے لئے ڈھول بھرا تو ڈھول کے کھینچنے کو میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو کھینچتے ہوئے نہیں دیکھا اور رہی امانت تو جب اس نے میری طرف دیکھا اور میں اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے یقین ہو گیا کہ میں عورت ہوں تو اس نے اپنا سر جھکا لیا اور پھر اسے نہ اٹھایا یہاں تک کہ میں نے آپ کا پیغام اس تک پہنچا دیا پھر اس نوجوان نے کہا کہ میرے پیچھے چلو اور مجھے راہ بتاتی جاؤ اس طرح کوئی امانت دار آدمی ہی ایسا کر سکتا ہے والد گرامی نے بیٹی کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے اس کے بارے حسن ظن قائم کر لیا اور اسے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے۔

اَنْ اُنْکِحَكَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (القصص ۲۷)

کہ میں اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو پھر اگر پورے دس کر لو تو

تمہاری طرف سے ہے اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا قریب ہے تم مجھے انشاء اللہ نیکوں میں پاؤ گے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام پر آٹھ سال کی مشقت تو ضروری تھی دو سال ان کی طرف سے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے مدت کو پورا فرما دیا تو اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورے دس سال خدمت کی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نصرانی علما میں سے ایک شخص سے ملا اس نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ میں نے کہا نہیں اور واقعی اس دن مجھے اس مدت کا علم بھی نہیں تھا۔

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی یہ تذکرہ چھیڑا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ آٹھ سال تو اللہ کے نبی پر واجب وضروری تھے اللہ کا نبی ان سے کم نہ کر سکتا تھا اور تجھے یہ بھی علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پورا فرمانے والا ہے۔ اس مدت کو جو موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا بے شک اس ذات کریم نے دس سال پورے کر دیئے پھر میں نے اس نصرانی عالم سے ملاقات کی اور اسے اس کی خبر دی تو اس نے کہا کہ جس سے تو نے یہ سوال کیا تھا مجھے پتا ہے کہ وہ آپ سے بڑا عالم ہے۔ میں نے کہا یقیناً ایسا ہی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل خانہ کے ہمراہ مدین سے روانہ ہوئے تو آگ کا معاملہ، عصا اور ید بیضا جیسے معجزات آپ کو عطا ہوئے جن کا ذکر قرآن پاک میں بیان ہو چکا ہے۔

پھر آپ نے بارگاہ خداوندی میں مقتول کے سلسلہ میں آل فرعون سے گھبراہٹ اور زبان کی لکنت کی شکایت کی آپ کی زبان میں لکنت کثرت کلام سے مانع تھی۔

آپ نے اللہ کے حضور التجا کی کہ بھائی ہارون کے ذریعے وہ ان کی مدد فرمائے تا کہ وہ ان کے لئے مددگار رہے اور ان کی طرف سے فرعونیوں کے ساتھ وہ کلام کرے جو یہ فصاحت کے ساتھ نہیں کر پاتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان کی گرہ بھی کھول دی اور حضرت ہارون علیہ السلام کو وحی بھی کی کہ جا کر موسیٰ علیہ السلام کا استقبال کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سفر کو جاری رکھا یہاں تک کہ ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔

پھر دونوں اکٹھے فرعون کے پاس گئے اور دروازے پر اجازت نہ ملنے کی وجہ سے کافی دیر کھڑے رہے۔ حجاب شدید کے بعد اذن باریابی ملا تو دونوں نے فرعون کو کہا۔

اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔

فرعون نے کہا فمن ربکما تم دونوں کا خدا کون ہے؟ اور تم کیا چاہتے ہو؟ ساتھ ہی مقتول کا ذکر یاد دلا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل قرآن پاک (سورہ طہ) میں بیان فرمادی ہے۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا وہ فوراً ایک ظاہر اژدھا ہو گیا اور اپنا منہ کھولے فرعون کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ فرعون نے دیکھا کہ اس اژدھا نے میرا ارادہ کر لیا ہے تو اپنے تخت سے اتر کر بے سوچے سمجھے دوڑ اپڑا اور موسیٰ علیہ السلام سے

فریاد کرنے لگا کہ اسے روکے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے روک دیا۔
پھر آپ نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالا نکالا تو سفید چمک رہا تھا پھر دوبارہ لوٹایا تو اپنی پرانی کیفیت پر لوٹ آیا۔

جادوگروں کا اجتماع

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات جب فرعون کے بھرے دربار میں ظاہر ہوئے اور فرعون دم دبا کر بھاگ کھڑا ہوا تو اس کے حاشیہ نشین اور درباریوں نے چھپ چھپ کر مشاورت کی اور کہنے لگے۔

هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰکُمْ مِنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِهِمَا وَیَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی (طٰہٰ ۶۳)

یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دیں اور تمہارا اچھا دین لے جائیں یعنی ان کے بادشاہ کو اس سرزمین سے جہاں وہ عیش وعشرت کی زندگی گزار رہا ہے وہاں سے بے دخل کر دیں۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہر اس چیز سے انکار کر دیا جو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے طلب کی تھی۔

حاشیہ نشین فرعون سے کہنے لگے تیری مملکت جادوگروں سے بھری پڑی ہے ان کو جمع کر وتا کہ ان دونوں کے جادو کو مغلوب کر دیں۔ فرعون نے شہر شہر پیغامات بھیج دیئے اور سب ماہر جادوگر اکٹھے کر لئے جب فرعون کے پاس سب اکٹھے ہو گئے تو پوچھنے لگے کہ کس قسم کا وار کریں کہا سانپوں کے ذریعے انہیں مات دیدو کہنے لگا کیا ہی اچھا قسم بخدا روئے زمین پہ سانپ، رسیوں اور عصا کے اعتبار سے ہم سے زیادہ کوئی جادو میں فن کا مظاہرہ نہیں کر سکتا اگر ہم غالب آ گئے تو ہمارا انعام واجر کیا ہے۔

فرعون نے کہا پھر تو تم میرے مقرب اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو جاؤ گے اور تمہاری پسند کے مطابق جو کچھ مانگو گے وہ تمہارا ہوگا۔

میلے کا دن

یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی (طٰہٰ ۵۹)

میلے کا دن یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا کہ میلے کا دن وہ تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور جادوگروں پر غلبہ عطا فرمایا تھا اور وہ دن عاشورا کا تھا جب سب لوگ ایک جگہ پر جمع ہو گئے تو لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا چلو تا کہ ہم اس معاملہ میں حاضر ہو جائیں۔ شاید ہم ان جادوگروں (موسیٰ وہارون) کی ہی پیروی کریں اگر یہ غالب آئیں در اصل لوگوں نے بطور استہزا یہ کہا تھا۔

جادوگر جادو کا ساز وسامان لے کر اپنی کارروائی کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے

اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ (اعراف ۱۱۵)

اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بلکہ تم ڈالو۔

فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ (الشعراء ۴۴)

توانہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور بولے فرعون کی عزت کی قسم بے شک ہماری ہی جیت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جادو کو دیکھا تو دل میں کچھ خوف سا محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں جب عصا ڈالا تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا جو اپنا منہ کھولے ہوئے تھا۔ لاٹھیاں رسیوں کے ساتھ ملنے لگیں اور ان کے بنے ہوئے سانپ اژدھے کے سامنے کنڈلی مار کے بیٹھ گئے۔ اژدھا سب کو نگلنے لگا یہاں تک کوئی عصا کوئی رسی نہ بچی جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدھا بن کر نگل نہ گیا ہو۔

جادوگروں کا سر تسلیم خم

جب جادوگروں نے بخوبی آگاہی حاصل کر لی اور سارا منظر دیکھ لیا تو کہنے لگے اگر یہ جادو ہوتا تو ہمارے جادو سے بنی ہوئی رسیوں کو نگل نہ جاتا یقیناً یہ کوئی عطا کردہ ماورائی طاقت ہے لہٰذا ہم اللہ تبارک و تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اسے بصدق جان تسلیم کرتے ہیں اور ہم اپنی گزشتہ کوتاہیوں پر توبہ و تائب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے وطن میں ہی بھرے میلے میں شیطان کی کمر توڑ دی حق کا غلبہ ہوا اور ان کا کام باطل ہوا تو یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہو کر پلٹے۔

یا اللہ میرے موسیٰ کو غالب کر دے

فرعون کی زوجہ (حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا) بڑی بے قراری سے اس سارے منظر کو دیکھ رہی تھی اور بارگاہ الٰہی میں فرعون اور اس کے حاشیہ نشینوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح و نصرت کے لئے دست بدعا تھی۔ آلِ فرعون نے دیکھا تو سمجھا کہ یہ فرعون اور ان کی جماعت کی رسوائی پر دل گرفتہ ہے جبکہ اس کا غم و ملال تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھا۔

فرعون کے جھوٹے وعدے اور عذاب الٰہی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قیام فرعون کے جھوٹے وعدوں کی وجہ سے کافی طویل ہو گیا۔ فرعون جب بھی کوئی معجزہ دیکھتا تو وعدہ کرتا کہ اب بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا جب وقت گزر جاتا تو وعدہ کو آئندہ کے لئے موخر کر دیتا اور کہتا کیا تمہارا رب اس کے علاوہ کوئی اور نشانی ہی ظاہر کر سکتا ہے؟ فرعون کی اسی عہد شکنی کی بنا پر اس کی قوم کو طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک، خون اور کئی قسم کے عذاب کے ہچکولے سہنے پڑے۔

جب عذاب نازل ہوتا تو فرعون موسیٰ علیہ السلام سے التجا کرتا کہ خدارا اس عذاب کو روک دو تا کہ میں تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دوں جب عذاب رک جاتا پھر وعدہ خلافی اور عہد شکنی شروع کر دیتا بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ وہ اپنی قوم کو لے کر نکل پڑیں۔ رات کے وقت قوم کا خروج شروع ہوا۔ صبح ہوئی فرعون نے دیکھا کہ بنی اسرائیل تو بھاگ گئے مختلف شہروں سے جمعیت کو اکٹھا کرنے کے لئے پیغامات جاری کر دیئے دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ فرعون اس لشکر عظیم کو لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب مین چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو وحی کی کہ جب میرا بندہ موسیٰ علیہ السلام تجھ پر اپنا عصا مارے تو تو

بارہ راستے بنا کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو عبور کرا دینا پھر باہم مل کر فرعون اور اس کے ماتحتوں کو کھڑے دیکھتے رہنے دینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام عصا کی ضرب لگانا بھول گئے۔

دریا اس خوف میں بھی مبتلا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا ماریں اور وہ غافل رہے تو کہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو جائے جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور بالکل قریب آ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا۔

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (الشعراء ۶۱) ہم کو انہوں نے آ لیا۔

تمہارے رب نے تمہیں جو حکم دیا ہے وہ کر گزر کیونکہ نہ تو تیرا رب غلط بیانی کرتا ہے اور نہ ہی تم سچ سے روگردانی کرتے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب میں دریا کے قریب آ ؤں گا تو مجھے دریا پار گزارنے کے لئے دریا میں بارہ راستے بنا دے گا پھر معاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یاد آیا ادھر فرعون کے لشکر کا ہراول دستہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے آخری دستے کے قریب پہنچ چکا تھا آپ نے یاد آتے ہی عصا مارا دریا نے حکم ربی سے راستے بنا دیئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی دریا عبور کر گئے تو فرعون اور اس کا لشکر بھی دریا میں اتر گیا۔ حکم الٰہی سے دریا آپس میں مل گیا اور فرعون لشکر سمیت پانی میں غرق ہو گیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا پار کر چکے تو آپ کے اصحاب کہنے لگے کہ ہم خوف محسوس کر رہے ہیں کہ فرعون غرق نہیں ہوا اور نہ ہی ہمیں اس کی ہلاکت کا یقین آ رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی دریا نے اس کی نعش کو اٹھا کر پھینکا جس سے بنی اسرائیل کو اس کی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔

بنی اسرائیل کا بے جا مطالبہ

بنی اسرائیل دریا عبور کر کے اور آل فرعون سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنے سفر پر روانہ ہوئے تو دوران راہ انہوں نے ایک ایسی قوم کو دیکھا جو اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے انہیں دیکھا تو

قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اعراف ۱۳۸، ۱۳۹)

بولے اے موسیٰ ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لئے اتنے خدا ہیں بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں نرا باطل ہے۔

تم عبرتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے اور کانوں سے سن چکے کیا وہ تمہارے لئے کافی نہیں پھر وہ آگے چلے اور ایک مقام پر جا کر ٹھہرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' اے بنی اسرائیل تم ہارون علیہ السلام کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تم پر میرا خلیفہ و نائب مقرر فرمایا ہے میں اپنے اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے جا رہا ہوں۔ قوم کے لئے تیس دن کا وعدہ کر لیا کہ میں تیس دن میں واپس پلٹ آ ؤں گا۔

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور تیس دنوں میں شرف ہمکلامی چاہا ان تیس دنوں میں

مسلسل شب وروز روزہ سے رہے مسلسل روزہ سے رہنے کی وجہ سے منہ میں خاص قسم کی بو پیدا ہوگئی سوچا اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا ہے لہٰذا مسواک کر لی جائے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مسواک لی اسے چبایا دانت صاف کئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے آتے وقت کس لئے مسواک سے روزہ افطار کر لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ خود سب کچھ جانتا ہے۔ عرض کی: یا اللہ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تیرے ساتھ ہمکلامی کے وقت میرے منہ سے کسی قسم کی بو آئے فرمایا: اے موسیٰ کیا تجھے علم نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بو مجھے کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ جاؤ دس دن اور روزہ رکھو پھر میرے پاس آنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی ایسے ہی کیا جب قوم نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام مقررہ مدت پر واپس تشریف نہیں لائے تو انہوں نے اس تاخیر کو غیر مناسب سمجھا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی نصیحت

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل کو وعظ ونصیحت کرتے رہے کہ تم مصر سے نکلے تو تمہارے پاس قوم فرعون کے زیورات اور امانتیں جو ہیں اور اس کے علاوہ جو تمہارا اپنا مال ہے بہرحال جو مال تم نے بطور امانت قوم فرعون سے لیا تھا یا عاریۃً ان سے لیا تھا نہ تو وہ میں تمہارے لئے حلال و جائز سمجھتا ہوں اور نہ ہی ہمارے پاس انہیں لوٹانے کا کوئی راستہ ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک گھڑا کھودا اور قوم کو حکم دیا کہ ان کے پاس جو زیورات اور دوسرا سامان ہے اسے اس گھڑے میں پھینک دو۔

پھر حضرت ہارون علیہ السلام نے آگ جلائی اور سارے سامان کو جلا دیا فرمایا نہ یہ سامان ہمارے لئے ہے اور نہ ہی فرعونیوں کے لئے۔

سامری اور اس کی چالاکی

سامری کا تعلق ایسی قوم سے تھا جو بنی اسرائیل کے پڑوس میں گائے کے پجاری تھے خود سامری بنی اسرائیل سے نہیں تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تو حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے ساتھ یہ بھی نکل پڑا۔ اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کے نشانات کی جگہ سے مٹھی بھر مٹی لے لی تھی جب بنی اسرائیل گھڑے میں زیورات وغیرہ پھینک چکے تو ہارون علیہ السلام نے سامری سے کہا اے سامری کیا تو اپنے ہاتھ میں بند چیز کو نہ پھینکے گا اس نے ایک طویل عرصہ تک اسے اپنی مٹھی میں بند کئے رکھا کسی کو حقیقت حال کا علم نہ تھا کہنے لگا کہ یہ اس فرستادہ خدا کے قدموں کے نشانات کی مٹی ہے جس نے تمہیں دریا عبور کرایا ہے۔ میں اس وقت تک اسے نہ پھینکوں گا جب تک ہارون تم یہ دعا نہ کرو کہ جس مقصد کے لئے میں اسے پھینکنا چاہتا ہوں میری وہ مراد پوری ہو جائے۔

سامری نے مٹھی بھر مٹی اس میں ڈال دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ یہ سامان بچھڑے میں تبدیل ہو جائے۔ گھڑے میں جو کچھ بھی ساز وسامان، زیورات، تانبا یا لوہا وغیرہ تھا وہ ایک کھوکھلا بچھڑا بن گیا جس میں روح تو نہ تھی لیکن وہ گائے کی طرح آواز نکالتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قسم بخدا اس میں بالکل کوئی آواز نہ تھی فقط یہ کہ اس کی دُبر سے ہوا داخل ہوتی تھی اور منہ سے نکلتی تھی تو گائے کی آواز کی طرح آواز پیدا ہو جاتی تھی یہی اس کی آواز تھی۔

بنی اسرائیل گروہوں میں منقسم

زیورات سے بچھڑا بننے اور گائے کی سی آواز جیسی آواز نکالنے پر بنی اسرائیل کئی گروہوں میں بٹ گئے اس بارے ہر کسی کا اپنا اپنا نظریہ تھا۔

۱۔ ایک گروہ کہنے لگا کہ اے سامری یہ کیا ہے؟ اور تو ہی اسے جانتا ہے سامری نے کہا یہ تمہارا رب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام راستے سے بھٹک گئے ہیں۔

۲۔ دوسرے گروہ کی رائے تھی جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس نہیں لوٹ آتے تب تک تیری تکذیب تو نہیں کریں گے اگر یہ ہمارا رب ہوا تو ہم اسے ضائع نہیں کریں گے بلکہ عاجزی سے سر تسلیم خم ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ خلانہ ہوا تو ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کی اتباع و پیروی کریں گے۔

۳۔ تیسرے گروہ نے کہا کہ یہ سراسر شیطانی عمل ہے نہ یہ ہمارا رب ہے نہ ہم اس پر ایمان لائیں گے اور نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے۔

۴۔ سامری کے قول نے ایک گروہ کے دل میں بچھڑے کی محبت کوٹ کوٹ کے بھر دی تھی انہوں نے مکمل طور پر اس کے علاوہ ہر صداقت کی تکذیب کر دی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اے قوم تم آزمائش میں مبتلا ہو تمہارا رب رحمٰن ہے یہ رب نہیں ہے۔ کہنے لگے پھر موسیٰ علیہ السلام کو کیا ہوا تیس راتوں کا وعدہ کر کے گئے تھے اب چالیس ہوگئی ہیں۔ اس نے ہمارے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے۔ بے وقوف اور احمق لوگ کہنے لگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب کے بارے غلطی لگ گئی ہے وہ اسے وہاں تلاش کرتے پھر رہے ہیں جبکہ خدا یہاں ہے۔

قوم کی گمراہی کوہ طور پر آگاہی

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی سے نوازا جو کچھ راز و نیاز کی باتیں ہوئیں سو ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات سے بھی آگاہ فرمادیا کہ تمہاری قوم تمہاری غیر موجودگی میں گمراہ ہو چکی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف غصے میں بھرے افسوس کرتے ہوئے پلٹے انہیں جو کچھ کہا وہ تم قرآن پاک میں سن چکے ہو۔

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗ (اعراف ۱۵۰)

موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے اور غصے میں توراۃ کی تختیاں زمین پہ ڈال دیں پھر بھائی کے عذر کی بنا پر عذر خواہی کی اور ان کے لئے مغفرت مانگی پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے کہنے لگے کہ کس نے تجھے اس فعل شنیع پر ابھارا تھا اس نے کہا:

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ (طٰہٰ ۹۶)

میں نے ایک مٹھی بھر لی فرشتے کے نشان سے میں اس کی حقیقت کو جان گیا تھا جبکہ تم پر وہ حقیقت عیاں نہ ہوئی پھر میں نے اس کو پھینک دیا۔

وَكَذَالِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا

(طٰہٰ ۹۶،۹۷)

اور میرے جی کو یہی بھلا لگا کہا تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھونہ جا اور بے شک تیرے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا اور اپنے معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسن مارے رہا قسم ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہائیں گے۔

اگر یہ معبود ہوتا تو اس کے ساتھ یہ صورتحال پیش نہ آتی۔ بنی اسرائیل کو اس فتنہ کا یقین کامل ہو گیا اور جن کی رائے حضرت ہارون علیہ السلام کی رائے کی سی تھی وہ اپنے آپ پر رشک کرنے لگے۔

بنی اسرائیل کے لئے توبہ کی شرط

پھر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی قوم کی مغفرت کے لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے التجا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے باب توبہ کو کھول دے تاکہ ہم توبہ واستغفار کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر افراد کا انتخاب کر لیا جنہوں نے کبھی نہ تو بھلائی سے تاخیر کی تھی اور نہ ہی شرک جیسا قبیح عمل کیا تھا یہ افراد اپنی قوم کی توبہ کے لئے چل پڑے۔ زمین نے زلزلوں اور جھٹکوں نے انہیں لرزہ براندام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم اور اپنے وفد سے حیا آئی عرض کی۔

لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا (اعراف ۱۵۵)

(اے رب میرے) تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔

ان منتخب افراد میں کوئی ایسا بھی تھا جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا تھا کہ اس کے دل میں بچھڑے کی محبت جاگزین ہے اور اس کے خدا ہونے پر اس کا ایمان بھی ہے اسی لئے زمین کے زلزلوں نے انہیں آلیا ہے۔

رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ...... فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ (اعراف ۱۵۶،۱۵۷)

اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ میں نے تجھے اپنی قوم سے توبہ کے لئے سوال کیا ہے تو فرماتا ہے کہ میری رحمت میری قوم

کے علاوہ کسی دوسری قوم کے لئے ہے کاش کہ تو مجھے موخر کر دیتا اور مجھے بھی اس ذیشان نبی کی امت میں پیدا کرتا۔

فرمان الٰہی ہوا کہ ان کی توبہ کی قبولیت کی یہی صورت ہے کہ ہر شخص اپنے سامنے آنے والے شخص کو قتل کر دے خواہ وہ اس کا بیٹا ہو یا اس کا والد تلوار کے وار کرتا چلا جائے اور دوران قتل کوئی پرواہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بھی توبہ قبول فرمالی جن کا معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے مخفی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہ سے مطلع فرمایا اور انہوں نے اس کا اعتراف بھی کرلیا تو اس طرح حکم الٰہی کے مطابق انہوں نے عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے قاتل ومقتولین کی مغفرت و بخشش فرمادی۔

بنی اسرائیل کی ہٹ دھرمیاں

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر سرزمین مقدسہ کی جانب روانہ ہوئے۔ غصے سے جو تختیاں گر گئی تھیں انہیں اٹھایا اور بنی اسرائیل کو توراۃ کے احکام یاد کرنے اور عمل کرنے کا حکم دیا وہ احکامات ان پر بوجھل تھے انہوں نے اقرار سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر پہاڑ کو معلق فرمادیا گویا کہ وہ ایک سائبان تھا اس پہاڑ کو ان کے سروں کے اتنا قریب کر دیا کہ انہیں خوف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ گرا ہی چاہتا ہے۔ انہوں نے پہاڑ کے گرنے کے خوف سے کتاب کو دائیں ہاتھ سے پکڑا اور پہاڑ کی طرف دیکھنے لگے کتاب ہاتھ میں تھی پہاڑ پیچھے تھا ڈر رہے تھے کہ کہیں گر ہی نہ جائے۔

پھر سرزمین مقدسہ کی طرف سفر شروع کیا جب سرزمین مقدسہ (فلسطین) کے قریب پہنچے تو اس شہر میں انہوں نے ایک ایسی سرکش قوم کو پایا جس کی خلقت و جسامت بارے عجیب عجیب واقعات منقول ہیں ان کے پھلوں کے بارے مشہور ہے کہ وہ عجیب قسم کے اور بڑے بڑے تھے۔

بنی اسرائیل کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو جابر و سرکش قوم ہے ہمیں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں جب تک وہ وہاں موجود ہیں ہم وہاں نہیں جائیں گے اگر وہ نکل جائیں تب ہمیں داخل ہونے میں کوئی اعتراض نہیں۔ ان میں سے دو آدمی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے انہوں نے کہا ہم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم جائیں گے ان کی طرف انہوں نے کہا ہم اپنی قوم سے زیادہ جانتے ہیں اگرچہ تم ان کی جسامت اور تعداد کو دیکھ کر ڈر محسوس کر رہے ہو لیکن نہ ان کے دلوں میں لڑنے کا حوصلہ ہے اور نہ ہی یہ اپنا دفاع کر سکتے ہیں تم ان کے دروازوں میں گھس جاؤ تم گھستے ہی ان پر غالب آ جاؤ گے لوگ کہتے ہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھے۔

بنی اسرائیل میں سے جو لوگ خوف محسوس کر رہے تھے انہوں نے کہا

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ

(المائدہ ۲۴)

بولے اے موسیٰ! ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غضبناک کر دیا تو آپ نے پھر ان کیلئے بددعا کی اور انہیں فاسق کہا اس سے قبل بنی اسرائیل سے بارہا حضرت موسیٰ علیہ السلام معصیت اور برائیاں دیکھ چکے تھے لیکن آپ نے اس دن تک ان کیلئے بددعا نہ فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کو قبول فرماتے ہوئے ان کا نام فاسق رکھ دیا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا نام فاسق رکھا تھا۔

پھر ان پر چالیس برس سرزمین پاک کو حرام فرما دیا اور وہ زمین پر بھٹکتے پھرے۔ صبح و شام چلتے پھرتے لیکن سکون و قرار ان کے مقدر میں نہ تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مقامِ تیہ میں ان پر بادلوں کا سایہ فرمایا ان پر من و سلویٰ نازل کیا انہیں ایسا لباس عطا کیا جو پرانا ہوتا تھا اور نہ ہی میلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے مربع شکل میں ایک پتھر رکھ دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس پر اپنا عصا مارو پھر اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے ہر کونے سے تین تین چشمے تھے ہر گروہ نے اپنے اپنے چشمے کو پہچان لیا۔ جہاں سے وہ پانی پیتے تھے۔ جب وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کوچ کرتے تو پتھر کو اس جگہ موجود پاتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع قرار دیا ہے اور میرے نزدیک یہ درست ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو سنا تو اس بات کا انکار کر دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا راز فاش کرنیوالا فرعونی تھا۔ انہوں نے کہا کہ اسے تو علم ہی نہ تھا اس نے راز کیسے ظاہر کر دیا۔ وہ تو اسرائیلی تھا جو اس وقت موقع پر موجود تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما غصہ آ گیا۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور سعد بن مالک زہری رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور کہا اے ابو اسحاق کیا مجھے یاد ہے کہ جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہونیوالے کے بارے میں بیان فرمایا تھا۔ اس مقتول کے بارے راز کو اسرائیلی نے فاش کیا تھا یا فرعونی نے؟

انہوں نے کہا کہ اس فرعونی نے راز کو فاش کیا تھا جس نے اسرائیلی سے سنا تھا اور وہ اس وقت اسرائیلی کے پاس موجود تھا۔

ایسے ہی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ ابن جریر اور ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی تفاسیر میں یزید بن ہارون کی حدیث سے اس کی تخریج کی ہے۔

یہ بھی شبہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے اور اس کا مرفوع ہونا محلِ نظر ہے اور غالب گمان ہے کہ یہ اسرائیلیات سے نقل کردہ ہے۔

تذکرہ قبہ زمان کی تعمیر کا

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شمشاد کی لکڑیوں' جانوروں کے چمڑوں اور بکریوں کے بالوں سے ایک قبہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔حکم تھا کہ اسے سونے' چاندی اور رنگین ریشم سے آراستہ و پیراستہ کیا جائے۔اہل کتاب کے ہاں کافی اس کی تفصیل ہے کہ اس کے دس خیمے ہوں ہر ایک لمبائی اٹھائیس گز اور چوڑائی چار گز ہو اور اس کے چار دروازے ہوں ان پر سفید و رنگین ریشم کے پردے ہوں۔ان میں الگنیاں اور فرش سونے چاندی کے ہوں ہر کونے میں دو دروازے ہوں اور یہ دروازہ رنگین ریشم سے ڈھکا ہوا ہو۔

اہل کتاب کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شمشاد کی لکڑی کا ایک تابوت تیار کرنے کا حکم ملا جس کی لمبائی اڑھائی گز اور چوڑائی دو گز اور اونچائی ڈیڑھ گز ہو اور اندر اور باہر سے خالص سونے سے ملمع ہو اور ان کے چاروں کونوں میں چار حلقے ہوں اور ہر کنارے پر دو دو فرشتے ہوں یعنی فرشتوں کی مورتیاں ہوں ان کے پر بھی ہوں اور سونے سے ان کی مورتیوں کو تیار کیا گیا ہو۔یہ دونوں فرشتے آمنے سامنے ہوں جس آدمی کی یہ کاریگری تھی اس کا نام بصلیال تھا۔

اہل کتاب کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ شمشاد کی لکڑی کا ایک دسترخوان (ڈائننگ ٹیبل) تیار کریں جس کی لمبائی ایک گز اور چوڑائی ڈیڑھ گز ہو اس پر بھی سونے کی ملمع سازی ہو۔

میز کے اطراف میں چار حلقے ہوں انار کی طرح سونے جیسی لکڑی سے انہیں موڑا گیا ہو اور دسترخوان پر پیالے چمچے وغیرہ چنے ہوں اور اس طرح ایک سونے کا منارہ ہو جس میں ہر تینوں اطراف سے چھ سونے کے سرکنڈے ہوں ہر سرکنڈے پر تین چراغ ہوں اور منارے میں چار قندیلیں ہوں یہ چیزیں اور تمام برتن سونے کے سو رطل سے بنے ہوئے ہوں اور یہ بھی بصلیال کی صنعت کاری ہو اور یہ وہ شخص ہو جس نے ذبح خانہ بنایا اس قبہ کو ان کے سال کے پہلے دن نصب کیا گیا اور وہ ربیع کا پہلا دن تھا اور تابوت شہادت نصب ہوا۔خدا معلوم قرآن پاک کی اس آیت میں اس کا ذکر ہو۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (البقرہ ۲۴۸)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھائے لائیں گے۔اسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہو اس بارے اہل کتاب کی کتاب میں تذکرہ بڑی شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے تورات میں ان کیلئے شرعی احکامات اور قربانی کی صفت و کیفیات کی تفصیل بھی مذکور ہے۔

قبہ زمان اہل کتاب کی نظر میں

تورات میں مذکور ہے کہ قبہ زمان انکے بچھڑے کے پوجنے جیسے عمل قبیح سے پہلے موجود تھا اور بچھڑے کی پوجا کا واقعہ بیت المقدس کی جانب آنے سے پہلے کا ہے۔ یہ قبہ ان کے نزدیک کعبہ کی سی حیثیت رکھتا تھا جس کی طرف منہ کر کے اور جس میں وہ نماز ادا کرتے تھے اور بارگاہ الٰہیہ کا تقرب حاصل کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس میں داخل ہوتے تو لوگ اس کے اردگرد کھڑے ہو جاتے بادلوں کا ستون اسی کے دروازے پر اترتا تب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے اللہ تعالیٰ بادلوں کے اس نوری ستون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوتا باہمی راز و نیاز کی باتیں ہوتیں اور اوامر و نواہی کے احکامات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیے جاتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے تابوت کے پاس فرشتوں کے مجسموں میں نمایاں جگہ پر کھڑے ہوتے جب شرف ہمکلامی ختم ہو جاتا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو احکام الٰہیہ کے بارے آگاہ فرماتے۔

جب کسی ایسے معاملہ میں فیصلہ فرمانا ہوتا جس کے بارے تفصیلی حکم فی الحال نہ آیا ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس حکم کی تفصیل کی طلب کیلئے تابوت کے پاس فرشتوں کے دو مجسموں کے درمیان آ کر کھڑے ہو جاتے پھر اس فیصلے کے بارے تفصیل آتی حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی روشنی میں پھر ان کے باہمی تنازعات کا حل فرماتے۔

مساجد کو آراستہ نہ کرنیکی حکمت

اہل کتاب کیلئے ان کے زمانہ میں سونا اور ریشم مشروع تھا اسے وہ اپنی عبادت گاہوں اور کنیسوں میں استعمال کرتے تھے لیکن عبادت گاہوں اور مردوں کیلئے ان کا استعمال ہماری شریعت میں ممنوع و غیر مشروع ہے بلکہ مساجد کی تزئین و آرائش کی بھی ممانعت کی گئی ہے تاکہ نمازی کی توجہ نماز سے ہٹ کر آرائش کی طرف مشغول نہ ہو جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کی توسیع کے وقت ابن الناس کی کنیت سے موسوم معمار کو یہ حکم دیا تھا کہ اسے سرخ و زرد کرنے سے بچانا تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔

یہ حکم امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے شرافت و کرامت اور حرمت و تنزیہہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ امت سابقہ امتوں کے مشابہہ نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انکی توجہات کو اپنی نمازوں میں خود اپنی ذات کی طرف متوجہ کیا ہے اور ان کے قلب و نظر کو غیروں کی طرف مشغول ہونے سے بچایا ہے اور عبادت عظیم میں جو چیز خلل ڈالتی تھی سوچ و فکر کی ان وادیوں سے بچالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے تعریف و احسان ہے۔

قبہ زمان کی ذمہ داریاں اوروں کے کندھوں پر

قبہ زمان مقام تیہ میں بھی بنی اسرائیل کے ساتھ تھا جس میں یہ نمازیں ادا کرتے تھے یہی ان کا قبلہ و کعبہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے امام و پیش رو اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام قربانیوں کیلئے پیش پیش تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کے بعد یہ ذمہ داری ان کے بیٹوں پر آ گئی اور تا حال یہ سلسلہ ان کی اولاد میں چلتا آ رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد نبوت اور دیگر احکام کی ذمہ داری آپ کے خادم حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو سونپی گئی۔ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر بیت المقدس میں داخل ہوئے جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

مختصر یہ کہ جب حضرت یوشع علیہ السلام کو بیت المقدس پر غلبہ حاصل ہوا تو انہوں نے اس قبہ کو بیت المقدس کی چٹان پر نصب فرما دیا پھر اسی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جاتی رہی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک تمام انبیاء کرام کا یہی قبلہ رہا۔ ہجرت سے قبل رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرف رخ زیبا کر کے نماز ادا فرماتے رہے اور یہی کعبہ آپ کے سامنے تھا جب ہجرت فرمائی تو بیت المقدس کی جانب ہی منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم تھا۔

سولہ ماہ تک ایک دوسرے قول کے مطابق سترہ ماہ تک یہی حکم رہا پھر تحویل کعبہ کا واقعہ پیش آیا اور یہی کعبہ ابراہیم علیہ السلام ہے۔

تحویل کعبہ کا واقعہ شعبان دو ہجری میں نماز عصر کے دوران اور ایک قول کے مطابق نماز ظہر کے دوران پیش آیا تھا جس کی تفصیل تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قارون کا قصہ

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ .... وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (القصص ۷۶ تا ۸۳)

بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا نہیں بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا بولا یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک فرمادیں جن کی قوتیں اس سے سخت تھیں اور جمع اس سے زیادہ اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بے شک اس کا بڑا نصیب ہے اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کیلئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ کے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا اور کل جس نے اس کے مرتبہ کی آرزو کی تھی صبح کہنے لگے عجب بات ہے اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کیلئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا اے عجب کافروں کا بھلا نہیں یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان کیلئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔

قارون کا تعارف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ ابراہیم نخعی، ابن نوفل، سماک ابن حرب، قتادہ، مالک بن دینار اور ابن جریج رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے لیکن انہوں نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ قارون بن یصہر بن قاھث اور موسیٰ بن عمران بن ھافث

ابن جریج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کی رائے یہی ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور ابن اسحاق علیہ الرحمہ کے اس قول کو رد کیا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔

قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ نور کے نام سے مشہور تھا کیونکہ وہ تورات کو بڑی خوش الحانی سے تلاوت کرتا تھا لیکن اس دشمن خدا نے سامری کی طرح منافقت کی کثرت مال کی بنا پر وہ ہلاک ہو گیا۔

شہر بن حوشب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کے کپڑے معمول سے ایک بالشت لمبے ہوتے تھے تا کہ قوم پر اس کی برتری نمایاں رہے۔

قارون کے خزانے

اللہ تعالیٰ نے قارون کے خزانوں کی کثرت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک مضبوط و طاقتور جماعت قارون کے خزانوں کی چابیاں اٹھایا کرتی تھیں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے خزانوں کی چابیاں چمڑے کی تھیں اور ساٹھ خچر اس کو اٹھاتے تھے۔ (واللہ اعلم)

بے سود نصیحتیں

قوم کے ناصحین نے بارہا قارون کو نصیحت کی کہ تو عطائے خدا پر مت اترا

إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ وَابْتَغِ فِيمَا اٰتٰكَ اللهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ

بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو مال اللہ نے تجھ کو دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر ناصحین اور خیر خواہی کے طالب اسے سمجھاتے کہ ارے ناداں اپنی ہمت و طاقت کو حصول دنیا کیلئے صرف نہ کر بلکہ عطائے خداوندی کے ذریعے دار آخرت کی طلب میں کوشاں و سرگرداں رہ کیونکہ دار آخرت ہی مستقل و دائمی گھر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول جو مال تیرے لیے اللہ تعالیٰ نے حلال و جائز کیا ہے اسے لے اور پاکیزہ و طیب اشیاء سے زندگی کی خوشحالیوں کے مزے لے۔

وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللهُ اِلَيْكَ

اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا یعنی جس طرح خالق کائنات نے تجھ پر احسان کیا ہے ویسے تو بھی مخلوق خدا پر احسان کر وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ مخلوق خدا کے ساتھ زیادتی و برائی سے گریزاں و ترساں رہ روئے زمین میں فساد نہ چاہ اگر اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر تو مصر رہا تو عطا فرمانے والی ذات تجھ سے ہر عطا کو چھین کر خاک بسر اور دربدر کر دے گا۔

اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس نصیحت و خیر خواہی پر اس مردود کا جواب یہ تھا کہ

اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ

یہ (خزانہ) تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ لہٰذا مجھے تمہاری نصیحتوں کے مطابق استعمال کرنے کی بالکل ضرورت نہ ہے یہ سب کچھ اللہ نے مجھے اس علم کی وجہ سے عطا فرمایا ہے جس علم کی وجہ سے میں اس کا حقدار اور اہل ہوں اگر میں اللہ کی بارگاہ کا مقبول و محبوب نہ ہوتا اور میرا حصہ اس کے پاس نہ ہوتا تو وہ کبھی مجھے مال و دولت کی تجوریوں سے مالا مال نہ کرتا۔

کثرت مال مقبول خدا ہونیکی علامت نہیں

اللہ تعالیٰ نے اس کی غلط سوچ کو مسترد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَھْلَکَ مِنْ قَبْلِہٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ ھُوَ اَشَدُّ مِنْہُ قُوَّۃً وَّاَکْثَرُ جَمْعًا وَّلَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِھِمُ الْمُجْرِمُوْنَ (القصص ۷۸)

اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک فرمادیں جن کی قوتیں اس سے سخت تھیں اور جمع اس سے زیادہ اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں۔

گزشتہ امتوں میں ہم کئی ایسے لوگ ہلاک و برباد کر چکے ہیں جو قوت و طاقت' دولت وثروت اور اولاد و نسل کے اعتبار سے قارون سے کہیں زیادہ فائق تھے اگر قارون کی سوچ صحیح ہے تو پھر ہم کبھی کثرت مال دولت والے کو عذاب کے شکنجوں میں نہ کستے اس کا کثرت مال ہماری محبت والتفات کی دلیل نہیں ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب تک پہنچا ئیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِہٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ (المومنون ۵۵'۵۶)

کیا یہ خیال کرر ہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کرر ہے ہیں مال اور بیٹوں سے یہ جلد جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں۔

یہ قارون کی بات کا رد اور اس مفہوم کی صحت کی دلیل ہے جو اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ میں ہم نے بیان کیا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کیمیا گری کی صفت میں ماہر تھا اور بعض کا خیال ہے اس نے اسم اعظم یاد کر رکھا تھا اسی سے مال کی بہتات اور فراوانی اس کی لونڈی بنی ہوئی تھی۔

لیکن یہ بات درست نہیں بلکہ وہم باطل ہے کیونکہ کیمیا گری تو ایک خیالی چیز ہے جو حقائق میں ردو بدل نہیں کرسکتی اور نہ ہی خالق کائنات کی صفت کے مشابہہ ہوسکتی ہے۔

اور جہاں تک اسم اعظم کا تعلق ہے تو اس سے کافر کی دعائیں پروان نہیں چڑھتی قارون ظاہری طور پر منافق اور اندر سے کافر تھا۔

پھر اس تقدیر پر اس کا جواب صحیح نہیں رہتا اور نہ ہی دونوں کلاموں کے درمیان کوئی مطابقت باقی رہتی ہے۔

قارون کا انداز فخر ومباہات

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ فِیْ زِیْنَتِہٖ

تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں

اکثر مفسرین عظام نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن قارون زرق برق لباس، آراستہ و پیراستہ سواریوں جاہ چشم اور خدام کے ساتھ اپنے گھر سے باہر نکلا دنیاوی زندگی کی بھول بھلیوں کو ترجیح دینے والوں نے آرزو کی کاش ہم بھی اس طرح ہوتے اس کی سج دھج کو دیکھ کر اس پر رشک کرنے لگے۔

جب صاحبان فکر و دانش اور صاحبان علم و فکر نے دنیاداروں کی للچائی ہوئی باتوں کو سنا تو انہیں کہا

وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کیلئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے

اور اللہ کا ثواب ہی بہتر و باقی رہنے والا اور عظیم و ارفع ہے وَلَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الصَّابِرُوْنَ اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔

یہ نصیحت و خیر خواہی یہ ناصحانہ گفتگو اور یہ بلند ہمتی ان کو نصیب نہیں ہوتی جن کی نگاہیں دنیاوی زندگی کی رنگینیوں میں مست ہوں بلکہ یہ تو ان کا مقدر ہیں جن کے قلب و جگر کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے ہمکنار فرما دیا ہو جس کی عقل کی تائید اور مراد کو حق کر دیا ہو۔

اور کتنی خوبصورت بات بعض اسلاف نے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان آنکھوں اور عقل و فکر سے محبت فرماتا ہے جو آنکھیں شبہات پائے جانے کے وقت محتاط رہتی ہیں اور جو عقل شہوات کے وقت ثابت قدم رہتی ہے۔

قارون مال و نخوت سمیت زمین دوز

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ

(القصص ۸۱)

تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ سے بچانے میں اسکی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔

اللہ تعالیٰ آیت مذکورہ میں قارون کے تکبر و زینت سے قوم میں نکلنے اور قوم پر فخر و مباہات سے اترانے کا تذکرہ فرما رہا ہے کہ جب اس نے متکبرانہ انداز اختیار کیا تو ہم نے اسے زمین میں دھنسا دیا جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے توسط سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی اپنی چادر کو گھسیٹے جا رہا تھا تب اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ تا حشر زمین میں مسلسل دھنستا ہی جائے گا۔

پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح حدیث روایت کی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ قارون نے کسی بدکار خاتون کو مال دیکر اس بات پر آمادہ کیا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں کے درمیان تشریف فرما ہوں تو ان پر بک دے کہ آپ نے میرے ساتھ فلاں غیر مہذب

فعل کیا ہے۔

مذکور ہے کہ اس خاتون نے ایسا ہی کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سن کر شپٹا گئے اور مبتلائے اضطراب ہو گئے آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر اس خاتون کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے حلفاً پوچھا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ اس نے بتادیا کہ قارون نے زرکثیر دیکر مجھے اس بات پر آمادہ کرلیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہم نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کا حکم دیدیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو قارون اور اس کے گھر کو نگلنے کا حکم دیا پھر ایسے ہی ہوا (واللہ اعلم)

ایک قول یہ بھی ہے کہ قارون جب اپنی قوم میں اپنی آرائش، لشکر جرار، خچر اور زرق برق لباس سے پیراستہ ہو کر نکلا اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مجلس میں اپنی قوم سے تذکیر بایام اللہ پر وعظ فرما رہے تھے جب لوگوں نے اسے آتے دیکھا تو کئی سارے لوگوں نے اپنے چہرے اس کی طرف اٹھا کر اسے تکنا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو بلا کر اس سے پوچھا کہ کس چیز نے تجھے ایسا کرنے پر ابھارا ہے؟

کہنے لگا اے موسیٰ! اگر آپ کو مجھ پر نسبت کے اعتبار سے فضیلت حاصل ہے تو مجھے بھی آپ پر دولت و ثروت کے اعتبار سے فضیلت حاصل ہے اگر مجھے یہاں سے نکالنا چاہتے ہیں تو میرے لیے بددعا کریں اور میں آپ کے لیے بددعا کرتا ہوں دیکھتے ہیں کون نکلتا ہے۔

حضرت موسیٰ اور قارون اپنی قوم سمیت باہر نکلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم بددعا کرو گے یا میں کروں؟ کہنے لگا میں کرتا ہوں قارون نے بددعا کی کوشش کی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے کوئی جواب نہ ملا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا میں بددعا کروں؟ اس نے کہاں کہ ہاں کیجئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ مولا تعالیٰ زمین کو حکم دے کہ آج وہ میری اطاعت و فرمانبرداری کرے اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو حکم جاری فرمادیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے زمین قارون اور اس کی قوم کو پکڑ لے اس نے قدموں تک پکڑ لیا پھر کہا انہیں پکڑ لے اس نے زانوں تک پکڑ لیا پھر کندھوں تک پکڑ لیا پھر کہا کہ اب تو اس کے خزانے کو اپنی گرفت میں لے لے زمین اس کے مال و دولت اور خزانوں کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ اسے دیکھتے رہ گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا کہ بنی لاوی کو اپنے اندر دھنسا لے پھر زمین ان پر برابر ہو گئی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قارون روزانہ انسانی قامت جتنا زمین میں دھنسایا جاتا ہے اور قیامت تک دھنسایا جاتا رہے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قارونیوں کو ساتوں زمین تک دھنسایا ہی جاتا رہے گا اکثر مفسرین نے اس موقع پر کثرت سے اسرائیلی روایات کو ذکر کیا ہے ہم ان سے قصداً اعرض کرتے ہیں۔

قارون بے یارومددگار

فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ (القصص ۸۱)

تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا نہ تو وہ خود کو بچا سکا اور نہ ہی کوئی دوسرا اسکی مدد و دفاع کرسکا۔

فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ (الطارق ۱۰)

تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار

جب زمین میں دھنسنا' اموال کی ہلاکت' محلوں کی ویرانی' خود قارون اہل وعیال اور جائیداد کی تباہی و بربادی جیسے المناک عذاب کا نزول ہوا تو قارون کے جاہ وحشمت جن کی حیثیت پانی کے بلبلے کی سی ہے جن لوگوں نے ایسے رعب ودبدبہ کی آرزو کی تھی وہ نادم وشرمسار ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں ہدیہ تشکر بجائے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے بہترین تدبیریں فرماتا ہے اس لیے انہوں نے کہا

لَوْ لَا اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (القصص ۸۲)

اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا اے عجب کافروں کا بھلا نہیں۔ قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ویکان الم تر کے معنی میں ہے معنی کے اعتبار سے یہ قول بہتر ہے۔

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور بے شک آخرت کا گھر وہ دارقرار ہے کہ جنہیں عطا کیا جائے گا وہ اس پر رشک کریں گے اور جو محروم ہونگے وہ یاس وحیرت سے ورطۂ ندامت ہونگے۔ یہ دارقرار ان لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو زمین میں تکبر فساد نہیں کرتے اور نہ ہی اس کیلئے کوشاں ہوتے ہیں۔

لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا

اس آیت طیبہ میں علو سے مراد تکبر فخر شر اور اترانا اور ناشکری مراد ہے اور فساد سے مراد عمل گناہ' لوگوں کے مال چھیننا' ان کی معیشت کو تباہ کرنا' ان کی برائی چاہنا' ان کے عدم خیرخواہی کی کوشش کرنا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔

قارون کا یہ قصہ بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے سے پہلے کا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ

تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا

گھر عمارتوں پر مشتمل ہوتے ہیں مصر سے نکلنے کے بعد تو وہ مقامِ تیہ کے جنگلوں میں سرگرداں رہے۔

گھر کو محلّہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ کئی خیموں پر مشتمل ہو۔

جیسا کہ عنترہ نے کہا ہے

یا دار عبلة بالجواء تکلمی، وعمی صباحا دار عبلة وَاسْلِمِیْ

اے وادی میں موجود عبلہ کے گھر مجھ سے باتیں کر اے عبلہ کے گھر تیری صبح اچھی ہو اور تو سلامت رہ۔

قارون کی مذمت

اللہ تعالیٰ نے دیگر آیات قرآنیہ میں بھی قارون کی مذمت کی ہے سورۃ غافر میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ کَذَّابٌ

(غافر:۲۳،۲۴)

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے جادوگر ہے بڑا جھوٹا؟

سورۃ عنکبوت میں عاد و ثمود کے ذکر کے بعد قارون فرعون اور ہامان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ .... وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (عنکبوت:۳۹،۴۰)

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو اور بے شک ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام روشن نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم سے نکل کر جانیوالے نہ تھے تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو چنگاڑ نے آ لیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

بہر حال قارون زمین کے اندر دھنسایا گیا جب کہ پہلے گذر چکا ہے اور فرعون و ہامان کو لشکروں سمیت غرق کر دیا گیا کیونکہ وہ نافرمان و خطا کار تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جس نے نماز کی محافظت کی وہ اس کیلئے قیامت کے دن نور اور برہان ہو گی اور باعث نجات ہو گی اور جس نے نماز کی محافظت نہ کی تو نہ تو اس کیلئے نور و برہان ہو گی نہ ہی باعث نجات بلکہ بے نمازی کا حشر قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور امیہ بن خلف کے ساتھ ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فضائل و خصائل اور صفات وفات

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مُوْسٰٓی اِنَّہٗ کَانَ مُخْلَصًا وَّکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا وَنَادَیْنٰہُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَقَرَّبْنٰہُ نَجِیًّا وَوَھَبْنَا لَہٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاہُ ھٰرُوْنَ نَبِیًّا (مریم ۵۱ تا ۵۳)

اور کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کو یاد کرو بے شک وہ چنا ہوا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا فرمائی اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا (غیب کی خبریں بتانے

والا نبی)

قَالَ يٰمُوْسٰى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ (اعراف ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے موسیٰ میں نے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے صحیحین میں ہے کہ حضور اکرم سرور دو عالم افضل الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو بے شک قیامت کے دن لوگوں پر بے ہوشی طاری ہوگی سب سے پہلے بے ہوشی سے افاقہ مجھے ہوگا تب میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں خدا معلوم کہ انہیں مجھ سے پہلے افاقہ ہو چکا ہوگا یا کوہ طور پر بے ہوشی کے بدلہ انہیں روزِ حشر اس کیفیت میں مبتلا ہی نہ کیا گیا ہوگا۔

اس حدیث طیبہ کے حوالہ سے اس سے قبل گفتگو ہو چکی کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بطور عجز و انکساری ہے ورنہ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہے سرور کائنات ہیں (دنیا و آخرت میں قطعی اور یقینی طور پر اولاد آدم کے رہبر و سردار ہیں) لا شك فيه

سورۃ نساء میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ (النساء ۱۶۳)

بے شک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹوں کو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا

(احزاب ۶۹)

اے ایمان والوں ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرما دیا اس بات سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی باحیا اور ستر پوش تھے ان کے شرم و حیا اور ستر پوشی کا یہ عالم تھا کہ ان کے جسم اقدس کا کوئی حصہ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے جو لوگ انہیں اذیت پہنچانے کے درپے تھے وہ کیونکر باز رہ سکتے تھے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ستر پوشی کا اس قدر اہتمام و خیال اس کی کوئی وجہ ضرور ہے یا ان کے جسم میں کوئی عیب ہے یا برص ہے یا انتفاخ خصیتین یا پھر اور کوئی بیماری ہے۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرما چکا تھا کہ بنی اسرائیل کی ہفوات سے انہیں بری فرما دے گا ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل کرنے کیلئے آئے ایک پتھر پر اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیئے غسل سے فارغ ہوئے تو کپڑے اٹھانے کیلئے بڑھے تو پتھر کپڑے لے کر بھاگنے لگا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اٹھایا اور پتھر کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیا یہ بھی کہتے جا رہے تھے اوئے پتھر میرے کپڑے اوئے پتھر میرے کپڑے۔

یہاں تک آپ برہنہ جسم بنی اسرائیل کے ایک گروہ تک پہنچ گئے انہوں نے دیکھا کہ آپ کو مخلوق خدا میں سے بڑے خوبصورت حالت میں ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تہمت سے آپ کو برأت عطا فرما دی پتھر بھی وہی رک گیا تھا آپ نے کپڑے اٹھائے زیب تن فرمائے اور اپنے عصا سے پتھر کی پٹائی شروع کر دی قسم بخدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی تین یا چار یا پانچ ضربوں سے پتھر نے رونا شروع کر دیا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا

وجاہت موسوی

بعض اسلاف کا کہنا ہے کہ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشان وجاہت ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کیلئے بارگاہ صمدیت میں دعا مانگی کہ انہیں ان کا وزیر و نائب بنا دیا جائے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرزو کو پورا فرماتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرما دیا جس طرح کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا (مریم ۵۳)

اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا نبی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ میں نے ابووائل سے پوچھا انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مال تقسیم فرما رہے تھے کسی آدمی نے تقسیم مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضا مطلوب نہیں ہے۔ میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر خدمت ہو کر ساری بات بتا دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر غضبناک ہو گئے حتیٰ کہ غصہ کے آثار میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ اقدس پر دیکھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ اذیتیں دی گئی انہوں نے ان اذیتوں پر صبر کیا امام مسلم نے بھی کئی اور طرق سے سلیمان بن الاعمش سے اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ مجھے کوئی شخص کسی کے بارے کوئی بات نہ بتایا کرے کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں تم میں سے اٹھوں (مجلس سے) تو میں صاف دل اٹھا کروں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مال پیش کیا گیا آپ نے اس کی تقسیم فرمائی فرماتے ہیں کہ میں دو آدمیوں کے پاس سے گذرا ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تقسیم فرمائی ہے اس سے نہ تو رضائے خدا مطلوب ہے اور نہ ہی ثواب آخرت اس نے جو کہا میں نے سن لیا۔

پھر میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ نے ہمیں

ارشاد فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں کوئی کسی دوسرے کی بات مجھ تک نہ پہنچائے میں فلاں فلاں آدمی کے پاس سے گزرا وہ یوں یوں کہہ رہے تھے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بڑی شاق گزری پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھوڑ دو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ اذیتیں دی گئیں انہوں نے صبر کیا۔
(احمد ابوداؤد ترمذی)

شب معراج کلیم وحبیب کا آمنا سامنا

صحیحین میں احادیث معراج میں مذکور ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرے تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر انور میں نماز ادا فرما رہے تھے۔

صحیحین میں مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صاحب معراج سرور کائنات شب اسرا کے دولہا صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان میں تھے جبرائیل امین علیہ السلام نے تعارف کراتے ہوئے کہا اے حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم یہ موسیٰ ہیں آپ انہیں سلام کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے کہا اے نبی صالح اور اخی صالح خوش آمدید۔

جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رو دیئے پوچھا گیا کہ آپ کس لیے رو دیئے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ باعث رشک جوان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) جو میرے بعد مبعوث ہوا میری امت کی بہ نسبت اس کی امت کہیں زیادہ جنت میں داخل ہو گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے مذکور ہے کہ آپ ساتویں آسمان میں تھے یہی محفوظ ہے۔

شریک بن ابی نمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان میں جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان میں تھے یہ کلام الٰہی کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔

کئی ایک حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان میں اور ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان میں تھے اور بیت المعمور سے اپنی ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ وہ بیت المعمور جس میں ستر ہزار ملائکہ روزانہ داخل ہوتے ہیں اور جو فرشتہ ایک مرتبہ داخل ہو گیا اس کو دوبارہ بیت المعمور میں داخلہ کا شرف نصیب نہیں ہوتا۔

تخفیف نماز کا باعث

تمام روایات میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض فرمائی تھیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا تحفہ لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا محبوب خدا آپ اللہ کے حضور واپس تشریف لے جائیں اور اپنی امت کیلئے نمازوں میں تخفیف کرائیں کیونکہ میں بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں اور آپ کی امت قلب و بصر اور سماعت کے اعتبار سے نسبتاً میری امت سے کمزور ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان بار بار آتے جاتے رہے نمازوں میں تخفیف کا سلسلہ

جاری رہا یہاں تک کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے حبیب تمہاری امت نمازیں پانچ ہی ادا کرے گی لیکن اجر وثواب پچاس کا عطا کرونگا۔

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

کلیم اللہ اپنی امت کے ساتھ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مجھ پر امتیں پیش کی گئی میں نے افق پر چھائی بہت بڑی سیاہی دیکھی تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کی امت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان تشریف فرما ہیں۔ (بخاری)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو کچھ طویل بیان کیا ہے۔

حصین بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا انہوں نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس نے گزشتہ شب ستارہ ٹوٹتا ہوا دیکھا ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں میں ہوں پھر میں نے کہا کہ میں نماز میں مصروف نہ تھا کیونکہ مجھے کسی موذی جانور نے ڈس لیا تھا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ میں نے دم کرالیا تھا پوچھا کہ کس چیز نے تجھے اس پر آمادہ کیا؟ میں نے کہا کہ شعبی رضی اللہ عنہ نے بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث طیبہ میں بیان کیا ہے کہ نہیں ہے تعویز ودم مگر چشم بد یا بخار وغیرہ کیلئے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کس قدر اچھا ہے جس نے پہنچا دیا اسے وہاں تک جہاں سے سنا پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں حدیث بیان کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں نے نبی اور ان کے ساتھ ان کی امتوں کو دیکھا کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی کسی کے ساتھ دو آدمی اور کسی کے ساتھ کوئی بھی آدمی نہ تھا۔ پھر میرے سامنے انسانوں کا جم غفیر پیش کیا گیا میں نے کہا کیا یہ میری امت ہے؟ کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں لیکن تم افق کی جانب دیکھو دیکھا تو انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا پھر مجھے کہا گیا کہ اس جانب دیکھیے میں نے دیکھا تو سواد اعظم تھا مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت مرحومہ ہے ان کے ساتھ ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب و کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونگے۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور تشریف لے گئے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے اور سلسلہ کلام چل پڑا کہ وہ خوش قسمت افراد کون ہیں جو بغیر حساب و کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونگے۔

کسی نے کہا کہ شاید وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار غلام صحابہ کرام ہیں۔

کسی نے کہا کہ شاید وہ لوگ ہیں جو دین اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے قطعاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا

اسی طرح اپنی اپنی رائے کے مطابق بہت سارا تذکرہ چلتا رہا کہ اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود تشریف فرما ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کس بات میں مشغول ہو؟ تو صحابہ کرام نے اپنی بات چیت بارے عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خوش قسمت افرادوہ ہیں جو نہ تو داغتے ہیں نہ جھاڑ پھونک (ٹوٹکے یا شرکیہ کلمات) کرتے ہیں نہ ہی فالوں کو معتبر سمجھتے ہیں بلکہ اپنے رب پر توکل وبھروسہ کرتے ہیں۔

عکاشہ سبقت لے گئے

حضرت عکاشہ بن محیصن الاسدی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں عکاشہ تم بھی ان میں سے ہو پھر ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اس نے عرض کی کیا میں بھی ان میں سے ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سبقك بها عكاشه عکاشہ تم پر سبقت لے گئے ہیں

کئی ایک طرق سے یہ حدیث مروی ہے صحاح وغیرہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

ذکر موسیٰ علیہ السلام قرآن پاک میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر کیا ہے آپ کی تعریف وتوصیف اور کتاب مبین میں آپ کے قصہ کو بار بار اور بارہا کبھی اختصار سے کبھی طوالت سے بیان فرمایا اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل ہونیوالی کتاب توراۃ کا تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کے ساتھ ساتھ کیا ہے۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَمَّا جَائَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللهِ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۱۰۱)

اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا۔

الٓمّٓ اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ .... وَاللهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (آل عمران ۱ تا ۴)

اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پوجا نہیں آپ زندہ اوروں کا قائم رکھنے والا اس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور اس نے اس سے پہلے تورات اور انجیل اتاری لوگوں کو راہ دکھاتی اور فیصلہ اتارا بے شک وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کیلئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

سورۃ انعام میں ارشاد ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖ .... وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (انعام ۹۱،۹۲)

اور یہود نے اللہ کی قدر جانی جیسی چاہیے تھی جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا تم فرماؤ کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشنی اور لوگوں کیلئے ہدایت جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے ظاہر کرتے ہو اور بہت سے چھپا لیتے ہو اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا نہ تمہارے باپ دادا کو اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو انکی بے ہودگی میں انہیں کھیلتا اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اتاری تصدیق فرماتی ان کتابوں کی جو آگے تھیں اور اس لیے کہ تم ڈر سناؤ سب بستیوں کے سردار کو اور جو کوئی سارے جہاں میں اس کے گرد ہیں اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے توراۃ کی تعریف فرمائی اور پھر قرآن پاک کی مدح سرائی فرمائی۔

سورۃ انعام میں ہی دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (انعام ۱۵۴٬۱۵۵)

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی پورا احسان کرنے کو اس پر جو نیکوکار ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزکاری کرو کہ تم پر رحم ہو۔

سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ .... الخ (مائدہ ۴۴)

بے شک ہم نے توراۃ اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

یہاں تک فرمایا کہ

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ ....وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (مائدہ ۴۷٬۴۸)

اور چاہیے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ۔

قرآن پاک کو تمام کتب سماوی پر حاکم بنایا گیا ہے اور ان کیلئے تصدیق کرنیوالا اور جو ان میں تحریف و تبدیلی واقع ہوئی انہیں کھول کر بیان فرمانے والا اہل کتاب کے ہاتھوں میں جو کتاب تھی اس کی حفاظت کی ذمہ داری انہیں دی گئی تھی لیکن اس کی حفاظت وضبط پر وہ قادر نہ ہو سکے اسی لیے اس میں تغیر و تبدل کر کے اس میں بے سروپا باتیں داخل کر دیں یہ ان کی کم فہمی، کم علمی اور اپنے معبود کے ساتھ بد دیانتی کا نتیجہ تھا ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں قیامت تک مسلسل ہوتی رہیں۔

اسی لیے ان کی کتاب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بارے واضح غلطیاں پائی جاتی ہیں اور غلطیاں اس قدر کہ جو

اعداد وشمار میں نہ ہیں اور نہ ہی ایسی صفات جو انبیا کے شایان شان ہے اور نہ ہی اس جیسی غلطیاں کہیں اور ملیں گی۔

سورۃ انبیاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَاءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (الانبیاء ۴۸ تا ۵۵)

اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فیصلہ دیا اور اوجالا اور پرہیز گاروں کو نصیحت وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور انہیں قیامت کا اندیشہ لگا ہوا ہے اور یہ ہے برکت والا ذکر کہ ہم نے اتارا تو کیا تم اس کے منکر ہو۔

سورۃ قصص میں ہے:

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا .... اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (القصص ۴۸'۴۹)

پھر جب ان کے پاس حق آیا ہماری طرف سے بولے انہیں کیوں نہ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا کیا اس کے منکر نہ ہوئے تھے جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا۔ بولے دو جادو ہیں ایک دوسرے کی پشتی پر اور بولے ہم ان دونوں کے منکر ہیں تم فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت کی ہو میں اس کی پیروی کرونگا اگر تم سچے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں کتابوں اور دونوں رسولان معظم کی تعریف وتوصیف کی ہے۔

اور جنوں نے اپنی قوم سے کہا ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ورقہ بن نوفل کے سامنے سورۃ علق کی آیات تلاوت فرمائی اور نزول وحی کی کیفیت بیان کی تو اس نے کہا پاک ہے پاک ہے یہ تو وہی معزز فرشتہ ہے جو موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل ہوتا رہا سورۃ علق کی آیات یہ تھیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (العلق ۱ تا ۵)

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت عظیم شریعت تھی اور آپ کی امت بھی کثیر امت ہے جس میں انبیاء' علماء' عابدین' زہاد' اہل علم وفراست' بادشاہ' امراء' سردار اور بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے وہ گزر گئے تو بعد میں آنیوالوں نے تبدیلیاں اور تحریفات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی شریعت کو تبدیل کر دیا جس کی وجہ سے ان کی شکلوں کو مسخ کر کے انہیں خنزیر و بندر بنا دیا گیا پھر ان کی ملت ہر حساب واعتبار سے منسوخ ہوگئی اور ان پر بڑے بڑے مصائب وحوادث آئے جن کا ذکر بہت طویل ہے لیکن ہم اس شخص کیلئے جو ان سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے مختصراً انشاء اللہ بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بھروسہ اور توکل ہے۔

کلیم اللہ کا حج بیت اللہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ''وادی ارزق'' سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کونسی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کی وادی ارزق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں وہ گھاٹی میں اترتے ہوئے عاجزی کے ساتھ تلبیہ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کی صدائیں دے رہے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''ہرشاء گھاٹی'' میں پہنچے دریافت فرمایا کہ یہ کونسی گھاٹی ہے؟

صحابہ نے عرض کی یہ ثنیہ ہرشاء ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام کو سرخ اونٹنی پر سوار صوف کے جبے میں ملبوس دیکھ رہا ہوں اونٹنی کی مہار کھجور کی چھال سے بنی ہوئی ہے۔ (سند امام احمد)

کلیم اللہ کی صفت

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرخ بیل پر سوار ہو کر حج ادا کیا تھا یہ حدیث بہت زیادہ غریب ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے دجال کا ذکر شروع کر دیا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک،ف،ر لکھا ہوگا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک،ف،ر لکھا ہوگا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تو نہیں سنا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بہرحال ابراہیم علیہ السلام تو گویا تم اپنے آقا کو دیکھ لو (یعنی میں ابراہیم علیہ السلام کا عکس جمیل ہوں)

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام تو وہ گندم گوں رنگ کے گھنگریالے بالوں والے، کھجور کی چھال کی بنی ہوئی مہار ڈالے سرخ اونٹ پر سوار تھے گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ تلبیہ کی صدائیں دیتے ہوئے وادی میں اتر رہے ہیں۔

ہشیم کہتے ہیں کہ خلبہ سے مراد لیف (کھجور کی چھال) ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰ ابن مریم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔

عیسیٰ علیہ السلام تو سفید رنگ گھنگریالے بالوں والے اور چوڑے سینے والے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے بھرکم جسم والے تھے۔

صحابہ نے عرض کی ابراہیم علیہ السلام؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انظروا الی صاحبکم** ابراہیم کو دیکھنا ہے تو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کو دیکھ لو۔

مسند امام احمد میں ہی ہے کہ ابو العالیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے شب اسریٰ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ دراز قد گھنگریالے بالوں والے آدمی تھے گویا کہ وہ شنوءۃ قبیلے کے مردوں میں سے ہیں۔

اور میں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ سرخ وسفید رنگت والے درمیانے قد کے لمبے بالوں والے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے شب اسریٰ معراج کرائی گئی تو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صفت بیان کی فرمایا کہ وہ ایک مرد ہیں کچھ گھنگریالے بالوں والے گویا کہ وہ شنوءۃ قبیلہ کے ایک آدمی لگتے تھے۔

میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صفت بیان فرمائی فرمایا کہ وہ سرخ رنگ کے میانہ قد کے تھے گویا کہ وہ حمام سے نکلے ہیں۔

اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا آپ علیہ السلام کی اولاد میں سے ان کے سب سے زیادہ مشابہہ میں (محبوب خدا) ہوں۔

(مسند امام احمد)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت (حضرت عزرائیل علیہ السلام) کو بھیجا گیا جب ملک الموت روح قبض کرنے کیلئے قریب آئے تو آپ علیہ السلام نے ملک الموت کو ایک تھپڑ رسید کیا۔

ملک الموت اللہ کے حضور واپس پلٹ گئے عرض کی یارب العالمین آپ نے مجھے ایسے انسان کے پاس بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا عزرائیل واپس جاؤ اور موسیٰ سے جا کے کہو کہ وہ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھیں ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال زندگی آپ کو اور عطا کردی جائے گی۔ بحکم الٰہی ملک الموت نے جا کر یہ پیغام دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہ العالمین پھر کیا ہوگا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر موت عرض کی اگر پھر بھی موت سے چھٹکارا نہیں تو اب ہی موت کیوں نہ ہو؟

پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ مجھے پتھر پھینکنے کی مقدار ارض مقدس کے قریب کردے (یعنی اتنا قریب کہ اگر کوئی پتھر پھینکے تو وہ وہاں پہنچ جائے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں وہاں ہوتا تو سرخ ٹیلے کے پاس راستے کے ایک جانب تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور دکھاتا اور اسے امام احمد علیہ الرحمہ نے مرفوع نہیں کہا

ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور آ کر کہا کہ اپنے رب کا حکم قبول کیجئے (موت کیلئے تیار ہو جائیں) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ مار کر ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی۔ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس پلٹ گیا اور جا کر عرض کی کہ یا اللہ آپ نے مجھے اپنے ایک ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور اس نے میری آنکھ بھی پھوڑ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا کہ میرے بندے کی طرف واپس پلٹ جاؤ اور جا کے کہو تم زندگی چاہتے ہو؟ اگر زندگی چاہتے ہو تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھو آپکے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے ہی سال آپ کو زندگی عطا کردی جائے گی۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر کیا ہوگا کہا کہ پھر موت ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ گر پھر بھی موت ہی آنی ہے تو ابھی جلد ہی مجھے اس سے آشنا کر دیا جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث میں منفرد ہیں اور ان لفاظ کے ساتھ یہ حدیث موقوف ہے۔

ابن حبان کا اشکال اور اس کا جواب

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں معمر کے طریق سے اسے روایت کیا ہے کہ معمر نے کہا کہ مجھے ایک ایسے آدمی نے خبر دی جس نے حسن سے سنا جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے پھر ابن حبان نے ساری حدیث کو ذکر کر کے اس پر اشکال وارد کیا ہے اور خود ہی اس کا جواب دیا ہے۔

ملک الموت نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغام پہنچایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پہچانا نہ کیونکہ وہ فرشتہ کی صورت میں نہ آیا تھا بلکہ کسی اور صورت میں تھا جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام اعرابی کی شکل میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر خدمت ہوتے رہے اور جس طرح حضرت ابراہیم ولوط علیہما السلام کے پاس ملائکہ نوجوان انسانوں کی صورت میں آئے تھے تو ابراہیم ولوط علیہ السلام انہیں پہچان نہ سکے تھے ایسے ہی ممکن ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی انہیں پہچانا نہ ہو اور طمانچہ مار کر ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی کیونکہ وہ ان کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہوا تھا یہ بات ہماری شریعت کے عین مطابق ہے کہ جب کوئی کسی کے گھر میں جھانکے یا بلا اجازت داخل ہو تو اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے۔ پھر ابن حبان نے عبدالرزاق کے طریق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کو روایت کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس انکی روح قبض کرنے کیلئے گئے تو ملک الموت نے انہیں کہا کہ اپنے رب کی بات قبول کرتے ہوئے روح قبض کرانے کیلئے تیار ہو جائیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر طمانچہ رسید کر کے ان کی آنکھ پھوڑ دی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث کے مطابق پھر آگے مکمل حدیث بیان کی ہے۔

پھر اس کی کچھ تاویل کرتے ہوئے کہا کہ جب طمانچہ رسید کرنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تب ملک الموت نے کہا کہ اپنے رب کی بات کو قبول کیجئے

لیکن یہ تاویل حدیث طیبہ کے الفاظ کے مطابق نہیں ہے کیونکہ حدیث پاک میں اجب ربك کے الفاظ طمانچہ رسید کرنے سے پہلے ہیں۔

اور اگر پہلے جواب کو تسلیم کر لیا جائے کہ گویا انہوں نے اس صورت میں فرشتہ کو پہنچانا ہی نہ تھا تو یہ بات قابل فہم ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی حیات طیبہ میں بہت سے کاموں کے واقع ہونے کی قوی امید تھی یعنی مقامِ تیہ سے نکلنا ارض مقدسہ میں داخل ہونا وغیرہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقامِ تیہ میں وصال فرمانا مقدر میں لکھ دیا تھا۔ عنقریب انشاء اللہ ہم بیان کریں گے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ ہی مقامِ تیہ سے نکلے تھے اور ان کے ساتھ ارض مقدسہ میں داخل ہوئے تھے لیکن یہ خیال اہل کتاب اور جمہور مسلمانوں کے نظریہ کیخلاف ہے اور اس خیال کے بطلان پہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا دلالت کرتی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے موت کو اختیار کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی

کہ یا اللہ مجھے پتھر پھینکنے کی مقدار ارضِ مقدسہ کے قریب کر دے۔

اگر آپ ارض مقدسہ میں داخل ہو چکے تھے تو پھر ارض مقدسہ کے قریب جانے کی دعا مانگنے کا کیا مطلب ہے۔ لہٰذا جب آپ مقامِ تیہ میں اپنی قوم کے ساتھ موجود تھے اور وہی وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اس سرزمین کے قریب جانے کی خواہش کی جس کی طرف ہجرت فرمائی تھی اور اپنی قوم کو بھی اس پر ابھارا لیکن ارض مقدسہ اور قوم کے درمیان پتھر پھینکنے کی مقدار تقدیر حائل ہو چکی تھی۔

اسی لیے سید البشر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج کرایا گیا تو میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے تھے۔

امام مسلم علیہ السلام نے حماد بن سلمہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

حضرت ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات

حضرت ابن عباسؓ ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور کئی ایک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں ہارون علیہ السلام کو وفات دینے والا ہوں لہٰذا اسے فلاں فلاں پہاڑ کے قریب لے آؤ موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں بھائی اس پہاڑ کی طرف چل پڑے وہاں انہوں نے ایک ایسا درخت دیکھا کہ جیسا درخت کبھی نہ دیکھا گیا تھا وہیں ایک گھر تھا جس میں عالیشان پلنگ اور اس پر دیدہ زیب بچھونا بچھا ہوا تھا دلکش خوشبوئیں اس پر مستزاد تھیں۔

جب ہارون علیہ السلام نے گھر اور اس میں تعجب انگیز اشیاء کو ملاحظہ فرمایا تو بھائی سے کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام میرا دل چاہتا ہے میں اس پلنگ پر محو استراحت ہو جاؤں۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا سو جاؤ۔

ہارون علیہ السلام: ڈرتا ہوں کہیں اس گھر کا مالک آ کر ناراض نہ ہو۔

موسیٰ علیہ السلام: ڈرنے کی ضرورت نہیں گھر کے مالک سے میں خود نمٹ لوں گا تم سو جاؤ۔

ہارون علیہ السلام: اے موسیٰ تم بھی میرے ساتھ سو جاؤ اگر گھر کا مالک آیا تو ہم دونوں پر اکٹھے برہمی کا اظہار کرے گا۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں لیٹ گئے۔ ہارون علیہ السلام کو موت نے آ لیا جب ہارون علیہ السلام نے موت کے آثار محسوس کیے تو کہنے لگے موسیٰ آپ نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ جب روح قبض کر لی گئی تو اس گھر، درخت اور پلنگ کو آسمانوں میں اٹھا لیا گیا۔

جب موسیٰ علیہ السلام قوم کی طرف واپس تشریف لائے لوگوں نے ہارون علیہ السلام کو ساتھ موجود نہ پایا تو کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے بنی اسرائیل کی محبت پر انہوں نے حسد کیا ہے (اسی لیے قتل کر دیا ہے)

بنی اسرائیل ہارون علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتے تھے کیونکہ ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کیلئے موسیٰ علیہ السلام کی نسبت

نرم دل اور ان سے تکالیف کو دور کرنے کیلئے زیادہ مستعد رہتے تھے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ سخت تھے۔
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تک یہ بات پہنچی تو آپ نے انہیں فرمایا تعجب ہے تم پر میرے بھائی کے بارے مجھ پر افترا باندھتے ہو کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے جب بنی اسرائیل میں افواہوں اور ہزیان کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا تو موسیٰ علیہ السلام اٹھے دو رکعت نماز ادا کی پھر بارگاہ الٰہیہ میں دست بدعا ہوئے اللہ تعالیٰ نے پلنگ کو نیچے اتارا لوگوں نے ہارون علیہ السلام کو پلنگ پر لیٹے آسمان و زمین کے درمیان معلق دیکھ لیا (تب یقین کیا)

یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل کی افواہوں کی زد میں

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے خادم یوشع بن نون جا رہے تھے کہ سیاہ آندھی آ گئی جب یوشع علیہ السلام نے سیاہ آندھی دیکھی تو سمجھے کہ قیامت بپا ہو گئی ہے مارے خوف کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چمٹ گئے کہنے لگے قیامت قائم ہو گئی اور میں اللہ کے نبی سے چمٹ رہا ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قمیص یوشع کے ہاتھوں میں رہ گئی اور موسیٰ علیہ السلام بتدریج قمیص میں سے نکل گئے جب یوشع علیہ السلام قمیص لے کر بنو اسرائیل کے پاس آئے تو بنی اسرائیل نے انہیں پکڑ لیا اور کہنے لگے یوشع تو نے اللہ کے نبی کو قتل کر دیا ہے۔
یوشع بن نون کہنے لگے کہ اللہ کی قسم میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ میں ان کے ساتھ چمٹا تو قمیص میرے ہاتھ میں رہ گئی اور موسیٰ علیہ السلام قمیص سے نکل گئے۔ بنی اسرائیل ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے اور انہیں قتل کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے۔
حضرت یوشع علیہ السلام نے کہا تم کس لیے میری بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے اگر تمہیں یقین نہیں آ رہا تو مجھے تین دن کی مہلت دیدو مہلت ملنے پر آپ نے اللہ کے حضور دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو خواب میں آگاہ کر دیا کہ یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ ہم نے اسے اپنے پاس اٹھا لیا ہے۔ اسی طرح بنو اسرائیل سے حضرت یوشع علیہ السلام کی گلو خلاصی ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جبارین و سرکش کی بستی میں داخل ہونے سے جنہوں نے انکار کیا تھا وہ سب مر چکے تھے ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا تھا اور نہ ہی فتح کے دن کوئی زندہ موجود تھا (واللہ اعلم)
ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں مقام تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ داخل ہونیوالے افراد میں سے سوائے چند افراد کے کوئی بھی تیہ سے نکل کر ارض مقدسہ میں داخل نہ ہو سکا تھا بخت ور افراد یوشع بن نون علیہ السلام اور کالب بن یوقنا تھے اور یہی کالب بن یوقنا حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی بہن حضرت مریم کے شوہر تھے اور یہی دونوں معزز افراد تھے جن کے بارے گزشتہ صفحات پر گزر چکا ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو کہا تھا کہ ہم اس سرکش قوم سے لڑائی کر کے ارض مقدسہ میں داخل ہونگے۔

کلیم اللہ کی وفات

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کھود رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبر سے زیادہ خوبصورت، خوشگوار اور تر و تازہ اور حسین و جمیل قبر پہلے نہ دیکھی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ اے ملائکہ یہ قبر کس کیلئے کھود رہے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے کسی ایک بندہ کیلئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ وہ معزز بندہ خدا آپ ہی ہوں تو اس قبر میں داخل ہو کر اس میں دراز ہو جایئے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر آہستہ آہستہ سانس لیجئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسے ہی کیا اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موت آ گئی۔ ملائکہ نے نماز جنازہ ادا کی اور انہیں دفن فرما دیا۔

اہل کتاب وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوا اس وقت آپ کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملک الموت لوگوں کے پاس ظاہری طور پر آتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے طمانچہ رسید کر کے ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی۔ ملک الموت اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی الٰہ العالمین تیرے بندے موسیٰ علیہ السلام نے میری آنکھ پھوڑ دی ہے اگر وہ تیرا معزز بندہ نہ ہوتا تو میں اس سے نمٹ لیتا۔

حضرت یونس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت نے عرض کی یا اللہ اگر وہ تیرا معزز بندہ نہ ہوتا تو میں اس کے ٹکڑے کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملک الموت میرے بندے کے پاس دوبارہ جاؤ اور کہو کہ بیل کی کھال پر اپنا ہاتھ رکھو جتنے بال تمہارے ہاتھ کے نیچے آ جائیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال زندگی تمہیں مل جائے گی۔

ملک الموت نے آ کر اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا اس قدر زندگی کے بعد پھر کیا ہوگا کہا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو پھر ابھی کیوں نہ ہو ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سونگھا اور روح قبض کر لی حضرت یونس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو آنکھ لوٹا دی اب وہ لوگوں کے پاس خفیہ آتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت یوشع علیہ السلام کی نبوت اور بنی اسرائیل کی نگہبانی

شجرہ نسب:

یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہم السلام اہل کتاب کہتے ہیں کہ یوشع حضرت ہود علیہ السلام کے چچازاد بھائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت یوشع علیہ السلام کے نام کی تصریح کیے بغیر حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل گزر چکا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ (الکھف ٦٠)

اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰـهُ

پھر جب وہاں سے گزر گئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا

گزشتہ صفحات میں واقعہ خضر کے تحت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں گزر چکا ہے کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وہ خادم حضرت یوشع بن نون ہی تھے۔

اہل کتاب انکی نبوت پر متفق ہیں اگرچہ ان میں سے سامریوں کا ایک گروہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام کے سوا کسی کی نبوت کا اقرار نہیں کرتے اس لیے کہ توراۃ میں حضرت یوشع علیہ السلام کی نبوت کی تصریح موجود ہے اور ان کے ماسوا دوسروں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان کے بعد آنیوالے انبیاء کرام کی نبوت رب کائنات کی طرف سے برحق ہے۔ اللہ ان منکروں پر تا قیامت لعنت برساتا ہے۔

ابن جریر اور دیگر مفسرین نے احمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری عمر میں نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یوشع بن نون علیہ السلام کی طرف منتقل ہوگئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت یوشع علیہ السلام سے ملتے تو احکام خداوندی اور اوامر ونواہی کے متعلق دریافت کرتے حتیٰ کہ ایک دن حضرت یوشع علیہ السلام نے کہا اے کلیم اللہ! جب آپ پر وحی آتی تھی تو میں تو آپ سے وحی الٰہی کے بارے نہ پوچھتا تھا آپ خود ہی ہمیں آگاہ فرماتے تھے اب آپ مجھے پریشان کردیتے ہیں تب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی سے اکتا گئے زندگی کو ناپسند اور موت کو چاہنے لگے۔

یہ روایت قابل نظر ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل اوامر ونواہی، وحی الٰہی، شرعی احکامات، اور شرف ہمکلامی سے نوازا

جاتا رہا یہاں تک کہ آپ آغوش موت میں چلے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ اللہ کے نزدیک صاحب اعزاز واکرام اور مدلل دوجیہہ رہے جیسا کہ صحیح روایت کے مطابق ہم اس سے قبل ملک الموت کی آنکھ پھوڑنے کا واقعہ بیان کر چکے ہیں۔ آنکھ پھوڑے جانے کے عبد دوبارہ ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ جا کے کہو اگر زندگی چاہیے تو بیل کی کھال پر ہاتھ رکھیں ہاتھ کے نیچے آنیوالے بالوں میں سے ہر بال کے بدلہ میں ایک سال زندگی عطا ہو جائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر کیا ہوگا؟

جواب ملا کہ پھر موت کہا تو پھر اب ہی کیوں نہ؟

اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ پتھر پھینکے جانے کی مقدار ارض مقدس کے قریب کر دے اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش قبول فرماتے ہوئے اسے شرف قبولیت بخشا۔

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ نے جس واقعہ کو ذکر کیا ہے اگر تو انہوں نے اہل کتاب کی کتب سے لیا ہے تو ان کی کتاب جسے توراۃ کہا جاتا ہے اس میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر آخری عمر تک بوقت ضرورت وحی کا نزول ہوتا رہا جیسا کہ ان کی کتاب میں قبہ زمان کے تحت تابوت الشہادہ میں موجود ہے۔

اہل کتاب نے ''سفر ثالث'' میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ان کے قبائل کے مطابق تیار کریں اور ہر قبیلے پر ایک امیر مقرر فرمادیں یہ بارہ نقیب تیار کرنے کا مقصد بنی اسرائیل کو مقام تیہ سے نکلنے کے وقت سرکش لوگوں سے جہاد کیلئے تیار کرنا تھا۔ بنی اسرائیل اس وقت مقام تیہ میں چالیس سال کے قریب عرصہ گزار چکے تھے۔

اسی لیے بعض مفسرین نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پھوڑی تھی ایک تو آپ اس شکل وصورت میں فرشتے کو پہنچان نہ پائے تھے کیونکہ آپ کو امید واثق تھی کہ آپ کو ایک ایسا حکم دیا گیا ہے (عمالقہ قوم سے جہاد اور ارض مقدسہ میں دخول) جس کا وقوع آپ کے دور حیات میں ہی ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ تھی کہ آپ کے زمانہ میں واقع ہو بلکہ آپ کے خادم یوشع بن نون علیہ السلام کے دور نبوت میں واقع ہو۔

جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی جانب غزوہ روم کا ارادہ فرمایا تبوک پہنچ گئے پھر ۹ ہجری کو واپس تشریف لے آئے دس ہجری کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج ادا کیا پھر واپس تشریف لے گئے شام کی جانب روانگی کیلئے اپنے سامنے ہراول دستہ جیش امامہ تیار فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق لشکر کشی کا پختہ عزم رکھتے تھے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ (التوبہ ۲۹)

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے' یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسامہ کو تیار کیا تو اسی دوران سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے ہاں تشریف لے گئے جبکہ حضرت اسامہ مقام ''جرف'' میں خیمے لگائے ہوئے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور خلیفہ ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ کو تیار کیا۔

پھر جب جزیرہ عرب کے پراگندہ امور اللہ تعالیٰ نے درست فرما دیئے اور حق اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا پھر خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دائیں بائیں لشکر کشی فرمائی کسریٰ کی دھجیاں بکھیرنے کیلئے عراق کی جانب اور شاہ روم قیصر کی سلطنت میں آواز حق بلند کرنے کیلئے شام کی جانب لشکر روانہ کیے اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام کو غلبہ و نصرت سے نوازا اور مسلمان ان کے مالک و مقتدا بن گئے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ بھی بنی اسرائیل کے لشکر تیار کریں اور ان دستوں پر ایک ایک نقیب (امیر) مقرر کر دیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ .... سَوَآءَ السَّبِيْلِ (مائدہ۱۲)

اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسن دو بے شک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ اگر تم میرے واجب کردہ احکامات کی ادائیگی میں ثابت قدم رہے اور پہلے کی طرح جہاد سے بزدلی نہ دکھائی تو میں ضرور تمہیں وہ ثواب عطا کروں گا جو تمہارے سابقہ گناہ کا کفارہ بن جائے گا جیسا کہ غزوہ حدیبیہ میں شرکت سے پیچھے رہ جانیوالے اعرابیوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (الفتح ۱۶)

ان پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

ایسے ہی بنی اسرائیل کیلئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (مائدہ۱۲)

پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا

پھر بنی اسرائیل کی بدعہدی اور بدعملی پر ان کی مذمت کی جس طرح کہ ان کے بعد نصاریٰ کے اپنے دین میں اختلاف اور ان کے ادیان سے جداگانہ دین اختیار کرنے پر ان کی مذمت کی جس طرح کہ ان کے بعد نصاریٰ کے اپنے دین میں اختلاف اور ان کے ادیان سے جداگانہ دین اختیار کرنے پر ان کی مذمت کی۔

بنی اسرائیل کے قبائل اور لشکر کی تیاری

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں سے بیس یا اس سے زائد عمر کے جتنے بھی نوجوان اسلحہ اٹھانے اور جہاد کرنے کے قابل ہیں ان کے نام تحریر کرو اور ان کے لشکر مقرر کر کے ہر ایک کا ایک سردار مقرر کر دو۔

پہلا لشکر: پہلا لشکر روبیل کی اولاد کا لشکر تھا کیونکہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا پہلوٹھا بیٹا تھا اس لشکر میں جنگجوؤں کی تعداد چھیالیس ہزار پانچ سو تھی اور ان کا سردار یصور بن شدیئورا مقرر ہوا۔

دوسرا لشکر: یہ لشکر شمعون کی اولاد کا تھا ان کی تعداد انسٹھ ہزار تین سو تھی ان کا سردار شلومیئیل بن ہوریشدائی تھا۔

تیسرا لشکر: یہ یہوذا کی اولاد سے تھا ان کی تعداد چوہتر ہزار چھ سو تھی ان کا سردار نحشون بن عمینا داب تھا۔

چوتھا لشکر: ایساخر کی اولاد سے تھا ان کی تعداد چون ہزار چار سو تھی ان کا سردار نشا ئیل بن صوغر تھا۔

پانچواں لشکر: حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھا ان کی تعداد چالیس ہزار پانچ سو تھی ان کے سردار حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔

چھٹا لشکر: میشا کی اولاد سے تھا ان کی تعداد اکتیس ہزار دو سو تھی ان کے سردار جملیئیل بن فدھصور تھا۔

ساتواں لشکر: حضرت بنیامین کی اولاد سے تھا ان کی تعداد پنتیس ہزار چار سو تھی ان کا سردار ابیدن بن جدعون تھا۔

آٹھواں لشکر: حاد کی اولاد سے تھا ان کی تعداد پنتالیس ہزار چھ سو پچاس تھی۔ ان کا سردار الیاساف بن رعوئیل تھا۔

نواں لشکر: اشیر کی اولاد سے تھا ان کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو تھی ان کا سردار مجعیئیل بن عکرن تھا۔

دسواں لشکر: دان کی اولاد سے تھا ان کی تعداد باسٹھ ہزار سات سو تھی ان کا سردار اخیعزر بن عمشدائی تھا۔

گیارھواں لشکر: نفتالی کی اولاد سے تھا ان کی تعداد ترپن ہزار چار سو تھی۔ ان کا سردار اخیرع بن عینن تھا۔

بارھواں لشکر: زبولون کی اولاد سے تھا ان کی تعداد ستاون ہزار چار سو تھی ان کا سردار الیاب بن حیلون تھا۔

یہ ان کی اس کتاب کی نص ہے جو ان کے ہاتھوں میں ہے (یعنی جو اس وقت ان کے پاس موجود ہے)

بنی لاوی اس تعداد میں شامل نہیں تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ انہیں ان کے ساتھ شمار نہ کریں جب یہ قبائل کوچ کریں گے تو قبۃ الشہادہ کو اٹھانا، نصب کرنا وغیرہ بنی لاوی کے ذمہ داری ہو گی بنی لاوی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی اولاد تھے ان کی تعداد بائیس ہزار سے زائد تھی۔

بنی لاوی نے اپنے درمیان کچھ گروہ بنا لیے تھے ہر گروہ اپنے اپنے اعتبار سے قبۃ الشہادہ کی حفاظت و پاسبانی کی ذمہ داری سرانجام دیتا تھا اسے بطریق احسن نصب کرنا، اکھیڑنا یہ امور ان کے ذمہ تھے بنی لاوی اس کے اردگرد رہتے اور دائیں بائیں آگے پیچھے چلتے تھے۔

جنگجوؤں کی تعداد

بنی لاوی کے سوا جن جنگجوؤں کا ذکر کیا گیا ان کی تعداد پانچ لاکھ اکہتر ہزار چھ سو پینسٹھ ہے لیکن اہل کتاب کہتے ہیں کہ بنی

اسرائیل کے بیس سال سے زائد ہتھیار بردار جنگجوؤں کی تعداد چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچپن ہے۔ بنی لاوی کے علاوہ یہ محل نظر ہے۔

اگر مذکورہ بالا جو ہم نے ان کی کتاب میں تعداد موجود پائی وہی درست ہے تو پھر ان کے بیان کردہ تعداد سے مطابقت نہیں رکھتی (واللہ اعلم)

بنی لاوی کی اہمیت

قبہ زمان کی حفاظت بنی لاوی کے سپرد تھی یہ بنی اسرائیل کے درمیان میں چلتے تھے گویا کہ ان کی حیثیت بنی اسرائیل میں یوں تھی جیسے جسم میں دل کی حیثیت ہے دائیں جانب بنی روبیل بائیں جانب بنوران اور پیچھے پیچھے بنونفتالی ہوتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی بنو ہارون کو ان کے آباؤ اجداد کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے کھانت مقرر فرمایا اور وہ ناداب' بکرہ' ابیھو' العاذر اور یثمر نامی افراد تھے۔

مختصر یہ کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص بھی ایسا زندہ نہ بچا تھا جس نے یہ کہتے ہوئے سرکشوں کے شہر میں داخل ہونے سے پہلوتہی اختیار کی تھی کہ

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاَ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (مائدہ ۲۴)

تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

ثوری نے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے قتادہ' عکرمہ کا بھی یہی قول ہے سدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس' ابن مسعود اور اکثر صحابہ رضوان اللہ اجمعین سے اسے روایت کیا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر علمائے سلف وخلف تو فرماتے ہیں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام تو دونوں حضرات مقامِ تیہ میں ہی وصال فرما گئے تھے۔

ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کا گمان ہے کہ جس نے بیت المقدس کو فتح کیا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے اور یوشع بن نون علیہ السلام ان کے مقدمۃ الجیش تھے۔

بلعام بن باعور کا قصہ

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے بیت المقدس کی جانب سفر کے دوران بلعام بن باعور کے واقعے کو ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس بارے ارشاد ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْ .... كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (اعراف ۱۷۵ تا ۱۷۷)

اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہوگیا اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھالیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری

آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں کیا بری کہاوت ہے ان کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جان کا برا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ شخص (بلعام بن باعورا) اسم اعظم سے واقف تھا اس کی قوم نے اس سے سوال کیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کے خلاف بددعا کرے پہلے تو اس نے منع کر دیا لیکن جب قوم کا مطالبے میں اصرار بڑھا تو یہ اپنی گدھی پر سوار ہو کر بنی اسرائیل کے لشکر کی طرف چل پڑا جب لشکر کے قریب ہوا تو گدھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی بلعام نے گدھی کو مارنا شروع کر دیا گدھی کھڑی ہو گئی کچھ ہی دور چلی ہو گی کہ گدھی دوبارہ بیٹھ گئی بلعام نے پہلے کی نسبت زیادہ مارا تو گدھی کھڑی ہو گئی لیکن پھر اسی وقت بیٹھ گئی بلعام نے پھر مارنا شروع کر دیا۔

گدھی بلعام سے کہنے لگی بلعام تو کہاں جا رہا ہے؟ کیا تجھے نظر نہیں آتا کہ فرشتے میرے سامنے کھڑے مجھے سامنے سے روک رہے ہیں کیا تو اللہ کے نبی اور اہل ایمان کیلئے بددعا کرنے جا رہا ہے؟

وہ گدھی سے نیچے نہ اترا بلکہ اسے مارتا رہا بالآخر گدھی چل پڑی یہاں تک کہ وہ جبل حسبان کی چوٹی پر پہنچ گیا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لشکر کا جائزہ لیا اور بددعا کرنے کیلئے زبان کھولنے لگا لیکن اسکی زبان بددعا کیلئے چلنے کی بجائے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کیلئے دعا کرنے لگی اور خود اسکی اپنی قوم کیلئے بددعا کرنے لگی۔ قوم نے ایسا کرنے پر طعن و تشنیع کی تو اس نے عذر پیش کیا کہ بنی اسرائیل کیلئے بددعائیہ کلمات زبان پر جاری ہی نہیں ہوتے۔

مقربین خدا سے بغض کا انجام

بلعام نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کیلئے بددعا کی کوشش کی تو اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی۔ اس حالت سے دوچار ہونے پر اس نے اپنی قوم سے کہا میری دنیا بھی برباد اور آخرت بھی ہاتھ سے نکل گئی اب ذلت و رسوائی میرا مقدر ٹھہری مکر و حیلہ کے سوا اب کچھ بھی میرے پاس باقی نہ رہا۔

بلعام کی نئی چال

بلعام نے بنی اسرائیل کی تباہی کیلئے نئی چال چلتے ہوئے اپنی قوم کو حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو بناؤ سنگھار کرا کے مال بیچنے کے بہانے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو پھر یہ عورتیں انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں شاید وہ زنا جیسی بدکاری میں مبتلا ہو جائیں ان میں سے ایک آدمی نے بھی زنا کا ارتکاب کر لیا تو وہ تمہارے منصوبہ کی تکمیل کیلئے کافی ہو گا۔

بلعام کی قوم نے ایسے ہی کیا عورتوں کو آراستہ کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دیا ان مزین و آراستہ عورتوں میں سے ایک کستی نامی عورت بنی اسرائیل کے ایک بڑے آدمی ذمری بن شلوم کے پاس سے گزری کہا جاتا ہے کہ یہ مذکورہ شخص شمعون بن یعقوب کی اولاد کا سردار تھا۔ یہ عظیم آدمی اسے لے کر اپنے خیمہ میں چلا گیا جب اس خاتون کے ساتھ اس نے خلوت کی تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو طاعون کی آفت میں مبتلا کر دیا آفت لشکر میں پھیلنے لگی۔

جب اس کی خبر فنحاص بن ألعزار بن ہارون تک پہنچی تو اس نے اپنا لوہے کا نیزہ لیا اور ان کے خیمے میں جا گھسا اور اس

نیزے کے ساتھ دونوں کو چھیدڈالا پھر انہیں لے کر وہ لوگوں کے پاس آیا نیزہ اس کے ہاتھ میں تھا اپنے پہلو پر سہارا لیے نیزے کو ٹھوڑی کے نیچے لئے کھڑا تھا پھر اس نے ان دونوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا یا اللہ ہم تیرے نافرمانوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ اس وقت طاعون کی آفت اٹھ گئی اس وقت ستر ہزار افراد لقمہ اجل بن گئے تھے۔ قلیل سے قلیل کہا جاتا ہے بیس ہزار افراد لقمہ اجل بنے تھے۔

فنحاص: اپنے والد عیزار بن ہارون کا پہلوٹھا فرزند تھا اسی لیے بنی اسرائیل فنحاص کی اولاد کیلئے اپنے ذبیحوں میں سے سینہ، جبڑا اور بازو مختص کر دیتے تھے اور مال و جان میں سے اوّلین ترجیح انہیں دیتے تھے۔ بلعام کے جس قصے کو ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے اور کئی ایک مفسرین کی رائے بھی یہی ہے

لیکن ممکن ہے کہ دیار مصر سے پہلی مرتبہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت القدس میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا ہو یہ واقعہ اس وقت پیش آیا ہو اور شاید ابن اسحاق کی مراد بھی یہی ہو۔ (واللہ اعلم)

اس سے قبل تورات کی نص اس پر بطور شہادت پیش کر چکے ہیں۔ (واللہ اعلم)

اور ایسا بھی ممکن ہے کہ یہ کوئی دوسرا واقعہ ہو جو مقام تیہ میں گردش کے دوران پیش آیا ہو کیونکہ اس میں حسبان پہاڑ کا ذکر ہے جو بیت المقدس کی سرزمین سے کوسوں دور ہے۔

اور ممکن ہے کہ اس کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس لشکر کے ساتھ ہو جس کی قیادت یوشع بن نون علیہ السلام کر رہے تھے جب بنی اسرائیل نے مقام تیہ سے بیت المقدس کا ارادہ فرمایا تھا۔ (واللہ اعلم)

بہر حال جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے دو سال قبل تمام تیہہ میں وصال فرما گئے تھے اور ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام بھی مقام تیہہ میں وصال فرما گئے تھے جیسا کہ ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وفات سے قبل بارگاہِ الٰہی میں عرض کی تھی کہ یا اللہ مجھے بیت المقدس کے قریب کر دے۔ موسیٰ علیہ اسلام کی دعا کو شرف قبولیت نصیب ہوا۔

بنی اسرائیل کو مقام تیہہ سے لے کر بیت المقدس کی طرف لے جانے والے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔

قلعہ اریحا کی فتح

اہلِ کتاب اور اہلِ تواریخ نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے نہر اردن کو عبور کر کے اریحا تک کی منازل کو طے کیا۔ اریحا کا قلعہ سارے شہروں کے قلعوں سے فصیل و محلات کے اعتبار بلند و بالا تھا۔ وہاں کے باشندوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے چھ ماہ تک اسی کا محاصرہ کیئے رکھا، پھر ایک دن بنی اسرائیل نے اسے گھیر لیا۔ قرن پھونکے جسد واحد ہو کر تکبیر کہی تو قلعہ کی چار دیواری گر گئی۔ بنی اسرائیل قلعہ کے اندر داخل ہو گئے اور مال غنیمت اپنے قبضہ میں لے لیے۔ بارہ ہزار مرد و عورتوں کو تہہ تیغ کیا بہت سارے بادشاہوں سے برسرپیکار ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام نے ملک شام کے اکتیس بادشاہوں پر غلبہ حاصل کیا تھا اور یہ بھی مذکور ہے کہ ان کا

محاصرہ جمعہ کے دن عصر کے بعد تک جاری رہا جب سورج غروب ہوا یا غروب ہونے کے قریب تھا اور ہفتہ کے دن کا آغاز ہو رہا تھا جو کہ ان کے لیے قابل احترام دن تھا جس میں جنگ وجدال مشروع نہ تھا تو حضرت یوشع علیہ السلام نے سورج سے کہا کہ تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں۔ اے اللہ تو اسے مجھ پر روک دے اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا حتیٰ کہ انہیں اریحا پر فتح نصیب ہوگئی اور چاند کو حکم ہوا وہ بھی طلوع ہونے سے رک گیا اور یہ اس بات کی مقتضی ہے کہ اس دن چاند کی چودھویں رات تھی۔

سورج کا قصہ تو حدیث پاک میں موجود ہے جسے میں عنقریب ذکر کروں گا اور بہرحال چاند کا قصہ اہل کتاب کے ہاں ہے جو حدیث کے منافی ہیں بلکہ اس روایت پر فائدہ مند اضافہ ہے جس کی نہ تو تصدیق کی جا سکتی ہے اور نہ ہی تکذیب۔

بے شک یہ واقعہ بیت المقدس کی فتح کے دن پیش آیا اور یہی ان کا اہم ترین مقصد تھا اور اریحا کی فتح بیت المقدس کی فتح کا باعث اور سبب تھا۔ واللہ اعلم

حضرت یوشع علیہ الرحمۃ کی خصوصیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے سوا کسی انسان کیلئے نہیں روکا گیا۔ ان کیلئے بھی ان چند راتوں میں جب وہ بیت المقدس کی طرف چلے۔

(مسند امام احمد)

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ بیت المقدس کے فاتح حضرت یوشع بن نون تھے نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حبس شمس کا واقعہ بیت المقدس کی فتح کے دوران ہوا تھا نہ کہ اریحا کی فتح کے دوران جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ حضرت یوشع علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے اور اس حدیث کے ضعف پر دلالت کرتا ہے جس میں یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر سر مبارک رکھ کر محو استراحت فرمانے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی جو نماز عصر قضا ہوگئی تھی تو سورج لوٹ آیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو لوٹتا ہوا سورج ادائیگی صلوٰۃ کے بعد واپس پلٹ گیا۔ علی بن صالح مصری علیہ الرحمۃ نے اسے صحیح قرار دیا ہے لیکن یہ منکر ہے صحاح میں اس کا کوئی درجہ نہیں اس کی نقل میں کئی دواعی ہیں اور ان میں ایک اہل بیت کی مجہول منفرد عورت ہے جس کی حالت کا کوئی علم نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

مالِ غنیمت فقط اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جائز ہوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سابقہ انبیاء کرام میں سے ایک نبی جہاد کیلئے تشریف لے گئے تو اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ ایسا کوئی آدمی نہ جائے جس نے کسی عورت سے شادی تو کی ہو لیکن شب زفاف نہ منائی ہو اور نہ ہی کوئی ایسا آدمی ہو جس نے عمارت تو تعمیر کی ہو لیکن ابھی چھت نہ ڈالی ہو اور نہ ہی کوئی ایسا آدمی ہو جس نے بکری بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خرید رکھی ہوں اور ان کے بچوں کا منتظر ہو اس نبی نے غزوہ کیا بستی کے قریب پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اس نبی نے سورج سے کہا کہ تو اور میں ہم دونوں حکم الٰہی کے پابند ہیں اے اللہ سورج کو

مجھ پر روک دے اسے روک دیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح ونصرت عطا فرمادی۔ انہوں نے مال غنیمت کو جمع کیا آگ آئی تا کہ مال غنیمت کو کھالے لیکن آگ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا تو اس نبی نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہارے درمیان کوئی خائن موجود ہے لہٰذا ہر قبیلے میں سے ایک آدمی میری بیعت کرلے۔ لوگوں نے بیعت کرنا شروع کر دی' ایک آدمی کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔

انہوں نے فرمایا کہ تمہارے قبیلہ میں کوئی خائن موجود ہے لہٰذا تمہارا قبیلہ میری بیعت کرلے۔ قبیلے نے بیعت کی تو ان میں سے دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ فرمایا کہ تم ہی خائن ہو اور تمہیں نے خیانت کی ہے۔ انہوں نے گائے کے سر کے برابر سونا نکالا اور لا کے اپنی نبی کے حضور پیش کر دیا۔ ان کو نبی نے فرمایا کہ اسے بھی مال کے ساتھ رکھ دو اس سونے کو مال کے ڈھیر پر رکھا تو آگ آئی اور مال کو کھا گئی۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ہم سے قبل کسی کے لیے بھی مالِ غنیمت حلال و جائز نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری (امت کے) عجز وضعف کو دیکھا تو اسے ہمارے لیے حلال وطیب فرمادیا۔

بیت المقدس میں داخلے کا انداز

جب حضرت یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ شہر مقدس میں داخل ہوئے تو انہیں حکم دیا گیا کہ عجز وانکساری سے سربسجود ہو کر اللہ تعالیٰ کے اس احسان پہ ہدیہ تشکر بجالاتے ہوئے داخل ہونا ہے جو اس نے اپنے وعدہ کے مطابق فتح عظیم کی صورت میں ہم پر کیا ہے۔ داخلے کے اس انداز کے ساتھ ساتھ زبان سے یہ بھی کہنا ہوگا کہ نافرمانوں کی وجہ سے ہم سے جو گناہ سرزد ہوئے وہ معاف ہوں۔ اسی لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب شہر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا عجز وانکسار ہے اور حمد وثنا کرتے سرانور کو جھکائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی کی خاطر اس قدر جھکے ہوئے تھے کہ آپ کی ریش مبارک اونٹنی کے پلان کو چھو رہی تھی حالانکہ آپ کے ساتھ ایسا لشکر جرار موجود تھا کہ آنکھ کی سیاہی کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اور سرسبز وشاداب لشکر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود جلوہ افروز تھے۔

پھر جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا' آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی' یہ فتح پر صلوٰۃ شکرانہ تھی۔

ایک قول یہ ہے یہ نماز چاشت تھی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی تھی۔ اس قول کے قائلین نے اسے اس لیے محمول کیا ہے کہ اس وقت چاشت کا وقت تھا لہٰذا نماز بھی چاشت ہی ہوگی۔

بنی اسرائیل عادتاً مجبور تھے

بنی اسرائیل کو ارضِ مقدس میں داخلے کا جو حکم دیا یا تھا انہوں نے قولاً فعلاً اپنے نبی کے حکم کی مخالفت کی عجز وانکساری اور ہدیہ تشکر بجالانے کی بجائے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حِطَّةٌ کہنے کی بجائے حبة فی شعرةٍ (جو میں دانے) اور ایک روایت کے مطابق حنطة فی شعرةٍ (جو میں گندم) کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ انہوں نے حکم الٰہی کو بھی بدل ڈالا اور مذاق واستہزا میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ اعراف میں ان کی حکایات کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ .... بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ (اعراف ۱۶۱٬ ۱۶۲)

اور یاد کرو جب اِن سے فرمایا گیا اس شہر میں بسو اور اس میں جو چاہو کھاؤ اور کہو گناہ اترے اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو۔ ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے۔ عنقریب نیکوں کو زیادہ عطا فرمائیں گے تو ان میں سے ظالموں نے بات بدل دی اس کے خلاف جس کا انہیں حکم تھا تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا' بدلہ انکے ظلم کا۔

سورۃ بقرہ میں مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ .... بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (البقرہ ۵۸٬ ۵۹)

اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے نیکی والوں کو اور زیادہ دیں تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا اور بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا سے مراد ہے کہ باب صغیر سے جھکتے ہوئے داخل ہونا۔

حاکم ابن جریر اور ابن ابی حاتم علیہم الرضوان نے بھی یہی روایت کیا ہے:

عوفی نے ابن عباس اور ثوری نے ابن اسحاق اور انہوں نے براء رضی اللہ عنہم سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ مجاہد' سدی اور ضحاک علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''الباب'' سے مراد بیت المقدس کے شہر بیت ایلیا کا باب حطہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو جس طرح شہر میں دخول کا حکم دیا گیا تھا اس کے برعکس اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے داخل ہوئے یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کے منافی نہیں کہ وہ سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے۔

ایسے ہی حدیث طیبہ میں مذکور ہے جسے عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ بے شک وہ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے ہوں۔

وَقُولُوا حِطَّةٌ میں واو حالیہ ہے نہ کہ عاطفہ معنٰی یہ ہوگا کہ سجدہ کرتے ہوئے اس حال میں داخل ہو کہ تمہاری زبان پر حطۃ کا لفظ جاری ہو۔

ابن عباس' عطا' حسن' قتادہ اور ربیع علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ بارگاہِ الٰہی سے مغفرت مانگیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ ارضِ مقدس میں سجدہ کرتے ہوئے اور حِطَّةٌ (ہمارے گناہ معاف ہوں) کہتے ہوئے داخل ہونا لیکن وہ سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے اور حِطَّةٌ کی بجائے حَبَّةٌ فِي شِعْرَةٍ (جو میں دانے) کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ (بخاری' نسائی)

امام بخاری و امام مسلم اور ترمذی نے ایک دوسرے طرق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا:

اُدْخُلُوْ الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْلَكُمْ خَطٰيكُمْ . (البقرہ:۵۸)

دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ بنی اسرائیل نے کلمات وانداز کو بدل دیا' دروازوں سے اپنی سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے اور حِطَّة کی بجائے حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ (جو میں دانے) کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان کی تبدیلی جیسا کہ صالح بن کیسان نے توامہ کے مولیٰ صالح سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ایک ایسے شخص سے جسے میں متہم نہیں سمجھتا۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کو دروازوں میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا تھا لیکن سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے حنطةٌ فِي شَعِيْرَةٍ .

کئی ایک افراد نے سدی سے انہوں نے مرہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے حوالے سے روایت کیا ہے:

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ۔ (البقرہ:۵۹)

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا۔

انہوں نے قول کو بدل کے یہ کہا ''هطى سقاثاً أزمة مزبا'' عربی میں ان کلمات کا مفہوم یہ ہے:

حبَّةٌ حنطةٍ حمراءَ مثقوبةٌ فِيْهَا شِعْرةٌ سوداءُ .

سرخ گندم کے دانے جس میں سوراخ ہوں ان میں سیاہ جو بھی ہوں۔

حکم عدولی پر عذابِ الٰہی

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ داخلے کے انداز اور کلمات کو بدل دینے پر انہیں عذاب نازل کر کے سزا سے ہمکنار کیا۔ وہ عذابِ الٰہی طاعون کی بیماری تھی۔

جیسا کہ صحیحین میں حضرۃ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تکلیف یا بیماری وہ عذاب ہے جو تم سے پہلے بعض امتوں کو عذاب کی شکل میں دیا گیا۔ نسائی اور ابن ابی حاتم علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون وہ بیماری ہے جو تم سے پہلے عذاب کی صورت میں نازل ہوتی رہی۔

حدیث طیبہ میں ہے الطَّاعُوْنَ رِجْزٌ .

ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رجز سے مراد عذاب ہے۔

مجاہد' ابو مالک' سدی' حسن اور قتادہ علیہ الرحمۃ کی بھی یہی رائے ہے۔

ابوالعالیہ کہتے ہیں رجز سے مراد غضبِ الٰہی ہے۔

شعبی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ رجز سے مراد طاعون یا سردی ہے۔

سعید بن جبیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد طاعون ہے۔

حضرت یوشع علیہ السلام کا وصال

بنی اسرائیل کے بیت المقدس پر قابض ہو جانے کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام ان کے درمیان تورات کے ذریعے فیصلے فرماتے رہے اور تربیتی عمل بھی جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع علیہ السلام کو اپنے پاس بلا لیا۔

بوقتِ وصال آپ کی عمر مبارک ایک سو ستائیس برس تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد ستائیس سال آپ زندہ رہے۔

حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام

اس سے قبل گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو جو علم لدنی عطا فرمایا تھا اسے سیکھنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے گئے تھے ان دونوں حضرات کے واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں سورۃ کہف میں بیان فرمایا ہے گو اس کی تفسیر میں واقعہ کو ذکر کر چکے ہیں یہاں ہم ان احادیث کو ذکر کریں گے جن میں حضرت خضر علیہ السلام کے ذکر کی صراحت پائی جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ان کی طرف مخصوص علم سیکھنے کے لیے جو ہستی تشریف لے گئی تھی وہ بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے جن پہ توراۃ نازل ہوئی۔

نام ونسب

حضرت خضر علیہ السلام کے نام ونسب ان کی نبوت اور تا حال ان کے زندہ رہنے کے بارے اختلاف پایا جاتا ہے اور اس بارے مفسرین واسلاف کے کئی اقوال ہیں جنھیں انشاء اللہ عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

۱ - حافظ ابن عساکر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ اسلام حضرت آدم علیہ السلام کے صلب سے ان کے بیٹے ہیں۔

۲ - دارقطنی کے طریق پر روایت کیا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے صلب سے ان کے بیٹے ہیں اور انہیں موت میں مہلت دی گئی ہے حتیٰ کہ وہ دجال کی تکذیب فرمائیں گے۔

۳ - ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان السجستانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مشائخ جن میں ابو عبیدہ علیہ الرحمۃ وغیرہ ہیں ان سے سنا ہے کہ اولادِ آدم میں سے سب سے طویل ترین عمر حضرت خضر علیہ السلام کی ہے جن کا نام خضرون بن قابیل بن آدم ہے۔

۴ - ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جب وقتِ وصال قریب آیا تو انہوں نے اپنے فرزندوں کو آگاہ کیا کہ عنقریب لوگوں پر ایک طوفان آئے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس طوفان کے وقت کشتی میں اپنے ساتھ ان کے جسد مبارک کو بھی اٹھا لے جائیں اور اسے وہاں دفن کر دیں جو جگہ ان کے لیے معین ہو۔ جب طوفان آیا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کے جسد مبارک کو ساتھ لے لیا جب زمین پر اترے تو حضرت نوح علیہ السلام نے آپ کے بیٹوں سے کہا کہ ان کے بدن کو لے جاؤ اور ان کی وصیت کے مطابق دفن کر دو انہوں نے کہا کہ زمین ان کے ساتھ مانوس نہیں ہے اور اس زمین پر وحشت ٹپکتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں برانگیختہ کرتے

ہوئے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ایسے شخص کے لیے طویل عمر کی دعا مانگی جوان کے جسد کو دفن کرے گا وہ اسی وقت اس جگہ کی طرف دوڑ پڑے لیکن جسد مبارک ان کے پاس نہیں تھا حتیٰ کہ حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے جنھوں نے دفن کرنے کی ذمہ داری لی۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے پر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور وہ زندہ ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ زندہ رہیں گے۔

۵ - ابن قتیبہ علیہ الرحمۃ معارف میں حضرت وہب بن منبہہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کا نام بلیا ہے۔

۶ - ایک قول یہ ہے ایلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

۷ - اسماعیل بن ابی اویس علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کے نام کے بارے جو روایت ہم تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا نام معمر بن مالک بن عبدالرحمٰن بن نصر بن لازد۔

۸ - ان کے سوا کسی آدمی کا قول ہے کہ آپ کا نام خضرون بن عمایل بن الیفز بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام ہے۔

۹ - ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام کا نام امریا بن طبقا ہے۔

۱۰ - ایک قول کے مطابق آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے فرعون شاہِ مصر کے بیٹے ہیں۔ یہ بہت عجیب وغریب قول ہے۔ ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس قول کو محمد بن ایوب نے ابن لھیعہ سے روایت کیا ہے اور یہ دونوں ہی ضعیف ہیں۔

۱۱ - ایک قول یہ ہے کہ خضر علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے بھائی مالک کے بیٹے ہیں۔ یہ قول سدی علیہ الرحمۃ کا ہے۔

۱۲ - ایک قول کے مطابق آپ علیہ السلام ذوالقرنین بادشاہ کے ہراول دستہ پر مامور تھے۔

۱۳ - ایک قول کے مطابق آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے کسی ایک کے صاحبزادے ہیں جنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی۔

۱۴ - ایک قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام بشتاسب بن لھراسب کے دور میں نبی تھے۔

۱۵ - ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں صحیح یہی ہے کہ آپ افریدوں بن اثفیان کے زمانے میں اوّلین دور سے تعلق رکھتے ہیں یہاں تک کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور نبوت کو پالیا۔

۱۶ - ابن عساکر علیہ الرحمۃ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی والدہ رومی اور آپ کے والد گرامی فارسی ہیں۔

ایک روایت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ آپ علیہ السلام فرعون کے زمانہ میں بنی اسرائیل سے تھے۔

عمدہ ترین خوشبو

ابوذرعہ رضی اللہ عنہ دلائل نبوہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج ایک بڑی عمدہ خوشبو محسوس فرمائی تو جبرائیل سے پوچھا! اے جبرائیل یہ عمدہ خوشبو

کیسی ہے؟ جبرائیل امین نے کہا کہ یہ ماشطہ اس کے دونوں بیٹے اوران کے شوہر کی قبر کی خوشبو ہے۔

ابوزرعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس کی ابتدا یوں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے معززین میں سے تھے۔ آپ کے راستے میں اپنے گرجے میں ایک راہب رہا کرتا تھا۔ راہب آپ کے پاس آ کر آپ کو اسلام کی تعلیمات سکھاتا تھا جب حضرت خضر علیہ السلام بالغ ہوئے تو آپ کے والد گرامی نے کسی عورت سے آپ کی شادی کردی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے بھی تعلیمات الٰہیہ سے روشناس کرادیا اوراس سے عہد لے لیا کہ کسی کو بھی اس سے آگاہ نہیں کرے گی چونکہ آپ کو قربت نساء سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لیے آپ نے اسے طلاق دے دی۔

پھر والد گرامی نے کسی دوسری عورت سے شادی کرادی۔ آپ نے اسے بھی تعلیمات الٰہیہ سے آگاہ کرکے اس سے عہد لیا کہ کسی کو اس بارے مطلع نہ کرے پھر اسے بھی طلاق دے دی۔ ان دونوں عورتوں میں سے پہلی عورت نے تو راز کو چھپائے رکھا لیکن دوسری نے راز افشا کردیا۔

آپ علیہ السلام وہاں سے بھاگ نکلے اور ایک سمندری جزیرہ میں جا پہنچے۔ دو آدمی وہاں لکڑیاں اکٹھی کرنے آئے تو انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو وہیں دیکھ لیا۔ ایک نے تو حضرت خضر علیہ السلام کی جزیرہ میں موجودگی کے راز کو چھپائے رکھا لیکن دوسرے نے ظاہر کردیا کہا کہ میں نے عزقیل (خضر علیہ اسلام) کو دیکھا ہے۔ پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ اور کس نے دیکھا ہے؟ کہا کہ فلاں آدمی نے جب اس فلاں سے پوچھا گیا تو اس نے راز چھپاتے ہوئے کہا کہ نہیں میں نے تو نہیں دیکھا۔ ان کے مذہب کے مطابق جھوٹے کی سزا موت تھی لہٰذا راز افشا کرنے والے شخص کو جھوٹا ہوجانے پر قتل کردیا گیا۔ راز چھپانے والے نے راز چھپانے والی عورت سے شادی کرلی۔ یہ عورت فرعون کے دربار میں خادمہ تھی۔ ایک دن فرعون کی بیٹی کو کنگھی کررہی تھی کہ اچانک کنگھی ہاتھ سے گر گئی فوراً کہا کہ فرعون کا خانہ خراب ہو۔ فرعون کی بیٹی نے سنا تو اپنے باپ کو اطلاع کردی۔ اس خادمہ عورت کے دو بیٹے اور ایک شوہر تھا۔ فرعون نے انہیں بلا بھیجا اور میاں بیوی کو دین حق سے رجوع کرنے پر پھسلانا چاہا لیکن دونوں نے انکار کردیا۔

فرعون نے دھمکی دی کہ میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دوں گا۔ دونوں نے کہا کہ تیرا احسان ہوگا۔ ہم پر اگر تو ہمیں قتل کرکے ایک ہی قبر میں دفن کردے۔ فرعون نے انہیں قتل کرکے ایک ہی قبر میں دفن کردیا۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جنت میں بھی تشریف لے گئے ہیں آپ نے اس سے عمدہ خوشبو نہ پائی ہوگی۔ یہ عمدہ خوشبو ان کی قبر سے آ رہی ہے۔

مائلہ بنت فرعون کا قصہ اس سے قبل گزر چکا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے معاملہ میں کنگھی کا ذکر ابی بن کعب یا ابن عباس رضی اللہ عنہم کے کلام سے درج ہوا ہے۔ (واللہ اعلم)

کنیت

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی کنیت ابوالعباس ہے یا اس کے مشابہہ۔ خدا معلوم خضر آپ کا لقب ہے

جونام پر غالب آ گیا ہے۔

خضر کی وجہ تسمیہ

امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا سُمِّیَ الْخَضِرُ لِاَنَّہٗ جَلَسَ عَلٰی فَرْوَۃٍ بَیْضَاءَ فَاِذَا ھِیَ تَھْتَزُّ مِنْ خَلْفِہٖ خَضْرَاءَ ۔

خضر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام خشک گھاس پہ تشریف فرما ہوتے تو وہ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتی۔

امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں۔ عبدالرزاق علیہ الرحمۃ نے بھی معمر رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔

عبدالرزاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ الفروہ سے مراد سفید گھاس یا اس کے مشابہہ خشک گھاس ہے۔ خطابی اور ابو عمر فرماتے ہیں کہ فروہ سے مراد چٹیل میدان ہے جہاں کوئی چیز نہ اگتی ہو۔ بعض کا کہنا ہے کہ خشک گھاس جس کو فروہ سے تشبیہہ دی گئی ہے اور اسی سے فروۃ الراس کہا جاتا ہے یعنی ایسی جلد جس پر بال ہوں جبکہ الراعی نے کہا ہے

ولقد تری الحبشی حول بیوتنا...... جذلاً اذا ما نال یوماً مأکلا ۔

تو حبشی کو ہمارے گھروں کے گردونواح میں خوش دیکھے گا جب کسی دن وہ کھانے کی چیز پالے۔

جعدًا اَصَکَّ کان فروۃ رأسہ .... بذدت فانبت جانباہ فلفلا ۔

وہ مفلوک الحال مضطرب ایڑیوں والا ہے گویا کہ اس کے سر کا فروہ (کھوپڑی) میں بیج کاشت کئے جاتے ہیں جس کے دونوں طرف میرچیں اُگ آتی ہوں۔

خطابی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ان کے چہرہ کی خوبصورتی اور چمک وشادابی کی وجہ سے خضر کہا جاتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ رائے حدیث طیبہ کے مفہوم کے منافی نہیں ہے اور اگر دونوں میں سے کسی ایک میں تعلیل کرنا ضروری ہی ہے تو پھر جو صحیح حدیث سے ثابت ہے وہ زیادہ قوی اور بہتر ہے بلکہ اس کے ماسوا کی طرف التفات کی کوئی ضرورت نہیں۔

حافظ ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے اسماعیل بن حفص بن عمرایلی کے طریق اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

خضر علیہ السلام کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے خشک گھاس (یا چٹیل میدان) پر نماز ادا کی تو وہ سرسبزی و شادابی سے لہلہانے لگی۔

قبیعہ ثوری سے وہ منصور اور منصور مجاہد علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ خضر نام آپ کا اس لیے رکھا گیا ہے کہ جب آپ کسی جگہ پہ نماز ادا فرماتے ہیں تو ارد گرد کا ماحول سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے خادم یوشع بن نون علیہ السلام جب اپنے قدموں کے نشانات پر واپس پلٹے تو حضرت خضر علیہ السلام کو دریا کے وسط میں سبز چٹائی پر چادر اوڑھے محو استراحت پایا۔ چادر کے دونوں کنارے آپ

کے سر اور دونوں قدموں کے نیچے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو سلام کیا۔ اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا سلام کا جواب مرحمت فرمایا اور کہا کہ تیری زمین پہ سلام کیسا؟ اور تم کون ہو؟ کہا میں موسیٰ ہوں بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ کہا ہاں۔

پھر دونوں کے مابین گفت و شنید کے سلسلہ کو قرآن پاک نے ذکر کیا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر دلائل

قرآن پاک میں مذکور قصہ کا سیاق کئی وجوہ سے آپ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے۔

دلیل نمبر ۱:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ۔ (کہف ۶۵)

تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

دلیل نمبر ۲:

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ .... لَكَ مِنْهُ ذِكْراً (کہف ۶۶ تا ۷۰)

اس سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے۔ نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔ کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کا نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام ولی ہوتے نبی نہ ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے اس طرح مخاطب نہ ہوتے اور نہ ہی حضرت خضر علیہ السلام اس طرح جواب دیتے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی معیت میں رہنے اور ان سے ان علوم کے کسب فیض کا سوال کیا جو بالخصوص اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے تھے۔ اگر وہ نبی نہیں تھے جبکہ غیر نبی معصوم نہیں ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام جو نبی عظیم اور رسول مکرم اور واجب العصمۃ ہیں وہ ایک ولی غیر واجب العصمۃ کے علم کی طلب میں کوشاں اور ان سے علم سیکھنے میں اس قدر رغبت کا مظاہرہ نہ فرماتے۔

پھر ایک نبی کا ان کی تلاش کیلئے نکلنا اور اسی سال تک تلاش کے لیے عزم صمیم کرنا چہ معنی دارد؟ پھر ان کے مل جانے پر ان کی تعظیم بجالانا ان کے اظہار عجز کرنا اور استفادہ کی خاطر ان کے پیچھے پیچھے چلنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بھی نبی تھے ان پر بھی ویسے ہی وحی آتی تھی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی تھی۔

اور انہیں ان علوم لدنیہ اور اسرار نبویہ سے بالخصوص آشنائے راز کیا گیا تھا جس سے بنی اسرائیل کے معزز نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی آگاہی حاصل نہ تھی۔

علامہ برقانی (رمانی) نے اسی بنا پر حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کی دلیل لیتے ہوئے انہیں نبی تسلیم کیا ہے۔

دلیل نمبر ۳:

حضرت خضر علیہ السلام نے ایک معصوم بچے کے قتل کا اقدام کیا اور ایسا فعل وحی الٰہی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے یہ چیز بھی آپ

کی نبوت پر مستقل دلیل اور آپ کی عصمت پر برہان ظاہر ہے کیونکہ ولی کے لیے محض القاو الہام سے کسی نفس کے قتل کا اقدام اٹھانا جائز ہی نہیں ہے ولی کا دل واجب العصمۃ نہیں ہے بالاتفاق ولی سے خطا سرزد ہونا ممکن ہے۔

جب حضرت خضر علیہ السلام نے معصوم و نابالغ بچے کے قتل کا اقدام کیا تو یہ اقدام اس علم کی وجہ سے تھا جو خصوصی طور پر بارگاہ الٰہی سے انہیں عطا کردہ تھا کہ وہ بالغ ہو کر کفر کرے گا اور بچے کی شدت محبت والدین کے کفر کا باعث و سبب بنے گی والدین محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بچے کی بات ماننے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اس کے قتل میں ایک بہت بڑی مصلحت تھی کہ اس کے بغیر والدین کے ایمان کی حفاظت ممکن نہیں۔ یہ بات بھی آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کی عصمت کی تائید کرتی ہے۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں بعینہٖ انہی اسلوب پر میں نے ابوالفرج ابن جوزی کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر دلیل لی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ برقانی نے بھی انہیں دلائل کو نقل کیا ہے۔

دلیل نمبر ۴:

جب حضرت خضر علیہ السلام نے ان خلافِ عقل و شرع امور کی تاویل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بیان کر دی اور ان کی حقیقت واضح اور ظاہر کر دی اس کے بعد کہا:

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ (کہف:۸۲)

آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے سے حکم نہ کیا۔

بلکہ مجھے اس کا حکم دیا گیا تھا اور اس بارے مجھے وحی الٰہی ہوئی تھی۔ یہ بات بھی آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے۔ یہ چیزیں اور وجوہات ولایت کے منافی نہیں ہیں بلکہ رسالت کے بھی منافی نہیں ہیں جیسا کہ دوسرے لوگوں نے کہا۔

بہرحال حضرت خضر علیہ السلام کو فرشتہ کہنا یہ بڑی عجیب بات ہے۔

جب دلائل سے آپ کی نبوت ثابت ہو چکی تو اب ان کے لیے کوئی جواز باقی نہیں رہتا جو آپ کی ولایت کے قائل ہیں کہ ولی ارباب شرع ظاہر کے بغیر امور کی حقیقت پہ مطلع ہو جاتے ہیں یہ کوئی ایسی معتمد مستند بات نہیں جس کا آسرا لیا جا سکے۔

کیا خضر زندہ ہیں؟

حضرت خضر علیہ السلام تاحال زندہ رہنے کے بارے اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد چونکہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسد اطہر کو دفن کرنے کی ذمہ داری نبھائی جس کے نتیجہ میں اپنے والد حضرت آدم علیہ السلام کی درازیٔ عمر کی دعا کے مستحق قرار پائے۔

ایک دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے آبِ حیات کے چشمہ سے پانی پیا ہے لہٰذا اسی لیے زندہ ہیں اور انہوں نے بہت ساری احادیث بھی ذکر کی ہیں تاحال جن سے آپ کے زندہ ہونے کی شہادت لی ہے ہم انشاء اللہ عنقریب ان احادیث کو ذکر کریں گے اور ذات الٰہی پر ہی بھروسہ ہے۔

خضر علیہ السلام کی نصیحتیں

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَاوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا (کہف:۷۸)

کہا یہ میری اور آپ کی جدائی ہے۔اب میں آپ کو ان باتوں کا پھر بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

یہ حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور اس بارے بہت سارے آثار منقطعہ ہیں۔

بیہقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہم تک ابوعبداللہ الملطی کے توسط سے حدیث پہنچی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہونا چاہا تو کہا کہ مجھے کوئی وصیت کیجئے۔حضرت خضر علیہ السلام نے کہا نفع پہنچانے والے بن جاؤ' نقصان دینے والے مت بننا' خوش خلق ہو جاؤ' ترش روئی کا اظہار نہ ہو' خوشامد سے رخ پھیر دو اور سوائے ضرورت کے سفر نہ کرو۔

ایک روایت میں دوسرے طریق کچھ اضافہ ہے کہ تعجب کے سوا نہ ہنسنا۔

وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام لوگوں کو دنیا میں ان کی طاقت و ہمت کے مطابق ہی مکلّف ٹھہرایا جاتا ہے۔حضرت بشر بن حارف حافی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھے کوئی وصیت کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی اطاعت کو آسان فرما دے۔اس بارے ایک حدیث مرفوع بھی وارد ہوئی ہے جسے ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے ذکریا بن یحییٰ الوقاد کے طریق سے روایت کیا ہے مگر وقاد ایک بہت جھوٹا آدمی ہے بہرحال اس نے کہا یہ حدیث عبداللہ بن وھب کے سامنے بیان کی گئی اور میں نے بھی سنی کہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ اپنے کلمات کی نصیحت فرمائیے۔

پھر حضرت خضر علیہ السلام آ گئے وہ عمدہ ترین خوشبو اور خوبصورت سفید کپڑوں میں ملبوس تھے جن سے خوشبو کے جھونکے آ رہے تھے آ کے کہا اے موسیٰ بن عمران السلام علیکم ورحمۃ اللہ بے شک آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وہ خود سلام ہے اور اسی کی طرف ہی سلامتی ہے اور سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا جس کی نعمتوں کا میں نہ شمار کر سکتا ہوں اور نہ ہی اس کے شکر کی ادائیگی کا حق ادا کرنے پر قادر ہوں مگر اس قدر ہی جتنی وہ مجھے توفیق دے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے آپ کوئی ایسی وصیت کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے آپ کے بعد مجھے نفع دے۔حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے علم کے طالب بے شک وعظ کرنے والا سننے والے سے کم اکتاہٹ محسوس کرتا ہے جب تم وعظ و نصیحت کرو اور ہم نشینوں سے خطاب کرو تو انہیں اکتاہٹ میں نہ ڈالو جان لو کہ تمہارا دل ایک برتن ہے دیکھو کہ اس برتن کو کس چیز سے بھر رہے ہو دنیا سے کنارہ کش ہو جائیے' اسے پس پشت ڈال دیجئے' یہ دنیا نہ تو تیرے لیے گھر ہے اور نہ ہی اس میں تیرے لیے جائے سکون اسے بندوں کے لیے گزارہ کی مقدار بنایا گیا ہے۔اس سے آخرت کے دن کے لیے زادراہ لے لو اپنے نفس کو صبر پر راضی کیجئے اور گناہوں سے چھٹکارا حاصل کیجئے۔اے موسیٰ اگر آپ علم چاہتے ہیں تو علم کے لیے کوشاں ہو جائیے علم

اسی شخص کے لیے ہے جو اس کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔علم کے حصول کے لیے کثرت کلام (قیل وقال) سے گریزاں ونرساں رہیے کیونکہ کثرتِ کلام اہل علم کے لیے عیب ہے اور کم عقلی کو ظاہر کرتی ہے۔ تیرے لیے میانہ روی اختیار کرنا لازمی ہے کیونکہ یہ توفیق اور درستگی کے امور میں سے ہے جاہلوں سے اعراض برتیے احمقوں سے بربادی کا مظاہرہ کیجیے۔ بے شک یہ داناؤں کا فعل ہے اور علما کی زینت ہے۔

جب جاہل تجھے برا بھلا کہے تو حلم ودرگزر کرتے ہوئے سکوت اختیار کر لیجیے اور احتیاط سے کنارہ کش ہو جایئے کیونکہ اس کے جہل میں سے جو باقی ہے وہ گالی گلوچ اور زیادہ ہے۔

اے ابن عمران! یہ مت سمجھنا کہ تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے کیونکہ خود سری اور بے راہ روی اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے اور تکلف سے پیدا ہوتی ہے۔

اے ابن عمران! ایسے دروازے کو مت کھولنا جس کے بند کرنے کا تجھے علم نہیں اور نہ ہی ایسے دروازے کو بند کرنا جسے تو کھولنا نہیں جانتا۔

اے ابن عمران! دنیا سے جس کی حاجتیں ختم نہیں ہوتیں اور اس سے جس کی رغبتیں پوری نہیں ہوتیں اور جو حالت اپنی کو حقیر سمجھتا ہے اور قضائے الٰہی پہ شکوہ کناں رہتا ہے وہ کیسے زاہد بن سکتا ہے؟

کیا وہ خواہشات سے رک جائے گا جس پر ہوائے نفسانی کا غلبہ ہو؟ کیا ایسے آدمی کو علم کی طلب نفع دے سکتی ہے جس پر جہالت کے پردوں نے قبضہ جما کھا ہو؟ کیونکہ اس کی سعی تو آخرت کی طرف ہے حالانکہ وہ اپنی دنیا کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اے موسیٰ علم کو اس لیے سیکھ تاکہ تو اس پر عمل پیرا ہو سکے اس لیے نہ سیکھ تو اس کے ذریعے قیل وقال اور کثرت کلام میں ماہر ہو جائے وہ علم تیرے لیے ہلاکت اور تیرے غیروں کے لیے نور بن جائے گا۔

اے ابن عمران! زہد وورع کو اپنا لباس اور ذکر وعلم کو اپنا کلام بنا لے' نیکیوں میں کثرت کر بے شک تو برائیوں کو پانے والا ہے (یعنی برائیاں خود ہو جاتی ہیں)

اپنے دل کو خشیت الٰہیہ سے متحرک رکھ یہ عمل تیرے مولا کی رضا کا باعث بنے گا۔ اچھے عمل کر کیونکہ عمل ضروری ہے میں نے تجھے نصیحت کر دی انہیں تو محفوظ کر لے۔

حضرت خضر علیہ السلام یہ کہہ کر تشریف لے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام غم وکرب میں مبتلا ہو کر رونے لگے۔ یہ حدیث درست نہیں ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ ذکریا بن یحییٰ وقاد مصری کی یہ خود ساختہ داستان ہے جسے اکثر ائمہ نے ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ تعجب ہے کہ ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔

خضر علیہ السلام چار سو درہم میں فروخت

حافظ ابونعیم اصفہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے ہم تک یہ حدیث پہنچی کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں خضر علیہ السلام کے بارے نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض

کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتایئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن حضرت خضر علیہ اسلام بنی اسرائیل کے ایک بازار میں جا رہے تھے کہ ایک مکاتب شخص نے دیکھ لیا اور کہا کہ مجھے خیرات دیجئے' اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں برکت دے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے۔ میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں تجھے دے سکوں۔ مسکین نے کہا کہ میں اللہ کے واسطے سے سوال کیا ہے آپ مجھے خیرات نہیں دے رہے حالانکہ میں آپ کے چہرے میں آسمان کی وسعتوں کو دیکھ رہا ہوں اور آپ سے برکت کی امید لیے ہوئے ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ کی ذات پر ایمان رکھتا ہوں میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں تجھے دے پاؤں ہاں البتہ تم مجھے لے لو اور سر بازار میرا سودا کر کے روپے وصول کر لو۔ مسکین نے کہا کیا آپ اس بات پر ثابت قدم ہیں؟ فرمایا ہاں میں سچ کہتا ہوں تو نے امر عظیم کے ساتھ سوال کیا ہے مجھے اللہ کا واسطہ دیا ہے لہٰذا میں تجھے رسوا نہیں کروں گا مجھے بیچ ڈالو۔

مسکین آدمی آپ علیہ السلام کو بازار لے گیا اور چار سو درہم میں آپ کا سودا کر دیا خریدار کے پاس آپ ایک عرصہ تک رہے وہ آپ سے کوئی کام نہ لیتا تھا۔ آپ علیہ السلام نے ایک دن کہا کہ تو نے کام کے لیے مجھے خریدا تھا مجھے کام بتاؤ اس نے کہا آپ بہت بوڑھے اور ضعیف آدمی ہیں میں آپ کو مشقت میں مبتلا کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں اپنے فرض کی ادائیگی کو مشقت نہیں سمجھتا اس نے کہا تو پھر اس پتھر کو فلاں جگہ منتقل کر دیجئے۔ وہ پتھر جسے دن میں چھ آدمی بمشکل منتقل کر سکتے تھے آدمی کسی کام کے لیے گیا واپس پلٹا دیکھا کہ پتھر تو منتقل ہوا پڑا ہے کہنے لگا بڑے احسن انداز میں تم نے کام کیا ہے اور ایسی طاقت کا تم نے مظاہرہ کیا ہے جیسی طاقت میں نے کبھی کسی میں نہ دیکھی۔

پھر اس آدمی کو کوئی سفر در پیش ہوا تو وہ حضرت خضر علیہ اسلام سے کہنے لگا میں تمہیں امانت دار خیال کرتا ہوں۔ میری غیر موجودگی میں میرے اہل خانہ کے بارے میں ذمہ داری تجھ پر ڈال رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور اچھے طریقے سے نیابت کے فریضہ کو سرانجام دیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا مجھے کوئی کام بتاتے جایئے اس نے کہا میں مناسب نہیں سمجھتا کہ میں آپ کو مشقت میں مبتلا کروں' فرمایا! نہیں مجھ پر یہ مشقت نہیں ہوگی اس آدمی نے کہا پھر میرے آنے تک میرے گھر کی تعمیر کے لیے اینٹیں بناؤ آدمی چلا گیا واپس لوٹا تو اس کی عمارت تیار ہو چکی تھی۔ سوچ سے ماورائی طاقت کا اظہار دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا کہ خدا کے واسطے مجھے بتایئے کہ آپ کا راستہ اور آپ کا معاملہ کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے مجھ سے اللہ کے واسطے سے سوال کیا ہے اور اللہ کے واسطے ہی میری گردن میں غلامی کا طوق ڈالا ہے میں تجھے بتاتا ہوں کہ میں ''خضر'' ہوں جس کے بارے تو نے سن رکھا ہے۔ ایک مسکین نے مجھ سے خیرات مانگی تھی میرے پاس کوئی چیز نہ تھی جو میں اسے دیتا اس نے اللہ کے واسطے کا مجھ سے سوال کیا تھا میں نے اپنی گردن اس کے سپرد کر دی اس نے مجھے بیچ دیا۔

میں تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ اگر اللہ کے واسطے سے کسی سے سوال کیا جائے اور وہ قادر ہونے کے باوجود سائل کو محروم لوٹا دے تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں میدان حشر میں کھڑا ہوگا کہ نہ تو اس کے جسم پر گوشت ہوگا اور نہ ہی ہڈیاں کہ جن کی آواز آسکے۔

آدمی نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا اے اللہ کے نبی میں نے آپ کو لاعلمی میں کام کی مشقت میں بتلا کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں آپ نے بہت اچھا کیا اور آپ نے باقی رکھا۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں' میرے گھر اور میرے اہل خانہ اور میرے مال کے بارے جو فیصلہ چاہیں فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو دکھایا یا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میں آپ کا راستہ آزاد کر دیتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے آزاد کر دو تا کہ میں یکسوئی سے اللہ تعالیٰ عبادت کرسکوں اس آدمی نے پھر آپ کو آزاد کر دیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا سب خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہے جس نے غلامی کی زندگی میں مجھے بتلا کیا پھر غلامی سے مجھے نجات بخشی۔

اس حدیث کو مرفوع قرار دینا غلطی ہے اور زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ موقوف ہے اس کے کچھ راوی غیر معروف ہیں۔ (واللہ اعلم)

اسے ابن حوزی نے اپنی کتاب ''عجالۃ المنتظر فی شرح حال الخضر'' میں عبدالوہاب بن ضحاک کے طریق سے روایت کیا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا زہد اور بنتِ فرعون کی ماشطہ

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام دونوں سگھے بھائی تھے اور ان کے والد بادشاہ تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے ایک دن اپنے والد سے کہا کہ میرے بھائی خضر کو بادشاہی میں کوئی شغف نہیں ہے لہٰذا آپ اس کی شادی کر دیں تا کہ اس کی کوئی اولاد ہو اور وہ شاہی امور میں دلچسپی لے۔ ان کے والد نے ایک حسین و جمیل باکرہ عورت سے حضرت خضر کی شادی کر دی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے کہا کہ مجھے عورتوں سے دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی مجھے عورتوں کی کوئی ضرورت ہے اگر تو چاہے تو میں تجھے طلاق دے کر آزاد کر دوں اور اگر چاہے تو میرے ساتھ رہ کر اللہ عزوجل کی عبادت کرتی رہ اور میرے راز کو چھپائے رکھ۔ اس نے کہا بہتر ہے میں آپ کی ساتھ رہنے کو ترجیح دیتی ہوں۔ ایک سال تک وہ خاتون آپ کے ساتھ رہیں' سال گزر جانے کے بعد بادشاہ نے اس خاتون کو طلب کر کے پوچھا کہ تو بھی جوان ہے اور میرا بیٹا بھی جوان لیکن اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اس خاتون نے کہا کہ اولاد کی نعمت سے بہرہ ور کرنا یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جسے چاہے عطا فرمادے اور اگر نہ چاہے تو عطا نہ فرمائے۔

والد نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس خاتون کو طلاق دے دو' آپ نے طلاق دے دی۔ پھر دوسری شوہر دیدہ عورت سے شادی کی جو اس سے قبل ایک بچے کو جنم دے چکی تھی۔ شب زفاف میں اس کو بھی آپ نے یہی مشورہ دیا جو کہ اس سے قبل پہلی بیوی کو دے چکے تھے۔ اس نے بھی آپ کی معیت میں زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔ سال گزرنے کے بعد بادشاہ نے اس خاتون کو بلا کر اس سے بھی وہی سوال کیا جو اس سے قبل پہلی خاتون سے کر چکا تھا۔ اس خاتون نے راز افشا کر دیا کہ آپ کے صاحبزادے کو عورتوں سے کوئی رغبت نہیں ہے والد نے بیٹے کو طلب کیا تو آپ بھاگ گئے۔ راز افشا کر دینے کی پاداش میں آپ

نے دوسری بیوی کو قتل کر دیا تھا اسی وجہ سے آپ روپوش ہو گئے تھے پہلی بیوی کو طلاق دے چکے تھے۔
اس بیوی نے شہر کے مضافات میں اللہ کی عبادت شروع کر دی۔ ایک دن اس خاتون کے قریب سے ایک شخص گزرا اس نے کہا بسم اللہ خاتون نے جب سنا تو کہنے لگی کہ یہ کلمات تو نے کہاں سے سیکھے' اس نے کہا کہ میں خضر علیہ السلام کے مصاحبین میں سے ہوں۔ اس خاتون نے پھر اس کے ساتھ شادی کر لی اور اس سے اولاد پیدا ہوئی پھر یہی خاتون فرعون کی بیٹی کی ملازمہ (کنگھی کرنے والی) بن گئی۔ ایک دن یہی خاتون بنت فرعون کو کنگھی کر رہی تھی کہ ہاتھ سے کنگھی گر گئی۔ اس نے کہا بسم اللہ فرعون کی بیٹی نے کہا میرے والد کا نام لیتی ہوں۔ کہنے لگی نہیں میرا' تمہارا اور تمہارے والد کا رب اللہ ہے۔ فرعون کی بیٹی نے باپ کو بتا دیا۔ فرعون نے حکم دیا کہ تانبے کی آگ بھڑکائی جائے اور اس عورت کو اس میں پھینک دیا جائے۔ جب عورت نے آگ بھڑکتے دیکھی تو گرنے سے متذبذب ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا چھوٹا سا بچہ تھا۔ اس نے کہا ماں تو صبر کر تو حق پر ہے اپنے آپ کو آگ میں اٹھا پھینک تو اس طرح وہ عابدہ خاتون اللہ کو پیاری ہو گئی۔ رحمہا اللہ علیہ

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے ابوداؤد داعمی نفیع سے اسے روایت کیا جو کہ جھوٹا آدمی ہے۔

خضر علیہ السلام بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں

داؤد داعمی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف (یہ بھی جھوٹا آدمی ہے) نے اپنے والد اور اس نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک رات حضرت خضر علیہ السلام آئے تو نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ تو میری مدد فرما اس چیز پر جو مجھے خوف سے نجات دے دے اور مجھے صالحین کا سا ذوق وشوق عطا فرما۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو حضرت خضر علیہ السلام کی طرف بھیجا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جا کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر عرض کرو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء کرام پر ایسے ہی فضیلت عطا فرمائی ہے جیسے رمضان المبارک کو تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر ایسے فضیلت دی ہے جس طرح جمعۃ المبارک کو باقی دنوں پر افضلیت حاصل ہے۔
یہ حدیث جھوٹی اور سند ومتن کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بنفس نفیس مسلمان اور علم سیکھنے کی غرض سے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے اور آپ کے سامنے اپنی صورت کو ظاہر نہ کرے۔ اہل کتاب اپنے مشائخ کے بارے حکایات بیان کرتے ہیں جن کی کوئی سند نہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے پاس آتے انہیں سلام کرتے ہیں ان کے نام گھر اور ان کے محلوں کو پہنچانتے ہیں اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں تمام لوگوں سے چن لیا تھا انہیں خضر علیہ السلام پہچان نہ سکے حتیٰ کہ خود موسیٰ علیہ السلام کو اپنا تعارف کرانا پڑا کہ وہ بنی اسرائیل کے نبی ہیں۔
حافظ ابوالحسین بن المنادی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو وارد کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اہل حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث منکر الاسناد سقیم المتن ہے' من گھڑت ہونے کے آثار ظاہر ہیں۔
بہر حال وہ حدیث جسے حافظ ابوبکر بیہقی علیہ الرحمۃ نے یہ کہتے ہوئے روایت کیا ہے کہ ہمیں ابوعبداللہ الحافظ نے خبر دی'

ہمیں ابوبکر بن بالویہ نے خبر دی' محمد بن بشر بن مطر' کامل بن طلحہ' عباد بن عبدالصمد نے ہمیں حدیث بیان کی۔ وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم محبوب انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے تو صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کھڑے ہو کر رونا شروع کر دیا۔ صحابہ کے اجتماع میں ایک سفید ریش بھر پور جسم والا شخص گردنیں پھلانگتا ہوا داخل ہوا اس نے بھی رونا شروع کر دیا۔ پھر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے حضور ہر مصیبت پر صبر بہتر ہے اور ہر چلی جانے والی نعمت کا بدلہ ہے اور ہر چلے جانے والا کا نائب ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کرو اور اس کی طرف ہی توجہ کرو اس نے مصیبت میں تمہاری طرف نظر فرمائی ہے پس تم دیکھو پس مصیبت زدہ تو وہ ہوتا ہے جس کا نقصان پورا نہ ہو' یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم اسے جانتے ہو یہ کون تھا؟ حضرت ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہاں کہ یہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

ابوبکر بن ابوالدنیا نے کامل بن طلحہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ اس کے متن میں بیہقی کے سیاق کی مخالفت ہے۔

پھر امام بیہقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عباد بن عبدالصمد ضعیف ہے اور یہ حدیث ایک مرتبہ سے منکر ہوئی۔ ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عباد بن عبدالصمد یہ ہی ابن معمر بصری ہے جس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک نسخہ روایت کیا ہے ابن حبان عقیلی کہتے ہیں اس میں اکثر احادیث موضوع ہیں۔

امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کیا ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث اور بہت منکر شخص ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس نے اکثر روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بیان کی ہیں وہ ضعیف غالی شیعہ ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ اپنی مسند میں فرماتے ہیں کہ قاسم بن عبداللہ بن عمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے جعفر بن محمد انہوں نے اپنے والد انہوں نے اپنے دادا علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے تو تعزیت کرنے والوں نے ایک آواز سنی' کوئی کہہ رہا تھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے حضور ہر مصیبت پر صبر بہتر ہے اور ہر جانے والا ایک نائب ہے ہر کھو جانے والی چیز کی گہرائی کی انتہا ہے۔ اللہ کی بارگاہ کی طرف ہی رجوع کرو اور اسی پر بھروسہ کرو بے شک مصیبت زدہ وہ ہے جو بھلائی سے محروم ہوا۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم جانتے ہو یہ کون تھا؟ یہ خضر علیہ السلام تھے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے شیخ قاسم متروک ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ امام احمد علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث گھڑتا ہے پھر یہ حدیث مرسل ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (واللہ اعلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خضر علیہ السلام

عبداللہ بن وھب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی کی نماز جنازہ پڑھانے لگے تو ہاتف سے آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا اللہ تجھ پر رحم فرمائے' ہمیں بھی لینے دو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انتظار فرمائی یہاں تک کہ آواز دینے والا شخص آکر صف میں شامل ہو گیا۔ پھر اس شخص نے مرنے والے شخص کے لیے دعا کی کہ اگر تو اسے عذاب دے تو

اس نے تیری بہت زیادہ نافرمانی کی ہے اور اگر تو اسے بخش دے تو یہ تیری رحمت کا محتاج ہے۔

جب اس شخص کو دفن کر دیا گیا تو اس نے کہا اے صاحبِ قبر اگر تو سردار یا ٹیکس لینے والا یا خازن یا کاتب (منشی) یا شرط لگانے والا نہیں تھا تو تیرے لیے خوشخبری ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آدمی کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ تا کہ میں اس کی نماز اور اس کے کلام کے بارے اس سے سوال کروں۔ یہ کہنا تھا کہ وہ شخص نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کے قدم کے نشانات ایک گز کے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم بخدا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کے بارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا۔ اس اثر میں ابہام اور انقطاع ہے۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت خضر علیہ السلام

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے ثوری انہوں نے عبداللہ بن محرز انہوں نے یزید بن اصم انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ میں ایک شب بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے حرم میں داخل ہوا تب میں نے کعبہ کے پردے سے لپٹے ہوئے ایک شخص کو دیکھا' وہ دعا مانگتے ہوئے بارگاہِ الٰہیہ میں عرض گزار ہے:

یامن لایمنعه سمع من سمع ویامن لا تغلطه المسائل و یامن لایبرمه الحاح الملحین ولا مسئله السائلین اُرزقنی بردعفوك و حلاوة رحمتك ۔

اے وہ ذات جسے کسی کی سمع دوسرے کی سمع سے مانع نہیں اور اے وہ ذات جسے لوگوں کی فریادیں غلطی میں نہیں ڈالتیں اور اے وہ ذات جسے آہ وزاری کرنے والوں کی زاریاں تنگدل نہیں کرتیں اور نہ ہی سوال کرنے والوں کے مسائل اسے اکتاہٹ میں ڈالتے ہیں مجھے اپنے عفو و درگزر کی برودت اور اپنی رحمت کی حلاوت نصیب فرمادے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے کہا اے بندہ خدا اسے دوبارہ دہرادے جو تو نے کہا اس نے کہا کیا تو نے میری عرض سن لی ہے؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں خضر کی جان ہے کہ جو شخص بھی اسے ہر فرض نماز کے بعد پڑھے گا اس کے گناہ سمندر کی جھاگ' درختوں کے پتے اور ستاروں کی تعداد جتنے بھی ہوئے تب بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

عبداللہ بن محرز کی جہت سے یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ وہ متروک الحدیث ہے اور یزید بن اصم نے حضرت علی کو نہیں پایا اور اس جیسی روایت صحیح نہیں ہوتی۔ (واللہ اعلم)

ابو اسماعیل ترمذی علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک دن کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص کو غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے پایا وہ کہہ رہا تھا اے وہ ذات جسے کسی ایک کی پکار کی سماعت دوسرے کی سماعت سے مشغول نہیں کرتی' اے وہ ذات جسے سوال کرنے والوں کے سوالات غلطی میں نہیں ڈالتے' اے وہ ذات جسے آہ وزاری کرنے والوں کی زاری تنگدل نہیں کرتی تو مجھے اپنے عفو و کرم کی برودت اور اپنی رحمت کی حلاوت عطا

فرمادے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا اے بندہ خدا اپنی دعا کو دوبارہ دہرا۔ اس نے کہا کیا تو نے میری دعا سن لی ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا ہاں' اس نے کہا کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگا کیجئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں خضر کی جان ہے اگر تیرے گناہ آسمان کے ستاروں کے برابر اور بارش کے قطروں کے برابر' زمین کی کنکریوں اور مٹی کے ذروں کے برابر بھی ہوں تو پلک جھپکنے سے پہلے اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے گا۔

یہ حدیث بھی منقطع اور اس کی اسناد میں بھی غیر معروف آدمی ہے۔ (واللہ اعلم)

ابن جوزی نے اسے ابوبکر بن ابوالدنیا کے طریق سے روایت کیا ہے پھر کہا کہ یہ اسناد مجہول ہے منقطع ہے اس میں کوئی ایسا اشارہ نہیں جو اس آدمی کے خضر ہونے پر دلالت کرے۔

حضرت خضر علیہ السلام حج کے دنوں میں

حافظ ابوالقاسم ابن عساکر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ......... ابن جریج عطا سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام دونوں ہر سال حج کے موسم میں جمع ہوتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے سروں کا حلق کرتے ہیں اور پھر یہ کلمات کہتے ہوئے جدا ہوجاتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ الشَّرَّ اِلَّا اللّٰهُ مَاشَآءَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ .

راوی کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح وشام تین تین مرتبہ ان کلمات کو کہے گا اللہ تعالیٰ اسے غرق ہونے سے' جلنے سے اور چوری سے محفوظ و مامون فرمادے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے انہوں نے فرمایا کہ شیطان کے شر' بادشاہ کے ظلم اور سانپ اور بچھوں کے ڈسنے سے محفوظ فرمائے گا۔

دارقطنی افراد میں فرماتے ہیں یہ حدیث ابن جریج کی حدیث کی وجہ سے غریب ہے اسے حسن بن زریق کے سوا کسی نے بیان نہیں کیا اور محمد بن کثیر عبدی نے بھی ان سے اس حدیث کو روایت کیا ہے باوجودیکہ اس بارے حافظ ابواحمد ابن عدی نے کہا کہ یہ معروف نہیں ہے۔

حافظ ابوجعفر عقیلی نے کہا کہ یہ مجہول اور اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ ابوالحسن بن المنادی نے کہا یہ حسن بن زریق کی حدیث ہے۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے علی بن الحسن الجہضمی کے طریق سے اس کی مثل حدیث کو روایت کیا ہے یہ شخص جھوٹا ہے ضمرہ بن حبیب المقدسی نے اپنے باپ سے' علاء بن زیاد القشیری سے انہوں نے عبداللہ بن حسن انہوں نے اپنے باپ' انہوں نے اپنے دادا سے' انہوں نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر سال عرفہ کے دن میدان عرفات میں حضرت جبرائیل' میکائیل' اسرافیل اور حضرت خضر علیہ السلام جمع ہوتے ہیں۔

آ گے طویل حدیث ذکر کی ہے جو موضوع ہے ہم نے اسے قصداً ترک کر دیا ہے۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے ابن ابی رواد کے توسط سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام رمضان المبارک کے روزے بیت المقدس میں رکھتے ہیں ہر سال دونوں اکٹھے حج کرتے ہیں۔ آب زمزم ایک مرتبہ پی لیتے ہیں جو آئندہ سال تک کے لیے ان کے لیے کافی ووافی ہوتا ہے۔

ولید بن عبدالملک اور حضرت خضر علیہ السلام

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ دمشق کی جامع مسجد کا بانی ولید بن عبدالملک بن مروان نے ایک دن خواہش کی کہ وہ شب بھر مسجد میں عبادت کرتا رہے سو اس نے حکم جاری کر دیا کہ مسجد کو اس کے لیے خالی کر دیا جائے۔ لوگوں نے فرمان کے مطابق ایسے ہی کیا جب وہ رات کے وقت باب الساعات میں سے داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے اور باب الخضرا کے درمیان نماز ادا کر رہا ہے۔ ولید نے کہا کہ کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ مسجد کو خالی کرادو۔ متولیوں نے عرض کی اے امیر المومنین یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو ہر رات یہاں نماز ادا کرنے آتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اور حضرت خضر علیہ السلام

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے ہی روایت کیا ہے کہ رباح بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے ہاتھوں کا سہارا لیے چل رہا ہے میں نے اپنے جی میں کہا یہ آدمی تو ننگے پاؤں ہے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ نماز پڑھ کر چلا گیا تو میں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ یہ کون آدمی تھا جو آپ کے ہاتھ کا سہارا لیے ابھی چل رہا تھا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا اے رباح کیا تو نے اسے دیکھ لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں' فرمانے لگے رباح میں تجھے صالح آدمی سمجھتا ہوں یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے جنہوں نے مجھے خوشخبری دی کہ بے شک میں ذمہ دار بنوں گا اور عدل کروں گا۔

ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں رملی پر علماء کے نزدیک جرح کی گئی ہے ابوالحسن بن منادی نے ضمرۂ سری اور رباح پر بھی جرح کی ہے پھر دوسرے طریق سے عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملے لیکن تمام سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے ابراہیم تیمی' سفیان بن عیینہ اور دیگر کئی لوگوں کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کو بھی ذکر کیا ہے جن کا ذکر طوالت اختیار کر جائے گا۔ یہ روایات و حکایات ان کے لیے ہیں جو تا حال حیاتِ خضر کے قائل ہیں اور تمام احادیث مرفوعہ بہت ضعیف ہیں ایسی روایات دینی معاملات میں حجت نہیں بن سکتیں اور حکایات کثیرہ ضعف اسناد سے خالی نہیں ہیں۔

زیادہ سے زیادہ یہ روایات صحیح ہیں' صحابی یا غیر صحابی تک لیکن صحابی بھی معصوم نہیں کیونکہ ان سے خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت خضر علیہ السلام اور دجّال لعین

عبدالرزاق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ہمیں معمر نے خبر دی' زہری سے خبر دی' مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بارے ایک طویل حدیث بیان فرمائی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا:

دجال آئے گا لیکن مدینہ شریف کی حدود میں اس کا دخول حرام کر دیا گیا ہے (وہ مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہو سکے گا) ایک دن اس کی طرف ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں میں سے بہتر ہوگا وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کو تو وہی دجال ہے جس کے بارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیان فرمایا تھا دجال کہے گا تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر میں اسے قتل کر کے دوبارہ زندہ کر دوں پر بھی تم میرے معاملہ میں شک کرو گے۔ لوگ کہیں گے کہ نہیں پھر وہ اسے قتل کر کے دوبارہ زندہ کرے گا۔

جب وہ شخص زندہ ہوگا تو کہے گا اللہ کی قسم اب تیرے بارے میں مجھے بہت زیادہ بصیرت حاصل ہو چکی ہے (تو واقعی دجال ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دجال دوبارہ انہیں قتل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن اب کی بار وہ قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا۔

معمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ دجال کی گردن میں ایک تانبے کا صحیفہ ہوگا اور یہ بات بھی مجھ تک پہنچی ہے کہ بے شک وہ خضر ہوں گے جنہیں دجال قتل کرے گا پھر زندہ کرے گا۔ اس حدیث کی تخریج صحیحین میں زہری کی حدیث سے کی گئی ہے۔

ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقہیہ الراوی حضرت امام مسلم علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ یہ آدمی خضر ہوں گے۔ معمر وغیرہ کا قول بلغنی (کہ مجھ تک بات پہنچی) حجت نہیں ہے بعض یہ الفاظ بھی حدیث میں ملتے ہیں کہ ایک بھرپور جوان آئے گا اور اسے قتل کر ڈالے گا اور حدیث طیبہ کے یہ الفاظ ''حدثنا عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دجال کے بارے میں ہمیں بیان فرمایا: بالمشافہ یہ الفاظ سماعت کرنے کا تقاضا نہیں کرتے بلکہ تواتر یہی کفایت کرتے ہیں۔

شیخ ابوالفرج ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''عجالۃ المنتظر فی شرح حالۃ الخضر'' میں وارد ہونے والی وہ مرفوع احادیث جن کا تعلق حضرت خضر علیہ السلام سے ہے ان کی خوب چھان پھٹک کی ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ احادیث موضوع ہیں۔

صحابہ کرام' تابعین اور دیگر اسلاف کے آثار کے بارے وضاحت کی ہے کہ ان کی اسانید ضعیف اور ان کے رجال میں جہالت ہے اور ان کے متعلق خوب تنقید کی ہے۔

خضر علیہ السلام کے وصال کے قائل

بہر حال وہ حضرات جو حضرت خضر علیہ السلام کے وصال کے قائل ہیں ان میں امام بخاری' ابراہیم حربی' ابوالحسین بن المنادی' الشیخ ابوالفرج' ابن جوزی علیہم الرحمۃ ہیں۔

ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے اس بارے کامیابی حاصل کرتے ہوئے ایک کتاب بھی تالیف کی ہے جس کا نام "عجالۃ المنتظر فی شرح حالۃ الخضر" رکھا۔ انہوں نے بہت ساری چیزوں سے دلائل لیے ہے۔

دلیل نمبر ۱:

ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (انبیاء: ۳۴)

اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے دنیا میں ہمیشگی نہ بنائی۔

حضرت خضر علیہ السلام اگر بشر (آدمی) ہیں تو پھر لامحالہ اس عموم میں داخل ہیں ان کی تخصیص بغیر کسی صحیح دلیل کے جائز نہیں ہے۔ اصل یہ بھی یہ کہ کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جس سے ثابت ہو اور نہ ہی اس بارے نبی معصوم سے اس کی تخصیص پر دلیل مذکور ہے جس کا قبول کرنا واجب ہو۔

دلیل نمبر ۲:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَالِكُمْ إِصْرِيْ قَالُوْا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ۔ (آل عمران: ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ پختہ عہد لیا کہ اگر تمہاری زندگی میں میرا محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو تم اس پر ایمان بھی لاؤ گے اور اس کی مدد و نصرت بھی کرو گے اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اپنی امت کو بھی اس کی تاکید کر دیں کہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیں گے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسے روایت کیا ہے:

حضرت خضر علیہ السلام کو نبی ہوں یا ولی اس میثاق و عہد میں داخل ہیں اگر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں زندہ تھے تو ان کے لیے اعزاز تھا کہ وہ بارگاہ مصطفیٰ میں حاضر ہو کر ایمان لاتے اس پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور دشمنانِ دین کے ساتھ غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو کر دینی امور میں اعانت و مدد کرتے۔

اگر خضر علیہ السلام ولی ہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے افضل ہیں اور اگر نبی ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان

سے افضل ہیں۔

دلیل نمبر ۳:

امام احمد علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے روایت کیا ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع و پیروی کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

اس کے ساتھ قطعیت اور علم ضروری سے آ گاہی حاصل ہوتی ہے۔ مذکورہ آیت طیبہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ تمام انبیاء کرام بالفرض اگر حیاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوتے تو وہ قرآنی آیت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور شریعت کے مطابق زندگی گزارتے جیسا کہ شب اسریٰ کے دولہا کو اس رات اجتماع انبیاء میں فوقیت دی گئی جب دیگر انبیاء کرام کے ساتھ بیت المقدس میں تشریف آوری ہوئی نماز کا وقت ہو جانے پر جبرائیل امین علیہ السلام نے بحکم الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کے لیے درخواست پیش کرتے ہوئے انبیاء کرام کی امامت پر مامور کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام ان کی ولایت اور ان کی اقامت گاہوں میں نماز پڑھائی۔

یہ اعزاز اس بات کی شہادت و دلالت فراہم کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام اعظم، رسول خاتم سراپا تعظیم اور مقدم و پیشوا ہیں۔ صلوات اللہ وسلامہ اجمعین۔

جب یہ بات ہر اہلِ علم کو معلوم ہے تو پھر اس بات سے کسی کو مفر نہیں کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ من جملہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہوتے۔ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا قلادہ گلے میں ڈالے اتباع واقتداء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے اور انہیں اس کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہ ہوتا۔

دلیل نمبر ۴:

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام جب آخری زمانے میں نزول فرمائیں گے تو وہ بھی اسی شریعت مطہرہ کا حکم دیں گے نہ وہ اس کا انکار کریں گے اور نہ ہی اس سے راہِ فرار حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانچ اولوالعزم رسولوں میں سے ایک اور بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء ہیں (اگر عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی شریعت کی اتباع کریں گے تو خضر علیہ السلام کے لیے ایسا کیوں نہیں) نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی ایسی صحیح سند اور نہ ہی حسن سند منقول ہے جس سے اس بات پہ دل مطمئن ہو سکے کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک دن بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے ہوں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک ہوئے حالانکہ یوم بدر میں صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دعا کی مدد چاہی اور کافروں پہ فتح طلب کی کہ:

"اے اللہ اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک ہونے دیا تو اس کے بعد روئے زمین پہ تیرا نام لیوا کوئی نہ ہوگا"۔

اس جماعت میں آپ کی قیادت میں مسلمانوں کے سردار اور ملائکہ کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام بنفس نفیس شامل تھے جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے مشہور قصیدہ میں کہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قصیدے میں آپ کا یہ شعر قابل فخر شعر ہے۔

وَثَبِیرُ بَدْرٍ اِذْیرد وُجُوهَهُمْ جِبْرَائِیلُ تحتَ لَوَائِهَا وَ مُحَمَّدُ ا

''اور بدر کے پہاڑ کے پاس جب جبرائیل جو کہ ہمارے جھنڈے تلے جمع تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے چہروں کو پھیر رہے تھے''۔

اگر حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو اس جھنڈے کے نیچے ان کے لیے کھڑا ہونا تمام مقامات وغزوات سے اشرف واعظم ہوتا۔

دلیل نمبر ۵:

قاضی ابویعلی محمد بن حسین الفراء حنبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمارے کسی صاحب سے حضرت خضر علیہ السلام کے بارے پوچھا گیا' کیا ان کا وصال ہو چکا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں' اور مجھے اس کی مثل ابوطاہر بن الغبادی سے بات پہنچی اور فرماتے ہیں کہ اس سے دلیل لی گئی ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ حاضری کیا شرف حاصل کرتے۔

ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے 'العجالۃ' میں اس کو نقل کیا ہے:

اگر کہا جائے تو اس کا کیا جواب ہوگا کہ وہ ان تمام جگہوں پر حاضر تھے لیکن کوئی شخص انہیں دیکھ نہ سکا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل عدم ہے۔ یہ احتمال بعید ہے جس سے عموم قرآن کو محض توہمات سے خاص کرنا لازم آتا ہے پھر انہیں کیا حاصل تھا کہ وہ پوشیدہ رہے؟ حالانکہ ان کا ظاہر ہونا ان کے اجر کی زیادتی ان کے مرتبے کی بلندی اور معجزات کے ظہور میں اضافہ کا باعث تھا۔

دلیل نمبر ۶:

اگر وہ زندہ و باقی ہوتے تو آیات قرآنیہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ کی تعلیم وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے۔ من گھڑت احادیث اور تبدیل شدہ روایات کا سدباب کرتے' بدعتوں' غلط آراء' عصبیتی خواہشوں کا تدارک کرتے' مسلمانوں کے ساتھ کافروں سے جہاد کے لیے شانہ بشانہ شریک ہوتے' جمعہ و جماعت میں شامل ہوتے' اہل اسلام کو نفع اور کافروں کے ضرر سے بچانے کے لیے کوشاں ہوتے' علماء وحکمرانوں کو رہنمائی دیتے' ادلہ واحکام کی پختگی فرماتے۔ یہ امور افضل ہیں اس سے جو ان کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ آبادیوں اور شہروں سے مستور ہیں' صحراؤں اور گوشوں میں ان کا ٹھکانہ ہے اور ایسے بندوں کے ساتھ ان کا اجتماع ہے جن میں سے اکثر کے احوال سے لوگ متعارف نہیں ہیں اور یہ ان کے نگہبان اور ترجمانی فرمانے والے ہیں۔ یہ جو کچھ ہم ذکر کر چکے ہیں تفہیم وسمجھ کے بعد اس میں کسی کو توقف کی ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے راہِ استقامت کی طرف اس کی رہنمائی فرماتا ہے۔

احادیث طیبہ

اور اس رائے کے ثبوت میں صحیحین وغیرہ کی وہ روایت بھی ہے جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء ادا فرمائی' پھر فرمایا کہ تمہاری اس رات کے بارے کیا رائے ہے؟ بے شک روئے زمین پر آج جو شخص موجود ہے سو سال تک ان میں سے کوئی بھی باقی نہ ہوگا۔

اور ایک دوسری روایت میں 'عینٌ تَطْرِفُ' کے الفاظ ہیں (ان میں کوئی باقی نہیں رہے گا) ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

کہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر گھبرا گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے ختم ہونے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔(یعنی وقوع قیامت)

امام احمد علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں ایک دن نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد قیام فرمایا اور صحابہ سے کہا تمہاری اس رات کے بارے کیا رائے ہے؟ کہ ایک سو سال پورے ہونے کے بعد روئے زمین پر اس وقت بسنے والوں میں سے کوئی زندہ نہ بچے گا۔(بخاری ومسلم)

امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن داؤد نے حدیث بیان کی۔ ابن لھیعہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے ایک ماہ قبل ارشاد فرمایا کہ لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں بے شک اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جو کوئی روئے زمین پر آج سانس لینے والی جان موجود ہے اس پر سو سال نہیں آئیں گے۔

ایسے ہی امام مسلم نے ابی نضرہ اور ابی زبیر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے روایت کیا کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی روئے زمین پر سانس لینے والا نفس ایسا نہیں ہے جس پر سو سال آئیں گے۔

یعنی سو سال تک زندہ رہے گا یہ حدیث بھی امام مسلم علیہ الرحمۃ کی شرط کے مطابق ہے۔

ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ احادیث صحیحہ حیاتِ خضر کے دعویٰ کا قلع قمع کر دیتی ہیں۔

حرفِ آخر

اہلِ علم کا کہنا ہے کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دورِ نبوت نہیں پایا جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے اور وہ قوت سے قطعیت کو ثابت کرتا ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں اور اگر انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دورِ حیات کو پایا تھا تو یہ احادیث اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ وہ سو سال بعد زندہ نہیں رہے لہٰذا اب وہ موجود نہیں ہیں کیونکہ وہ بھی ان احادیث کے عموم میں داخل ہیں اور اصل اس کے لیے مخصص کا نہ ہونا ہے کہ وہ تخصیص کسی صحیح دلیل سے ثابت ہو جس کا قبول کرنا ضروری ہو۔(واللہ اعلم)

حافظ ابوالقاسم سہیلی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "التعریف والاعلام" میں امام بخاری اور اپنے شیخ ابوبکر بن العربی علیہما الرحمۃ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری دورِ حیات پایا ہے لیکن اس مذکورہ حدیث کی رو سے اس کے بعد ان کا وصال ہو گیا تھا۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کا اس طرح کہنا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک زندہ رہے محل نظر ہے۔ حافظ سہیلی علیہ الرحمۃ نے ان کے زندہ رہنے کو ترجیح دی ہے اور اکثر علماء سے یہ رائے بیان کی ہے اور کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اہل بیت سے انہوں نے تعزیت بھی کی۔ یہ صحاح کے طرق سے انہوں نے روایت کی ہے پھر ان روایات کو ذکر کیا ہے جسے ہم پہلے ضعیف قرار دے چکے ہیں اور ان کے اسانید کو ذکر نہیں کیا۔(واللہ اعلم)

تذکرہ حضرت الیاس علیہ السلام

اللہ تعالیٰ سورۃ صافات میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے قصہ کے بعد ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ...... وَاِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (صافات: ۱۲۳ تا ۱۳۲)

اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پھر انہوں نے جھٹلایا تو وہ ضرور پکڑے آئیں گے مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثنا باقی رکھی۔ سلام ہو الیاس پر بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے۔

نسب نامہ:

علمائے نسب فرماتے ہیں کہ یہ الیاس التشبی ہیں۔ ایک قول کے مطابق آپ کا نسب نامہ یوں ہے:

ابن یاسین بن فنحاص ابن العیز ار بن ہارون علیہما السلام

ایک دوسرے قول کے مطابق:

الیاس بن العازر بن العیز ار بن ہارون بن عمران علیہما السلام

نبوت کا دائرۂ کار:

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام کو بعلبک جو کہ دمشق کے مغربی جانب ایک شہر ہے اس کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ وہاں کے باشندے بعل نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے انہیں اللہ عزوجل کی جانب دعوت دی اور بت کی عبادت کو ترک کرنے کی ہدایت وتلقین کی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بعل ایک عورت کا نام تھا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے اس بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَا تَتَّقُوْنَ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ اللّٰهُ رَبُّ وَرَبُّ آبَائِكُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ۔

کیا تم ڈرتے نہیں کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا۔

قوم نے انہیں جھٹلایا، مخالفت کی، قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ کہا جاتا ہے آپ بھاگ گئے اور ان سے چھپ گئے۔

حضرت الیاس علیہ السلام قوم سے روپوش:

ابو یعقوب اذرعی یزید بن عبدالصمد سے اور وہ ہشام بن عماد نے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے ایک ایسے شخص سے سنا جس نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام اپنی قوم کے بادشاہ سے بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے جو الدم کے نیچے تھی دس سال تک آپ اس غار میں روپوش رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو ہلاک کر دیا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا اس کا وارث بنا اور شاہی کرسی پر بیٹھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس کے پاس آئے اس پر اسلام پیش کیا اس نے سلام قبول کیا اور اس کی قوم میں سے خلقتِ کثیرہ بھی مشرف باسلام ہوگئی۔ دس ہزار افراد محروم رہے بادشاہ کے حکم سے ان دس ہزار کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ابن ابی الدنیا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سعید بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے دمشق کے کسی شیخ سے حدیث بیان کی کہ حضرت الیاس علیہ السلام اپنی قوم سے بھاگ کر ایک پہاڑ کی غار میں بیس یا چالیس راتیں چھپے رہے کوے آپ کا رزق آپ تک پہنچاتے تھے۔

انبیاء کرام کی ترتیب:

محمد بن سعدی کاتب الواقدی کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نبی بن کر تشریف لائے۔ پھر نوح علیہ السلام پھر ابراہیم علیہ السلام پھر اسماعیل علیہ السلام پھر اسحاق علیہ السلام پھر یعقوب علیہ السلام پھر یوسف علیہ السلام پھر لوط علیہ السلام پھر ہود علیہ السلام پھر صالح علیہ السلام پھر شعیب علیہ السلام پھر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پھر الیاس التشبی بن العاذر بن ہارون بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ایسے ہی انہوں نے بیان کیا اور اس ترتیب میں نظر ہے۔

چار انبیاء کرام

مکحول حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ چار انبیاء کرام زندہ ہیں۔

دو زمین میں اور دو آسمان میں

زمین میں حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام اور آسمان میں حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔

اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت الیاس اور خضر علیہما السلام ہر سال رمضان المبارک میں بیت المقدس میں جمع ہوتے ہیں دونوں ہر سال فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔ زمزم کا پانی پیتے ہیں جو انہیں آئندہ سال تک کیلئے کافی ہوتا ہے۔

اور وہ حدیث بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس میں ہے کہ یہ دونوں حضرات ہر سال عرفات میں جمع ہوتے ہیں اور ہم پر بھی واضح کر چکے ہیں کہ اس فقہ کے بارے یہ چیزیں درست نہیں ہے اور دلیل سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا وصال ہو چکا ہے اور ایسے ہی حضرت الیاس علیہ السلام بھی دنیائے فانی سے پردہ فرما چکے ہیں۔ وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ اور دیگر نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت الیاس علیہ السلام کی کفار نے تکذیب کی اور انہیں تکالیف سے دوچار کیا تو حضرت الیاس علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہ میں عرض کی کہ ان کی روح قبض کر لی جائے۔ ان کے پاس پھر ایک چوپایہ آیا جس کا رنگ آگ کے رنگ کا سا تھا

آپ علیہ السلام اس پر سوار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چوپائے کو پر عطا کر دیئے اور نوری لباس پہنا دیا اور آپ علیہ السلام سے کھانے پینے کی خواہش ختم فرما دیں۔ آپ علیہ السلام بیک وقت بشریٰ ملکوتی' سماوی اور ارضی مخلوق بن گئے۔ تبلیغ کی ذمہ داری کا حکم آپ نے یسع بن اخوطب علیہ السلام کو دے دیا۔

یہ روایت اسرائیلی روایات میں سے ہے نہ تو اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے اور نہ تکذیب بلکہ اس کی صحت حقائق سے کوسوں دور ہے۔ (واللہ اعلم)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت الیاس علیہ السلام سے ملاقات:

بہر حال وہ حدیث جسے حافظ ابوبکر بیہقی علیہ السلام نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا اسی دوران ایک وادی میں کسی کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔

''اے الہ العالمین تو مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ میں سے بنا دے جو امت مغفورہ اور جن کی توبہ قابل قبول ہے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں وادی کی طرف متوجہ ہو گیا دیکھا کہ تین سو گز کا طویل ترین آدمی یہ دعا مانگ رہا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں انس بن مالک خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اس نے کہا کہ وہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ یہی آپ کے کلام کی سماعت فرما رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا سلام پیش کریں اور عرض کریں کہ آپ کا بھائی الیاس آپ کو سلام عرض کر رہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے سرگزشت عرض کر دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' ملاقات ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام ودعا اور معانقہ فرمایا۔

پھر دونوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت الیاس علیہ السلام) بیٹھ کر محو کلام ہو گئے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سال میں ایک مرتبہ کھانا کھاتا ہوں آج میرا افطار کا دن ہے اور میں اور آپ اکٹھے کھانا تناول فرمائیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ پھر ان دونوں حضرات پر آسمان سے ایک دستر خوان اترا جس پر روٹیاں' مچھلی اور اجوائن تھی۔ دونوں نے کھانا تناول فرمایا اور مجھے بھی کھلایا۔ ہم نے نماز عصر ادا کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں الوداع کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بادلوں میں سے گزرتے آسمان کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔

حدیث میں سقم:

بیہقی علیہ الرحمۃ کا خود اپنا معاملہ ہمارے لیے کافی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ایک درجہ سے ضعیف ہے۔ تعجب ہے کہ حاکم ابو عبداللہ نیشا پوری نے اسے اپنی مستدرک میں صحیحین پر درج کیا ہے اور یہ ان میں سے ہے جن کی وجہ سے مستدرک پر اعراض کیا گیا ہے۔

بے شک یہ حدیث موضوع اور کئی وجوہ سے احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

وجہ ۱: صحیحین میں ہے کہ حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ آسمانوں میں آپ کا قد مبارک ساٹھ گز تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ مخلوق کے قد میں اب تک کمی آ رہی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آدم علیہ السلام کے ساٹھ گز قد میں مخلوقِ خدا کے قد و قامت میں کمی آ رہی ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا تین سو گز طویل کیسے ہوا۔

وجہ ۲: اسی حدیث میں ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوئے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے پر بھی ناقابل فہم ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور سید الانبیاء ہیں حق تو یہ تھا کہ خود الیاس علیہ السلام حاضر خدمت ہوتے۔

وجہ ۳: حدیث مذکورہ میں ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں سال میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتا ہوں حالانکہ حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اس سے قبل گزر چکی کہ کھانے پینے کی لذت و خواہش اللہ تعالیٰ نے ان سے سلب کر لی تھی اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ وہ ہر سال زمزم سے پانی پیتے ہیں جو انہیں آئندہ سال تک کے لئے کافی ہوتا ہے۔

یہ تمام باتیں متعارض ہیں اور تمام باطل ہیں کوئی چیز بھی اس میں سے صحیح نہیں ہے۔ ابن عساکر علیہ الرحمہ نے ایک دوسرے طریقے سے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس کے ضعف کا اعتراف کیا ہے تعجب ہے کہ انہوں نے اس پہ کلام کیسے کیا ہے۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو حسین بن عرفہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

عرفہ نے ہانی بن حسن سے انہوں نے بقیہ سے انہوں نے اوزاعی سے انہوں نے مکحول سے انہوں نے واثلہ بن اسقع علیہم الرحمہ سے اس کے مثل طویل ترین حدیث بیان کی ہے اس میں ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ انہوں نے دو یا تین گز لمبا ایک آدمی دیکھا جس نے نہ آنے پر عذر کیا کہا کہ اس طرح اونٹ دوڑ پڑیں گے اور اسی حدیث میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت الیاس علیہ السلام اکٹھے ہوئے تو دونوں نے جنت کا طعام تناول فرمایا اور کہا کہ میں چالیس دن میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھاتا ہوں۔

دستر خوان میں روٹی، انار، انگور، کیلے، تازہ کھجوریں اور ساگ تھا گندنا (ایک بدبودار قسم کی ترکاری) ان میں نہیں تھا۔

اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الیاس علیہ السلام سے حضرت خضر علیہ السلام کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سال کی ابتدا میں میرا ان سے ملنے کا عہد ہے اور انہوں نے مجھے کہا تھا کہ وہ مجھ سے پہلے عنقریب آپ سے ملاقات کریں گے جب آپ سے ملاقات ہو تو میری طرف سے انہیں سلام کہنا۔

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام اگر دونوں موجود ہیں اور یہ حدیث بھی صحیح ہے تو نو ہجری تک ان کی ملاقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوئی۔

یہ شعر غادرست معلوم نہیں ہوتی اور نیز یہ موضوع ہے۔

ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کئی آدمیوں سے ملے ہیں لیکن یہ روایات سند کے ضعف اور راویوں کی جہالت کی وجہ سے تشفی کا باعث نہیں بنتیں۔ ان میں سے سب سے بہترین وہ روایت جسے ابوبکر بن ابوالدنیا نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بشر بن معاذ نے مجھے بیان کیا حماد بن واقد نے حضرت ثابت سے روایت کیا کہ ہم حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کے گردونواح میں ایک آبادی میں تھے میں نے ایک حویلی میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کی میں نے قرأت شروع کی۔

حمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ۔

(غافر ا تا ۳)

یہ کتاب اتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا۔

اس دوران میں نے یمنی ٹکڑوں والی چادر اوڑھے سفید خچر پر سوار ایک شخص کو اپنے پیچھے محسوس کیا۔

جب میں نے کہا غَافِرِ الذَّنْبِ گناہ بخشنے والے۔

تو اس نے مجھے کہا کہ یوں کہہ اے گناہ بخشنے والے میرے گناہ بخش دے (یَا غَافِرَ الذَّنْبِ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ)

اور جب میں نے کہا قَابِلِ التَّوْبِ اور توبہ قبول کرنے والا۔

تو اس نے کہا کہ یوں کہہ یَا قَابِلِ التَّوْبَۃِ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ

اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما

جب میں نے کہا شَدِیْدِ الْعِقَابِ لَا تُعَاقِبْنِیْ

اے سخت عذاب کرنے والے مجھے عذاب میں مبتلا نہ فرما۔

جب میں نے کہا ذِی الطَّوْلِ بڑے انعام والا

تو کہا کہ یوں کہہ یَا ذَالطَّوْلِ تَطَوَّلْ عَلَیَّ بِرَحْمَۃٍ

اے بڑے انعام والے مجھے اپنی رحمت کے انعام سے نواز

جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہاں کوئی نہ تھا میں حویلی سے باہر نکلا پوچھا کہ کیا یہاں سے یمنی ٹکڑوں سے بنی چادر اوڑھے سفید خچر پر سوار کوئی شخص تمہارے پاس سے گزرا ہے؟

تو لوگوں نے کہا ہمارے پاس سے تو کوئی نہیں گزرا

ان کا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت الیاس علیہ السلام ہی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا قول فَکَذَّبُوْہُ فَاِنَّھُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (صافات: ۱۲۷)

پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پکڑے آئیں گے۔

یعنی (گرفت) عذاب کے لیے یا تو دنیا اور آخرت میں یا پھر صرف آخرت میں۔

پہلی رائے زیادہ ظاہر و درست ہے جس کی طرف اکثر مفسرین و مؤرخین گئے ہیں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ

اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ (صاف:۱۲۸)

مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے۔

یعنی ان میں سے جو ایمان لے آئے (وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے)

وَتَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ (صافات:۱۲۹)

اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثنا باقی رکھی۔

یعنی ہم نے جہان والوں میں ان کے ذکر خیر کو باقی رکھا ان کا ذکر ہمیشہ بھلائی سے کیا جائے گا۔

اسی لیے کہا سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلۡ یَاسِیۡنَ (صافات:۱۳۰)

سلام ہو الیاس (علیہ السلام) پر

اِلۡ یَاسِیۡن کی وضاحت: عرب اکثر اسماء میں نون کو ملا دیتے ہیں اور اس کے علاوہ کئی تبدیلیاں کر دیتے ہیں جیسا کہ اسماعیل کو اسماعین اور اسرائیل کو اسرائین الیاس کو الیاسین کہتے ہیں:

ایک قرأت یوں بھی ہے سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلۡ یَاسِیۡنَ اَیۡ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے سَلٰمٌ عَلٰۤی اِدۡرَاسِیۡنَ بھی پڑھا ہے۔

یہ روایت اسحاق سے نقل کی گئی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ الیاس علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام ایک ہی ہیں۔

ضحاک بن مزاحم کی رائے بھی یہی ہے قتادہ اور محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ نے بھی اسی کو بیان کیا ہے لیکن صحیح وہی ہے جو دوسری روایت ہے۔ (واللہ اعلم)

تذکرہ بنی اسرائیل

ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ماضی کے احوال اور امور گزشتہ سے باخبر اہل علم خواہ ان کا تعلق ہمارے دین سے ہو یا نہ ہو وہ اس بارے متفق ہیں کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی قیادت حضرت کالب بن یوفنا نے کی۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابی اور آپ کی ہمشیرہ حضرت مریم کے شوہر تھے۔ یہ ان آدمیوں میں سے ایک تھے جن کے دلوں میں خشیتِ الٰہیہ کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی اور وہ دونوں حضرات یوشع اور کالب علیہما السلام تھے۔ بنی اسرائیل نے جب جہاد سے بزدلی کا مظاہرہ کیا تو یہی وہ دو حضرات تھے جنہوں نے بنی اسرائیل سے کہا تھا

اُدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غَالِبُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (مائدہ ۲۳)

بولے کہ زبردستی دروازے میں ان پر داخل ہو اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

تذکرہ حضرت حزقیل علیہ السلام

ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت کالب کے بعد بنی اسرائیل کی قیادت کی ذمہ داری حزقیل بن بوزی کے کندھوں پر آ پڑی یہ وہ شخص ہیں جن کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کو زندہ فرمایا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَهُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡيَاهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَشۡكُرُوۡنَ (بقرہ ۲۴۳)

اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم نے نہ دیکھا تھا جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو اللہ نے ان سے فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرمایا بے شک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کالب بن یوفنا علیہ السلام بھی جب اخروی زندگی کو سدھار گئے تو انکی خلافت و نیابت بنی اسرائیل میں حزقیل بن بوزی علیہ السلام کے ذمہ ہوئی۔ حزقیل ایک بوڑھی عورت کے بیٹے تھے جنہوں نے اپنی قوم کیلئے دعا کی جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں فرمایا ہے کہ

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَهُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ

اے محبوب کیا آپ نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے

حزقیل علیہ السلام کی دعا سے مردوں میں زندگی

ابن اسحاق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حزقیل علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل میں ایک وباء پھوٹی جو انکی موت کا سبب بن رہی تھی۔ قوم وباء سے بچنے کیلئے بھاگ نکلے اور ایک ٹیلے پر جا کر قیام پذیر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ مر جاؤ تمام لوگ جو موت سے بچنے کیلئے بھاگے تھے بحکم الٰہی مر گئے۔

درندوں کی خوراک بننے سے انہیں محفوظ کر دیا گیا۔ ایک طویل عرصہ تک یہ لوگ اسی طرح پڑے رہے کہ ایک دن حضرت حزقیل علیہ السلام کا ان پر گذر ہوا آپ حیرت و سراسمگی کی حالت میں کھڑے انہیں دیکھتے رہے۔

آواز آئی حزقیل کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہاری نگاہوں کے سامنے انہیں دوبارہ زندگی کی بہاروں سے آشنائے راز کر دیا جائے؟ عرض کی ہاں حکم ہوا کہ حزقیل ان ہڈیوں کو آواز دو کہ وہ گوشت سے پر ہو کر اعصاب ایک دوسرے سے مل جائیں۔

حضرت حزقیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی ایسے ہی آواز دی قوم جسد واحد کی طرح نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

آیت مذکورہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ.........الخ (بقرہ:۲۴۳)

کے تحت اسباط نے سدی سے انہوں نے ابو مالک سے انہوں نے ابو صالح سے انہوں نے ابو عباس انہوں نے مرہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور دیگر کئی ایک صحابہ سے کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

واسط سے پہلے ایک بستی تھی جسے ''داوردان'' کہا جاتا تھا وہ بستی طاعون کی بیماری کی لپیٹ میں آ گئی بستی کے باشندے وہاں سے بھاگ اٹھے اور ایک دوسری بستی میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ بستی کے باقی ماندہ لوگوں میں سے اکثر تو موت کے منہ میں چلے گئے۔ بھاگنے والے بچ گئے جب طاعون کی وباء ختم ہو گئی اور زندہ سلامت بچ جانے والے واپس پلٹ آئے تو باقی ماندہ بچے ہوئے افراد نے کہا کہ ہمارے ان اصحاب نے ہم سے زیادہ احتیاطی تدابیر اختیار کیں اگر ہم ایسا کرتے تو ہم بھی اس المناک موت کا شکار ہونے سے محفوظ رہتے اگر دوبارہ طاعون نے حملہ کیا تو ہم بھی ضرور ان کے ساتھ بستی سے نکل جائیں گے۔

آئندہ سال پھر طاعون کی بیماری آئی تیس ہزار سے زائد لوگ بستی سے بھاگ کر ''وادی افیح'' نامی بستی میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے۔

وہ اپنے زعم باطل میں موت سے فرار ہو چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز سے انہیں موت کی وادی میں دھکیل دیا۔ وہ اس طرح کہ ایک فرشتے نے وادی کے نیچے سے دوسرے نے اوپر سے آواز دی کہ مرجاؤ سارے ہلاک ہو گئے اور پھر کیا تھا؟ بے حس وحرکت اجسام بکھرے پڑے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی حضرت حزقیل علیہ السلام وہاں سے گزرے دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ محو حیرت ہوئے اپنے جبڑوں کو اور اپنی انگلیوں کو دبانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے میرے نبی کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے دکھاؤں کہ میں انہیں کیسے زندہ کرتا ہوں؟ عرض کی ہاں! آپ علیہ السلام کا تفکر اور تعجب قدرت الٰہیہ کے حوالے سے تھا انہیں حکم ملا کہ ان بے حس وحرکت کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو آواز دو انہوں نے آواز دی! اے ہڈیوں اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اکٹھی ہو جاؤ۔ ہڈیاں حکم سنتے ہی ایک دوسرے کی طرف اڑنے لگیں حتیٰ کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہڈیوں نے اجسام کی شکل اختیار کر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اب دوبارہ انہیں آواز دو کہ ہڈیوں اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گوشت سے پر ہو جاؤ۔ دوبارہ آواز دی تو ہڈیاں گوشت اور خون سے پر ہو گئیں اور ان کپڑوں میں وہ لوگ ملبوس ہو گئے جن میں مرے تھے۔

پھر حکم ملا کہ اب ندا دو تو آپ علیہ السلام نے آواز دی کہ اے جسموں اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ آواز سنتے ہی تمام اجسام کھڑے ہو گئے۔

اسباط کہتے ہیں کہ منصور کا خیال ہے کہ مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ لوگ زندہ ہوئے تب انہوں نے یہ کلمات کہے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ

پھر وہ اپنی اس قوم کے پاس واپس پلٹ گئے جو انہیں مردہ یقین کیے ہوئے تھے۔ موت کے آثار ان کے چہروں پر عیاں

تھے جو کپڑا بھی وہ پہنتے وہ بوسیدہ ہو جاتا حتیٰ کہ اپنی مقررہ زندگی کو پورا کر کے وہ لوگ وفات پا گئے۔

قوم حزقیل علیہ السلام کی تعداد

ان دوبارہ زندہ ہونے والوں کی تعداد کتنی تھی اس بارے کئی اقوال ہے۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ چار ہزار افراد تھے۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ایک دوسری روایت ہے کہ ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔

۳۔ ابوصالح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ نو ہزار تھے۔

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک اور قول کے مطابق چالیس ہزار تھے۔

۵۔ سعید بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ اہل اذراعات میں سے تھے (اذرعات شام کے اطراف بلقا کے قریب ایک شہر ہے)

۶۔ ابن جریج علیہ الرحمہ نے عطاء رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

یعنی یہ ایک واضح تمثیل بیان کی گئی ہے کہ تقدیر سے احتراز نہیں برتی جاسکتی لیکن جمہور کا قول زیادہ قوی و پائیدار ہے کہ یہ تمثیل نہیں بلکہ ایک واقع ہے۔

وباء سے نہ بھاگو نہ وہاں جاؤ

امام احمد علیہ الرحمہ اور صحیحین نے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے جب مقام سرغ پہنچے تو اجناء کے امیر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر اصحاب جناب امیر المومنین کے استقبال کیلئے حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو آگاہ کیا کہ شام میں وباء پھوٹ پڑی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار سے اس بارے مشورہ کیا کہ آیا شام جایا جائے یا نہ اس بارے صحابہ کا اختلاف پیدا ہو گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو اس وقت وہاں موجود نہ تھے بلکہ کسی کام کی غرض سے وہاں سے گئے ہوئے تھے اسی اثناء میں وہ بھی تشریف لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس مسئلہ کا حل میرے پاس ہے۔ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم وباء والی سرزمین میں موجود ہو تو وہاں سے بھاگنے کی کوشش مت کرو اور جب تمہیں پتا چلے کہ فلاں جگہ وباء پھوٹی ہوئی ہے تو اس کی طرف مت جاؤ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر دی جبکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام میں تھے کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ بیماری (طاعون) سابقہ امتوں پر عذاب کی شکل میں نازل ہوتی رہی جب تمہیں پتا چلے کہ فلاں جگہ طاعون کی وباء پھوٹی ہوئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر ایسی جگہ وباء پھوٹ پڑے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔

فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ حدیث مبارکہ سن کر شام جانے کی بجائے واپس تشریف لے آئے۔

بنی اسرائیل کی عہد شکنی

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے اس چیز کا ذکر کہیں موجود نہیں کہ حضرت حزقیل علیہ السلام بنی اسرائیل میں کتنی مدت ٹھہرے بہرحال اپنے فرائض سے عہدہ برآہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کے وصال کے بعد بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد فراموش کر دیئے اور اپنے دین میں نئی نئی باتوں کو رائج کر لیا۔ بت پرستی شروع کر دی۔ من جملہ جن بتوں کو وہ پوجتے تھے ان میں سے ایک بت بعل بھی تھا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس بن یاسین بن فنحاص بن العیز ار بن ہارون بن عمران علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام کے قصہ کو اس سے قبل بیان کر دیا ہے کیونکہ اکثر ان دونوں حضرات کے قصے اکٹھے ہی ملتے ہیں اور ایک سبب یہ بھی ہے کہ سورۃ صافات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے بعد ان کا تذکرہ ہے اسی لیے ہم نے ان کا بیان پہلے کر دیا ہے۔ (واللہ اعلم)

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ اس بارے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد ان کے وصی یسع بن اخطوب علیہ السلام بنے۔

تذکرہ حضرت الیسع علیہ السلام کا

اللہ جل شانہ نے سورۃ انعام میں انبیاء کرام کے ذکر خیر کے ساتھ حضرت یسعؑ علیہ السلام کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَّكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (انعام ۸۶)

اور اسماعیل اور یسعؑ اور یونس اور لوط علیہم السلام کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی

سورۃ ص میں ارشاد ہے

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ (ص ۴۸)

اور یاد کرو اسماعیل اور یسعؑ اور ذوالکفل علیہ السلام کو اور سب اچھے ہیں۔

اسحاق بن بشر نے کہا کہ حضرت حسن بصری علیہم الرحمہ سے مروی ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد حضرت یسعؑ علیہ السلام منصب نبوت پر متمکن ہوئے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ اس منصب جلیلہ پر فائز رہے اور حضرت الیاس علیہ السلام کے طریقہ کار اور انکی شریعت پر کار بند رہ کر آپ نے قوم کو دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی تو کئی نااہل آپ کے خلیفہ بن گئے۔ جنہوں نے نئی نئی چیزوں کو رواج دیا۔ غلطیوں اور خطاؤں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ کثرت ظلم کی انتہا کر دی اور انبیاء کرام کو ناحق قتل کیا۔ ان میں ایک ظالم و جابر اور سرکش و باغی ایسا بادشاہ بھی تھا جس کی ذمہ داری حضرت ذوالکفل علیہ السلام نے اٹھاتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اگر وہ توبہ کر لے اور رجوع الی اللہ کی حامی بھر لے تو دخول جنت کی ضمانت میں (ذوالکفل) دیتا ہوں اسی ضمانت و کفالت کی بناء پر آپ کا نام ذوالکفل معروف ہو گیا۔

یسعؑ علیہ السلام کون تھے؟

۱- محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہی مذکورہ ذوالکفل ہستی ہی یسعؑ بن اخطوب علیہ السلام ہیں۔

۲- حافظ ابو قاسم ابن عساکر علیہ الرحمہ اپنی تاریخ میں حرف یا کے تحت فرماتے ہیں کہ یسعؑ سے مراد اسباط بن عدی بن شوتلم بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام ہے۔

۳- ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت یسعؑ علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے اور جبل قاسیون میں جب حضرت الیاس علیہ السلام بعلبک کے بادشاہ کے ظلم سے چھپ گئے تھے تو حضرت یسعؑ علیہ السلام بھی اس وقت آپ کے ساتھ تھے پھر ان کے ساتھ آپ آئے جب حضرت الیاس علیہ السلام کو آسمانوں میں اٹھا لیا گیا تو آپ کے بعد یسعؑ علیہ

السلام اپنی قوم میں نبی بنے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی غیبی خبروں سے آگاہی بخشی۔

عبدالمنعم بن ادریس اپنے باپ سے اور وہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کرتے ہیں کہ اور دیگر حضرات کا بھی کہنا ہے کہ آپ علیہ السلام بانیاس میں تھے۔

(بانیاس دمشق سے مغربی جانب ایک چھوٹا سا شہر تھا)

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے یسع کو تخفیف (یسعَ) اور تشدید (یسّعَ) دونوں طرح پڑھا ہے اور ایک قرأت اللیسع بھی ہے یہ انبیاء اکرام میں سے ایک نبی کا نام ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے بعد حضرت ذوالکفل کے قصہ کو ہم گزشتہ صفحات پر ذکر کر چکے ہیں کیونکہ ایک قول کے مطابق آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ (واللہ اعلم)

ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پھر بنی اسرائیل کے معاملات میں بہت سارے فسادات پیدا ہو گئے۔ طرح طرح کی غلطیاں اور جرمہائے کثیرہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ انبیائے کرام کو قتل کرنے میں بھی وہ کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غلطیوں کی پاداش میں انبیاء کرام کے بدلے ان پر بادشاہ مسلط فرما دیئے جنہوں نے اس قوم پر جبر وظلم کی انتہا اور خون ریزی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط فرما دیا۔

اس سے قبل جب وہ دشمنوں سے برسر پیکار ہوتے تھے تو ان کے ساتھ تابوت میثاق ہوتا تھا جن میں قبہ زمان تھا جس کی برکات کی بدولت فتح ونصرت ان کے قدم چومتی اللہ تعالیٰ نے اس قبہ میں سکینہ اور آل موسیٰ وآل ہارون کا بقیہ ترکہ محفوظ فرما رکھا تھا۔

اہل غزہ اور عسقلان کے ساتھ بعض جنگوں میں بنی اسرائیل پر ان کے غالب آ جانے پر تابوت ان کے ہاتھ سے چھن گیا۔ اہل غزہ وغیرہ کے تابوت چھین لے جانے کا علم جب بنی اسرائیل کے بادشاہ کو ہوا تو اس کی گردن لڑھک گئی اور غم کے مارے فوت ہو گیا۔

باقی بنی اسرائیل بغیر چرواہے کے بکریوں کی طرح تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک نبی مبعوث فرمایا جنہیں ''شمویل'' کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کیلئے بادشاہ مقرر ہو جائیں تاکہ ان کی قیادت میں بنی اسرائیل دشمنوں سے سینہ سپر ہو سکیں۔

قرآن پاک میں ان کے حوالے سے جو تذکرہ موجود ہے انشاء اللہ عنقریب ہم ذکر کریں گے۔

ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی وفات سے حضرت شمویل علیہ السلام کی بعثت تک کا دورانیہ چار سو ساٹھ سال کا ہے۔ پھر ان کے بعد بادشاہوں کی تفصیل اور ایک ایک کا نام ذکر کیا ہے۔ ہم ان کے ذکر کو قصداً ترک کر رہے ہیں۔

تذکرہ حضرت شمویل علیہ السلام

اوراسی قصہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کی ابتداء

نسب نامہ:

شمویل (اشمویل) بن بالی بن علقمہ بن یرخام بن الیہو بن تہو بن صوف بن علقمہ بن ماحث بن عموصا بن عزریا

مقاتل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں آپ حضرت ہارون علیہ السلام کے وارثین میں سے ہیں۔

مجاہد علیہ السلام فرماتے ہیں: اشمویل بن ہلفاتا

اس سے زیادہ آپ کا نسب معروف نہیں ہے (واللہ اعلم)

شمویل کی نبوت

سدّی علیہ الرحمہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود صحابہ کی ایک جماعت اور شبلی علیہم الرضوان وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ جب عمالقہ ارض غزہ اور عسقلان میں بنی اسرائیل پر غالب آ گئے تو عمالقہ نے قتل وغارت اور بنی اسرائیل کے بچوں کو قید کر نیکی ایک نئی داستان رقم کی لاوی کی اولاد سے نبوت منقطع ہوگئی۔ اس خاندان میں ایک حاملہ عورت کے سوا کوئی زندہ نہ بچا تھا۔ وہ عورت ہر وقت بارگاہ الٰہی میں دست بدعا رہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک بیٹا عطا فرمائے اس عورت کی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا جس کا نام اشمویل رکھا گیا۔ اشمویل اس کا معنی عبرانی زبان میں اسماعیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی۔

جب شمویل جوان ہوئے تو والدہ انہیں مسجد لے گئی اور ایک مرد صالح کے سپرد کر دیا تا کہ عبادت کے طور طریقے اور خیر و بھلائی کا سبق ان سے سیکھ سکے۔

انہی مرد صالح کی نگرانی میں وہ جوان ہوئے ایک رات اسی مسجد میں سوئے ہوئے تھے کہ مسجد کے ایک کونے سے ایک آواز سنی گھبرا کے اٹھ کھڑے ہوئے گمان گذرا کہ شاید استاد محترم نے بلایا ہے۔ پوچھا استاد محترم کیا آپ نے مجھے آواز دی ہے؟ انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ پریشان ہوں کہاں ہاں سو جاؤ پھر وہ سو گئے۔ دوسری، تیسری مرتبہ پھر کسی نے آواز دی تب جبرائیل علیہ السلام انہیں آواز دیتے ہوئے ظاہر ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تمہاری قوم کی طرف مبعوث فرمایا ہے پھر جو معاملہ ان کے ساتھ درپیش ہوا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب مبین میں بیان فرمایا ہے۔

شمویل علیہ السلام کا تذکرہ قرآن پاک میں

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ ...... وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (بقرہ ۲۴۶ تا ۲۵۱)

اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لیے کھڑا کر دو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں۔ نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں۔ حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو منہ پھیر گئے مگر ان میں تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگئی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون علیہما السلام کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے۔ تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہو پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا بولا بے شک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پیئے وہ میرا نہیں اور جو نہ پیئے وہ میرا ہے۔ مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے لے لے تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں کی بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے۔ زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ پھر جب سامنے آئے جالوت اور اس کے لشکروں کے عرض کی اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل اور ہمارے پاؤں جمے رکھ کافر لوگوں پر ہماری مدد کر تو انہوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کر دیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔ اکثر مفسرین عظام کا کہنا ہے کہ مذکورہ قوم جس کا تذکرہ آیات بالا میں ہوا انکے نبی شمویل علیہ السلام ہی تھے ایک اور قول کے مطابق شمعون تھے ایک قول ہے کہ شمعون شمویل کا ہی دوسرا نام ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ حضرت یوشع علیہ السلام تھے۔

لیکن یہ قول بعید از قیاس ہے کیونکہ امام ابو جعفر ابن جریر علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے حضرت یوشع علیہ السلام اور شمویل علیہ السلام کے درمیان چار سو ساٹھ سال کا دورانیہ ہے۔

بنی اسرائیل کی شکست اور نبی سے مطالبہ

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ قوم جب جنگوں میں شکست فاش سے دوچار ہو چکی اور دشمنوں نے ان پر قہر وظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے تو انہوں نے اس وقت اللہ کے نبی سے التجا کی اور مطالبہ کیا کہ وہ ان کیلئے ایک بادشاہ مقرر فرمادیں تاکہ ہم انکی اطاعت وفرمانبرداری کے ماتحت اس کے شانہ بشانہ ہو کر دشمنوں سے جہاد کریں تو نبی نے قوم سے فرمایا۔

هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ

کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں

یعنی کونسی چیز ہمارے لیے جہاد سے رکاوٹ بنے گی

وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَائِنَا

حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے

کہنے لگے کہ ہم شکست خوردہ اور تکالیف کے مارے ہوئے ہیں ہم پہ لازم ہو چکا ہے کہ ہم اپنے بیٹوں اور ضعیف وکمزور اولاد کی خاطر جو کسمپرسی کی حالت میں ان کے زیر تسلط ہے ان کیلئے ضرور جہاد کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ وَاللهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ

تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے۔ مگر ان میں تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو جیسا کہ بنی اسرائیل کے قصہ کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے کہ چند ایک افراد کے سوا بادشاہ کے ساتھ کسی نے بھی نہر کو عبور نہ کیا بلکہ بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے واپس پلٹ گئے۔

تذکرہ حضرت طالوت علیہ السلام

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا

اوران سے ان کے نبی نے فرمایا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔

ثعلبی کہتے ہیں کہ وہ طالوت بن قیش بن افیل بن صاور بن تحورت بن افیح بن انیس بن بنیامین بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہم السلام عکرمہ اور سدی علیہم الرحمہ فرماتے ہیں کہ طالوت پانی پلانے والے (سقاء) تھے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رنگساز تھے (چمڑے کو رنگنے والے) اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں (واللہ اعلم)

اسی لیے انہوں نے کہا:

قَالُوْا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ

بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگئی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔

مفسرین عظام کا کہنا ہے کہ نبوت لاوی کے خاندان ونسل میں چلی آ رہی تھی جبکہ بادشاہت یہودا کی نسل میں تھی جب کہ طالوت کا تعلق بنیامین کی نسل سے تھا جب بادشاہت بنیامین کی اولاد میں منتقل ہوئی تو بنی اسرائیل نے راہ فرار اختیار کر لیا اور طالوت کی امارت میں طعن وتشنیع کرتے ہوئے کہنے لگے کہ بادشاہت کے حوالے سے ہم زیادہ حق دار ہیں۔

دلیل یہ پیش کی کہ یہ فقیر ہے۔ مال ودولت کی گنجائش ووسعت اس کے پاس نہیں یہ بادشاہ کیسے ہوسکتا ہے؟

قَالَ اِنَّ اللهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ

فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شمویل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل میں سے جس کا قد اس عصا جتنا دراز ہوگا وہی بادشاہ ہوگا جب وہ آپ کے پاس حاضر ہو اور اس سینگ سے القدس کا تیل حاصل کرلے تو وہی ان کا بادشاہ ہے۔ بنی اسرائیل حضرت شمویل علیہ السلام کے پاس آنے لگے اور اپنے آپ کو ماپنے لگے بنی اسرائیل میں سے حضرت طالوت کے سوا عصا کی مقدار کوئی بھی دراز قد نہ تھا۔ جب وہ حضرت سمویل علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور شرائط پر پورے اتر گئے تو حضرت شمویل علیہ السلام نے انہیں بادشاہ مقرر فرما دیا اور قوم سے کہا

اِنَّ اللهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ

اسے اللہ نے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ہے۔

ایک قول کے مطابق جنگی معاملات کے اعتبار سے کشادگی سے آپ کو نوازا گیا تھا اور ایک دوسرے قول کے مطابق مطلقاً آپ کو علم میں کشادگی وفراخی عطا کی گئی تھی۔ جہاں تک جسامت کا تعلق تھا تو اس بارے بھی ایک قول یہ ہے کہ درازیٔ قد کے اعتبار سے آپ کشادہ جسم تھے اور ایک دوسرا قول ہے کہ حسن و جمال کے حوالے سے آپ حسین تھے۔

کلام سے ظاہر بھی یہی ہوتا ہے کہ اپنے نبی علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ حسین وجمیل اور اہل علم حضرت طالوت علیہ السلام ہی تھے۔

وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ

اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اسی کی حکومت اسی کی مخلوقات اور اسی کا حکم ہے واللہ واسع علیم اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

طالوت کی صالحیت کی برکات

وَقَالَ لَھُمْ نَبِیُّھُمْ اِنَّ آیَۃَ مُلْکِہٖ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ آلُ مُوْسٰی وَآلُ ھَارُوْنَ تَحْمِلُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (بقرہ ۲۴۸)

اور ان سے انکے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون علیہما السلام کے ترکہ کی اٹھائیں لائیں گے اسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہو۔

یہ بھی اس مرد صالح کی ان پر برکت واحسان کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ تابوت سکینہ واپس لوٹا دیا جو ان سے چھن چکا تھا اور جن دشمنوں کے سامنے مغلوب ومقہور ہو چکے تھے۔ ان پر اسی مرد صالح کے سبب فتح ونصرت عطا فرمادی۔

تابوت سکینہ

فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ

جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے۔

۱- مذکور ہے کہ وہ سونے کا ایک طشت تھا جس میں انبیاء کرام کے سینہ مبارکہ کو دھویا جاتا تھا۔

۲- ایک دوسرا قول ہے کہ سکینہ سے مراد تیز ہوا ہے۔

۳- ایک قول کے مطابق اس کی شکل بلی سے ملتی جلتی تھی حالت جنگ میں جب وہ چیختا تو بنی اسرائیل کو فتح کا یقین ہو جاتا۔

وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ آلُ مُوْسٰی وَآلُ ھَارُوْنَ

اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون علیہما السلام کے ترکہ کی۔

کہا جاتا ہے کہ اس میں تورات کی تختیوں کے ٹکڑے تھے اور مقام تیہ میں نازل ہونے والے من وسلویٰ کا کچھ حصہ تھا۔

تَحْمِلُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اٹھائیں لائیں اسے فرشتے۔

فرشتے اس تابوت کو تمہارے پاس اٹھا کے لائیں گے جسے تم اپنی آنکھوں سے بظاہر دیکھوں گے یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی نشانی اور واضح دلیل ہوگی اس صدق وسچائی پر جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں اور اس صالح بادشاہ کی ولایت کی صحت پر دلیل ہوگی۔ اسی لیے فرمایا کہ

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ

بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

مذکور ہے کہ جب قوم عمالقہ اس تابوت کو چھین کے لے گئی جس میں سکینہ اور معزز انبیاء کرام کے ترکہ کی بابرکت چیزیں تھیں ایک روایت کے مطابق تحریر شدہ تورات کے اس میں ٹکڑے بھی تھے۔ جب تابوت ان کے ہاتھ میں چلا گیا تو عمالقہ نے اس تابوت کو بت کے نیچے رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ تابوت کو جس بت کے نیچے رکھا تھا وہ بت نیچے تھا اور تابوت اس کے سر پر انہوں نے دوبارہ تابوت کو بت کے نیچے رکھ دیا دوسرے دن پھر وہی صورتحال ہوئی کہ تابوت بت کے اوپر تھا جب بار بار ایسا ہی ہوتا تو وہ جان گئے کہ یہ معاملہ اللہ عزوجل کی جانب سے ہے۔

انہوں نے اسے اپنے شہر سے نکالا اور کسی دوسرے قصبے میں رکھ آئے اسی دوران انکی گردنوں میں کوئی مرض پھوٹی اور قوم گردن توڑ بیماری میں مبتلا ہوگئی۔ جب یہ بیماری طوالت اختیار کر گئی تو انہوں نے اس تابوت کو ایک رہٹ میں رکھا دو گائیں جوتیں اور انہیں ہانک دیا۔

کہا جاتا ہے کہ فرشتے ان کو ہانکتے ہوئے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے پاس لے آئے جیسا کہ ان کے نبی نے انہیں آگاہ کیا تھا۔ بنی اسرائیل اسے آتا دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس طریقہ سے فرشتے اسے لے کر آئے تھے یہ بات عیاں ہے کہ فرشتے ہی تابوت سکینہ کو لے کر آئے تھے جیسا کہ آیت طیبہ کے مفہوم سے بھی واضح ہوتا ہے۔

اگرچہ پہلی رائے کو اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے۔

لشکر طالوت کی آزمائش

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوۡتُ بِالۡجُنُوۡدِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ مُبۡتَلِیۡکُمۡ بِنَہَرٍ فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡہُ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ وَمَنۡ لَّمۡ یَطۡعَمۡہُ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡۤ اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَۃًۢ بِیَدِہٖ

پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا بولا بے شک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پیئے وہ میرا نہیں اور جو نہ پیئے وہ میرا ہے۔ مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے لے لے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین عظام فرماتے ہیں کہ اس مذکورہ نہر سے مراد نہر اردن ہے جو شریعت کے نام سے موسوم ہے۔ طالوت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو انہیں ان کے نبی کے توسط سے ملا تھا اپنے لشکر کو لے کر اس نہر کے پاس پہنچے اور یہی ان کے آزمائش کا وقت تھا حضرت طالوت نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جو اس نہر سے پانی پیئے گا وہ میرے ساتھ اس غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے گا جو نہیں پیئے گا وہ شریک غزوہ ہوگا۔ ہاں البتہ جس نے ایک چلو بھر پانی لیا اسے بھی شرکت کی ممانعت نہیں۔

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ

تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے (احتراز کیا)

سدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لشکر میں اسی ہزار افراد تھے جن میں سے چھتر ہزار افراد نے اس ممنوعہ نہر سے پانی پی لیا تھا صرف چار ہزار افراد آپ کے پاس باقی بچے تھے جو حکم کے پابند رہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور نہر کو عبور کرنے والے تین سو دس سے کچھ زائد افراد تھے۔

اور سدی کا کہنا کہ لشکر کی تعداد اسی ہزار تھی۔ اس میں نظر ہے کیونکہ ارض مقدس بیت المقدس کی سرزمین میں اس قدر جنگجوؤں کا ٹھہرنا جو اسی ہزار تک پہنچ جائیں ممکن نہیں تھا۔

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ

پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں کی یعنی اپنے آپ کو قلیل اور کمزور سمجھنے لگے کہنے لگے کہ دشمنوں کی تعداد کی کثرت کی وجہ سے ہمیں مقابلہ کی طاقت نہیں

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

(بقرہ ۲۴۹)

بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

یعنی طالوت کے ساتھیوں میں سے جو بہادر تھے اور وہ اہل ایمان و ایقان بہادر لوگ جو جنگ و جدال اور نیزہ زنی پر صبر کرنے والے تھے انہوں نے یہ بات کہی۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (بقرہ ۲۵۰)

پھر جب سامنے آئے جالوت اور اس کے لشکروں کے عرض کی اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل اور ہمارے پاؤں جمے رکھ کافر لوگوں پر ہماری مدد کر۔

اہل ایمان وایقان نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ الٰہ العالمین ہمیں صبر کی دولت سے مالا مال فرما دے تاکہ دلوں کو اطمینان نصیب ہو جائے اور ہر قسم کا اضطراب رفع ہو جائے اور میدان جنگ میں جب باطلوں سے برسر پیکار ہوں اور گھمسان کا رن ہو تو ایسے میں ثابت قدمی عطا فرما انہوں نے ظاہر و باطن سے ثابت قدمی کی التجا کی تھی اور یہ کہ دشمنان خدا، منکرین آیات الٰہیہ اور دشمنان اہل ایمان پر فتح و نصرت مانگی تھی تو سمیع بصیر عظیم وقدیر رب کائنات نے انکی التجا کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے انہیں

انکی مرادوں سے بہرہ ور کر دیا اسی لیے فرمایا فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ تو انہوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے
یعنی اللہ تعالیٰ کی طاقت ونصرت سے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اس میں ان کی اپنی طاقت وقوت کا عمل دخل نہ تھا۔ حالانکہ ان کے مقابلے میں دشمن کی تعداد کہیں زیادہ تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (آل عمران ۱۲۳)

اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی شجاعت کی شہادت

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (بقرہ ۲۵۱)

اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت وحکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا آیت مذکورہ حضرت داؤد علیہ السلام کے شجاعت و بہادری کی شہادت فراہم کر رہی ہے کہ انہوں نے جالوت کو قتل کر کے اس کے لشکر کے غبارے سے ہوا نکال دی اور اسے ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا اس سے بڑا غزوہ اور کوئی نہ ہوگا جس میں دشمنوں کا بادشاہ واصل جہنم ہوا۔ بے شمار مال غنیمت کے طور پر ملا۔ دشمنوں کے لشکر کے شجاع و بہادر سپہ سالار اور جنگ آزمودہ قیدی کر لیے گئے۔ کلمہ ایمان بطلان پہ غالب آیا اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے دشمنوں پر سرفرازی نصیب ہوئی دین حق باطلوں اور ان کے مددگاروں پر غالب آیا۔

سدی علیہ الرحمہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے والد گرامی کی سب سے چھوٹی اولاد تھے آپ علیہ السلام تیرہ بھائی تھے بنی اسرائیل کے بادشاہ طالوت ایک دن بنی اسرائیل کو جالوت کے قتل اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہونے کیلئے برانگیختہ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ جو جالوت کو قتل کرے گا اسے میں اپنی سلطنت میں شریک بھی کرلوں گا اور اپنی صاحبزادی بھی اس کے عقد میں دے دوں گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ بات سن لی۔ حضرت داؤد علیہ السلام گوپھن (غلیل) کے ساتھ پتھر پھینکنے میں بڑے ماہر تھے۔ اسی دوران بنی اسرائیل کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک پتھر نے آپ کو آواز دی کہ مجھے لے لو بے شک میرے ساتھ ہی جالوت قتل ہوگا۔ آپ نے اسے اٹھا لیا پھر اس طرح دوسرے پتھر پھر تیسرے پتھر نے بھی اسی طرح کہا آپ نے تینوں پتھر اٹھا کر اپنے پاس محفوظ کر لیے جب دونوں صفیں آمنے سامنے ہوئیں جالوت آیا اور اس نے اپنے مدمقابل کو بلایا اس کے مقابلہ کیلئے حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے جالوت کہنے لگا آپ واپس لوٹ جائیں میں تمہیں قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو تمھیں قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے تینوں پتھروں کو اپنے گوپھن میں رکھا گوپھن کو گھمایا تو تینوں پتھر ایک ہوگئے پھر اسے جالوت کی طرف پھینکا تو پتھر نے جالوت کی کھوپڑی پھوڑ دی اور اس کا لشکر گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت طالوت نے اپنے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے اپنی صاحبزادی کی شادی حضرت داؤد علیہ السلام سے کر دی اور اپنی سلطنت میں ان کے حکم کا اجرا فرما دیا۔ بنی اسرائیل میں حضرت داؤد علیہ السلام کی شان وعظمت کے ڈنکے بجنے لگے۔ بنی اسرائیل ان سے محبت کرنے لگے اور طالوت سے بھی زیادہ انکی طرف مائل ہوگئے۔

اہل کتاب کہتے ہیں کہ طالوت حضرت داؤد علیہ السلام سے حسد کرنے لگے اور قتل کرنے کیلئے حیلے بہانے تراشنے لگے لیکن اپنے عزم میں کامیابی نہ مل سکی۔ علماء نے داؤد علیہ السلام کے قتل کی سازش سے طالوت کو روکنے کی کوشش کی تو طالوت نے اکثر اہل علم کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر طالوت کو توبہ کی توفیق نصیب ہوگئی۔ وہ اپنے کیے پر نادم وشرمسار ہوئے۔ کثرت سے گریہ زاری کی صحرا کی طرف نکل جاتے اور اتنی کثرت سے گریہ کناں ہوتے کہ ہموار زمین آنسو سے تر ہو جاتی۔ ایک دن صحرا میں طالوت نے یہ آواز سنی کہ اے طالوت تو نے تو ہمیں قتل کر دیا تھا حالانکہ ہم زندہ ہیں تو نے ہمیں اذیتوں سے دوچار کیا تب ہم مردہ تھے۔

یہ سن کر طالوت کی آہ و بکا اور اس کے خوف میں اور اضافہ ہوگیا مصیبت نے شدت اختیار کر لی۔ پھر طالوت کسی عالم کے بارے دریافت کرنے لگا کہ اس سے اس پریشانی کے حل کی درخواست کرے اور اس سے وضاحت چاہے کہ کیا اس کے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس سے کہا گیا کہ کیا تو نے کوئی عالم زندہ بھی چھوڑا ہے؟ یہاں تک کہ ایک عابدہ زاہدہ خاتون تک اس کی رہنمائی کی گئی۔ وہ خاتون اسے حضرت یوشع علیہ السلام کی قبر تک لے گئی۔ لوگوں نے کہا اے خاتون تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ اس نے دعا کی تو حضرت یوشع علیہ السلام اپنی قبر سے نکل کر کھڑے ہو گئے۔ پوچھنے لگے کہ قیامت قائم ہوگئی ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ یہ طالوت آپ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کی توبہ کی قبولیت کی کوئی صورت ہے؟ حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا ہاں یہ شاہی کو ترک کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکل جائے اور جہاد کرتے کرتے شہید ہو جائے۔ حضرت یوشع علیہ السلام اتنی بات کہہ کر واپس قبر میں تشریف لے گئے۔ طالوت نے سلطنت حضرت داؤد علیہ السلام کے سپرد کی اور جہاد کیلئے نکل گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے تیرہ بیٹے بھی تھے۔ یہ راہ خدا میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ نبی جو مبعوث ہوئے اور جنہوں نے طالوت کو اس کی توبہ کی خبر دی تھی وہ یسع بن اخطوب علیہ السلام تھے۔ ابن جریر نے بھی یہی حکایت کی ہے۔

ثعلبی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ وہ خاتون طالوت کو اشمویل علیہ السلام کی قبر پر لے کے آئی انہوں نے طالوت کی ان امور پر سرزنش کی جو ان کے بعد طالوت نے اپنائے تھے اور یہ ہی زیادہ بہتر قول ہے۔

ممکن ہے طالوت نے انہیں خواب میں دیکھا ہو قبر سے زندہ نہ اٹھے ہوں کیونکہ یہ معجزہ تو نبی سے رونما ہوتا ہے یہ مذکورہ تو عورت نبیہ نہ تھی (واللہ اعلم)

اہل تورات کا گمان ہے کہ طالوت کی شاہی کی مدت ان کے اولاد کے ساتھ شہید ہونے تک چالیس سال کی ہے۔ (واللہ اعلم)

تذکرہ حضرت داؤد علیہ السلام

نسب نامہ

داؤد بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عویناذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یھوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام آپ اللہ کے بندے اس کے نبی اور سرزمین بیت المقدس میں اللہ کے خلیفہ تھے۔

محمد بن اسحاق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام چھوٹے قد کے نیلگوں آنکھوں والے مختصر سے بالوں والے اور پاک صاف دل کے مالک تھے۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تھا۔ جالوت کا قتل ابن عساکر علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق ام حکیم کے محل کے پاس مرج الصفر (دمشق کے شمال مشرق میں واقع) کے قرب میں ہوا۔ جس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کا میلان اور وارفتگی حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب ہوگئی۔ اور بنی اسرائیل طالوت کی بادشاہی کے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف منتقل ہونے کے خواہاں ہوگئے۔ پھر طالوت کا جو معاملہ پیش آیا جسے آپ اپنے ذہنوں میں محفوظ کر چکے ہیں۔

سلطنت حضرت داؤد علیہ السلام کے سپرد ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے دینوی و آخروی بھلائی سلطنت و نبوت کی صورت میں آپ کیلئے جمع فرمادی حالانکہ اس سے قبل بادشاہی کسی اور خاندان میں ہوتی تھی اور نبوت کسی دوسرے خاندان میں' حضرت داؤد علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں اوصاف جمع فرمادیئے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللهَ ذُوفَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (بقرہ ۲۵۱)

اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہوجائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنیوالا ہے۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر بادشاہوں کو بطور حاکم قائم نہ فرماتا تو طاقتور لوگ کمزوروں کو کچا چبا جاتے اسی لیے بعض احادیث میں وارد ہے کہ

السُّلطَانُ ظِلُّ اللهِ فِي اَرْضِهٖ بادشاہ اللہ کی زمین میں اللہ کا سایہ ہے

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ ایک سلطان کے ذریعے وہ فسادات رفع فرما دیتا ہے جو قرآن کے ذریعے دفع نہیں فرماتا۔

ابن جریر علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ جالوت جب طالوت کے سامنے آیا تو کہنے لگا کہ تو میرے مقابلہ میں نکل اور میں تیرے مقابلہ میں نکلتا ہوں۔ طالوت نے لوگوں کو برانگیختہ کیا اور میدان کارزار میں نکلنے کی دعوت دی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعوت کو قبول فرمایا اور جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بس پھر کیا تھا کہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اس قدر مائل ہوئے کہ طالوت کا ذکر تک بھی نہ رہا۔ طالوت کو معزول کر کے داؤد علیہ السلام کو اپنا ولی و حاکم بنا لیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت شمویل علیہ السلام کے حکم سے سلطان مقرر ہوئے حتیٰ کہ بعض کا کہنا ہے کہ اس جالوت کے واقعہ قتل کے پہلے ہی آپ علیہ السلام سلطان مقرر ہو چکے تھے۔

ابن جریر علیہ الرحمہ کا قول جسے جمہور نے تسلیم کیا ہے وہ یہی ہے کہ قتل جالوت کے بعد ہی آپ ولی و سلطان مقرر ہوئے تھے۔ (واللہ اعلم)

ابن عساکر علیہ الرحمہ سعید بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ام حکیم کے محل کے پاس جالوت کو قتل کیا تھا اور وہاں رواں نہر وہی ہے جس کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (سبا ۱۰'۱۱)

اور بے شک ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنا بڑا فضل دیا اے پہاڑو اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو اور ہم نے اس کیلئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ اور تم سب نیکی کرو بے شک تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ (الانبیاء ۷۹'۸۰)

اور داؤد کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام تھے اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے۔

اللہ تعالیٰ نے لوہے کی زرہیں بنانے پر حضرت داؤد علیہ السلام کی مدد فرمائی تاکہ دشمنوں کی آنچ سے مقابلہ کے وقت بچا سکے اور اس کی صنعت و کیفیت کی طرف رہنمائی کی۔

وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ

یعنی نہ تو اس قدر کیل باریک ہو کہ وہ پھٹ جائے اور نہ ہی اس قدر موٹا ہو کہ ٹوٹ جائے یہ قول مجاہد قتادہ، حکم اور عکرمہ علیہم الرحمہ کا ہے۔

حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ اور اعمش علیہم الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے لوہے کو اتنا نرم کر دیا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ اسے موڑ لیتے تھے نہ تو آگ کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اور نہ ہتھوڑے کی۔

قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے کڑیوں والی زرہ بنائی اس سے قبل چوڑی اور تختہ نما ہوتی تھیں۔

ابن شوذب فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام روزانہ ایک زرہ بناتے اور چھ ہزار درہم میں اسے فروخت کرتے حدیث طیبہ میں ہے کہ کسی بھی انسان کا سب سے پاکیزہ رزق اس کے اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا ہے بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص ۱۷ تا ۲۰)

اور ہمارے بندے داؤد علیہ السلام نعمتوں والے کو یاد کرو بے شک وہ بڑا رجوع کرنیوالا ہے بے شک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے اور پرندے جمع کیے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔ حضرت ابن مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ الاید سے مراد اطاعت و فرمانبرداری میں قوت و طاقت ہے۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام عبادت اور عمل صالح میں بڑی قوت و طاقت والے تھے۔

قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو عبادت میں قوت اور اسلام میں سمجھ بوجھ عطا کی گئی تھی۔ بعض علماء نے ہمیں ذکر کیا ہے کہ آپ علیہ السلام شب زندہ دار تھے اور آپ نے نصف زندگی روزہ رکھا صحیحین میں ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز اور پسندیدہ روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ آپ نصف رات آرام کرتے تھے اور تیسرا حصہ قیام کرتے تھے۔ چھٹا حصہ پھر آرام فرماتے تھے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے جب دشمن سے آمنا سامنا ہوتا تو راہ فرار اختیار نہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ (ص ۱۸، ۱۹)

بے شک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر کیے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے اور پرندے جمع کیے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے۔

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ (سبا:١٠)

بے شک ہم نے اس (داؤد علیہ السلام) کے ساتھ پہاڑ مسخر کر دیئے کہ دن کے ابتدائی حصہ اور آخری حصہ میں تسبیح کرتے۔

لحن داؤد علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی آواز عطا فرمائی تھی کہ جس کی مثال بھی ممکن نہ تھی جب آپ ترنم اور سوز و گداز کے ساتھ تلاوت فرماتے تو فضاؤں میں اڑتے ہوئے پرندے اپنی پرواز کو موقوف کر کے آپ کے ساتھ شامل تسبیح ہو جاتے اور ایسے ہی پہاڑ بھی آپ کے ساتھ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے صلوات اللہ وسلامہ امام اوزاعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے حدیث بیان کی کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو آواز میں وہ سوز و ترنم عطا کیا گیا تھا جو کسی کو عطا نہیں ہوا۔ آپ کی آواز کو سننے کیلئے پرندے اور وحشی آپ کے اردگرد کھڑے ہو جاتے اور آواز کی سماعت میں اس قدر مستغرق ہوتے کہ دن بھر کھڑے رہنے کا انہیں احساس تک نہ ہوتا بلکہ بھوک و پیاس سے مرغ بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کے جان دے دیتے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کو اگر کوئی انسان سن لیتا تو عالم وجد میں رقص کی سی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی۔

زبور کو آواز کی ایسی لے کے ساتھ تلاوت فرماتے کہ جس جیسی آواز کبھی سنی نہ گئی آواز کے اس ترنم کو سن کر جن وانس پرندے اور چوپائے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ بعض بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے۔

ابو عوانہ اسفرائینی فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر بن ابو الدنیا نے محمد بن منصور طوسی نے بیان کیا کہ میں نے صبیح سے سنا...... حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب زبور کی تلاوت میں مصروف ہوتے تو آپ کے حسن صوت کی دلکشی سے کنواری دوشیزاؤں کے پردے پھٹ جاتے (لیکن یہ حدیث غریب ہے)

ترنم کے ساتھ تلاوت

عبدالرزاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ابن جریج سے مروی ہے کہ میں نے عطا رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ قرآن پاک کو ترنم کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں میں نے عبید بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام آلہ موسیقی لیتے اور اسے بجاتے ہوئے زبور کی تلاوت فرماتے تو اس پر لگ کر آواز واپس آتی جس سے آواز میں سوز پیدا ہوتا آپ چاہتے بھی یہ تھے کہ خود بھی روئیں اور دوسروں کو بھی رولائیں۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز میں لحن داؤدی کا اثر

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ معمر نے زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ ابوموسیٰ کو آل داؤد کے مزامیر میں سے عطا کیا گیا ہے۔

یہ حدیث شیخین کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اس طریقے سے اسے بیان نہیں کیا۔

امام احمد علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے روایت کیا ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو موسیٰ کو داؤد علیہ السلام کے مزامیر میں سے عطا کیا گیا ہے۔ ابو عثمان نہری سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بربط اور مزامیر (آلاتِ موسیقی) کو بھی سنا ہے لیکن ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز سے خوبصورت آواز میں نے کسی کی نہیں سنی۔

حضرت داؤد علیہ السلام سریع القراۃ بھی تھے

حضرت داؤد علیہ السلام نرم و گداز آواز کے ساتھ ساتھ سریع القرأت بھی تھے۔ زبور کی تلاوت بڑی جلدی فرما لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر قرأت کو بڑا آسان کر دیا گیا تھا۔ آپ اپنی سواری کو تیار کرنیکا حکم دیتے اس پر زین کسی جارہی ہوتی کہ آپ تلاوت میں مشغول ہو جاتے زین کسنے اور سواری کے تیار کرنے سے پہلے پہلے آپ کلام پاک کی تلاوت فرما لیتے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کے سوا کچھ تناول نہ فرماتے تھے۔

ایسے ہی امام بخاری علیہ الرحمہ نے منفرداً اس حدیث کو عبداللہ بن محمد اور انہوں نے عبدالرزاق علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر کلام پاک کو آسان کر دیا گیا تھا آپ اپنے گھوڑے کی زین کسنے کا حکم دیتے اور گھوڑے کی زین کے کسے جانے سے پہلے پہلے کلام پاک کی تلاوت فرما لیتے تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کے سوا کبھی کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔

حدیث پاک میں ہے:

فَكَانَ يَقْرَءُ الْقُرْآنَ مِنْ قَبْلُ اَنْ تُسْرَجَ دَابَّتَهُ

القرآن سے مراد زبور ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اور بذریعہ وحی آپ کو یہ کتاب عطا کی گئی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَ آتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا (اسرا ۵۵)

اور داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

زبور مشہور کتاب ہے تفسیر ابن اکثیر میں اس کی وضاحت مذکور ہے اور امام احمد علیہ الرحمہ وغیرہ کی وہ حدیث بھی مذکور ہے کہ زبور رمضان المبارک میں نازل ہوئی اسی میں مواعظ اور نصائح تھیں اہل نظر کیلئے یہ معروف ہے۔

نبوت کے ساتھ بادشاہی

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ آتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ

اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا

یعنی اسے سلطنت عظیمہ اور نافذ کر دینے والا حکم عطا فرمایا

ابن جریر اور ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی ایک گائے کے متعلق

مقدمہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک آدمی کا دعویٰ تھا کہ اس دوسرے آدمی نے مجھ سے گائے چھین لی ہے جبکہ مدعا علیہ اس کا انکار کر رہا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے رات تک کیلئے اس دعویٰ کو مؤخر کر دیا رات کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مدعی کو قتل کر دیا جائے جب صبح ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قتل کر دوں لہٰذا یقیناً میں تمہیں قتل کروں گا تم نے جو دعویٰ کیا ہے اس کی حقیقت حال سے مجھے آگاہ کر دو اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی میں اپنے دعوے میں سچا ہوں لیکن اس سے قبل میں نے اس کے باپ کو قتل کر دیا تھا۔ تب حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے قتل کرنیکا حکم صادر فرمادیا بنی اسرائیل میں حضرت داؤد علیہ السلام کے اس فیصلے کی وجہ سے ہیبت ان کے دلوں میں بیٹھ گئی اور بہت زیادہ عاجزی وانکساری سے آپ سے پیش آنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ (اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا) سے یہی مراد ہے وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ اور ہم نے اسے حکمت یعنی نبوۃ دی وَفَصْلَ الْخِطَابِ (اور حکم فیصل) شریح، شعبی، قتادہ اور ابوعبدالرحمن سلمی علیہم الرضوان اور دیگر مفسرین کی رائے ہے کہ اس سے مراد گواہی اور قسم ہے۔

اسی سے ہی یہ اصول اخذ کیا گیا ہے کہ مدعی پر گواہی لازم ہے اور انکار کرنے والے پر قسم

مجاہد اور سدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صحیح فیصلہ اور فہم وفراست کی درستگی مراد ہے۔ مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فَصْلَ الْخِطَابِ سے مراد گفتگو میں فیصلہ کن بات کرنا اور حکم میں درست فیصلہ فرمانا ہے۔ ابن جریر علیہ الرحمہ نے اسے روایت فرمایا ہے اور یہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے منافی نہیں ہے۔

فیصلہ کن زنجیر

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل میں جھوٹی شہادتوں اور شریر عادتوں نے زور پکڑ لیا تو حضرت داؤد علیہ السلام کو فیصلہ نمٹانے کیلئے سونے کی ایک زنجیر عطا کی گئی جو آسمان سے لیکر بیت المقدس کی چٹان تک لمبی تھی جب دو آدمیوں کے درمیان کوئی تنازعہ واقع ہو جاتا تو ان دونوں میں سے جو حق پر ہوتا وہ زنجیر تک پہنچ جاتا اور اسے چھو لیتا جو جھوٹا ہوتا وہ محروم رہتا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک چلتا رہا حتیٰ کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے کسی دوسرے کے پاس موتی بطور امانت رکھے جب واپسی کا اس نے مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا اور ایک ڈنڈے میں انہیں چھپا دیا (ڈنڈے میں سوراخ وغیرہ کر کے) جب دونوں فیصلہ کیلئے چٹان کے پاس حاضر ہوئے تو مدعی نے زنجیر تک رسائی حاصل کر کے اسے چھو لیا جب دوسرے آدمی سے کہا گیا کہ تو بھی اس زنجیر کو چھوؤ تو اس نے وہ ڈنڈا جس میں موتی تھے وہ مدعی کو پکڑا دیا اور کہا الہ العالمین تجھے علم ہے کہ میں نے موتی اس آدمی کے حوالے کر دیئے ہیں پھر زنجیر تک جو بڑھا تو زنجیر کو اس نے بھی چھو لیا۔ بنی اسرائیل پر اس معاملہ کا حل بڑا مشکل ہو گیا۔ پھر بہت جلد ان کے درمیان سے زنجیر کو اٹھا لیا گیا۔

کئی ایک مفسرین نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اسحاق ابن بشر نے ادریس بن سنان اور انہوں نے وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وَهَل اَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ...... وَحُسْنَ مَاٰبٍ (ص ۲۱ تا ۲۵)

اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی۔ جب وہ دیوار کود کر داؤد کی مسجد میں آئے جب وہ داؤد علیہ السلام پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کی ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہم میں سچا فیصلہ فرما دیجئے اور خلاف حق نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتایئے بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے اور بات میں مجھ پر زور ڈالتا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا بے شک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بے شک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا اور بے شک اس کیلئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

اکثر مفسرین نے یہاں کئی قصے اور خبریں بیان کی ہیں جن میں سے اکثر کا تعلق اسرائیلیات سے ہے اور ان میں سے کئی ایک تو یقیناً جھوٹ کا پلندہ ہیں ہم نے اپنی کتاب میں قصداً ان کو ترک کر دیا ہے۔ محض قرآن پاک کے واقعہ پر ہی اکتفا و اقتصار کیا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازتا ہے جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف۔

سورہ ص میں سجدہ کا حکم

سورہ ص میں سجدہ کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے کہ آیا یہاں سجدہ دیگر سجدوں کی طرح لازم ہے یا محض سجدۂ شکر ہے؟ اس بارے دو قول ہیں۔

۱- امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبداللہ، محمد بن عبید علیہم الرضوان نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت عوام رضی اللہ عنہ سے کہ عوام نے مجاہد رضی اللہ عنہ سے سورہ ص کے سجدہ کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا کہ آپ یہاں سجدہ کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے پڑھا نہیں۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ (انعام ۸۴)

اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان علیہما السلام

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (انعام ۹۰)

یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ پر چلو

تو داؤد علیہ السلام ان انبیاء میں سے ہیں جن کی راہ پر چلنے کا حکم نبی کائنات علیہ السلام کو دیا گیا اس پر داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا۔

۲- امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل (ابن علیہ) نے بیان کیا انہوں نے ایوب سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان کا فرمان سورہ ص کے سجدہ کے بارے میں یہ ہے کہ یہ سجدہ لازمی

سجدوں میں سے نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ ایسے ہی بخاری' ترمذی' ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح حسن ہے۔ امام نسائی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ابراہیم بن حسن مقسمی رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ حجاج بن محمد نے عمر بن ذر سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سعید بن جبیر اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بطور توبہ کے سجدہ کیا تھا ہم بطور شکر یہ سجدہ کریں گے۔

ابوداؤد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر سورہ ص کی قرأت فرمائی جب آیت سجدہ پر پہنچے تو منبر سے نیچے تشریف لائے سجدہ ادا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام نے بھی سجدہ کیا۔

کسی دوسرے دن پھر سورۃ مبارکہ کو پڑھا آیت سجدہ پہ پہنچے تو لوگ سجدہ کیلئے تیار ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سجدہ حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ کا تھا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سجدہ کیلئے تیار ہو گئے ہو آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور سجدہ کیا۔

ابوداؤد اس میں منفرد ہے اور اس کی اسناد صحیح بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ وہ سورہ ص کو لکھ رہے ہیں جب آیت سجدہ پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ قلم' دوات اور ہر چیز سجدہ میں گر گئی ہے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا اس کے بعد جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو تلاوت فرماتے تو سجدہ کرتے۔

اسے روایت کرنے میں امام احمد علیہ الرحمہ اکیلے ہیں۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی بارگاہ شاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حالت نیند میں خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہوں میں نے آیت سجدہ پڑھی تو میرے ساتھ درخت نے بھی سجدہ کیا میں نے سنا کہ وہ سجدہ کی حالت میں یوں کہہ رہا تھا۔

یا اللہ میرے لیے اس کی برکت سے اپنے پاس سے اجر لکھ دے۔ اپنے پاس سے میرے لیے اسے ذخیرہ بنا اور اس کے سبب مجھ سے بوجھ اتار دے۔ میری طرف سے تو اسے یوں قبول فرما لے جس طرح اپنے بندے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف سے قبول کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آیت سجدہ تلاوت کی پھر سجدہ کیا میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی حالت میں وہی دعا کی جو اس آدمی نے درخت کی دعا بیان کی تھی۔ پھر امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے میں اس طریق کے سوا حدیث کو نہیں جانتا بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن تک سجدہ کی حالت میں رہے یہ قول مجاہد اور حسن بصری علیہما الرحمہ وغیرہ کا ہے۔

اس بارے ایک حدیث مرفوع بھی وارد ہے لیکن وہ یزید رقاشی کی روایت ہے جبکہ وہ ضعیف اور متروک الروایہ ہے۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ

تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا اور بے شک اس کیلئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے قیامت کے دن اچھا ٹھکانا ہے۔ زلفیٰ سے مراد ایسی قربت جو اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کے سبب کسی کو عطا ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث طیبہ میں ہے۔

کہ انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں جانب ہیں اور یہ وہ خوش قسمت لوگ ہوں گے جو اپنے اہل خانہ سے اپنے فیصلوں میں اور جس چیز کا انہیں والی بنایا گیا ہوگا ان میں انصاف کرتے ہوں گے۔

امام احمد علیہ الرحمہ اپنی مسند میں بیان فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن آدم نے فضیل نے' عطیہ سے انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو امام عادل ہوگا اور سب سے زیادہ مبغوض اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ شخص ہوگا جو ظالم بادشاہ ہوگا۔

میدانِ محشر میں لحن داؤدی کی گونج

ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابوزرعہ نے' عبداللہ بن ابوزیاد نے' سیار نے' جعفر بن سلیمان نے ہمیں بیان کیا ہے کہ میں نے مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ کا مطلب انہوں نے یہ بیان کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام قیامت کے دن عرش کے پایۂ کے پاس کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے داؤد اسی نرم و گداز اور حسین وجمیل آواز میں میری بزرگی بیان کرو جس حسن تکلم سے دنیا میں میری بزرگی بیان کیا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام عرض کریں گے کہ یا اللہ میں کس طرح بیان کروں تو نے تو مجھ سے وہ آواز واپس لے لی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا آج میں یہ آواز تمہیں واپس لوٹاتا ہوں راوی فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام بلند آواز سے جب اللہ تعالیٰ کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے اہل جنت کو نعمتیں آواز کے سامنے کچھ بھی نہ لگیں گی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو تاکیدات

يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً .... يَوْمَ الْحِسَابِ (ص ۲۶)

اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ میں بہکا دے گی بے شک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔

یہ خطاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تھا مراد لوگوں کے معاملات کا والی ونگہبان اور لوگوں کا حاکم بنانا ہے اور فرمایا کہ لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ حق کی پیروی کرو اپنی خواہشات کی

پیروی نہ کرنا اس کے سوا اور راہوں کو اپنانے اور اس کے سوا اور فیصلوں سے خبردار کیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس دور میں عدل وانصاف اور کثرت عبادت میں مقتداو بے مثال تھے اور طرح طرح کی عبادات اور قرب الٰہیہ کے حصول کی خاطر ہمہ وقت محو عبادت رہتے شب و روز اور شام وسحر میں کوئی ایسا لمحہ نہ ہوتا جس میں آپ اور آپ کے اہل خانہ میں سے کوئی محو عبادت نہ ہوتا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَّقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سبا ۱۳)

اے داؤد والو شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے

حضرت داؤد علیہ السلام کا شکر و حمد

ابوبکر بن ابی الدنیا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابوجلد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طلب ودعا کے متعلق پڑھا ہے کہ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی یا اللہ کیسے ممکن ہے کہ میں تیرا شکر ادا کروں میں تیری نعمتوں کے بغیر تیرے شکر تک پہنچ نہیں سکتا راوی کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی اے داؤد کیا تجھے علم نہیں کہ تجھ پر نعمتیں جو ہیں وہ میری ہی طرف سے ہیں عرض کی یارب العالمین اس میں کوئی شک نہیں کہا میں بے شک تیری طرف سے ان نعمتوں پر راضی ہوں

بیہقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا يَنْبَغِيْ لِكَرَمِ وَجْهِهٖ وَعِزِّ جَلَالِهٖ

سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں جس طرح کہ اس کی جلالت عظمت اور اس کی عزت کے شایان شان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی اے داؤد تو نے حفاظت فرمانے والے فرشتوں (کراماً کاتبین) کو تھکا دیا ہے۔

آلِ داؤد کی حکمت بھری باتیں

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ''الزہد'' میں فرمایا کہ ہمیں سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے اور اس نے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک آل داؤد کی حکمت بھری باتوں میں سے ہے کہ عقلمند پر لازم ہے کہ وہ چار گھڑیوں سے غافل نہ ہو۔

۱۔ ایک وہ گھڑی جس میں وہ اپنے رب سے مناجات کر رہا ہو۔

۲۔ جس میں اپنے نفس کا محاسبہ کر رہا ہو۔

۳۔ جس وقت اپنے خیر خواہوں بھائیوں کی طرف جائے جو اسے اس کے عیبوں اور کوتاہیوں سے آگاہ کریں۔

۴۔ جس وقت اپنے نفس اور لذتوں کیلئے تخلیہ میں ہو اور اس میں دیکھے کہ کیا چیز اس کیلئے جائز اور خوبصورت ہے۔ یہ گھڑی دیگر اوقات کیلئے معاون اور تسکین قلب کا باعث ہوگی۔

عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اپنے وقت کو پہچانے اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے کام میں مشغول رہے۔ عقلمند کیلئے لازم ہے

کہ تین مواقع کے علاوہ سفر نہ کرے۔

۱-آخرت کے زادراہ کیلئے ۲-معیشت کے استحکام کیلئے ۳-غیر محرم سے لذت (نکاح) کیلئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی خوبصورت باتیں

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی حیات طیبہ میں بڑی خوبصورت باتیں بیان کی ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی خوبصورت باتوں میں سے چند ایک یہ ہے۔اے بندہ خدا کہ تو یتیم کیلئے مہربان اور شفیق باپ کی طرح بن جا تو جان لے کہ جیسا بوئے گا ویسا کاٹے گا سند غریب کے ساتھ مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اے برائیوں کی فصل کاشت کرنے والے تو کانٹے اور خاردار جھاڑیاں ہی کاٹے گا حضرت داؤد علیہ السلام سے مروی ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا قوم کی مجلس میں احمق خطیب کی مثال میت کے سرہانے پر گانے والے کی طرح ہے غنا کے بعد فقر بدتر ہے لیکن اس سے بھی بدتر ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔لوگوں کی موجودگی میں تیرے بارے جس چیز کا تذکرہ ناگوار گزرتا ہے خلوت میں بھی اسے نہ کر اپنے بھائی سے وہ وعدہ نہ کر جسے تو پورا نہ کر سکے یہ عہد شکنی تیرے اور اس کے درمیان عداوت پیدا کر دے گی۔

یہود کا حسد اور انبیاء کرام کی ازواج

حضرت محمد بن سعد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عضرہ کے غلام عمر سے مروی ہے کہ یہودیوں نے جب حضور اکرم ہادی ورہبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کو دیکھا تو بطور حسد کہنے لگے کہ اس شخص کی طرف دیکھو جو کھانے سے سیر نہیں ہوتا اور عورتوں سے کثرت سے شادی کرتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی کثرت کی وجہ سے یہود حسد کرتے تھے اور اس پر عیب زنی کی کوشش کرتے تھے کہتے کہ اگر یہ نبی ہوتے تو عورتوں میں اس قدر انہیں رغبت نہ ہوتی حیی بن اخطب اس قسم کے اعتراضات کرنے میں پیش پیش اور مستعد ہوتا اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی اور اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے فضل وعطا کی شہادت عطا فرمائی ارشاد فرمایا:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَآ آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ (النساء ۵۴)

یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا

فَقَدْ اٰتَيْنَا آلَ اِبْرَاهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيْمًا (النساء ۵۴)

تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو ہزار بیویاں عطا فرمائی تھیں ان میں سے سات سو مہر والی اور تین سو باندیاں تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں ان میں سے آپ کی ایک بیوی اوریا حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ تھیں اس خاتون کے ساتھ آپ نے آزمائش میں ڈالے جانے کے بعد شادی کی تھی۔

جبکہ یہ حضور اکرم علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے کہیں زیادہ ہیں (سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات طیبہ پر اعتراض چہ معنی دارد؟)

انبیاء کرام کے روزے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے روزوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں جو میرے پاس خزانے میں محفوظ ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ میں تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزہ کے متعلق بتاؤں تو سن آپ بہت بڑے روزہ دار' شب زندہ دار اور بہت بہادر تھے جب کسی کافر و بر سر پیکار شخص سے آمنا سامنا ہوتا تو کبھی آپ نے راہ فرار اختیار نہیں کی ایک دن آپ روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے۔

حضور اکرم مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے افضل ترین روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے آپ علیہ السلام ستر لہجوں میں زبور کی تلاوت فرماتے تھے اور رات میں آپ کی ایک رکعت ایسی ہوتی تھی کہ جس میں خود بھی روتے اور ہر چیز کو بھی رولا دیتے آپ کی آواز سے مغموم اور بخار زدہ لوگ تندرست ہو جاتے۔

اور اگر تو چاہتا ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خبر دوں تو سن کہ وہ ہر ماہ کی ابتدا میں تین روزے رکھتے' درمیان ماہ میں بھی تین روزے رکھتے اور مہینہ کے آخر میں بھی تین روزے رکھتے ہر مہینے کی ابتداء' وسط اور اختتام روزوں پر ہوتا۔

اور اگر تو عذرا بتول کے بیٹے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے روزوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہے تو سن کہ انہوں نے ہمیشہ روزہ رکھا جو کی روٹی کھائی' بالوں کا لباس زیب تن کیا' جو ملتا وہ تناول فرما لیتے نہ ملتا تو کسی سے مطالبہ نہ کرتے انکی کوئی اولاد نہ تھی جو وصال کرتی کوئی گھر نہ تھا جو ویران ہوتا جہاں کہیں رات ہوتی۔ مصلی بچھا کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کیلئے کھڑے ہو جاتے صبح تک نماز ادا کرتے رہتے تیر انداز ایسے تھے کہ جس شکار کا ارادہ فرماتے نشانہ خطا نہ ہوتا۔ بنی اسرائیل کی کسی مجلس کے قریب سے گزرتے تو ان کی ضروریات کو پورا فرما دیتے۔

اور اگر تو چاہتا ہے کہ میں تجھے حضرت مریم علیہا السلام کے روزے کے متعلق بتاؤں تو سن کہ وہ ایک دن روزہ رکھتیں اور دو دن افطار فرماتیں۔

اور اگر تو چاہتا ہے کہ میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے متعلق بتاؤں تو سن کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زمانہ بھر کے روزے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت داؤد علیہ السلام کی حیات ووفات

حیات طیبہ:

تخلیق آدم علیہ السلام کے ضمن میں گزشتہ صفحات پر گذر چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا تو ان میں حضرت آدم علیہ السلام نے انبیاء کرام کو بھی دیکھا۔ ان میں سے ایک شخص کو موتیوں کی طرح چمکتے دمکتے دیکھا تو پوچھا الہ العالمین یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا داؤد ہے عرض کی یا اللہ اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا ساٹھ برس عرض کی یا اللہ اس کی عمر میں اضافہ فرمادے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں ہاں البتہ تیری عمر میں سے اسے دے سکتا ہوں حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک ہزار سال تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر میں چالیس سال کا اضافہ فرمادیا جب آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی تو آپ کے پاس ملک الموت آئے تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ میری عمر کے چالیس سال تو ابھی باقی ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے جو عمر اپنے بیٹے داؤد کو عطا کی تھی وہ گوشہ محفوظ سے طاق نسیان میں جاچکی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی ہزار سال پورے عطا فرمادیئے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی سو سال عطا فرما دیئے۔

ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر ستتر برس تھی۔ امام ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ غلط اور مردود ہے اور مزید اہل کتاب کا کہنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہی کی مدت چالیس برس تھی۔

اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ہمارے پاس اس کے متعارض ومنافی کوئی چیز نہیں ہے۔

وصال:

حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے متعلق امام احمد علیہ الرحمہ نے اپنی مسند میں فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام میں بہت غیرت تھی جب آپ اپنے گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو دروازوں کو بند کردیتے تاکہ آپ کے واپس تشریف لانے تک کوئی آپ کے گھر میں داخل نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک دن آپ علیہ السلام دروازوں کو بند کر کے کہیں تشریف لے گئے۔ اسی دوران آپ کی ایک زوجہ نے گھر کے صحن میں ایک شخص کو کھڑے ہوئے پایا تو گھر میں موجود افراد نے پوچھا کہ یہ کہاں سے داخل ہوا؟ حالانکہ دروازے تو بند تھے۔ اہل خانہ کہنے لگے قسم بخدا! آج ہم داؤد علیہ السلام کے سامنے ضرور رسوا ہوں گے۔

اتنی دیر میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تشریف لے آئے صحن میں کھڑے اس مذکورہ شخص کو دیکھ کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا

کہ نہ مجھے بادشاہوں کا خوف ہے اور نہ ہی پردوں اور حجاب سے میں رک سکتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اللہ کی قسم تب تو تو ملک الموت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر میں تجھے خوش آمدید کہتا ہوں پھر آپ علیہ السلام وہی ٹھہر گئے اور آپ کی روح قبض کر لی گئی۔

جب آپ کو غسل دیدیا گیا تجہیز و تکفین سے بھی لوگ فارغ ہو گئے تو سورج طلوع ہوا جس کی وجہ سے تپش محسوس ہونے لگی حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ داؤد علیہ السلام کی میت پر سایہ کرو پرندوں نے پروں سے اس قدر سایہ کیا کہ زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں سے فرمایا کہ اب اپنے پروں کو سمیٹ لو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتاتے ہیں کہ پرندوں نے کیسے سایہ کیا تھا اور کیسے پروں کو سمیٹا تھا اور شکرے کی قسم کے پرندوں نے سایہ کیا تھا۔

سدی علیہ الرحمہ ابو مالک سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا وصال ہفتہ کے دن اچانک ہوا تھا اور پرندوں نے آپ کی میت پر سایہ کیا تھا۔

سدی علیہ الرحمہ نے ابو مالک کے توسط سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اسحاق بن بشر سعید بن ابی عروبہ سے وہ قتادہ سے اور وہ حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بوقت وصال حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو برس تھی بدھ کے دن اچانک آپ کا وصال ہوا ابو سکن ہجری فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام اور آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال اچانک ہوا تھا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین (ابن عساکر)

بعض اہل علم سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ رک جایئے میں نیچے اتر لوں یا اوپر چڑھ جاؤں ملک الموت نے کہا اے اللہ کے نبی سال مہینے آثار رزق سب ختم ہو چکا ہے راوی کہتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام سیڑھیوں پر ہی سر بسجود ہو گئے اور ملک الموت نے سجدہ کی حالت میں آپ کی روح قبض فرمالی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز جنازہ

اسحاق بن بشر فرماتے ہیں کہ ہمیں وافر بن سلیمان نے خبر دی انہوں نے ابو سلیمان فلسطینی سے اور انہوں نے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے شدید گرمی کے دن میں سورج کی دھوپ میں بیٹھے رہے۔ آپ علیہ السلام کے جنازہ میں اور لوگوں کے سوا چالیس ہزار راہبوں نے بھی شرکت کی۔ جنہوں نے راہبانہ لمبی ٹوپیاں پہنی ہوئی تھیں۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے سوا کوئی ایسا شخص فوت نہ ہوا تھا جس کے وصال پر بنی اسرائیل نے اتنا شدید جزع فزع کیا ہو۔

راوی کہتے ہیں کہ جب گرمی نے لوگوں کو بے حال کر دیا تو انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ گرمی سے بچنے کیلئے کوئی بندوبست فرمائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو آواز دی وہ حاضر ہوئے تو آپ نے حکم دیا کہ لوگوں پر سایہ کرو ہر طرف سے پرندوں نے ایک دوسرے کے ساتھ پروں کو ملا کر سایہ کر دیا حتیٰ کہ ہوا بھی رک گئی۔ قریب تھا کہ لوگ گھٹن

سے مرجاتے پریشانی کے عالم میں چیخ پڑے حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ پرندو سورج کی طرف سے لوگوں پہ سایہ کرو ہوا والی جانب سے ہٹ جاؤ پرندوں نے ایسے ہی کیا تب لوگ سائے میں بھی رہے اور ہوا بھی آتی رہی۔

یہ پہلا موقع تھا کہ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی کے نظارے دیکھے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی روح ان کے اصحاب میں قبض کی نہ تو وہ فتنہ میں پڑے اور نہ ہی انہوں نے کوئی تحریف وتبدیلی کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب بھی دوسو سال تک ان کے طریقے اور انکی ہدایت پر کاربند رہے۔

یہ حدیث غریب ہے اور اس کا مرفوع ہونا محل نظر ہے وضین بن عطا حدیث کی روایت میں ضعیف ہے (واللہ اعلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام

نسب نامہ:

حافظ ابن عساکر علیہ الرحمہ نے آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا ہے۔ سلیمان بن داؤد بن ایشا بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عمیناداب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ ابوالربیع نبی اللہ بن نبی اللہ علیہم السلام۔

بعض آثار میں آیا ہے کہ آپ ہی دمشق میں داخل ہوئے ابن ماکولا فرماتے ہیں کہ آپ کے نسب نامہ میں ایک نام فارص (ماد کے ساتھ) ہے۔ ابن ماکولا نے بھی تقریباً وہی نسب نامہ ذکر کیا ہے۔ جو ابن عساکر علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔

نبوت وسلطنت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ (النمل ۱۶)

اور سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا بے شک یہی ظاہر فضل ہے۔

یعنی نبوت وسلطنت میں حضرت سلیمان علیہ السلام وارث بنے نہ کہ مال ودولت میں کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اور بھی صاحبزادے تھے تو تنہا آپ ان کے مال کے وارث نہ ہو سکتے تھے۔

نبی کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے

صحاح کی وہ حدیث بھی اس پہ شاہد ہے جسے اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم مخبر صادق صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں اس کا کسی کو وارث نہیں بناتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

"نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ"

ہم انبیاء کے گروہ کسی کو وارث نہیں بناتے۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر یہ خبر دیدی کہ انبیاء کرام اور لوگوں کی طرح اپنے مال کا کسی کو وارث نہیں بناتے بلکہ ان کے مال ان کے بعد فقراء اور محتاج وضرورت مندوں کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے مالوں کی تخصیص کسی رشتہ دار

کے لئے نہیں کرتے کیونکہ دنیا ان کے نزدیک جوتے کی نوک کی ٹھوکر بھی نہیں ہوتی اور ان کی نگاہ میں حقیر سی چیز۔ ہے اور پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ جس طرح اس ذات کبریا کے نزدیک دنیا کی کوئی حیثیت نہیں جس نے انہیں (انبیاء) کو مبعوث فرمایا، انہیں منتخب فرمایا اور انہیں فضیلت و رفعت سے نوازا۔

پرندوں کی بولیوں سے آگاہی

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی۔

پرندے اپنی زبان میں ایک دوسرے سے جو گفتگو کرتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں سمجھ بھی لیتے تھے اور ان کے مقاصد اور ارادوں سے لوگوں کو آگاہ بھی فرما دیتے تھے۔

حافظ ابوبکر بیہقی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ابو مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کہیں جا رہے تھے کہ آپ نے ایک چڑا دیکھا جو چڑیا کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تمہیں پتا ہے کہ چڑا کیا کہہ رہا ہے؟ آپ کے ساتھیوں نے عرض کی اے اللہ کے نبی یہ کیا کہتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چڑیا کو اپنی خواہش پوری کرنے پر اکسا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میرے ساتھ شادی کر لو دمشق کے جس بالا خانہ میں چاہو گی میں تمہیں رکھوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا دمشق کے بالا خانے پتھروں سے پختہ بنے ہوئے ہیں وہاں کوئی بھی نہیں رہ سکتا ہر ایسا پیغام نکاح دینے والا جھوٹا ہے۔

ہر چیز کی بادشاہی

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے ابو قاسم زاہر بن طاہر سے اور انہوں نے امام بیہقی علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ پرندوں کے علاوہ دیگر حیوانات اور مخلوق کی تمام اقسام کی بولیاں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام جانتے اور سمجھتے تھے۔

آیت طیبہ میں بعد کے کلمات اس کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ:

"وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ"

اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا۔

یعنی ہر وہ چیز جس کی ایک بادشاہ کو ضرورت ہوتی ہے۔ افرادی قوت، آلات حرب، سپاہی و لشکر، جن و انسان کی جماعت، پرندے، چوپائے، وحشی جانور، شیاطین، علوم و فہوم اور ناطق و صامت مخلوق کی مخفی باتوں سے آگاہی اور ان کی تعبیرات وغیرہ سب کچھ ہمیں عطا ہوا پھر فرمایا:

"اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ"

بے شک یہی ظاہر فضل ہے۔

اور یہ مخلوقات کے پیدا کرنے والے اور آسمان و زمین کے خالق و مالک کا فضل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ...... فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ (النمل:۱۷تا۱۹)

اور جمع کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر بے خبری میں تو اس کی بات سے مسکرا کر ہنسا اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے قرب خاص کے سزاوار ہیں۔

اللہ تعالیٰ آیات مذکورہ میں بیان فرمارہا ہے کہ ایک دن نبی ابن نبی حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام جن وانس اور پرندوں کے لشکر سمیت کہیں تشریف لے جارہے تھے جن وانسان کے لشکر آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے جبکہ پرندوں نے اپنے پروں سے گرمی وغیرہ سے بچاؤ کے لئے سایہ کیا ہوا تھا اور فضا میں محو پرواز تھے۔ تینوں لشکر اول سے آخر ایسی ترتیب سے رواں تھے کہ کوئی اپنی جگہ نہ آگے بڑھتا تھا اور نہ پیچھے ہٹتا تھا دوران سفر ایک ایسی وادی سے گزرے کہ:

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔

یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر۔ بے خبری میں۔

اس چیونٹی نے حکم دیا اور دوسری چیونٹیوں کو خبردار بھی کیا اور ساتھ سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کے عذر کا خیال بھی رکھا کہ کہیں بے خبری میں وہ کچل نہ ڈالیں۔

حضرت وھب رضی اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک تخت پر تشریف فرما طائف کی وادی میں سے گزرے تو جس چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو خبردار کیا تھا اس کا نام جرسا تھا اور وہ قبیلہ بنوشیعبان سے تعلق رکھتی تھی لنگڑی تھی اور قامت میں بھیڑیے جتنی تھی اور اس روایت میں نظر ہے۔

بلکہ سیاق کلام میں اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر میں اپنے گھڑ سواروں کے ہمراہ ایک گھوڑے پر سوار تھے نہ کہ کسی تخت پر جس طرح کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کیونکہ اگر ایسی ہی صورتحال ہوتی تو پھر چیونٹیوں اور ان کے کچلے جانے کا احتمال ہی نہیں رہتا کیونکہ تخت پہ ضرورت کی ہر چیز لشکر، گھوڑے، اونٹ، دیگر سامان، خیمے، چوپائے اور پرندے سب ہوتے تھے جیسا کہ اس کے بعد ہم انشاء اللہ اس کا تذکرہ کریں گے۔

مقصود یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کی گفتگو کو سمجھ گئے تھے جو اس نے اپنی ماتحت چیونٹیوں سے کی تھی وہ گفتگو اس کی صحیح الرائے اور قابل ستائش تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی اس عطا پر فرحت وانبساط اور خوشی سے تبسم فرمایا جو بالخصوص اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔

یہ بات نہیں کہ جس طرح بعض جاہل کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے چوپائے بولا کرتے تھے لوگوں سے

کلام کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے عہد لیا اور انہیں منع کر دیا کہ اس کے بعد وہ لوگوں سے کلام نہیں کریں گے۔ بے شک یہ بات تو علم سے کورے شخص کی بڑ ہی ہو سکتی ہے۔

اور اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر جانوروں کی بولی کو سمجھنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت نہیں رہے گی تب تو سارے ہی لوگ ان کی زبان کو سمجھتے تھے۔

اور اگر انہوں نے جانوروں سے عہد لے لیا تھا کہ ان کے سوا وہ کسی سے کلام نہیں کریں گے اور صرف آپ ہی ان کی بات کو سمجھ پائیں گے تو اس میں بھی کوئی فائدہ نہیں ہے جس پر تاویل کی جائے۔

اے رب مجھے شکر کی توفیق دے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات کو سمجھ کے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی:

"رَبِّ اَوْزِعْنِیْ" اے میرے رب! مجھے توفیق دے میری رہنمائی فرما کہ:

اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ

میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے قرب خاص کے سزاوار ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں مطالبہ کیا کہ اسے ان خصوصی نوازشات پر جو بالخصوص انہی کو عطا ہوئیں ان پر شکر کی توفیق عطا کی جائے عمل صالح کو ان کے لئے آسان بنا دیا جائے اور اخروی زندگی میں نیک و صالح بندوں کے ساتھ انہیں اٹھایا جائے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے والدین کریمین

وَعَلٰی وَالِدَیَّ

والدین سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام اور آپ کی والدہ محترمہ جو کہ عابدہ صالحہ خاتون تھیں۔

جیسا کہ سنید بن داؤد نے یوسف بن محمد بن المنکدر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی والدہ ماجدہ نے اپنے بیٹے سے کہا اے میرے لخت جگر رات کو زیادہ سویا نہ کرو کیونکہ رات کو زیادہ سونا قیامت کے دن بندے کو فقیر و محتاج بنا دے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام اور طلب بارش

عبدالرزاق معمر سے اور وہ زہری علیہم الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اپنے اصحاب کے ہمراہ طلب بارش کے لئے نکلے تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنی ایک ٹانگ پر کھڑی بارش کے لئے دعا مانگ رہی

ہے۔آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا واپس چلیں بارش آچکی ہے کیونکہ ایک چیونٹی نے بارش کی دعا مانگی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمالی۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوعاً مذکور ہے لیکن اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام نہیں ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

انبیاء کرام میں سے ایک نبی لوگوں کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے طلب بارش کے لئے چلے تب انہوں نے دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنی ٹانگ اٹھائے دعا مانگ رہی ہے۔اس نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگو واپس پلٹ جاؤ اس چیونٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول ہوچکی ہے۔

سدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں لوگ قحط میں مبتلا ہوگئے۔آپ علیہ السلام نے لوگوں کو حکم دیا کہ استقا کے لئے نکلو لوگ نکل پڑے تب انہوں نے دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنے دونوں پاؤں پہ کھڑی اپنے ہاتھ پھیلائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا مانگ رہی ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَلْقٌ مِنْ خَلْقِكَ وَلَا غِنَاءَ بِنَاعَنْ فَضْلِكَ

اے اللہ ہم بھی تیری مخلوق میں سے ہیں تیرے فضل وکرم کے سوا ہمیں کوئی چارہ کار نہیں۔آقا علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش نازل فرمادی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہد ہد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ...... وَهُمْ صَاغِرُوْنَ (النمل ۲۰ تا ۳۷)

اور (سلیمان علیہ السلام نے) پرندوں کا جائزہ لیا تو بولا مجھے کیا ہوا کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں ضرور میں اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کردوں گا یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے تو ہد ہد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا اور آکر عرض کی کہ میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی اور میں شہر سبا سے حضور کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں سنوار کر ان کو سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ راہ نہیں پاتے کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں ہے میرا یہ فرمان لے جا کر ان پر ڈال پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

وہ عورت بولی اے سردارو! بے شک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا بے شک وہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو۔بولی

اے سردارو! میرے اس معاملہ میں مجھے رائے دو میں کسی معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔ وہ بولے ہم زوروالے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں اور اختیار تیرا ہے نظر کر کہ کیا حکم دیتی ہے۔ بولی بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کی عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ ایلچی کیا جواب لے کر پلٹے پھر جب وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا فرمایا کیا مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو مجھے اللہ نے دیا وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا بلکہ تمہیں اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو۔ پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے یوں کہ وہ پست ہوں گے۔

آیات مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ھدھد کے واقعہ کو بیان فرمایا ہے ہر قسم کے پرندے اپنی اپنی باری پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور حاضری دیتے تھے جیسا کہ بادشاہوں کے ساتھ لشکروں کا طریقہ ہوتا ہے اور جب کبھی آپ کو ضرورت محسوس ہوتی آپ انہیں طلب بھی کر لیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین عظام کے قول کے مطابق ہدہد کی یہ ڈیوٹی تھی کہ دوران سفر بے آب وگیاہ اور چٹیل میدان میں جب پانی کی ضرورت محسوس ہوتی تو یہ قطعہ اراضی کو ڈھونڈتا جہاں پانی ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ قوت وطاقت عطا کی ہے کہ یہ زمین کی تہوں میں پانی کو دیکھ لیتا ہے جب یہ پانی سے آگاہ کر دیتا تو اہل لشکر زمین کھود کر وہاں سے پانی نکال لیتے اور اپنے استعمال میں لاتے۔ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے ھدھد کو طلب کیا تو اسے اپنے ڈیوٹی کی جگہ پر موجود نہ پایا۔

فَقَالَ مَالِیَ لَا أَرَی الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ

کہا مجھے کیا ہوا کہ میں ھدھد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں۔

یعنی کیا وہ یہاں موجود نہیں ہے یا میری نگاہوں سے اوجھل ہے مجھے دکھائی نہیں دے رہا۔

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا

یا ذبح کر دوں گا یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے، جو ایسی دلیل ہو جس کی وجہ سے اس ہلاکت سے اسے نجات مل جائے۔

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ'' تو ھدھد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا پھر وہاں سے آیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا اَحَطْتُّ بِمَالَمْ تُحِطْ بِهٖ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی یعنی میں ایک ایسی بات پر مطلع ہوں جس پر آپ مطلع نہیں ہیں۔

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ

اور میں شہر سبا سے حضور کے پاس ایک یقینی سچی خبر لایا ہوں۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ

میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

مذکور ہے کہ سبا ملک یمن میں ایک بہت بڑی سلطنت تھی اور یکے بعد دیگرے شاہی تاج شہنشاہوں کے سروں پہ سجتا چلا آتا

تھا ان دنوں سبا کی شاہی ایک عورت کے سپرد تھی جو ایک بادشاہ کی بیٹی تھی بادشاہ کے ہاں کوئی بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے اسے بادشاہ تسلیم کیا گیا تھا۔

ملکہ سبا

ثعلبی علیہ الرحمہ اور دیگر مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ملکہ سبا کے والد کے بعد ایک شخص سبا کا بادشاہ بنا اس کے دور میں ایک شورش بپا ہوگئی فسادات عام ہوگئے اس خاتون نے اسے پیغام نکاح دیا بادشاہ نے شادی کرلی جب شب زفاف کے لئے خلوت نشین ہوئے تو اس عورت نے بادشاہ کو شراب پلادی پھر اس کا سر کاٹ کر دروازے پہ لٹکا دیا لوگوں نے اسے اپنا بادشاہ منتخب کرلیا اور یہی بلقیس بنت السیر ح ہے جس کا نام ھد ھاد تھا۔

ایک قول کے مطابق شراحیل بن ذی جدن بن السیر ح بن الحرث بن قیس بن صیفی بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان یہ بلقیس کا نسب تھا۔

ملکہ سبا کا باپ بہت بڑا بادشاہ تھا اس نے اہل یمن سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا اور جنات میں سے ایک عورت سے شادی کی جس کا نام ریحانہ بنت سکن تھا اس نے ایک بچی کو جنم دیا جس کا نام تلقمہ تھا اور اسے بلقیس بھی کہا جاتا ہے۔

ثعلبی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بلقیس کے والدین میں سے ایک جن تھا۔

یہ حدیث غریب اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

عورت کی حکمرانی

ثعلبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بلقیس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَایُفْلِحُ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَأَةً

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جنہوں نے اپنی حکمرانی ت کے سپرد کی

صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ اہل فارس کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جن کی حکمران ایک عورت ہو۔

ترمذی اور نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ملکہ سبا کا تخت

وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ

اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے یعنی ہر وہ چیز جو بادشاہوں کے لئے ضروری ہوتی ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

یعنی اس کی مملکت کا تخت جو قسم قسم کے جواہرات، موتیوں، سونے اور قیمتی زیورات سے آراستہ ہے۔ پھر ھد ھد نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے کفر، اللہ کو چھوڑ کر سورج کی پوجا، شیطان کا انہیں گمراہ کرنا اور خدائے لم یزل کی عبادت سے ان کو روکنا جو خدائے لم یزل نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور ہر حسی اور معنوی چیزوں کے مخفی وظاہر کو جانتا ہے ان کی تفصیل بیان کی

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے اس کے عرش عظیم کا عالم یہ ہے کہ مخلوقات میں اس سے بڑھ کر کسی کا عرش نہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ھد ھد کی بات سن کر ملکہ سبا کے پاس ایک مکتوب بھیجا جس میں اسے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی دعوت دی گئی تھی اور مزید تاکید کی گئی کہ عجز وانکساری کا پیکر بن کر میری شاہی اور میرے ملک میں آ جاؤ اسی لئے فرمایا: اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو میری اطاعت سے ہٹ دھرمی اختیار نہ کرو اور میرے احکام کی فرمانبرداری کرو۔ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو یعنی بلا تامل اور بغیر کسی تاخیر کے دست بستہ میرے پاس چلے آؤ۔

ھد ھد خط لے کر آیا اور تب سے پھر لوگوں نے خط کا یہ طریقہ اپنایا لیکن ثریا کی بلندی اور کہاں نمناک مٹی پر خط تو اس پرندے کے ذریعے ارسال کیا گیا جو مطیع وفرمانبردار اور ہر بات کو سمجھتا تھا اور جو وہ کہتا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام اسے سمجھتے تھے۔

اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ھد ھد خط لے کر ملکہ سبا کے محل میں پہنچا اس وقت خلوت میں ملکہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ھد ھد نے خط اس کی خلوت گاہ میں پھینک دیا پھر ایک کونے میں بیٹھ کر جواب کی انتظار کرنے لگا خط دیکھ کر ملکہ نے امراء، وزراء اور اکابرین مملکت کا اجلاس طلب کیا۔

قَالَتْ یٰٓاَیُّھَا الْمَلَؤُا اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ

وہ عورت بولی اے سردارو! بے شک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا۔

پھر اس نے اس خط کے عنوان کو پڑھا عنوان تھا اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ پھر آگے پڑھا آگے تھا وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ

اور بے شک اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو۔ پھر اس عورت کو جو مسئلہ درپیش تھا اس بارے ان سے مشورہ کیا پھر خود ہی مودبانہ انداز میں ان سے مخاطب ہوئی قَالَتْ یٰٓاَیُّھَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ مَا کُنْتُ قَاطِعَۃً اَمْرًا حَتّٰی تَشْھَدُوْنَ ۔

بولی اے سردارو! میرے اس معاملہ میں کچھ رائے دو میں کسی معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو مراد یہ ہے کہ میں تمہاری موجودگی میں تمہاری رائے سے ہی ہمیشہ فیصلے نمٹاتی ہوں۔

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ

بولے ہم زور والے اور بہت سخت لڑائی والے ہیں۔ ہم میں دشمن سے مقابلہ کرنے اور لڑ مرنے کی طاقت موجود ہے اگر تو ہم سے اس قسم کی توقع رکھتی ہے تو ہم میں یہ سکت بدرجہ اتم موجود ہے اس کے باوجود

وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ

اختیار تیرا ہے تو نظر کر کہ کیا حکم دیتی ہے

اعیان مملکت اور اس کے جنگجو سپاہیوں نے وفاداری اور فرمانبرداری کا پورا پورا یقین دلاتے ہوئے اپنی طاقت کا اظہار بھی کر دیا اور ساتھ ہی معاملہ ملکہ سبا کے سپرد کر دیا کہ جو رائے بھی اس بارے تمہاری ہوگی وہ ہمارے لئے قابل قبول ہوگی۔ ملکہ کی رائے سب سے زیادہ درست اور مکمل تھی وہ جانتی تھی کہ یہ مکتوب ارسال کرنے والا کوئی معمولی شخص نہیں نہ تو وہ مغلوب ہو سکتا ہے نہ اس کا راستہ روکا جا سکتا ہے نہ ہی اس کی مخالفت مول لی جا سکتی ہے اور نہ ہی اسے دھوکا دیا جا سکتا ہے۔

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ

بولی بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کی عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

ملکہ بلقیس اپنی درست رائے سے آگاہ کرنے لگی کہ اگر یہ بادشاہ اس مملکت پہ غالب آ گیا تو معاملات کی مشکلات تو میرے ہی ناتواں کندھوں پہ ہوگی شدت حدت اور بھار گراں مجھے ہی برداشت کرنا پڑے گا۔

وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ

اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ ایلچی کیا جواب لے کر پلٹے

ملکہ نے چاہا کہ اپنی جانب سے اور اہل مملکت کی جانب سے کچھ تحائف و ہدایا بھیج کر سلیمان علیہ السلام کو نرمی کی جانب مائل کروں لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو ان کی طرف سے کوئی تحفہ قبول نہ فرمائیں گے کیونکہ وہ تو کافر ہیں اور نہ ہی اسے یہ علم تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر کس طاقت و قوت کا مالک ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (النمل ۳۶)

پھر جب وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کیا مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو مجھے اللہ نے دیا وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا بلکہ تمہیں اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو۔

یہ تحائف بڑی قیمتی چیزوں پر مشتمل تھے جیسا کہ مفسرین نے تذکرہ کیا ہے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کے قاصد کو لوگوں کی موجودگی میں فرمایا لوگ محو سماعت تھے کہ

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (النمل ۳۷)

پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے یوں کہ وہ پست ہوں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام فرمانے لگے کہ اپنے ان تحائف کو لے کر واپس اس کے پاس پلٹ جاؤ جہاں سے لے کر آئے ہو میرے پاس اموال وتحائف اور غلاموں کی صورت میں انعامات الٰہیہ کی اس قدر فراوانی موجود ہے جہاں تک تمہارا وہم وگمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمہارے یہ تحائف جن پہ تم اظہار مسرت کرتے ہو اور جن اپنی جنسی اولاد پہ فخر کرتے ہو میرے پاس جو انعام خداوندی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا

تو ضرور ہم ان پہ وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہوگی۔

یعنی میں تمہاری جانب ایسے لشکر کو روانہ کروں گا جس سے دفاع کی، اسے روکنے کی، اور اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کی تمہیں ہمت نہ ہوگی اور ملک سبا کے رہنے والوں کو ان کے وطن، ان کی مملکت اور ان کے معاملات سے ذلیل کر کے دربدر کر دیں گے۔ پستی، شرمندگی اور ہلاکت تمہارا مقدر بن جائے گی۔

ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں

جب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے انہیں یہ پیغام پہنچا تو ان کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت وفرمانبرداری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا بلا تاخیر انہوں نے سر تسلیم خم کیا اور اپنی ملکہ کی معیت میں سب سراپا عجز بن کر حاضری کے لئے چل پڑے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب ملکہ سبا اور اس کے لشکر کی آمد کی خبر ملی تو آپ نے اپنی کچہری میں موجود وہ مخلوق جو آپ کے لئے مسخر کر دی گئی تھی جنات میں سے ان سے فرمایا...... جو واقعہ اللہ تعالیٰ سورہ نمل میں بیان فرمایا ہے۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا...... رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (النمل: ۳۸ تا ۴۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے درباریو تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے حضور اجلاس برخواست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کا شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے۔ سب خوبیوں والا' سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا عورت کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بیگانہ کر دو کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا ان میں ہوتی ہے جو ناواقف رہے پھر جب وہ آئی اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے بولی گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے اور اسے روکا اس چیز نے جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی بے شک وہ کافر لوگوں میں سے تھی اس سے کہا گیا صحن میں آ کر پھر جب اس نے اسے دیکھا اسے گہرا پانی سمجھی اور اپنی ساقیں کھولیں۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ تو ایک چکنا صحن ہے شیشوں جڑا عورت نے عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو رب سارے جہان کا۔

بلقیس کا تخت اور ولی کی طاقت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات سے کہا کہ بلقیس کا تخت حاضر کر دو یہ وہ تخت تھا جس پر وہ فیصلے صادر کرنے کے وقت بیٹھا کرتی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس کے میرے دربار میں آنے سے پہلے پہلے تخت کو حاضر کر دیا جائے۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ

ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں یعنی اس سے پہلے کہ آپ اپنے فیصلے کی مجلس برخواست فرمائیں میں تخت لے کر حاضر ہو جاؤں گا کہا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس بنی اسرائیل کے اہم امور نمٹانے کے لئے دن کے ابتدائی حصے سے شروع ہو کر دن ڈھلنے تک جاری رہتی تھی اس دوران مصروفیت نہ ہوتی جن نے کہا

وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔

یعنی مجھ میں اس قدر قوت و طاقت ہے کہ میں اسے لا بھی سکتا ہوں اور اس پر جو قیمتی موتی جڑے ہیں امانت داری کے ساتھ آپ کے سامنے اسے پیش بھی کر دوں گا۔

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ

اس نے عرض کی کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔

مشہور یہی ہے کہ وہ آصف بن برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں۔

۱- وہ اہل ایمان جنات میں سے تھے ان کے بارے کہا جاتا ہے کہ انہیں اسم اعظم یاد تھا۔

۲- وہ بنی اسرائیل کے علماء میں سے ایک عالم دین تھے۔

۳- وہ خود سلیمان علیہ السلام ہی تھے یہ قول عجیب وغریب ہے۔

سہیلی علیہ الرحمہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ سیاق کلام میں اس کی تصحیح کی شہادت نہیں ملتی۔

۴- اس بارے چوتھا قول یہ ہے کہ وہ حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ تھے۔

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ

میں آپ کے حضور حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

اس کے معنی و مفہوم میں کئی اقوال ہیں۔

۱- جہاں تک آپ کی نگاہ جاتی ہے وہاں آپ کسی آدمی کو روانہ کریں اس کے واپس آنے سے پہلے پہلے میں تخت لا کر حاضر کر دوں گا۔

۲- آپ کی نگاہ جس آخری آدمی پر پڑتی ہے اس کے آپ تک پہنچنے سے پہلے میں تخت لا کر حاضر کر دوں گا۔

۳- پلک جھپکنے سے قبل لا کر حاضر کر دوں گا۔

۴- آپ کسی دور کی چیز کو دیکھیں پھر اپنی آنکھ کو بند کریں تو نگاہ کے واپس لوٹنے سے پہلے میں تخت لا کر حاضر کر دوں گا یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔

یہ تو میرے رب کا فضل ہے

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ پھر جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا۔

کہ اتنی مختصر سی مدت میں پلک جھپکتے ہی تخت یمن کی سرزمین سے بیت المقدس میں حاضر کر دیا گیا ہے۔

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ

کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔

یعنی یہ مجھ پر میرے اللہ کا فضل ہے اور وہ اپنے بندے پر فضل وکرم فرما کر آزمانا چاہتا ہے کہ وہ اس پر شکر کرتا ہے یا ناشکری۔

وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ

اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کا شکر کرتا ہے یعنی اس شکر کا نفع اسی پہ ہی لوٹتا ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ

اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا یعنی شکر کرنے والوں کے شکر سے بے نیاز ہے اور منکرین کا انکار اسے کوئی نقصان نہیں دیتا۔

ملکہ بلقیس کی دانائی کا امتحان

جب تخت حاضر خدمت کر دیا گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ تخت کا حلیہ اور اس کی ھئیت میں تبدیلی کر دی جائے اور اسے اس کے لئے غیر معروف کر دو تا کہ بلقیس کی فہم وفراست کی آزمائش کی جا سکے اسی لئے کہا:

نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ

کہ ہم دیکھیں کہ راہ پاتی ہے یا ان میں ہوتی ہے جو ناواقف رہے پھر جب وہ آئی اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے بولی گویا یہ وہی ہے۔

یہ بلقیس کی فہم وفراست کے کمال اور اس کی ذہانت فطانت کا آئینہ دار تھا کیونکہ اس کے لیے تو یہ بات بہت بعید تھی کہ یہ اس کا تخت ہوگا کیونکہ اسے تو وہ کوسوں دور یمن کی سرزمین میں چھوڑ آئی تھی اور اسے علم تک نہ تھا کہ یہ عجیب وغریب کارنامہ بھی کوئی شخص سرانجام دے سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام اور اس کی قوم کے بارے خبر دیتا ہے۔

وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِیْنَ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ

اور ہم کو اس واقعہ کی پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے اور اسے روکا اس چیز نے جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی بے شک وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو سورج کے سامنے سربسجود ہونے سے روکا جسے عبادت کا درجہ دیتے ہوئے بلقیس اور اس کی قوم اپنے آباء واسلاف کی پیروی میں اس فریضے کو سرانجام دیتے تھے اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔

بلقیس کی فراست کی دوسری آزمائش

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے حاضر ہونے سے قبل ایک ایسی عمارت کی تعمیر کا حکم دے رکھا تھا جو شیشے کی ہو جس میں پانی رواں ہو اس کی چھت بھی شیشے کی ہو مچھلیاں اور آبی جانور اس پانی میں رواں نظر آئیں حضرت سلیمان علیہ السلام اس عمارت میں تخت نشین تھے بلقیس حاضر ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے عمارت میں داخل ہونے کا حکم دیا۔

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پھر جب اس نے اسے دیکھا اسے گہرا پانی سمجھی اور اپنی ساقیں (پنڈلیاں) کھولیں۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ تو ایک چکنا صحن ہے۔ شیشوں جڑا عورت نے عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو رب سارے جہان کا۔

جنات کی سازش

کہا جاتا ہے کہ شیشے کا فرش تیار کر کے وہاں پانی کا منظر تیار کر دینا یہ سب جنات کی سازش تھی کیونکہ بلقیس کی پنڈلیوں پر بال بہت زیادہ تھے۔ انہیں خطرہ تھا کہ سلیمان علیہ السلام نے اگر بلقیس سے شادی کر لی جبکہ بلقیس کی ماں بھی ایک جن تھی تو یہ ہم پر مسلط ہو جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے چاہا کہ سلیمان علیہ السلام جب بلقیس کی پنڈلی سے کپڑا اٹھا ہوا دیکھ کر بالوں کو دیکھیں گے تو اس سے نفرت کریں گے۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ بلقیس کے پاؤں چوپائے کے کھروں جیسے تھے۔ یہ بات ضعیف اور پہلی میں بھی نظر ہے (واللہ اعلم) جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے شادی کرنے کا ارادہ فرمالیا تو انسانوں سے پوچھا کہ پنڈلیوں سے بالوں کی کثرت کو زائل کرنے کا حل کیا ہے؟ تو انہوں نے مشورہ دیا کہ استرے کو استعمال کیا جائے لیکن بلقیس نے استرے کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ جنوں سے پوچھا تو انہوں نے بال صاف کرنے کا ایک چونے کا پوڈر تیار کیا ایک حمام بنایا گیا سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام حمام میں داخل ہوئے جب آپ علیہ السلام نے تھکن محسوس کی تو کہا ہائے عذاب ہائے ہائے اس سے پہلے کہ ہائے نفع نہیں دے گی۔ (طبرانی)

یمن کی سلطنت

ثعلبی وغیرہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے شادی فرمالی اور یمن کی سلطنت آپ علیہ السلام نے اسی کے سپرد فرمادی اور اس کی شاہی کو برقرار رکھا ہر مہینے آپ وہاں تشریف لے جاتے اور تین دن وہی قیام فرماتے پھر تخت پر بیٹھ کر واپس بیت المقدس تشریف لے آتے آپ نے جنات کو حکم دیا تھا کہ ان کیلئے تین محلات تعمیر کریں تو ان کے حکم کے مطابق

یمن میں عمدان، سالحین اور بیتون نامی تین محل تعمیر کیے گئے۔ (واللہ اعلم)

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے بعض اہل علم سے انہوں نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے شادی نہیں کی بلکہ ہمدان کے بادشاہ نے اس سے شادی کی تھی اور بلقیس کی سلطنت اس کے پاس برقرار رہی تھی اور یمن کے جنوں کا بادشاہ زابعہ اس کے تابع فرمان کر دیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کیلئے یمن میں تین محل تعمیر کرادیئے تھے وہی جن کا تذکرہ بھی گذرا۔

حضرت سلیمان کی تعریف

سورۃ ص میں ارشاد الٰہی ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ...... وَحُسْنَ مَاٰبٍ (ص ۳۰ تا ۴۰)

اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو سلیمان (علیہ السلام) عطا فرمایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا جبکہ اس پر پیش کیے گئے تیسرے پہر کو کہ روکیے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلایئے تو ہوا ہو جائیں تو سلیمان علیہ السلام نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی اپنے رب کی یاد کیلئے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور بے شک ہم نے سلیمان کو جانچا اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر رجوع لایا عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو ہی بڑی دین والا تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو (جنات) بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے یہ ہماری عطا ہے۔ اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر حساب نہیں اور بے شک اس کیلئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام سے نوازا پھر اللہ تعالیٰ نے انکی تعریف فرمائی۔ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں سر تسلیم خم رہنے والا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کا ذکر فرماتا ہے گھوڑوں کی صفات ذکر کی گئیں الصافنات اس سے مراد وہ گھوڑے جو تین ٹانگوں پر کھڑے ہو کر چوتھے کھر کے کنارے کو زمین پر لگاتے ہیں الجیاد سے مراد تیز رفتار اور چھریرے

فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ

تو سلیمان علیہ السلام نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی اپنے رب کی یاد کیلئے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔ بعض کے نزدیک چھپ جانے سے مراد سورج ہے اور بعض کے نزدیک گھوڑے۔

رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ
پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔
ایک قول یہ ہے کہ آپ نے گھوڑوں کے ایڑیوں کے اوپر والی جگہ اور گردنوں کو تلواروں سے کاٹ دیا ایک دوسرے قول کے مطابق آپ کے سامنے گھڑ دوڑ کا مقابلہ ہوا جس کی وجہ سے پسینہ انہیں آیا ہوا تھا تو ان سے پسینہ صاف کرنے لگے اکثر اسلاف کا یہی قول ہے اور ان کا کہنا ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی دیکھ بھال میں اس قدر مشغول ہوئے کہ عصر کی نماز کا وقت نکل گیا اور سورج غروب ہو گیا۔ یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام سے مروی ہے۔ اس بارے یقینی بات یہی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بغیر عذر قصداً کبھی نماز ترک نہیں فرمائی اللہ اکبر مگر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان کی شریعت میں اس قدر گنجائش تھی کہ جہاد کی خاطر تیار کیے جانے والے گھوڑوں کی دیکھ بھال کیلئے نماز کو مؤخر کرنا جائز تھا۔
اسی بنا پر علماء کے ایک گروہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ خندق کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی اور یہ مشروع تھا پھر بعد میں صلاۃ خوف کے ساتھ یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ امام شافعی علیہ الرحمہ وغیرہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔
مکحول اور اوزاعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم تا حال برقرار ہے اب بھی عالم کفر کے ساتھ شدید جنگ وجدال کی صورت میں نماز کو مؤخر کر دینا جائز ہے۔
سورۃ نسا میں صلاۃ خوف کے ضمن میں اس کی وضاحت تفسیر ابن اکثیر میں بیان کر دی گئی ہے۔
بعض دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کے دن نماز عصر میں تاخیر بھول کر ہوئی تھی اور اسی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے فعل کو محمول کیا جا سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)
اور بہر حال وہ جنہوں نے کہا کہ حتیٰ تورات بالحجاب میں ضمیر کا مرجع گھوڑے ہیں ان کے نزدیک نماز کا وقت فوت نہیں ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کے اس قول رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ سے مراد گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں سے پسینہ صاف کرنا ہے۔ ابن جریر علیہ الرحمہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے اور والبی علیہ الرحمہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پسینہ کے صاف کرنے کے متعلق روایت کیا ہے۔
ابن جریر علیہ الرحمہ نے اس قول کی توجیح بیان کی ہے کہ کوئی نبی بغیر کسی سبب اور جرم کے حیوان کی گردنیں اور پنڈلیوں کے کاٹ دینے کے عذاب میں انہیں مبتلا نہیں کر سکتے۔ ابن جریر کا یہ قول محل نظر ہے کیونکہ ممکن ہے ان کے دین میں ایسا عمل جائز ہو۔
ہمارے بعض علماء کی رائے یہ بھی ہے کہ جب مسلمانوں کو خوف ہو کہ کفار حیوانات یعنی بکریوں وغیرہ کے ذریعے غلبہ پالیں گے تو ایسی صورت میں ان کے غلبہ کے اندیشہ کی بنا پر جانوروں کا ذبح کرنا اور ہلاک کرنا جائز ہے تا کہ انہیں تقویت نہ مل سکے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے جنگ موتہ کے دن گھوڑوں کی کونچیں کاٹنا اسی پر محمول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بہت عظیم گھوڑا تھا ایک قول ہے کہ جن کی کونچیں کاٹی گئیں ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ ایک قول کے مطابق بیس ہزار تھی۔ ایک قول ہے کہ ان میں بیس گھوڑے پروں والے تھے۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت سیدہ طیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے طاقچہ پر جو پردہ تھا ہوا چلی ایک کونے سے پردہ سرک گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی گڑیاں نظر آنے لگیں جن کے ساتھ آپ کھیلا کرتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان میں ایک گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے کے دو پر تھے۔ دریافت فرمایا اے عائشہ میں ان کے درمیان کیا دیکھ رہا ہوں؟

عرض کی: گھوڑا

فرمایا: اس پر یہ کیا ہے؟

عرض کی: دو پر

فرمایا: گھوڑے کے دو پر؟

عرض کی: کیا آپ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری بات سن کر اس قدر مسکرائے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑیں دیکھ لیں۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی خاطر گھوڑوں کو ترک فرما دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض اس کا نعم البدل عطا فرما دیا تھا اور وہ نعم البدل ہوا تھی جو ایک صبح میں ایک مہینے کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت طے کرا دیتی تھی۔ جیسا کہ امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے سلیمان بن مغیرہ نے حمید بن ہلال سے ابی قتادہ اور ابی دھماء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا یہ دونوں (ابوقتادہ اور ابودھماء) حضرات بیت المقدس کا سفر کثرت سے فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دیہاتی کے پاس آئے تو اس نے ہمیں کہا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے وہ کچھ سکھانے لگے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اور فرمایا کہ تو اگر خشیتِ الٰہیہ سے کسی چیز کو ترک کر دے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر چیز عطا فرما دے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ

اور بے شک ہم نے سلیمان علیہ السلام کو جانچا اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر رجوع لایا ابن جریر ابن ابی حاتم اور دیگر مفسرین علیہ الرحمہ نے اسلاف سے بہت زیادہ آثار یہاں جمع کیے ہیں ان میں سے اکثر یا تمام اسرائیلیات سے لیے گئے ہیں۔ ان میں سے اکثر میں نکارت ہے تفسیر ابن کثیر میں اس پر تنبیہ گذر چکی ہے ہم یہاں پر محض تلاوت اور ان میں مذکور واقعہ پر ہی اکتفاء کریں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت سے چالیس دن تک غائب رہے پھر واپس تشریف لائے تو آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا بڑی مضبوط تعمیر کی گئی۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے از سر نو بیت المقدس کی تعمیر فرمائی پہلے جنہوں نے مسجد کی تعمیر کی سعادت حاصل کی تھی وہ حضرت اسرائیل علیہ السلام تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے

ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی مسجد سب سے پہلے تعمیر کی گئی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد حرام میں نے عرض کی پھر فرمایا مسجد بیت المقدس حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی ان دونوں کی تعمیرات میں کتنا عرصہ تھا؟ فرمایا چالیس سال یہ بات عیاں ہے کہ مسجد حرام کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے درمیان ہزار سال سے بھی زیادہ کا عرصہ ہے۔ چار سال کو رہنے دیجئے۔

بیت المقدس کی تعمیر کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا بادشاہی کا سوال کرنا اور بادشاہی بھی ایسی جو کسی کے شایان شان نہ ہو جیسا کہ امام احمد علیہ الرحمہ نے اور نسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان اور حاکم علیہم الرحمہ نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن فیروز دیلمی سے انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی تعمیر فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین باتوں کی التجا کی دو تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرما دیں اور ہمیں امید ہے کہ تیسری ہمارے لیے ہیں۔

۱- حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کی الٰہ العالمین میرا حکم تیرے حکم کے مطابق ہو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ چیز عطا فرما دی۔

۲- ایسی شاہی نصیب ہو جیسی اس کے بعد کسی کو نہ ملے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی عطا فرما دی۔

۳- التجا کی الٰہ العالمین جو شخص اس مسجد کی طرف فقط نماز کی ادائیگی کی نیت سے آئے تو اسے گناہوں سے یوں پاک وصاف کر دے گویا کہ وہ دنیا میں آج ہی آیا ہے۔ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کرم ہم پر کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی پہلی دعا

حضرت سلیمان علیہ السلام کی پہلی دعا یہ تھی کہ ان کا حکم وفیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے والد گرامی حضرت داؤد علیہ السلام کی تعریف یوں کی ہے۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (الانبیا ۷۸تا۷۹)

اور داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

قاضی شریح اور ان کے علاوہ دیگر اسلاف نے ذکر کیا ہے کہ اس قوم کی انگور کی بیلیں تھیں رات کے وقت کسی دوسری قوم کی بکریاں چھوٹیں اور ان کی ساری بیلیں چر گئی وہ لوگ فیصلے کیلئے حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے انگور کی بیلوں کے مالک کیلئے نقصان کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیا تا کہ اس مالک کا نقصان پورا ہو سکے۔ فیصلہ ہو جانے کے بعد وہ لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اللہ کے نبی نے تمہارے لیے

کیسے فیصلہ کیا؟ انہوں نے عرض کی ایسے ایسے (فیصلے کی روئداد سنائی) حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا بہر حال اگر میں فیصلہ کرتا تو یوں کرتا کہ بکریاں انگوروں کے مالک کو سونپ دیتا وہ بکریوں کے حمل و دودھ سے فائدہ اٹھاتا تا حالیکہ بکریوں کا مالک انگوروں کی دیکھ بھال کرتا اور انگور کی بیلیں اپنی اصلی حالت تک پہنچ جاتیں پھر اس کی بکریاں واپس اس کے سپرد کر دی جاتیں حضرت داؤد علیہ السلام تک یہ فیصلہ پہنچا تو آپ علیہ السلام نے اسی کے مطابق فیصلہ دے دیا۔

اسی کے قریب قریب صحیحین سے بھی ثابت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لیے سفر پر جا رہی تھیں۔ بھیڑیئے نے حملہ کیا اور ایک عورت کے بچے کو جھپٹ کے لے گیا۔ دوسرے بچے کے بارے دونوں عورتیں آپس میں جھگڑ پڑیں بڑی عورت کہنے لگی کہ تیرے بچے کو بھیڑیا لے کے گیا ہے۔ چھوٹی کہتی کہ تیرے بچے کو بھیڑیا لے کے گیا ہے دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی کے دلائل سن کر اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ چھوٹی اپنے دلائل میں اپنے دعویٰ کو منوا نہ سکی۔ دونوں بعد ازاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک چھری لاؤ میں بچے کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک تمہیں دے دیتا ہوں۔ چھوٹی نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ ٹکڑے نہ کریں یہ اسی کا بیٹا ہے آپ اسے دے دیں۔ (کیونکہ وہ اسی کا لخت جگر تھا بچہ کے ٹکڑے ہونے کا سن کر تڑپ اٹھیں کہا اسی دوسری کو دے دیں لیکن ٹکڑے نہ کریں) حضرت سلیمان نے چھوٹی کی ماما کو دیکھ کر اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

ممکن ہے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے فیصلے دونوں ہی انکی شریعت میں مشروع ہوں لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ زیادہ راجح ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدح سرائی کی ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں الہام فرمایا اور اس کے بعد آپ کے والد گرامی حضرت داؤد علیہ السلام کی تعریف فرمائی۔ ارشاد فرمایا

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ (الانبیاء ۷۹، ۸۰)

اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا اور داؤد کیساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری

یعنی ہم نے سلیمان علیہ السلام کیلئے تیز ہوا کو مسخر کر دیا۔

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ (الانبیاء ۸۱، ۸۲)

کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے اور شیطانوں میں سے وہ جو اس کیلئے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے۔

اور سورۃ ص میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ

(ص ۳۶ تا ۴۰)

تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں اور بے شک اس کیلئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے رضائے الٰہیہ کے حصول کی خاطر گھوڑوں کو ترک فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے تیز ترین اور قوی و عظیم چیز ہوا آپ کے تابع فرمان کر دی گویا کہ آپ کیلئے لکڑی سے بنا ہوا ایک تخت تھا اس تخت میں اس قدر وسعت و گنجائش تھی کہ ضروریات کی ہر چیز مثلاً پختہ عمارتیں' محلات' خیمے' سامان زیست' گھوڑے' اونٹ' دیگر وزنی چیزیں جن و انس اور وحوش و طیور اور دیگر حیوانات سب اس پر سما جاتے تھے۔

جب آپ سفر کا یا سیر و تفریح کا یا دشمنان خدا سے جہاد کا ارادہ فرماتے تو تخت پر ان امور مذکورہ کو سوار کر کے ہوا کو حکم دیتے وہ تخت کے نیچے داخل ہو کر اسے اٹھا لیتی اور وہ تخت آسمان و زمین کے درمیان رواں ہو جاتا نرم نرم ہوا کو حکم ہوتا وہ سکون سے لیے چلتی اگر کہیں جلد پہنچنا ہوتا تو تیز ہوا کو حکم دیتے جہاں جانا ہوتا بڑی سرعت سے ہوا مقام متعینہ پر پہنچا دیتی۔ دن کے اول حصہ میں آپ بیت المقدس سے روانہ ہوتے ایک مہینہ کی مسافت پر موجود اصطخر شہر پہنچ جاتے شام تک وہی قیام فرماتے شام کو پھر واپس بیت المقدس لوٹ آتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ .... وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (سبا ۱۲، ۱۳)

اور سلیمان (علیہ السلام) کے بس میں ہوا کر دی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور ہم نے اس کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ اس کیلئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں اے داؤد والو! شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح دمشق سے روانہ ہوتے اصطخر پہنچ کر کھانا تناول فرماتے وہاں سے ہوا پھر آپ کو کابل لے جاتی رات وہی گزارتے۔

دمشق اور اصطخر کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت تھی اور اصطخر اور کابل کے درمیان بھی ایک مہینہ کی مسافت تھی۔

ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میرا خیال ہے ماہرین عمرانیات اور ماہرین بلدان نے ذکر کیا ہے کہ اصطخر کو جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے تعمیر کیا تھا وہاں قدیم ترک مملکت آباد تھی اور اس طرح دیگر کئی شہر آپ کیلئے آباد کیے گئے جیسا کہ تدمر' بیت المقدس' باب جبرون' باب البرید ایک قول کے مطابق یہ دونوں شہر دمشق میں تھے۔

عین القطر (تانبے کا چشمہ)

حضرت ابن عباس، مجاہد، عکرمہ اور قتادہ رضی اللہ عنہم اور کئی ایک مفسیرن فرماتے ہیں کہ قطر سے مراد تانبا ہے۔ قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ چشمہ یمن میں تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے بہادیا تھا۔ سدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں فقط تین دن اس چشمہ سے پھگلا ہوا تانبالیا جس سے تعمیرات وغیرہ ہر ضروریات پوری ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ .

اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور ان میں جو ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے جنات کو مسخر کردیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جو چاہتے جنات آپکے لیے وہ کام سرانجام دیتے نہ تو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت سے راہ فرار اختیار کرسکتے تھے اور نہ ہی ان کیلئے چھٹکارے کی کوئی اور راہ تھی جو آپ کی اطاعت سے منحرف ہونے کی کوشش کرتا حضرت سلیمان علیہ السلام اسے عبرت کا نشان بنادیتے۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَايَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ

جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے بڑی خوبصورت رہائشیں اور صدارتی مجالس گاہیں تعمیر کرتے۔

وَتَمَاثِيْلَ دیواروں میں نقش نگاری کرتے تصاویر کندہ کرتے یہ عمل ان کی شریعت ودین میں جائز تھا۔ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ بڑے حوضوں کے برابر لگن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جفنہ زمین میں کھودے گئے گھڑے کی مثل ہے اور آپ ہی سے منقول ہے کہ اس سے مراد حوض ہے۔

یہی رائے مجاہد حسن قتادہ ضحاک علیہم الرحمہ وغیرہ کی ہے۔ اسی روایت پر ہے کہ جواب جابیہ کی جمع ہے اور یہ وہ حوض ہے جس میں پانی جمع کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اعشیٰ نے کہا

تَروحُ عَلى آلِ الْمحلّق جفنة   كجابية الشيخ العراقي يَفْهَقُ

وہ آل محلق کے حوض پر آتی ہے یوں جیسے شیخ عراقی کا حوض بھرا ہوا ہے۔

قُدُوْرٍ رّٰاسِيٰتٍ (اور لنگر دار دیگیں)

عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی سے دیگ رکھنے کے پائے ہیں یعنی یہ ایسی لنگر دار دیگیں تھیں جو اپنی جگہ سے ہٹائی نہ جاتی تھیں یہی رائے مجاہد اور دیگر مفسرین کی ہے۔

یہ جن وانس میں سے مخلوق خدا کو کھانا کھلانے کے میلان اور مخلوق پر احسان کی بنا پر تھا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَّقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ

اے داؤد والو! شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے

اللہ تعالیٰ نے سورہ ص میں ارشاد فرمایا۔

وَالشَّیٰطِیْنَ کُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ وَّآخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ

اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے کچھ جنات کو تو تعمیرات کیلئے مسخر تھے اور کچھ ان میں سے وہ تھے جنہیں پانی میں غوطہ زنی کا حکم ملتا تاکہ وہاں سے وہ ہیرے جواہرات نکال کر لائیں جو زمین پر موجود نہ ہوں۔

وَّآخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ

یعنی تو وہ دو دو کر کے بیڑوں میں جکڑ دیئے جاتے بہر حال یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا اور جن چیزوں کو مسخر کیا تھا آپ کے بعد کسی بادشاہ کو ان عنایات سے نوازا نہیں گیا اور نہ ہی آپ سے قبل کسی بادشاہ کیلئے اس قدر تسخیر کائنات ہوئی۔

ابلیس سرکار علیہ السلام کی گرفت میں

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محمد بن بشار نے ہمیں حدیث بیان کی.......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک خبیث جن گزشتہ رات نماز کی حالت میں مجھ پر حملہ آور ہوا تاکہ میری نماز میں خلل پیدا کر دے اللہ تعالیٰ نے مجھے قدرت و طاقت عطا فرمائی۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ تم سب اس کی طرف دیکھو پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ

اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو میں نے ذلیل ورسوا اسے لوٹا دیا۔

ایسے امام مسلم، نسائی نے بھی حدیث کو روایت کیا ہے امام مسلم علیہ الرحمہ کی صحیح میں ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ادائیگی کے لیے کھڑے ہوئے ہم نے سنا کہ آپ فرمار ہے تھے میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں میں تجھ پر تین مرتبہ اللہ کی لعنت بھیجتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ پھیلائے گویا کوئی چیز پکڑ رہے ہیں جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نماز کے دوران آپ کی زبان اقدس سے وہ کلمات سنے جو اس سے قبل ہم نے آپ سے کبھی نہیں سنے اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھوں کو پھیلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لے کر آیا تاکہ میرے چہرے پر ڈال دے میں نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں پھر میں نے کہا میں تجھ پر اللہ کی مکمل لعنت بھیجتا ہوں تین مرتبہ یہ کلمات کہنے کے باوجود وہ دور نہ ہوا پھر میں نے اسے پکڑنا چاہا قسم بخدا اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو ابلیس جکڑی ہوئی حالت میں صبح کرتا کہ اس کے ساتھ مدینہ والوں کے بچے کھیل رہے ہوتے۔

نسائی علیہ الرحمہ نے بھی محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ابوعبید حاجب سلیمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطا بن یزید اللیثی کو میں نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں ان کے سامنے سے گزرنے لگا تو انہوں نے مجھے دور کر دیا پھر فرماتے ہیں کہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور نماز صبح پڑھائی اور وہ ان کے پیچھے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قراۃ شروع کی پھر آپ کو قراۃ میں مشابہہ لگا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش تم مجھے اور ابلیس کو دیکھتے میں نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑنے کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا اور لگاتار میں اس کی گردن گھوٹتا رہا یہاں تک کہ اس کے لعاب کی نمی میں نے اپنے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان محسوس کی اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام میرے بھائی کی دعا نہ ہوتی تو ابلیس صبح مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ جکڑی ہوئی حالت میں ہوتا مدینہ طیبہ کے بچے اس کے ساتھ کھیل رہے ہوتے تو تم میں سے جسے طاقت ہو کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان کوئی حائل نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ایسا کرے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویاں

اکثر سلف صالحین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں جن میں سے سات سو تو حق مہر والی اور تین سو باندیاں تھیں ایک دوسرے قول کے مطابق تین سو آزاد اور سات سو باندیاں تھیں اتنی کثیر بیویوں سے تمتع حاصل کرنا ایک بہت بڑا معاملہ ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں ستر عورتوں کے ساتھ خلوت نشینی کروں گا ہر بیوی ایک شہسوار کی ماں بننے کیلئے حاملہ ہوگی جو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ کا مجاہد بنے گا حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھی نے کہا انشاء اللہ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے انشااللہ کا کلمہ استعمال نہیں فرمایا لہٰذا ایک بیوی کے سوا کوئی بھی حاملہ نہ ہوئی لیکن اس بچے کا بھی ایک پہلو گرا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر حضرت سلیمان علیہ السلام انشااللہ کہہ دیتے تو آپ کے سب پیدا ہونے والے بیٹے مجاہد ہوتے۔

شعیب اور ابن ابی زناد علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ نوے بیویاں تھیں اور وہی زیادہ صحیح ہے امام بخاری علیہ الرحمہ اس طریق سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

ابویعلیٰ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں زہیر یزید نے حدیث بیان کی ہشام بن حسان نے ہم کو خبر دی وہ محمد سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں سو عورتوں کے پاس چکر لگاؤں کا ہر عورت ایک لڑکا جنے گی جو تلوار سے راہ خدا میں جہاد کرے گا اور انہوں نے انشااللہ نہ کہا اس شب حضرت سلیمان علیہ السلام سو بیویوں کے پاس گئے سو میں سے ایک کے سوا کوئی بیوی بھی حاملہ نہ ہوئی جو حاملہ ہوئی اس نے

بھی نصف بچے کو جنم دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اگر سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہہ دیتے تو ہر بیوی ایک لڑکے کو جنم دیتی جو تلوار سے راہ خدا میں جہاد کرتا۔

اس حدیث کی سند صحیح کی شرط کے مطابق ہے لیکن اس طریقے سے انہوں نے تخریج نہیں کی۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہشام ابن سیرین سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا کہ آج میں سو بیویوں سے شب بسری کروں گا ہر بیوی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا لیکن انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا کسی بیوی کے ہاں بھی بچہ پیدا نہ ہوا سوا ایک بیوی کے اور وہ بھی نصف انسان تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہہ لیتے تو سو لڑکے پیدا ہوتے اور سارے ہی اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق نے ہمیں حدیث بیان کی معمر نے ابن طاؤس سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا کہ میں رات کو سو بیویوں سے شب بسری کروں گا ہر بیوی سے ایک ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہنا بھول گئے آپ نے اپنی بیویوں سے شب بسری فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان بیویوں میں سے ایک بیوی کے سوا کسی نے بھی کوئی بچہ نہ جنا جس نے بچہ جنا وہ بھی نصف تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آپ علیہ السلام انشاء اللہ کہہ لیتے تو حانث بھی نہ ہوتے اور اپنی حاجت بھی پا لیتے۔

صحیحین میں بھی عبدالرزاق کی حدیث سے ائمہ نے تخریج کی ہے۔

اسحاق بن بشر فرماتے ہیں کہ ہمیں مقاتل نے خبر دی وہ ابوزناد سے وہ اپنے والد سے وہ عبدالرحمٰن سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی چار سو بیویاں اور چھ سو باندیاں تھیں ایک دن آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ آج رات میں ہزار بیویوں کے پاس جاؤں گا ہر بیوی ایک شہسوار مجاہد کی ماں بنے گی اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ لیکن انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام ہزار بیویوں کے پاس گئے ان میں سے کوئی بھی حاملہ نہ ہوئی سوائے ایک بیوی کے تو اس نے بھی نصف بچہ کو جنم دیا (ایک حصہ جسم کا نہ تھا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہہ دیتے تو ضرور آپ کے کہنے کے مطابق مجاہدین پیدا ہوتے اور ضرور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے۔

اسحاق بن بشر کی وجہ سے یہ اسناد ضعیف ہے بے شک وہ منکر الحدیث ہے صحیح روایات کی مخالفت کی وجہ سے تو بالضرور یہ منکر ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے شاہی امور وسیع وعریض سلطنت اور قسمہا قسم کے لشکروں کی کثرت سے نوازا تھا کہ نہ تو آپ سے پہلے کسی بادشاہ کو ایسی عنایات سے نوازا گیا اور نہ ہی آپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ (النمل ۱۶)

اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّاب (ص ۳۵)

عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو بڑا دین والا ہے۔

اللہ جل شانہ اپنی کامل نعمتوں سے بہرہ ور فرما چکا تو پھر ذکر کیا کہ

هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (ص ۳۹)

یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔

یعنی اے سلیمان جسے تو چاہے اسے دے دے اور جسے چاہے محروم کر دے ان نعمتوں میں جیسے بھی تصرف کرے گا اس پر تجھ سے کچھ حساب و کتاب نہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ نعمتیں سونپ کر آپ کو مالک بنا دیا تھا۔ کہ جب بھی انہیں اپنے تصرف میں لائیں گے تو آپ سے کوئی حساب نہ ہوگا۔ یہ ایک بادشاہ نبی کی شان ہے نہ کہ عبد رسول کی پس عبدیت کے مقام پر فائز نبی کی شان یہ ہے کہ کسی کو کچھ عطا فرماتے ہیں یا کسی سے کچھ روکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی ایسا کرتے ہیں۔

ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں شانوں سے نوازا تھا لیکن آپ نے عبد اور رسول بننے کو پسند فرمایا بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو حضرت جبرائیل رضی اللہ عنہ نے ... قبول کرنے کا مشورہ دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول عبد بننے کو پسند فرمایا صلوات اللہ وسلامہ' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد خلافت و سلطنت اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں قیامت تک کیلئے جاری فرمادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک گروہ قیامت تک ہمیشہ غالب رہے گا اللہ ہی کیلئے احسانات و تعریفات ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیاوی بھلائیاں عطا فرمائیں تو ساتھ ہی اخروی جزا و ثواب اور اجر جمیل جو تیار کیا گیا تھا اس پر بھی آگاہ فرمادیا۔ میدانِ حشر میں اعزاز و اکرام اور قرب کو بیان فرمادیا۔

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَآبٍ

اور بے شک اس (سلیمان علیہ السلام) کیلئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات وحیات اور مدت سلطنت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ (سبا۱۴)

پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی پھر جب سلیمان علیہ السلام زمین پر آیا جنوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

ابن جریرؒ ابن ابی حاتم علیہم الرحمہ اور دیگر مفسرین نے ابراہیم بن طہمان کی حدیث سے انہوں نے عطا بن سائب سے انہوں نے سعید بن جبیر اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور آپ نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپ نے اپنے سامنے ایک درخت اگتا ہوا دیکھا اس سے پوچھا اے درخت تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا فلاں پوچھا تو کس لیے ہے؟ اگر اگنے کیلئے ہے تو اگا رہ اور اگر دوا کیلئے ہے تو بڑھتا رہ۔

اسی دوران نماز کی حالت میں ایک دن آپ نے اپنے سامنے ایک اور درخت دیکھا اسے کہا کہ تیرا نام کیا ہے؟ کہا خروب پوچھا تو کس مقصد کیلئے ہے کہا اس گھر کو خراب کرنے کیلئے۔

حضرت سلمان علیہ السلام نے عرض کی الہ العالمین میری موت کو جنات پر مخفی فرما دے تا کہ انسانوں کو علم حاصل ہو جائے کہ جنات غیب نہیں جانتے آپ علیہ السلام نے لکڑی چھیل کر عصا بنایا اور اس پر ٹیک لگا لی ایک سال تک آپ ٹیک لگا کر کھڑے رہے اور جنات اپنے کام میں مشغول رہے۔ زمین نے عصا کو کھا لیا انسانوں پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ اگر جنات غیب جانتے ہوتے تو سال بھر خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

راوی کہتے ہیں کہ ابن عباس نے ایسے ہی قرأت کی ہے جنات نے اس زمینی کیڑے کا شکریہ ادا کیا وہ پانی کے ساتھ ان کے پاس آتا۔

سدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ابو مالک اور ابو صالح سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ مرہ سے وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس میں سال، دو سال، مہینہ، دو مہینے کبھی اس

سے کم کبھی زیادہ عرصہ تنہائی میں گذارتے اور سامان خورد ونوش ساتھ لے جاتے جس سال آپ کا وصال ہوا آپ اس میں داخل ہوئے وصال کی ابتدائیوں ہوئی کہ ہر دن بیت المقدس میں ایک درخت اگ آتا آپ علیہ السلام اس درخت کے پاس آتے اس سے پوچھتے کہ تیرا نام کیا ہے؟ درخت کہتا کہ میرا نام فلاں فلاں ہے۔ فرماتے اگر تو محض پودا ہے تو اگا رہ اور اگر دوا کیلئے اگایا گیا ہے (تو بڑھتا رہ) کہتا کہ فلاں فلاں دوا کیلئے اگایا گیا ہوں تو اسے اس کے مطابق استعمال کرتے حتیٰ کہ ایک مرتبہ ایک درخت اگا جسے خروبہ کہا جاتا تھا آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا میں خروبہ ہوں آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کس لیے اگا ہے اس نے کہا کہ میں اس مسجد (بیت المقدس) کی خرابی کیلئے حضرت سلمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا ناممکن ہے کہ میرے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس مسجد کو ویران کردے اور تیرے چہرے پر میری ہلاکت اور بیت المقدس کی ویرانی ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پودے کو اکھیڑا اور اسے چار دیواری میں اگا دیا۔ پھر محراب میں داخل ہو کر اپنے عصا پر ٹیک لگائے ادائیگی نماز کیلئے کھڑے ہوگئے اسی حالت میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور شیاطین کو علم تک نہ ہوا جن و شیاطین اپنے کام میں مگن رہے اس ڈر سے کہ کہیں آپ علیہ السلام باہر تشریف لا کر سزا نہ دیں۔ شیاطین آپ کے محراب کے اردگرد جمع ہو جاتے محراب میں آگے پیچھے روشن دان تھے۔ ایک شیطان نے جو وہاں سے نکلنا چاہتا تھا کہا کہ اگر میں اس محراب میں داخل ہو کر نہ نکلا تو مجھے بہادر نہ سمجھنا لہٰذا وہ ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری جانب سے نکل گیا۔

وہاں سے داخل ہوا اور گزر گیا حالانکہ شیطان محراب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب دیکھتے تو بھسم ہو جاتے تھے۔ اس نے داخل ہو کر دیکھا تو اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کوئی آواز سنائی نہ دی پھر لوٹا تو کوئی آواز پھر نہ سنی بار بار داخل ہوا لیکن نہ اسے آواز سنائی دیتی اور نہ ہی وہ جل کے راکھ ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اس نے دیکھا تو وہ مردہ حالت میں گرے پڑے تھے۔ شیطان باہر نکلا تو اس نے لوگوں کو خبر دی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو وصال فرما چکے ہیں۔ انہوں نے دروازہ کھولا باہر نکالا دیکھا تو زمینی کیڑا (دیمک) آپ کے عصا کو کھا چکا تھا اب یہ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ آپ کا وصال کب ہوا ہے۔ اس بات کا اندازہ لگانے کیلئے لوگوں نے دیمک کے کیڑے کو دوسرے عصا پر رکھا تو وہ رات دن تک کھاتا رہا پھر اس سے حساب لگایا گیا تو پتا چلا کہ آپ کی روح کو قفس عنصری سے پرواز کیے ہوئے پورا ایک سال گزر چکا ہے یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأۃ ہے۔ شیاطین و جنات آپ کے وصال مبارک کے ایک سال بعد تک مشقت بھرے کام میں مشغول رہے۔ تب لوگوں کو یقین آ گیا کہ جنات جھوٹ بولتے ہیں اگر انہیں علم غیب سے آگاہی ہوتی تو یقیناً حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا انہیں علم ہو جاتا اور سال بھر خواری میں مبتلا ان کیلئے کام میں مشغول نہ رہتے اللہ جل شانہ کا یہی قول

مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ (سبا ۱۴)

جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی پھر جب سلیمان علیہ السلام زمین پر آیا جنوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے لوگوں پر جنات کا معاملہ تب ظاہر ہو گیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

لکڑی کے اندر مٹی کی وجہ

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے عصا کو دیمک نے کھالیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نیچے گر گئے جنات پر آپ کے وصال کی حقیقت کھل گئی خواری کے عذاب سے رہائی بھی مل گئی تو شیاطین زمینی دیمک سے کہنے لگے اگر تو کھانا چاہے تو ہم بہترین کھانا تجھے مہیا کریں گے اور اگر کچھ پینا چاہے تو بہترین مشروب تیری نظر کریں گے لیکن تجھے پانی اور مٹی تیرے لئے تیرے پاس منتقل کرتے رہیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ زمینی دیمک جہاں بھی ہوتا ہے یہ مذکورہ اشیاء اسے وہی مہیا کر دیتے ہیں کیا تم دیکھتے نہیں اس مٹی کو جو لکڑی کے اندر ہوتی ہے وہ شیطان ہی بطور شکریہ زمینی دیمک کو مہیا کرتے ہیں۔ یہ بات اسرائیلیات سے ماخوذ ہے جسکی نہ تصدیق کی جاسکتی ہے اور نہ ہی تکذیب۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کی تیاری

ابوداؤد علیہ الرحمہ ''کتاب القدر'' میں فرماتے ہیں حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ملک الموت سے کہا کہ جب تو میری روح قبض کرنا چاہے تو مجھے اس سے آگاہ کر دینا۔ ملک الموت نے کہا میں اس بارے میں نہیں جانتا کیونکہ مجھے اس وقت تحریر دی جاتی ہے جب اس نے مرنا ہو۔

اصبغ بن فرج اور عبداللہ بن وہب رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ جب تجھے میری روح قبض کرنے کا حکم ملے تو مجھے آگاہ کر دینا ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے کہا اے سلیمان علیہ السلام مجھے آپ کی روح قبض کرنے کا حکم مل چکا ہے۔ آپ کیلئے مختصر سی گھڑی باقی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیطانوں کو بلایا انہوں نے آپ کیلئے شیشے کی ایک عمارت تعمیر کر دی جس کا کوئی دروازہ نہ تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس شیشے کی عمارت میں اپنے عصا پر ٹیک لگائے عبادت میں مشغول ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ ملک الموت اس شیشے کی عمارت میں داخل ہوئے اور اسی حالت میں کہ عصا کی ٹیک لگائے ہوئے تھے فرشتہ نے آپ کی روح قبض کر لی۔

آپ علیہ السلام نے یہ شیشے کی بند عمارت ملک الموت سے بچنے کیلئے تعمیر نہیں کی تھی جنات مشقت بھرے کام میں مشغول رہے اور آپ کی طرف دیکھتے رہے وہ سمجھتے تھے کہ آپ زندہ ہیں حالانکہ آپ کی روح تو نکل چکی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمینی دیمک کو ان کے عصا کی طرف بھیجا تا کہ وہ اسے کھائے جب زمینی دیمک نے عصا کے اندرونی حصہ کو کھا کر کھوکھلا کر دیا تو وہ عصا کمزور ہو جانے کی وجہ سے آپ کا بوجھ برداشت نہ کر سکا تو آپ گر پڑے جنات نے دیکھا تو منتشر ہو گئے اور چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرمایا: **مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ** (سبا ۱۴)

اصبغ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے علاوہ یہ بات بھی پہنچی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک سال تک اسی حالت

میں ٹھہرے رہے زمینی دیمک ان کے عصا کو کھوکھلا کرتی رہی یہاں تک آپ زمین پر گر گئے۔ اسلاف کی ایک جماعت سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔

حیات طیبہ اور مدت شاہی

اسحاق بن بشر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق اور امام زہری علیہما الرحمہ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسو پچاس سال زندگی گزاری اور آپ کا دور سلطنت چالیس سالوں پر محیط ہے۔

اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابوروق نے ہمیں خبر دی وہ عکرمہ سے اور عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدت سلطنت بیس برس تھی۔ (واللہ اعلم)

ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کل عمر پچاس سال سے کچھ زائد ہے۔

آپ کی بادشاہی کے چوتھے سال میں آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز کیا۔

پھر آپ علیہ السلام کے بعد آپ کے بیٹے رجعام نے سترہ سال تک امور سلطنت سرانجام دیئے ان کے بعد بنی اسرائیل کی مملکت کا شیرازہ بکھر گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام
کے بعد اور
حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام
سے پہلے انبیا کرام کی ایک جماعت کا تذکرہ

تذکرہ حضرت شعیا بن امصیا علیہ السلام

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت شعیا علیہ السلام حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئے اور آپ ان انبیاء کرام میں سے ہیں جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فخر انبیاء سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی۔

آپ علیہ السلام کے دور نبوت میں بیت المقدس کے شہروں پر حکومت کرنے والے بادشاہ کا نام ''حزقیا'' تھا شاہ وقت آپ کا مطیع وفرمانبردار تھا۔ آپ علیہ السلام فرائض نبوت اوامر ونواہی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ بنی اسرائیل میں بڑی بدعات نے جنم لے لیا تھا اسی دوران بادشاہ کو ایک مرض لاحق ہو گیا اور اس کے پاؤں پر ایک موذی پھوڑا نکل آیا اس زمانے میں بابل کے بادشاہ سخاریب نے بیت المقدس پر حملہ کرنے کا قصد کرلیا۔ ابن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سخاریب کی فوج چھ لاکھ جھنڈوں تلے جمع تھی۔ اس قدر فوج کی کثرت دیکھ کر لوگوں میں خوف وہراس پھیل گیا اور شدت غم میں مبتلا ہو گئے۔

حزقیا بادشاہ نے حضرت شعیا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے سخاریب اور اس کے لشکر کے بارے کوئی وحی نازل نہیں فرمائی؟ حضرت شعیا علیہ السلام نے جواب دیا ان کے بارے مجھ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی' بادشاہ حزقیا کے بارے کہ اسے تاکیدی حکم دے دو کہ اس کا وقت وصال قریب آ چکا ہے جسے چاہے اپنے ملک پر اپنا جانشین مقرر کر دے۔ جب آپ علیہ السلام نے بادشاہ کو یہ خبر پہنچائی تو بادشاہ قبلہ رو کھڑا ہو کر نماز و دعا' آہ و بکا اور تسبیح وتہلیل میں مشغول ہو گیا۔ خوب آہ وزاری کی اللہ تعالیٰ کے حضور اظہار عجز وانکسار کیا اور خشیت الٰہیہ اور صبر وتوکل کے ساتھ عظمتوں کے بیان کے اظہار میں کوئی کسر نہ چھوڑی اللہ تعالیٰ کے حضور یو دعا گو ہوا کہ

اے پالنے والوں کے پالنہار' اے معبودوں کے معبود' اے رحمٰن ورحیم' اے وہ ذات جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند' میرے علم وفعل اور میرے بہترین فیصلوں کو بنی اسرائیل پر یاد رکھنا یہ سب کچھ تیری جانب سے ہی تھا تو میرے ظاہر وباطن کی حقیقتوں کو خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے رحمت کی نچھاور کر دی اور حضرت شعیا علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ حزقیا کو خوشخبری دے دو کہ تمہاری آہ وبکا پر رحم فرماتے ہوئے تمہاری موت میں پندرہ سال کی تاخیر کر دی گئی ہے اور تمہارے دشمن سخاریب سے نجات کی راہیں ہموار کر دی گئی ہیں۔ جب حضرت شعیا علیہ السلام نے بادشاہ کو رحمت الٰہی سے آگاہ کیا تو اس کا درد بھی جاتا رہا اور شر وغم بھی دم دبا کر بھاگ گیا۔ بادشاہ سر بسجود ہو گیا اور سجدے میں جبین رکھ کر عرض کرنے لگا۔

یا اللہ تو ہی جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا فرما دیتا ہے جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت سے

سرفراز فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت سے دوچار کر دیتا ہے تو ہی عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ تو ہی اول و آخر ظاہر و باطن کا مالک ہے۔ سب کچھ تو ہے تو ہی رحم فرماتا ہے اور آہ وزاری کرنے والوں کی آہوں کو قبولیت سے بہرہ ور کرتا ہے۔

جب حزقیا نے اپنا سر سجدہ سے اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ بادشاہ کو حکم دو کہ وہ انجیر کا پانی لے کر اپنے پھوڑے پر لگائے تو اسے شفا بھی ہو جائے گی اور زخم بھی درست ہو جائے گا۔ اس نے ایسے ہی کیا اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمادی۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے سخاریب کے لشکر پر موت بھیج دی صبح ہوئی تو سخاریب اور اس کے پانچ ساتھیوں کے علاوہ تمام لشکر موت کی وادی میں دھکیلا جا چکا تھا ان بچ جانے والے پانچ سخاریب کے ساتھیوں میں سے ایک بخت نصر بھی تھا۔

سخاریب حزقیا کی گرفت میں

بنی اسرائیل کے بادشاہ نے اپنے سپاہی بھیجے جنہوں نے سخاریب اور اس کے ساتھ بچ جانے والے اس کے ساتھیوں کو ہتھکڑیاں پہنادیں اور حزقیا بادشاہ کے سامنے لاکر پیش کر دیا۔ بادشاہ کے حکم سے ان بیت المقدس کے دشمنوں کو ذلت آمیز عذاب میں مبتلا کر کے ستر دن تک شہروں کا چکر لگایا جاتا رہا ان میں سے ہر ایک کو کھانے کیلئے روزانہ جو کی دو روٹیاں دی جاتیں پھر انہیں پابند سلاسل کر دیا جاتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ بادشاہ حزقیا سے کہو انہیں واپس ان کے ملک میں بھیج دو تا کہ اپنی کارروائی اور اپنے ساتھ پیش آنے والے عبرت ناک انجام کی داستان لوگوں کو سنا کر انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلائیں۔

سخاریب واپس اپنی قوم میں

جب یہ لوگ واپس بابل پہنچے تو سخاریب نے اپنی قوم کو جمع کیا اور اپنے ساتھ پیش آنیوالی روئیداد ان کے سامنے بیان کی کاہنوں جادوگروں نے کہا اے بادشاہ! ہم تو پہلے ہی تجھے ان کے رب کی شان کبریائی اور اس قوم کے انبیاء کرام کے بارے بتا چکے ہیں لیکن اس وقت تو نے ہماری بات نہ مانی یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے رب کے فضل سے ان پر کوئی بھی طاقت نہیں رکھتا۔

پھر سخاریب سات سال بعد دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔

حزقیا کے وصال کے بعد بنی اسرائیل کی حالت زار

ابن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل کے بادشاہ حزقیا کا وصال ہوا تو معاملات بگڑ گئے۔ نئی نئی باتوں نے جنم لے لیا۔ شر و فسادات نے کثرت اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا علیہ السلام کو وحی نازل کی آپ علیہ السلام نے قوم کو وعظ و نصیحت کی انہیں خوف الٰہی دلانے کی کوشش کی اور خبردار کیا لیکن اگر انہوں نے دعوت حق کی مخالفت و تکذیب جاری رکھی تو عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

حضرت شعیا علیہ السلام کا وصال

جب حضرت شعیا علیہ السلام وعظ و نصیحت سے فارغ ہو گئے تو لوگ آپ کے پیچھے مڑ گئے آپ کو ڈھونڈنے لگے تا کہ قتل کر

دیں۔ آپ علیہ السلام بھاگے اور ایک درخت کے قریب سے گزرے تو وہ آپ کیلئے چر گیا آپ اس میں داخل ہو گئے۔ شیطان نے بھی آپ کا تعاقب کیا اور آپ کے کپڑے کے کنارے کو پکڑ لیا لوگوں کو اس طرح آپ کا پتہ چل گیا جب لوگوں نے آپ کو درخت میں داخل ہوتے دیکھا تو آرا لے کر آئے اسے درخت پر رکھا اور درخت کو چیرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی حضرت شعیا علیہ السلام کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت ارمیا بن حلقیا علیہ السلام

حضرت ارمیا بن حلقیا علیہ السلام لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ کہا جاتا ہے ارمیا سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہی ہیں۔ ضحاک علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے یہ غریب اور درست نہ ہے۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ارمیا علیہ السلام حضرت زکریا بن یحییٰ علیہما الرحمہ کے خون پر جا کر کھڑے ہو گئے جو کہ دمشق میں ایک جگہ سے ظاہر ہو رہا تھا۔ آپ علیہ السلام نے خون سے کہا اے خون لوگ آزمائش میں مبتلا ہو گئے ہیں اب تو سکون اختیار کر لے خون نے سکون اختیار کر لیا تہ نشین ہو گیا یہاں تک کہ غائب ہو گیا۔

ابوبکر بن ابی الدنیا فرماتے ہیں کہ مجھے علی بن مریم نے انہوں نے احمد بن حباب انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں حضرت ارمیا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا رب العالمین تجھے کونسے بندے محبوب ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کثرت سے میرا ذکر کرتے ہیں مخلوق کے ذکر مصروفیات میرے ذکر سے غافل نہیں کرتیں۔ جنہیں فنا ہونے کے وسوسے پیش نہیں آتے اور نہ ہی اپنے جی میں بقا ہونے کی خواہش لیے ہوئے ہیں جب انہیں کبھی دنیا کی عیش ولذت پیش آتی ہے تو ان سے بے رغبت رہتے ہیں جب ان سے دنیاوی لذتیں جدا ہوتی ہیں تو اظہار سرت وانبساط کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں میری محبت ملی میں انہیں انکی تمناؤں سے بڑھ کر عطا کروں گا۔

بیت المقدس کی ویرانی کا تذکرہ

وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ .... وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا (بنی اسرائیل ۲ تا ۸)

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی اور اسے بنی اسرائیل کیلئے ہدایت کیا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہراؤ اے ان کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم زمین میں دوبارہ فساد مچاؤ گے اور ضرور بڑا غرور کرو گے۔ پھر جب ان میں پہلی بار کا وعدہ آیا ہم نے تم پر اپنے بندے بھیجے سخت لڑائی والے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کو گھسے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا پھر ہم نے ان پر الٹ کر تمہارا حملہ کر دیا اور تم کو مالوں اور بیٹوں سے مدد دی اور تمہارا جتھا بڑھا دیا اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور اگر برا کرو گے تو اپنا پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا تو دشمن تمہارا منہ بگاڑ دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر قابو پائیں تباہ کر کے برباد کر دیں قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر عذاب کرینگے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔

حضرت ارمیا علیہ السلام کو ہدایاتِ ربانی

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل میں شر وفساد اور نافرمانی وعصیاں کی وباء پھیل گئی تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے حضرت ارمیا علیہ السلام َ وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں خبردار کر دو کہ یہ

وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔

مجھے ان کے آباؤ اجداد کی نیکیوں نے ان کے بیٹوں پر رحم کرنے پر متوجہ کیا مجھے ان کی اصلاحات یاد آ گئی۔اے ارمیا! ان سے پوچھو کہ میری اطاعت کا انجام انہوں نے کیسا پایا؟ کیا میری نافرمانی کرنیوالا کوئی سعادت مند ہوا اور کیا میری اطاعت کرنیوالا کبھی شقی و بدبخت ہوا۔ چوپائے اپنے وطن کو یاد کر کے اس کی طرف رواں ہو جاتے ہیں اور بے شک اس قوم نے ان راہوں اور ان امور کو خیر باد کہہ دیا ہے جنہیں اپنا کے ان کے اسلاف نے نیک نامی کا تاج اپنی یادوں کی جبینوں پر سجایا تھا اور رہی یہ قوم تو یہ عزتیں اور راہوں سے ڈھونڈتے ہیں۔ان کے راہبوں کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے میرے حق ہونیکا انکار کر دیا ہے۔ ان کے قاریوں کا عالم یہ ہے کہ انہوں نے میرے سوا کسی اور کی پوجا شروع کر دی ہے اور زاہدوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے علم سے کوئی نفع حاصل نہیں کر پا رہے۔انکے بادشاہ میرے اور میرے رسول کی تکذیب پر کمربستہ ہو چکے ہیں۔ان کے دلوں میں مکاری کے خزانے اور زبانوں پر جھوٹ کی داستانیں ہیں۔

مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم میں ضرور ضرور ان پر ایسا لشکر مسلط کروں گا جو نہ تو ان کی زبانوں کو سمجھ پائیں گے اور نہ ہی ان کے چہروں کو پہچان سکیں گے اور نہ وہ لشکر ان لوگوں کی آہ و بکا پر ترس کھائیں گے۔ میں ان میں ضرور ایسے ظالم و جابر اور سنگدل بادشاہوں کو بھیجوں گا جن کے لشکر بادل کے ٹکڑوں اور پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستوں میں چلنے والے جم غفیر کی طرح ہوں گے گویا ان کے جھنڈوں کی پھڑ پھڑاہٹ شاہینوں جیسی ہوگی۔ان کے گھڑ سواروں کے حملے عقابوں کے حملوں جیسے ہوں گے۔وہ بار بار آبادیوں کو ویران اور دیہاتوں کو وحشت زدہ کر دیں گے۔

ہائے افسوس ایلیا اور اس کے باشندوں کو میں قتل کیلئے کیسے کیسے رسوا کروں گا۔ان پر دشمنوں کو مسلط کروں گا۔خوشیوں کی پکار کے بعد آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوں گی۔گھوڑوں کے ہنہنانے کے بعد بھیڑیوں کی آوازیں آئیں گی۔عالیشان محلات درندوں کی آماجگاہیں بن جائیں گی۔ چراغوں کی روشنیوں کے بعد وہاں دھوؤں کے آلاؤ نظر آئیں گے۔عزتیں ذلتوں میں اور نعمتیں غلامی میں بدل جائیں گی۔ان کی خواتین کو خوشبو کے بعد مٹی میں بدل دوں گا۔ برابر بچھے ہوئے قالینوں پر چلنے والی عورتیں اونٹوں کی چال چلیں گیں۔ان کے جسموں کو میں زمین کی کھاد بنا ڈالوں گا۔ان کی ہڈیوں کو سورج کی تپش کے سپرد کر دوں گا میں انہیں قسمہا قسم کے عذاب کی ذلتوں سے دوچار کروں گا۔ پھر آسمان کو حکم دوں گا کہ وہ لوہے کا طبق بن جائے اور زمین کو حکم کروں گا کہ وہ تانبے کا ڈھلا بن جائے اگر بارش برسے تو زمین سے کوئی چیز نہ اُگے اگر زمین کی دراڑوں میں اگ بھی آئے تو میری رحمت کی وہ تخصیص صرف چوپاؤں کیلئے ہو پھر کاشت کے موسم میں اسے روک دوں گا اگر کچھ فصل کاشت ہو بھی جائے تو اس پر سماوی آفت

مسلط کر دوں گا اگر آفت سے کچھ بچ بھی جائے تو اس سے برکت کو چھین کر اسے بے برکت بنا دوں گا۔ اگر اس وقت وہ مجھ سے التجائیں کریں گے تو پھر میری طرف سے قبولیت کے دروازے بند ہو چکیں ہوں گے۔ اگر سوال کریں گے تو میری عطائیں رک چکی ہوں گی۔ اگر روئیں گے تو رحم کی اپیلیں مسترد ہو جائیں گی۔ اگر عاجزی سے دعائیں مانگیں گے تو میری توجہ کو اپنی جانب مبذول نہ کر پائیں گے۔

اسحاق بن بشر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ادریس نے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ارمیا علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا اس وقت بنی اسرائیل میں نئی نئی خرافات نے جنم لے لیا تھا۔ انبیاء کرام کی نافرمانی اور انہیں ناحق قتل کرنا ان کا شغل عام بن چکا تھا۔ ایسے میں بخت نصر کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ وہ بنی اسرائیل پر چڑھائی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے بنی اسرائیل سے انتقام لینے کی ٹھان لی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے بنی اسرائیل سے انتقام لینے اور انہیں ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے۔ تم بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہو جاؤ تمہارے پاس میرا حکم اور میری وحی آئے گی حضرت ارمیا علیہ السلام نے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے سر پر ریت ڈال لی اور جبین نیاز جھکا دی سربسجود ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ تو نے مجھے بنی اسرائیل میں آخری نبی بنایا تھا تو مجھے میری ماں جنم ہی نہ دیتی۔ یا اللہ بیت المقدس اور بنی اسرائیل کی ویرانی میری ہی وجہ سے ہونا تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے ارمیا! اپنا سر اوپر اٹھاؤ۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے سر سجدے سے اٹھا کر خوب گریہ زاری کی پھر عرض کی یا اللہ کون بنی اسرائیل پر مسلط ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آگ کے پجاری جنہیں نہ میرا خوف اور نہ ہی میرے ثواب کی امید ہے۔

ارمیا اٹھ میری وحی کو سن میں تجھے تیری اور بنی اسرائیل کی خبر دیتا ہوں تیری تخلیق سے پہلے ہی میں نے تیرا انتخاب کر لیا تھا۔ رحم مادر کے اندر تیری صورت سجانے سے پہلے ہی میں نے تجھے مقدس بنا لیا تھا۔ دنیا میں تشریف لانے سے قبل ہی میں نے تجھے پاکیزہ و مطہر بنا دیا تھا۔ حد بلوغت سے پہنچنے سے پہلے ہی میں نے تجھے پسند کر لیا تھا اور کسی بہت بڑے مقصد کی تکمیل کیلئے میں نے تیری نامزدگی فرمادی تھی۔ اٹھ اور شاہ وقت کو جھنجوڑ اسے راہ استقامت اور راہ ہدایت پر گامزن کر حضرت ارمیا علیہ السلام بادشاہ کو سیدھی راہ پر چلانے کی کاوش میں بھی لگے رہے وحی الٰہی کا نزول بھی ہوتا رہا جس کے نتیجے میں بڑی بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

بنی اسرائیل اپنے دشمن سخاریب اور اس کے لشکر جرار کو فراموش کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اٹھیے اور جس چیز کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے اسے بنی اسرائیل کے سامنے بیان کیجئے۔ انہیں میری نعمتوں کی یاد دلایئے اور ان کی نئی نئی خرافات سے انہیں روشناس کرایئے۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ اگر تو مجھے ہمت نہ دے تو میں کمزور ہوں اگر تو اپنے کرم کو مجھ تک نہ پہنچائے تو میں عاجز و ناتواں ہوں۔ اگر تو مجھے راہ ہدایت سے سرفراز نہ فرمائے تو میں گم گشتہ راہ ہوں اگر تو میری مدد نہ فرمائے تو میں خائب و رسوا ہوں اور اگر تو مجھے عزت سے سرفراز نہ فرمائے تو میں ذلت کی گھاٹیوں میں سرگرداں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ارمیا! کیا تو جانتا نہیں کہ تمام امور میری مشیت سے ہی صادر ہوتے ہیں۔ مخلوق اور اس کے معاملات میرے ہی لیے ہیں کائنات عالم میں سے ہر ایک کے زبان و دل میرے ہی ہاتھ میں ہیں جیسے میں چاہتا ہوں انہیں بدل دیتا ہوں تو میری ہی اطاعت وفرمانبرداری کر میں اللہ ہوں کوئی چیز میرے جیسی نہیں ہے۔ آسمان وزمین اور جو کچھ بھی اس میں ہے وہ سب میرے ہی کلمہ کن سے قائم ہے توحید خالص اور قدرت کاملہ میرے ہی لیے ہے۔ میری ربوبیت کے راز اور جلوؤں کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا میں سمندروں سے کلام کرتا ہوں وہ میری بات کو سمجھ جاتے ہیں میں انہیں حکم دیتا ہوں وہ میرے حکم کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں میں نے ان کیلئے حد بندی کر دی ہے وہ اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرتے پہاڑوں کی طرح انکی موجیں اٹھتی ہیں لیکن جب میری قائم کی ہوئی حدود تک پہنچتی ہیں تو میرے خوف' میرے حکم کے اعتراف اور میری اطاعت کی خاطر عجز و انکساری سے اپنے آپ کو سمیٹ لیتی ہیں۔ میں ارمیا تیرے ساتھ ہوں میری معیت کی بدولت تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا اپنی مخلوق میں سے ایک خلق عظیم کی طرف میں نے تجھے بھیجا ہے تاکہ ان تک تو میرا پیغام پہنچا دے پھر جو تیری اتباع کرے گا وہ اجر کا حقدار ہوگا ان کے اجر میں سے زرہ بھر بھی کمی نہ کی جائے گی۔ اپنی قوم کی طرف جاؤ اور انہیں کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے آباؤاجداد کی اصلاحات کو یاد کر کے تمہاری بقاء کا فیصلہ کیا تھا کیا تم نے کوئی ایسا شخص دیکھا کہ جس نے میری نافرمانی کی ہو اور پھر سعادت کے زینے پر چڑھا ہو کیا تمہارے علم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی ہو اور بدبختی اس کا مقدر بنی ہو؟ چوپائے بھی اپنے وطنوں کو یاد کر کے ان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں لیکن یہ قوم ہلاکت کی چراگاہوں میں منہ مار رہی ہے جن امور کی بنا پر ان کے آباؤاجداد کو میں نے عزتوں سے سرفراز کیا تھا ان امور کو انہوں نے خیر باد کہہ دیا ہے۔ ان کے علاوہ اور راہوں پر چل کے عزتوں کی تلاش میں ہیں۔

بنی اسرائیل کے علماء

ان کے علماء وراہبین نے میرے بندوں کو اپنا حاشیہ نشین بنالیا ہے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے میں لگے ہوئے ہیں ان کے بارے وہ فیصلے کرتے ہیں جن کا میری کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے یہاں تک کہ میرے احکام سے ناواقف اور میری یاد سے بیگانہ کر دیا ہے میرے بندوں سے اپنی اطاعت کے متقاضی ہیں حالانکہ اطاعت وفرمانبرداری میرے حضور ہی مناسب ولائق ہے اور یہ میری نافرمانی کر کے ان کی اطاعت کی کوشش کر رہے ہیں۔

بنی اسرائیل کے بادشاہ

جہاں تک بنی اسرائیل کے بادشاہوں اور امراء کا تعلق ہے تو وہ میری نعمتوں کے منکر اور میرے ساتھ مکاری میں مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں دنیا نے انہیں اس قدر دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے کہ میری کتاب کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہے میرے عہد کو فراموش میری کتاب میں تحریف' میرے رسول پر افترا' دریدہ دہنی' اور میرے ساتھ دھوکے کو انہوں نے اپنا وطیرہ بنالیا ہے۔ میری جلالت میرا مقام علو اور میری عظمت شان ہر عجز سے پاک ہے کیا یہ مناسب ہے کہ میرے ملک میں میرا کوئی شریک ہو؟ کیا یہ مناسب ہے کہ انسان ہو کر میری معصیت میں اس کی اطاعت کی جائے؟ کیا میرے لیے یہ مناسب ہے کہ میں کسی بندۂ بشر کو پیدا

کر کے اپنے سوا اسے معبود بنا دوں یا کسی اور کیلئے اطاعت کا حکم جاری کروں؟ یہ بات مجھے ہی مناسب ہے کہ میرے حضور حق بندگی ادا کی جائے۔

بنی اسرائیل کے فقہاء

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ارمیا! جہاں تک ان کے قراُ اور فقہاُ کی حالت ہے ان کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنی من بھاتی آیتوں کی تلاوت و تدریس کرتے ہیں۔ بادشاہوں کے سامنے فروتنی کرتے ہوئے میرے دین میں نئی نئی خرافات و بدعات پر ان کی پیروی کرتے ہیں۔ میری معصیت اور نافرمانی کر کے بادشاہوں کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں میرے عہد کو توڑ کر ان کے ساتھ وعدوں کو نبھاتے ہیں وہ اپنے علم میں جاہل ہیں میری کتاب سے سیکھے ہوئے علم انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکیں گے۔

نبیوں کی اولاد

انبیاء کرام کی اولاد کی حالت زار یہ ہے کہ وہ مقہور و مغلوب اور فتنوں میں مبتلا ہے ہلاک ہونے والوں کے ساتھ وہ ہلاکتوں میں مبتلا ہیں گمراہی کی ہولناکیوں میں گھسے جا رہے ہیں لیکن وہ مجھ سے ایسی مدد کے متمنی ہیں جیسی مدد و نصرت میں نے ان کے آباء پر کی اور ایسی عزت و کرامت کے خواہاں ہیں جن عزتوں سے میں نے ان کے آباء کو سرفراز کیا اور بغیر کسی تفکر اور بغیر کسی سچائی کے اپنے تئیں وہ اس گمان میں مبتلا ہیں کہ ان سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ انہیں یہ یاد نہیں کہ ان کے آباء نے کیسے صبر کیا تھا؟ جب دھوکہ باز دھوکہ دہی میں کوشاں تھے تو انہوں نے میرے حکم کی سربلندی کیلئے خوب محنت کی۔ اپنے خون اور اپنی جانوں کو قربان کر دیا۔ صبر وسچائی کے دامن کو تھامے رکھا۔ یہاں تک کہ میرا دین اور میرا حکم ظاہر و غالب ہو گیا۔

میں نے اس قوم کو مہلت دی کہ شاید مجھ سے حیا کرتے ہوئے واپس لوٹ آئیں میں نے ان پر مہلت کو طویل کیا انہیں بار بار درگزر کیا انکی زندگیوں کو طویل کیا اور ان کے عذر کو قبول کیا شاید کہ وہ نصیحت حاصل کر لیں ان پر بارشوں کا نزول مسلسل ہوتا رہا انکی کھیتیاں سرسبز و شاداب رہیں میں انہیں عافیت کا لباس پہناتا رہا دشمنوں پر انہیں غلبہ دیتا رہا سراپائے تشکر بننے کی بجائے وہ طغیانی وسرکشی اور مجھ سے دور ہونے کی روش پر چلتے رہے کب تک یہ مذاق میرے ساتھ چلتا رہے گا؟ کیا میرے یونہی درپے رہیں گے؟ یا میرے ساتھ دھوکہ کر رہے ہیں؟ یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں؟

مجھے میرے عزت و جلال کی قسم میں ان کیلئے ایسی آزمائش تیار کروں گا کہ دانا بھی ورطہ حیرت میں پڑ جائیں گے۔ بڑے بڑے صاحبان عقل کی فکریں گمراہ ہو جائیں گی۔ پھر میں ان پر ظالم و جابر اور سنگدل بادشاہ کو مسلط کر دوں گا۔ اسے ہیبت و وحشت کا لباس پہنا کر اس کے دل سے رحمت و شفقت کے جذبے کو چھین لوں گا۔ میں نے قسم اٹھالی ہے کہ اس کی قیادت میں اتنا کثیر لشکر ہوگا کہ ان کے سروں کی سیاہی تاریک رات کا منظر پیش کرے گی۔ اس کے لشکر بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح اور سیاہی گرد وغبار کے ذرات کی طرح ہوں گے۔ ان کے جھنڈوں کی پھڑ پھڑاہٹ شاہین کے پھڑ پھڑاہٹ اور ان کے شہسواروں کے حملے عقاب کے حملوں کی طرح ہوں گے۔ وہ بار بار آبادیوں کو تباہ دیہاتوں کو ویران اور زمین میں فساد پھیلا دیں گے۔ خونریزی اور ہلاکتوں کا طوفان کھڑا کر دیں گے۔ ان کے دلوں کی سنگدلی کا عالم یہ ہوگا کہ نہ تو وہ کسی کی پرواہ کریں گے نہ وہ کسی کا انتظار کریں گے نہ رحم کا

جذبہ ان میں ہوگا۔ دیکھنے اور لوگوں کی آہ و بکا سننے سے بھی بہرہ ہوں گے۔

شیروں کی چنگاڑ کی طرح آوازیں نکالتے ہوئے بازاروں میں گھومتے پھریں گے۔ ان کے رعب اور ہیبت سے جسموں پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ ان کی ہیبت ناک آوازیں نیندوں کو پریشان کر دیں گی۔ ان کی گفتگو کو بنی اسرائیل سمجھ نہ پائیں گے۔ ان کے چہرے اجنبی ہوں گے جو پہنچانے نہ جا سکیں گے۔

مجھے میرے عزت و جلال کی قسم ان کے گھروں کو میں اپنی کتاب اور اپنی تقدیس سے خالی کر دوں گا ان کی مجلسوں کو اپنی کتاب کی تدریس و کلام سے خالی کر دوں گا۔ ان کی مسجدوں کو آباد کرنے والوں سے خالی کر کے وحشت و تنہائی کے گھر بنا دوں گا۔ ان عبادت گاہوں کے زائرین میرے علاوہ میری مخلوق کو معبود بنانے کیلئے انہیں آراستہ کریں گے۔ اسی میں کوشاں رہیں گے۔ کسب مال کیلئے دین کو استعمال کریں گے۔ دینی امور و مقاصد کو چھوڑ کر تفقہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور علم بغیر عمل میں ماہر بنیں گے۔ میں ان کے بادشاہوں سے تاج عزت چھین کر قعر ذلت میں انہیں اٹھا پھینکوں گا۔ امن و سکون سے محروم کر کے خوف' غنا کے بدلے فقر' نعمتوں کی جگہ بھوک' امن و عافیت کی جگہ طرح طرح کی مصیبتیں ان کا مقدر بنا دوں گا۔ ریشم کے لباس کی بجائے اونٹوں کے بالوں کے کھر درے لباس' پاکیزہ روحوں کے بجائے مردار لاشیں تاج و تخت والے لباس میں ملبوس ہونے کی بجائے لوہے کی زنجیریں اور طوق انہیں دوں گا۔ پھر میں انہیں وسیع و عریض محلات اور محفوظ قلعوں کی رہائشوں کے بعد ویرانیوں کی طرف لوٹا دوں گا۔ اس کے بعد مضبوط ترین قلعیں درندوں کی کھچار گاہوں میں بدل جائیں گے۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی جگہ بھیڑیوں کی آوازیں لے لے گیں۔ چراغوں کی روشنی آگ کے دھوؤں میں تبدیل ہو جائے گی۔ انس و الفت کے بعد وحشت و ویرانی کا دور دوراں ہوگا۔ ان کی خواتین کی شہزادگی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی نظر آئے گی۔ جن گردنوں کی زینت یاقوت اور موتیوں سے تھی وہاں لوہے کے طوق دکھائی دیں گے۔ رنگا رنگ اور خوشبودار تیل کی جگہ گرد و غبار کی چمک ہوگی۔ چاندنی جیسے راستوں پر چلنے والیاں نہروں بازاروں کو عبور کرنے کیلئے بھاگتی پھریں گی اور راتوں کی تاریکیوں میں ٹامک ٹولیاں مارتی پھریں گی۔ پردوں اور حجاب میں مستور گلی بازاروں میں بدروحیں بنی نظر آئیں گی۔ پھر میں طرح طرح کے عذاب سے انہیں دوچار کروں گا۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی کسی بلند و بالا جگہ پر سکون پذیر ہو تو وہاں بھی میرا عذاب اسے پہنچ جائے گا۔ بے شک جو میری تعظیم بجالائے میں اسے عزت سے سرفراز کرتا ہوں اور جو مجھے حقیر نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کرے میں اسے ذلت سے دوچار کر دیتا ہوں۔

پھر میں آسمان کو حکم دوں گا تو وہ ان پر لوہے کی ٹکڑے کی طرح ہو جائیگا۔ زمین کو حکم دوں گا تو وہ تانبے کا ٹکڑا بن جائے گی نہ آسمان سے بارش برسے گی اور نہ ہی زمین سے شادابی کی بہاریں نظر آئیں گی۔ اگر میں بارش برسا بھی دوں تو ان پر سماوی آفت مسلط کر دوں گا اور اگر کچھ بچ بھی گیا تو اس سے برکت سلب کر لوں گا۔ ایسے میں اگر بنی اسرائیل دعائیں مانگیں گے تو وہ شرف قبولیت سے محروم ہوں گی۔ اگر سوال کریں گے تو عطاؤں سے محرومی ہوگی۔ اگر آہ و بکا کریں گے تو رحم کی اپیلیں مسترد کر دی جائیں گی۔ اگر اظہار عجز کرنے کی کوشش کریں گے تو میں اپنا رخ ان سے پھیر لوں گا اور اگر انہوں نے کہا:

یا اللہ تو نے ہم سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد کو رحمت و عزت سے سرفراز کیا تو نے اپنے لیے ہمیں منتخب فرمایا ہمیں تو نے اپنی نبوت و کتاب بھیجی اور عبادت گاہوں کی تعمیر و آبادی کی ذمہ داری سونپی پھر تو نے ملکوں کی قیادت و شاہی ہمارے سپرد کی ہمیں

خلافت عطا کی صغیر و کبیر نعمتوں سے ہمارے آباء کو مالا مال کیا اور ان کی حفاظت و نگہبانی فرمائی اگر چہ ہم بدل گئے لیکن تو اپنے انعامات کو پورا فرماتا رہا الٰہی تو اپنے فضل و احسان کو ہم پر مکمل فرما۔

اگر انہوں نے ایسے کہا تو میں انہیں کہوں گا کہ میں نے اگلے بندوں پر نعمت و رحمت کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر انہوں نے میرے احکام کو بدل و جان قبول کیا تو میں نے نعمتوں کی تکمیل فرمادی۔ اگر انہوں نے اور چاہا تو میں نے اور عطا کر دیا اگر انہوں نے شکر کیا تو میں نے نعمتوں میں اضافہ فرمادیا۔ اگر انہوں نے میرے احکام کو بدل ڈالا تو میں نے توجہ بدل لی جب انہوں نے تبدیلی کی کوشش کی تو میرا غضب بھڑک اٹھا جب میرا غضب بھڑک اٹھا تو میرے عذاب کو جنبش آ گئی جب میرے عذاب کو جنبش آ جائے تو کوئی میرے غضب کے سامنے پر نہیں مار سکتا۔

خدائی جلال کے سامنے ایک نبی کی التجاء

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ارمیا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے غضب کے تیور دیکھ کر عرض کی الہ العالمین تیری رحمت کی بدولت تیرے سامنے میں سیکھنے کی کوشش کرتا ہوں مجھ عاجز و ناتواں کے لئے یہ مناسب کہاں؟ کہ میں تیرے سامنے زبان کھولوں لیکن تیری رحمت کا سہارا ہے کہ تو نے مجھے اس دن کے لئے زندہ رکھا۔ اس عذاب سے ڈرنے کا مجھ سے زیادہ کوئی حقدار نہ ہے یہ وعید میری ہی وجہ سے ہے۔ میں گنہگاروں کے ساتھ رہنے میں راضی ہوں وہ میرے ارد گرد بغیر کسی رکاوٹ اور تغیر کے تیری نافرمانی کرتے رہے، پس اگر تو مجھے عذاب سے ہمکنار کر دے تو یہ میری کوتاہیوں کا نتیجہ ہوگا اور اگر مجھ پر رحمت کے دروازے کھول دیں تو یقیناً وہ تیرا کرم ہوگا پھر عرض کی۔

یا رب العالمین! تیری ذات ہر عیب سے مبرا و منزہ ہے تو ہی لائق حمد و ستائش اور تو ہی بابرکت و بلند ہے کیا تو اس بستی اور اس کے گرد و نواح کو ہلاک کر دے گا حالانکہ یہ تیرے نبیوں کی جائے سکونت اور نزول وحی کا ٹھکانہ رہی۔

یا الہ العالمین! تیری ذات پاک ہے تو ہی لائق حمد و ستائش ہے تو ہی بابرکت و بلند ذات کبریا ہے کیا تو اس مسجد کو اس کے گرد و نواح کی مساجد کو اور ان گھروں کو ملیامیٹ کر دے گا جہاں سے تیرے ذکر کے سوتے پھوٹتے رہے۔

یا اللہ تیری ذات پاک ہے تو ہی حمد و ستائش کے لائق اور تو ہی بابرکت و بلند ہے تو اس امت کو ہلاک اور عذاب میں مبتلا کرے گا حالانکہ یہ تیرے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہے تیرے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت اور تیرے برگزیدہ نبی حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم ہے۔

یا اللہ اس کے بعد پھر تیرے عذاب سے کون سی بستی محفوظ ہوگی اور کون سے بندے تیری سطوت سے مامون ہوں گے؟ اپنے خلیل ابراہیم کی اولاد اپنے سرگوش حضرت موسیٰ کی امت اور اپنے برگزیدہ نبی حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم پر آتش پرستوں کو مسلط فرمائے گا۔

ارمیا علیہ السلام کی التجا کے جواب میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ارمیا! جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ میرے عذاب سے ناواقف ہو کر نہ بیٹھا رہے بے شک میں نے

اس قوم کو اطاعت وفرمانبرداری کے نتیجہ میں عزت وعظمت سے سرفراز کیا تھا، اب اگر انہوں نے میری نافرمانی شروع کر لی ہے تو میں ضرور انہیں نافرمانوں میں رکھوں گا مگر اب تک میری رحمت ان پر اترنے والے عذاب میں حائل رہی۔

حضرت ارمیا علیہ السلام نے عرض کی الہ العالمین تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور ان کے ذریعے ہماری حفاظت فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا قرب عطا فرمایا ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی ہم تیری بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ تو ہمیں محفوظ رکھ ہم سے نعمتوں کو سلب نہ فرما۔ ہم پہ دشمنوں کو مسلط نہ کر، اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے ارمیا! میں نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں ہی مقدس کر دیا تھا اور اس دن تک کے لئے تیرا انتخاب فرما لیا تھا اگر تیری قوم یتیموں، مسکینوں، رنڈوں اور مسافروں کے حقوق کی حفاظت فرماتی تو میری رحمت ضرور ان کو سہارا دیئے رکھتی اور میرے ہاں ان کا ٹھکانہ وہ جنت ہوتی جہاں عمدہ درخت، پاکیزہ پانی نہ تو پانی جذب ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے پھل ختم ہوتے ہیں لیکن اے ارمیا! میں تجھ سے بنی اسرائیل کی شکایت ضرور کروں گا کہ میں رب تو ان کے لئے ایک مشفق داعی کی طرح تھا انہیں ہر قحط وتنگ دستی سے بچاتا تھا۔ زندگی کی خوشحالیاں ان کے پیچھے پیچھے تھیں یہاں تک کہ وہ مینڈھیں بن گئے کہ ایک دوسرے کے ساتھ سینگوں سے الجھ پڑے۔ ہائے افسوس، ہائے افسوس جو میری تقدیس کے گن گاتا ہے اسے میں عزتوں سے سرفراز کر دیتا ہوں اور جو میرے احکام کی توہین کرتا ہے تو اسے میں قعر مذلت کی نظر کر دیتا ہوں۔ ان سے قبل یہی قوم میری نافرمانی کے خوف سے لرزہ براندام ہو جاتی تھی لیکن اب یہ قوم میری معصیت کو اپنائے ہوئے ہے۔ مساجد و بازار ہوں، پہاڑوں کی چوٹیاں ہوں یا درختوں کے سائے، گناہوں سے ظاہر ہیں آسمان میرے حضور ان کے گناہوں کی شکایت کر رہے ہیں۔ زمین اپنی جگہ پہ چلا رہی ہے، پہاڑ اپنی جگہ پہ شکوہ کناں ہیں۔ زمین کے کونے کونے سے وحوش وطیور نفرتوں کا اظہار کر رہے ہیں یہ باز آنے کو نہیں اور نہ ہی کتاب سے حاصل کئے گئے علم سے نفع اٹھانا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے جلال سے آگاہی پر قوم کا ردعمل

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت ارمیاء علیہ السلام نے اپنے رب کریم کا پیغام قوم کو پہنچایا اور قوم نے وعید وعذاب کو سن لیا تو خشیت الٰہیہ سے سرنگوں ہونے کی بجائے قوم نافرمانی اور تکذیب پر اتر آئی۔ حضرت ارمیا علیہ السلام پہ تہمت لگائی کہا کہ ارمیا تو جھوٹ بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بہت بڑی افتراء باندھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین اور اپنی مساجد کو کتاب اپنی عبادت اور اپنی توحید سے خالی کرالے گا جب روئے زمین پر کوئی عبادت گاہ، کوئی عبادت کرنے والا اور کوئی کتاب نہ ہو تو پھر کون اس کی عبادت کرے گا۔ ارمیا تو نے اللہ تعالیٰ پر (معاذ اللہ) بہت بڑا افتراء باندھا ہے۔ تجھے جنون لاحق ہو چکا ہے یہ کہتے ہوئے قوم نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو پکڑ لیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔

بخت نصر اور بیت المقدس کی تباہی

اللہ تعالیٰ نے جن مشکل حالات سے بنی اسرائیل کو آگاہ فرمایا تھا اب وہ وقت آ چکا تھا۔ بخت نصر اللہ کا عذاب بن کر اپنے لاؤ لشکر سمیت بنی اسرائیل کے آنگن میں نازل ہوا۔ اس نے بنی اسرائیل کا محاصرہ کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَجَاسُوْا

خِلٰلَ الدِّیَار (بنی اسرائیل ۵) تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کو گھسے جب محاصرہ طویل ہو گیا۔ بنی اسرائیل نے بخت نصر کا حکم مان لیا۔ دروازوں کو کھول دیا، لشکروں نے شہروں میں گھس کر جگہ تنگ کر دی، اللہ تعالیٰ کا قول فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَار تو وہ تلاش کو گھسے، بخت نصر نے زمانہ جاہلیت کا سا حکم دیا اور سرکشوں کی سی گرفت کی۔ ان میں سے ایک تہائی کو قتل کر دیا، ایک تہائی کو پابند سلاسل کر لیا۔ بوڑھے اور معمر مرد وعورت اور اپاہج کو چھوڑ دیا پھر ان کو گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالا اور بیت المقدس کو تباہ و برباد کر دیا۔ بچوں کو جانوروں کی طرح ہانکا اور عورتوں کو بھرے بازروں میں برہنہ کھڑا کر دیا۔ جنگجوؤں کو تہہ تیغ کر دیا۔ مضبوط قلعوں کو ویران، مسجدوں کو منہدم اور تورات کو جلا کر راکھ کر ڈالا۔ دانیال کے بارے پوچھا کہ جن کے لئے کتاب لکھی گئی تھی لوگوں نے اسے مرا ہوا پایا۔ دانیال کے گھر والوں نے کتاب بخت نصر کے حوالے کر دی۔ ان میں دانیال بن حزقیل اصغر میکائیل، عزرائیل اور میخائیل موجود تھے۔ یہ کتاب انہیں دی گئی۔

دانیال بن حزقیل دانیال اکبر کے خلیفہ تھے۔ بخت نصر پھر اپنے لشکر کو لے کر بیت المقدس میں داخل ہوا۔ اس نے سارے ملک شام کو روند ڈالا اور بنی اسرائیل میں قتل و غارت کر کے انہیں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ جب غارت گری سے فارغ ہو گیا تو واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔ مال و دولت کے علاوہ قیدیوں کی بے شمار تعداد اس کے ہمراہ تھی صرف بادشاہوں اور علمائے یہود کے غلام و قیدی بچوں کی تعداد نوے ہزار تھی۔ بیت المقدس میں کوڑا کرکٹ پھینکا گیا اس میں خنزیروں کو ذبح کیا گیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے گھرانے سے سات ہزار، حضرت یوسف بن یعقوب اور آپ کے بھائی حضرت بنیامین علیہم السلام کی اولاد میں سے گیارہ ہزار، ایشی بن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے آٹھ ہزار، زبالون اور نفتالی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے چودہ ہزار، دان بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے چودہ ہزار، یستاخر بن یعقوب علیہما السلام کی اولاد سے آٹھ ہزار، زبالون بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے دو ہزار، روبیل اور لاوی کی اولاد میں سے چار ہزار اور تمام بنی اسرائیل میں سے بارہ ہزار افراد کو غلام بنا کر بخت نصر چل پڑا اور قیدیوں کی اتنی کثیر تعداد کے ساتھ بابل کی سرزمین پہ واپس آ پہنچا۔

بخت نصر اور حضرت ارمیا علیہ السلام

اسحاق بن بشر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بخت نصر ویرانیوں کی انتہا کر چکا تو اسے بتایا گیا کہ بنی اسرائیل کے ایک بزرگ انہیں ان خطرات سے آگاہ کرتے رہے اور تیرے بارے خبر دیتے رہے۔ تیری علامات و اوصاف انہیں بتاتے رہے اور انہوں نے آگاہ کر دیا تھا کہ تو ان کے جنگجوؤں کو قتل کے گھاٹ اتار کے ان کی اولاد کو پابند سلاسل کر لے گا۔ ان کی عبادت گاہوں کو منہدم اور گرجوں کو جلا کر بھسم کر دے گا۔ لوگوں نے اسے جھٹلایا اس پہ تہمتیں لگائیں، اسے زدوکوب کیا اور حبس بے جا میں بند کر دیا۔ بخت نصر نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے پیش کرو۔ بخت نصر کے حکم سے حضرت ارمیا علیہ السلام کو قید خانہ سے نکال کر بخت نصر کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ بخت نصر نے پوچھا کیا آپ اس قوم کو ان درپیش حالات سے ڈرایا کرتے تھے؟ فرمایا: ہاں میں ہی تھا کہا تمہیں کیسے علم ہوا؟ حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے علم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی طرف بھیجا ہے لیکن انہوں نے میری تکذیب کی بخت نصر نے حیرت سے پوچھا کہ اس قوم نے تجھے جھٹلایا، تجھے

زدوکوب کیا تجھے پابند سلاسل کر دیا؟ فرمایا ہاں بخت نصر کہنے لگا کتنی بد بخت ہے یہ قوم جنہوں نے اپنی نبی اور اپنے رب کے پیغام کو جھٹلایا کیا تم مناسب سمجھتے ہو کہ تم میرے ساتھ مل جاؤ میں تمہاری عزت و تعظیم بھی کروں گا اور تمہاری غم خواری بھی کروں گا اور اگر چاہو تو اپنے ہی شہروں میں قیام پذیر ہو جاؤ میں تمہیں امن دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مسلسل تا حال اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوں اور لحہ بھر کے لئے بھی اس کی امان سے نہیں نکل پایا۔ اگر بنی اسرائیل بھی اللہ تعالیٰ کی امان سے نہ نکلتے تو انہیں بھی تیرا اور تیرے سوا اوروں کا کوئی خوف نہ ہوتا اور نہ ہی تجھے ان پہ غلبہ نصیب ہوتا۔ بخت نصر نے حضرت ارمیا علیہ السلام کی ان قیمتی باتوں کو سنا تو آپ کو باعزت بری کر دیا۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے ایلیسا کی سرزمین کو جائے سکونت کے لئے منتخب فرما لیا۔

یہ عجیب قصہ ہے لیکن اس میں حکمت و نصیحت بھری باتیں ہیں اور خوش دل چیزیں بھی ہیں۔

بخت نصر کی پیش قدمیاں

ھشام بن محمد بن سائب الکلبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بخت نصر شاہ فارس کی جانب سے روم اور اھواز کے درمیانی علاقے کا حکمران تھا۔ شاہ فارس کا نام لہراسب اور لقب خنساء تھا۔ شہر بلخ کی بنیاد اسی نے رکھی، اسی نے ترکوں سے قتال کیا اور انہیں تنگ جگہوں میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ کے لئے شام کی طرف بھی اس نے پیش قدمی کی جب شام پہنچا تو اہل دمشق نے اس سے صلح کر لی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جس نے بخت نصر کو بھیجا تھا۔ وہ بشتاسب بن لہراسب کے بعد تخت نشین ہونے والا فارس کا بادشاہ بہمن تھا۔ بنی اسرائیل پر جنگ کے سائے منڈلانے کی وجہ ان کا اپنے رسولوں کی تکذیب کرنا تھا۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بخت نصر دمشق آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ پہ خون جوش مار رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ یہ کس کا خون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ہمارے آباؤ واجداد اس کو اسی طرح دیکھتے چلتے آ رہے ہیں جب بھی اس پہ کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے تو یہ اسی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ بخت نصر نے اس جگہ پر ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا پھر خون جوش مارنے سے سکون میں آ گیا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ تک اس کی اسناد درست ہیں۔

اس سے قبل ابن عساکر علیہ الرحمہ کے کلام سے گزر چکا ہے کہ یہ خون حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا تھا یہ درست نہیں کیونکہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام تو بخت نصر سے مدتوں بعد پیدا ہوئے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ خون کسی پہلے نبی مکرم کا یا کسی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ولی کامل کا تھا یا کسی اور کا تھا۔ واللہ اعلم۔

ھشام بن کلبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پھر بخت نصر نے بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کی۔ بیت المقدس کے بادشاہ نے۔ جو کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے تھا بخت نصر سے مصالحت کر لی۔ بخت نصر نے اس بادشاہ کے کچھ آدمی بطور رہن لئے اور واپس پلٹ گیا۔ بخت نصر جب طبریہ پہ پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ بنی اسرائیل نے اپنے بادشاہ کو صلح کرنے کے نتیجہ میں حملہ کر کے قتل کر دیا ہے۔ بخت نصر نے اطلاع ملتے ہی رہن والے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ انہی قدموں واپس پلٹا اور شہر پہ آ کر حملہ آور ہو گیا۔ جنگجوؤں کو قتل اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ اس نے حضرت ارمیا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی کو قید

خانہ میں مقید پایا تو آپ کو رہا کر دیا۔ بخت نصر کو بتایا گیا کہ یہ بزرگ ہستی بنی اسرائیل کو ان حالات سے آگاہ کرتے اور انہیں ڈراتے رہے اسی جرم کی پاداش میں ان کی تکذیب بھی کی گی اور انہیں پابند سلاسل بھی کر دیا گیا۔ بخت نصر کہنے لگا کہ کس قدر بری قوم ہے یہ کہ جنہوں نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی پھر بخت نصر نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو رہا کر دیا، اور آپ کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا۔ بنی اسرائیل کے بچے کھچے ضعیف اور ناتواں لوگ حضرت ارمیا علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اور عرض گزار ہوئے کہ ہم سے بڑی غلطی ہوئی، ہم نے ظلم کیا ہم اپنے کیے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔ آپ رب سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری توبہ کو قبول فرمالے۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ یہ عمل کرنے والے نہیں ہیں اگر یہ اپنے قول میں سچے ہیں تو آپ کے ساتھ یہ اس شہر میں قیام کریں۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی خبر دی تو قوم نے کہا کہ ہم اس اجڑے ہوئے شہر میں کس طرح قیام کریں؟ وہاں کے باشندوں پہ غضب الٰہی نازل ہو چکا ہے تو انہوں نے وہاں قیام کرنے سے انکار کر دیا۔

بنی اسرائیل کی آبادکاری

ابن کلبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل کئی شہروں میں بٹ گئے تھے۔ ایک گروہ حجاز مقدس، ایک گروہ یثرب، ایک وادی قریٰ، ایک مختصر سا گروہ مصر میں جا سکونت پذیر ہوا۔

بخت نصر نے مصر کے بادشاہ کو مکتوب لکھا اور ان سے ان لوگوں کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ نے انکار کر دیا۔ بخت نصر اپنا لاؤ لشکر لے کر چل پڑا۔ بادشاہ کے ساتھ برسر پیکار ہوا اور قہر کے پہاڑ توڑ دیئے۔ شاہ مصر پہ غلبہ پا کر ان کے بچوں کو قیدی بنالیا۔

بخت نصر کی مزید پیش قدمی

بخت نصر نے اب بلاد مغرب کا رخ کیا اور آخری کونے تک جا پہنچا۔ راوی کہتے ہیں پھر مغرب، مصر، بیت المقدس، فلسطین اور اردن کی سرزمین سے قیدیوں کی ایک کثیر تعداد کو لے کر واپس لوٹا۔ ان قیدیوں میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ دانیال بن حزقیل اصغر تھے نہ کہ اکبر اور اسی چیز کا ذکر وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت دانیال علیہ السلام

ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں احمد بن عبدالاعلیٰ شیبانی علیہ الرحمہ نے بیان کیا کہ اگر میں نے شعیب بن صفوان نے نہ بھی سنا ہوتا تو مجھے بعض اصحاب نے بیان کیا ہے۔ان سے اجلح نے ان سے عبداللہ بن ابی ھزیل نے روایت کیا کہ بخت نصر نے دو شیر پالے ہوئے تھے ان دونوں کو اس نے ایک کنویں میں بند کر کے حضرت دانیال علیہ السلام کو لا کر ان کے سامنے پھینک دیا۔ دونوں شیر حملہ آور ہونے کی بجائے آپ علیہ السلام کے سامنے فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے لگے۔مشیت الٰہیہ کے مطابق ایک عرصہ تک آپ علیہ السلام وہی ٹھہرے رہے پھر دوسرے انسانوں کی طرح آپ کو بھی کھانے پینے کی طلب محسوس ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ وہ دانیال علیہ السلام کے لئے کھانے پینے کا سامان تیار کریں۔ ارمیا علیہ السلام شام میں قیام پذیر تھے عرض کی الہ العالمین میں سرزمین مقدسہ میں ہوں جبکہ دانیال علیہ السلام عراق کی سرزمین بابل میں ہے کھانا کس طرح پہنچاؤں گا۔اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ہمارے حکم کے مطابق تو اشیائے خورد ونوش تیار کرو ہم تجھے اور تمہارے تیار کیے ہوئے کھانے کو دانیال علیہ السلام تک پہنچانے کا بندوبست فرمادیں گے۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے بحکم الٰہی کھانا تیار کیا۔اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو حکم دیا اس نے حضرت ارمیا علیہ السلام اوران کے تیار کیے ہوئے کھانے کو شہر بابل میں کنویں کے کنارے پہ پہنچا دیا۔ دانیال علیہ السلام نے کہا کون ہے؟ کہا میں ارمیا ہوں پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہا مجھے تمہاری طرف اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا کیا مجھے میرے رب نے یاد کیا ہے؟ حضرت ارمیا علیہ السلام نے کہا ہاں دانیال علیہ السلام نے کہا کہ

سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو ہیں جو اپنے یاد کرنے والوں کو فراموش نہیں کرتا۔
سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جو اپنی بارگاہ میں امید رکھنے والوں کو محروم نہیں کرتا۔
سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو کہ جو بھی اس پر بھروسہ کرتا ہے وہ اسے غیر کے سپرد نہیں کرتا۔
سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو ہیں جو احسان کا بدلہ احسان سے دیتا ہے۔
سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو ہیں جو صبر کا بدلہ نجات سے دیتا ہے۔
سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو ہیں جو ہمارے کرب کے بعد تکالیف سے رہائی عطا کرتا ہے۔
سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جو ہمیں محفوظ فرمالیتا ہے جب ہمارے اعمال کے ساتھ ہمارے گمان غلط ہونے لگتے ہیں
سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو ہیں کہ جب حیلے منقطع ہو جائیں تو وہ ہمیں ہماری امیدوں سے بڑھ کر نوازتا ہے۔

یونس بن بکیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے ابو خالد بن دینار سے روایت کیا کہ ہمیں ابوالعالیہ نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے تستر (خوزستان میں ایک شہر) کو فتح کیا تو ہمیں ھرمزان کے گھر کے مال میں سے ایک تخت ملا جس پہ ایک انسان کی لاش تھی جس کے سر کے پاس ایک صحیفہ رکھا ہوا تھا ہم نے صحیفہ لیا اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہوں نے اس نسخہ کو عربی زبان میں تبدیل کر دیا۔ عرب میں پہلا شخص میں تھا جس نے اسے پڑھا۔ میں نے اسے قرآن پاک کی طرح پڑھا۔ ابو خالد فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے کہا کہ اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا کہ تمہارے چلنے پھرنے کے انداز، تمہارے معاملات اور تمہارے انداز تکلم وغیرہ اور بعد میں پیش آنے والے واقعات۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس آدمی کے ساتھ کیا کیا؟ ابوالعالیہ نے فرمایا کہ ہم نے دن کے وقت تیرہ علیحدہ علیحدہ قبریں کھودیں جب رات ہوئی تو ہم نے انہیں دفنا کر تمام قبروں کو برابر کر دیا تاکہ لوگوں پہ یہ راز افشانہ ہو کہ لاش کس قبر میں ہے اور وہ کھود کر نکال نہ لیں۔

ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ لوگ ان سے کیا امید رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب آسمان سے بارشوں کا سلسلہ رک جاتا وہ اس مذکورہ تخت کو آسمان کے سامنے ظاہر کر دیتے تو بارش برسنا شروع ہو جاتی میں نے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ آدمی کون ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اس کی لاش تھی جنہیں دانیال کہا جاتا تھا پھر میں نے پوچھا کہ ان کا وصال کب ہوا؟ ابوالعالیہ نے فرمایا کہ تین سو سال قبل۔ میں نے کہا کہ کیا ان کے جسم میں کوئی تغیر آیا؟ تو ابوالعالیہ نے فرمایا کہ نہیں بس ان کی گدی کے کچھ بالوں میں میں تغیر آیا تھا بے شک انبیاء کرام کے گوشت کو زمین بوسیدہ نہیں کرتی اور نہ ہی انہیں درندے کھاتے ہیں۔

ابوالعالیہ تک اس کی سند صحیح ہے۔

لیکن اگر ان کی تاریخ وصال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے تین سو سال قبل ہو تو پھر دانیال نبی نہیں بلکہ مرد صالح اور ولی کامل ہوں گے کیونکہ بخاری شریف کی حدیث کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی بھی تشریف نہیں لائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوران مدت

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوران مدت کے بارے مختلف اقوال ہیں:

۱- یہ زمانہ فترت چار سو برس تھا۔

۲- چھ سو برس تھا۔

۳- چھ سو بیس برس تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے آٹھ سو سال قبل حضرت دانیال علیہ السلام کا وصال ہوا یہی زیادہ قرین قیاس ہے اگر تو تخت پر موجود لاش آٹھ سو سال قبل کی تھی تو پھر گمان غالب یہی ہے کہ یہ حضرت دانیال علیہ السلام کی تھی اور یہ بھی ممکن ہے

کہ یہ کسی اور نبی یا کسی مرد صالح کی لاش ہو لیکن گمان غالب یہی ہے کہ وہ دانیال علیہ السلام ہی تھے کیونکہ حضرت دانیال علیہ السلام کو ہی شاہ فارس نے پابند سلاسل کیا تھا اور اپنے پاس قیدی بنا کر لے آیا تھا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام کی اطلاع دینے والی جنتی

حضرت ابوالعالیہ تک صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کی ناک ایک بالشت لمبی تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جید سند کے ساتھ مروی ہے کہ آپ کی ناک ایک گز لمبی تھی۔ (واللہ اعلم)

اس پر یہ بھی احتمال ہے کہ یہ لاش اس مدت سے قبل سابقہ انبیاء کرام میں سے کسی نبی کی ہو۔ واللہ اعلم۔

ابوبکر بن ابوالدنیا احکام القبور کتاب میں فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو بلال محمد بن الحارث بن عبداللہ بن ابی بردہ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہمیں ابومحمد قاسم بن عبداللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے ابوالاشعث احمری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام اللہ عزوجل کے حضور عرض کی تھی کہ انہیں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم دفن کرے۔

جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے تستر کو فتح کیا تو انہیں تابوت میں ایک لاش ملی جن کا پسینہ اور رگوں کا خون رواں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو دانیال علیہ السلام کے بارے بتائے گا اسے جنت کی بشارت دیدو جس شخص نے ان کے بارے بتایا اسے ''حرقوص'' کہا جاتا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور حضرت دانیال علیہ السلام کے بارے اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو دفن کر کے حرقوص کو میرے پاس بھیج دو۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جنت کی بشارت دی ہے۔

یہ روایت اس سند کے اعتبار سے مرسل ہے اور اس کے محفوظ ہونے میں نظر ہے۔

حضرت ابن ابوالدنیا فرماتے ہیں ہمیں ابو بلال، قاسم بن عبداللہ نے عنبسہ بن سعید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ عنبسہ ایک عالم دین تھے کہ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کے ساتھ ایک مصحف، چربی کا ایک گھڑا، کچھ درہم اور ایک انگوٹھی پائی۔ ان ساری چیزوں کو اپنے پاس محفوظ کر لینے کے بعد حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساری تفصیل لکھ بھیجی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ مصحف کو تو ہمارے پاس بھیج دو چربی میں سے بھی کچھ حصہ روانہ کر دو اور پہلے کے مسلمانوں سے کہو کہ اس کے ذریعے شفا ڈھونڈیں، درہموں کو آپس میں تقسیم کر لو اور انگوٹھی ہم تمہیں بطور عطیہ دیتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا سے ایک اور طریق سے یوں مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب اس لاش کو پایا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ حضرت دانیال علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت دانیال علیہ السلام سے چمٹ گئے معانقہ کیا اور آپکی پیشانی کو بوسہ دیا پھر آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا اور سارے واقعہ کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے پاس تقریباً بیس ہزار درہم بھی رکھے ہوئے تھے جو کوئی وہاں سے قرض لیتا اگر تو قرض لوٹا دیتا تو فبہا

اگر نہ لوٹاتا تو بیمار ہو جاتا اور ان کے پاس ایک ڈبہ بھی رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو بیری اور پانی کے ساتھ غسل دے کر تجہیز و تکفین کر دیں۔ تدفین کے بعد ان کی قبر کو اس قدر مخفی رکھیں کہ کسی کو کوئی علم نہ ہو۔ مال کے بارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے بیت المال میں جمع کرا دو۔ ڈبے کے بارے حکم دیا کہ اسے ان کی طرف بھیج دو اور انگوٹھی آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دیدی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے چار قیدیوں کو حکم دیا۔ انہوں نے نہر میں بند لگا کر اس کے درمیان میں قبر کھودی پھر حضرت دانیال علیہ السلام کو وہیں دفن کر دیا پھر چاروں قیدیوں کو بلا کر ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر بارے کوئی علم نہیں۔

حضرت دانیال علیہ السلام کی انگوٹھی

ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ابن وھب نے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی دیکھی جس کے نگینے کے نقش پر دو شیر تھے ان کے درمیان ایک آدمی تھا جسے یہ دونوں شیر چاٹ رہے تھے۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ اس فوت شدہ آدمی کی انگوٹھی ہے جس کے بارے ان شہر والوں کا گمان ہے کہ وہ حضرت دانیال علیہ السلام تھے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کی تدفین کے وقت اس انگوٹھی کو لے لیا تھا۔

ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس بستی کے علماء سے اس انگوٹھی کے نقش کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ دانیال علیہ السلام کے دور کے بادشاہ کے پاس آ کر نجومیوں نے اور اصحاب علم نے کہا کہ اس رات فلاں فلاں صفات والا بچہ پیدا ہوگا جو تیرے ملک کو زوال کی انتہا تک پہنچا دے گا۔ بادشاہ نے کہا قسم بخدا آج کی رات پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کر دوں گا مگر کچھ لوگوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کو پکڑا اور شیر کی کچھار میں ڈال دیا۔ شیر ان کو چاٹنے لگے اور انہیں کچھ نقصان نہ پہنچایا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کی والدہ آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ دونوں شیر انہیں چاٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نجات دی اور آپ اپنی اس عمر تک پہنچ گئے۔

ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بستی کے علماء نے کہا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنی تصویر اور دونوں شیروں کی تصویر اپنی انگوٹھی میں منقش کر لی تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت جوان پہ ہوئی انہیں بھول نہ جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیت المقدس کے ویران ہونے کے بعد تعمیر نو اور بنی اسرائیل کے دوبارہ جمع ہونے کا تذکرہ

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرماتا ہے:

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ...... اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (البقرہ ۲۵۹)

یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھی پڑی تھی اپنی چھتوں پر بولا اسے کیونکر جلائے گا۔ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مردہ رکھا۔ سو برس پھر زندہ کر دیا فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور اپنے پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ معاملہ، اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

ہشام بن کلبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں بیت المقدس کی از سر نو تعمیر فرمانے والا ہوں لہٰذا اس کی طرف جاؤ اور وہیں سکونت اختیار کرو۔ حضرت ارمیا علیہ السلام اس کی طرف تشریف لے گئے وہاں آئے دیکھا تو وہ ویران ہوا پڑا تھا۔ دل میں سوچا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس شہر میں سکونت اختیار کروں اور مجھے اس کی از سر نو تعمیر کا حکم دیا ہے کیسے اس کی تعمیر ہو گی اور کیسے اللہ تعالیٰ ان کے مرنے کے بعد زندگی عطا فرمائے گا؟ اپنا سر رکھا سو گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کا گدھا بھی تھا اور کھانے پینے کا سامان بھی۔ آپ علیہ السلام ستر سال تک آغوش نیند میں رہے اسی دوران بخت نصر اور اس سے اوپر بادشاہ ہلاک ہو گئے یہ شاہ وقت لہراسب تھا جس کی بادشاہی ایک سو بیس برس تک رہی اس کے وصال کے بعد اس کا بیٹا بشتاسب بن لہراسب تخت نشین ہوا۔ بخت نصر کی موت اسی کے دور سلطنت میں واقع ہوئی۔ بشتاسب کو ملک شام کے بارے اطلاع ملی وہ تباہ و برباد ہو چکا ہے اور فلسطین کی سرزمین پہ درندوں نے ڈھیرے جمار کھے ہیں اور کسی انسان کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ شاہ وقت نے بابل میں یہ اعلان کر دیا کہ بنی اسرائیل میں سے جو شام لوٹنا چاہے وہ لوٹ جائے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص کو اس نے وہاں کا حکمران بنا دیا اور حکم دیا کہ وہ بیت المقدس اور دیگر مساجد کی تعمیر کرائے بنی اسرائیل ارض مقدس لوٹ آئے اور تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کی آنکھیں کھول دیں۔ انہوں نے شہر کی طرف حیرانگی سے دیکھا کہ کیسے اس کی تعمیر ہوئی اور کیسے وہ آباد ہوا؟

حضرت ارمیا علیہ السلام کو آغوش نیند میں گئے ہوئے سو سال کا عرصہ بیت چکا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو

اٹھایا تو ان کا خیال تھا کہ میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں سویا اس وقت شہر ویران و تباہ تھا جب آنکھ کھلی دیکھا تو اب وہاں آبادی و شادابی تھی کہا

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

بنی اسرائیل کی عظمت رفتہ بحال

پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سلطنت و امور لوٹا دیئے ایک عرصہ تک ان کی عظمت رفتہ بحال رہی یہاں تک کہ روم نے آ کر ان پر غلبہ کرلیا۔ طوائف الملو کی کا دور دوراں ہوا پھر نصاریٰ کے ان پر غالب آ جانے کے بعد ان کی شاہی اور اتحاد کا شیرازہ بکھر گیا نہ ان کی کوئی جماعت تھی اور نہ کوئی بادشاہ۔ ابن جریر علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ میں ایسے ہی ذکر کیا ہے۔

مجوسیت کا ظہور

ابن جریر علیہ الرحمہ ذکر کرتے ہیں کہ لہراست بادشاہ بڑا انصاف پسند اور مملکت کا غمخوار بادشاہ تھا۔ دوسرے بادشاہ سپہ سالار، علاقہ جات اور دیگر لوگ بادشاہ کی خوش اخلاقی کی بنا پر اس کی محبت کا دم بھرتے تھے۔ بادشاہ شہروں، نہروں اور ٹیکس وغیرہ کی تعمیر و وصولی کے معاملے میں بڑی عمدہ رائے والا تھا پھر جب سو سال سے زائد زندگی گزار دینے کے بعد تدبیر مملکت سے اس نے عجز محسوس کیا تو بڑی فراخدلی سے تاج شاہی اپنے بیٹے کے سر پہ سجا دیا اور لہراسب کے بیٹے بشتاسب کے دور میں دین مجوسیت کا ظہور ہوا اس کا سبب یہ بنا کہ زردشت نامی ایک شخص حضرت ارمیا علیہ السلام کا ساتھی تھی۔ حضرت ارمیا علیہ السلام ں کی کسی غلطی پہ اس سے ناراض ہوگئے اسے بددعا دی تو زردشت کو برص کا مرض لاحق ہوگیا۔ زردشت آذربائیجان پہنچا اور کسی طرح اس نے بشتاسب کا قرب حاصل کرلیا اور بشتاسب کو اپنی طرف سے اختراع کئے ہوئے مجوسی دین کی تلقین کرنا شروع کردی۔ بشتاسب نے اس دین کو قبول کرلیا اور بعد ازاں لوگوں کو ں اس پر مجبور کیا کہ اسے قبول کریں جو انکار کرتا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا الغرض مجوسی دین کو قبول نہ کرنے والوں کی کثیر تعداد بشتاسب بادشاہ کے ہاتھوں قتل ہوئی۔

بشتاسب کے بعد اس کا بیٹا بھمن بادشاہ بنا یہ فارس کے مشہور اور بہادر بادشاہوں میں سے ہے جن کا ذکر مشہور ہے۔

گری پڑی بستی کے قریب سے گزرنے والے

ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس گری ہوئی بستی کے قریب سے گزرنے والے حضرت ارمیا علیہ السلام تھے۔ وھب بن منبہ اور حضرت عبید اللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم اور دیگر بزرگان فرماتے ہیں کہ سیاق کلام سے یہی قوی محسوس ہوتا ہے۔

حضرت علی شیر خدا، عبد اللہ بن سلام، ابن عباس، حسن، قتادہ، سدی اور سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ کئی ایک کی رائے ہے کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے اور اکثر اسلاف و اخلاف کے نزدیک مشہور یہی ہے۔ (واللہ اعلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ

نسب نامہ:

حافظ ابوالقاسم ابن عساکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ عزیر بن جروہ علیہ السلام ہیں۔ ایک دوسرے قول کے مطابق ابن سوریق بن عدیا بن ایوب بن درزنا بن عری بن تقی بن اسبوع بن فنحاص بن العازر بن ھارون بن عمران۔

ایک دوسرے قول کے مطابق عزیر بن سروخا علیہ الرحمہ ہے۔

بعض آثار میں مذکور ہے کہ آپ کا مزار مبارک دمشق میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ عزیر علیہ السلام نے کسی کی اتباع کی تھی یا نہیں اور نہ ہی مجھے یہ علم ہے کہ آپ علیہ السلام نبی تھے یا نہیں۔

اسحاق بن بشر کے طریق سے مروی ہے وہ جویبر اور مقاتل سے وہ ضحاک سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جنہیں بخت نصر نے قیدی بنالیا تھا بوقت قید آپ بالکل بچے تھے جب چالیس برس کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت عطا فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی تورات کا عالم اور حافظ نہ تھا۔

انبیاء کرام کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا تھا جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تقدیر کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انبیاء کرام کی فہرست سے مٹا دیا۔ یہ ضعیف، منقطع اور منکر ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت اسحاق بن بشر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سعید نے ابوعروبہ سے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے حسن سے انہوں نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ بندے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سو سال تک موت سے آشنائے راز کیے رکھا پھر آغوش نیند سے نکال کر دوبارہ زندگی کی بہاریں عطا کیں۔

اسحاق بن بشر ایک دوسرے طرف سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نیک وصالح اور دانا بندے تھے ایک دن اپنے پیشے یا قطعہ اراضی کی دیکھ بھال کیلئے چلے واپسی پر بوقت دوپہر ایک ویران بستی کے قریب پہنچے شدت کی گرمی تھی ستانے کیلئے کسی کھنڈر میں داخل ہو گئے اپنے گدھے سے نیچے اترے اور ایک سائے میں جا کے بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک ٹوکری میں انجیر اور دوسری میں انگور تھے آپ نے پیالہ لیا اور اس میں انگوروں کا رس نچوڑنے لگے پھر آپ نے اپنی زنبیل میں سے خشک روٹی نکالی اور پیالے میں انگوروں کے مشروب میں بگو دی تا کہ وہ تر ہو اور پھر اسے کھاؤں آپ دیوار کی طرف اپنے پاؤں پھیلائے چت لیٹ گئے اور ان اجڑے گھروں کی چھتوں اور اپنے پایوں پر قائم گھروں کو دیکھنے لگے وہاں کے باشندے فنا اور ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں۔ اس سارے منظر کو دیکھ کر کہا:

اَنّٰی یُحۡیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا (البقرہ ۲۵۹) تو اسے کیونکر جلائے گا اس کے مرنے کے بعد
انہیں اللہ تعالیٰ کے زندہ کر دینے میں کوئی شک نہ تھا بلکہ بطور تعجب کہا کہ اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرتا ہے؟
اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا اس نے حضرت عزیر علیہ السلام کی روح قبض کی اور سو سال تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو آغوش موت میں دیئے رکھا جب سو سال گذر گئے۔ اسی دوران بنی اسرائیل میں نئے نئے امور اور نئی باتوں نے جنم لے لیا تھا۔
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے آپ کے قلب مبارک کی تخلیق کی تاکہ وہ سمجھ کے قابل ہو سکے اور آنکھوں کی تصحیح کی تاکہ وہ دیکھنے کے قابل ہو جائیں اور خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ فرماتا ہے پھر آپ کی نگاہوں کے سامنے آپ کے جسم کی تخلیق کا مرحلہ طے کیا پھر ہڈیوں پر گوشت' بال اور جلد چڑھائی پھر روح پھونکی آپ اس سارے منظر کو دیکھ بھی رہے تھے اور سمجھ بھی رہے تھے پھر آپ سیدھے ہو کر جو بیٹھے تو فرشتے نے پوچھا کہ آپ کتنا عرصہ ٹھہرے؟ کہا دن یا دن کا بعض حصہ یہ آپ نے اس لیے فرمایا تھا کہ دن کے ابتدائی حصہ میں دوپہر کے وقت آپ وہاں ٹھہرنے کیلئے رکے تھے اور اس وقت دن کا آخری حصہ تھا سورج ابھی غروب نہ ہوا تھا کہا دن سے کچھ کم ٹھہرا اور میرے لیے ایک دن بھی مکمل یہاں نہیں گذرا۔ فرشتوں نے بتایا کہ دن یا اس سے کچھ کم حصہ نہیں بلکہ آپ سو سال یہاں ٹھہریں ہیں۔ اپنے کھانے پینے کے سامان یعنی خشک روٹی اور پیالے میں نچوڑے گئے انگوروں کے مشروب کی طرف دیکھیں کہ یہ دونوں اپنی حالت میں ہیں نہ تو مشروب میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے اور نہ خشک روٹی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَمۡ یَتَسَنَّهۡ کہ اب تک بو نہ لایا یعنی نہ باسا ہوا اور نہ ہی تبدیل۔ ایسے ہی انجیر اور انگور تر و تازہ ہیں ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔
اسی دوران حضرت عزیر علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اتنی دیر میں کیسے سویا رہا یہ ناممکن سی بات ہے۔ فرشتے نے کہا میں نے جو کچھ کہا آپ اس کا انکار کر رہے ہیں۔ ذرا اپنے گدھے کی طرف دیکھیں گدھے کی طرف جو دیکھا تو اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو چکی ہیں۔ فرشتے نے ہڈیوں کو آواز دی ہڈیاں ہر جانب سے متوجہ ہو گئیں۔ فرشتے نے ان کو مرکب کر دیا اور عزیر علیہ السلام اس سارے منظر کو ملاحظہ فرما رہے تھے پھر ان پر رگوں پٹھوں کو چڑھایا پھر گوشت پوست پھر اس پر جلد اور بال اگ آئے پھر فرشتے نے اس میں روح پھونکی تو گدھا اپنے سر اور کانوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہینگتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ قیامت قائم ہو چکی ہے یہی فرمان ہے اللہ تعالیٰ کا:

وَانۡظُرۡ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجۡعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانۡظُرۡ اِلَی الۡعِظَامِ كَیۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا
(البقرہ ۲۵۹)

اور اپنے گدھے کی طرف دیکھ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں اور یہ اس لیے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔
یعنی اپنے گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ انہیں ہم ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر کس طرح مرکب کر دیتے ہیں اور کس طرح گوشت کے بغیر ایک گدھے کا ڈھانچہ تیار کر دیتے ہیں پھر دیکھ:

كَیۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (البقرہ ۲۵۹)

کیونکر ہم ان ہڈیوں کو اٹھان دیتے ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے یعنی بعد از موت زندگی وغیرہ۔

حضرت عزیر علیہ السلام واپس اپنے گاؤں میں

پھر حضرت عزیر علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار ہو کر اپنے محلے کی طرف آئے نہ تو آپ نے لوگوں کو پہنچانا اور نہ ہی لوگ آپ کو پہچان سکے اپنے انداز کے مطابق چلتے رہے یہاں تک کہ اپنے گھر پہنچ گئے۔ وہاں ایک بوڑھی نابینی عورت کوئی ایک سو بیس سال کی عمر کی بیٹھی ہوئی تھی یہ اس گھر میں بسنے والوں کی والدہ تھیں جس وقت حضرت عزیر علیہ السلام گھر سے تشریف لے گئے تھے اس وقت اس کی عمر مبارک بیس برس تھی اس وقت وہ آپ کو جانتی پہنچانتی اور آپ کو سمجھتی تھی۔ اب آپ واپس تشریف لائے تو وہ سن رسیدگی کو پہنچ چکی تھی۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا یہ عزیر کا گھر ہے اس نے کہا ہاں گھر تو عزیر ہی کا ہے رو پڑی کہا عرصہ دراز ہوا میں نے کسی سے عزیر کا تذکرہ نہیں سنا لوگ تو عزیر کو بھول چکے ہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا میں ہی عزیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سو سال تک موت کی وادی میں دھکیلے رکھا اور اب مجھے دوبارہ زندگی عطا کی ہے۔

وہ بوڑھی عورت خوشی سے اچھل پڑی کہا سبحان اللہ ہمیں تو سو سال ہوا ہم اسے کھو چکے تھے اور کسی نے ہم سے اس کا کوئی تذکرہ بھی نہیں لیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں عزیر ہی ہوں۔ بڑھیا نے کہا کہ عزیر کو مستجاب الدعوات تھا۔ مریض، پریشان حال اور مصائب والم سے دوچار لوگوں کیلئے دعا مانگتا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی برکت سے انہیں عافیت اور شفا عطا فرما دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرو کہ وہ میری بصارت کو لوٹا دے تا کہ میں تجھے دیکھ سکوں اور اگر تو واقعی عزیر ہے تو میں تجھے پہچان لوں گی۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے دعا کی اپنے ہاتھوں کو بڑھیا کی آنکھوں پر پھیرا تو وہ تندرست ہو گئی پھر اس کے ہاتھ کو پکڑا فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں ٹانگوں کو سلامت فرما دیا۔ تندرست ہو کر کھڑی ہو گئی۔ گویا کہ قید کی رسی کی گرہیں کھل گئی ہوں۔ دیکھا تو پکار اٹھی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ تم عزیر ہی ہو۔ بنی اسرائیل کے ایک محلے کی طرف دوڑ پڑی بنی اسرائیل مجلس سجائے بیٹھے تھے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا ایک سو اٹھارہ سالہ بیٹا بھی وہی موجود تھا آپ کے پوتے بھی وہی تھے۔ آوازیں دینے لگی کہ عزیر واپس لوٹ آئے ہیں۔ لوگوں نے اس کی بات کی تصدیق نہ کی۔ اس نے کہا میں تمہاری فلاں ماں ہوں میرے لیے اس نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے میری بصارت بھی لوٹا دی ہے اور میری ٹانگوں کو بھی درست فرما دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سو سال تک اسے موت دیئے رکھی اور اب پھر زندگی عطا کر دی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ لوگ مجلس سے اٹھے اس کی طرف چل دیئے عزیر علیہ السلام کے گھر جا کر اسے دیکھنے لگے حضرت عزیر علیہ السلام کے بیٹے نے کہا کہ میرے والد گرامی کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک سیاہ ابھری ہوئی جگہ تھی آپ علیہ السلام کے کندھوں سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو علامت موجود تھی۔ بنی اسرائیل کو یقین ہو گیا کہ آپ حضرت عزیر علیہ السلام ہی ہیں۔

بنی اسرائیل نے کہا ہم میں کوئی ایسا شخص نہ تھا حضرت عزیر علیہ السلام کے سوا جسے تورات یاد ہو کیونکہ بخت نصر نے توراۃ کو جلا دیا تھا اب اس توراۃ میں سے صرف اتنا حصہ محفوظ ہے جو لوگوں نے یاد کر لیا تھا لہٰذا آپ ہمیں توراۃ لکھا دیں اور آپ کے والد

سروخ نے بخت نصر کے زمانہ میں توراۃ کو کسی ایسی جگہ دفن کیا تھا جس جگہ کا عزیر کے سوا کسی کو کوئی علم نہیں ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام ان کے ساتھ متعینہ جگہ کی طرف چل دیئے اس جگہ کو کھودا تو توراۃ نکل لی جس کے اوراق بوسیدہ اور تحریر محو ہو چکی تھی۔

عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے کی وجہ

حضرت عزیر علیہ السلام ایک درخت کے سائے میں توراۃ کے ازسرنو تحریر کیلئے تشریف فرما ہو گئے۔ بنی اسرائیل نے آپ کے اردگرد حلقہ بنالیا۔ اسی دوران آسمان سے دو شہاب ثاقب اترے اور حضرت عزیر علیہ السلام کے پیٹ میں داخل ہو گئے جسکی وجہ سے آپ کو ساری تورات یاد ہو گئی۔ ازسرنو آپ علیہ السلام نے تورات کو تحریر کرادیا۔ اسی معجزہ کو دیکھ کر یہودیوں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ ایک تو یہی مذکورہ شہاب ثاقب کے پیٹ میں داخل ہونے کا معاملہ اور دوسرا توراۃ کی ازسرنو تحریر انہیں دونوں چیزوں نے یہودیوں کا نظریہ بنا دیا کہ معاذ اللہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ بنی اسرائیل کے معاملات کی نگہبانی بھی آپ کے ذمہ تھی۔ ارض سوا میں حضرت حزقیل علیہ السلام کے عبادت خانہ میں بیٹھ کر آپ علیہ السلام نے نئے سرے سے توراۃ لکھی اور جس بستی میں آپ کا وصال مبارک ہوا اسے سایراذ کہا جاتا ہے۔

بنی اسرائیل کیلئے نشانی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان **ولنجعلك آية للناس** (اور یہ اس لیے کہ تجھے ہم لوگوں کیلئے نشانی کریں) کے مطابق بنی اسرائیل کیلئے نشانی بن گئے۔ وہ اس طرح کہ آپ علیہ السلام اپنے بیٹوں کے ساتھ بیٹھے ہوتے بیٹے بوڑھے اور آپ جوان ہوتے کیونکہ جس وقت آپ علیہ السلام کی روح قبض کی گئی اس وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو دوبارہ زندگی کی بہاروں سے آشنائے راز کیا اس وقت جوانی کی اسی ہیئت میں تھے جس طرح آپ کا وصال ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بخت نصر کے فوت ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کی رائے بھی یہی ہے۔

ابو حاتم سجستانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو اشعار کی زبان میں اس طرح بیان کیا ہے

وَاَسْوَدِ رَأْسِ شَابَ مِنْ قبله ابنه　　　ومن قبله ابن ابنه فهوا كبر

اس سے پہلے اس کے بیٹے اور پوتے بوڑھے ہو گئے اور خود اس کے سر کے بال سیاہ ہیں حالانکہ وہ ان سے بڑا ہے۔

يرى ابنه شيخاً يدب على عصا　　　ولحيته سوداء والرأس اشقر

اپنے بوڑھے بیٹے کو عصا کے سہارے چلتا ہوا دیکھتا ہے حالانکہ اس کی اپنی داڑھی سیاہ اور سر کے بال سرخ ہیں۔

وما لا بنه حيل ولا فضل قوة　　　يقوم كما يمشي الصبي فيعشر

اس کے بیٹے کیلئے نہ کوئی حیلہ ہے اور نہ بڑھاپے سے رہائی کی طاقت بچوں کے چلنے کی طرح چلتا ہے جو پھر گر جائے

يعد ابنه في الناس تسعين حجةً　　　وعشرين لا يجرى ولا يتختر

لوگوں میں اس کے بیٹے کی عمر نوے سال اور ایک سو بیس سال شمار ہوتی ہے نہ تو وہ چل سکتا ہے اور نہ ہی خوش رفتاری اختیار کر سکتا ہے۔

وعمر ابیه اربعون امرها   ولابن ابنه تسعون فی الناس عبر

اس کے والد کی عمر چالیس برس ہے جبکہ اس کے پوتے نے لوگوں میں نوے سال کی بہاریں دیکھ لی ہیں۔

فما هو فی المعقول ان کنت داریا   وان کنت لا تدری فبا الجهل تعذر

اگر تو جانتا ہے تو یہ عقل کے خانے میں بیٹھنے والی بات نہیں اور اگر نہیں جانتا تو جہالت کی بنا پر تو معذور ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے نبی تھے

مشہور یہی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء کرام میں سے اللہ تعالیٰ کے ایک نبی تھے اور آپ کا زمانہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ ہے۔ جب بنی اسرائیل میں کوئی ایک شخص بھی باقی نہ رہا جسے تورات یاد ہو تو اللہ تعالیٰ بذریعہ الہام توراۃ حضرت عزیر علیہ السلام کو یاد کرادی۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے تورات کو بنی اسرائیل کے سامنے بیان کر دیا۔ جیسا کہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم دیا وہ نور کی سی رفتار کے ساتھ نازل ہوا اور اس نے توراۃ حضرت عزیر علیہ السلام کے قلب اطہر میں منتقل کر دی حضرت عزیر علیہ السلام نے حرف بحرف تورات لکھ دی اور اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ

ابن عساکر علیہ الرحمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ (التوبہ ۳۵) (یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے) کا مطلب پوچھا کہ کس لیے یہودی ایسا کہتے ہیں؟ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کے سوا بنی اسرائیل کیلئے تورات لکھنے والا کوئی نہ تھا جسے کہ تورات زبانی از بر ہو بنی اسرائیل کا کہنا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں بھی یہ استطاعت نہ تھی کہ وہ کتاب کے بغیر تورات کو بیان کر دیتے یہ فقط عزیر علیہ السلام ہی ہیں جنہوں نے بغیر کتاب کے تورات کو بیان کر دیا۔ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ نے اسی بنیاد پر کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔

اسی لیے اکثر علماء کہتے ہیں کہ تورات کا تواتر حضرت عزیر علیہ السلام کے زمانے میں منقطع ہو چکا تھا یہ بڑا عمدہ خیال ہے کہ حضرت عزیر نبی نہیں ہیں جیسا کہ عطا ابن رباح اور حضرت حسن بصری علیہم الرضوان کا قول ہے اور اسی طرح اسحاق بن بشر نے مقاتل بن سلیمان سے انہوں نے عطا سے انہوں نے عثمان بن عطا الخراسانی سے انہوں نے اپنے والد سے اور مقاتل عطا بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں نو چیزیں اس دور فترت میں واقع ہوئیں: ۱۔ بخت نصر ۲۔ صنعا کا باغ ۳۔ سبا کا باغ ۴۔ اصحاب الاخدود ۵۔ حاصورا کا واقعہ ۶۔ اصحاب کہف ۷۔ اصحاب فیل ۸۔ انطاکیہ کا شہر ۹۔ تبع کا واقعہ

اسحاق بن بشر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سعید نے قتادہ سے انہوں نے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سے روایت کیا کہ عزیر

علیہ السلام اور بخت نصر کے واقعات زمانہ فترت کے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن مریم علیہا السلام کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ میں ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا زمانہ

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام کی تشریف آوری حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی دور میں ہوئی۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور عطاء بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عزیر علیہ السلام حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں ہوئے اور انہوں نے بارگاہ موسوی میں حاضری کی اجازت طلب کی لیکن حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ یعنی جب حضرت عزیر علیہ السلام نے تقدیر کے بارے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے رخ پھیر لیا آپ فرماتے تھے کہ ذلت کی ایک گھڑی سے سو مرتبہ مرجانا زیادہ آسان ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے اسی قول کو کسی شاعر نے اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے۔

قد یصبر الحر علی السیف ویالف الصبر علی الحیف

آزاد طبع انسان تلوار پر صبر کر لیتا ہے اور رنج پر صبر کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔

ویؤثر الموت علی حالة یعجز فیھا عن قری الضیف

ایسی حالت میں موت کو ترجیح دیتا ہے جس میں مہمانوں کی مہمان نوازی سے عاجز ہو۔

بہر حال ابن عساکر وغیرہ نے حضرت ابن عباس، نوف بکالی، سفیان ثوری وغیرہ رضی اللہ عنہما سے جو روایت کیا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے تقدیر کے بارے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انبیاء کرام سے مٹا دیا یہ منکر اور اس کی صحت میں نظر ہے گویا کہ بنی اسرائیل سے ماخوذ ہے۔

عبدالرزاق اور قتیبہ بن سعید نے جعفر بن سلیمان سے انہوں نے ابو عمران الجونی سے انہوں نے نوف بکالی سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی کہ الٰہ العالمین تو مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر جسے چاہتا ہے گمراہ اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو حکم ملا آپ اس سوال سے اعراض کیجئے۔ انہوں نے دوبارہ یہی سوال عرض کر دیا پھر جواب ملا کہ تجھے اس سے اعراض کرنا ہوگا ورنہ میں تمہارا نام انبیاء کرام کی فہرست سے خارج کر دوں گا۔ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اس بارے مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ جواب دہی کیلئے مخلوق سے پوچھا جاتا ہے۔

یہ بات اس چیز کا تقاضا نہیں کرتی کہ جس چیز سے آپ کو خبردار کیا گیا تھا کہ اگر سوال دھرایا تو نام خارج ہو جائے گا وہ واقع ہوئی۔ ہاں البتہ اگر دوبارہ سوال دھراتے تو آپ کا نام انبیاء کرام کی فہرست سے محو کر دیا جاتا۔ ترمذی کے علاوہ ایک جماعت سے

مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو آپ نے اسے تلاش کرنے کا حکم دیا۔ اسے زمین میں سے نکال لیا گیا پھر اس نبی نے حکم دیا کہ اسے جلا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے سے اس قدر عذاب کیوں۔

اسحاق بن بشر ابوحریج سے وہ عبدالوہاب بن مجاہد سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ نبی عزیر علیہ السلام ہی تھے۔
ایسے ہی حضرت ابن عباس اور حضرت حسن بصری علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام ہی تھے۔

تذکرہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کٓھٰیٰعٓصٓ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا...... وَیَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا (مریم ا تا ۱۵)

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبوکا پھوٹا اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرے کام اٹھائے وہ میرا جانشین ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحییٰ ہے اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا عرض کی اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا۔ فرمایا ایسا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا عرض کی اے میرے رب مجھے کوئی نشانی دے دے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہو کر تو اپنی قوم پر مسجد سے باہر آیا تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح وشام تسبیح کرتے رہو اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنیوالا تھا زبردست و نافرمان نہ تھا اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن مردہ اٹھایا جائے گا۔

سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

وَکَفَّلَھَا زَکَرِیَّا .... وَسَبِّحۡ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِبۡکَارِ (آل عمران ۳۷،۴۱)

اور اسے زکریا علیہ السلام کی نگہبانی میں دیا جب زکریا علیہ السلام اس کے پاس نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی ہے دعا سننے والا تو فرشتے نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے بولا اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا اور میری عورت بانجھ فرمایا اللہ یونہی کرتا ہے جو چاہے عرض کی اے میرے رب میرے لیے

کوئی نشانی کر دے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارہ سے اور اپنے رب کی بہت یاد کر اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بول؟

سورۃ انبیاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ .... وَكَانُوا لَنَا خٰشِعِيْنَ (انبیاء ۸۹تا۹۰)

اور زکریا علیہ السلام کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر اور وارث تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کیلئے اس کی بی بی سنواری بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے تھے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ (الانعام ۸۵)

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (علیہم السلام) کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔

نسب نامہ

حافظ ابو القاسم ابن عساکر علیہ الرحمہ اپنی مشہور تاریخی کتاب الحافل میں فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام سے مراد زکریا بن برخیا ایک اور قول کے مطابق زکریا بن دان علیہ السلام اور ایک قول کے مطابق زکریا بن لدن بن مسلم بن صدوق بن خشبان داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیقہ بن برخیا بن بلعاطہ بن ناحور بن شلوم بن بہفاشاط بن اینامن بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد ابو یحییٰ نبی علیہ السلام بنی اسرائیل کے مشہور نبی۔

آپ علیہ السلام اپنے بیٹے یحییٰ کی تلاش میں دمشق سے متعلقہ بستی بشنیہ میں تشریف لے گئے ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے یحییٰ علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو حضرت زکریا علیہ السلام دمشق میں ہی تھے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کا نسب نامہ مذکور ہے زکریا مد اور مد کے بغیر دونوں طرح پڑھا جاتا ہے اور زکریٰ بھی منقول ہے۔

قرآنی آیات کی تفسیر

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لوگوں کے سامنے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے ساتھ پیش آمدہ واقعہ کو بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سن رسیدگی کی عمر میں آپ کو بیٹا عطا فرمایا جبکہ آپ کی زوجہ محترمہ تو حالت شباب میں ہی بانجھ پن کا شکار تھی اب تو ویسے ہی بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکی تھی۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے مایوس و ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا (مریم۲)

یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی۔ جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا حضرت قتادہ علیہ الرحمہ آیت طیبہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ دل اور خفی آواز کو سنتا جانتا ہے۔ بعض اسلاف کا کہنا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام شب بیداری فرماتے اور اپنے پاس موجود شخص کے خوف سے آہستہ آہستہ اپنے رب سے ندا

فرماتے ہوئے عرض گزار ہوتے یارب یارب یارب اللہ تعالیٰ جواباً ارشاد فرماتا لبیک لبیک لبیک

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ

عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی۔

یعنی میں کمزور ہوگیا ہوں اور بڑھاپے کی وجہ سے ست ہوگیا ہوں۔

وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا۔

یہ استعارہ ہے لکڑیوں میں آگ کے بھڑک اٹھنے سے یعنی بالوں کی سیاہی میں بڑھاپے کی چاندی غالب آگئی ہے۔

جیسا کہ ابن درید نے اپنے مقصودہ قصیدہ میں کہا ہے۔

اما تریٰ رأسی حاکی لونه　　　طرة صبح تحت اذیال الدجا

کیا تم میرے سر کو نہیں دیکھتے جس کا رنگ تاریک رات کے دامن سے صبح کی تازگی کی حکایت بیان کرتا ہے۔

واشتعل المبیض فی مسوده　　　مثل اشتعال النار فی جمر الغضا

سفیدی اس کی سیاہی میں یوں مشتعل ہوگئی ہے جس طرح جھاؤ کے درخت کے شعلے میں آگ مشتعل ہوتی ہے

وآض عود اللّهو ویبساً ذاویا　　　من بعد ماقد کان مجاج الشریٰ

کھیل کود کی لکڑی خشک اور پژمردہ ہوگئی ہے بعد اس کے کہ وہ زمین کی تر لکڑی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کمزوری ان پر ظاہر و باطن کے اعتبار سے غالب آچکی ہے اسی طرح کہا حضرت زکریا علیہ السلام نے

اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا

اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا۔

یعنی میں نے جب بھی تیری بارگاہ میں کوئی عرض پیش کی ہے تو نے مجھے محروم نہیں لوٹایا بلکہ میری عرض کو شرف قبولیت عطا فرمایا ہے۔ اس دعا کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت مریم بنت عمران بن ماثان آپ کی کفالت میں تھی جب کبھی آپ اس کے حجرہ میں داخل ہوتے تو اس کے پاس موجود غیر رسمی پھل پاتے یہ اولیائے کرام کی کرامات میں سے ہے۔ یہ غیر موسمی پھل دیکھ کر آپ کا علم عین الیقین بلکہ حق الیقین میں بدل گیا اور خیال پیدا ہوا کہ جو ذات رزاق کائنات بغیر موسم کے پھل عطا کرنے پر قادر ہے وہ یقیناً اولاد عطا کرنے پر بھی قادر ہے اگرچہ بڑھاپے کی منازل طے کی جارہی ہیں۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (آل عمران ۳۸)

یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ قول کہ

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا (مریم ۵)

اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ

کہا جاتا ہے کہ موالی سے مراد قریبی رشتہ دار ہیں گویا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ ان کے بعد ان کے قریبی رشتہ دار اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشروع احکام میں تصرف کریں گے لہٰذا اپنی ہی صلب میں سے ایک ایسے فرزند کیلئے عرض کی جو متقی پرہیز گار اور پسندیدہ ہو اسی لیے کہا

فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ تو اپنی قوت وطاقت سے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے

وَلِيًّا يَرِثُنِي جو میرے کام اٹھائے وہ میرا جانشین ہو یعنی بنی اسرائیل میں نبوت وحکم کے اعتبار سے وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (مریم ۶)

اور اولاد یعقوب کا وارث ہو اور میرے رب اسے پسندیدہ کر یعنی جس طرح تو نے اس کے آباؤ اسلاف کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی منتخب کیا نبوت ووحی کے اعزاز واکرام سے انہیں سرفراز کیا ان کی طرح اسے بھی ان اوصاف سے مالا مال کر دے۔

وراثت سے یہاں مراد مال کی وراثت نہیں جیسا کہ اہل تشیع کا گمان ہے۔

ابن جریر علیہ الرحمہ نے بھی یہاں ان کی موافقت کی ہے۔اسلاف میں سے ابو صالح سے اسے حکایت کیا ہے۔

انبیاء کرام کی اولاد ان کے مال کی وارث نہیں ہوتی

اہل تشیع کا گمان ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے فرزند کیلئے مال کی وراثت کی دعا کی۔ابن جریر وغیرہ نے بھی اسی کی موافقت کی ہے حالانکہ یہ نظریہ کئی اعتبار سے غلط ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔

نمبر ا۔ ہم گزشتہ صفحات میں آیت طیبہ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوُدَ (النمل ۱۶) (اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا) کے تحت بیان کر چکے ہیں کہ نبوت وملک میں حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین بنے تھے جیسا کہ صحاح، مسانید اور سنن وغیرہ میں مروی حدیث طیبہ جس پر اہل علم کا اتفاق بھی ہے اور کئی ایک صحابہ سے مروی بھی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ہم اپنے ترکہ کا کسی کو وارث نہیں بناتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔

یہ نص اس بات پر شہادت فراہم کرتی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں اس لیے امیر المومنین خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہ مال جو آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں آپ کے ساتھ مخصوص تھا وہ ان ورثا میں سے کسی ایک کو دینے سے منع کر دیا جنہیں یہ نص نہ ہونے کی صورت میں ملتا۔

وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ، نبی مکرم علیہ التحیۃ والثنا کے ترکہ کو تقسیم نہ کرنے پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بطور دلیل یہی حدیث طیبہ پیش کی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اس حدیث پر حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی شیر خدا، حضرت عباس

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام نے موافقت فرمائی۔

نمبر۲- امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ایسے الفاظ سے روایت کیا ہے کہ جو تمام انبیاء کرام کو عام ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہم گروہ انبیاء (اپنے ترکہ میں) کسی کو وارث نہیں کرتے۔

نمبر۳- دنیا انبیائے کرام کے نزدیک حقیر ترین چیز ہے چہ جائیکہ ان کے خزانے جمع کریں یا اس کی طرف توجہ کریں بلکہ انہوں نے اپنی اولاد کو بھی یہی تلقین کی کہ ان کے بعد دولت جمع کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بے شک زہد و ورع کے اعتبار سے جن کے مقام کا قرب بھی ناممکن ہو ان کے بارے یہ گمان رکھنا کہ انہوں نے اپنی اولاد کیلئے ترکہ کے وارث بننے کی دعا مانگی ایک تہمت سے کم نہیں۔

نمبر۴- حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کر کے رزق حلال کمایا کرتے تھے۔ انبیائے کرام کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر اتنی دنیا کمائیں جو کہ ان کی ضروریات سے بچ رہے، اور نہ ہی اپنے مابعد والوں کیلئے وہ مال کے ذخیرے کرتے ہیں۔ یہ بات ہر اس شخص کیلئے ظاہر و باہر ہے جو غور و فکر اور فہم و فراست کا مالک ہے۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ابن ہارون نے، حماد بن سلمہ نے ثابت سے انہوں نے ابو رافع سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے حدیث بیان کی کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

ایسے ہی امام مسلم، ابن ماجہ نے حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قول یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ اِسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (مریم ۷) اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحییٰ ہے اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ کی گئی ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران ۳۹)

فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے

جونہی فرزند صالح کی خوشخبری ملی اور بشارت متحقق ہوگئی تو از راہ تعجب عمر کی اس حالت میں بچے کے ہونے پر عرض کی

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا (مریم:۸)

اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا۔

یعنی بڑھاپے کی اس عمر میں اولاد کیسے پیدا ہوگی کہا جاتا ہے کہ اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر مبارک ستتر برس تھی

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ممکن ہے آپ کی عمر اس سے بھی زیادہ ہو۔

وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا کہ میری بیوی کو تو حالت شباب میں ہی بانجھ تھی اولاد پیدا کرنے کا وصف نہ تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ (الحجر ۵۴)

کیا اس پر مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا اب کا ہے پر بشارت دیتے ہو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا يٰوَيْلَتٰى ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ہود ۷۲، ۷۳)

ہائے خرابی کیا میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے بے شک یہ تو اچنبے کی بات ہے فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کو اچنبا کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والو پر بے شک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی ایسے ہی جواب دیا گیا۔ وہ فرشتہ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی وحی لے کر آتا تھا اس نے آپ علیہ السلام سے کہا كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (مریم ۹)

ایسا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے یہ اللہ تعالیٰ پر ایسا کرنا بڑا آسان ہے وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا یعنی میں نے اپنی قدرت سے تجھے وجود عطا کیا جبکہ تیرا نام ونشان تک نہ تھا تو کیا تجھ بے نام ونشان کو وجود عطا کر سکتا ہوں تو تجھ سے بچہ پیدا نہیں کر سکتا اگرچہ تو بوڑھا ہی ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ (الانبیاء ۹۰)

تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحیٰ عطا فرمایا اور اس کیلئے اس کی بی بی سنواری بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں ان کیلئے بی بی کو سنوارنے کا معنی یہ ہے کہ انہیں حیض نہ آتا تھا پھر آنے لگا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی زبان میں کچھ سختی تھی اس حوالے سے اس کی اصلاح کر دی۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً (مریم: ۱۰) عرض کی اے میرے رب مجھے کوئی نشانی دے

یعنی کوئی ایسی علامت ہو اس وقت پر کہ مجھ سے میری زوجہ اس بشارت والے بچہ سے حاملہ ہو گئی ہے

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (مریم ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہو کر علامت یہ ہوگی کہ تجھے سکوت لاحق ہو جائے گا تین دن تک تو صحیح المزاج اور معتدل طبع کے باوجود لوگوں کے ساتھ گفتگو نہ کر پائے گا تو بھلا چنگا ہوگا لیکن تجھے بات کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی بھی تو اشاروں سے کلام کا مفہوم بیان کرے گا۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے دل میں کثرت

سے ذکر کرنے اور صبح وشام دل میں یاد الٰہی کے دیپ جلائے رکھنے کا حکم دیا۔ پھر جب حضرت زکریا علیہ السلام اس بشارت سے آشنائے راز ہو گئے تو مسرور وشاداں اپنے محراب سے باہر قوم کے پاس تشریف لائے۔

فَاَوْحٰی اِلَیْھِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا (مریم:۱۱)

قوم کو اشارہ سے کہا کہ صبح وشام تسبیح کرتے رہو۔

وحی سے مراد امر خفی ہے؟

مجاہد اور سدی علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لکھ کر بتانا ہے۔

مجاہد' وہب اور قتادہ علیہم الرحمہ کا کہنا ہے کہ اشارے سے آگاہ کرنا ہے۔

مجاہد' عکرمہ' وہب سدی اور قتادہ علیہم الرحمہ فرماتے ہیں کہ بغیر کسی مرض کے آپ کی زبان بند ہو گئی تھی۔ ابن زید فرماتے ہیں کہ قرأت و تسبیح تو آپ کر لیتے تھے لیکن کسی سے کلام کرنے کی سکت نہ تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفت وثنا

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ وَ آتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا (مریم۱۲)

اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد گرامی حضرت زکریا علیہ السلام کو بشارت الٰہیہ کے مطابق بچہ کے وجود کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صغر سنی ہی میں انہیں کتاب وحکمت کی دولت بے کراں سے مالا مال فرما دیا۔ عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ معمر علیہ الرحمہ نے کہا کہ بچے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہا کرتے کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو تو آپ علیہ السلام ارشاد فرماتے کہ مجھے کھیل کود کیلئے پیدا نہیں کیا گیا۔ فرماتے ہیں کہ یہی مطلب ہے اس قول کا وَ آتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا اور اپنی طرف سے مہربانی ابن جریر علیہ الرحمہ نے عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ انہوں نے عکرمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے نہیں علم حنان کیا ہے۔ ابن عباس' مجاہد' عکرمہ' قتادہ اور ضحاک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا سے مراد ہے رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا اپنی طرف سے رحمت کی یعنی زکریا علیہ السلام پر ہم نے رحمت کی اور انہیں یہ بچہ عطا فرمایا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حَنَانًا سے مراد محبت ہے۔ یعنی ہم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی محبت لوگوں میں بالخصوص ان کے والدین میں ان کیلئے شفقت ومحبت اور اس کا ان کیلئے حسن سلوک جیسے جذبات عطا کیے اور زکوٰۃ سے مراد حسن اخلاق اور نقائص ورزائل سے محافظت ہے۔ وَمَا کَانَ تَقِیًّا تقویٰ سے مراد اطاعت الٰہی' احکام الٰہی کی پیروی اور جن احکام سے منع کیا گیا ہے ان سے اجتناب کرنا ہے۔

پھر والدین کے ساتھ ان کے حسن سلوک اور ان کے اوامر ونواہی میں ان کے احکام کی اطاعت اور قولاً فعلاً والدین کی نافرمانی سے گریزاں وترساں رہنے کا ذکر کیا۔

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (مریم ۱۴)

اور (یحیٰ علیہ السلام) اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنیوالا تھا زبردست و نافرمان نہ تھا۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (مریم ۱۵)

اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن مردہ اٹھایا جائے گا۔

یہ تینوں اوقات ہی کسی انسان کیلئے اہم ترین ہوتے ہیں کیونکہ ان تینوں اوقات میں انسان ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف منتقل ہوتا ہے دوسرے جہان کی طرف منتقل ہو کر اس سے مانوس ہونے کے بعد پہلے جہان کو گم کر دیتا ہے۔ وہ اپنے سامنے کے حالات سے آگاہ نہیں ہوتا اسی لیے جب ماں کے بطن سے جدا ہوتا ہے تو چیخ و پکار کرتا ہے اور اس جہان کی طرف منتقل ہو کر کرب و بلا کی مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ اسی طرح جہان دنیا سے جہان برزخ کی طرف منتقل ہوا گھروں و محلات کے بعد قبروں کو جا آباد کیا وہاں سے قیامت کے دن کے صور پھونکے جانے کا انتظار شروع ہوا پھر خوشی و انبساط اور غم و پریشانی یا گروہ جنت یا گروہ جہنم مقدر ٹھہرا۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ

ولدتك امك باكيًا مستصرخاً	والناس حولك يضحكون سرورًا
فاحرص لنفسك ان تكون اذا بكوا	في يوم موتك ضاحكًا مسرورًا

تیری والدہ نے تجھے جنم دیا تو تو اس وقت چیخ پکار کر رہا تھا اور لوگ تیرے ارد گرد ہنستے مسکراتے اور خوشیاں منا رہے تھے اپنے آپ پر اس قدر کوشاں ہو کہ تیری موت کے وقت جب لوگ روئیں تو تو ہنس رہا ہو۔

یحیٰ علیہ السلام کیلئے تین اہم اوقات سلامتی والے

ہر انسان کیلئے پیدائش موت اور میدان حشر میں اٹھائے جانے کا وقت یہ تینوں مواقع بڑے نازک اور اہم ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں مواقع حضرت یحیٰ علیہ السلام کیلئے سلامتی والے بنا دیئے فرمایا

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا

اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن مردہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت سعید بن ابوعروبہ علیہ الرحمہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحیٰ علیہ السلام سے کہا آپ مجھ سے بہتر ہیں میرے لیے بارگاہ الہیہ سے مغفرت طلب کیجئے۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام نے کہا اے روح اللہ آپ مجھ سے بہتر ہیں آپ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ بہتر ہیں کیونکہ میں اپنے نفس کا خود محافظ ہوں لیکن تجھ پر اللہ تعالیٰ نے سلامتی فرمائی ہے اور اس کی شہادت فراہم کی ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو فضیلت عطا فرمائی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسَيِّدًا وَّحَصُورًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران ۳۹)

اور سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے

مذکور ہے کہ حصور سے مراد عورتوں سے مکمل گریز کرنے والا اس کے علاوہ اس کے معانی مذکور ہیں لیکن یہ زیادہ مناسب ہے اس مفہوم کے جو اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ ارشاد فرمایا

وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً (آل عمران ۳۸)

اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولاد آدم میں سے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جس نے غلطی نہ کی ہو یا غلطی کا ارادہ نہ کیا ہو اور کسی شخص کیلئے مناسب نہیں کہ وہ یوں کہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔

اس حدیث طیبہ کی سند میں ایک راوی علی بن زید بن جدعان پر ائمہ نے کلام کیا ہے اور ان کے نزدیک وہ منکر الحدیث ہے۔

حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خالق کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے صحابہ کرام اس وقت انبیائے کرام کے فضائل بیان کر رہے تھے ایک صحابی نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں۔ ایک نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ ایک نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبہائے مبارکہ کو جنبش آئی صحابہ کرام سراپائے گوش ہو گئے ارشاد فرمایا شہید ابن شہید کہاں گئے جو گناہ کے خوف سے پشم کا لباس پہنتا تھا اور درختوں کے پتے کھاتا تھا۔ ابن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یحییٰ بن زکریا علیہما السلام تھے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ابن العاص نے ہمیں حدیث بیان کی کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ہر انسان کے ذمہ کوئی نہ کوئی خطا ہو گی حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کے ذمہ کوئی خطا نہ ہو گی۔

یہ روایت ابن اسحاق نے بیان کی ہے اور وہ مدلس ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے بغیر گناہ کے ملاقات کرے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت فرمائی۔ وَسَيِّدًا وَّحَصُورًا پھر آپ نے زمین سے کوئی تنکا وغیرہ اٹھایا ارشاد فرمایا ان کے ساتھ اس تنکے جتنا کچھ ہو تو ہو سکتا ہے وگرنہ نہیں پھر آپ نے جانور ذبح فرمایا۔

دوخالہ زاد بھائی

ابوداؤد طیالسی وغیرہ نے حکم بن عبدالرحمٰن بن ابونعیم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسنین کریمین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں مگر دوخالہ زاد بھائی حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام

ابونعیم حافظ اصبہانی فرماتے ہیں کہ ہمیں اسحاق بن احمد' ابراہیم بن یوسف' احمد بن الحواری نے بیان کیا کہ ابوسلیمان کو یہ فرماتے سنا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام جارہے تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک عورت سے ٹکرا گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا اے میرے خالہ زاد آج آپ سے ایسی غلطی سرزد ہوئی میرا خیال ہے کہ کبھی معاف نہ ہوگی۔ پوچھا اے میرے خالہ زاد وہ کونسی غلطی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ایک عورت سے آپ کی ٹکر ہوگئی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ قسم بخدا مجھے تو علم ہی نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: سبحان اللہ آپ کا جسم تو میرے ساتھ تھا روح کہاں تھی؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام: وہ عرش علیٰ سے معلق تھی اگر میرا دل لمحہ بھر کیلئے جبرائیل علیہ السلام پر مطمئن ہوجائے تو میں سمجھتا ہوں کہ پلک جھپکنے کی مقدار بھی میں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچانا۔

اس میں غرابت اور یہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔

حضرت اسرائیل ابی حصین سے وہ حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اون کا لباس زیب تن فرماتے تھے جبکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پشم کا لباس پہنتے۔ دونوں کی مالی حالت یہ تھی کہ نہ تو دونوں کے پاس کوئی دینار تھا اور نہ کوئی درہم نہ کوئی غلام نہ باندی نہ کوئی رہائش گاہ نہ ٹھکانہ جہاں رات کے سائے ڈھلتے وہی رات گذار لیتے جب دونوں جدا ہونے لگے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا غصہ مت کیجئے کہا غصہ برداشت کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں کہا مالدار بننے کی کوشش نہ کرنا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا بہر حال ایسا ممکن ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا وصال

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے مختلف روایات ہیں کہ آیا حضرت زکریا علیہ السلام کا طبعی وصال ہوا یا آپ کو شہید کیا گیا؟ عبدالمنعم بن ادریس بن سنان اپنے باپ سے اور وہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنی قوم کے ظلم وستم سے تنگ آکر بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک درخت میں داخل ہوگئے لوگ آرا لے کر آئے اور دونوں کو چیرنے کیلئے مستعد ہوگئے جب آرا حضرت زکریا علیہ السلام کی پسلیوں تک پہنچا تو آپ کراہ اٹھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کی کہ اگر آپ نے اپنی آہوں کو نہ روکا تو میں زمین اور اس کے اوپر ہر چیز کو الٹ پلٹ کردوں گا حضرت زکریا علیہ السلام نے سکوت اختیار کیا لوگوں نے چیر کر حضرت زکریا علیہ السلام کے دوٹکڑے کردیئے اسے ایک مرفوع حدیث میں روایت کیا گیا ہے جسے ہم انشاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے۔

اسحاق بن بشر ادریس بن سنان سے اور وہ حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس ہستی کیلئے درخت پھٹا تھا وہ حضرت شعیاء علیہ السلام تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام نے تو اپنی طبعی موت وصال فرمایا تھا۔ (واللہ اعلم)

امور خمسہ کی تبلیغ کا حکم

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عفان نے حدیث بیان کی ابو خلف موسیٰ بن خلف (جنہیں بدلاء شرفاء میں شمار کیا جاتا ہے) نے خبر دی یحییٰ بن ابی کثیر نے زید بن سلام سے انہوں نے اپنے دادا ممطور سے انہوں نے حارث الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ امور کا حکم دیا کہ اس پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھی عمل کرنے کا حکم دیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کچھ تاخیر ہوگئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے یحییٰ آپ کو پانچ باتوں کا حکم دیا گیا تھا تاکہ آپ خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم دیں آپ یہ فریضہ انجام دیں گے یا میں دوں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا میرے بھائی اگر آپ نے یہ فریضہ سرانجام دیتے ہوئے مجھ پر سبقت کی تو مجھے اندیشہ لاحق ہے کہ یا تو میں عذاب میں مبتلا ہو جاؤں گا یا زمین میں دھنسا دیا جاؤں گا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا ایک جم غفیر بن گیا مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ آپ ممبر پر تشریف فرما ہوئے حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ اے بنی اسرائیل اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ جس پر میں خود بھی عمل پیرا ہوں اور تمہیں بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دوں۔

١- پہلا حکم: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص اپنے خالص مال سونے اور چاندی کے ساتھ کوئی غلام خریدے غلام محنت ومشقت اور اپنی کمائی اپنے مالک کی بجائے کسی دوسرے شخص کو دینا شروع کر دے کیا تم میں سے کوئی شخص اس طرح پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو یقیناً کوئی اس طرح نہ چاہے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا تمہیں رزق دیا تم بھی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

٢- دوسرا حکم: میں تمہیں نماز کی ادائیگی کا حکم دیتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ اس وقت تک اپنی نگاہ التفات اپنے اس بندہ پر رکھتا ہے جب تک بندہ ذات خدا کے جلوؤں میں گم اس کی طرف متوجہ رہتا ہے لہٰذا جب تم نماز ادا کرو تو خشوع وخضوع اور مکمل توجہ کے ساتھ نماز ادا کرو۔

٣- تیسرا حکم: میں تمہیں روزہ کا حکم دیتا ہوں روزہ دار کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص ایک مجلس میں شریک ہو اور اس کے پاس کستوری کی تھیلی ہو اس کستوری کی خوشبو سب مجلس والوں تک پہنچتی رہے گی اور سامان فرحت وانبساط بنی رہے گی۔ بے شک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔

٤- چوتھا حکم: میں تمہیں صدقہ کا حکم دیتا ہوں صدقہ کی مثال ایسے ہے کہ کسی شخص کو اس کے دشمنوں نے گرفتار کر کے اسے پابجولاں کر دیا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھ دیا ہو اس کا سر تن سے جدا کرنے کیلئے لے جایا جا رہا ہو۔ ایسے عالم میں وہ کہے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ میں اپنی جان کا ہدیہ پیش کر کے اپنی جان بخشی کا سامان پیدا کرلوں۔ دشمن اس کی طرف سے

تھوڑا بہت ہدیہ قبول کر کے اس کی جان بخشی کر دیں۔ صدقہ دینے والے کی مثال بھی ایسے ہی ہے کہ وہ صدقہ کر کے اپنے مصائب سے رہائی کا سامان پیدا کر لیتا ہے۔

۵- پانچواں حکم: میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی تمہیں تاکید کرتا ہوں ذکر کرنے والوں کی مثال اس طرح ہے کہ دشمن کسی شخص کی تلاش میں ہو اور بڑی تیزی میں اس کے تعاقب میں ہوں ایسے میں وہ مطلوبہ شخص ایک قلعہ میں جا کر محفوظ ہو جائے۔ بندہ بھی جب اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہوتا ہے تو وہ شیطان کے حملہ سے گویا کہ ایک قلعہ میں محفوظ و مامون ہوتا ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بھی تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ ۱- اتحاد و یگانگت ۲- حق بات کو بغور سننا ۳- اطاعت و فرمانبرداری ۴- ہجرت ۵- جہاد فی سبیل اللہ جو شخص اتحاد کا شیرازہ بکھیرنے کیلئے جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا تو اس نے اسلام کا طوق گلے سے اتار پھینکا مگر اس صورت میں کہ وہ واپس لوٹ آئے اور جس شخص نے زمانہ جاہلیت کے پکارنے کی طرح پکارا تو وہ جہنم سدھار گیا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر چہ وہ روزہ رکھتے نماز ادا کرے پھر بھی؟ فرمایا! ہاں اگر چہ وہ نماز روزہ کا پابند ہو اور اپنے آپ کو مسلمان گمان کرتا ہو مسلمانوں کو ان کے ناموں سے پکارو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نام مومن بندے رکھا ہے۔

ایسے ہی ابو یعلیٰ نے ہدبہ بن خالد سے انہوں نے ابان بن یزید سے انہوں نے یحییٰ بن کثیر سے روایت کیا ہے ایسے ہی ترمذی نے ابو داؤد طیالسی اور موسیٰ بن اسماعیل اور ان دونوں نے ابان بن یزید عطار سے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے ہشام بن عمار سے انہوں نے محمد بن شعیب بن سابور سے انہوں نے معاویہ بن سلام انہوں نے اپنے بھائی زید بن سلام انہوں نے ابو سلام انہوں نے حارث اشعری سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ حاکم نے مروان بن محمد طاطری کے طریق سے معاویہ بن سلام سے اور انہوں نے اپنے بھائی سے روایت کیا ہے پھر کہا کہ مروان طاطری معاویہ بن سلام سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ایسے نہیں ہے جس طرح ابن ماجہ نے کہا کہ طاطری منفرد ہے بلکہ طبرانی نے محمد بن عبدہ سے انہوں نے ابو توبہ ربیع بن نافع سے انہوں نے معاویہ بن سلام سے انہوں نے ابو سلام انہوں نے حارث اشعری سے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ ابن عساکر علیہ الرحمہ عبداللہ بن ابوجعفر رازی کے طریق سے اپنے والد سے اور وہ ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ہمیں پتا چلا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام نے علمائے بنی اسرائیل سے سنا کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ امور کا حکم دیا گیا اور پھر ساری حدیث بیان کی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا طعام و قیام

علمائے بنی اسرائیل نے ذکر کیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اکثر لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ صحرا و بیابان سے مانوس تھے۔ درختوں کے پتے کھاتے' دریاؤں سے پانی نوش فرما لیتے۔ بعض اوقات ٹڈی کا شکار کر کے اسے تناول فرماتے اور اپنے آپ سے کہتے اے یحییٰ تجھ سے بڑھ کر انعام یافتہ اور کون ہوگا؟

ابن عساکر علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والدین کریمین آپ کی تلاش کیلئے تشریف لے گئے بحیرہ اردن کے پاس حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت یحییٰ علیہ السلام نے انہیں خشیت الٰہیہ اور بندگی و عبادت

گزاری سے بہت رلایا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی گریہ زاری

ابن وہب حضرت مالک سے وہ حمید بن قیس سے وہ مجاہد رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام سبز گھاس تناول فرماتے اور خشیت الٰہیہ سے اس قدر روتے کہ اگر آپ کی آنکھوں پر تارکول ہوتا تو وہ بھی پھٹ جاتا۔

محمد بن یحییٰ ذہلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابوصالح نے لیث نے ہمیں حدیث بیان کی۔ عقیل نے ابن شہاب سے مجھے حدیث بیان کی کہ میں ایک دن ابوادریس خولانی کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ بیان فرما رہے تھے کہ لوگوں میں تمہیں ایسے شخص کے بارے آگاہ نہ کروں جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ پاکیزہ طعام تناول فرماتا تھا؟ جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ متوجہ ہو گئے ہیں تو فرمایا کہ حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام لوگوں میں سے سب سے پاکیزہ کھانا تناول فرماتے تھے جنگلی جانوروں کے ساتھ سبز گھاس کھاتے لوگوں کی معیشت میں شریک ہونے کو ناپسند فرماتے۔

ابن مبارک علیہ الرحمہ وہیب بن ورد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تلاش میں بیابان وصحرا میں تین دن تک گم رہے۔ تلاش کا سلسلہ جاری رہا دیکھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک قبر کھودے اس میں کھڑے زاروقطار رو رہے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا بیٹا میں تجھے تین دن سے تلاش کر رہا ہوں اور تو قبر میں کھڑا گڑگڑا رہا ہے۔ عرض کی میرے والد حضور آپ ہی نے تو مجھے بتایا تھا کہ جنت ودوزخ کے درمیان ایک ایسا صحرا ہے جو اشک باری کے بغیر طے نہیں ہوسکتا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا بیٹا خوب آنسو بہاؤ پھر دونوں مل کر خوب روئے۔ ایسے ہی وہب بن منبہ اور مجاہد رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر علیہ الرحمہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل جنت جنت میں جن نعمتوں سے سرفراز ہوں گے ان کی لذت میں انہاک کی وجہ سے سو نہ سکیں گے۔ ایسے ہی صدیقین کہ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی محبت جاگزین ہیں۔ انہیں بھی مناسب نہیں کہ وہ راتوں کو سو کے گزار دیں۔ پھر فرمایا کہ دونوں نعمتوں اور دونوں خوش بختوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

علماء ذکر کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی کثرت گریہ زاری کا یہ عالم تھا کہ رونے کی وجہ سے ان کے رخساروں پر نشانات پڑ گئے تھے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کے اسباب

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے کئی اسباب اہل علم نے بیان کیے ہیں۔ مشہور ترین یہی ہے کہ اس دور میں دمشق کے بادشاہ نے اپنی کسی محارم سے یا کسی ایسی خاتون سے شادی کرنا چاہی جو شریعت میں جائز نہ تھی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے فرائض منصبی کو نبھاتے ہوئے انہیں منع کیا۔ اس خاتون کے دل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے خلش پیدا ہوگئی۔ جب بادشاہ اور خاتون کی محبت پروان چڑھی اور شیطان نے انہیں جمع کرا دیا تو عورت نے مطالبہ کیا کہ مجھے یحییٰ علیہ السلام کا خون درکار ہے۔ بادشاہ نے حامی بھر لی۔ کسی آدمی کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل پر آمادہ کیا گیا۔ وہ بدبخت حضرت یحییٰ علیہ السلام

کے سرانور اور خون کو ایک طشت میں رکھ کر ان کے پاس لے آیا۔ عورت نے سرانور کو دیکھا تو دیکھتے ہی اسی لمحے واصل جہنم ہوگئی۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ اسی بادشاہ کی ملکہ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام سے عشق پیدا ہوگیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پیغام بھیجا آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب عورت مایوس ہوگئی تو بادشاہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کے مطالبہ کے حیلے کرنے لگی۔ بادشاہ انکار کرتا رہا بالآخر اس کے اصرار پر بادشاہ نے ملکہ کا مطالبہ مان لیا۔ بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کیلئے ایک آدمی کو روانہ کیا جس نے آپ کا سرانور کاٹا ایک طشت میں رکھا اور خون و سر لے کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے قاتل اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون اور سر ملکہ کے پاس بھیج دیا۔
اسی معنی ومفہوم کی ایک حدیث اسحاق ابن بشر نے اپنی کتاب المبتدا میں روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں یعقوب کوفی نے ہمیں خبر دی انہوں نے عمرو بن میمون سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت زکریا علیہ السلام کو آسمانوں میں دیکھا آپ علیہ التحیۃ والثناء نے انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ اے ابو یحییٰ آپ مجھے اپنے قتل کے بارے خبر دیجئے اور بتایئے کہ آپ کو کس لیے قتل کیا گیا؟ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یحییٰ علیہ السلام اپنے دور میں اپنے وجیہہ وشبیہ اور حسین وجمیل تھے کہ کوئی ان کا ثانی نہ تھا آیت طیبہ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا کی عملی تفسیر تھے۔ آپ کو عورتوں کی طرف بالکل رغبت نہ تھی۔ بنی اسرائیل کے بادشاہ کی ملکہ ان پر فریفتہ ہوگئی۔ وہ بدکار عورت تھی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس نے بلا بھیجا اللہ تعالیٰ نے ان کی عصمت کی حفاظت فرمائی اور یحییٰ علیہ السلام نے انکار فرما دیا۔ نتیجتاً یحییٰ کے قتل کی انہوں نے ٹھان لی۔ بنی اسرائیل کیلئے سال میں ایک دن عید کا مقرر تھا۔ اس دن بادشاہ کا طریقہ تھا کہ جو بھی وہ وعدہ کرتا وہ ہر حال میں اسے پورا کرتا نہ جھوٹ بولتا نہ عہد شکنی کرتا بادشاہ عید گاہ کی طرف عید منانے کیلئے چلا ملکہ نے کھڑے ہو کر خلاف معمول رخصت کیا۔ بادشاہ بڑا متعجب ہوا کیونکہ اس سے قبل ملکہ نے کبھی اسقدر فراخدلی کا مظاہرہ نہ کیا تھا۔ جب رخصت کر رہی تھی تو بادشاہ نے کہا ملکہ کوئی مطالبہ کرو جو بھی مانگو گی وہ ضرور میں تمہیں عطا کروں گا۔ ملکہ فاحشہ نے کہا مجھے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا خون چاہیے۔ بادشاہ نے کہا اس کے سوا کچھ اور مانگ کہا یہی کافی ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ تیرا ہوگیا۔ ملکہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف سپاہی روانہ کیا۔ وہ اپنی عبادت گاہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ میں بھی ان کے ایک طرف نماز ادا کر رہا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک طشت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ذبح کر دیا گیا اور ان کے خون اور سرانور کو لے کر ملکہ کی طرف چلتا بنا۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے زکریا تمہارے صبر کا کیا عالم تھا؟ کہا میں اپنی نماز میں مصروف رہا کہتے ہیں کہ جب سر اٹھا کر اس فاحشہ ملکہ کے پاس لے جایا گیا شام کے سائے ڈھلے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ اس کے اہل خانہ، خدام ونوکر سب کو زمین میں دھنسا دیا۔ صبح ہوئی بنی اسرائیل کہنے لگے کہ زکریا کا خداز کریا کیلئے غضب میں آچکا ہے۔ آؤ ہم بھی اپنے بادشاہ کی خاطر زکریا پر غضب وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے اسے قتل کے گھاٹ اتار دیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے قتل کرنے کیلئے میری تلاش شروع کر دی۔ کسی مخبر نے آکر مجھے خبر دی میں ان سے بچنے کیلئے بھاگ کھڑا ہوا ابلیس بنی اسرائیل کے آگے آگے میرے تعاقب میں ان کو بتائے جا رہا تھا مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوگیا کہ اب دفاع ممکن نہیں رہا۔ اسی دوران ایک درخت نے مجھے پیشکش کی آواز دی

میری طرف آؤ میری طرف آؤ درخت میرے لیے پھٹ گیا اور میں اس میں داخل ہو گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام فرمانے لگے کہ ابلیس نے آ کر میری چادر کے کنارے کو پکڑ لیا۔ درخت آپس میں مل گیا اور میری چادر کا ایک کونہ باہر رہا بنی اسرائیل تلاش کرتے کرتے اس درخت تک پہنچ گئے۔ ابلیس نے کہا کیا تم دیکھتے نہیں کہ زکریا اس درخت میں اپنے جادو کے زور پر داخل ہو گیا ہے اور یہ اس کی چادر کا کنارہ ہے۔ بنی اسرائیل نے کہا ہم اس درخت کو آگ لگا دیں گے۔ شیطان نے کہا نہیں آرے کے ساتھ اس درخت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آرے سے درخت کے جو ٹکڑے کیے گئے تو مجھے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے زکریا کیا تمہیں درد یا کٹنے کا احساس ہوا؟ کہا نہیں بلکہ یہ تکلیف اس درخت نے محسوس کی جس میں اللہ تعالیٰ نے میری روح ڈال دی تھی۔

یہ حدیث بہت غریب و عجیب اور اس کا مرفوع ہونا درست نہیں۔ بہر حال یہ اس میں جو نکارت ہے وہ یہ کہ معراج کی احادیث میں اس حدیث کے سوا کہیں حضرت زکریا علیہ السلام سے ملاقات کے وقت ایسی باتوں کا تذکرہ نہیں ملتا۔ معراج کی احادیث میں بعض الفاظ صحیح کی بنا پر محفوظ تسلیم کی جا سکتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں دو خالہ زاد بھائی یحییٰ و عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا یہ دونوں حضرات جمہور کے نزدیک ایک دوسرے کے خالہ زادہ بھائی تھے کہ حدیث سے بھی ظاہر ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ اشیاع بنت عمران حضرت مریم بنت عمران کی بہن تھیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی اشیاع حضرت مریم کے والد عمران کی بیوی حنہ کی بہن تھیں تو اس طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہیں بلکہ حضرت مریم علیہا السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ (واللہ اعلم)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت گاہ

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی شہادت گاہ کے بارے اختلاف ہے کہ آیا مسجد اقصیٰ میں آپ کو شہید کیا گیا یا کسی اور جگہ؟ حضرت ثوری اعمش سے وہ شمر بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کی چٹان پر ستر انبیاء کرام کو شہید کیا گیا۔ ان میں ایک حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بھی ہیں۔ ابو عبیدہ قاسم بن سلام فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن صالح نے لیث سے انہوں نے یحییٰ بن سعید اور انہوں نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بخت نصر دمشق آیا تو اس نے ایک مقام پر حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا خون ابلتے دیکھا اس بارے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ بخت نصر نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون پر ستر ہزار لوگوں کا خون بہایا تب جا کے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون ابلنے سے رکا۔

یہ اسناد سعید بن مسیب تک صحیح ہے اور یہ بات اس کی مقتضی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام دمشق میں قتل کیے گئے اور بخت نصر کا قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ جیسا کہ عطا اور حسن بصری علیہما الرحمہ کا قول ہے۔

انبیاء کرام کے اجساد محفوظ رہتے ہیں

ابن عساکر علیہ الرحمہ ولید بن مسلم کے طریق سے وہ زید بن واقد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جب دمشق کی مسجد کی تعمیر کرنے لگے تب میں نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سر اقدس کو دیکھا وہ سر اقدس قبلہ کے ستونوں میں

سے ایک ستون جو محراب کی جانب مشرقی طرف تھا اس کے نیچے سے نکلا تھا۔ میں نے خود دیکھا آپ کی جلد اور بال بالکل صحیح حالت میں تھے ذرہ بھر بھی تبدیلی نہ ہوئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ یوں لگتا تھا کہ ابھی شہید کیے گئے ہیں۔

دمشق کی مسجد کی تعمیر میں مذکور ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر اقدس مشہور ستون عمود سکاسکہ کے نیچے مدفون ہے۔

حافظ ابن عساکر علیہ الرحمہ نے ''المستقصی فی فضائل الاقصی'' میں عباس بن صبیح کی طریق سے انہوں نے مروان سے انہوں نے سعید بن عبد العزیز سے انہوں نے قاسم معاویہ کے غلام سے روایت کیا دمشق کے بادشاہ کا نام حداد بن ہداد تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کی شادی اپنی بھتیجی صیدا کی ملکہ اریل سے کی اریل کی تمام املاک میں دمشق کا سوق الملوک بھی تھا۔ جہاں سونا وغیرہ وکوٹ ہونے کا کام ہوتا تھا۔ بادشاہ کے بیٹے نے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں پھر رجوع کا ارادہ کرلیا۔ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام سے اس کے متعلق فتویٰ پوچھا آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ خاتون تجھ پر اس وقت تک حلال و جائز نہیں ہوسکتی جب تک حلالہ نہ کرائے (یعنی اس کی شادی کسی دوسرے شوہر سے ہو پھر وہ طلاق دے عدت گزر جانے کے بعد پھر تمہارے ساتھ شادی ممکن ہے) عورت نے اپنے دل میں بغض اور کینہ رکھ لیا اور بادشاہ سے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سر کا سوال کر دیا اور یہ سارا گھناؤنا کھیل وہ اپنی ماں کے اشارے سے کھیل رہی تھی۔ بادشاہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب اصرار بڑھا تو بادشاہ نے جلاد کو روانہ کر دیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اس وقت جیرون کی مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ جلاد آیا اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر دھات کے ایک طبق میں رکھا اور بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ سر اقدس سے آواز آرہی تھی۔ اس کیلئے حلال نہیں اس کیلئے حلال نہیں جب تک کسی اور سے شادی نہ کرے عورت نے طبق پکڑا سر پہ اٹھائے ماں کے پاس آ گئی۔ سر سے مسلسل ایک ہی آواز آرہی تھی کہ اس کے حلال نہیں جب تک دوسرے مرد سے شادی نہ کرلے۔ اریل ماں کے سامنے کھڑی تھی کہ اسی دوران قدموں تک زمین میں دھنس گئی۔ پھر سرین تک ماں نے واویلا شروع کر دیا۔ لونڈیاں چیخنے چلانے اور اپنے رخسار پیٹنے لگیں پھر کندھوں تک دھنس گئی۔ پھر ماں نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ لو تا کہ اس کے سر سے ہی تسلی ہو جلاد نے تلوار لہرائی حرکت میں آئی اریل کا سر کٹ کر تن سے جدا ہو گیا۔ اسی وقت زمین نے اریل کے جسم کو اٹھا پھینکا اور یہ لوگ ذلت و فنا سے دوچار ہو گئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جوش مارتے خون کو سکون

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کا خون مسلسل جوش مارتا رہا حتیٰ کہ بخت نصر نے آ کر اسی جگہ پر پچہتر ہزار افراد کو قتل کر کے ان کے خون سے زمین کو سیراب کیا۔ سعید بن عبد العزیز علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک نبی کا خون تھا اور یہ خون مسلسل جوش مارتا رہا حتیٰ کہ اس کے پاس حضرت ارمیا علیہ السلام آ کر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے خون! تو نے بنی اسرائیل کو فنا کر دیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اب جوش مارنے سے باز آ جا پھر خون جوش مارنے سے باز آ گیا۔ اہل دمشق میں سے کچھ لوگ بیت المقدس کی جانب بھاگ گئے۔ بادشاہ نے ان کا پیچھا کیا بے شمار لوگوں کا قتل عام ہوا۔ لاتعداد قیدی بنے ان گنت لوگوں کو ذلت کی زندگی سے دوچار کر کے بادشاہ واپس پلٹ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی ابتدائی تراسی آیات طیبات میں ملعون نصاریٰ کا رد کیا ہے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے ہذیان باطلہ سے کہیں بلند و بالا اور شان رفیع کا مالک و خالق ہے۔

نصاریٰ میں سے نجران کا ایک وفد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اپنے باطل عقائد ''تثلیث فی الاقانیم'' کا تذکرہ کرنے لگا اور اپنے گمان تین دعویٰ کرنے لگے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور وہ خود ذات مقدسہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم ہیں ان کے فرقوں کے اختلاف کے مطابق۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران نازل فرمائی اور اس کی ابتدا میں بیان فرمایا کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق فرمائی رحم مادر میں دیگر مخلوقات کی طرح ان کی شکل وصورت بنائی انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی طرح بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ انہیں کہا کن ہو جا فیکون وہ معرض وجود میں آ گیا۔ آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت اور ان کے متعلق پیش آمدہ واقعہ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حاملہ ہونا اسے بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور سورۃ مریم میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ہم انشاء اللہ عنقریب بعون الٰہی اور خدائی توفیق وہدایت سے اسے بیان کریں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ ..... مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ

(آل عمران ۳۳ تا ۳۷)

بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اولاد اور عمران کی آل کو سارے جہان سے یہ ایک نسل ہے۔ ایک دوسرے سے اور اللہ سنتا جانتا ہے جب عمران کی بی بی نے عرض کی اے رب میرے میں تیرے لیے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تو مجھ سے قبول کر لے بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا پھر جب اسے جنا بولی اے رب میرے یہ تو میں نے لڑکی جنتی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے زکریا کی نگہبانی میں دیا جب زکریا علیہ السلام اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولی وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

آیات طیبات میں اللہ تبارک وتعالیٰ ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا اور ان کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے شریعت کے متبعین اس کی اطاعت کو لازم پکڑنے والے ان کو بھی اپنی ذات کیلئے خالص فرمالیا پھر تخصیص کرتے ہوئے فرمایا وآل ابراہیم (اور ابراہیم کی اولاد) ان میں بنواسماعیل اور بنواسحاق شامل ہیں پھر پاکیزہ ومطہر گھر کی فضیلت بیان فرمائی اور وہ آل عمران کا گھرانہ ہے عمران سے مراد حضرت مریم علیہا السلام کے والد گرامی ہیں۔

شجرہ نسب:

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وہ عمران بن ہاشم بن امون بن میشا بن حزقیا بن احریق بن موثم بن عزازیا بن امصیا بن یاوش بن احریھو بن یازم بن یہفاشاط بن ایشا بن ایان بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد علیہ السلام

ابوالقاسم ابن عساکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

مریم بنت عمران بن ماثان بن العازر بن الیود بن اخز بن صادوق بن عیازوز بن الیاقیم بن ایبود بن زریابیل بن شالتال بن یوحینا بن برشا بن امون بن میشا بن حزقا بن احاز بن موثام بن عزریا بن یورام بن یوشافاط بن ایشا بن ایا بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد علیہم السلام

محمد بن اسحاق علیہ السلام کے ذکر کردہ نسب نامہ سے یہ نسب نامہ مختلف ہے لیکن اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ عمران حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے والد گرامی عمران اپنے وقت کے عبادت گزار اور بنی اسرائیل میں صاحب دعا آدمی تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ حنہ بنت فاقود بن قبیل عابدہ' زاہدہ اور شب زندہ دار تھیں اس دور میں حضرت زکریا علیہ السلام کی نبوت کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ فروزاں تھا حضرت زکریا علیہ السلام جمہور کے قول کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام کی بہن کے شوہر تھے۔ بہن کا نام اشیاع تھا ایک دوسرے قول کے مطابق آپ کی خالہ اشیاع کے شوہر تھے (واللہ اعلم)

ولادت مریم کا سبب

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ اولاد کی نعمت سے محروم تھیں ایک دن ایک پرندے کو دیکھا وہ اپنے چوزے کو چوگا دے رہا تھا یہ منظر دیکھ کر بچے کی شدید خواہش پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذر مانی اگر میں حاملہ ہو جاؤں تو اس بچہ کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دوں گی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اسی وقت آپ کو ماہواری شروع ہوگئی جب ایام طہارت آئے آپ کے شوہر نے حق زوجیت ادا کیے رحمت الٰہی سے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ حاملہ ہوگئیں۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ (آل عمران ۳۶)

پھر جب اسے جنا بولی اے رب میرے یہ تو میں نے لڑکی جنی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی' اسے تا کے پیش کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں یعنی بیت المقدس کی خدمت کے حوالہ سے اس وقت لوگوں میں یہ رواج عام تھا کہ وہ اپنی اولاد کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دیتے تھے اور اولاد نہ ہونے کی صورت اس قسم کی نذر مانتے تھے۔

پیدائش کے دن نام تجویز کرنے کا حکم

وَاِنِّیْ سَمَّیْتُھَا مَرْیَمَ اور میں نے اس کا نام مریم رکھا۔

پیدائش کے دن ہی بچے کا نام تجویز کر دینے کی دلیل اسی آیت طیبہ سے لی گئی ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے نومولود بھائی کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی کو گھٹی دی اور ان کا نام عبداللہ تجویز فرمایا۔ حضرت حسن کی حدیث میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آیا ہے کہ ہر بچہ اپنے عقیقہ کا گروی ہے اس کی طرف سے ساتویں دن اسے ذبح کیا جائے اس کا نام تجویز کیا جائے اور اس کے سر کے بال مونڈے جائیں۔

امام احمد علیہ الرحمہ اور اہل سنن نے اسے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے بعض احادیث میں لفظ یُذْبَحُ کی جگہ یُدَمّٰی (خون بہایا جائے) ہے بعض محدثین نے اسے صحیح کہا ہے۔

دنیا میں آتے ہی شیطان کا حملہ

وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (آل عمران ۳۶)

اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے اللہ تعالیٰ نے انکی دعا کو اس بارے میں ویسے ہی قبول کیا جس طرح انکی منت ماننے کو قبول کیا تھا۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نومولود کو بوقت ولادت شیطان چھوتا ہے اور شیطان کے چھونے سے بچہ چیختا چلاتا ہے لیکن حضرت مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام شیطان کے چھوئے جانے سے محفوظ رہے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو تم بھی پڑھو۔

وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (آل عمران ۳۶)

صحیحین نے عبدالرزاق کی حدیث سے اس کی تخریج کی ابن جریر علیہ الرحمہ نے احمد بن الفرج سے انہوں نے بقیہ سے انہوں نے عبداللہ بن زبیدی سے انہوں نے زہری سے انہوں نے ابو سلمہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے امام احمد علیہ الرحمہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اولاد آدم کے گھر میں پیدا ہونے والے ہر بچہ کو شیطان اپنی انگلیوں سے مس کرتا ہے سوائے مریم بنت عمران اور ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے۔

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہشیم نے' حفص بن میسرہ نے علاء نے انہوں نے اپنے والد گرامی سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی بچہ کو جب اس کی ماں جنم دیتی ہے تو شیطان اس کی گود میں گھونسا مارتا ہے مگر حضرت مریم اور ان کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس نے ایسا نہیں کیا کیا تم دیکھتے نہیں کہ جب وہ گرتا ہے تو کیسے چیختا ہے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ایسے ہی ہے۔

فرمایا ایسا تب ہوتا ہے جب شیطان اس کی گود میں مکا مارتا ہے۔

یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اگر چہ انہوں نے اس طریق سے اسے روایت نہیں کیا۔

قیس نے اعمش سے انہوں نے ابو صالح سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہر بچہ کو سوائے حضرت مریم اور ابن مریم کے شیطان ایک یا دو مرتبہ نچوڑتا ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

ایسے ہی محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصل حدیث کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عبدالملک نے' مغیرہ ابن عبداللہ الخرامی نے ابو زناد سے انہوں نے اعرج سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر ابن آدم کے پہلو میں شیطان بوقت ولادت کوئی چیز چھوتا ہے سوائے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے کہ ان کی ولادت کے وقت چھونے لگا تو اس کے سامنے حجاب حائل کر دیا گیا۔

یہ صحیحین کی شرط کے مطابق صحیح ہے گو کہ انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت

فَتَقَبَّلَھَا رَبُّھَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَھَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّکَفَّلَھَا زَکَرِیَّا

تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے زکریا علیہ السلام کی نگہبانی میں دیا اکثر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ نے جب آپ کو جنم دیا تو کپڑوں میں لپیٹ کر مسجد کی طرف لے گئی اور وہاں پر موجود ان بندوں کو جا کر سونپ دیا جو وہاں پر مقیم تھے۔ چونکہ حضرت مریم علیہا السلام ان کے پیشوا کی صاحبزادی تھی۔ اس لیے اس کی کفالت کے بارے تنازعہ پیدا ہو گیا۔

ظاہر یہ ہے کہ انکی صغرسنی کی بناء پر ان کی رضاعت و کفالت کی مدت گزر جانے کے بعد حضرت مریم علیہا السلام کو ان کے سپرد کیا گیا۔

پھر جب انہیں سونپا تو یہ تنازعہ پیدا ہوا کہ ان کی کفالت کون کرے؟ اس دور میں حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے انکی خواہش تھی کہ اس حوالے سے انہیں ترجیح حاصل ہو کیونکہ آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت مریم علیہا السلام کی بہن یا خالہ تھیں۔ دو مختلف اقوال کے مطابق مگر لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے ساتھ قرعہ اندازی میں شریک ہوا جائے۔ تقدیر الٰہی نے حضرت زکریا علیہ السلام کی مدد فرمائی قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکل آیا۔ خالہ بھی تو ماں کے قائمقام ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا اور اسے زکریا علیہ السلام کی نگہبانی میں دیا۔

یعنی قرعہ اندازی میں ان کے غالب آ جانے کی بنا پر حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش آپ علیہ السلام کے ذمہ ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ذَالِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (آل عمران ۴۴)

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعے ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے علمائے تفاسیر فرماتے ہیں کہ بیت المقدس میں مقیمین لوگوں نے اپنے اپنے معروف قلم زمین پر رکھ دیئے اور ایک نابالغ بچے کو کہا کہ ان میں سے ایک قلم اٹھالاؤ بچے نے جس قلم کو اٹھایا وہ قلم حضرت زکریا علیہ السلام کا تھا لہٰذا کفالت و نگہبانی حضرت زکریا علیہ السلام کو ٹھہری۔

لیکن مطالبہ کیا گیا کہ دوبارہ قرعہ اندازی کی جائے اور اس کی صورت یوں ہوں کہ اپنے اپنے قلم دریا میں ڈال دیئے جائیں دریا میں رواں پانی کے مخالف سمت قلم تیرنا شروع کر دے وہی غالب اور نگہبانی کے لئے مقرر ہوگا ایسے کیا گیا تو پھر حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم مخالف سمت پر تیرنے لگا۔

لیکن خادمین بیت المقدس ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے مطالبہ کیا کہ تیسری بار پھر قرعہ اندازی کی جائے اور اب کی بار پانی کی رواں سمت جس کا قلم چلے وہ غالب اس کے برعکس بقیہ قلم اگر چل پڑیں تو وہ مغلوب تیسری مرتبہ قرعہ اندازی ہوئی تو پھر حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کی رواں سمت کی جانب چل پڑا اور بقیہ قلم مخالف سمت رواں ہوئے تو پھر حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت زکریا علیہ السلام کی نگہبانی میں دیدیا گیا۔ ویسے بھی شرعاً قدراً کئی وجوہ سے حضرت زکریا علیہ السلام ہی کفالت و نگہبانی کے حقدار تھے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی بندگی اور بے موسم پھل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ اِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

جب زکریا علیہ السلام اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ

تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔
مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے مسجد شریف سے متصل ایک بہت عمدہ حجرہ حضرت مریم علیہا السلام کیلئے بنوا دیا تھا جس میں ان کے سوا کوئی داخل نہ ہوتا تھا۔ وہاں حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتیں۔ مقررہ دنوں میں بیت المقدس کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتیں۔ شب و روز عبادت و ریاضت میں منہمک رہتیں۔ شب و روز کی عبادت کثیرہ کی بنا پر بنی اسرائیل میں آپ کی ضرب المثل بیان کی جاتی تھی۔ اپنے احوال کریمہ اور اوصاف و شرافت کی وجہ سے بنی اسرائیل میں آپ کا بڑا شہرہ تھا حتیٰ کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی آپ کی عبادت گاہ میں تشریف لے جاتے تو آپ کے پاس عجیب و غریب بے موسمی پھل موجود پاتے۔ موسم گرما کے پھل سردیوں میں اور موسم سرما کے پھل گرمیوں میں موجود ہوتے۔ آپ علیہ السلام بے موسم پھلوں کو موجود پا کر پوچھتے اَنّٰى لَكِ هٰذَا یہ تیرے پاس کہاں سے آیا تو وہ جواب دیتیں هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وہ اللہ کے پاس سے ہیں یعنی اللہ نے مجھے یہ بطور رزق عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے گنت عطا فرماتا ہے۔ اسی جگہ پر تب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے صلب سے ایک بیٹے کی خواہش کی اگرچہ حضرت زکریا علیہ السلام عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ

بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی یا رب العالمین اگر مریم علیہا السلام کو بے موسم پھل عطا فرما رہا ہے تو مجھے بھی اس عمر میں اولاد عطا فرما گو کہ اولاد ہونے کی عمر نہیں آپ علیہ السلام کی خبر و تفصیل آپ کے قصہ میں گذر چکی ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی صفت و ثنا

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ ...... هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (آل عمران ۴۲ تا ۵۱)

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہانوں کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔ اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کیلئے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا رو دار ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں اور قرب والا اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا۔ بولی اے میرے رب میرے بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہ لگایا فرمایا اللہ یونہی پیدا کرتا ہے جو چاہے جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً

پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی اور اس لیے کہ حلال کروں تمہارے لیے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے تو اسی کو پوجو یہ ہے سیدھا راستہ۔

آیات طیبات میں اللہ جل شانہ بیان فرما رہا ہے کہ ملائکہ نے حضرت مریم علیہا السلام کو آ کر بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کی عورتوں میں سے تمہیں چن لیا ہے کہ تمہارے بطن سے بغیر باپ کے بچہ پیدا ہوگا اور وہ معزز نبی ہوگا۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ اور لوگوں سے بات کرے گا۔ پالنے میں یعنی عالم بچپن میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دے گا۔ حالت بڑھاپے میں تبلیغی فریضے کو سرانجام دے گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچے گا اور اس عمر میں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی وحدانیت کی دعوت دے گا اور حضرت مریم علیہا السلام کو کثرت عبادت اپنے رب کے حضور ادب سے قیام اور رکوع و سجود کا حکم دیا گیا تاکہ اس کرامت کی اہل اور اس نعمت کی شکر کی بجا آوری ہو سکے کہا جاتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اس قدر نماز میں قیام فرماتیں کہ آپ کے قدمین پھٹ جاتے اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ پر آپ کے والدین پر رحم فرمائے (آمین)

فضیلت مریم علیہا السلام

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ اے مریم بے شک اللہ نے تجھے چن لیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھے پسند فرمایا ہے وَطَهَّرَكِ اور برے اخلاق سے تمہیں خوب ستھرا کیا ہے اور تجھے صفات حمیدہ سے نوازا ہے وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا ایک احتمال تو یہ ہے اس سے مراد اس جہان کی عورتیں ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے فرمان الٰہی ہے اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اور بنی اسرائیل کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (الدخان ۳۲)

بے شک ہم نے انہیں دانستہ چن لیا اس زمانہ والوں سے

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں حضرات انبیاء کرام سے افضل ہیں اور اسی طرح امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا اپنے ماقبل کی تمام امتوں سے افضل واعلیٰ ہے تعداد کے اعتبار سے، علم کے اعتبار سے اور بنی اسرائیل وغیرہ سے عمل کے اعتبار سے امت مزکی و مصفی ہے ایک دوسرا احتمال یہ ہے کہ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ سے عموم مراد ہے اس حوالہ سے حضرت مریم علیہا السلام اپنے ماقبل و مابعد کی سارے جہان کی عورتوں سے افضل و بالا ہیں کیونکہ اگر یہ کچھ لوگوں کے بقول نبیہ ہیں تو پھر تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح ابن حزم وغیرہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی نبوت کے قائل ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ان کی طرف وحی آئی اور فرشتہ نے کلام کیا پھر اس بات پر کوئی امتناع نہیں رہتا کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت سارہ اور ام موسیٰ علیہا السلام سے افضل ہیں اور کوئی دوسری آیت اس کے معارض بھی نہیں ہے۔ (واللہ

اعلم)

لیکن جمہور کا قول ہے جیسا کہ ابوالحسن اشعری اور دیگر اسلاف اہل سنت و جماعت کا کہنا ہے کہ نبوت صرف مردوں کے ساتھ مختص ہے عورتوں میں کوئی نبیہ نہیں بہر حال حضرت مریم علیہا السلام اعلیٰ مقام کی حامل ٹہرتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَاالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ (المائدہ ۷۵)

مسیح ابن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گذرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت مریم علیہا السلام سے پہلے یا بعد میں جتنی عورتیں بھی صدیقہ مشہور ہیں ان میں سے حضرت مریم علیہا السلام کو افضل ماننے کی شہادت یہ آیت فراہم کرتی ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر خیر آسیہ بنت مزاحم' حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آتا ہے۔

امام احمد' امام بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی علیہم الرحمہ نے کئی طرق سے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے دور کی عورتوں میں بہترین عورت حضرت مریم بنت عمران ہیں اور اس دور کی بہترین عورت حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

دنیا کی بہترین چار عورتیں

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق نے ہمیں حدیث بیان کی معمر نے قتادہ سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تجھے جہان کی عورتوں میں سے چار عورتیں کافی ہیں مریم بنت عمران' آسیہ بنت مزاحم فرعون کی زوجہ' خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت محمد رضوان اللہ علیہنَّ اجمعین۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ ابوبکر بن زانجویہ سے انہوں نے عبدالرزاق سے اس طرح روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ابن مردویہ نے اسے عبداللہ بن ابی جعفر رازی سے روایت کیا ہے ابن عساکر علیہ الرحمہ نے تمیم بن زیاد سے ان دونوں نے ابو جعفر رازی سے انہوں نے ثابت سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کائنات عالم میں چار عورتیں بہترین ہیں۔ مریم بنت عمران' آسیہ زوجہ فرعون' خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضوان اللہ علیہن اجمعین۔

امام احمد علیہ السلام فرماتے ہیں عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے ابن مسیّب سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونٹوں پر سوار ہونے والوں میں سے بہترین عورتیں قریش کی نیک عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کی صغرسنی میں ان سے پیار کرنیوالیاں اور اپنے شوہروں کے مال کی رعایت کرنے والیاں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم سلامہا اللہ کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ زید بن حباب نے ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ بن علی نے مجھے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اونٹوں پر سوار ہونیوالی عورتوں میں سے بہترین قریش کی عورتیں ہیں جو صغر سنی میں اپنے بچوں پر بڑی مہربان اور قلت مال پر اپنے شوہروں سے محبت کرنیوالیاں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ عمران کی بیٹی کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئی یہ حدیث صحیح کی شرط کے مطابق ہے اس حدیث مبارکہ کو دوسرے طرق سے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔

ابویعلیٰ موصلی فرماتے ہیں کہ زہیر نے' یونس بن محمد نے اور داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی علباً بن احمر سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ہی بہتر جانتے ہیں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت میں سے افضل ترین عورتیں حضرت خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون ہیں رضی اللہ عنہن نسائی نے داؤد بن ابی ہند کے طرق سے روایت کیا۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہان کی عورتوں میں سے تجھے چار عورتیں کافی ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' خدیجہ بنت خویلد' حضرت آسیہ بنت مزاحم اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہنَّ ۔

خاتون جنت رضی اللہ عنہا

ابوالقاسم بغوی فرماتے ہیں کہ وہب منبہ' خالد بن عبداللہ واسطی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے محمد بن عمرو سے انہوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا بات تھی کہ جب تم میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرتے ہوئے ان پر جھکی ہوئی تھیں پہلے رودیں پھر مسکرا پڑیں؟ کہا میرے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ میں اس تکلیف سے عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر جاؤں گا میں یہ سن کر آب دیدہ ہوگئی پھر میں جھکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں میں سے سب سے پہلے میں آپ سے جاملوں گی اور میں اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں سوائے مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے تو میں مسکرا دیں۔

اس حدیث کی اصل صحیح میں ہے یہ اسناد مسلم کی شرط کے مطابق ہے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ چار افضل ترین عورتوں میں سے دو مذکورہ افضل ہیں۔

ایسے ہی وہ حدیث جسے امام احمد علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے عثمان بن محمد' جریر نے حدیث بیان کی وہ یزید جو کہ ابو زیاد کے

فرزند ہیں ان سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابونعیم انہوں نے ابوسعید سے روایت کی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں سوائے مریم بنت عمران کے اس کی سند حسن ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے دیگر محدثین نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح حدیث مروی ہے لیکن اس کی سند میں ضعف ہے۔

مقصود یہ ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت مریم اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہما ان چار سے افضل ہیں اور ایک دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں ہی فضیلت میں برابر ہیں لیکن اگر پہلے احتمال کی تعیین کو درست تسلیم کیا جائے تو ایک حدیث اس پر وارد ہے۔ کہ حافظ ابن عساکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابوالحسن فرا، ابو غالب، ابوعبداللہ البنا کے دونوں بیٹوں نے ہمیں خبر دی انہوں نے کہا کہ ابوجعفر بن مسلمہ نے ہمیں خبر دی ابو طاہر مخلص، احمد بن سلیمان، زبیر (ابن بکار) محمد بن الحسن نے ہمیں بیان کیا انہوں نے عبدالعزیز بن محمد سے انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہے پھر حضرت فاطمہ، پھر خدیجہ پھر آسیہ زوجہ فرعون رضی اللہ عنہن ہیں۔

اگرچہ یہ لفظ ثم جو کہ ترتیب کیلئے ہے اس کے ساتھ محفوظ ہے لیکن استثنا کے ساتھ جو دو احتمال ہیں ان میں سے ایک کے واضح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ گزشتہ احادیث میں الفاظ واؤ عطف کے ذریعے ہیں جو ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتے۔

کامل ترین عورتیں

بہرحال وہ حدیث جسے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے شعبہ کی حدیث سے انہوں نے معاویہ بن قرہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں کامل مرد تو بہت ہیں لیکن عورتوں میں کامل عورتیں حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ زوجہ فرعون اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہن ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ساری عورتوں پر ایسے ہیں جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ ایسے ہی وہ حدیث جسے ایک جماعت نے شعبہ سے انہوں نے عمرو بن مرہ سے انہوں نے ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں کامل تو بہت ہیں لیکن عورتوں میں کامل آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران رضی اللہ عنہما ہیں بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر یوں فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔

بے شک یہ حدیث صحیح ہے اور شیخان نے اس کی تخریج پر اتفاق کیا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ حضرت مریم و حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے ہی کامل ہونے کے حصر کا تقاضہ کرتے ہیں۔ شاید اس سے مراد ان کے زمانہ کی عورتیں ہوں کیونکہ ان دونوں نے ایک ایک نبی کی پرورش فرمائی ہے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام نے اپنے بیٹے اللہ کے بندے اور رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کفالت فرمائی۔ اس امت میں ان دونوں کے سوا عورتوں کے کمال کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے کمال کی شہادت زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

سیدۃ النساء حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مقدسہ سے قبل پندرہ سال اور بعثت مقدسہ کے دس سال بعد تک آپ علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا اپنے جان و مال کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وقف فرما دیا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی وزیر تھیں۔

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا:

خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیوں پر فضیلت خصوصیت حاصل ہے کیونکہ انہیں ہی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کے صدمہ سے دوچار ہونا پڑا جبکہ دوسری بہنیں تو پہلے ہی وصال فرما چکی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

جہاں تک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ محترمہ ہیں ان کے سوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی باکرہ عورت سے شادی نہ فرمائی علم و فہم کے اعتبار سے تمام امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا کوئی ثانی ہے اور نہ ہی سابقہ انبیاء کرام کی امتوں میں واقعہ افک پر غیرت الٰہی کو جوش آیا اور آپ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی وطہارت پر اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے قرآنی آیات نازل فرما کر آپ کی برأت کی شہادت فراہم کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے جانے کے بعد پچاس سال تک آپ رضی اللہ عنہا قرآن وسنت کی تبلیغ و اشاعت' افتاء اور مسلمانوں کے باہمی تنازعات میں اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتی رہیں۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں آپ کو امتیازی مقام حاصل ہے۔ اسلاف علماء کے ایک گروہ کے مطابق تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر بھی آپ کو فضیلت حاصل ہے حالانکہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار کی والدہ ماجدہ ہیں لیکن بہترین بات یہی ہے کہ اس پر توقف کیا جائے یہ اس لیے بیان کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کھانے کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اس بارے دو احتمال ہیں نمبر ۱۔ جن چار عورتوں کو تذکرہ کیا گیا ان سمیت سب جہان کی عورتوں پر فضیلت حاصل ہے نمبر ۲۔ ان چار مذکورہ عورتوں کے سوا باقی جہان کی عورتوں پر فضیلت حاصل ہے (واللہ اعلم)

مقصد یہ ہے کہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کو اللہ جل شانہ نے خوب صاف ستھرا کیا اور اس جہان کی تمام عورتوں پر چن لیا ہے۔ ان کی فضیلت کے حوالہ سے یہ کہنا بھی ممکن و جائز ہے کہ صرف اس جہان ہی کی نہیں بلکہ دنیا کی تمام عورتوں پر آپ علیہا السلام کو فضیلت حاصل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنتی بیویاں

حدیث طیبہ میں حضرت مریم علیہا السلام کے بارے یہ شہادت پائی جاتی ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنتی بیویوں میں سے حضرت مریم اور حضرت آسیہ بنت مزاحم بھی ہیں۔ بعض بزرگان کے حوالہ سے ایسے ہی تفسیر ابن اکثیر میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ سورۃ تحریم میں جو لفظ ذکر کیے گئے وہ ثَيِّبَاتٍ وَّاَبْكَارًا (بیاہیاں اور کنواریاں) اَلثَّيِّبُ (بیاہیاں) سے مراد حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اور ابکار (کنواری) سے مراد حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام سورۃ تحریم کے آخر میں اسے بیان کر دیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

طبرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عبد اللہ بن ناجیہ محمد بن سعد عوفی ہمارے والد گرامی نے بیان کیا میرے چچا حسین نے مجھے خبر دی کہ یونس بن نفیع نے سعد بن جنادہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری شادی جنت میں مریم بنت عمران زوجہ فرعون (آسیہ بنت مزاحم) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے فرما دی ہے۔

حافظ ابو یعلیٰ فرماتے ہیں کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں میری شادی مریم بنت عمران آسیہ بنت مزاحم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کلثم رضی اللہ عنہا سے فرما دی ہے۔ اس روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو۔ عقیلی فرماتے ہیں یہ محفوظ نہیں۔

زبیر بن بکار فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا علیل تھیں اور اسی علالت میں آپ کا وصال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے خدیجہ تمہیں تکلیف میں مبتلا دیکھ کر میں خود کو کرب میں محسوس کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کرب وتکلیف میں بہت زیادہ بھلائی رکھ دیتا ہے۔ کیا تم جانتی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے ساتھ میری شادی فرما دی اور تمہارے علاوہ مریم بنت عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کلثم اور زوجہ فرعون آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا کو بھی میرے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک فرما دیا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی کر دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں عرض کی آپ کو اتفاق و موافقت اور اولاد کی خوشیاں مبارک ہوں۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے محمد بن زکریا غلابی کی حدیث سے روایت کیا ہے عباس بن بکار ابو بکر ہزلی نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے مرض وصال کے دوران تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے خدیجہ جب تم اپنی سوکنوں سے ملو تو انہیں میری جانب سے سلام کہنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کیا آپ نے مجھ سے پہلے شادی فرمائی ہے۔ فرمایا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمران آسیہ بنت مزاحم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کلثم سے میری شادی فرما دی ہے۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے سعید بن سعید کے طرق سے روایت کیا کہ محمد بن صالح نے ابن عمر سے ضحاک رحمہ اللہ علیہ انہوں نے مجاہد سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیغام ربانی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ سلسلہ کلام جاری تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہاں سے گزریں تو جبرائیل نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم یہ کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت کی صدیقہ ہے۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی ان کیلئے میرے پاس اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام ہے اللہ تعالیٰ سلام بھی فرماتا ہے اور خوشخبری بھی کہ ان کیلئے جنت الفردوس میں زبرجد کا ایک محل ہے جو شعلوں سے کوسوں دور ہے تھکاوٹ اور شور وغل کا اس میں نام ونشان نہ ہو گا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں اللہ سلامتی عطا فرمانے والا ہے اور اسی کی جانب سے سلامتی ہے تم دونوں پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کے رسول پر اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ زبرجد سے مرقع یہ گھر کیسا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا موتیوں سے جڑا یہ محل حضرت مریم اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہما کے محلات کے درمیان میں ہے اور یہ دونوں قیامت کے دن میری ازواج مطہرات بنیں گی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سلام جنت الفردوس میں ایسے محل کی خوشخبری جو زبرجد سے مرصع جس میں نہ شور وغل اور نہ ہی تھکاوٹ کا احساس اس کی اصل تو صحیح میں موجود ہے لیکن اس پر زیادات عجیب وغریب امر ہے ان تمام احادیث کی اسناد میں نظر ہے۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے ابوزرعہ دمشقی کی حدیث سے روایت کیا عبداللہ بن صالح نے ہمیں بیان کیا معاویہ نے صفوان بن عمرو سے انہوں نے خالد بن معدان سے انہوں نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے بیت المقدس کی چٹان کے بارے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ یہ چٹان ایک درخت کے اوپر ہے درخت جنت کی ایک نہر کے کنارے پر ہے۔ حضرت مریم اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہما اس درخت کے نیچے تشریف فرما قیامت قائم ہونے تک جنتیوں کیلئے ہار پروتی رہیں گی۔

پھر اسماعیل نے عیاش سے انہوں نے ثعلبہ بن مسلم سے انہوں نے مسعود سے انہوں نے عبدالرحمٰن سے انہوں نے خالد بن معدان سے انہوں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تذکرہ ولادت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَم ...... مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ (مریم ۱۶ تا ۳۷)

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب کی طرف ایک جگہ الگ گئی تو ان سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تجھے خدا کا ڈر ہے بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔ بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا نہ میں بدکار ہوں کہا یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لیے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ٹھہر چکا ہے اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا پھر اسے لیے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا بولی ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی تو اسے اس کے تلے سے پکارا کہ غم نہ کھا بے شک تیرے رب نے نیچے ایک نہر بہادی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی تو اسے گود میں لے اپنی قوم کے پاس آئی بولے اے مریم! بے شک تو نے بہت بری بات کی۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز وزکوۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنیوالا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں شک کرتے ہیں۔ اللہ کو لائق نہیں کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے ہو جاؤ تو وہ فوراً ہو جاتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو یہ راہ سیدھی ہے پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہوگئیں تو خرابی ہے کافروں کیلئے ایک بڑے دن کی حاضری سے

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ کے بعد بیان فرمایا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ اس واقعہ کیلئے مقدمہ کی طرح ہے جس طرح سورۃ آل عمران میں بیان کیا ہے دونوں سورتوں کے درمیان ایک ہی نہج کا انداز ہے۔

سورۃ انبیا میں ارشاد ہے:

وَزَکَرِیَّآ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ ...... وَابْنَھَآ اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء ۸۹ تا ۹۱)

اور زکریا (علیہ السلام) کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر اور وارث تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ (علیہ السلام) عطا فرمایا اور اس کیلئے اس کی بی بی سنواری بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں اور اس عورت کو جس نے اپنی پارسائی نگاہ رکھی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہان کیلئے نشانی بنایا۔

گزشتہ صفحات پر بالتفصیل یہ واقعہ گذر چکا ہے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ نے انہیں بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف فرمادیا اور ان کی کفالت و پرورش کی ذمہ داری اس وقت کے نبی حضرت زکریا علیہا السلام کو سونپ دی گئی جو رشتہ میں حضرت مریم علیہا السلام کے بہنوئی یا خالو تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے آپ کیلئے مسجد کے ایک کونہ میں متصل الگ صاف ستھرا حجرہ تعمیر کرادیا جس میں ان کے سوا کسی اور کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ جب حضرت مریم علیہا السلام اس حجرے میں سکون پذیر ہوگئیں تو انہوں نے عبادات و ریاضات کی ایسی مثالیں پیش کیں کہ اس کے زمانے میں جس کی نظیر ناممکن تھی اور آپ پر ایسے ایسے احوال کا ظہور ہوتا تھا جس پر حضرت زکریا علیہ السلام بھی رشک فرماتے تھے۔ ملائکہ نے آپ کو آ کر بشارت و خوشخبری دی کہ آپ اللہ تعالیٰ کی چنی ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ایک پاکیزہ بیٹا عطا فرمائے گا جو مکرم، مطہر معزز نبی ہوگا۔ معجزات سے جن کی تائید و نصرت کی جائے گی۔ بغیر والد کے بچے کی پیدائش پر وہ متعجب ہوئیں کیونکہ نہ تو ان کا شوہر تھا اور نہ ہی ان خواتین میں سے تھیں جو رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتی ہیں کیونکہ آپ کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کردیا گیا تھا۔ ملائکہ نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت پر قادر ہے جب وہ کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو حکم دیتا ہے کن ہوجا وہ چیز ہوجاتی ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام عجز و انکساری کا پیکر بنے حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم ہوگئی۔ یہ بھی جانتی تھیں کہ اس میں بہت بڑی آزمائش ہے لوگ حقیقت حال سے ناواقف ہونے کی بنا پر طرح طرح کی گفتگو کریں گے حالات کو دیکھ کر بغیر سوچے سمجھے چہ میگوئیاں کریں گے۔

حضرت مریم علیہا السلام کا فرشتہ سے آمنا سامنا

حضرت مریم علیہا السلام ماہواری کے دنوں میں مسجد سے باہر تشریف لے آتی تھیں۔ اس کے علاوہ دیگر ضروریات کھانے پینے کی اشیاء کے حصول کیلئے بھی مسجد سے باہر نکل جاتیں ایک دن کسی کام کی غرض سے مسجد اقصیٰ کے مشرقی جانب اپنے گھر والوں سے ایک جگہ الگ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا

فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

جب حضرت مریم علیہا السلام نے انہیں دیکھا تو قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔

ابوالعالیہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضرت مریم علیہا السلام جانتی تھیں کہ متقی کامل العقل ہوتا ہے۔ یہ رد ہے ان کے قول کا

جنہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک فاسق و فاجر تقی نامی آدمی تھا جو ظاہر ہوا تھا یہ قول باطل' بلا دلیل اور کم عقلی پر مبنی ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ فرشتہ حضرت مریم علیہا السلام سے مخاطب ہوا بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔

میں بشر نہیں ہوں بلکہ فرشتہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے۔

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا نہ میں بدکار رہوں یعنی نہ تو میں شوہر والی ہوں اور نہ ہی ان میں سے جو فحش حرکات کرتی ہیں۔

قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ

فرشتے نے بچہ کی پیدائش پر حضرت مریم علیہا السلام کے تعجب کو دیکھ کر کہا یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اس نے وعدہ کیا ہے کہ عنقریب تمہارے بطن سے ایک ایسا بچہ پیدا فرمائے گا جو بغیر باپ کے ہوگا تو شوہر والی بھی نہیں ہے اور فحش حرکات کا ارتکاب کرنے والیوں میں سے بھی نہیں ہو۔

هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (کہ یہ مجھے آسان ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ سہل و آسان ہے بے شک وہ جو چاہتا ہے اسے کرنے پر قادر ہے۔

وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں۔

یعنی ہم اس تخلیق اور اس حالت کو دلیل بنانا چاہتے ہیں اپنی قدرت کے کمال پہ کہ ہم جیسی مخلوقات چاہیں اسے اپنی کمال قدرت سے تخلیق فرما لیتے ہیں۔

کمال قدرت کے جلوے

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ حضرت حوا علیہا السلام کو بغیر ماں کے پیدا کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے فقط ماں سے پیدا کیا اور باقی ساری مخلوق کو ماں اور باپ کے اشتراک و ملاپ سے پیدا کیا۔

وَرَحْمَةً مِّنَّا اور اپنی رحمت سے ایک رحمت بنایا۔

یعنی ہم اس کے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بندوں پہ رحم فرمائیں گے یہ کہ وہ بچپن و بڑھاپے میں لوگوں کو عبادت الٰہی کی دعوت دے گا اور فرمائے گا کہ اللہ تعالیٰ عبادت میں وحدہ لاشریک ہے۔ وہ بیوی بچوں سے اولاد سے، شریک سے، ہم مثل سے پاک ہے لوگو اسی کو اپنا عقیدہ بناؤ۔

وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا اور یہ کام ٹھہر چکا ہے۔

ایک احتمال تو یہ ہے کہ یہ کلام جبرائیل امین علیہ السلام کا ہو یعنی اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ فرما چکا ہے اور مقدر و مقرر کر چکا ہے۔ محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ کے قول کا مفہوم یہی ہے۔ ابن جریر علیہ الرحمہ نے بھی اسے ہی پسند فرمایا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا قول بیان

نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔

اور ایک احتمال یہ ہے کہ یہ قول وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حضرت مریم علیہا السلام میں پھونک مارنے سے کنایہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا (التحریم ۱۲)

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔

نفخ جبرائیل علیہ السلام

اکثر اسلاف نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری جو آپ علیہا السلام کے مخصوص اعضا تک پہنچی۔ حضرت مریم علیہا السلام فی الفور حاملہ ہوگئیں بالکل ایسے ہی جیسے کوئی عورت اپنے شوہر کے قرب کے بعد حاملہ ہوتی ہے۔

بہر حال جس نے کہا کہ آپ علیہا السلام کے منہ میں پھونکا تھا یا مخاطب ہونے والی خود ایک روح تھی جو منہ کے ذریعے آپ میں داخل ہوگئی اس کا قول قرآن پاک میں بیان کردہ قصہ کے سیاقات سے جو مفہوم عیاں ہوتا ہے اس کے خلاف ہے۔ سیاق کلام تو اس چیز پہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ انہوں نے پھونک ماری شرمگاہ سے رودررو نہیں ہوئے بلکہ گریبان میں پھونکا وہ پھونک اعضائے مخصوصہ تک پہنچی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ روح منہ میں نہیں بلکہ گریبان کے ذریعے داخل ہوئی جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے رویت کیا گیا ہے اور نہ ہی سینہ کے ذریعے تھی جیسا کہ سدی نے اپنی اسناد کے ساتھ بعض صحابہ سے روایت کیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فحملته اب مریم نے اپنے (بچے) کو پیٹ میں لیا۔

فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا پھر اسے لئے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی۔

اب کیا ہوگا؟

حضرت مریم علیہا السلام جب حاملہ ہوگئیں تو ان پہ روئے زمین تنگ ہوگئی جانتی تھیں کہ لوگوں کی کثیر تعداد حقیقت حال سے عدم واقفیت کی بنا پر طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔

اکثر اسلاف نے بیان کیا ہے جن میں حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں کہ جب حضرت مریم علیہا السلام پہ آثار حمل ظاہر ہوئے تو سب سے پہلے اس مخفی بات کا ادراک جسے ہوا وہ بنی اسرائیل کے عابدین میں سے ایک عبادت گزار بندہ یوسف بن یعقوب نجار تھا یہ حضرت مریم علیہا السلام کا خالہ زاد بھائی بھی تھا، وہ اس بات پر بڑا متعجب ہوا کہ مریم جیسی دیانت دار، پاکباز اور شب زندہ دار خاتون جس کا شوہر بھی نہ ہو وہ حاملہ کیسے ہوگئی؟

یوسف بن یعقوب کا مکالمہ

حضرت مریم علیہا السلام کے خالہ زاد بھائی یوسف بن یعقوب نے ایک دن باتوں باتوں میں کہا اے مریم:

کیا بیج کے بغیر فصل اُگ سکتی ہے؟

حضرت مریم علیہا السلام ہاں جو پہلی فصل اگا سکتا ہے۔ وہ بغیر بیج کے فصل اُگا سکتا ہے۔

یوسف بن یعقوب: کیا درخت بغیر پانی اور بارش کے اگ سکتے ہیں؟

حضرت مریم علیہا السلام: ہاں وہی اگا سکتا ہے جس نے درخت کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

یوسف بن یعقوب: کیا کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوسکتا ہے؟

حضرت مریم علیہا السلام: ہاں! اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور بغیر باپ کے پیدا کیا۔

یوسف بن یعقوب: مجھے اپنے بارے تو کچھ بتایئے؟

حضرت مریم علیہا السلام: اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے۔

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ (آل عمران ۴۵)

اپنے پاس سے ایک کلمہ کہ جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا رو دار ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں اور قرب والا اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا۔

مروی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب حضرت مریم علیہا السلام سے پوچھا تو انہیں بھی اسی قسم کا جواب حضرت مریم علیہا السلام نے دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

سدی اپنی اسناد کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت مریم علیہا السلام اپنی ہمشیرہ کے گھر تشریف لے گئیں۔ ہمشیرہ نے کہا مریم کیا تجھے پتا ہے کہ میں حاملہ ہوں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں بھی حاملہ ہوں۔ ہمشیرہ نے حضرت مریم علیہا السلام کو زور سے پکڑ لیا اور کہا کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ میرے پیٹ میں موجود بچہ تمہارے پیٹ میں موجود بچہ کو سجدہ (تعظیم) کر رہا ہے۔ یہی مفہوم ہے

وَمُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللهِ

سجدہ سے مراد یہاں تعظیم و خشوع ہے جس طرح کہ سلام کے وقت تعظیم بجالائی جاتی ہے ہم سے قبل شریعت میں یہ جائز تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ملائکہ کو سجدہ تعظیمی کا حکم دیا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت

ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ دونوں کے حمل کا دورانیہ بھی ایک ہی وقت میں تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ میں محسوس کرتی ہوں کہ میرے پیٹ میں بچہ تمہارے پیٹ میں موجود بچہ کو سجدہ کرتا ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ عمل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کو عیاں کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مردوں کو جلانے، مادرزاد اندھوں کو بینائی عطا کرنے اور سفید داغ والوں کو شفا دینے جیسے معجزات سے نوازا تھا۔ ابن ابی حاتم نے اسے روایت کیا

ہے۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام فرماتی تھیں کہ جب میں عالم خلوت میں ہوتی ہوں تو یہ میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور جب جلوت میں ہوتی ہوں تو میرے بطن میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

حمل کا دورانیہ

حضرت مریم علیہا السلام کو عام عورتوں کی طرح نو ماہ تک حمل رہا۔ حمل کی مدت کی تکمیل کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی گو کہ خلاف معمول آپ کی پیدائش والد کے بغیر ہی تھی۔

حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حمل کا دورانیہ آٹھ ماہ تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ایک روایت یہ ہے کہ اسی وقت حمل ہوا اور اسی وقت وضع حمل (بچہ کی پیدائش) ہو گیا۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ حمل صرف نو ساعتیں (گھنٹے) ہی رہا اور ان راویوں نے اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ

اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا پھر اسے لئے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا۔

صحیح یہی ہے کہ ہر شیء کی تعقیب اس کے حسب حال ہوتی ہے۔ بقولہ تعالیٰ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً (الحج ۲۳)

تو صبح کو زمین ہریالی ہوئی۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق:

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (المومنون ۱۴)

پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے۔ اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو حالتوں کے درمیان چالیس دن کا دورانیہ ہوتا ہے جیسا کہ متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے۔

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں یہ بات مشہور اور زبان زد عام ہوئی کہ حضرت مریم علیہا السلام حاملہ ہو چکی ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے اہل خانہ کے پاس جن کا آنا جانا تھا انہوں نے قطع تعلقی اختیار کر لی اور اپنے آپ کو گھر آنے سے روک لیا بعض زنادقہ نے ان کے خالہ زاد بھائی یوسف کے ساتھ حضرت مریم علیہا السلام کو متہم کر دیا۔ وہ یوسف جو شب و روز ان کے ساتھ محو عبادت رہتے تھے اب حضرت مریم علیہا السلام نے ان سے چھپنا شروع کر دیا ہے اور علیحدگی اختیار کر لی۔

فَانْتَبَذَتْ مِنْهَا مَكَانًا قَصِيًّا پھر اسے لئے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی۔

حضرت مریم علیہا السلام اور کھجور کی جڑ

فَاَجَآءَ هَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ

پھر اسے جننے کا دورا ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا۔

حضرت مریم علیہا السلام پناہ کی تلاش میں ایک کھجور کی جڑ کی طرف چل پڑیں اور وہ جگہ ایک حدیث مبارکہ کی رو سے جسے نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور بیہقی سے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور شداد بن اوس سے بھی مرفوعاً صحیح قرار دیا ہے اس کے مطابق کھجور والی جگہ بیت اللحم میں تھی۔ جس پر روم کے کسی بادشاہ نے کوئی عمارت تعمیر کرادی تھی۔ ہم عنقریب بالتفصیل اس کا تذکرہ کریں گے۔

قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا

حضرت مریم علیہا السلام بولی ہائے کس طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔

فتنوں کے وقت موت کی تمنا کرنے کا جواز اسی حدیث سے مستنبط ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کو علم تھا کہ لوگ انہیں تہمت لگائیں گے ان کی تصدیق کرنے پہ آمادہ نہ ہوں گے بلکہ تکذیب کریں گے۔ کہیں گے کہ ان کے ہاں تو مریم عابدہ، زاہدہ، مسجد کے قرب و جوار میں عبادت الٰہیہ میں مستغرق رہنے والی دنیا سے الگ تھلگ، ہمہ وقت معتکف، دینی اور نبوی گھرانے میں پرورش پانے والی کے پاس بچہ کیسے آ گیا اس غم کے سبب حضرت مریم علیہا السلام نے آرزو کی کہ کاش ایسی حالت سے قبل مر چکی ہوتی یا نَسْيًا مَّنْسِيًّا بھولی بھسری ہو جاتی یعنی بالکل پیدا ہی نہ ہوتی۔

کھجور کے تنے سے آواز

فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَا تو اسے اس کے تلے سے پکارا۔

مِنْ کو میم کے فتح کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

وہ پکارنے والا کون تھا اس بارے دو قول ہیں۔

نمبر 1 - پکارنے والے حضرت جبرائیل امین رضی اللہ عنہ تھے۔

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس قول کو نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو لوگوں کی موجودگی میں کلام کیا تھا۔ یہی قول سعید بن جبیر، عمرو بن میمون، ضحاک، سدی اور قتادہ علیہم الرضوان وغیرہ کا ہے۔

نمبر ۲ - مجاہد، حسن بصری، ابن زید، سعید بن جبیر کی بھی ایک روایت میں ہے کہ وہ پکارنے والے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام ہی تھے۔ ابن جریر علیہ الرحمہ نے اسے پسند کیا ہے۔

اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا

کہ غم نہ کھا بے شک تیرے رب نے نیچے ایک نہر بہادی ہے۔ جمہور کا بھی یہ قول ہے کہ اس سے مراد نہر ہے۔ اس بارے ایک حدیث بھی مذکور ہے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے لیکن ضعیف ہے ابن جریر نے اسے اختیار کیا ہے اور یہی صحیح و درست ہے۔

حسن، ربیع بن انس، ابن اسلم وغیرھم سے مروی ہے کہ سریاً سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہے۔ لیکن پہلا قول ہی درست وصحیح ہے کہ سریا سے مراد نہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر

وَهُزِّىْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا

اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔

کھانے پینے کا ذکر کیا گیا ہے اسی لئے کہا فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔

ایک قول یہ ہے کہ کھجور کا تنا خشک تھا اور ایک دوسرے قول کے مطابق کھجور پھل دار تھی۔ واللہ اعلم۔

یہ احتمال ہے کہ درخت تو کھجور کا تھا لیکن پھلدار نہ تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت موسم سرما میں ہوئی تھی یہ موسم کھجور کے پھل کا نہیں ہوتا اس لئے یہ مفہوم سمجھ آتا ہے کہ یہ بطور احسان ہے سو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق وَتُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔

عمرو بن میمون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں خشک وتر کھجور سے بڑھ کر طبیعت کے لئے کوئی عمدہ چیز نہیں ہے پھر اس آیت کو تلاوت فرمایا۔

کھجور کے درخت کی عظمت

ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں علی بن حسین، شیبان، مسرور بن سعید تمیمی، عبدالرحمٰن بن عمرو انصاری نے عروہ بن رویم انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو کیونکہ اسے بھی اسی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ کھجور کے سوا کوئی ایسا درخت نہیں ہے جس کے نر کھجور کا شگوفہ مادہ کھجور میں ڈالا جاتا ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی عورتوں کو زچگی کی حالت میں تر کھجوریں کھلاؤ اگر تر میسر نہ ہوں تو خشک کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس درخت سے بڑھ کر کوئی درخت عزت وشان والا نہیں اسی درخت کے نیچے حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام تشریف فرما ہوئی تھیں۔

ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں شیبان بن فروخ سے انہوں نے مسروق بن سعید سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں مسرور بن سعید ہے۔ صحیح مسرور بن سعید تمیمی ہیں جن کے لئے ابن عدی نے اس حدیث کو اوزاعی سے روایت کیا ہے پھر کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے اس حدیث کے سوا میں نے اس کا ذکر کہیں نہیں سنا۔

ابن حبان کہتے ہیں اوزاعی سے اکثر منکر احادیث مروی ہیں جن روایت سے دلیل لینا جائز نہیں ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام اور قوم کا آمنا سامنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا

پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی سے بات نہ کروں گی۔

کھجور کے درخت کے نیچے سے آواز دینے والے کی گفتگو کا یہ اختتام تھا کہا

فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا

تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر تو اگر کسی آدمی کو ملے یعنی اگر کسی آدمی کو دیکھے تو فَقُوْلِىْ تو زبان حال اور اشارے سے کہہ دینا اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے۔

ان کی شریعت میں ترک طعام کے ساتھ ساتھ ترک کلام کی روزہ بھی مشروع وجائز تھا۔

قتادہ، سدی اور ابن اسلم علیہم الرحمہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا

تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

بہر حال ہماری شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں خاموشی کا روزہ رکھنا مکروہ ہے کہ روزہ دار یوں کہے کہ میں نے شام تک خاموشی کا روزہ رکھا۔

آگے حکم ربانی ہے:

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا يٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا

تو اسے گود میں لے اپنی قوم کے پاس آئی بولے اے مریم: بے شک تو نے بہت بری بات کی اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار۔

اکثر اسلاف نے اہل کتاب سے نقل کیا ہے کہ جب قوم نے حضرت مریم علیہا السلام کو اپنے میں مفقود پایا تو ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے جب ان کے محلہ کے قریب سے گذرے تو گردونواح میں انوار وتجلیات الٰہیہ کے چھما چھم نزول کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر جب حضرت مریم علیہا السلام سے آمنا سامنا ہوا تو انہیں اپنی گود میں ایک بچے کو لیے پایا کہنے لگے

يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا

اے مریم بے شک تو نے بہت بری بات کی یہ بیان کردہ اسرائیلی روایت محل نظر ہے کیونکہ اس کا ابتدائی حصہ آخری حصہ کی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کے سیاق سے ظاہر ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بچے کو اٹھائے خود لے کر ان کے پاس تشریف لائی تھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چالیس دن کی مدت نفاس گذار دینے کے بعد حضرت مریم علیہا السلام واپس آئی تھیں۔

بہر حال جب لوگوں نے ان کی گود میں بچہ دیکھا تو کہنے لگے اے مریم بے شک تو نے بہت بری بات کی فریا سے مراد ایس عمل جو قول وفعل کے اعتبار سے بہت برا ہو پھر کہا

يٰاُخْتَ هٰرُوْنَ اے ہارون کی بہن اس بارے کئی اقوال ہیں کہ ہارون کی بہن سے کیا مراد ہے۔

ایک قول تو یہ ہے کہ اس دور میں ہارون نامی ایک شخص بہت بڑا عبادت گزار تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام بھی بہت عبادت گزار تھیں اسی لغیت سے اخت ہارون کہا:

ایک دوسرا قول ہے کہ اس دور میں ایک فاسق و فاجر شخص تھا جس کا نام ہارون تھا حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں بچہ دیکھ کر انہیں ہارون سے تشبیہ دی گئی۔

یہ قول سعید بن جبیر کا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ عبادت و ریاضت میں انہیں تشبیہ دی گئی ہے۔

وہم کا ازالہ

محمد بن قرظی نے اس حوالے سے بہت غلطی کی ہے اس کا کہنا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی بہن تھیں حالانکہ ادنی علم والا بھی اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ ان حضرات کے درمیان تو بہت طویل دورانیہ ہے۔ شاید اسے یہ وہم یہاں سے لگا کہ تورات میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی بہن مریم اس دن دف بجا رہی تھی جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو دریا برد کر دیا تھا۔ یہی سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ یہ مریم ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں حالانکہ یہ انتہا درجہ کی غلطی اور حدیث صحیح کے مخالف ہے اور قرآن پاک کی نص کے بھی خلاف ہے تفسیر ابن کثیر میں طویل بحث اس حوالے سے بیان کر دی گئی ہے۔ وللہ الحمد والمنہ

ایک صحیح حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے ایک بھائی کا نام ہارون تھا لیکن ان کی ولادت اور والدہ ماجدہ کی جانب سے بیت المقدس کے لیے وقف کرنے کے واقعہ میں کہیں مذکور نہیں کہ ان کے اس بھائی کے سوا کوئی اور بھائی نہ ہو۔ امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عبداللہ بن ادریس نے ہمیں بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ سماک وہ علقمہ بن وائل سے وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نجران بھیجا وہاں کے باشندوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم یَاُخْتَ هَارُوْنَ قرآت کرتے ہیں۔ اس کا کیا مفہوم ہے حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اتنا عرصہ قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں واپس آیا تو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے انہیں بتایا نہیں کہ پہلے لوگ انبیا' وصلحاء کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔ ایسے ہی روایت کیا ہے مسلم' نسائی' ترمذی نے عبداللہ بن ادریس کی حدیث سے امام ترمذی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو انہیں خبر نہ دی کہ وہ لوگ انبیاء وصلحا کے ناموں سے اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے۔

قتادہ علیہ الرحمہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے ہارون نام کے لوگوں کی کثیر تعداد گذری ہے حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ وہ بعض جنازوں پر حاضر ہوئے ان میں سے بہت سارے لوگوں کی تعداد میں چالیس ہزار افراد ہارون نامی تھے۔

بہر حال مقصود یہ ہے کہ لوگوں نے کہا یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ حدیث طیبہ دلالت کرتی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کا ایک نبی بھائی ہارون نامی تھا جو دینی، اصلاحی اور بھلائی کے کاموں میں بہت مشہور تھا اسی لیے لوگوں نے کہا مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا

تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار؟

یعنی اس گھرانہ میں کوئی غیر مہذب حرکات کا مرتکب نہ تھا نہ تمہارا باپ، نہ تمہاری ماں اور نہ تمہارا بھائی۔ لوگوں نے معاذ اللہ بہت بڑے فحش کے ساتھ آپ کو متہم کیا اور بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔

اتہام کی انتہا

ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ (معاذ اللہ) متہم کر دیا اور حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ حضرت زکریا علیہ السلام بھاگ کھڑے ہوئے لوگ تعاقب کرتے ہوئے جب قریب پہنچ گئے تو درخت ان کیلئے پھٹ گیا آپ اس میں داخل ہو گئے شیطان لعین نے آپ کی چادر کا کنارہ پکڑ لیا پھر لوگوں نے درخت کے ساتھ ساتھ حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے منافقین کے ایک گروہ نے حضرت مریم علیہا السلام کو آپ کے خالوزاد بھائی یوسف بن نجار کے ساتھ متہم کیا۔

گہوارے میں کلام

جب حالات و واقعات کا دائرہ تنگ ہو گیا، طاقت جواب دے گئی باتیں سن سن کر گفتگو کا یارہ بھی نہ رہا رب ذوالجلال پر ہی بھروسہ تھا۔ اخلاص و توکل کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ اس پر مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا

یعنی لوگوں کو اشارۃً کہا کہ اس بچے کے ساتھ کلام کریں تب بدبخت سرکش دریدہ دھنی پر اتر آئے کہنے لگے

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا

ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

یعنی جو گفتگو کرنے کی تمیز نہیں رکھتا جو اپنے گہوارے میں ابھی دودھ پیتا ہے اسے دودھ اور مکھن کی تمیز نہیں ہے وہ صغرسنی میں کیسے ہماری بات کا جواب دے گا۔ اے مریم یہ تو محض تم ہم سے استہزا کر رہی ہو۔ تاکہ تو ہماری بات کے جواب میں صفائی نہ پیش کر سکے اور جواب میں حیلہ تلاش کرنے کیلئے گہوارے میں موجود بچے کی طرف اشارہ کر کے ہمیں ٹال رہی ہو تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا

بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز وزکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں اور اپنے ماں سے اچھا سلوک کرنیوالا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

پہلا کلام

یہ سب سے پہلی گفتگو تھی جو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام نے فرمائی پہلا کلام جو آپ نے اپنی زبان اقدس سے جاری فرمایا وہ یہ تھا کہ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ

رب کائنات کے بندہ ہونے کا اعتراف فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رب ہیں اللہ کے بندہ ہونے کا اعتراف کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے ہی کلام سے ان ظالموں کے قول کی نفی فرما دی جن کا گمان باطل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں (العیاذ باللہ)

بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے بندے اس کے رسول اور اپنی والدہ کے فرزند ہیں پھر ان کی والدہ پر جاہلوں نے جو بہتان لگائے تھے اس سے اپنی والدہ کی برأت کو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا

بے شک اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو نبوت سے سرفراز نہیں فرماتا جس قسم کے آدمی کا تم گمان کیے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَبِکُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا (النساء ۱۵۶)

اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اولی العزم

اس دور میں یہودیوں کا ایک گروہ اس قدر دریدہ دھن بنا ہوا تھا کہتے تھے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے ایام ماہواری میں زنا کیا (العیاذ باللہ) جس کے نتیجے میں وہ حاملہ ہوئیں لَعَنَهُمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت مریم علیہا السلام کی طہارت و پاکیزگی بیان فرمائی اور فرمایا کہ وہ تو صدیقہ ہے اس کے بیٹے کو نبوت و رسالت کے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ وہ پانچ اولی العزم اور بڑے رسولوں میں سے ہوگا اسی لیے کہا

وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں

اور جہاں کہیں تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ نے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی اور ہر عیب و نقص سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی بالخصوص یہ کہ وہ ذات الٰہی بچے اور بیوی سے پاک ذات ہے۔

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا اور مجھے نماز وزکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں

بندے کیلئے لازم ہے کہ وہ غالب و قابل ستائش ذات کے حضور حق بندگی کی ادائیگی کیلئے قیام کرے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے

ذریعے مخلوق خدا کے ساتھ احسان کرے۔ ادائیگی نماز نفوس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرنے کا سبب ہے جبکہ مختلف قسم کے ضرورتمندوں کی ضروریات کو پورا کرنا مہمان نوازی کرنا' اہل خانہ اور غلاموں کے حقوق کو پورا کرتے ہوئے ان پر خرچ کرنا' قریبی رشتہ دار اور دیگر بھلائی کے امور پر خرچ کرنا مال و ثروت کو پاک وصاف کرنے کا سبب و ذریعہ ہے۔ آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنیوالا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا

یعنی مجھے اپنی ماں کا فرمانبردار اور اس سے حسن سلوک کرنیوالا بنایا اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی کہ میری توجہات محض میری والدہ کیلئے ہو کیونکہ میرے سوا انکی کوئی اولاد نہیں پاکی ہے اسے جس نے مخلوق کو پیدا فرمایا اسے حسن سلوک کی توفیق دی اور ہر نفس کو اس کے حسب حال ہدایت عطا کی۔

وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا

یعنی میں تند مزاج سخت دل نہیں ہوں اور نہ ہی قول و فعل کے اعتبار سے مجھ سے کسی ایسی چیز کا صدور ممکن ہے جو احکام الٰہی اور اطاعت الٰہی کے منافی ہو۔

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا

اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں

ان تینوں مقامات کے حوالے سے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے قصہ میں گفتگو کی جا چکی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو شرح و بسط سے بیان فرما چکا تو آگے ارشاد فرمایا

ذٰلِكَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (مریم ۳۴'۳۵)

یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں شک کرتے ہیں اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ ...... فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ (آل عمران ۵۸ تا ۶۳)

یہ ہم تم پڑھتے ہیں کچھ آیتیں اور حکمت والی نصیحت عیسیٰ علیہ السلام کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے اے سننے والے یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا پھر اے محبوب: جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آ چکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں یہی بے شک سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فسادیوں کو جانتا ہے۔

اسی لیے ساٹھ سواروں پر مشتمل نجران کا ایک وفد جب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا وہ اپنے معاملات کو چودہ آدمیوں کی طرف لوٹاتے تھے ان تمام کا معاملہ کی تاویل تین آدمیوں کے ذریعے کی جاتی تھی۔ وہ تین ان کے اشراف و سردار تھے۔ عاقب' سید' ابوحارث بن علقمہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں مناظرہ کرنے لگے اللہ جل شانہ نے سورہ آل عمران کے آغاز میں اس کے متعلق آیات طیبات کو نازل فرمایا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ان کی تخلیق ان کی والدہ کا ذکر پیدائش سورۃ مبارکہ میں کیا گیا اور اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ ان سے مباہلہ فرمائیں اگرچہ انہوں نے قبول نہ کیا جب انہوں نے ان کے چہرے دیکھے تو مباہلہ سے راہ فرار اختیار کر لی اور مسالمت و مصالحت کی طرف لوٹ آئے ان میں سے عاقب عبدالمسیح نے کہا اے گروہ نصاریٰ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔ تمہارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر بالتفصیل تمہارے پاس لائے ہیں اور تمہیں یہ بھی علم ہے کہ کسی قوم نے جب کبھی بھی کسی نبی سے عداوت و بغض رکھا تو ان کے چھوٹے بڑے سب ہلاکتوں کی بھینٹ چڑھ گئے اگر تم نے بھی ایسا ہی کیا تو تمہاری بیخ کنی کر دی جائے گی۔ اگر تمہیں اپنے دین سے الفت اور اپنے نبی کے اقوال کی تابعداری مقصود ہے تو اپنے شہروں کی طرف لوٹ جاؤ پھر انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درخواست پیش کی کہ وہ جزیہ دینے کیلئے تیار ہیں آپ ہمارے ساتھ کسی امین آدمی کو روانہ کر دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ

ذَالِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِىْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ

یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں شک کرتے ہیں یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے بندوں میں سے ایک بندی کی اولاد ہیں اسی لیے کہا

ما كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحَانَهٗ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنَ

اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ یعنی نہ تو کوئی چیز اسے عاجز کر سکتی ہے نہ کوئی اکتاہٹ میں ڈال سکتی ہے بلکہ وہ قادر کریم ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنَ (یٰسٓ ۸۲)

اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (آل عمران ۵۱)

بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے تو اسی کو پوجو یہ ہے سیدھا راستہ

پنگھوڑے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام ان کیلئے مکمل ہوتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کائنات عالم کا رب ہے کائنات عالم کا معبود ہے بے شک یہ ہی سیدھا راستہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (مریم ۳۷)

پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں تو خرابی ہے کافروں کیلئے ایک بڑے دن کی حاضری سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اور بعد کے زمانوں کے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے کئی رائیں رکھنے لگے اور کئی ایک گروہ نے اپنا اپنا عقیدہ گھڑ لیا۔

یہودیوں نے کہا کہ یہ ایک زانیہ کا بیٹا ہے (العیاذ باللہ) اپنے کفر و سرکشی اور بغض و عناد پر وہ مصر رہے۔ ایک دوسرا گروہ کفر میں ان سے بھی آگے نکل گیا اس نے کہا یہ تو خدا ہے ایک گروہ نے کہا کہ یہ خدا کا بیٹا ہے۔ اہل ایمان نے کہا کہ یہ تو اللہ کے بندے اس کے رسول اللہ کی بندیا کے لخت جگر اور اس کے کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القا فرمایا اور اس کی روح میں یہی عقیدہ رکھنے والا گروہ نجات و ثواب سے بہرہ ور ہونیوالا اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ہمکنار ہونیوالا ہے اور ان قیود و حدود سے اختلاف کرنیوالا کافر و گمراہ اور جاہل و سرکش ہے۔ اس علیم و عظیم اور باخبر و بلند خدا نے انہیں وعید سنائی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ

تو خرابی ہے کافروں کیلئے ایک بڑے دن کی حاضری سے

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں صدقہ بن فضیل نے ہمیں حدیث بیان کی ولید نے' اوزاعی نے' عمیر بن ہانی نے خبر دی جنادہ بن امیہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اس کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القا فرمایا اور اس کی روح ہیں اور جنت و دوزخ حق ہے تو وہ جو بھی عمل کرے اللہ تعالیٰ ضرور اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

ولید کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے عمیر سے انہوں نے جنادہ سے روایت کیا اور یہ الفاظ زائد کیے ہیں کہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے گا وہ داخل ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے''

ظالموں نے اللہ تعالیٰ پر جو بہت بڑا بہتان باندھا اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے

سورۃ مریم کے آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالُو اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (مریم ۸۸،۸۹)

اور کافر بولے رحمٰن نے اولاد اختیار کی بے شک تم حد کی بھاری بات لائے یعنی بہت بڑی ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کافروں نے کی اس قدر جھوٹی کہ

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ...... يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (مریم ۹۰ تا ۹۵)

قریب ہے کہ آسمان سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر اس پر کہ انہوں نے رحمٰن کیلئے اولاد بتائی اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے بے شک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اور ان میں ہر ایک روز قیامت اس کے حضور اکیلا حاضر ہوگا۔

بالصراحت اس چیز کو عیاں کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے لائق و مناسب نہیں ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور ہر چیز اسی کی محتاج ہے اس کے سامنے سراپائے عجز بنی ہوئی ہے آسمان و زمین کی تمام مخلوق اس کے بندے ہیں اور وہ ان کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا کائنات عالم کا کوئی رب نہیں ہے جیسا کہ خود اس کا ارشاد ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ...... وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (الانعام ۱۰۰ تا ۱۰۳)

اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو حالانکہ اسی نے ان کو بنایا اور اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں گڑھ لیں جہالت سے پاکی اور برتری ہے۔ اس کو ان کی باتوں سے بے کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اس کے بچہ کہاں سے ہو حالانکہ اس کی عورت نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ سب کچھ جانتا ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اسے پوجو وہ ہر چیز پر نگہبان ہے آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن پورا خبردار

بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے وہ خود ہر چیز کی تخلیق فرمانے والا ہے کیسے اس کی اولاد ہوگی اولاد تو وہاں ہوتی ہے جہاں دو چیزوں کے درمیان مناسبت ہو جب کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال و نظیر ہی نہیں نہ اس کی کوئی شبیہہ ہے نہ اس کی ہمسر نہ ہی کوئی اس کی بیوی ہے تو اس کی کوئی اولاد بھی نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص ۱ تا ۴)

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی
ثابت ہوا کہ وہ وحدہ لاشریک ذات ہے اور وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں بے نظیر و بے مثال ہے۔
اَلصَّمَدُ سے مراد وہ سردار جو علم وحکمت، رحمت ورافت اور تمام صفات میں منتہائے کمال پر ہو۔
لَمْ يَلِدْ یعنی جس سے کسی اولاد کے پائے جانے کا تصور تک نہ ہو وَلَمْ يُوْلَدْ یعنی وہ اپنے سے پہلے موجود کسی چیز سے پیدا نہ ہو ولم یکن لہ کفوا احد یعنی نہ تو اس کے جوڑ کا کوئی ہے نہ اس کے برابر ہمسر وہ برابر واعلیٰ ہونے سے بے مثال ہے۔ جب اس کی نظیر ہی ممکن نہیں تو پھر لامحالہ اس کی اولاد بھی ممکن نہیں کیونکہ اولاد تو مساوی یا متقارب چیزوں کے درمیان سے جنم لیتی ہے اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے بلند و بالا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰاَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ...... وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (النساء ۱۷۱ تا ۱۷۳)

اے کتاب والو: اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس یہاں کی ایک روح تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہوا اسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی کارساز مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے کر اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے تنبیہ

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور ان سے مشابہہ عقائد رکھنے والے دیگر مشرکین کو دین میں غلو اور زیادتی سے روکا اور وہ حدود سے متجاوز ہو چکے تھے ملعون نصاریٰ جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے بارے اس قدر غلو کیا یہاں تک کہ وہ بھی حد سے تجاوز کر گئے۔ ان پر واجب وضروری تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی بندی کنواری بتول کے بیٹے ہیں جس نے اپنی عفت وعصمت اور پاکدامنی کی خوب حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مریم علیہا السلام پر پھونکا تو وہ اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہو گئیں۔

روح اللہ، کلمۃ اللہ کہنے کی وجہ

فرشتہ کے توسط سے جو روح متصل ہوئی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی یہ اضافت تشریف وتکریم کے لئے ہے جبکہ یہ روح بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ یہ اضافت تشریفیہ ایسے ہی ہے جیسے بیت اللہ ناقۃ اللہ اور عبداللہ وغیرہ کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام اسی لئے رکھا گیا کہ آپ چونکہ بغیر باپ کے تھے اور کلمۃ اللہ بھی آپ کا اسم مبارک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ سے پیدا ہوئے اور اسی کے سبب وجود پایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ (آل عمران ۵۹)

عیسیٰ علیہ السلام کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَہٗ...... فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ (۱۱۶، ۱۱۷)

اور بولے خدا نے اپنے لئے اولاد رکھی پاکی ہے اسے بلکہ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے حضور گردن ڈالے ہیں نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

گمراہوں کی یاوہ گوئیاں

وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْزُ نِ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرِی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذَالِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ یُضَاھِؤُنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ (التوبہ ۳۵)

اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

اللہ جل شانہ آیات طیبات مذکورہ میں یہ خبر دے رہا ہے کہ ملعون یہود و نصاریٰ میں سے ہر گروہ اللہ تعالیٰ پر بہتان تراشی اور بعد عن الحق کا گمان کئے بیٹھا ہے۔ ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ بلند ہے اس سے جو وہ بہت بڑی بات کہتے ہیں ان کے پاس ان کے گمان کے مطابق کوئی سند نہیں ہے جس کے بل بوتے پر وہ کذب بیانی کرتے ہوں بس ان کے مونہوں کی باتیں اور ان کے اگلے کافروں کی گمراہ کن باتوں کا اعادہ و تکرار ہے۔ ان کے دل آپس میں ملے ہوئے ہیں۔

بہر حال فلاسفہ اللہ ان پہ لعنت فرمائے ان کا خیال ہے کہ عقل اول کا صدور اس واجب الوجود ذات سے ہوا جسے وہ علتوں کی علت اور مبداء سے تعبیر کرتے ہیں پھر عقل اول سے عقل ثانی، نفس اور فلک کا صدور ہوا پھر عقل ثانی سے یونہی صدور سلسلہ وار صدور ہوتا رہا حتیٰ کہ عقل دس تک جا پہنچی اور نفوس نو تک اور افلاک بھی نو تک اور یہ فاسد اختیارات اور مردہ اعتبارات ہیں جو صیاد وہ گوئی کر رہے ہیں ان کے ساتھ کلام کرنا اور ان کی جہالت اور کم عقلی پہ گفتگو کسی دوسری جگہ پر کی جائے گی۔

عرب کے مشرکین میں سے کئی ایک گروہ کا اعتقاد و گمان ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جنات کی سردار سے شادی رچائی ان سے ملائکہ پیدا ہوئے حالانکہ اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے ان کی یاوہ گوئیوں سے اور مبرا اور منزہ ہے ان کے مشرکانہ وہم و گمان سے جیسا کہ خود اس کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ ھُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنٰثًا اَشَھِدُوْا خَلْقَھُمْ سَتُکْتَبُ شَھَادَتُھُمْ وَیُسْئَلُوْنَ (الزخرف ۱۹)

اور انہوں نے فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے اب لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔

فَاسْتَفْتِھِمْ اَلِرَبِّکَ الْبَنَاتُ وَلَھُمُ الْبَنُوْنَ...... اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ (الصافات ۱۴۹ تا ۱۶۰)

تو ان سے پوچھو کیا تمہارے رب کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے بیٹے یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر تھے۔ سنتے ہو بے شک وہ اپنے بہتان سے کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں کیا اس نے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر تمہیں کیا ہے کیسا حکم لگاتے ہو تو کیا دھیان نہیں کرتے یا تمہارے لئے کوئی کھلی سند ہے تو اپنی کتاب لاؤ اگر تم سچے ہو اور اس میں اور جنوں میں رشتہ ٹھہرایا اور بے شک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر لائے جائیں گے پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا...... كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء ۲۶ تا ۲۹)

اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا پاک ہے وہ بلکہ بندے ہیں عزت والے بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کار بند ہوتے ہیں وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لئے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں اور ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔ سورۃ کہف مکیہ کی ابتدا میں حکم ربانی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ...... اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (الکہف ۱ تا ۵)

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی عدل والی کتاب کہ اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کریں بشارت دے کہ ان کے لئے اچھا ثواب ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا اس بارے میں نہ وہ کچھ علم رکھتے ہیں نہ ان کے باپ دادا کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ...... بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (یونس ۶۸ تا ۷۰)

بولے اللہ نے اپنے لئے اولاد بنائی پاکی اس کو وہی بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں تمہارے پاس اس کی کوئی بھی سند نہیں کیا اللہ پر وہ بات بتاتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں تم فرماؤ وہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ دنیا میں کچھ برت لینا ہے پھر انہیں ہماری طرف واپس آنا پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے بدلہ ان کے کفر کا۔

یہ آیات طیبات مکیہ فلاسفہ، مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے تمام گمراہ کافر فرقوں کے عقائد پہ مشتمل ہیں جنہوں نے بغیر علم و تحقیق کے یہ گمان اور دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کی ہے پاک ہے وہ ذات جو ظالموں' حد سے متجاوز ہونے والوں کے اس قول سے جو انہوں نے بلا دلیل بہت بڑی بات کی ہے۔

جبکہ نصاریٰ قیامت تک لگاتار ان پر لعنت برستی رہے گمراہ کن یہ قول کہنے میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ قرآن پاک میں بیشتر مقامات پر ان کے رد، ان کے تناقض کا بیان، ان کے قلت علم اور کثرت جہالت کو بیان کیا گیا ہے ان کے کفریہ کلمات کی کئی جہتیں ہیں۔ باطل میں اختلاف و تناقض ہے اور اس کے کئی شعبے ہیں جبکہ حق میں کوئی اختلاف و اضطراب نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء ۸۲)

اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حق متحد و متفق جبکہ باطل مختلف و مضطرب ہوتا ہے۔ کافروں، جاہلوں اور گمراہوں کا ایک گروہ یہ عقیدہ لئے بیٹھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود خدا ہے ایک کا خیال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، ایک کا خیال ہے کہ وہ تین میں کا تیسرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بلند و بالا ہے سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ...... وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (المائدہ ۱۷)

بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے تم فرما دو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے۔

اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و جہالت کی خبر دی اور بیان فرمایا کہ وہ خالق کائنات ہر چیز پر قادر ہے ہر شیء میں تصرف فرمانے والا ہے۔ کائنات عالم کا رب اس کا مالک اور معبود ہے۔ سورہ مائدہ کے آخر میں ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ...... اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (المائدہ ۷۲ تا ۷۵)

بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کافروں کے کفر کو شرعاً اور حکماً بیان فرما رہا ہے اور خبر دیتا ہے کہ یہ ھذیان وہ بکتے ہیں جن کی طرف عیسیٰ بن مریم علیہما السلام رسول بنا کر بھیجے گئے اور مزید اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بھی واضح فرما دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بندے، مربوب اور دیگر انسانوں کی طرح اللہ کی مخلوق ہیں عام لوگوں کی طرح انہوں نے بھی رحم مادر میں مراحل طے کئے پھر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی اس سے اختلاف کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی اور آگاہ کیا کہ اخروی فوز و فلاح سے انہیں محروم کر دیا جائے گا اور ذلت و رسوائی اور شرمندگی ان کا مقدر بن جائے گی اسی لئے فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (المائدہ ۷۲)

بے شک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

پھر فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا ابن جریر علیہ الرحمہ اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کے اس قول سے مراد اقانیم ثلاثہ اقنوم الاب اقنوم الابن اور اقنوم الکلمہ جو باپ سے بیٹے کی طرف چلا

اس بارے میں ملکیہ، یعقوبیہ اور نسطوریہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پہ لعنت ہو۔
ہم عنقریب اس بارے ان کے اختلاف کی کیفیت کو بیان کریں گے اور قسطنطین بن قسطس کے زمانہ میں تین گروہ ہی متفق تھے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو سال بعد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے تین سو سال قبل کا واقعہ ہے اسی لئے اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا۔

یعنی وہ معبود برحق ہے کوئی اس کا شریک و نظیر نہیں کوئی اس کا ہمسر نہیں نہ اس کی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی اولاد پھر عذاب کی وعید سنائی اور انہیں اخروی عذاب سے ڈرایا کہا۔

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (المائدہ ۷۳)

اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔

پھر انہیں اپنی رحمت اور مہربانی سے ان امور کبیرہ پہ توبہ و استغفار کی دعوت دی جو جہنم کے وجوب کا سبب بن چکے تھے۔ فرمایا:

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی حالت بیان کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول تھے جبکہ ان کی والدہ ماجدہ صدیقہ تھی نہ کہ فاحشہ و فاجرہ جس طرح کہ ملعون یہودیوں نے کہا اور اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نبیہ نہیں تھیں ہمارے بعض علماء کا گمان و نظریہ ہے کہ آپ نبیہ تھیں۔

لَكَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ دونوں کھانا کھاتے تھے۔

یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ جس طرح کھانا وغیرہ کھا کر عام انسان کو بشری تقاضہ کے تحت قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اس طرح ان کو بھی ہوتی تھی اور جسے ایسے تقاضوں کی ضرورت ہو وہ معبود والہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جاہلانہ اقوال سے بلند و بالا ہے۔ سدی علیہ الرحمہ اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے بارے کافروں نے یہ گمان کیا کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ کے آخر میں ان کے کفر کو بیان کیا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ...... فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدہ ۱۱۶ تا ۱۱۸)

اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو۔ اللہ کے سوا عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بے شک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے نہ کہا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کو پوجو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے

بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خبر دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے قیامت کے دن بطور تکریم اور عیسیٰ علیہ السلام کو پوجنے والوں، آپ پہ جھوٹ وافتراء باندھنے والوں، اللہ یا اللہ کا بیٹا یا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کو بطور زجر وتوبیخ پوچھے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ معاملہ ایسے نہیں ہے لیکن جھٹلانے والوں سے بطور ڈانٹ ڈپٹ پوچھے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَكَ

کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو اللہ کے سوا عرض کرے گا پاکی ہے تجھے یعنی تو بلند و بالا ہے اس چیز سے کہ تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔

مَا یَكُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ

مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی یعنی تیرے سوا کوئی معبود ہونے کا مستحق نہیں ہے۔

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبُ

اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خطاب وجواب میں کمال درجے کا ادب وتعظیم اختیار کریں گے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ

میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا جب تو نے مجھے ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور مجھ پر کتاب نازل فرمائی وہی ان پر تلاوت کی جاتی رہی پھر جو انہیں کہا اس کی تفسیر بیان کی۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ کہ اللہ کو پوجو جو میرا بھی رب اور تمہارا بھی رب یعنی جس نے مجھے اور تمہیں سب کو پیدا کیا اور کائنات عالم کو رزق عطا فرمایا۔

وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ

اور میں ان پہ مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھایا۔

جب انہوں نے مجھے قتل کرنے اور صلیب پر لٹکانے کا ارادہ کیا تو تو نے رحمت فرماتے ہوئے مجھے اپنی طرف اٹھا لیا اور مجھے ان ظالموں سے نجات عطا فرمائی پھر انہیں میری شکل وشباہت عطا کر کے انہی کے ہاتھوں انہی کو انتقام کا نشانہ بنا دیا تب

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ

تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے اور نصاریٰ سے برات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ

اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں یعنی وہ واقعی عذاب کے مستحق ہیں۔

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

یہ تفویض اور مشیت کی طرف اسناد بالشرط اس کے وقوع کا تقاضہ نہیں کرتی۔ اسی لئے کہا فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یہ نہیں کہا کہ اَلْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت

تفسیر ابن کثیر میں امام احمد علیہ الرحمہ کی روایت جو انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ ذکر کی جا چکی کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ اس آیت طیبہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ شب بھر تلاوت فرماتے رہے۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ عزوجل کے حضور اپنی امت کے لئے شفاعت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما دی جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ ضرور شفاعت سے بہرہ ور ہوگا۔

قرآنی آیات

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ...... لَايَفْتُرُوْنَ (الانبیا ۱۶ تا ۲۰)

اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنائے اگر ہم کوئی بہلاوا اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے اختیار کرتے اگر ہمیں کرنا ہوتا بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو اور اسی کے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہے اور اس کے پاس والے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔

لَوْاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لا صطفى...... اَلَا هُوَالْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ (الزمر ۴، ۵)

اللہ اپنے لئے بچہ بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا پاکی ہے اسے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب اس نے آسمان اور زمین حق بنائے رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہر ایک ایک ٹھہرائی معیاد کے لئے چلتا ہے سنتا ہے وہی صاحب عزت بخشنے والا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (الزخرف ۸۱، ۸۲)

تم فرماؤ بفرض محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کو عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ

وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا (الاسراء ۱۱۱)

اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لئے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولتے کو تکبیر کہو۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص ۱ تا ۴)

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

صحیح میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے لئے موزوں نہیں وہ سمجھتا ہے کہ میں نے بچہ اختیار کیا ہے جبکہ میں ایک ہوں بے نیاز ہوں نہ میری کوئی اولاد اور نہ میں کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی میرے جوڑ کا کوئی ہے۔

صحیح کی ایک روایت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ علیہ التحیۃ والثنا نے ارشاد فرمایا اذّیت ناک بات سن کر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی صبر کرنے والا نہیں ہے لوگ گمان کرتے ہیں کہ اس کا کوئی بیٹا ہے پھر بھی وہ مخلوق کو رزق دیتا ہے اور ان کی خطاؤں پر انہیں معافی عطا فرماتا ہے۔

لیکن صحیح ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث طیبہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے حتیٰ کہ جب پکڑ لیتا ہے پھر اسے چھوڑتا نہیں پھر یہ آیت پڑھی:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (هود ۱۰۲)

اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر بے شک اس کی پکڑ دردناک کری ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ (الحج ۴۸)

اور کتنی بستیاں کہ ہم نے ان کو ڈھیل دی اس حال پر کہ وہ ستمگار تھیں پھر میں نے انہیں پکڑا اور میری ہی طرف پلٹ کر آجاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (لقمان ۲۴)

ہم انہیں کچھ برتنے دیں گے پھر انہیں بے بس کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (یونس ۶۹، ۷۰)

تم فرماؤ وہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا دنیا میں کچھ برت لینا ہے پھر انہیں ہماری طرف واپس آنا پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے۔ بدلہ ان کے کفر کا۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (الطارق)

تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ تھوڑی مہلت دو۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کی جائے پیدائش بچپن و جوانی میں پرورش اور نزول وحی کا بیان

جائے پیدائش:

گزشتہ صفحات پر ذکر گزر چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بیت المقدس کے قریب بیت لحم میں ہوئی۔ وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا گمان ہے کہ آپ علیہ السلام کی پیدائش مصر میں ہوئی۔ حضرت مریم علیہا السلام اور یوسف بن یعقوب نجار نے مصر کی جانب سفر کیا۔ حضرت مریم علیہا السلام جس گدھے پر سوار تھیں آپ کے اور گدھے کے پالان کے درمیان کوئی چیز نہ تھی۔

لیکن یہ رائے درست نہیں کیونکہ حدیث طیبہ میں ذکر گزر چکا اور وہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ کی جائے پیدائش بیت لحم ہی ہے اور جو کوئی بھی اس کے معارض رائے پیش کرے گا وہ باطل و مردود ہے۔

پیدائش کے وقت خوارق کا ظہور

حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت مشرق و مغرب کے بت منہ کے بل گر پڑے۔ شیاطین اس وجہ سے پریشان ہوگئے حتیٰ کہ ابلیس کبیر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ سے پردہ اٹھایا تو شیطانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماں کی گود میں فرشتوں کے حصار میں موجود پایا اس دن آسمان پہ ایک بہت بڑے ستارے کا ظہور ہوا جسے دیکھ کر ملک شام کے بادشاہ کا رنگ فق ہوگیا۔ کاہنوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ روئے زمین پر کسی عظیم ہستی کی عظمتوں کی تابانیاں ستارے کی چمک کی صورت میں آسمان پہ ظاہر ہوئی ہیں۔ شاہ فارس نے اپنے قاصد کے ذریعے سونے، مر اور لبان کی صورت میں تحائف دیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حضور بھیجے۔ جب فارس کے قاصد شام پہنچے تو شام کے بادشاہ نے پوچھا کہ کس غرض سے تمہارا آنا ہوا۔ انہوں نے ساری بپتا سنائی پھر بادشاہ نے اس وقتِ پیدائش کے بارے پوچھا تو انہوں نے وہی وقت بتایا جس وقت بیت لحم میں حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں نبوت کا پھول کھلا تھا۔ گہوارے میں کلام کی وجہ سے آپ کی شہرت کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بج چکے تھے۔ شام کے بادشاہ نے فارس کے قاصدوں کو تحائف سمیت روانہ کر دیا اور ساتھ کسی اور شخص کو بھی بھیج دیا تاکہ قاصدوں کے واپس چلے جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی راہیں اس آدمی کے ذریعے صاف ہو جائیں۔

مصر کی طرف ہجرت

جب حضرت مریم علیہا السلام کو تحائف پیش کر کے وہ لوگ واپس چل دیئے تو انہیں کسی کے ذریعے یہ خبر مل گئی کہ شام کے

بادشاہ کے قاصد اس کے بچے کو قتل کرنے کا عزم صمیم لئے ہوئے ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے اپنے لخت جگر کو اٹھایا اور مصر کی طرف عازم سفر ہو گئیں وہی یہ مختصر سا قبیلہ سکونت پذیر ہو گیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک بارہ سال ہو گئی۔

کرامات و معجزات کا ظہور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صغرسنی میں ہی کرامات وارہاص کا ظہور ہو چکا تھا مذکور ہے کہ جس کسان کے گھر میں آپ رہائش پذیر تھے اس کے گھر سے اس کا مال چوری ہو گیا حالانکہ اس گھر میں ضعیف و مسکین اور فقراء و محتاج ہی قیام پذیر ہوتے تھے لیکن معمہ حل نہیں ہوتا تھا کہ کون مال چرا لے گیا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام اور گھر کے مالک اور دیگر لوگوں پر بات بڑی شاق گذر رہی تھی جب سب اس معمہ کے حل سے عاجز آ گئے تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک اندھے اور ایک دوسرے شخص جو لوگوں سے علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے انہیں طلب کیا۔ اندھے سے کہا کہ اس دوسرے بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھا اندھے نے کہا کہ مجھ میں تو اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیوں؟ طاقت کدھر گئی؟ اسی طرح اٹھالے جس طرح تم دونوں نے اس گھر کی الماری سے مال چرا کے اٹھایا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات سن کر ان میں جھٹلانے کا چارہ نہ رہا دونوں مان گئے فرمایا کہ یہی دو آدمی مال چرانے والے ہیں۔ لوگوں کی نگاہوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدر و منزلت بڑھ گئی حالانکہ ابھی آپ کم سنی کے عالم میں تھے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ مصر میں ہی اسی کسان کے گھر میں یوں پیش آیا کہ کسان کے بیٹے نے اپنی اولاد کی طہارت کی رسم کے حوالہ سے لوگوں کی ضیافت کی جب لوگ کھانا وغیرہ کھا چکے تو اب اس دور کے رواج کے مطابق شراب کا دور چلنا تھا۔ شراب کے مٹکوں کو دیکھا گیا تو ان میں ایک قطرہ تک بھی نہ تھا۔ کسان کے بیٹے کے لئے یہ بہت بڑی شرمندگی کا مقام تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پریشانی کے آثار جو ہویدا دیکھے تو کھڑے ہوئے اور مٹکوں کے پاس تشریف لے گئے۔ مٹکوں کے مونہوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ آپ علیہ السلام جس مٹکے کے منہ پر بھی ہاتھ پھیرتے وہ عمدہ شراب سے لبالب بھر جاتا۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کو دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے اور ان کے دلوں میں تعظیم و اکرام کی دھاک بیٹھ گئی۔ مال و دولت کا ایک انبار لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ نے قبول فرمانے سے انکار کر دیا بعد ازاں دوبارہ بیت المقدس آنے کے لئے ماں، بیٹا نے واپسی کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ واللہ اعلم۔

عالم بچپن میں رب کی تسبیح

اسحاق بن بشر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عثمان بن ساج وغیرہ نے ہمیں خبر دی انہوں نے موسیٰ بن وزدان سے انہوں نے ابی نفرہ سے انہوں نے ابو سعید سے انہوں نے مکحول سے انہوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کی زبان اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی کھول دی تھی۔ عالم بچپن میں گفتگو کرنے کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی تسبیح و تقدیس بیان کی جیسی کسی کان نے بھی نہ سنی ہو گی۔ آپ نے شمس و قمر، کوہ و دریا اور کسی چشمے کو نہ چھوڑا جسے اپنی تسبیح میں بیان نہ کر دیا ہو۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اے اللہ تو اپنی بلندیوں میں قریب اور اپنی قربتوں میں بلند ہے اور اپنی تخلیقات میں سے ہر چیز پہ بلند و بالا ہے۔ تو نے اپنے کلمہ کن سے فضاؤں میں طبق در طبق سات آسمان پیدا فرما دیئے جو برابر، کھوکھلے اور دھواں دھواں تھے۔ یہ بلند و بالا آسمان تیرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم ہیں۔ ان میں تیرے ملائکہ ہیں جو تیری تسبیح و تقدیس بیان کرنے میں ہمہ وقت رطب اللسان ہیں اور تو نے تاریک راہوں کے لئے ان میں روشنی کا مینار بنایا اور دن کو تابانی بخشنے کے لئے سورج کی روشنی کی شعاعیں بکھیری، انہی آسمانوں میں کڑک پیدا کی جو اپنے انداز میں تیری حمد و ثنا کے ساتھ تیری تسبیح بیان کرتی ہے۔ تیری عزت کے ساتھ تیری پیدا کردہ تاریکی روشنی کی جلا پاتی ہے۔ ان آسمانوں میں تو نے ستاروں کی صورت میں چراغ روشن فرما دیئے جن کے ذریعے حیران و سرگرداں راہی اپنی راہوں کی منزلوں کا تعین کرتے ہیں تو برکتوں والا ہے اے اللہ تو نے آسمانوں کی تخلیق اور زمین کو پانی پہ بچھا کے تند و تیز موجوں پر اس زمین کو دبیز بنا کر اپنی قدرت کے جلوؤں کو عیاں فرما دیا ہے اور تو نے زمین کو عجز کا بچھونا بنا دیا ہے اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے ان کی سختیوں کو نرم و گداز کر دیا ہے۔ تیرے حکم کی وجہ سے اپنے امور میں اس نے شرم و حیا کا لباس پہن لیا ہے۔ تیری عزت کی خاطر اس کی موجیں خشوع و خضوع سے سرنگوں ہیں اس زمین میں سمندروں کے بعد دریا، دریاؤں کے بعد نہریں، نہروں کے بعد چھوٹے چھوٹے حوض اور ندیاں اور ندیوں کے بعد چشمے پھوٹ پڑے ہیں پھر تو نے اسی زمین سے نہریں، درخت اور پھل پھول پیدا فرمائے۔ پھر اس زمین کے سینے پہ پہاڑوں کو گاڑ دیا اور پانی کی سطح پر یہ کیل بنا کے گاڑ دیئے یہ ہیبت ناک پہاڑ اور چٹانیں اسی کے حضور اطاعت و فرمانبرداری سے سر تسلیم خم ہیں۔

تو برکتوں والا ہے اے اللہ کون ہے؟ جو تیری حمد و ستائش کے حق کی ادائیگی تک پہنچ جائے اور کون ہے؟ جو صفت و ثنا کے حق کو پورا کر سکے تو بادلوں کو پھیلاتا، گردنوں کو آزادی عطا فرماتا ہے تو حق کی ادائیگی اور بہترین فیصلہ فرمانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے تو نے حکم دیا ہے کہ ہم ہر گناہ سے تجھ سے مغفرت مانگیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے تو نے آسمانوں کو لوگوں سے مخفی و پوشیدہ رکھا ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تیری ذات پاک ہے۔ تیرے حضور تیرے عقلمند بندے ہی آتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو کوئی ایسا الہ و معبود نہیں جسے ہم نے خود بنا لیا ہو اور نہ ہی تو کوئی ایسا رب ہے کہ جس کا ذکر محو ہو جائے اور نہ ہی تیرے ساتھ کوئی شریک ہے جو تیرے ساتھ فیصلے فرماتا ہو اور ہم اسے پکارتے ہوں، ہم تجھ سے ڈرتے ہیں ہمیں پیدا کرنے میں کوئی تیرا معاون نہیں ہے جو ہم تیرے بارے شک میں مبتلا ہوں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو تنہا ہے بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

ابو جاد کی تفسیر

اسحاق بن بشر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو یبر اور مقاتل سے مروی ہے ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام پنگوڑے میں کلام کرنے کے بعد ایک عرصہ تک رکے رہے یہاں تک کہ آپ اس عمر کو پہنچ گئے جس عمر میں عام طور پر بچے کلام کرتے ہیں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے حکمت و بیان کو آپ کی زبان اقدس پر جاری فرما دیا۔ اسی دوران یہودی آپ اور آپ کی والدہ ماجدہ علیہما السلام کے بارے ہذیان بکنے لگے اور آپ علیہ السلام کو فاحشہ کا بیٹا کہنے لگے (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (النساء ۱۵۶)

اور اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا

فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سات سال کی عمر کو پہنچے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو مکتب بھیج دیا۔ معلم کے سکھانے پڑھانے سے پہلے ہی آپ اسے سب کچھ بتا دیتے تھے۔ معلم نے آپ کو ابوجاد پڑھایا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا ابوجاد کیا ہے؟

معلم: مجھے تو علم نہیں کہ ابوجاد کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: جو تم خود نہیں جانتے وہ مجھے کیا سکھاؤ گے؟

معلم: آپ ہی پھر بتا دیجئے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: اپنی مسند سے اُٹھیے

معلم مسند سے اٹھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی جگہ بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ اب تم سوال کرو میں تمہیں جواب دوں گا

معلم: ابوجاد کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: سنو الف سے مراد آلاء اللہ اللہ کی نعمتیں با سے مراد بہأ اللہ اللہ تعالیٰ کا جمال جیم سے مراد بہجۃ اللہ اللہ تعالیٰ کا حسن اور اس کا جمال ہے۔

معلم یہ تفسیر سن کر ورطہ حیرت میں ڈوب گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے شخص تھے جنہوں نے ابوجاد کی تفسیر بیان کی۔

راوی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے پوچھا تو آپ علیہ التحیۃ والثناء نے ہر کلمہ کا بالتفصیل بیان فرمایا یہ حدیث موضوع ہے جس کے بارے نہ تو سوال کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی انتہا کو پہنچا جا سکتا ہے۔

بچے بندر بن گئے

ابن لہیعہ عبداللہ بن ہبیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عالم بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے اسی دوران آپ کسی ایک بچے سے فرماتے کہ کیا میں تجھے بتاؤں کہ تیری ماں نے تیرے لیے کیا چیز تیار کر رکھی ہے؟ وہ کہتا بتاؤ آپ علیہ السلام بتا دیتے کہ فلاں فلاں چیز تمہاری ماں نے تمہارے لیے تیار کی ہے۔ بچے ماؤں کے پاس جا کر کہتے کہ فلاں چیز جو تم نے ہمارے لیے تیار کر رکھی ہے وہ ہمیں کھانے کیلئے دو ماں پوچھتی کہ کونسی چیز میں نے تمہارے لیے تیار کی ہے؟ بچہ کہتا فلاں فلاں ماں پوچھتی کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچہ کہتا حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے لوگوں نے کہا کہ اگر یونہی ہم نے ان بچوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہما السلام کے ساتھ رہنے دیا تو یہ ضرور ان کو خراب کر دے گا۔ لوگوں نے بچوں کو ایک گھر میں جمع کر کے دروازہ بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حسب معمول کھیلنے کیلئے آئے بچوں کو تلاش کیا لیکن ایک بچہ بھی نظر نہ آیا ایک گھر میں ان کا شور و غوغا سنا تو بچوں کے بارے ان سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ یہاں گھر

میں بچے نہیں بلکہ بندر اور خنزیر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا یا الٰہ العالمین ایسا ہی ہو۔ دیکھا تو سب بچے بندر اور خنزیر بن چکے تھے۔ (ابن عساکر)

عجائب کے نظارے

اسحاق بن بشر جو یبر اور مقاتل سے وہ ضحاک سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عالم بچپن میں عجائبات کے نظارے کرتے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور الہام ہوتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پروان چڑھتے گئے۔ یہودیوں میں آپ کے عجائبات کی باتیں جو پھیلنا شروع ہوئیں تو انہوں نے غلط قسم کی منصوبہ بندی آپ کیخلاف شروع کردی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو آپ کی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ آپ کی والدہ کو وحی کی گئی کہ انہیں لے کر مصر کی سرزمین کی طرف چلی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ (المومنون ۵۰)

اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو نشانی کیا اور انہیں ٹھکانہ دیا ایک بلند زمین جہاں بسنے کا مقام اور نگاہ کے سامنے بہتا پانی۔

رَبْوَةٍ ...... ؟

آیت طیبہ میں مذکور لفظ ربوہ (بلند زمین) سے کیا مراد ہے اس میں اسلاف ومفسرین کا اختلاف ہے۔ اس کی صفات ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ (جہاں بسنے کا مقام اور نگاہ کے سامنے بہتا پانی) بیان کی گئی ہیں۔ ربوہ کی تعریف بڑی مشکل ہے ربوہ سے مراد سطح زمین سے بلند و بالا جگہ جو برابر و مساوی ہے اور جہاں بسنے کا مقام بلند و بالا ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع وعریض بھی ہے اور اس کی بلندی کے علاوہ وہاں رواں بہتے پانی کے چشمے بھی ہیں۔

ایک دوسرے قول کے مطابق ربوہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور وہ بیت المقدس کا نخلستان ہے اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَا اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (مریم:۲۴)

تو اسے اس کے تلے سے پکارا کہ غم نہ کھا بے شک تیرے رب نے نیچے ایک نہر بہادی ہے جمہور اسلاف کے قول کے مطابق وہ ایک چھوٹی سی نہر تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسناد جید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سریا سے مراد دمشق کی نہریں ہیں شاید اس جگہ کو دمشق کی نہروں سے تشبیہ دینا مراد تھا۔

ایک اور قول کے مطابق ربوہ سے مراد مصر ہے جیسا کہ بعض اہل کتاب نے گمان کیا ہے اور انہیں سے دیگر لوگوں نے یہ رائے لی (واللہ اعلم)

ایک قول کے مطابق اس سے مراد ٹیلہ ہے۔

بیت ایلیا کی جانب کوچ

اسحاق بن بشر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ادریس نے اپنے دادا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہا کہ حضرت

عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کی عمر مبارک جب تیرہ سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مصر سے اب بیت ایلیا تشریف لے جائیں آپ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کے خالہ زاد بھائی یوسف آئے دونوں ماں بیٹا کو گدھے پر سوار کیا اور لے کر ایلیا پہنچ گئے وہی آپ نے سکونت اختیار فرمائی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر انجیل اتاری تورات سکھائی احیائے موتی' بیماروں کو شفایابی اور غیب کا علم گھروں میں ذخیرہ کیے جانے سے آگاہی لوگوں کو آنے والے اوقات کی باتیں بتا دینا وغیرہ ان چیزوں کے علم سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمادیا۔ لوگ عجائبات کے ظہور پر حیران و ششدر ہو گئے اور اظہار تعجب کرنے لگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اس طرح لوگوں پر آپ کا معاملہ ظاہر ہوا۔

کتب اربعہ کا نزول اور ان کے اوقات نازلہ

ابوزرعہ الدمشقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن صالح نے حدیث بیان کی معاویہ بن صالح نے مجھے حدیث بیان کی اس سے حدیث بیان کرنے والے نے بیان کی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب توراۃ نازل ہوئی اس وقت رمضان المبارک کی چھ راتیں گذر چکی تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر جب زبور نازل ہوئی تو اس وقت رمضان المبارک کی بارہ راتیں گذر چکی تھیں۔ زبور توراۃ کے چارسو بیاسی سال بعد نازل ہوئی۔

انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رمضان کی اٹھارہ راتیں گذر جانے اور زبور کے نزول کے ایک ہزار پچاس سال بعد نازل ہوئی۔ قرآن مجید فرقان حمید محبوب انس و جان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رمضان المبارک کی چوبیس راتیں گذر جانے کے بعد نازل ہوا اس کا مفصل ذکر شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ (البقرہ ۱۸۵) کے تحت تفسیر ابن کثیر میں گذر چکا چند احادیث طیبہ بھی اس حوالے سے بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جب انجیل نازل ہوئی تو اس وقت رمضان المبارک کی اٹھارہ راتیں گذر چکی تھیں۔

انجیل کے نزول کے وقت عمر مبارک

ابن جریر علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ انجیل کے نزول کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک تیس برس تھی اور جب آسمانوں پر اٹھایا گیا تو اس وقت آپ تینتیس ۳۳ برس کے تھے۔ عنقریب انشاءاللہ العزیز اس کا بیان آئے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہدایات

اسحاق بن بشر فرماتے ہیں کہ سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ اور مقاتل سے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن آدم سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو وحی کی فرمایا اے عیسیٰ میرے احکام پر عمل پیرا ہونے میں کوشاں رہ اور سستی نہ کر۔ اے طاہرہ' باکرہ اور پاکیزہ بندی کے لخت جگر بے شک تو بغیر باپ کے پیدا ہوا میرے احکام کو بغور سن اور اطاعت و فرمانبرداری کر تجھے میں نے اہل جہان کیلئے بطور نشانی پیدا فرمایا ہے خاص میری ہی عبادت کر اور مجھے ہی پر بھروسہ کر کتاب کو مضبوطی سے لے لے اور اہل سریان کیلئے اس کی تفسیر بیان کر اور اپنے

پاس موجود لوگوں کو یہ پیغام دیدے کہ میں حق ہوں زندہ ہوں قائم رکھنے والا ہوں مجھے زوال نہیں ہے۔ اُمی نبی کی تصدیق کرنا جو عربی اور صاحب جمال وتاج ہوں گے۔ زرع والے اور صاحب نعلین ہونگے درست شاخ سے بنائی ہوئی کمان والے خوبصورت آنکھوں والے' کشادہ جبین' واضح رخسار والے' گھنگریالے بالوں والے' گھنی داڑھی والے' ملے ہوئے ابرو والے' بلند ناک والے' دانتوں میں فاصلہ والے' نچلے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان چھوٹے چھوٹے بالوں والے ہوں گے۔ ان کی گردن گویا چاندی کی صراحی' سینے سے لے کر ناف تک یوں بال گویا درست شاخ سے بنائی ہوئی کمان ہو پیٹ مبارک اور سینہ اقدس پر اس کے علاوہ کوئی بال نہ ہوگا۔ ہتھلیاں اور قدمہائے مبارکہ پر گوشت ہوگا جب کسی کی طرف توجہ فرمائیں گے تو بھرپور توجہ فرمائیں گے چلنے کا انداز یوں ہوگا گویا کسی چٹان سے تشریف لارہے ہیں اور نشیب میں اتر رہے ہیں چہرہ انور پر پسینہ کے قطرے یوں ہوں گے گویا آبدار موتی ہوں۔ پسینہ مبارکہ سے کستوری جیسی خوشبو پھوٹے گی ایسا انسان کامل نہ ان سے پہلے کوئی نہ ان کے بعد آئے گا خوبصورت قد وقامت' پاکیزہ خوشبو' شادیاں کئی ساری لیکن اولاد کم والے ہوں گے۔ انکی اولاد کیلئے جنت میں ایسا گھر ہوگا جس میں نہ تکلیف وتھکاوٹ اور نہ شور وغل ہوگا بلکہ تازہ آبدالہ زبرجد ومروارید سے بنا ہوگا۔

اے عیسیٰ تو آخری زمانہ میں ان کا یوں کفیل بنے گا جیسے حضرت زکریا علیہ السلام تیری والدہ کے کفیل بنے تھے اس کیلئے اس کی امت میں سے دو بچے گواہی دیں گے۔ میری بارگاہ میں اس کا وہ مرتبہ ومنزلت ہے جو کسی اور انسان کیلئے نہیں اس کا کلام قرآن اور اس کا دین اسلام ہوگا۔ میں سلامتی عطا فرمانے والا ہوں اس کیلئے خوشخبری ہے جو ان کا زمانہ پائے ان کے دورِ نبوت میں موجود ہو اور ان کا کلام سنے۔

شجرہ طوبیٰ کا بیان کہ وہ کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی یارب العالمین یہ طوبیٰ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ وہ درخت ہے جسے میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا وہ سب جنتیوں کیلئے ہے اس کی جڑ رضوان' اس کا پانی تسنیم اس کی برودت وٹھنڈک کافور' اس کا ذائقہ زنجبیل اور اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو کی سی ہے جو اس سے ایک مرتبہ پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مولیٰ تعالیٰ! مجھے اس سے سیراب فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تک اس سے میرا محبوب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نوش نہ فرمالے گا تب تک انبیاء کرام کیلئے اس سے پینا حرام ہے اور جب تک امت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نوش نہ کرے کسی امت کیلئے اس سے پینا جائز نہ ہے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا عرض کی یا اللہ تو مجھے کس لیے اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھے اٹھاؤں گا پھر آخری زمانہ میں تجھے اتاروں گا تاکہ تو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے عجائبات کو دیکھے اور دجال لعین کے قتل پر انکی مدد کرے۔ بوقت نماز میں تجھے نازل کروں گا پھر تو انہیں نماز پڑھائے گا کیونکہ وہ امت مرحومہ ہوگی اور ان کے نبی کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

امت مرحومہ

ہشام بن عمار فرماتے ہیں کہ ولید بن مسلم عبدالرحمٰن بن زید سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے

اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی یا اللہ مجھے اس امت مرحومہ کے بارے خبر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں علماء وحکما گویا مثل انبیاء ہیں یہ امت میری جانب سے کم عطاؤں پر راضی ہوگی اور میں بھی ان کے عمل قلیل پر راضی ہو جاؤں گا۔ میں انہیں لا الہ الا اللہ کے ساتھ جنت میں داخل کروں گا اے عیسیٰ جنت میں جانے والے اکثر لوگ اسی امت کے ہوں گے کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ جس طرح یہ امت رطب اللسان ہوگی اس طرح کسی نبی کی امت رطب اللسان نہ ہوئی ہوگی۔ سجدہ ریزیوں کی خاطر جس طرح اس امت کی گردنیں جھکی ہوں گی اس طرح کسی نبی کی امت کی گردنیں کبھی نہ جھکی ہوں گی۔ (ابن عساکر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہدایات

ابن عساکر علیہ الرحمہ عبداللہ بن بدیل عقیلی کے طریق سے وہ عبداللہ بن عوسجد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ کہ مجھے اپنے دل میں اپنے غم کی طرح اتار لے اور مجھے اپنے لیے آخرت کے دن کی خاطر ذخیرہ کر لے نوافل کی ادائیگی کے ذریعے میرا قرب حاصل کر میں تجھے اپنا محبوب بنا لوں گا میرے سوا کسی اور کی طرف جھکاؤ پیدا نہ کر ورنہ میں تجھے رسوا کر دوں گا۔ مصائب والم پر صبر اور قضا پر راضی برضا رہ میری مسرت وشادمانی کو اپنے آپ میں سمو لے میری مسرت میری اطاعت میں ہے۔ میری نافرمانی نہ کرنا میری قربتوں کی لذتوں سے آشنا راز ہو جا میرے ذکر کو اپنی زبان سے تر وتازہ رکھ تاکہ میری محبت تیرے سینے میں جاگزین ہو جائے۔ غفلت کی گھڑیوں سے بیدار رہ۔ عمدہ اور دانشمندانہ باتوں کا حکم کر میری خشیت اور میری جانب رغبت میں کوشاں رہ میری خاطر اپنے دل کو خشیت میں مار ڈال اور میری خوشی کے حق کیلئے راتوں کی نگہبانی کر میرے ہاں سیراب دن کیلئے اپنے دنوں کو پیاسا کر۔ خیرات میں اپنی کوششوں میں مبالغہ کر جہاں کہیں بھی ہو بھلائی کے ساتھ اعتراف کر مخلوق کے ساتھ خیر خواہی میں کمربستہ ہو جا۔ میرے بندوں میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کر میں نے نسیان کے مرض سے دلوں کے وسوسوں کیلئے تجھ پر شفا نازل فرمائی ہے اور تاریکیوں کے پردوں سے نگاہوں کی جلاء عطا فرمائی ہے۔ حریص نہ بننا گویا کہ تو زندہ ہے سانس لیتا ہے لیکن تو قبضہ میں ہے۔

اے عیسیٰ! مجھ پر ایمان رکھنے والے خشیت سے بہرہ ور ہوئے اور میری خشیت سے بہرہ ور ہی میرے ثواب کی امید لیے ہوئے ہیں۔ میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ اس وقت تک عذاب سے بے خوف ہیں جب تک وہ خود تبدیل نہیں ہوتے یا میری سنت کو تبدیل نہیں کر دیتے۔

اے مبرو منزہ اور عفت مآب مریم کے بیٹے تو اپنی زندگی کے ایام میں اپنے نفس پر اس شخص کے رونے کی طرح رو جس نے اہل خانہ کو الوداع کہہ دیا ہو دنیا سے بغض رکھ لیا ہو اور لذت کو اپنے اہل خانہ کیلئے چھوڑ دیا ہو۔ اس کی رغبت اس بارے میں اس کے معبود کے نزدیک بلند ومرتفع ہو۔ اپنے کلام میں نرمی پیدا کر اور سلام کو عام کر جب ابرار کی آنکھیں سو جائیں اس وقت بیدار ہو وعدہ کے دن کے معاملات اور ہولناک شدید زلزلوں سے ڈر اس سے قبل کہ نہ اہل خانہ اس دن نفع دیں گے اور نہ ہی کوئی اور مال نفع مند ہوگا۔ جب بطلان کے پجاری ہنسیں تو اس وقت حزن وملال سے اپنی آنکھوں کو سرمہ زدہ کر لیا کر اس دنیا میں صبر کی دولت حاصل کر اور اپنا محاسبہ کرتے رہ تیری خوش قسمتی ہے اگر تو اس وعدہ کو پا لے جو میں نے صابرین کے ساتھ کیا ہے۔ دنیا سے دن بدن اللہ کی لو لگا اس چیز کا ذائقہ چکھ جس کا طعم تجھ سے کہیں بھاگ جائے اور وہ چیز جس کی لذت کا کیف تیرے پاس نہ آئے۔ میرا

پیغام پہنچا کہ دنیا میں خوش رہ سخت و کھردری چیز پر کفایت کر دیکھ لے گا تو اپنے ٹھکانہ کی طرف حساب کے ساتھ عمل کر بے شک تم سے باز پرس ہوگی۔ اگر تو دیکھ لے جو میں نے اپنے محبوبوں کیلئے تیار کیا ہے تو تیرا دل پگھل جائے اور تیری جان نکل جائے۔

ابلیس سے ملاقات

ابوداؤد کتاب القدر میں فرماتے ہیں محمد بن یحییٰ بن فارس' عبدالرزاق نے معمر نے زہری سے ہمیں حدیث بیان کی ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ابلیس سے ہوئی تو فرمایا! ابلیس کیا تجھے علم ہے کہ تجھے وہی چیز پہنچے گی جو تیرے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔ ابلیس نے کہا کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جا اور وہاں سے خود کو گرا دے پھر دیکھو کہ کیا تو زندہ رہتا ہے یا نہیں' ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرا بندہ مجھے نہ آزمائے بے شک میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

زہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بے شک بندہ کو اپنے رب کی آزمائش کا حق نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ بندے کو آزمائے۔

ابوداؤد کہتے ہیں احمد بن عبدہ نے ہمیں حدیث بیان کی سفیان نے عمر سے انہوں نے طاؤس سے ہمیں بیان کیا فرماتے ہیں کہ شیطان حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے پاس آیا کہنے لگا کہ کیا تو گمان نہیں کرتا کہ تو سچا ہے؟ تو آ اس ڈھلوان زمین پر اپنے آپ کو گرا دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! افسوس ہے تجھ پر کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے ابن آدم مجھ سے اپنی ہلاکت کا سوال نہ کر بے شک میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

ابوتوبہ ربیع بن نافع نے حسین بن طلحہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہ میں نے خالد بن یزید سے سنا فرماتے ہیں کہ شیطان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دس سال یا دو سال تک عبادت کی ایک دن پہاڑ کی چوٹی پر ہو گیا کہنے لگا اے عیسیٰ تمہاری کیا رائے ہے اگر میں اپنے آپ کو گرا دوں تو کیا مجھے میری تقدیر کے نوشتہ کے مطابق تکلیف نہیں پہنچے گی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اپنے رب کو آزمانے والوں میں سے نہیں ہوں لیکن میرا رب جب چاہتا ہے مجھے آزماتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے پہنچان لیا کہ یہ تو شیطان ہے آپ علیہ السلام اس سے جدا ہو گئے۔ ابوبکر بن ابی الدنیا فرماتے ہیں کہ شریح بن یونس نے علی بن ثابت نے خطاب بن قاسم سے انہوں نے ابوعثمان سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پہاڑ کی چوٹی پر نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس ابلیس آیا اس نے کہا کہ تمہارا گمان ہے کہ ہر چیز قضا و قدر کے مطابق ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں شیطان نے کہا کہ تو اپنے آپ کو اس پہاڑ سے گرا دے اور کہہ کہ میری تقدیر ہی ایسے تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے ملعون بندوں کی آزمائش کی جاتی ہے۔ بندے اللہ تعالیٰ کو نہیں آزمایا کرتے۔

ابوبکر بن ابوالدنیا' فضل بن موسیٰ البصری' ابراہیم بن بشار نے ہمیں حدیث بیان کی کہ سفیان بن عیینہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ابلیس سے ملاقات ہوئی تو ابلیس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا اے عیسیٰ بن مریم آپ تو وہ ہیں جو ربوبیت کی عظمت کو پا گئے آپ نے عالم بچپن میں گہوارے میں کلام کیا جبکہ آپ سے پہلے کسی نے بھی بچپن میں کلام نہیں کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! رب تو میرا وہ معبود ہے جس نے مجھے بولنے کی طاقت دی پھر مجھے موت اور پھر زندگی عطا فرمائے گا۔

ابلیس نے کہا: تیری ربوبیت عظمتوں تک پہنچ گئی تو بھی تو مردوں کو زندگی بخشتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: بلکہ رب تو وہ اللہ تعالیٰ ہے جو زندگی اور موت عطا فرماتا ہے اور جسے میں قدرت الٰہیہ سے زندہ کرتا ہوں اسے پھر وہ زندگی بخشے گا۔

ابلیس لعین: قسم بخدا تو ہی آسمان کا الٰہ اور زمین کا الٰہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ابلیس کو اپنے پروں سے ایسا طمانچہ مارا کہ وہ سورج کی قرنوں سے بھی دور جا گرا پھر اپنے پروں سے طمانچہ مارا تو وہ شعلہ زدن چشمے سے بھی دور جا گرا پھر طمانچہ رسید کیا تو وہ سات سمندروں میں جا گرا پھر اسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تہہ نشین کر دیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کو اتنا دھنسایا کہ اس نے سمندر کے کیچڑ کا ذائقہ چکھ لیا وہاں سے نکلا تو کہنے لگا اے ابن مریم آج مجھے جو تکلیف وسزا ملی کسی سے میں نے اس قدر تکلیف نہیں اٹھائی۔

ایک دوسری روایت بالتفصیل اس حوالے سے مروی ہے کہ ابوسلمہ سوید بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں نماز ادا کر کے واپس پلٹے کسی گھاٹی میں ابلیس سے آمنا سامنا ہو گیا۔ ابلیس نے آپ کو روک لیا اور تحکمانہ انداز میں کہنے لگا کہ آپ کیلئے مناسب نہیں ہے کہ آپ بندہ ہوں اور بار بار یہی بات دھراتا رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ اس سے چھٹکارا ملے لیکن وہ جان چھوڑنے کو نہ تھا پھر کہنے لگا کہ اے عیسیٰ تمہارے لیے سوزوں نہیں کہ تم بندہ بن کر رہو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔ حضرت جبرائیل و میکائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے ابلیس نے انہیں آتا دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی جب ابلیس آپ علیہ السلام کے ساتھ گھاٹی میں ٹھہرا تو دونوں فرشتوں نے آپ کی حفاظت فرمائی اور جبرائیل علیہ السلام نے ابلیس کو اپنے پروں سے ایسی زبردست ضرب لگائی کہ اسے وادی میں پھینک دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ابلیس پھر لوٹ آیا اسے پتا تھا کہ دونوں فرشتوں کو اس کے سوا اور حکم نہیں دیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پھر آ کر کہنے لگا کہ میں آپ کو آگاہ کر چکا ہوں کہ آپ کو بندہ بن کر رہنا موزوں و مناسب نہیں ہے۔ بے شک تیرا غضب عام بندوں کا سا غضب نہیں ہے تو نے دیکھ لیا ہے کہ جب تو نے اظہار غضب کیا تو مجھے تیری وجہ سے کس قدر تکلیف ملی لیکن میں تجھے اسی چیز کی دعوت دیتا ہوں جو تیرے لیے موزوں و مناسب ہے۔ میں اپنے ماتحت شیطانوں کو حکم دوں گا وہ تیری اطاعت کریں گے جب انسان شیطانوں کو تیرے مطیع دیکھیں گے تو وہ بھی تیری پوجا پاٹ شروع کر دیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ فقط تو ہی معبود ہے کوئی اور نہیں ہاں اللہ تعالیٰ آسمانوں میں الٰہ ہے اور تو زمین میں الٰہ و معبود بن جا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی تقریر سنی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مدد چاہی اور خوب آہ و فریاد کی تب اسرافیل علیہ السلام نیچے تشریف لائے۔ حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام نے اس کی طرف دیکھا تو ابلیس رک گیا۔ جب وہ ان کے ساتھ ٹھہرا تو حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اپنے پر سے ایسی ضرب لگائی کہ ابلیس سورج کی آنکھ سے جا ٹکرایا پھر دوسری ضرب لگائی تو ابلیس نیچے آ گرا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس جگہ سے گزر ہوا تو کہنے لگا اے عیسیٰ آج مجھے تمہاری وجہ سے بڑی شدید تھکاوٹ ہوئی ہے اسی کے ساتھ ہی ابلیس کو عین الشمس میں پھینک دیا گیا اس نے وہاں شعلہ زدن چشمے کے پاس سات فرشتے پائے جنہوں نے اسے اس چشمے میں غوطے دیئے جب وہ چیختا تو اسے اس کیچڑ میں اور غوطے دیتے قسم بخدا اس کے بعد ابلیس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں آیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اسماعیل عطار نے ہمیں بیان کیا ابوحذیفہ نے ہمیں بیان کیا کہ شیاطین ابلیس کے پاس جمع ہوئے کہنے لگے ہمارے سردار کیا بات ہے آج آپ پر تھکان کے آثار ہیں؟ کہا یہ معصوم بندہ میرے داؤ میں آنے کا نہیں اور نہ ہی مجھے اسے گمراہ کرنے کی کوئی سبیل نظر آتی ہے۔ ہاں البتہ اس کے ذریعے میں بہت سارے لوگوں کو راہ راست سے بھٹکا دوں گا اور ان لوگوں میں بے شمار خواہشات پھیلا دوں گا۔ انہیں تفرقہ بازی کی بھینٹ چڑھا دوں گا لوگ اسے اور اس کی والدہ کو خدا بنا لیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید وعصمت

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید اور ابلیس سے ان کے تحفظ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن پاک یوں گویا ہوتا ہے۔

يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (المائدہ ۱۱۰)

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی یعنی روح القدس جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ میں نے تیری مدد کی۔

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (المائدہ ۱۱۰)

تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تو مٹی سے پرندے کی سی مورت میرے حکم سے بناتا...... الخ

جب تو نے مسکینوں کو اپنا حواری، صحابی اور مددگار بنایا تو ان کے حواری وصحابہ بننے پر راضی ہوا اور وہ تیرے ہادی اور جنت کے قائد بننے پر راضی ہوئے تو جان لے کہ یہ دو عظیم عادتیں ایسی ہیں کہ جوان دونوں کے ساتھ مجھے ملے گا تو وہ ساری مخلوق سے پاکیزہ اور میرے ہاں میرا پسندیدہ ہو کر مجھے ملے گا۔

اے عیسیٰ! عنقریب بنی اسرائیل تمہیں کہیں گے کہ ہم نے روزے رکھے لیکن ان روزوں کو شرف قبولیت حاصل نہ ہوا۔ نمازیں ادا کیں وہ بھی بارگاہ الٰہ میں مقبول نہ ہو پائیں۔ صدقات دیئے وہ مقبول نہ ہوئے اونٹوں کے دھاڑنے کی طرح روئے لیکن بے سود ہم پر کوئی رحم نہ ہوا۔

اے عیسیٰ! ان سے پوچھنا کہ یہ کس لئے ہوا اور کیا اسباب ہیں۔ جنہوں نے میری عطاؤں کو روک دیا کیا میری عطائیں کم پڑ گئیں یا آسمان وزمین کے خزانے میرے پاس نہ تھے؟ کہ میں جیسے چاہتا خرچ کرتا یا کیا مجھے بخل لاحق ہو گیا تھا یا سوال کیے جانے والوں میں سے زیادہ میں سخی نہ تھا؟ یا دینے والوں میں سے سب سے زیادہ وسعت والا نہ تھا؟ یا میری رحمت تنگ پڑ گئی تھی؟

حالانکہ رحم کرنے والے میری رحمت کے فضل کی بدولت ہی رحم کرتے ہیں۔

اے عیسیٰ بن مریم ان کے دلوں میں جو حکمت بطور وراثت ڈالی گئی تھی انہیں انہوں نے نکال پھینکا آخرت کو پس پشت ڈال کر دنیاوی زندگی کو ترجیح نہ دیتے تو وہ جان جاتے کہ کہاں سے ان کیلئے عطائیں اترتی ہیں اور وہ یقین کامل کر لیتے کہ ان کے نفس ہی ان کے بڑے دشمن ہیں۔

میں ان کے روزوں کو کیسے شرف قبولیت بخش دوں حالانکہ وہ حرام غذاؤں سے جسم کو تقویت دیتے ہیں۔ میں ان کی نمازوں کو کیسے قبول کروں ان کے دلوں میں میلان ان کی طرف ہے جو میرے ساتھ جنگ کرتے اور میرے محارم کو حلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں ان کے صدقات کو قبول کر کے کیسے پروان چڑھاؤں حالانکہ وہ لوگوں سے ناجائز طریقوں سے مال غصب کرتے ہیں۔ اے عیسیٰ میں انکی اہلیت کے مطابق ہی انہیں جزا دیتا ہوں۔

میں ان کی آہ و بکا پر کیسے رحم کروں حالانکہ ان کے ہاتھوں سے انبیا کرام کے ناحق قتل کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ میرا غضب تو ان پر اور بڑھ جاتا ہے۔

اے عیسیٰ! جس دن میں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی میں نے اسی دن فیصلہ کر لیا تھا کہ جو میری بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے صرف میری ہی عبادت کرے گا اور تم دونوں کے متعلق جو میرا فرمان ہے اسی کے مطابق کلام کرے گا تو میں جنت میں اسے تمہارا پڑوس عطا کروں گا۔ منزل و مرتبہ میں تمہارا رفیق اور عزت و کرامت میں تمہارے ساتھ شریک کروں گا۔

آسمان و زمین کی تخلیق کے دن ہی میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جو اللہ کو چھوڑ کر اس کے علاوہ تجھے اور تیری ماں کو معبود بنائے گا میں اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں اٹھا پھینکوں گا۔

آسمان و زمین کی تخلیق کے دن ہی میں نے یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ میں اپنے بندہ خاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر اس معاملہ کو ثابت و مؤکد کروں گا اور نبوت و رسالت کے سلسلہ کو ان پر ختم کر دوں گا۔ ان کا مولد مکہ المکرمہ انکی جائے ہجرت مدینہ طیبہ اور انکی سلطنت شام تک ہوگی۔ وہ تند مزاج، سخت دل اور بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے نہ ہوں گے نہ فحش اور نہ ہی بدزبانی کا ان سے کوئی تعلق ہوگا ہر خوبصورت امر کیلئے میں انکی رہنمائی فرماؤں گا اور ہر اچھے اخلاق میں انہیں عطا کروں گا۔

میں تقویٰ کو ان کا ضمیر، حکمت و دانائی کو ان کے اقوال، وفاداری انکی طبعیت، عدل و انصاف انکی سیرت، حق و صداقت انکی شریعت اور اسلام کو انکی ملت بنا دوں گا۔ ان کا نام نامی احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ میں ان کے ذریعے گمراہی کے بعد چار دانگ عالم کو ہدایت کے نور سے منور و تاباں کر دوں گا اور میں ان کے ذریعے جہالت کی تاریکیوں میں علم کی شمع کو روشنی کر دوں گا۔ انہی کے ذریعے محتاجی کے بعد رزق کی فراوانی اور پستیوں کے بعد بلندی عطا کر دوں گا۔ بہرے کانوں اور پردے پڑے دلوں سے غفلت کے پردے اٹھا کر انہیں ہدایت سے بہرہ ور کر دوں گا اور ان کے ذریعے مختلف قسم کی خواہشات کا قلع قمع کر دوں گا میں اس کی اُمت کو بہترین اُمت بنا دوں گا جو لوگوں میں بھلائی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے منع کرتے ہوئے ظاہر ہوگی۔ وہ میرے لیے

مخلص ہوں گے اور انبیاء کرام کی لائی ہوئی تعلیمات کی تصدیق کرے گی۔ میں ان کی مساجد و مجالس ان کے گھروں اور ٹھکانوں میں انہیں تسبیح و تحلیل اور تقدیس و ثنا کے تذکرے کرنے کیلئے انہیں الہام کروں گا۔ وہ میرے لیے قیام وقعود اور رکوع و سجود کی صورت میں میرا حق بندگی ادا کرتے رہیں گے۔ وہ میری راہوں میں صف در صف اور لشکروں کی صورت میں جہاد کریں گے۔ ان کی قربانیاں محض ان کا خون بہانا ہوگا۔ انکی کتاب ان کے سینوں میں محفوظ اور ان کی قربانیوں کا گوشت ان کے پیٹوں میں محفوظ ہو گا۔ وہ راتوں کو راہبوں کی طرح عبادت گزار اور دنوں کو شیروں کی طرح میدان جہاد میں بہادری کے جوہر دکھائیں گے۔ یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہتا ہوں عطا فرماتا ہوں اور میں بہت بڑے فضل والا ہوں۔

منافقین کے نفاق اور اہل ایمان کے ایمان میں اضافے کا سبب

عنقریب ہم ان روایات کو ذکر کر دیں گے جن سے اس سیاق کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور سورۃ صف اور سورہ مائدہ میں سے انشاء اللہ بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بھروسہ ہے۔

ابو حذیفہ اسحاق بن بشر نے اپنی اسانید کے ساتھ کعب احبار، وہب بن منبہ، ابن عباس، سلیمان فارسی رضی اللہ عنہم نے بعض کی حدیث بعض میں داخل ہوگئی ہے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بعثت ہوئی اور وہ روشن نشانیاں لے کر آئے۔ بنی اسرائیل کے منافق و کافر ان پر تعجب کرنے اور ان کا مذاق اڑانے لگے۔ پوچھتے کہ بتاؤ فلاں آدمی نے گزشتہ شب کیا کھایا تھا اور اپنے گھر میں کیا ذخیرہ کر رکھا ہے؟ آپ علیہ السلام انہیں سب کچھ بتا دیتے اہل ایمان کا ایمان بڑھ جاتا اور اہل کفر اور منافقین کے شک وارتیاب اور کفر میں اضافہ ہو جاتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی گھر بار نہ تھا جہاں قیام فرما ہوتے ہوں جہاں رات کے سائے ڈھلنے شروع ہوتے وہی رات گزار لیتے ان کی کوئی خاص جگہ نہیں تھی۔

احیائے موتیٰ کا واقعہ

سب سے پہلے احیائے موتیٰ کا جو واقعہ پیش آیا وہ یوں تھا کہ آپ علیہ السلام ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا اے عورت اس آہ و فغاں کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا میری ایک ہی بیٹی تھی جو فوت ہو چکی ہے۔ میں نے اپنے رب سے یہ عہد کر لیا ہے کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہ اٹھوں گی جب تک میرے لیے میری لڑکی زندہ نہ ہو جائے یا پھر میں بھی موت کا ذائقہ اس کی طرح نہ چکھ لوں۔ میں اسی انتظار میں ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بھلا بتاؤ تو اگر تو اپنی بیٹی کو دیکھ لے تو کیا تو واپس پلٹ جائے گی؟ اس نے کہا ہاں راوی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی پھر قبر کی طرف تشریف لائے اور قبر پر آ کر بیٹھ گئے آواز دی اے فلاں لڑکی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ اور قبر سے باہر آ۔ قبر نے جنبش لی پھر دوسری مرتبہ آواز دی تو اللہ کے حکم سے قبر پھٹ گئی تیسری مرتبہ آواز دی تو لڑکی اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تو نے تاخیر کس لیے کی؟ اس نے کہا کہ جب پہلی آواز آئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو بھیجا جس نے میرے جسم کے اعضا کو اکٹھا کیا دوسری آواز آئی تو میری جانب روح بھیجی تیسری آواز آئی تو میں ڈر

گئی شاید قیامت برپا ہوگئی ہے۔ میرے سر کے بال میرے ابرو اور میری آنکھوں کی پلکیں خوف قیامت سے سفید ہوگئی ہیں۔ پھر وہ لڑکی اپنی ماں کی طرف متوجہ ہوئی کہا اے میری ماں تو نے کس لیے یہ چاہا کہ میں دو مرتبہ موت کا ذائقہ چکھوں؟ اے ماں تو صبر کر اور نیکی اختیار کر مجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں اے روح اللہ اور اس کے کلمہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیجئے کہ مجھے آخرت کی طرف لوٹا دے اور مجھ پر موت کی سختی کو آسان فرما دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی اس پر زمین برابر ہوگئی۔ یہودیوں تک جو یہ بات پہنچی تو ان کے غیض و غضب میں اور اضافہ ہوگیا۔

ہم حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے آخر میں بیان کر چکے ہیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت نوح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ان کیلئے سام بن نوح کو زندہ فرما دیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی نماز ادا کی اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سام بن نوح کو زندہ فرما دیا۔ پھر سام بن نوح نے کشتی کی کہانی سنائی پھر حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی تو وہ مٹی میں واپس لوٹ گئے۔

سدی علیہ الرحمہ نے ابو صالح اور ابو مالک سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ایک واقعہ ذکر کیا جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ بنی اسرائیل کے کسی بادشاہ کا انتقال ہوا تو اسے اٹھا کر چارپائی پر رکھ دیا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو زندہ فرما دیا لوگوں نے ہولناک اور عجیب منظر دیکھ لیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ کے انعامات

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ...... وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ (المائدہ ۱۱۰، ۱۱۱)

جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تو مٹی سے پرند کی سی صورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنے احسانات اور اپنی نعمتوں کو یاد دلا رہا ہے کہ بالخصوص بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا بلکہ بغیر کسی مذکر کے فقط ماں کے بطن سے پیدا ہوئے اور آپ علیہ السلام کو لوگوں کیلئے نشانی بنایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلیل ہے پھر اس کے بعد منصب رسالت سے سرفراز فرمایا۔

وَعَلٰى وَالِدَتِكَ (اور اپنی ماں پر) یعنی ان پر نعمت و احسان اس انداز پر کیا کہ اس نعمت عظیمہ کی بنا پر انہیں جہان کی عورتوں پر چن لیا اور جہلاء جو ان کی طرف بہتان منسوب کرتے تھے اس سے برأت پر دلیل قائم فرمائی اور اسی لیے فرمایا اِذْ اَيَّـــدتُّكَ

بِرُوْحِ الْقُدُسِ (جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی) روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں آپ علیہ السلام کی والدہ کی طرف اپنے روح کے القا کرنے میں آپ کی حالت رسالت میں نزول وحی اور کفار کی ریشہ دوانیوں سے مدافعت کیلئے اس کے ذریعے آپ کی مدد کی۔

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا (تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر ہو کر) یعنی لوگوں کو حالت بچپن اور پکی عمر میں اللہ تعالیٰ کی جانب بلاتا تھا۔

وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب وحکمت) یعنی لکھنا اور سمجھنا یہ صفات عطا فرمائیں بعض اسلاف نے اس سے بطور نص لیا ہے کہ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے

وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ تورات وانجیل سکھائی

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ (اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندے کی ہیئت پر مٹی کی شکل وصورت بناتا۔

فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ (پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی) ''میرے حکم'' کو مؤکدہ ذکر کر کے شک ووہم کو رفع فرمادیا۔

وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ (اور تو مادرزاد اندھے کو شفا دیتا)

بعض اسلاف نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے مادرزاد اندھے کو بینائی دے دیتے کہ حکماء کے پاس جس کے علاج معالجہ کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ (وَالْاَبْرَصَ) اور سفید داغ والے کو شفا دیتے۔

یہ ایسا مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس عاجز کر دینے والے مرض سے مریض کو صحت یاب کر دیتے۔

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى اور جب تو مردوں کو زندہ نکالتا

یعنی میرے حکم سے ان کی قبروں سے انہیں زندہ نکال دیتا پہلے جو واقعات اس حوالے سے گذر چکے ہیں وہی کافی ہیں۔

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

جب کافروں نے آپ کو سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور کافروں کے اذیت ناک منصوبے سے محفوظ فرما کر ان کے درمیان سے اپنی بارگاہ میں بلالیا اور ہلاکت سے سلامت رکھا

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہاں وحی سے مراد الہام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حواریوں کو ہدایت دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کی

رہنمائی فرمائی وحی سے مراد الہام کی دلیل ۔اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ (النحل ۶۸)

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا۔

وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ (القصص ۷)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے ایک دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حواریوں کو رسوں کے توسط سے الہام فرمایا اور ان کے دلوں میں قبول حق کی توفیق مرحمت فرمائی اس لیے انہوں نے قبول فرماتے ہوئے کہا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے اور رسول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر جملہ نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی تھی کہ ان کیلئے انصار و مددگار بنائے جو آپ کے ساتھ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کیلئے اوروں کو دعوت دیتے اور آپ علیہ السلام کی مدد کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم اور عبد کامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمایا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (الانفال ۶۲٬۶۳)

وہی ہے جس نے تمہیں زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا اور ان کے دلوں میں میل کر دیا اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے بے شک وہی ہے غالب حکمت والا

ہر نبی کے معجزے اس دور کے مناسب حال تھے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَیُعَلِّمُهُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ ...... وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ (آل عمران ۴۸ تا ۵۴)

اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے۔ اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لیے کہ حلال کروں تمہارے لیے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں اور میں تمہارے پاس رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے۔ تو اسی کو پوجو یہ ہے سیدھا راستہ پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں اے رب ہمارے ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ دے

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس زمانہ والوں کے حالات کے مطابق معجزات عطا فرمائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دورِ نبوت میں جادو کا فن اپنے جوبن پر تھا۔ بڑے بڑے ذہین و فطین جادوگر تھے لہٰذا اسی حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا فرمائے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی نشانیاں دیکھ کر جادوگری کے فنون میں ماہر ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ انکی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں گردنیں سرنگوں ہوگئیں۔ امور باہرہ کا مشاہدہ کر کے پکار اٹھے کہ یہ سب کچھ تائید ایزدی کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر خرق عادات چیزوں کا مشاہدہ کر کے انہوں نے بلا تاخیر سر تسلیم خم کرتے ہوئے تصدیق کر دی اور کسی قسم کا توقف نہ کیا۔

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس دور میں مبعوث ہوئے اس زمانے میں اطباء و حکماء کا دور دوراں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات دے کر بھیجا جہاں تک ان حکماء کے عقل و خرد کی رسائی بھی ممکن نہ تھی کہاں ایسا طبیب جو مادر زاد اندھے کو بینائی دیدے، اور جذام و برص اور مرض مزمن والوں کو شفا دیدے اور مخلوق میں کسے یہاں تک رسائی کہ مردوں کو قبروں سے زندہ واپس لے آئے؟ ہر ایک جانتا تھا کہ یہ معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی صداقت کی دلیل اور اس ذات کی تائید کی دلیل ہیں جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو نشانیاں دے کر بھیجا ہے۔

اور اسی طرح سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو فصحاً و بلغاً کے زمانے میں مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل فرمایا وہ قرآن عظیم کہ باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔ قرآن پاک کا ہر لفظ معجزہ ہے۔ جن و انس اس جیسا یا اس جیسی دس سورتیں یا اس جیسی ایک سورت بھی لانے سے عاجز و بے بس ہیں۔ قطعی طور پر انہیں بتادیا گیا کہ نہ تو حال اور نہ ہی مستقبل میں وہ اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور ہرگز ایسا کر بھی نہ سکیں گے تو انہیں یقین کر لینا چاہیے کہ یہ خالق کائنات اللہ عزوجل کا کلام ہے جس کے ذات و صفات اور اس کے افعال میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان پر دلائل و براہین قائم فرما دیئے تو بنی اسرائیل میں سے اکثر اپنے کفر و سرکشی اور عناد و طغیان میں ڈٹ گئے ان میں سے ہی نیک لوگوں کا ایک گروہ آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کا معاون و مددگار بننے کیلئے آپ کی نصرت و متابعت میں کمربستہ ہوگیا۔ بنی اسرائیل نے اس زمانہ کے کسی بادشاہ کے سامنے شکایت کی اور انہیں قتل کرنے اور سولی پر لٹکانے کا عزم صمیم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مکر سے محفوظ فرما کر اپنی طرف آسمانوں میں اٹھالیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ان کے کسی ساتھی میں پیدا کر دی لوگوں نے عیسیٰ سمجھتے ہوئے اسے پکڑ لیا اور تختہ دار پر چڑھا کر اسے قتل کر دیا ان کا اعتقاد تھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ حالانکہ وہ سب غلطی پر تھے اور حق کے منکر تھے۔ نصاریٰ میں سے بھی اکثر نے اس کو تسلیم کر لیا حالانکہ یہود و نصاریٰ دونوں غلطی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔

خاتم الانبیاء کی خوشخبری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ...... وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ (الصف ۶ تا ۸)

اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ کی راہ نہیں دیتا چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

اس کے بعد فرمایا

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللهِ...... الخ (الصف ۱۴)

اے ایمان والو! دین خدا کے مددگار رہو جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔ حواری بولے ہم دین خدا کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو غالب ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خاتم الانبیاء ہیں بنی اسرائیل میں آپ علیہ السلام نے انہیں خطاب فرماتے ہوئے خوشخبری دی کہ ان کے بعد خاتم الانبیاء حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لانے والے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اور بنی اسرائیل کو آپ کی صفات سے آگاہ فرمایا تاکہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں تو انہیں پہچان کر بلاچون و چرا ان کی اتباع کر لیں یہ ان پر اتمام حجت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ ...... الخ (اعراف ۱۵۷)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں اور انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ثور بن یزید نے خالد بن معدان سے انہوں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے بارے خبر دیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں میری والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا جب حاملہ تھیں تو انہوں نے دیکھا کہ گویا ان کے بطن مبارک سے ایک نور کا ظہور ہوا جس سے سرزمین شام میں بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔

عرباص بن ساریہ اور ابوامامہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی مروی ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

دعوة ابی ابراهیم و بشریٰ عیسیٰ (مسند امام احمد)

یہ اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبہ اللہ کی تعمیر فرمائی تو عرض کی

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ (البقرہ ۱۲۹)

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول۔

جب بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سلسلہ نبوت منقطع ہو گیا تو آپ نے اپنی قوم میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کو آگاہ کیا کہ بنی اسرائیل میں نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے لیکن میرے بعد بے پڑھے غیب کی خبر دینے والے نبی عربی تشریف لائیں گے جو خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ مطلقاً جن پر نبوت ختم ہو جائے گی اور وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو حضرت اسماعیل بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ (الصف ۶)

پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے۔

جآء میں ھو ضمیر کے بارے ایک احتمال تو یہ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ رہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اسلام اور اہل اسلام کی تائید و نصرت پر ابھارا اور اقامت دین اور دعوت الٰہی کی نشر و اشاعت میں اپنے نبی کی نصرت و معاونت اور مدد و تائید پر برانگیختہ کیا فرمایا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ لِلۡحَوَارِيّٖنَ مَنۡ اَنۡصَارِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ

اے ایمان والو! دین خدا کے مددگار رہو جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔ یعنی کون ہے جو اللہ کی طرف دعوت دینے میں میری مدد کرے۔

قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ

حواری بولے ہم دین خدا کے مددگار ہیں؟

یہ واقعہ جس علاقہ میں پیش آیا تھا اسے ناصرہ کہا جاتا تھا اسی وجہ سے آپ کے حواریوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔

اہل انطاکیہ کا قبول ایمان

ارشاد اللہ العالمین ہے:

فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَكَفَرَتۡ طَّآئِفَةٌ

توبنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو ان میں سے کچھ تو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے اور کچھ کافر رہے ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والوں میں سے اہل انطاکیہ کے تمام لوگ بھی تھے۔ اہل سیر و تاریخ اور مفسرین کی رائے ہے کہ انطاکیہ کی طرف تین آدمی بھیجے گئے۔ ان میں سے ایک شمعون صفا تھا اہل انطاکیہ دعوت دین کو قبول کرتے ہوئے مشرف بایمان ہو گئے۔

سورۃ یٰسین میں جن کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ لوگ نہیں ہیں جیسا کہ اصحاب قریہ کے قصہ میں گذر چکا ہے بنی اسرائیل میں سے دیگر لوگوں نے کفر کیا اور کفر اختیار کرنے والوں میں یہودیوں کی ایک کثیر تعداد تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اہل کفر پر اہل ایمان کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور اہل ایمان ان پر غالب و فاتح ہو گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (آل عمران ۵۵)

یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا۔

جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قرب رکھنے والا ہوگا وہ کم قربت رکھنے والوں پر غالب ہوگا جب کہ مسلمانوں کا قول ہے جو کہ حق ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو وہ نصاریٰ پر جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے غلو کیا اور جو مقام اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا اس سے کہیں بڑھا دیا تو اللہ کے فیصلہ کے مطابق یہ نصاریٰ پر غالب رہے۔

جبکہ نصاریٰ فی الجملہ یہودیوں کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں تو نصاریٰ زمانہ فترت میں زمانہ اسلام تک یہودیوں پر غالب رہے۔

دسترخوان کا واقعہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ...... اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (المائدہ ۱۱۲ تا ۱۱۵)

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتارے کہا اللہ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل ٹھہریں اور ہم آنکھوں دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے اللہ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر اتارتا ہوں پھر اب جو تم میں کفر کرے گا تو بے شک میں اسے وہ عذاب دوں گا

کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کروں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ وہ تیس روزے رکھیں جب تیس روزے مکمل ہو گئے تو حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آسمان سے دستر خوان اتارے جانے کا مطالبہ کیا تا کہ وہ اس دستر خوان سے کھائیں اور اس کے ساتھ ان کے دل مطمئن ہو جائیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے روزوں اور ان کی دعاؤں کو قبول فرمالیا ہے اور یہ دن ان کیلئے عید ہو جائے اور وہ دستر خوان ان کے پہلے پچھلے اور غریب و امیر سب کے لیے کافی ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں وعظ و نصیحت کرتے ہوئے احساس دلانے کی کوشش کی اور فرمایا کہ تم اس کا شکر ادا نہ کر سکو گے اور نہ ہی اس کی شرائط پر پورا اتر سکو گے حواری مطمئن ہونے کیلئے تیار نہ ہوئے ان کا اطمینان اسی میں تھا کہ بس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کیلئے دستر خوان کا مطالبہ کیا جائے۔ جب حواری اپنی بات سے باز نہ آئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سرتاپا بالوں کی بنی ہوئی پوستین زیب تن کی جائے نماز پر کھڑے ہو گئے سر جھکا لیا آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور آہ وزاری سے دعا کی کہ الہ العالمین ان کے مطالبہ کو پورا فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سامنے دو بادلوں پر دستر خوان اتار دیا۔ آہستہ آہستہ وہ خوان قریب ہوتا گیا جب بالکل قریب ہو گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اسے باعث رحمت بنا نہ کہ باعث عذاب یہ کہ اس خوان کو برکت و سلامتی والا بنا دے خوان مسلسل قریب ہوتا گیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں پر آ کر ٹھہر گیا۔ وہ خوان رومال سے ڈھانپا ہوا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بسم اللہ خیر الرزاقین پڑھتے ہوئے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ اس خوان پر سات مچھلیاں اور سات روٹیاں ہیں ایک قول یہ ہے کہ سرقہ بھی تھا اور ایک دوسرے قول کے مطابق انار اور دیگر پھل بھی تھے ان کی خوشبو بڑی دلکش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو جا پس وہ ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو کھانے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو اس وقت تک نہ کھائیں گے جب تک آپ اس سے تناول نہ فرمالیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے ہی تو سوال کی ابتدا کی تھی لہذا کھانے کی بھی ابتدا کرو لیکن حواریوں نے پہلے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقراء، محتاج بیمار اور اپاہج لوگوں کو حکم دیا کہ تم کھاؤ اور وہ تقریباً تیرہ سو افراد تھے۔ ان معذوروں نے کھایا تو ان میں سے جو جس آفت، بیماری اور پرانے مرض میں مبتلا تھا وہ سادی خوان سے کھاتے ہی تندرست ہوتا گیا اب وہ لوگ نہ کھانے پر نادم و شرمسار ہوئے کیونکہ وہ کھانے والوں پر برکات کا ظہور اور انکی بیماریوں پر درستگی دیکھ چکے تھے۔ منقول ہے کہ یہ کھانا روزانہ ایک مرتبہ نازل ہوتا تھا اور روزانہ سات ہزار کے قریب افراد اس سے کھانا کھاتے جس طرح ان میں کا پہلا آدمی سیر ہوتا اسی طرح آخری آدمی سیر ہوتا تھا۔

پھر ایک دن کے وقفہ سے نازل ہونے لگا جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے ایک دن کے وقفہ سے دودھ پیتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب فقراء اور محتاج ہی کھانا کھائیں گے۔ مالداروں کو اجازت نہیں اکثر لوگوں کو یہ بات بڑی شاق گذری۔ منافقین اس بارے طرح طرح کی باتیں کرنے لگے تو دستر خوان بالکل اٹھالیا گیا اس سلسلے میں منقطع کر کے چہ مگوئیاں کرنے والوں کو مسخ کر کے انہیں خنزیر بنا دیا گیا۔

حکم عدولی کی سزا

ابن ابی حاتم اور ابن جریر علیہما الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ حسن بن قزعہ باہلی نے سفیان بن حبیب نے سعید بن عروبہ نے ہمیں حدیث بیان کی وہ قتادہ سے وہ خلاص سے اور وہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آسمان سے دستر خوان روٹی اور گوشت کی صورت میں نازل ہوا بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ نہ تو ان میں خیانت کرنا نہ ذخیرہ کرنا اور نہ ہی اسے کل کیلئے اٹھا رکھنا لیکن بنی اسرائیل نے حکم عدولی کرتے ہوئے خیانت بھی کی آئندہ دن کیلئے اٹھا بھی رکھا ذخیرہ بھی کیا بنا بریں ان کی شکلوں کو مسخ کر انہیں خنزیر اور بندر بنا دیا گیا۔

نزول مائدہ میں اختلاف

اہل علم کا اس بارے اختلاف ہے کہ آیا مائدہ نازل بھی ہوا تھا کہ نہیں جمہور کی رائے تو یہ ہے کہ مائدہ نازل ہوا جیسا کہ سیاق قرآن اور آثار بطور قرائن گزر چکے بالخصوص اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں اسے تم پر اتارتا ہوں

جیسا کہ ابن جریر علیہ الرحمہ نے اسے بیان کیا ہے (واللہ اعلم)

ابن جریر اپنی صحیح سند کے ساتھ مجاہد اور حسن بن ابی الحسن البصری علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ دونوں نے فرمایا مائدہ نازل نہیں ہوا اور انہوں نے اس کے نزول کا انکار کیا ہے:

تبھی کہا فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ

پھر اب جو تم میں کفر کرے گا تو بے شک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کروں گا۔ اسی لیے کہا کہ نصاریٰ مائدہ کی خبر نہ پہنچانتے تھے اور نہ ہی انکی کتب میں یہ واقعہ مذکور ہے باوجودیکہ اس کے نقل کرنے پر دواعی وافر تعداد میں ہیں۔

ایمان ویقین کی طاقت

ابوبکر بن ابی الدنیا فرماتے ہیں ہمیں ایک شخص نے، حجاج بن محمد نے، ابو ہلال محمد بن سلیمان نے بیان کیا وہ بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ایک دن اپنے نبی کو موجود نہ پایا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ دریا کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ حواری آپ کی تلاش میں نکل پڑے دریا پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ پانی پر چل رہے ہیں موجیں آپ کو کبھی اوپر لے آتی ہیں اور کبھی پانی کی تہوں میں لے جاتی ہیں آپ پر ایک چادر تھی کہ جس کا نصف تو آپ نے لپیٹا ہوا تھا اور نصف بطور تہبند باندھ رکھی تھی حتیٰ کہ آپ علیہ السلام حواریوں کے پاس تشریف لے آئے کسی ایک شخص نے عرض کی ابو ہلال کہتے ہیں میرا خیال ہے وہ جو کہ ان میں سے فاضل شخص تھا اے اللہ کے نبی کیا میں آپ کے پاس حاضر ہو سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ راوی کہتے ہیں کہ اس نے ایک پاؤں پانی پر رکھا دوسرا رکھنے کیلئے قدم اٹھایا تو چیخ اٹھا اے اللہ کے نبی میں تو غرق ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے ضعیف الایمان اپنا ہاتھ مجھے دو اگر ابن آدم کا یقین جو کے برابر بھی درست ہو تو وہ پانی

پر چل پڑے فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کس چیز کی طاقت پر آپ پانی پر چلتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان ویقین کے ساتھ' لوگوں نے عرض کی ہم بھی آپ کی طرح ایمان لائے اور ہم نے بھی آپ کی طرح یقین کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تب چلو راوی کہتے ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ چل پڑے لیکن پانی کی موجوں میں غرق ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم موجوں سے ڈر گئے آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم موجوں کے رب سے نہیں ڈرتے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں نکالا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا مٹھی کو بند کر کے جو کھولا تو آپ کے ایک ہاتھ میں سونا اور دوسرے میں ریت یا کنکریاں تھیں فرمایا لوگوں تمہارے دلوں میں دونوں میں سے کونسی چیز بھاتی ہے؟ انہوں نے کہا سونا آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے نزدیک یہ دونوں چیزیں برابر ہیں۔

خوراک ولباس

ہم اس سے قبل حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے قصہ میں بعض اسلاف سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالوں سے بنا ہوا لباس زیب تن فرماتے' درختوں کے پتے تناول فرماتے تھے آپ کا کوئی گھر ٹھکانہ نہ تھا نہ اہل خانہ اور مال وثروت تھا نہ ہی آئندہ دن کیلئے کوئی چیز ذخیرہ کرتے تھے۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ آپ علیہ السلام اپنی والدہ محترمہ کے سوت کی کمائی سے تناول فرماتے تھے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ

خشیت الٰہیہ

ابن عساکر علیہ الرحمہ شعیب علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب قیامت کا ذکر کیا جاتا تو آپ چیخ اٹھتے فرماتے ابن مریم کیلئے مناسب نہیں ہے کہ اس کے سامنے قیامت کا تذکرہ ہو اور وہ خاموش رہے۔ عبدالملک بن سعید بن بحر سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نصیحت سنتے تو اکلوتے بیٹے گم ہو جانے والے کی ماں کے رونے کی طرح روتے۔

عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ہمیں معمر نے خبر دی' جعفر بن بلقان نے ہمیں حدیث بیان کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے اے اللہ! مجھ میں طاقت نہیں کہ میں ناپسند چیز کو دور کر سکوں اور میں اس چیز کا مالک نہیں جس کی مجھے امید ہے اور معاملہ میرے غیر کے ہاتھ میں ہے میں اپنے عمل کے ساتھ رہین ہوں مجھ سے بڑھ کر کوئی فقیر نہیں ہے۔ اے اللہ مجھ پر میرے دشمن کو خوش نہ کر اور میرے دوست کو مجھ سے تکلیف نہ پہنچنے پائے اور میرے دین میں میری مصیبت نہ بنا اور مجھ پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے۔

فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ یونس بن عبید علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے وہ شخص ایمان کی حقیقت میں سے کوئی حصہ نہیں پا سکتا جو دنیاوی لذتوں (کھانوں) سے بے پرواہ نہیں ہوتا فضیل کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں نے مخلوق میں غور وفکر کیا تو میں نے پایا کہ جو چیز ابھی پیدا نہیں ہوئی میرے نزدیک پیدا شدہ چیز سے

اس کی زیادہ تمنا ہے۔

اسحاق بن بشر ہشام بن حسان سے اور وہ حسن بصری علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن زاہدوں کے سردار ہوں گے فرماتے ہیں کہ گناہوں سے نفرت کرنے والوں کو قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جمع کیا جائے گا۔

اسحاق بن بشر فرماتے ہیں کہ اسی دوران ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پتھر کو تکیہ بنائے محو استراحت تھے نیند کے مزے لے رہے تھے کہ ابلیس آپ کے پاس سے گزرا کہنے لگا کہ اے عیسیٰ! تمہارا گمان ہے کہ دنیاوی اشیاء سے تجھے کوئی رغبت نہیں ہے یہ پتھر بھی تو دنیاوی چیز ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھے پتھر اٹھا کر اس کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ یہ دنیا کے ساتھ تیرے لیے ہے۔

معتمر بن سلیمان کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے آپ نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا چادر اوڑھے ہوئے اور لنگوٹ کسے ہوئے تھے برہنہ پا بال غبار آلودہ چشم آبدیدہ تھیں بھوک کی وجہ سے رنگ زرد اور پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ اصحاب سے آ کر کہا اسلام علیکم اے بنی اسرائیل میں نے دنیا کو بحکم الٰہی اس کے مرتبہ پر رکھا ہے یہ کوئی تعجب اور فخر کی بات نہیں ہے کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرا گھر کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی اے روح اللہ آپ کا گھر کہاں ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا گھر مسجد، میری لذت پانی، میرا اسالن بھوک، میرا چراغ رات کا چاند، سردیوں میں میری نماز سورج کی روشن جگہیں، میری خوشبو زمین کی سبزیاں، میرا لباس اون، میرا اشعار اللہ رب العزۃ کا خوف، میرے جلیس مساکین اور پرانے آفت زدہ میں صبح کرتا ہوں تو میرے پاس کچھ نہیں ہوتا شام کرتا ہوں تو تب بھی خالی ہاتھ ہوتا ہوں میں اپنے آپ پر خوش ہوں مجھے کوئی پرواہ نہیں مجھ سے بڑھ کر غنی اور نفع مند کون ہوگا۔ (ابن عساکر)

محمد بن ولید بن ابان بن حبان ابوالحسن عقیلی مصری کی سوانح عمری میں روایت کیا گیا ہے کہ ہانی بن متوکل اسکندرانی نے حیوہ بن شریح سے حدیث بیان کی ولید بن ابو ولید نے حدیث بیان کی سفی بن مانع حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ! ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہ تاکہ تو پہچانا نہ جا سکے اور تجھے لوگ تکلیف نہ دیں مجھے میرے عزت وجلال کی قسم میں ضرور ایک ہزار حوروں سے تیری شادی کروں گا اور چار سو سال تک تیرا ولیمہ کروں گا۔

اس حدیث کا مرفوع ہونا غریب ہے اور سفی بن نافع کی روایت سے موقوف ہو انہوں نے کعب احبار یا کسی اسرائیلی سے روایت کیا ہو۔

روح اللہ کے مواعظ حسنہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سفیان بن عیینہ سے خلف بن حوشب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا "کہ جس طرح بادشاہوں نے تمہارے لیے حکمت و دانائی کو خیر باد کہہ دیا ہے ایسے تم دنیا کو ان کے لئے خیر باد کہہ دو"

قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''مجھ سے پوچھو میں نرم دل اور اپنے نفس کے نزدیک کم تر ہوں''

اسماعیل بن عیاش عبداللہ بن دینار سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے کہا کہ جو کی روٹی کھاؤ۔ صاف وشفاف پانی نوش کرو۔ دنیا سے امن وسلامتی کے ساتھ نکل جاؤ میں تمہیں سچی بات بتا رہا ہوں بے شک دنیا کی حلاوۃ آخرت کی تلخی اور دنیا کی تلخی آخرت کی حلاوۃ وشیرینی ہے۔ بندگان خدا پر تعیش زندگی پسند نہیں کرتے میں قسم دیکر تمہیں کہتا ہوں کہ تم میں سے بدترین عالم وہ ہے جو اپنے علم پر اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب لوگ اس کی مانند ہوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔

ابو مصعب حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اے بنی اسرائیل تم پر لازم ہے کہ صاف وشفاف پانی پیو' تازہ سبزیاں اور جو کی روٹی کھاؤ گندم کی روٹی سے احتراز کرو کیونکہ ہرگز تم اس کا شکر ادا نہ کرسکو گے

ابن وہب ،سلیمان بن بلال سے اور وہ یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ دنیا کی تعمیر میں نہ لگو بلکہ اسے عبور کرتے ہوئے گزر جاؤ دنیا کی محبت ہر گناہ کی بنیاد ہے اور نظر (شہوت) دل میں شہوت کی فصل بو دیتی ہے۔

وہیب بن ورد سے بھی یونہی بیان کیا گیا ہے اور یہ اضافہ ہے کہ بہت زیادہ شہوت انسان کو طویل غم کا وارث بنا دیتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اے کمزور ابن آدم تو جہاں کہیں بھی ہے اللہ سے ڈر اور دنیا میں مہمان بن کے رہ مساجد کو اپنا گھر بنا' آنکھوں کو رونے کی تعلیم دے' اپنے وجود کو صبر کا لبادہ اوڑھا' دل کو تفکر سے آشنا کر آئندہ دن کے رزق کا اہتمام نہ کر کیونکہ یہ بڑی غلطی ہے اور آپ علیہ السلام ہی فرماتے ہیں کہ جس طرح تم میں سے کسی شخص میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ دریا کی موجوں پر اپنا گھر بنائے تو اس طرح دنیا کو بھی جائے سکون نہ بنائے۔

سابق بربری اسی بارے کہتا ہے۔

لَکُم بُیُوتٌ بِمُستَنِ السُّیُوفِ وَھَل ۔۔۔ یَبنِی عَلَی المَاءِ بَیتٌ اُسُّہُ مَدَرٌ

تمہارے گھر تلواروں کی حرکتوں کے نیچے ہیں کیا مٹی کی بنیاد والا گھر پانی پر بھی تعمیر کیا جا سکتا ہے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے فرمایا کہ مومن کے دل میں دنیا وآخرت کی محبت بیک وقت جمع نہیں ہوسکتی۔ اہل ایمان کے لئے ایسے ہی محال ہے جس طرح ایک برتن میں آگ اور پانی کا جمع ہونا محال ہے۔

ابراہیم حربی داؤد بن رشید سے' ابو عبداللہ صوفی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ طالب دنیا سمندر کا پانی پینے والے کی طرح ہے جس قدر زیادہ پئے گا اسی قدر اس کی پیاس بڑھے گی۔ حتیٰ کہ وہ جاں بحق ہو جائے گا۔

مزید فرمایا کہ شیطان دنیا کے ساتھ ہے اس کی فکر مال کے ساتھ ہے اس کی تزئین خواہشات کے ساتھ ہے اور اس کا ٹھکانہ شہوت کے پاس ہے۔

اعمش خیثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانا اپنے ساتھیوں کے لئے رکھ لیتے اور انہیں فرماتے کہ تم بھی ایسے ہی مہمان نوازی کرو۔

ایک عورت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ سعادت مند ہے وہ گود جس میں آپ نے پرورش پائی اور سعادت مند ہے وہ چھاتی جن سے آپ نے دودھ نوش فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ سعادت مندی ہے اس کے لئے جس نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھا اور اس کی اتباع و پیروی کی سعادت مندی ہے ایسے شخص کے لئے جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے رو دیا جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی اور جس کا گھر اس کے لئے کافی ہوا۔

سعادت مند ہے وہ آنکھ جو سوگئی لیکن اپنے آپ کو معصیت سے آلودہ نہ ہونے دیا اور بیدار ہوئی تو تب بھی گناہوں سے محفوظ رہی۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواری ایک مردار کے پاس سے گزرے تو حواریوں نے کہا کہ اس کی بو کتنی ترش ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے دانت کتنے چمکدار ہیں تا کہ آپ انہیں غیبت سے روک دیں۔

ابوبکر بن ابی الدنیا فرماتے ہیں کہ حسین بن عبدالرحمٰن زکریا بن عدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے گروہ حوارئین دین کی سلامتی کے لئے دنیا کی کمینگی پر راضی رہو جیسا کہ دنیا دار دینی خسارے پر راضی رہتے ہیں دنیا کی سلامتی کے ساتھ

زکریا فرماتے ہیں اسی بارے ایک شاعر کا کہنا ہے کہ

اَرٰی رِجَالاً بِاَدْنَی الدِّیْنِ قَدْ قَنِعُوْا ۔۔۔ وَلَا اَرَاھُمْ رَضُوْا فِی الْعَیْشِ بِالدُّوْنِ

فَاسْتَغْنِ بِالدِّیْنِ عَنْ دنیا الملوكِ كَمَا ۔۔۔ اسْتَغْنَی الْمَلُوْكُ بِدنیَا ھُمْ عَنِ الدِّیْنِ

میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ تھوڑے سے دین پر ہی قناعت کر لیتے ہیں اور میں نے نہیں دیکھا کہ لوگ تھوڑی سی عیش پر راضی ہو جاتے ہوں تو دین کے ساتھ بادشاہوں کی دنیا سے بے رغبت ہو جا جس طرح بادشاہ اپنی دنیا کے ساتھ دین سے بے پروا ہو جاتے ہیں۔

ابومصعب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ زبان نہ کھولو کیونکہ کثرت کلام دلوں میں قساوت پیدا کر دیتی ہے اور قساوت قلبی اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا کرتی ہے لیکن تم نہیں جانتے بندوں کے گناہوں کی طرف یوں نہ دیکھو کہ تم ان کے آقا ہو بلکہ یوں دیکھو کہ گویا تم ان کے غلام ہو لوگوں کی دو ہی قسمیں ہیں عافیت والے اور آفت زدہ آفت زدہ پر رحم کرو اور عافیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرو۔

ثوری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا وہ ابراہیم تیمی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا کہ قسم بخدا میں تجھے سچ کہتا ہوں کہ جو جنت کا طالب ہو اسے جو کی روٹی اور کتوں کے ساتھ کوڑا خانہ میں کثرت سے سونا چاہیے۔

مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ریت کے ساتھ جو کھانا' کتوں کے ساتھ کوڑا خانہ پر سونا طلب جنت میں بہت تھوڑا ہے۔

عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں سفیان نے خبر دی۔ انہوں نے منصور سے انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی خاطر عمل کرو اپنے پیٹ کی خاطر عمل نہ کرو دیکھو پرندے کی طرف جو صبح و شام محو پرواز رہتا ہے نہ فصل کاشت کرتا ہے نہ کاٹتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا ہے اگر تم کہو کہ ہمارے پیٹ پرندوں سے کہیں بڑھے ہیں تو وحشی نیل گاؤں اور گدھوں کو دیکھلو ان پر بھی صبح و شام آتی ہے یہ بھی نہ کھیتی باڑی کرتے ہیں نہ کوئی اور ذریعہ معاش اللہ تعالیٰ انہیں بھی رزق عطا فرماتا ہے دنیا کی فضولیات سے بچو بے شک دنیا کی فضولیات اللہ تعالیٰ کے نزدیک گندگی ہے۔

صفوان بن عمر فرماتے ہیں شریح بن عبداللہ سے مروی ہے وہ یزید بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ اے مسیح اللہ! اللہ کی مسجد کی طرف دیکھیں کہ وہ کتنی خوبصورت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا آمین آمین قسم بخدا میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد میں سے کسی حجرے کو نہیں چھوڑتا مگر مسجد والوں کے گناہوں سے اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی اور نہ ہی ان پتھروں کو جو تمہیں تعجب میں ڈالتے ہیں ان سے کسی چیز کو خوبصورت بناتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو محبوب و خوب چیز صالح دل ہیں اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ زمین کو آباد کرتا ہے اور اسی کے ساتھ زمین کو خراب کرتا ہے جب یہ غیر کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

ویران بستی سے خطاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک ویران بستی پر ہوا وہاں کی عمارتیں آپ کو بھلی لگیں تو آپ نے عرض کی یارب العالمین اس بستی کو حکم دے کہ وہ میری باتوں کا جواب دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ویران شہر کو حکم دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جواب دو شہر نے پکارا اے پیارے پیارے عیسیٰ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے شہر ویران تمہارے درختوں کا کیا ہوا؟ تمہاری نہروں کا کیا ہوا؟ تمہارے محلات اور وہاں کے باسی کدھر گئے؟ اس نے کہا اے میرے پیارے عیسیٰ علیہ السلام تیرے رب کا سچا وعدہ آیا میرے درخت خشک ہو گئے' نہریں سوکھ گئیں' محلات ویران ہو گئے' وہاں کے باشندے موت کی وادی میں دھکیل دیئے گئے۔ پوچھا تو ان کے اموال کہاں گئے؟ کہا انہوں نے حلال و حرام جو جمع کیے تھے وہ میرے اندر موجود ہیں اللہ ہی کے لئے ہے آسمان و زمین کی بادشاہی راوی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آواز دی کہ مجھے تین آدمیوں پر تعجب ہے۔

۱- جو دنیا کی طلب میں ہے اور موت اس کی تلاش میں۔
۲- جو محلات کی تعمیر میں مشغول ہے حالانکہ اس کی منزل قبر ہے۔
۳- جو کھل کھلا کے ہنستا ہے اور آگ اس کے سامنے ہے۔

ابن آدم نہ تو کثرت سے سیر ہوتا ہے اور نہ ہی تھوڑے پر قناعت کرتا ہے تو اپنا مال ان کے لئے جمع کرتا ہے جو تیری تعریف بھی نہ کریں گے تو اس رب کے حضور حاضر ہو گا جہاں تیرا عذر بھی نہ ہو گا۔ بے شک تو اپنے پیٹ اور شہوت کا غلام ہے۔ تیرا پیٹ اس وقت بھرے گا جب تو قبر میں داخل ہو گا اے ابن آدم تو اپنے مال کی جمع پونجی دوسرے کے ترازو میں دیکھے گا۔

یہ حدیث بہت زیادہ غریب ہے لیکن اس میں بہت اچھی نصیحتیں ہیں اسی لیے ہم نے اسے یہاں تحریر کر دیا ہے۔

خزانے محفوظ کرنے کی جگہ

حضرت سفیان ثوری اپنے والد سے اور وہ ابراہیم تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے حواریوں کے گروہ اپنے خزانوں کو آسمان میں محفوظ کرو بے شک انسان کا دل اس کے خزانے کے پاس ہوتا ہے۔

ثور بن یزید عبدالعزیز بن ظبیان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے علم سیکھا سکھایا اور اس پر عمل کیا تو اسے سماوی مخلوق وملکوت میں عظیم پکارا جاتا ہے۔

ابو کریب فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس علم میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو تیرے ساتھ وادی کو عبور نہ کر سکے اور تجھے اہل مجلس میں عبرت بنا دے۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ اسناد غریب کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں کھڑے ہوئے فرمایا اے میرے حواریوں نااہلوں کو حاکم نہ بناؤ ان کے ظلم کو تم روک نہ پاؤ گے۔ تو گویا تم ہی ظالم ہو گے اور معاملات تین قسم کے ہیں۔

۱۔ جس کی راہ بالکل واضح ہے اس کی اتباع و پیروی کرو۔

۲۔ جس کی گمراہی واضح ہے اس سے مکمل اجتناب کرو۔

۳۔ جس میں اختلاف ہو اس کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دو۔

عبدالرزاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ معمر نے کسی آدمی سے اور اس نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ خنزیر کے سامنے موتی نہ پھینکو خنزیر موتیوں کو کسی مصرف میں نہیں لاتا جو حکمت و دانائی کی باتیں لینا نہیں چاہتے انہیں دانشمندانہ اور حکیمانہ کلام نہ دو کیونکہ حکمت بہترین موتی ہے اور جو اسے قبول نہ کرنا چاہے وہ خنزیر سے بھی بدتر ہے۔

وہب وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میرے ساتھیوں تم زمین کا نمک ہو جب تم فاسد ہو جاؤ تو تمہارا کوئی علاج نہیں تم میں جہالت کی دو خصلتیں ہیں۔

۱۔ بغیر تعجب کے ہنسنا ۲۔ بغیر شب بیداری کے صبح کرنا

سب سے بڑا فتنہ باز کون؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے شدید ترین فتنہ کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ عالم کا لغزش کھانا کیونکہ ایک عالم جب لغزش کھاتا ہے تو اس کی لغزش سے بہت سارا جہان لغزش کھا جاتا ہے۔

آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا اے علمائے سوء تم نے دنیا اپنے سروں پر چڑھائی ہے اور آخرت قدموں کے تلے روند دی ہے۔ تمہارا کلام شفا اور تمہارے عمل دوا ہیں۔ تمہاری مثال کنیر کے درخت کی سی ہے جو دیکھنے میں خوش کن اور کھانے میں زہر قاتل ہے۔

وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علمائے سوء کہ تم جنت کے دروازوں پر بیٹھے ہو نہ خود داخل ہوتے ہو اور نہ ہی مسکینوں کو داخل ہونے کے لئے بلاتے ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سے بدتر عالم وہ ہے جو اپنے علم سے دنیا طلب کرتا ہو۔

خالہ زاد بھائیوں کی ملاقات

مکحول علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مصافحہ فرمایا اور مسکرا دیئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے خالہ زاد میں آپ کو مسکراتا دیکھ رہا ہوں۔ شاید آپ مطمئن و بے خوف ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کو ترش رو دیکھتا ہوں شاید آپ مایوس ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے دونوں پر وحی فرمائی تم دونوں میں مجھے وہ زیادہ محبوب ہے جو اپنے ساتھی کے لئے کشادہ رو ہے۔

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی ایک قبر پر کھڑے تھے۔ آپ کے ایک ساتھی کو قبر میں اتارا جا رہا تھا۔ لوگ قبر اور اس کی تنگی کا ذکر کرنے لگے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس سے بھی تنگ جگہ اپنی ماؤں کے پیٹوں میں رہ کر آئے ہو جب اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے وسیع فرما دے۔

ابو عمر العزیز فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تو آپ کے جسم سے خون کے قطرے ٹپکتے۔

اس قسم کے آثار بے شمار ہیں ابن عساکر علیہ الرحمہ نے انہیں ذکر کیا ہے ہم نے اسی قدر اکتفا کر کے چند ایک مواعظ حسنہ کو بیان کر دیا ہے۔ (واللہ الموفق للصواب)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا

سولی کے دعویٰ میں یہود ونصاریٰ کے جھوٹ کا بیان (اللہ ان یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ...... كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (آل عمران ۵۴،۵۵)

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کر دونگا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دونگا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آ ؤ گے تو میں تم میں فیصلہ فرماؤں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ ...... يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء ۱۵۵تا۱۵۹)

تو ان کی کیسی بدعہدیوں کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لیے کہ وہ آیات الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے اور اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح ابن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے کوئی کتاب ایسی نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان آیات طیبات میں خبر دے رہا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نیند کی صورت میں وفات دے کر یقینی طور پر آسمان پر اٹھالیا اور یہودیوں نے آپ علیہ السلام کو اذیت دینے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس سے آپ کو چھٹکارا دلا دیا۔

یہودیوں نے اس وقت کے کسی بادشاہ کے سامنے چغلی کی۔

حضرت حسن بصری اور محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام داؤد بن نورا تھا۔ اس نے آپ علیہ السلام کو قتل کرنے اور سولی پر لٹکانے کا حکم دیا۔ یہودیوں نے بیت المقدس کے ایک گھرانہ سے آپ کو گرفتار کرنا چاہا یہ جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب تھی جب یہودیوں کے گھر میں داخل ہونے کا وقت قریب آیا تو آپ کے پاس موجود حاضرین میں سے کسی ذ شباہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی کر دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گھر کے روشن دان کے ذریعے آسمان پر اٹھالیا گیا او

اہل خانہ اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے۔ سپاہی گھر میں داخل ہوئے اور اس نوجوان کو جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت دیدی گئی تھی اسے انہوں نے حضرت عیسیٰ سمجھ کر پکڑ لیا اور سولی پر لٹکا دیا مزید ذلیل کرنے کے لئے اس کے سر پر کانٹے رکھ دیئے۔ یہودیوں کی اس بات کو عام نصاریٰ نے بھی تسلیم کر لیا۔ حالانکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکائے جانے کے واقعہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ واضح اور فحش قسم کے دور کی گمراہی کی وادی میں جا گرے۔

اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں خبر دی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے

یعنی قرب قیامت میں آخری زمانہ میں روئے زمین پر تشریف لانے کے بعد ہر اہل کتاب ان پر ایمان لے آئے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وقوع قیامت سے قبل دنیا میں تشریف لائیں گے خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے جزیہ ختم اور اسلام ہی قابل قبول ہوگا۔

تفسیر ابن کثیر میں انہیں آیات کے تحت اس حوالہ سے احادیث طیبہ بیان کر دی گئی ہیں۔

رفع آسمانی کو دیکھ کر تین فرقے بن گئے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے حوالہ سے جو آثار مذکور ہیں ان کا بیان یہاں کیا جائے گا۔

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ احمد بن سنان، ابو معاویہ نے ہمیں حدیث بیان کی انہوں نے اعمش سے انہوں نے منہال بن عمرو اور انہوں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو اپنے گھر میں ایک چشمہ پر غسل کر کے اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے گھر میں بارہ آدمی موجود تھے ان میں سے کچھ آپ کے حواری تھے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو مجھ پر ایمان لانے کے بعد پھر کفر اختیار کر لیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جسے میری شکل وشباہت دیدی جائے اور وہ میری جگہ سولی کا جھولا جھول جائے اور وہ میرے ساتھ میرے درجہ کو پالے؟ ایک نوخیز جوان اٹھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو بیٹھ جا پھر آپ نے اپنی بات دھرائی دوبارہ وہ نوجوان کھڑا ہوا۔ آپ نے پھر فرمایا بیٹھ جا پھر سہ بار آپ نے بات دھرائی تو پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا۔ اس نے کہا میں تیار ہوں آپ علیہ السلام نے فرمایا تو ہی ہے اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھر کے روشن دان سے آسمان کی طرف تشریف لے گئے راوی کہتے ہیں کہ یہودی آپ کی تلاش میں نکلے اس مشابہہ کو پکڑ کر انہوں نے اسے قتل کر دیا پھر تختہ دار پر چڑھا دیا ان بارہ میں سے بعض کفر کی طرف پھر گئے اور لوگ تین فرقوں میں بٹ گئے۔

۱- ایک فرقہ کہنے لگا کہ اللہ ہم میں موجود تھا جب تک اس نے چاہا وہ ہم میں موجود رہا پھر وہ آسمان کی طرف چلا گیا یہ فرقہ یعقوبیہ ہے۔

۲- دوسرے فرقے نے کہا کہ ہم میں خدا کا بیٹا تھا جب تک اس نے چاہا وہ ہم میں موجود رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا یہ فرقہ نسطوریہ ہے۔

۳- تیسرے فرقہ نے کہا کہ ہم میں اللہ کے بندے اور رسول تھے جب اللہ نے چاہا وہ ہم میں رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا یہ اہل اسلام ہیں۔

دونوں کافر فرقوں نے مسلم فرقہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور اسے قتل کر دیا۔ اسلام مسلسل متاثر رہا یہاں تک کہ مالک کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرمان خداوندی

فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰی عَدُوِّهِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِیۡنَ

تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو غائب ہو گئے۔

کا یہی مطلب ومفہوم ہے۔

یہ اسناد امام مسلم علیہ الرحمہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے نسائی علیہ الرحمہ نے ابوکریب سے انہوں نے ابومعاویہ سے یونہی بیان کیا ہے۔

ابن جریر علیہ الرحمہ نے مسلم بن جنادہ اور انہوں نے ابومعاویہ سے روایت کیا ہے ایسے ہی اکثر اسلاف نے اسے ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے مطول حدیث بیان کی ان میں سے ایک محمد بن بشار بھی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنے لگے کہ ان کی اجل میں تاخیر کر دی جائے تا کہ تکمیل پیغام رسالت اور تبلیغ دعوت کا فریضہ منتہائے کمال پر پہنچ جائے اور لوگوں کی کثیر تعداد اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول فرمالے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری

مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ کے پاس بارہ حواری تھے جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

پطرس، یعقوب بن زبدا، یعقوب کا بھائی یحنس، اندراوس، فلیپس، ابرثلما، متی، توماس، یعقوب بن حلقبا، تداوس، فتاتیا، یودس کریا یوطا

کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہودیوں کی راہنمائی کی۔

ابن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان میں ایک دوسرا آدمی سرجس تھا جسے عیسائیوں نے چھپالیا تھا اور یہی وہ شخص ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت عطا کی گئی اور پھر اسے مصلوب کر دیا گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ بعض نصاریٰ کا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ جسے پھانسی دی گئی اور جسے آپ کی شباہت عطا ہوئی وہ یودس بن کریا ہے (واللہ اعلم)

جالوت یہودی

ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو اپنا خلیفہ منتخب فرمایا یودس کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبہہ میں پکڑ کر قتل کر دیا گیا تھا۔

احمد بن مروان کہتے ہیں کہ محمد بن الجہم نے ہمیں حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے فراء سے سنا وہ مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ کے تحت فرماتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک عرصہ تک اپنی خالہ سے نہ ملے آپ علیہ السلام خالہ کے پاس آئے تو جالوت یہودی کھڑا ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں کے گروہ کے ساتھ آپ کے دروازہ پر ڈیرہ جما لیا دروازہ توڑ ڈالا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے جالوت گھر میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس کی آنکھوں کو اندھا کر دیا پھر وہ ناکام اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے حضرت عیسیٰ کو وہاں نہیں دیکھا اور جالوت کے پاس ننگی تلوار تھی۔

ساتھیوں نے کہا کہ تو تو خود عیسیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی مشابہت اسے عطا فرما دی تھی اسی شبہ میں انہوں نے جالوت کو پکڑ کر گرفتار کیا اور پھر سولی پر لٹکا دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابن حمید نے‘ یعقوب قمی نے ہمیں حدیث بیان کی وہ ہارون بن عنترہ سے وہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سترہ حواریوں کے ہمراہ گھر میں تشریف لائے تو یہودیوں نے ان کا احاطہ کر لیا جب یہودی اندر داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی شکل عطا فرما دی احاطہ کرنیوالے کہنے لگے کہ تم نے ہم پر جادو کر دیا ہے ہم پر عیسیٰ کو ظاہر کر دو بصورت دیگر ہم تو سب کو تہہ تیغ کر دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے حواریوں تم میں سے کون ہے اپنے آپ کو جنت کے بدلے فروخت کرتا ہے ایک شخص نے عرض کی کہ میں یہ سودا کرتا ہوں وہ مذکورہ شخص یہودیوں کے پاس آیا انہیں کہنے لگا کہ میں عیسیٰ ہوں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی صورت اسے عطا کر دی۔ انہوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا اور پھر تختہ دار پر لٹکا دیا وہ اسی مشابہت پر کسی اور کو قتل کر کے گمان کیے ہوئے ہیں کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ نصاریٰ نے بھی انہی کی طرح گمان کر لیا حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس دن سے آسمانوں پر اٹھا لیا ہے۔

فیصلہ الٰہی سے آگاہی

ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مثنی نے‘ اسحاق نے‘ اسماعیل بن عبدالکریم نے‘ عبدالصمد بن معقل نے حدیث بیان کی کہ بے شک انہوں نے وہب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگاہ فرما دیا کہ اب وہ اسے دنیا سے نکالنے والا ہے تو آپ علیہ السلام نے موت کی وجہ سے غم و تکدر کیا اور آپ پر یہ معاملہ بڑا شاق گزرا آپ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو کھانے پر مدعو کیا فرمایا کہ آج رات میرے ہاں حاضر ہو جاؤ مجھے تم سے ضروری بات کہنا ہے جب رات کو تمام حواری حاضر خدمت ہو گئے آپ علیہ السلام نے خود انہیں کھانا پیش کیا اور خود مہمان نوازی کی خدمات سرانجام دیں جب کھانے سے

فارغ ہو چکے تو خود ان کے ہاتھ دھلائے انہیں وضو کرایا اور اپنے کپڑے سے ان کے ہاتھ صاف کیے۔ حواریوں کو یہ بات بڑی شاق گزری اور انہوں نے اسے پسند نہ کیا پھر فرمایا سن لو آج کی شب میں نے جو عمل کیا کوئی اسے مجھ پر نہ لوٹائے ورنہ وہ نہ مجھ سے ہوگا اور نہ میں اس سے حواریوں نے اس بات کا اقرار کرلیا۔ پھر بعد ازاں فرمایا کہ آج شب میں نے مہمان نوازی کی جو خدمات سرانجام دیں اپنے ہاتھوں سے تمہارے ہاتھ دھلائے یہ اس لیے تاکہ تمہارے لیے میرا عمل نمونہ بن جائے تم جانتے ہو کہ میں تم سے بہتر ہوں تم میں سے کوئی کسی دوسرے پر بڑھائی ظاہر نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو دوسرے پر فدا کرے جیسا کہ میرا عمل تم نے ملاحظہ کیا اور بہرحال مجھے تم سے ضروری بات یہ کہنا ہے کہ مجھے تم سے ایک کام درکار ہے وہ یہ کہ تم میرے لیے اللہ کے حضور دعا کرو اور دعا میں خوب آہ وزاری کرو کہ میری موت میں تاخیر ہو جائے جب سب دعا کے لئے کمربستہ ہو گئے اور چاہا کہ خوب دعا کے لئے کوشاں ہوا جائے تو انہیں نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا اور خوب ہچکولے دیئے حتیٰ کہ انہیں دعا مانگنے کی طاقت ہی نہ رہی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں بیدار کرنے کی کوشش کرتے اور فرماتے سبحان اللہ کیا تم میرے لیے ایک شب بھی صبر نہ کر سکے کہ تم میری اعانت کرتے انہوں نے عرض کی! قسم بخدا ہمیں کچھ علم نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہم راتوں کو کثرت سے قصہ خوانی کرتے ہیں آج شب تو نہ جانے کیا راز ہے کہ ہم دعا میں کوشاں ہوتے تو درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جاتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چرواہا آمادہ کوچ ہے بکریاں تتر بتر ہو رہی ہیں اس جیسا کلام فرماتے رہے اور اپنی موت کے راز کو افشا کرتے رہے پھر فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ مرغ کے تین مرتبہ آذان دینے سے پہلے پہلے تم میں سے ایک شخص ضرور میرے ساتھ کفر کرے گا اور تم میں سے ایک شخص ہلکے سے درہموں کے بدلے مجھے بیچ ڈالے گا اور ضرور میرے ثمن کھائے گا حواری وہاں سے اٹھے چلے اور منتشر ہو گئے یہودی آپ علیہ السلام کو تلاش کرنے لگے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایک حواری شمعون کو پکڑ لیا کہنے لگے کہ یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھی ہے لیکن شمعون نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تو ان کا ساتھی نہیں ہوں یہودیوں نے شمعون کو چھوڑ دیا پھر کسی دوسرے کو یہودیوں نے پکڑا اس نے پھر انکار کر دیا پھر اس نے مرغ کی آواز سنی تو (شمعون) رویا اور غمزدہ ہوا صبح ہوئی تو ایک حواری یہود کے پاس آیا کہنے لگا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہیں آگاہ کر دوں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟ یہودیوں نے اسے تیس درہم دے دیئے۔ اس نے درہم لیے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے بتا دیا۔ اس سے قبل کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک رسائی ہوتی کسی ایک کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی کر دی گئی یہودیوں نے اسے ہی پکڑ لیا اور اس کے بارے یقین کر لیا کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام ہے اسے پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا گیا اسے ہانکتے اور کہتے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ شیطان کو ڈانٹتا تھا' جنون زدہ کو صحت یاب کرتا تھا تو کیا اپنے آپ کو اس رسی سے نجات نہیں دلا سکتا؟ لوگ اس پر تھوکتے' کانٹے پھینکتے یہاں تک کہ وہ ایک لکڑی کے پاس لے آئے اور تختہ دار پر لٹکانے کا فیصلہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور ان کے مشابہ شخص کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اور ایک وہ عورت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاج سے جنون سے صحت یاب ہوئی تھی۔ روتی ہوئیں مصلوب زدہ آدمی کے پاس آئیں دریں اثناء ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے پوچھا کس لیے روتی ہو؟ دونوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے مصلوب کیے جانے پر اشک کناں ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

نے مجھے اپنی طرف اٹھالیا ہے اور مجھے بھلائی ہی پہنچی ہے اور یہ شخص ان کے لئے میرے مشابہہ کر دیا گیا ہے پھر آپ علیہ السلام نے حواریوں کو حکم دیا کہ فلاں جگہ مجھ سے ملاقات کریں۔ اس مقررہ جگہ پر گیارہ حواری ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ کا سودا کرنیوالا اور آپ کے بارے مخبری کرنیوالا موجود نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے اس بارے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ اپنے کیے پر ندامت وخجالت کا شکار ہے اور اس نے اپنا گلا گھوٹ کر خود کو قتل کر لیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ توبہ کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا۔ پھر آپ علیہ السلام نے اس لڑکے کے بارے پوچھا جوان کے درمیان موجود ہوتا تھا اور جسے یحییٰ کہا جاتا تھا فرمایا وہ تمہارے ساتھ ہے چلو تم میں سے ہر شخص یوں صبح کرے کہ قوم کو ڈرائے۔

یہ اسناد غریب اور اس سے زیادہ صحیح ہے جسے نصاریٰ نے ذکر کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آئے اور وہ بیٹھی تنے کے پاس رو رہی تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اپنے جسم سے میخوں کے نشانات دکھائے اور بتایا کہ اس کی روح تو اٹھالی گئی ہے لیکن جسم سولی پر لٹکا دیا گیا ہے۔

یہ بہتان وکذب تحریف وتغییر اور محض دھوکہ ہے حق کیخلاف انجیل میں باطل قسم کی زیادتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سے ملاقات

ابن عساکر علیہ الرحمہ حبیب کے طریق سے بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ سولی پر لٹکے ہوئے شخص کو سات دن بیت چکے تھے۔ حضرت مریم علیہا السلام کا گمان تھا کہ یہ ان کا نورِ نظر ہے چنانچہ انہوں نے بادشاہ کے اہل خانہ سے کہا کہ اب اسے سولی سے اتارے جانے کا حکم دیدیا جائے۔ بادشاہ نے بات مان لی اور اسے وہی دفن کر دیا۔

حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ سے کہا کہ کیا تم ہمارے مسیح کی قبر پر نہ چلوگی؟ دونوں بیبیاں چل پڑیں جب کے قبر کے نزدیک پہنچیں تو جناب مریم علیہا السلام نے ام یحییٰ سے کہا کہ کیا تم پردہ نہیں کروگی۔ پوچھا کہ میں کس سے پردہ کروں کہا کہ وہ شخص جو قبر کے پاس کھڑا ہے۔ ام یحییٰ نے کہا کہ مجھے تو کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا حضرت مریم علیہا السلام کو امید تھی کہ وہ جبرائیل امین علیہ السلام ہوں گے۔ حضرت مریم علیہا السلام سے ملے کافی عرصہ گزر چکا تھا ام یحییٰ وہی کھڑی ہوگئی اور حضرت مریم علیہا السلام قبر کے پاس چلی گئیں جب قبر کے قریب پہنچیں تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے مریم کہاں جارہی ہوں؟ حضرت مریم علیہا السلام نے پہچان لیا کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر اسے سلام کرنے اور عہد باندھنے جارہی ہوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ مسیح نہیں ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا ہے اور کفار کی مکارانہ سازش سے پاک فرمادیا ہے لیکن یہ تو اس شخص کی قبر ہے جسے عیسیٰ علیہ السلام کی سی شکل شباہت دے کر ان کی جگہ قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے اس شخص کے اہل خانہ اسے گم کیے بیٹھے ہیں اور انہیں علم تک نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہوا اور اسکے گھر میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسکے اہل خانہ آہ وزاری میں مشغول ہیں فلاں دن فلاں جنگل میں آنا وہاں تمہاری ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوجائے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام اپنی بہن کی طرف لوٹ گئیں اور جبرائیل امین علیہ السلام واپس چلے گئے۔ حضرت مریم علیہا السلام نے ام یحییٰ کو جبرائیل اوران کے بتائے جنگل کے واقعہ کی خبر دی۔ مقررہ دن حضرت مریم علیہا السلام جنگل میں تشریف لے گئیں تو وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مل گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے والدہ کو دیکھا تو ان کی طرف دوڑے سر کو چوما اور سابقہ معمول کی

طرح انکے لیے ڈھیروں دعائیں کیں کہا اے میری ماں! قوم نے مجھے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آسمانوں پر اٹھالیا ہے اور تجھے ملنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے عنقریب موت آ جائے گی صبر کرو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف چلے گئے۔ حضرت مریم علیہا السلام کے وصال تک پھر ملاقات نہ ہوئی۔

حضرت مریم علیہا السلام کی عمر مبارک

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت مریم علیہا السلام پانچ سال زندہ رہیں آپ کی عمر مبارک ترپن (۵۳) برس تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام سے راضی ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب آسمان پر اٹھایا گیا تو اس وقت آپ چونتیس برس کے تھے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہونگے تو سرمگیں آنکھیں اور ان کا جسم و بدن بغیر بالوں کے ہوگا تینتیس سال کے خوبرو جوان ہونگے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن پر ہونگے۔ ایسے ہی حماد بن سلمہ علی بن زید سے اور وہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت آپ کی عمر مبارک تینتیس برس تھی۔

بہر حال وہ حدیث جسے حاکم نے اپنی مستدرک اور یعقوب بن سفیان فسوی نے اپنی تاریخ میں حضرت سعید بن ابی مریم سے انہوں نے نافع بن یزید سے انہوں نے عمارہ بن غزیہ انہوں نے محمد بن عبداللہ سے انہوں نے عمرو بن عثمان سے وہ اپنی والدہ فاطمہ بنت الحسین سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں جو ان کے بعد ہوگا مگر وہ کہ جس نے اپنی نصف عمر ان سے پہلے گزار لی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کی زندگی ایک سو بیس سال ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ علیہ السلام نے ساٹھ سال زندگی کی بہاریں دیکھ لی ہیں۔

یہ الفاظ فسوی کے ہیں اور یہ حدیث بہت زیادہ غریب ہے۔

حافظ ابن عساکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر اس قدر نہیں ہوئی اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی امت میں اتنی مدت آپ ٹھہرے جیسا کہ سفیان بن عیینہ عمرو بن دینار سے اور وہ یحییٰ بن جعدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام بنی اسرائیل میں چالیس سال رہے یہ حدیث منقطع

جریر اور ثوری حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے اور وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں چالیس سال رہے امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رمضان المبارک کی

بائیسویں شب کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ رمضان المبارک میں اسی شب کو نیزے سے زخمی ہونے کے پانچ دن بعد آپ علیہ السلام کا وصال ہوا۔

آسمان کی طرف سفر

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا تو ایک بادل آپ کے قریب ہوا آپ اس پر بیٹھ گئے حضرت مریم علیہا السلام نے نم آلود آنکھوں سے انہیں الوداع کیا پھر آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے منظر کو دیکھتی رہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر چادر ڈال دی اور فرمایا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان قیامت کی علامت ہوگی اور اپنا عمامہ مبارک شمعون پر ڈال دیا آپ کی والدہ ماجدہ اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے الوداع کہتی رہیں حتیٰ کہ آپ غائب ہو گئے۔ حضرت مریم علیہا السلام آپ سے بڑی محبت کرتی تھیں کیونکہ والدین کی دونوں جہتوں سے محبت کی ساری چاہت آپ کو دی گئی تھی۔ اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد گرامی نہ تھے وہ سفر وحضر کبھی آپ سے جدا نہ ہوتی تھیں کسی شاعر نے کہا ہے

وَكُنْتُ اَرٰى كَالْمَوْتِ مِنْ بَيْنِ سَاعَةٍ　　　فَكَيْفَ بِبَيْنٍ كَانَ مَوْعِدُهُ الْحَشْرُ

میں جدائی کی گھڑی موت کی طرح دیکھ رہا ہوں کیسی ہوگی وہ جدائی جس میں ملاقات کے وعدہ کا دن محشر ہوگا۔

نصرانیت کے روم میں داخلے اور تعظیم صلیب کا سبب

اسحاق بن بشر مجاہد بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں نے جب اس شخص کو تختہ دار پر لٹکا دیا جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت دی گئی تھی اور جسے انہوں نے مسیح علیہ السلام گمان کر لیا تھا تو اکثر نصاریٰ نے بھی اپنی جہالت کی بنیاد پر اسی کو تسلیم کر لیا اور یہودیوں نے آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنے زدوکوب کرنے اور قید کرنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی کسی طرح یہ خبر صاحب روم جو کہ اس زمانہ میں دمشق کا بھی بادشاہ تھا اس تک پہنچ گئی تو اسے بتایا گیا کہ یہودیوں نے ایک ایسے شخص کے ساتھیوں پر ظلم و بربیت کی داستان روا کر رکھی ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول تھے۔ جو مردوں کو زندہ فرماتے اور کوڑی اور برص زدہ لوگوں کو صحت عطا فرماتے تھے اور عجیب وغریب معجزات کا ظہور ان سے ہوتا ان نامراد یہودیوں نے اس پر زیادتی کر کے انہیں بھی قتل کر دیا ہے آپ کی اصحاب کی توہین اور انہیں پابند سلاسل کر رکھا ہے بادشاہ نے پیغام بھیجا ان قیدیوں کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا ان میں حضرت یحییٰ علیہ السلام بن زکریا علیہ السلام شمعون اور ایک جماعت تھی۔

بادشاہ نے ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے معلومات لی انہوں نے آپ کی شان رسالت بیان کی تو بادشاہ نے متاثر ہو کر ان کے دین میں ان کی بیعت کر لی۔ اس لیے ان کا کلمہ بلند کیا اور یہودیوں پر حق ظاہر ہو گیا۔ نصاریٰ کے کلمہ کو بلندی حاصل ہو گئی۔ بادشاہ نے مصلوب کو اپنے پاس طلب کیا انہوں نے اسے تنے سے اتارا اور لکڑی کے تنے کے ساتھ جس سے پھانسی دی گئی تھی بادشاہ کے سامنے لایا گیا بادشاہ نے اس کی حد درجہ تعظیم کی اس کے بعد نصاریٰ نے بھی صلیب کی تعظیم شروع کر دی تب سے نصرانیوں کا دین روم میں داخل ہو گیا کئی وجوہ سے اس میں نظر ہے۔

۱- ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام نبی ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر چڑھائے جانے کا اقرار نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ہر عیب سے معصوم اور انہیں واقعہ کی حقیقت کا بھی مکمل ادراک تھا۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ روم میں دین مسیحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو سال بعد قسطنطینیہ کے بانی قسطنطین بن قسطن کے زمانہ میں داخل ہوا۔

۳- یہودیوں نے اس شخص کو تختہ دار پر لٹکانے کے بعد لکڑی سمیت وہی پھینک دیا پھر اس جگہ پر کوڑا کرکٹ، غلاظتیں، مردار اور گندگی کو پھینکتے رہے حتیٰ کہ قسطنطین کا دور آ گیا قسطنطین کی والدہ ہیلانہ حرانیہ فندقانیہ سے اسے وہاں سے نکالنے کا سوچا اور اس بارے یہ اعتقاد کر لیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس آدمی کو نکالا تو ساتھ میں وہ لکڑی بھی تھی جس پر اسے سولی دی گئی تھی۔ مذکور ہے جو آفت زدہ اسے چھوتا وہ تندرست وصحت یاب ہو جاتا۔ خدا معلوم یہ درست ہے یا نہیں البتہ جس شخص کو پھانسی دی گئی تھی وہ ایک مرد صالح تھا یا اس دن قوم نصاریٰ کے لئے آزمائش ہو یہاں تک کہ یہ لکڑی انہوں نے قابل تعظیم بنا لی اور اسے سونے اور موتیوں سے ڈھانپ دیا اس کے بعد سے انہوں نے صلیب کے نشانات بنا لیے اس کی شکل کو بابرکت سمجھنے لگے اور اسے چومنے لگے قسطنطین بادشاہ کی ماں ہیلانہ نے وہاں سے کوڑا کرکٹ ہٹا کر اس جگہ کنیسہ تعمیر کرایا اور قسمہا قسم کی زیب و زینت سے اسے آراستہ کیا۔

بیت المقدس کے شہر میں اب تک یہ مشہور و معروف کنیسہ موجود ہے اسے اس جگہ کی مناسبت سے قمامہ کہا جاتا ہے اسے قیامت بھی کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ اسے مراد لیتے ہیں کہ یہی سے مسیح علیہ السلام کا جسد اطہر کھڑا ہو گا پھر ہیلانہ نے حکم دیا کہ شہر کا کوڑا کرکٹ اور دیگر غلاظتوں کو اس چٹان پر پھینکا جائے جو یہودیوں کا قبلہ ہے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیت المقدس کو فتح کیے جانے تک بیت المقدس کی چٹان پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد وہاں سے خود اپنی چادر سے صفائی فرمائی اور نجاستوں اور خباثتوں سے اسے صاف ستھرا کیا اور اس سے پیچھے نہیں بلکہ جہاں شب اسریٰ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کی امامت فرمائی تھی اس جگہ مسجد تعمیر فرمائی اور اسی کو مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل وشمائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهُ صِدِّيقَةٌ (المائدہ ۷۵)

مسیح ابن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔

وجہ تسمیہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ روئے زمین پر سیاحت کرتے رہتے تھے یہودی ملعون آپ کی شدت سے تکذیب کرتے جھٹلاتے آپ پر اور آپ کی عفت مآب والدہ محترمہ پر بہتان باندھتے ان کے فتنوں سے تنگ آ کر اپنے دین کو لے کر آپ مختلف جگہوں پر منتقل ہوتے رہتے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ علیہ السلام ممسوح القدمین تھے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَقَفَّيْنَا عَلٰى آثَرِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَاٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ (المائدہ ۴۶)

اور ہم ان نبیوں کے پیچھے ان کے نشان قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔

وَآتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرہ ۸۷)

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانی عطا فرمائیں اور پاک روح سے اس کی مدد کی

اس بارے بے شمار آیات طیبات ہیں صحیحین میں ثابت ہے جو کہ پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے ہر ایک نبی آدم جب پیدا ہوتا ہے تو پیدائش کے وقت شیطان اسکے پہلو میں مارتا ہے اور بچہ شیطان کے مارنے سے زور سے چیختا سوا مریم علیہا السلام اور ان کے صاحبزادے عیسیٰ علیہ السلام کے کہ جب شیطان انہیں کچوکے لگانے لگا تو اس کے سامنے حجاب حائل ہو گیا اور پردے میں خود اسے کچوکا دیا گیا۔

عمیر بن ہانی کی جنادہ سے مروی حدیث پہلے گزر چکی کہ وہ عبادہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور

رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول اور اس کے کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم تک پہنچا دیا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں جنت، دوزخ حق ہے اس نے جو بھی عمل کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمالے گا۔ (بخاری)

ابو بردہ بن ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص اپنی باندی کی نہایت عمدہ طریقے پر تربیت کرے اور تمام دعائیوں کے ساتھ اسے تعلیم دے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اسے دہرا اجر ملتا ہے اور اگر کوئی شخص جو پہلے سے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہو پھر مجھ پر ایمان لایا تو اسے بھی دہرا اجر ملے گا اور غلام جو اپنے رب کا بھی تقویٰ رکھتا ہے اور اپنے آقا کی بھی اطاعت کرتا ہے تو اسے بھی دہرا اجر ملتا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں شب اسریٰ موسیٰ علیہ السلام سے ملا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا حلیہ مبارک بیان فرمایا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دراز قد اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے قبیلہ شنوءہ کے افراد ہوتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملا ان کا حلیہ بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ درمیانہ قد اور سرخ وسفید تھے جیسے ابھی ابھی غسل خانے سے باہر آئے ہوں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں ان سب سے زیادہ مشابہہ ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی یہ حدیث گزر چکی ہے۔

ہم سے محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہیں عثمان بن مغیرہ نے خبر دی انہیں مجاہد نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت سرخ گھنگھریالے بالوں والے اور چوڑے سینے والے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندم گوں دراز قد اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے کوئی قبیلہ زط کا فرد ہو۔ امام بخاری علیہ الرحمہ اسے روایت کرنے میں منفرد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر فرمایا "ارشاد فرمایا" بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے مگر دجال داہنی آنکھ سے کانا ہوگا اس کی آنکھ اٹھے ہوئے انگور کی طرح ہوگی اور میں نے رات کعبہ کے پاس خواب میں ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا گندمی رنگ کے آدمیوں میں شکل وصورت کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین وجمیل اس کے سر کے بال شانوں تک لٹک رہے تھے۔ سر سے پانی ٹپک رہا تھا دو آدمیوں کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو ملائکہ نے بتایا کہ آپ مسیح ابن مریم علیہما السلام ہیں اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا سخت اور مڑے ہوئے بالوں والا اور داہنی آنکھ سے کانا تھا اسے میں نے ابن قطن سے سب سے زیادہ شکل وصورت میں ملتا ہوا پایا۔ وہ بھی اپنے ہاتھوں کو ایک آدمی کے کندھوں پر رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے بتایا کہ دجال ہے۔ امام مسلم علیہ الرحمہ نے موسیٰ بن عقبہ کی حدیث سے بیان کیا ہے پھر امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن نافع نے اس کی متابعت کی ہے پھر زہری کے طریق سے آگے چلایا ہے اور سالم بن عمر

سے روایت کیا ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ ابن قطن قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی تھا جو زمانہ جاہلیت میں ہلاک ہو گیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مسیحوں کا بیان فرمایا ہے ایک مسیح مہدی اور دوسرا مسیح ضلالتہ تا کہ جب مسیح مہدی تشریف لائیں تو ان پر اہل ایمان ایمان لے آئیں اور دوسرے کو پہچان لیں اور موحدین اس سے احتراز کریں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عبداللہ بن محمد' عبدالرزاق اور معمر نے ہمیں خبر دی وہ ہمام بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اسے پوچھا کہ کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا قسم ہے مجھے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہرگز میں نے چوری نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اپنی آنکھ کی تکذیب کی۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ نے بھی محمد بن رافع اور انہوں نے عبدالرزاق سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔

پاکیزہ فطرت

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عفان نے' حماد بن مسلم نے حمید الطّویل سے بیان کیا اور وہ حسن وغیرہ سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا مگر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو چوری کرتے دیکھا تو فرمایا اے فلاں شخص کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا قسم بخدا نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا اور اپنی آنکھ کو جھوٹا خیال کرتا ہوں۔

یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاک طینتی پر دلالت کرتا ہے جب اس آدمی نے اللہ کی قسم اٹھائی تو آپ نے گمان کر لیا کہ کوئی شخص عظمت الٰہی پر جھوٹی قسم نہیں اٹھا سکتا۔ اس کے عذر کو قبول کرتے ہوئے اپنے آپ پر رجوع فرمایا کہا آمَنْتُ بِاللّٰہِ یعنی تیری قسم کی وجہ سے میں تیری تصدیق کرتا ہوں اور اپنی آنکھ کے دیکھنے کو جھٹلاتا ہوں۔

میدان حشر میں آنے کا انداز

محمد بن یوسف نے بیان کیا سفیان نے مغیرہ بن نعمان سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میدان حشر میں تم لوگ ننگے پاؤں' ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ (الانبیا ۱۰۴)

جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم کو اس کا ضرور کرنا

پھر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا پھر میرے اصحاب کو دائیں طرف (جنت) میں لے جایا جائے گا اور کچھ کو بائیں طرف میں کہوں گا یہ تو میرے اصحاب ہیں لیکن مجھے بتایا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے اسی وقت انہوں نے ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ میں اس وقت وہی کہوں گا جو عبد صالح عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا کہ

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدہ ۱۱۷'۱۱۸)

اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بر سر منبر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم کو نصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھا دیا میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا یوں کہو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

پنگھوڑے میں کلام

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مسلم بن ابراہیم نے جریر بن حازم نے حدیث بیان کی ان سے محمد بن سیرین نے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ گہوارہ میں تین بچوں کے سوا اور کسی نے گفتگو نہیں کی۔

۱۔عیسیٰ علیہ السلام

۲۔بنی اسرائیل میں ایک بزرگ تھے جن کا نام جریج تھا وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران ان کی والدہ نے انہیں پکارا انہوں نے (اپنے دل میں) کہا میں اپنی والدہ کا جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں؟ (نماز میں مشغول رہے) آپکی والدہ نے بددعا کی اے اللہ اس وقت تک اسے موت نہ آئے جب تک یہ زانیہ عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لے جریج اپنے عبادت خانہ میں رہا کرتے تھے ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک عورت آئی اور اس نے ان سے گفتگو کی لیکن انہوں نے (اس کی نفسانی خواہش کی تکمیل سے) انکار کر دیا پھر ایک چرواہے کے پاس آئی اور اسے اپنے اوپر قابو دیدیا اس سے ایک بچہ پیدا ہوا اور اس نے ان پر تہمت دھری کہ یہ جریج کا بچہ ہے اس خاتون کی قوم کے لوگوں نے آکر اس کا عبادت خانہ توڑ دیا انہیں نیچے اتار لائے اور گالیاں بکنے لگے۔ جریج نے وضو کیا نماز ادا کی پھر بچہ کے پاس آئے پوچھا اے بچے تمہارا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا لوگوں نے کہا تمہارا عبادت خانہ سونے کا تعمیر کیا جائے گا جریج نے کہا نہیں صرف مٹی کا تعمیر کر دیجئے۔

۳۔بنی اسرائیل میں سے ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ اس کے قریب سے ایک خوبرو سوار گزرا عورت نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنادے اس بچہ نے پستانوں کو چھوڑ کر سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا پھر پستان کو منہ میں لے کر چوسنے لگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی کو چوس رہے ہیں پھر ایک باندی قریب سے گزری تو ماں نے کہا اے اللہ میرے بچہ کو اس جیسا نہ بنانا بچہ نے پھر پستان چھوڑ دیا کہا اے اللہ تعالیٰ مجھے اس جیسا بنانا ماں نے کہا بیٹا تم کس لیے اس طرح کہتے ہو۔ بچے نے کہا کہ سوار ایک جابر و سرکش شخص تھا جبکہ اس باندی کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اس نے چوری کی زنا کیا حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا میں سب لوگوں کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں انبیاء کرام علاتی اولاد کی طرح ہیں میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہے کہ وکیع نے' سفیان ثوری نے ہمیں حدیث بیان کی وہ ابوزقاد سے وہ اعرج سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں لوگوں کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں۔ انبیاء کرام علاتی اولاد کی طرح ہیں میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ یہ اسناد دونوں کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہچان

امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ نے ہمیں حدیث بیان کی وہ ابن ابی عروبہ سے روایت کرتے ہیں قتادہ نے عبدالرحمٰن بن آدم سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انبیائے کرام علاتی بھائی ہوتے ہیں ان کا دین ایک لیکن مسائل فروع میں اختلاف ہوتا ہے۔ میں لوگوں کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں وہ دوبارہ تشریف لائیں گے تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا درمیانے قد سرخ وسفید رنگت والے بال سیدھے گویا کہ ان کے سر اقدس سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ اگرچہ تیری دو چھڑیوں کے درمیانی فاصلے سے بھی نہ پہنچی ہو آپ صلیب توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ فرما دیں گے ملتیں معطل ہو جائیں گی۔ اسلام کے سوا اس زمانہ میں ہر کوئی ہلاک ہو جائے گا اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے دور میں لعین کذاب دجال کو ہلاک فرمائے گا۔ روئے زمین پر امن وامان کا یہ عالم ہوگا کہ اونٹ اور شیر چیتے اور گائے جب تک اللہ نے چاہا وہ ٹھہریں گے پھر ان کا وصال ہوگا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے اور ان کی تدفین کریں گے۔

پھر امام احمد علیہ الرحمہ نے عفان سے انہوں نے ہمام سے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے عبدالرحمٰن سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسی طرح بیان کر کے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال ٹھہریں گے پھر ان کا وصال ہوگا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

ابوداؤد نے بھی ہدبہ بن خالد سے انہوں نے ہمام بن یحییٰ سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔

دمشق کا سفید منارہ

ہشام بن عروہ صالح مولیٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال قیام فرمائیں گے۔ کتاب الملاحم میں آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں سورۃ نساء کی آیت ۱۵۹ اور الزخرف کی آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (۶۱) کے تحت بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید مینار پر اتریں گے نماز فجر ادا کیے جانے کی تیاری ہو چکی ہوگی۔ امام المسلمین امام

مہدی رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نماز کی امامت کی دعوت دیں گے فرمائیں گے اے روح اللہ تشریف لایئے اور نماز پڑھائیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں یہ امت اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اکرام و احترام ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں فرمائیں گے کہ اقامت تو آپ ہی کے لئے کہی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے پھر آپ سوار ہو کر مسلمانوں کے ہمراہ مسیح دجال کی تلاش میں نکل پڑیں گے۔ باب لد میں اس کے ساتھ آمنا سامنا ہوگا تو آپ علیہ السلام اپنے معزز ہاتھوں سے اسے قتل کریں گے۔

ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ دمشق کا مشرقی منارہ جو سفید پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے امید قوی ہے کہ یہ وہی منارہ ہے یہ مینارہ نصاریٰ کے مال سے اس وقت تعمیر کیا گیا تھا جب انہوں نے اسے اور اس کے گردونواح کو جلا کر منہدم کر دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اسی منارہ پر ہوگا۔ آپ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑ ڈالیں گے اسلام کے سوا کوئی چیز قابل قبول نہ ہوگی روحاء مقام سے حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے ادائیگی حج کے لئے آئیں گے چالیس سالہ زمینی زندگی گزار کے پھر آغوش موت میں چلے جائیں گے۔ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مقدسہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن ہونگے۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات کے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ روضۂ مقدسہ میں دفن ہونگے۔ لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں۔

ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ زید بن اخزم الطائی نے ہمیں بیان کیا کہ ابوقتیبہ مسلم بن قتیبہ نے ہمیں بیان کیا ابومودود المدنی نے مجھے بیان کیا عثمان بن ضحاک نے محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام سے انہوں نے اپنے والد سے اپنے دادا سے روایت کیا کہ توراۃ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات مرقوم ہیں اور یہ بھی مذکور ہے ایک ساتھ ایک روضۂ مقدسہ میں دونوں مدفون ہونگے۔ ابومودود کہتے ہیں کہ روضۂ مقدسہ میں ایک قبر کی جگہ ابھی باقی ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے جبکہ امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں۔

حبیب اللہ اور روح اللہ علیہما السلام کے درمیان مدت

۱- امام بخاری علیہ الرحمہ نے یحییٰ بن حماد سے انہوں نے ابی عوانہ سے انہوں نے عاصم احول سے انہوں نے عثمان النہدی سے انہوں نے سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ دونوں انبیائے اکرام کے درمیان زمانہ فترت چھ سو برس ہے۔

۲- قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پانچ سو ساٹھ برس ہے۔

۳- ایک اور قول کے مطابق پانچ سو چالیس برس ہے۔

۴- ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چار سو چالیس سال سے زائد کا دورانیہ ہے۔
۵- مشہور چھ سو سال ہی ہیں۔
۶- ان میں سے جو چھ سو بیس سال کہتے ہیں وہ قمری سال کا حساب لگاتے ہیں اور یہ تعداد چھ سو شمسی سال کے برابر ہے (واللہ اعلم)

ابن حبان نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی روح ان کے اصحاب میں قبض فرمائی نہ وہ لوگ فتنے میں پڑے اور نہ ہی انہوں نے دین میں کوئی تبدیلی کی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے اصحاب دو سو سال تک آپ کی سنت اور ہدایت پر کاربند رہے۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اگرچہ ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حواریوں کو وصیت

ابن جریر علیہ الرحمہ محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے اپنے حواریوں کو وصیت کی کہ لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیں اور آپ نے شام مشرق اور بلاد مغرب کے مختلف ممالک میں لوگوں کے گروہوں کی طرف تبلیغ دین کے لئے انہیں روانہ فرما دیا تھا۔ مذکور ہے ہر شخص کو اس ملک کی زبان سکھا دی گئی تھی جس ملک میں تبلیغ دین کے لئے اسے مقرر کیا گیا تھا۔

انجیل میں تعارض

اکثر حضرات نے ذکر کیا ہے کہ چار آدمیوں نے انجیل کو نقل کیا اور وہ چار آدمی درج ذیل تھے۔
لوقا، متی، مرقس، یوحنا

ان چاروں کی اناجیل میں بہت زیادہ تفاوت ہے اور تفاوت کا یہ عالم ایک نسخہ دوسرے نسخہ سے جدا ہے ایک میں ایک واقعہ کو مفصل اور دوسرے نسخہ میں اسی کو مختصر بیان کیا گیا ہے۔ ان چار میں سے دو تو وہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت بھی پائی اور ان کی زیارت بھی کی اور وہ دونوں متی اور یوحنا ہیں اور ان میں سے دو وہ ہیں جنہوں نے حواریوں کی صحبت پائی وہ دونوں مرقس اور لوقا ہیں۔ (واللہ اعلم)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنیوالوں میں سے ایک شخص ضینا بھی تھا جو دمشق میں اس جنگل میں پولس یہودی کے خوف سے چھپا رہتا تھا جو صلیبی کنیسہ کے قریب مشرقی دروازے کے پاس تھا۔ پولس یہودی بڑا ظالم و جابر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بغض شدید رکھتا تھا اس کا بھتیجا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تو اس نے اس کا سر منڈوا کر اسے شہر کے چکر لگوائے پھر رجم کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اللہ تعالیٰ اس مرحوم پر اپنا رحم فرمائے۔

پولس کو جب یہ اطلاع ملی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق آرہے ہیں تو وہ اپنے خچر پر سوار ہو کر انہیں قتل کرنے کے لئے نکل پڑا لوکب کے پاس اس کا آمنا سامنا ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کی طرف حملہ کرنے کے لئے جو بڑھا تو ایک فرشتہ نے اپنا پر مار کر اسے بینائی سے محروم کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزانہ کمال کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق

کرنے پر مجبور ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر خدمت ہو کر اس نے عذر خواہی کی اور ایمان قبول کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کی معذرت قبول فرمالی پولس نے التجا کی کہ اس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیر دیں تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی بینائی کو لوٹا دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے ہاں دمشق کے مشرق میں سوق مستطیل کے کنارے میں ضینا نامی ہمارا ایک غلام ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ وہ تمہارے لیے دعا کرے گا وہ پولس یہودی ان کے پاس آیا دعا کے لئے عرض کی ضینا کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔ پولس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مخلصانہ طریقہ سے ایمان لایا اس نے اپنے نام کا ایک گرجا تعمیر کیا۔ پولس کا وہ گرجا بہت مشہور تھا جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دمشق فتح کیا تو اس وقت وہ گرجا موجود تھا۔

فصل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد ان کے اصحاب میں بہت زیادہ اختلاف پیدا ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر اسلاف نے بیان کیا ہے اور ہم اس بارے آیت طیبہ

فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰی عَدُوِّہِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰہِرِیۡنَ (الصف ۱۴)

کے تحت اختلاف بیان کر چکے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ

ایک گروہ کا کہنا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں اللہ کے بندے اور رسول تھے جنہیں آسمان پر اٹھالیا گیا

دوسرے گروہ نے کہا! وہ اللہ تھا۔

تیسرے نے کہا! وہ اللہ کا بیٹا تھا۔

پہلا گروہ صحیح ہے باقی دونوں دوسرے، بہت بڑے کافر ہیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِہِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡہَدِ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ (مریم ۳۷)

پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں تو خرابی ہے کافروں کے لئے ایک بڑے دن کی حاضری سے۔ قطع و برید، کم و بیشی اور تحریف و تبدیل کے ساتھ چار مختلف قسم کی اناجیل معرض وجود میں آ گئیں جس کے اقوال و کلام میں بہت زیادہ اختلاف ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو سال بعد ایک بہت بڑا حادثہ پیش آیا چاروں بتار کہ، تمام اساقفہ (پادری، بشپ) دیگر پادری اور راہبوں کا آپس میں اس قدر شدید اختلاف پیدا ہوا کہ جس کا شمار بھی ممکن نہیں سب نے متفقہ طور پر قسطنطنیہ کے بانی قسطنطین بادشاہ کو اپنا ثالث مقرر کر لیا پہلا ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا۔ ساری گفتگو کے بعد اکثریتی فرقہ کے اقوال پر بادشاہ نے اتفاق کر لیا اور اسے ملکی فرقہ کا نام دیا گیا ان کے علاوہ دیگر فرقوں کو ظلم و بربیت، کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

ایک گروہ عبداللہ بن ادیوس کی قیادت میں اس بات پر ثابت قدم رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے وہ صحرا و بیابان میں زندگی گزارتے تھے وہیں انہوں نے عبادت خانے گھر اور کھوٹریاں تعمیر کر لیں زاہدانہ زندگی گزارتے رہے لیکن کسی ملت یا فرقہ سے سمجھوتا نہ کیا ملکی فرقہ نے بڑے بڑے عظیم الشان اور بلند و بالا گرجے تعمیر کیے یونان میں جا کر وہاں بھی

گرجے تعمیر کیے اوران کے محراب مشرق کی طرف پھیر دیئے حالانکہ پہلے شمال کی طرف خط جدی کی طرف تھے۔

بیت لحم اور گنبد کی تعمیر

قسطنطین بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش پر بیت لحم کی تعمیر جبکہ اس کی والدہ ہیلانہ نے مصلوب کی قبر پر ایک چوٹی (گنبد) تعمیر کی نصاریٰ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کرنے والے یہود ہی ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں فرقے ہی کافر ہیں انہوں نے ایسے ایسے قوانین وضع کیے جس سے توراۃ کے احکام کی مخالفت ہوتی ہے۔ نص توراۃ سے جو چیزیں حرام تھیں انہیں حلال قرار دیا جیسا کہ خنزیر وغیرہ ہے۔ مشرق کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کی چٹان کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرمائی اوراسی طرح تمام انبیاء کرام نے بھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تشریف لائے۔ انہوں نے بھی اسی طرف منہ کر کے نماز ادا کی خود خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت مدینہ کے بعد سولہ یا سترہ ماہ تک اسی طرح منہ کر کے نماز ادا فرمائی پھر اس قبلہ کی جانب رخ انور کرنے کا حکم نازل ہو گیا جس کی تعمیر سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی۔

گرجوں میں تصاویر بنانے کا عمل شروع ہوا حالانکہ اس سے قبل کسی گرجا میں کوئی تصویر نہ تھی اور ایک وہ عقیدہ انہوں نے اختراع کر لیا جسے بچے بوڑھے اور مردوزن یاد کرنے لگے جسے وہ امانت کا نام دیتے ہیں حالانکہ وہ پرلے درجے کا کفر اور خیانت ہے۔

تمام ملکیہ نسطوریہ (نسطورس کے تابعین) دوسرے مجمع کے شریک یعقوبیہ (یعقوب برادعی کے پیروکار) تیسرے مجمع کے شریک بھی اسی عقیدہ کے قائل ہیں اوران کی تفاسیر میں اختلاف ہے۔

میں ان کے کفریہ عقائد کو بیان کرتا ہوں کیونکہ کفر کی حقایت کرنیوالا کافر نہیں ہوتا اس کے عقائد میں ان کی عقل ناقص کفر کی بھرمار اور ایسی ہلاکت زدہ چیزیں ہیں جو اپنے ماننے والے کو بغیر دھوکے کے شعلہ زن آگ کی طرف لے جانے والے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک الٰہ پر ایمان رکھتے ہیں جو ہر چیز پر غالب آسمان وزمین کا خالق اور ہر دیکھی ان دیکھی چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور ایک رب یسوع پر جو خدا کا ایک ہی بیٹا وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا تمام جہانوں سے قبل وہ نور الٰہی کا نور معبود حق سے حق بغیر خلق سے مولود ہے جو ہر میں اپنے باپ کے مساوی ہے۔ ہر چیز اسی کے سبب بنی ہم انسان اور ہماری رہائی کے لئے آسمان سے نازل ہوا روح القدس اور کنواری مریم کے ذریعے مجسود ہوا انسان بنا اور ملاطس نبطی کے عہد میں صلیب پر چڑھایا گیا۔ اس نے دکھ اٹھائے اور قبر میں جا دفن ہوا۔ تیسرے دن پھر قبر سے اٹھا جیسا کہ ان کی کتب میں ہے۔ آسمان پر چڑھا باپ کے دائیں جانب بیٹھا پھر اپنے جسم کے ساتھ آئے گا تاکہ زندوں اور مردوں کا انجام سوچے اس کی بادشاہی کو کوئی فنا نہیں وہ روح القدس رب ہے زندگی عطا کرنے والا ہے جو باپ کے ساتھ باپ سے صادر ہے۔ بیٹا قابل تعظیم مسجود ہے وہ انبیاء میں محض گفتگو کرنے والا ایک نسبت کی طرح جو جامع اور مقدس ہے میں گناہوں کی بخشش کے لئے ایک معبودیت کا اعتراف کرتا ہوں اور بے شک وہ زندہ مردوں کی قیامت اور زمانے کی زندگی اس کا ہونا تیار و درست ہے۔

۲ اپریل ۲۰۰۳ء بروز سوموار

۱۸ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

20 کتب سے تخریج

جہانگیری

صحیح بخاری شریف

ترجمہ

قدوۃ علماء المحققین
زبدۃ فضلاء المدققین
ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

5 جلدیں مکمل

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس، بامحاورہ ترجمہ

نور علی نور
امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقات علی البخاری
کا ترجمہ، وضاحتی الفاظ کے ہمراہ

صحیح بخاری
• آیات و الفاظ قرآنی • صحابہ کرام کے آثار
• تابعین و آئمہ تبع تابعین کے اقوال • امام بخاری کی فقہی و تحقیقی آراء

جملہ افراد • اشخاص • قبائل • بلاد و اماکن • دیگر کی

مفصل فہرستیں پہلی مرتبہ منصہ شہود پر

ایک ایسی خدمت جس کی عربی، فارسی، اردو میں کہیں بھی، کوئی بھی مثال نہیں پیش کی جاسکتی

وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا

شبیر برادرز
شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042 7246006

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

20 کتب سے تخریج

جہانگیری

صحیح بخاری شریف

ترجمہ

قدوۃ علماء المحققین
زبدۃ فضلاء المدققین

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

5 جلدیں مکمل

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس، بامحاورہ ترجمہ

نور علی نور

امام احمد رضا خان کی تعلیقات علی البخاری

کا ترجمہ، وضاحتی الفاظ کے ہمراہ

صحیح بخاری • آیات و الفاظ قرآنی • صحابہ کرام کے آثار
• تابعین و آئمہ تبع تابعین کے اقوال • امام بخاری کی فقہی و تحقیقی آراء

جملہ افراد • اشخاص • قبائل • بلاد و اماکن • دیگر کی

مفصل فہرستیں پہلی مرتبہ منصۂ شہود پر

ایک ایسی خدمت جس کی عربی، فارسی، اردو میں کہیں بھی، کوئی بھی مثال نہیں پیش کی جا سکتی

وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا

شبیر برادرز
شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042 7246006